Re. 1.00 for over-night books per day shall be charged from those who return them late.

... will ... any ... to the ... have to replace it, if the same is detected at the time of return.

بلوغ الارب

جلد چہارم

بلوغ الارب

جلد چہارم

تالیف

محمود شکری آلوسی

ترجمہ و حواشی

ڈاکٹر پیر محمد حسن
ایم ۔ اے ، پی ایچ ۔ ڈی
شیخ الادب و صدر شعبۂ عربی
جامعۂ اسلامیہ ، بہاولپور

مرکزی اردو بورڈ
۳۶ جی ، گلبرگ ، لاہور

بار اول
مارچ ، ۱۹۶۸ء
تعداد : ۱۰۰۰

ناشر

اشفاق احمد
ڈائرکٹر ، مرکزی اردو بورڈ
۳۶ جی ، گلبرگ ، لاہور

طابع

سید نظر علی شاہ
منتظم ، میزان پرنٹنگ پریس
۲۷ بی ، شاہ عالم مارکیٹ ، لاہور

قیمت

ترتیب

پیش لفظ

" بلوغ الارب " کی چوتھی اور آخری جلد پیش خدمت ہے ۔ یہ کتاب عربوں کے حالات پر ایک مستند و معتمد کتاب ہے ۔ عربوں کے حالات سے واقفیت محض اس لیے ضروری نہیں کہ ہمارے ان کے ساتھ گہرے مذہبی ، سیاسی اور ثقافتی رشتے ہیں بلکہ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اس انقلاب کی معنویت کو سمجھ سکیں جو اسلام کی صورت میں عربوں کے درمیان برپا ہؤا تھا ۔

" بلوغ الارب " عرب معاشرے کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے جس میں اسلام کا ظہور ہؤا ۔ اسلام کے تاریخی کارنامے کو پوری طرح سمجھنے کے لیے اس معاشرے کی ایک بھرپور تصویر درکار تھی ۔ اس تصویر میں محمود شکری آلوسی نے رنگ بھرا اور ڈاکٹر پیر محمد حسن صاحب نے اسے اردو میں منعکس کیا ہے ۔ مرکزی اردو بورڈ لاہور کی طرف سے اردو ترجمے کی پہلی تین جلدیں بالترتیب مئی ۱۹٦۷ء ، اگست ۱۹٦۷ء اور دسمبر ۱۹٦۷ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں ، امید ہے کہ یہ چوتھی جلد بھی اسلامیات ، تاریخ اور عمرانیات کے طالب علموں کی گہری دلچسپی کا باعث ہوگی ۔

اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہونے کے باوجود " بلوغ الارب " کے عربی نسخے میں تحقیق اور طباعت کی کچھ غلطیاں رہ گئی تھیں ۔ فاضل مترجم نے ترجمے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مآخذ کی طرف رجوع کر کے اغلاط کا پتا چلایا ، ان کی نشاندہی کی اور ساتھ ہی مآخذ کا حوالہ دیدیا ہے اس طرح اصل متن کی تصحیح بھی ہو گئی ہے اور ترجمے نے نہ صرف اس اہم کتاب کو دلیائے اردو کے لیے عام کر دیا ہے بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر " بلوغ الارب " کا اصل عربی متن پھر سے شائع ہو اور اردو ایڈیشن کے حواشی کو پیش نظر رکھا جائے تو کتاب پہلے سے بہتر اور اعلیٰ صورت اختیار کر لے گی ۔

[۱۲:۳] شعرائے عرب کے چیدہ چیدہ کارنامے اور چیدہ اشعار

جب میں نے یہ کتاب تالیف کی تھی تو میں نے اس مقام پر شعرائے جاہلیت کے کچھ واقعات اور حالات لکھے تھے جن سے ابن قتیبہ کی الشعر و الشعرا اور دیگر کتابیں جو اس سلسلے میں لکھی گئیں مستغنی کر دیتی ہیں ۔ لہٰذا اس کتاب کی طباعت کے وقت میں نے ان سب کو حذف کر دیا اور اس کے بجائے میں نے وہ عمدہ اشعار نقل کر دیے ہیں جن کا انتخاب بعض (ادب کے) اماموں نے کیا ہے ۔ میں نے ان کے اچھے اشعار کے نگینے ، یکتا شعر ، خاص خاص مشہور ضرب الامثال ، نادر معانی ، فاخرہ الفاظ نقل کر دیے ہیں جن کو سحر بیان شعرا اور آزاد منش امرائے کلام نے مختلف فنون میں استعمال کیا ہے یعنی ان تمام شعرا نے جو امرؤالقیس سے شروع ہوتے ہیں ، پھر وہ بلند پایہ جاہلی شعرا جو ان کے بعد آئے ، پھر وہ فصیح و بلیغ مخضرمین جو ان کے بعد آئے ، پھر اسی طرح سلسلہ وار چلتے ہوئے اعلیٰ پایے کے اسلامی شعرا تک آ جائیں ۔ میں نے باوجود اس کے کہ ان شعرا کے مختلف طبقے اور مختلف درجے ہیں مذکورہ بالا شعرا میں سے ہر ایک کے وہ اشعار بھی درج کر دیے ہیں جن کا ذکر ائمہ نے کیا ہے مثلاً شاعر کا امیر شعر ، ہار کا سب سے بڑا موتی ، تاج کا موتی ، کلام کا بہترین شعر ، ٹیپ کا شعر ، ہار کا لا ثانی موتی تاکہ جو شخص ہماری اس کتاب کا مطالعہ کرے اسے معلوم ہو جائے کہ جس بات میں نوع انسانی دیگر انواع سے ممتاز ہے اس میں عرب قوم کو کس قدر بلند مقام حاصل تھا اور انھیں اللہ تعالیٰ نے کس قدر حکمت اور فیصلہ کن بیان کی قدرت دی اور اللہ کی مدد کے بغیر مجھے کسی کام کی توفیق نہیں ہو سکتی ۔

۱ ۔ امرؤالقیس بن حجر الکندی

خیرالانبیا اور سید الفصحا صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کے مطابق یہ امیر الشعرا ہے ۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک بار امرؤالقیس کا ذکر آپ کے سامنے کیا گیا تو آپ نے فرمایا : اس شخص کا دنیا میں تو نام ہوگا مگر آخرت میں بالکل فراموش کر دیا جائے گا ۔ یہ قیامت کے دن جب آئے گا تو اس کے ہاتھ میں شعرا کا جھنڈا ہوگا اور یہ ان کی قیادت کرتا ہؤا انھیں دوزخ کو لے جائے گا ۔ روایت ہے کہ لبید اور حسان بن ثابت ہر دو نے کہا : کاش یہ قول میرے متعلق کہا گیا ہوتا ، اور میں ہی دوزخ میں لڑھکنے والا ہوتا ۔ کہا جاتا ہے کہ اس امیرالشعرا کا سب سے اعلیٰ شعر اسی کے قصیدے کا یہ شعر ہے :

اَلْبِـرُّ اَنْـجَـحُ مَـا طَلَـبْتَ بِهِ،
وَالْبِـرُّ خَيْـرُ حَقِيْبَـةِ الرَّحْلِ،

سب سے زیادہ کارگر چیز جس کی مدد سے تو کسی چیز کا خواہاں ہو نیکی ہے اور نیکی ہی انسان کا بہترین ذخیرہ ہے

اس کی مشہور ضرب الامثال میں ایک اس کا وہ شعر ہے جس میں اس نے یہ بیان کیا ہے کہ جب مال کثیر کا ملنا دشوار ہو تو انسان کو چاہیے کہ وہ قناعت کرے اور تھوڑے مال پر راضی ہو جائے :

[1] إِذَا مَا لَمْ تَكُنْ إِبِلٌ فَمِعْزَى
كَأَنَّ قُرُوْنَ جِلَّتِهَا الْعِصِيُّ

---

۱ ۔ ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو شرح دیوان امرؤالقیس : ۱۵۲ : ۱۵۳ ۔ اصمعی کہتا ہے کہ امرؤالقیس اس قسم کے اشعار نہیں کہہ سکتا ۔ بالخصوص دوسرا شعر فتملأ بیتنا (البیت) جہاں قناعت کا ذکر کیا گیا ہے حالانکہ امرؤالقیس اپنے شعر میں کہہ چکا ہے کہ وہ بادشاہت سے کم چیز پر قانع نہ ہوگا جیسا کہ خود آلوسی نے اس کے بعد ذکر کر دیا ہے ۔ (نیز ملاحظہ ہو سمط اللآلی : ۸۵ - ۸۶) ۔

جب اونٹ نہ ہوں تو بھیڑ بکریاں ہی سہی جن میں سے بڑی بڑی
بکریوں کے سینگ لاٹھیوں کی طرح معلوم ہوتے ہوں

فَتَمْلَأُ بَيْتَنَا أَقِطاً وَ سَمْناً
وَ حَسْبُكَ مِنْ غِنيً شِبْعٌ وَ رِيٌّ

تاکہ یہ ہمارے گھر کو پنیر اور گھی سے بھر دیں ۔ تمھارے لیے
سیر ہو کر کھانا کھا لینا اور سیر ہو کر پینا کافی مالداری ہے

اس کے مندرجہ ذیل اشعار اس حالت کے بالکل برعکس خواہش کا
کر کر رہے ہیں یعنی بلند ہمتی اور بلند امور کی طرف ترقی کرنے (کی
ترغیب دے رہے ہیں)

فَلَوْ أَنَّ مَا أَسْعَى لِأَدْنَى مَعِيشَةٍ
كَفَانِي وَ لَمْ أَطْلُبْ قَلِيلٌ مِنَ الْمَالِ

اگر میں معمولی زندگی کے لیے کوشاں ہوتا تو مجھے تھوڑا سا مال
کافی تھا اور پھر میں ملک حاصل کرنے کی کوشش نہ کرتا

وَ لٰكِنَّمَا أَسْعَى لِمَجْدٍ مُؤَثَّلٍ
وَ قَدْ يُدْرِكُ الْمَجْدَ الْمُؤَثَّلَ أَمْثَالِي

لیکن میں تو مضبوط جڑوں والی بزرگی کو حاصل کرنے کے لیے
کوشاں ہوں اور میرے جیسے لوگ کبھی ایسی بزرگی پا بھی لیتے ہیں

امرؤالقیس کی مشہور ضرب المثل میں سے ایک یہ شعر ہے :

وَ قَاهُمْ جَدُّهُمْ بِبَنِي أَبِيهِمْ [۱]
وَ بِالْأَشْقَيْنَ مَا حَلَّ الْعِقَابُ

---

[۱] جب بنو اسد نے امرؤالقیس کے باپ حجر کو قتل کر دیا تو بنو بکر اور بنو تغلب کی مدد سے اس نے بنو اسد سے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینا چاہا ۔ جب بنو اسد کو اس بات کا پتا چلا تو وہ بھاگ کر بنو کنانہ کے یہاں چلے گئے مگر انھیں ان کی مدد پر پورا اعتماد نہ تھا لٰہذا وہاں سے بھی بھاگ گئے ۔ امرؤالقیس نے بنو کنانہ کو تہ تیغ کیا ۔ اسی واقعے کے متعلق امرؤالقیس کہہ رہا ہے ۔

بنو اسد کو ان کی خوش بختی نے بنو کنانہ کے ذریعے جو انہی کے باپ کی اولاد تھے بچا دیا اور عذاب بد بخت (بنو کنانہ) پر نازل ہو گیا

نیز اس کا یہ قول ہے :

أَرَى هُنَّ لَا يُحْبِبْنَ مَنْ قَلَّ مَالُهُ
وَلَا مَنْ رَأَيْنَ الشَّيْبَ فِيهِ وَ قَوَّسَ

میں دیکھتا ہوں کہ عورتیں کم مال والے کو پسند نہیں کرتیں اور نہ ہی اس شخص کو پسند کرتی ہیں جو بوڑھا اور کمان کی طرح کبڑا ہو چکا ہو

أَلَا إِنَّ بَعْدَ الْعُدْمِ لِلْمَرْءِ قِنْوَةً
وَ بَعْدَ الْمَشِيبِ طُولَ عُمْرٍ وَ مَلْبَسَا

یاد رکھو ،محتاجی کے بعد انسان مالدار بھی ہو جاتا ہے اور انسان بوڑھا ہو جانے کے بعد بھی دیر تلک زندہ رہتا اور لباس پہنتا ہے

اور اس کا یہ شعر بھی :

[۹۵:۳] وَ قَدْ طَوَّفْتُ فِي الْآفَاقِ حَتَّى
رَضِيتُ مِنَ الْغَنِيمَةِ بِالْإِيَابِ

میں نے دنیا میں خوب چکر کاٹے ہیں اور بالآخر گھر واپس آنے کو ہی غنیمت سمجھ کر اس پر راضی ہو گیا

اور اس کا یہ شعر :

إِذَا الْمَرْءُ لَمْ يَخْزُنْ عَلَيْهِ لِسَانَهُ
فَلَيْسَ عَلَى شَيْءٍ سِوَاهُ بِخَزَّانِ

جب انسان اپنی زبان یعنی اپنے رازوں کو محفوظ نہیں رکھ سکتا تو پھر وہ کسی چیز کو بھی محفوظ نہیں رکھ سکتا

اور اس کا یہ شعر :

فَاِنَّکَ لَمْ یَفْخَرْ عَلَیْکَ کَفَاخِرٍ
ضَعِیْفٍ وَ لَمْ[۱] یَغْلِبْکَ مِثْلُ مُغَلَّبٍ

تمھارے خلاف کمزور انسان کی سی شیخی کسی نے نہ بگھاری ہوگی ، اور تم پہ (ازلی) مغلوب سے بڑھ در کسی نے غلبہ نہ پایا ہوگا

اور اس کا یہ کہنا :

وَ جُرْحُ اللِّسَانِ کَجُرْحِ الْیَدِ

اور زبان کا لگایا ہؤا زخم ہاتھ سے لگائے ہوئے زخم کی طرح ہوتا ہے

اور اس کا یہ کہنا :

اِنَّ الشَّقَاءَ عَلَی الْاَشْقَیْنَ مَصْبُوبُ

بد بختی بد بختوں پر ہی انڈیلی جاتی ہے اور اس کے فاخرہ ہاروں میں سے گھوڑے کی تعریف میں اس کے یہ اشعار ہیں ۔ نہ اس سے پہلے کسی نے ایسی تعریف کی اور نہ بعد میں کوئی ایسی کر سکا :

مِکَرٍّ مِفَرٍّ مُقْبِلٍ مُدْبِرٍ مَعاً
کَجُلْمُوْدِ صَخْرٍ حَطَّهُ السَّیْلُ مِنْ عَلٍ

یہ گھوڑا بیک وقت حملہ کرنے والا بھی ہے اور بھاگ جانے والا بھی ہے سامنے آنے والا بھی ہے اور پیٹھ دکھا کر لوٹنے والا بھی

---

۱ ۔ وزیرابوبکر عاصم نے (۰ ے - ۱ ے) اس کی یوں تشریح کی ہے :
انها ضعیفة والضعیف اذا قدر فقدرته تهلک المقدور علیه و کذلک اذا فخر علیک ضعیف عاجز جاوز قدره ولو کان کریماً قادراً لما اظهر الفخر علیک بافعاله والی هذا ذهب ابو تمام فی قوله :
وضَعِیفَةٍ اذا مکَنَتْ عن قُدرةٍ
قَتَلَتْ کَذٰلِکَ قُدْرَةُ الضُّعَفَاءِ .

بعینہٖ ایک سخت پتھر کی طرح جسے زور سے بہنے والے پانی نے بلندی پر سے لڑھکا دیا ہو

لَهُ أَيْطَلَا ظَبْيٍ وَسَاقَا نَعَامَةٍ
وَإِرْخَاءُ سِرْحَانٍ وَتَقْرِيبُ تَتْفُلِ

اس کی کمر ہرن کی سی ہے اور شتر مرغ کی سی پنڈلیاں ہیں۔ بھیڑیے کی سی دوڑ ہے اور لومڑ کے بچے کی سی دلکی چال

اور اس کا رات کے لمبا ہونے کے متعلق یہ شعر اور اس کے اوصاف کا اس اونٹ سے استعارہ کرنا جو بھاری بوجھ لے کر اٹھتا ہے

وَ لَيْلٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ أَرْخَى سُدُولَهُ
عَلَيَّ بِأَنْوَاعِ الْهُمُومِ لِيَبْتَلِي

کتنی ہی راتیں سمندر کی موجوں کی طرح ہولناک تھیں جنھوں نے مجھے آزمانے کے لیے قسم قسم کے غم ساتھ لے کر مجھ پر اپنے تاریکی کے پردے ڈال دیے

[۹۶:۴] ۱فَقُلْتُ لَهُ لَمَّا تَمَطَّى بِصُلْبِهِ
وَ أَرْدَفَ أَعْجَازاً وَنَاءَ بِكَلْكَلِ

جب یہ رات اپنے سینے یعنی ابتدائی حصے کو لے کر اٹھی پھر پیٹھ یعنی درمیانی حصّے کو لمبا کیا اور پچھلے حصے کو پیچھے کی طرف نکالا تو میں نے اس سے کہا

أَلَا أَيُّهَا اللَّيْلُ الطَّوِيلُ أَلَا انْجَلِي
بِصُبْحٍ وَمَا الْإِصْبَاحُ مِنْكَ بِأَمْثَلِ

---

۱ - وزیر ابوبکر عاصم (شرح : ۳۳) کہتے ہیں کہ اس شعر میں تقویم و تاخیر پائی جاتی ہے ، عبارت یوں ہے : فقلت له لما ناء بکلکله و تمطی بصلبه و اردف اعجازاً - یرید رجع علیّ حین رجوت ان یکون قد ذهب -

اے لمبی کالی رات کیا تو صبح میں تبدیل نہ ہو گی ؟ مگر صبح بھی کیا ہے ، وہ بھی تو تیری ہی طرح کی ہے ۔ (عاشق کی صبح فرقت بھی شب فرقت سے کم سیاہ نہیں ہوتی)

أَفَاطِمَ مَهْلاً بَعْضَ هٰذَا التَّدَلُّلِ
وَإِنْ كُنْتِ قَدْ أَزْمَعْتِ صَرْمِي فَأَجْمِلِي

اے فاطمہ یہ ناز وادا ذرا ٹھہر ٹھہر کے دکھا ، اور اگر تو نے مجھ سے قطع تعلق کر لینے کا پختہ ارادہ کر ہی لیا ہے تو اچھے طریقے سے کر

وَإِنْ كُنْتِ قَدْ سَاءَتْكِ مِنِّي خَلِيقَةٌ
فَسُلِّي ثِيَابِي مِنْ ثِيَابِكِ تَنْسُلِ

اگر تجھے میری کوئی خصلت بری معلوم ہوئی ہے تو میرے دل کی محبت اپنے دل سے نکال دے تب تو مجھ سے جدا ہو سکے گی

وَمَا ذَرَفَتْ عَيْنَاكِ إِلاَّ لِتَضْرِبِي
بِسَهْمَيْكِ فِي أَعْشَارِ قَلْبٍ مُقَتَّلِ

تیری دونوں آنکھوں سے صرف اس لیے آنسو بہے تھے کہ تو ان دونوں تیروں کو میرے خستہ و خراب دل کے دسوں ٹکڑوں کو حاصل کرنے کے لیے دے مارے (" تیری طرح کوئی تیغ نگاہ کو آب تو دے" غالب)

اگر اس نازک مزاج دور میں کسی جدید شاعر نے ایسا شعر کہا ہوتا تو جب بھی اسے اچنبے کی چیز جانا جاتا چہ جائیکہ اس زمانے میں ایسا شعر کہا گیا ہو ۔

[۹۷:۲] امرؤ القیس پہلا شخص ہے جس نے ایک ہی شعر میں دو چیزوں کو دو چیزوں سے تشبیہ دی ہے چنانچہ وہ عقاب کی تعریف کرتا ہوا کہتا ہے :

كَأَنَّ قُلُوبَ الطَّيْرِ رَطْباً وَ يَابِساً
لَدَى وَكْرِهَا العُنَّابُ والحَشَفُ البَالِي

اُس عقاب کے گھونسلے میں پرندوں کے سوکھے ہوئے دل پرانی اور بوسیدہ کھجوریں اور تازہ دل عناب معلوم ہو رہے تھے اور امرؤ القیس کی تشبیہات میں سے یہ تشبیہ عمدہ سمجھی جاتی ہے :

كَأَنَّ عُيُوْنَ الوَحْشِ حَوْلَ خِبَائِنَا
وَ أَرْحُلِنَا الجَزْعُ الَّذِي لَمْ يُثَقَّبِ

(کثرت شکار کی وجہ سے) ہمارے خیمے اور پالانوں کے گرد جنگلی جانوروں کی آنکھیں ایسی معلوم ہو رہی تھیں جیسے اَن بِدھ سلیمانی مُہرے

امرؤالقیس بہت باتوں میں سبقت لے گیا ہے اور ان کا مُوجد ہے ۔ عربوں نے انھیں بنظر استحسان دیکھا ہے اور دیگر شعرا نے ان میں اس کی تقلید کی ہے مثلاً اپنے ساتھیوں کو محبوبہ کے دیار پر ٹھہرنے[1] کے لیے کہنا ، رقت آمیز عشقیہ اشعار کہنا اور قریب المأخذ الفاظ کا لانا ۔

---

۱ - آلوسی نے یہاں ذکر کیا ہے کہ امرؤ القیس پہلا شخص ہے جس نے ساتھیوں سے محبوبہ کے دیار پر ٹھہرنے کی درخواست کی ۔ یہی بات بدیع الزمان ہمدانی نے مقامہ قریضیہ میں کہی ہے چنانچہ وہ کہتا ہے : ھو اوّل من وقف بالدیار و عرصا تھا مگر امرؤ القیس کی اپنی شہادت سے ابن حزام یا ابن حمام اس سے بھی پہلے ایسا کہہ چکا تھا چنانچہ امرؤ القیس کہتا ہے (دیوان : ۱۳۸)

عُوْجا عَلَى الطَّلَلِ المُحِيلِ لأَنَّنَا
نَبكي الدِّيَارَ كَمَا بَكَى ابنُ حِزَام

آلوسی خود صفحہ ۸٦ پر اس شعر کو پیش کر چکا ہے ۔

۲ - زہیر بن ابی سُلمٰی[1]

زُہیؔر ان چار شعرا میں سے ہے جن کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ وہ عرب بھر کے بہترین شعرا ہیں اور وہ یہ ہیں : امرؤ القیس ، زُہیؔر ، نابغہ اور اعشیٰ - رہا یہ اختلاف کہ ان میں سے کون افضل ہے تو یہ اختلاف اب تک [۳ : ۹۸] چلا آ رہا ہے ــــ کہا جاتا تھا کہ امرؤ القیس بہترین شاعر ہے سواری کے عالم میں ، زہیر تمنا برآری کے عالم میں نابغہ جب اس پر خوف طاری ہو اور اعشیٰ جب اس کا عالم سرشاری ہو - زہیر نے اپنے کلام میں سب سے زیادہ ایسے اشعار جمع کر دیے ہیں جن میں الفاظ کم اور معانی زیادہ پائے جاتے ہیں اور یہ سب سے بہتر طریقے پر مدح اور حکمت کی باتیں کہہ جاتا ہے - بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا وہ قصیدہ جس کا مطلع یہ ہے :

أمِنْ أمِّ أوْفَى دِمْنَةٌ لَمْ تَكَلَّمِ
بِحَوْمَانَةِ الدَّرَّاجِ فَالْمُتَثَلَّمِ

(حومانہ الدرّاج اور متثلم کے درمیان کیا یہ اُم اوفیٰ کے کھنڈرات ہیں جو بات نہیں کرتے)

اس کے آخر میں جو اشعار ہیں وہ انبیا کے کلام سے مشابہت رکھتے ہیں ، وہ عربوں کی فائق دانش کی باتیں ہیں ، وہ یہ ہیں :

وَمَنْ لَمْ يُصَانِعْ فِي أُمُورٍ كَثِيرَةٍ
يُضَرَّسْ بِأَنْيَابٍ وَيُوطَأْ بِمَنْسِمِ

جو شخص بہت سے معاملات میں مدارات سے کام نہیں لے گا اسے لوگ دانتوں سے خوب کاٹیں گے اور پاؤں کے تلے روندیں گے

---

۱ - سُلمٰی کی سین پر پیش ہے - عربی زبان میں یہی ایک نام سین کی پیش کے ساتھ پڑھا جاتا ہے باقی سب سَلمٰی پر سین زبر کے ساتھ ہیں - ابو سُلمی کا نام ربیعہ بن رِیاح المُزنی ہے - جاہلی شاعر ہے اور ابو بجُیر اس کی کنیت ہے -

وَمَنْ يَجْعَلِ المَعْرُوفَ مِنْ دُونِ عِرْضِهِ
يَفِرْهُ وَمَنْ لَا يَتَّقِ الشَّتْمَ يُشْتَمِ

جو شخص اپنی عزت دو بچانے کے لیے لوگوں پر احسانات کرے گا وہ اپنی عزت کو محفوظ رکھے گا اور جو گالبوں سے نہیں بچے گا اسے گالی دی جائے گی

وَمَنْ لَمْ يَذُدْ عَنْ حَوْضِهِ بِسِلَاحِهِ
يُهَدَّمْ وَمَنْ لَا يَظْلِمِ النَّاسَ يُظْلَمِ

جو شخص ہتھیاروں کی مدد سے اپنے حوض کو محفوظ نہیں رکھے گا اس حوض کو گرا دیا جائے گا اور جو لوگوں پر زیادتی نہیں کرے گا اس پر زیادتی کی جائے گی

وَمَنْ يَغْتَرِبْ يَحْسِبْ عَدُوًّا صَدِيقَهُ
وَمَنْ لَا يُكَرِّمْ نَفْسَهُ لَا يُكَرَّمِ

جو مسافرت میں ہوگا وہ دشمن کو بھی دوبت سمجھے گا اور جو خود اپنی عزت نہیں کرے گا اس کی عزت نہیں کی جائے گی

وَمَنْ يَكُ ذَا فَضْلٍ فَيَبْخَلْ بِفَضْلِهِ
عَلَى قَوْمِهِ يُسْتَغْنَ عَنْهُ وَيُذْمَمِ

جو شخص مال دار ہوگا اور اس مال کو اپنی قوم پر خرچ کرنے سے بخل کرے گا تو لوگ اس سے مستغنی ہو جائیں گے اور اس کی مذمت کی جائے گی

وَمَهْمَا تَكُنْ عِنْدَ امْرِئٍ مِنْ خَلِيقَةٍ
وَإِنْ خَالَهَا تَخْفَى عَلَى النَّاسِ تُعْلَمِ

السان کے جیسے بھی اخلاق ہوں ان کا لوگوں کو ضرور پتا چل جائے گا خواہ وہ یہ سمجھتا رہے کہ یہ لوگوں سے مخفی ہیں

اور اس کی مشہور مثالوں میں سے ہے :

وَهَلْ يُنْبِتُ الخَطِّيَّ إِلَّا وَشِيجُهُ
وَتُغْرَسُ إِلَّا فِي مَنَابِتِهَا النَّخْلُ

[۳ : ۹۹] وَشیج کے درخت سے ہی خطی نیزے پیدا ہوتے ہیں اور کھجور کا درخت وہیں لگایا جاتا ہے جہاں یہ اُگ سکے

اور اس کا یہ شعر :

وَالسِّتْرُ دُونَ الفَاحِشَاتِ وَلَا
يَلْقَاكَ دُونَ الخَيْرِ مِنْ سِتْرِ

پردہ بد اعمالیوں پر ڈالا جاتا ہے تو کبھی نہیں دیکھے گا کہ کوئی نیک کام تو چھپا رہا ہو

اور جس پر سب کا اتفاق ہے کہ جاہلیت میں کہے گئے مدحیہ اشعار میں سے بہترین شعر زُہیر کا یہ شعر ہے :

تَرَاهُ إِذَا مَا جِئْتَهُ مُتَهَلِّلًا
كَأَنَّكَ تُعْطِيهِ الَّذِي أَنْتَ سَائِلُهُ

جب تو (سوالی بن کر) اس کے پاس آئے گا تو اسے خندہ جبیں پائے گا یوں معلوم ہوگا گویا تو اس سے مانگنے کے لیے نہیں بلکہ دینے کے لیے آیا ہے

ثعلب کہتا ہے اور ثعلب ہی زُہیر کو تمام شعرا پر فضیلت دیا کرتا تھا : یہ سب سے اچھے شعر کہنے والا ، پھسپھسی باتوں سے دور بھاگنے والا تھا ۔ کم الفاظ میں بہت سے معانی پیدا کرنے میں سب سے آگے تھا اور مدح میں سب سے زیادہ مبالغہ کرنے والا تھا ۔ اس کے اشعار میں دیگر شعرا کے مقابلے میں سب سے زیادہ امثال پائی جاتی ہیں ۔

ابن الاعرابی کہتا ہے : زہیر کو شاعری میں وہ مقام حاصل ہے جو دیگر شعرا کو حاصل نہیں ہے ۔ اس کا باپ شاعر تھا ، ہمشیرہ

سُلمیٰ شاعرہ تھی ، دوسری ہمشیرہ خنساء شاعرہ تھی ، دونوں بیٹے کعب اور بُجَیر شاعر تھے اور پوتا المضرّب[۱] بن کعب شاعر تھا اسی کے یہ اشعار ہیں :

إنِّي لَأَحْبِسُ نَفْسِي وَهْيَ صَابِرَةٌ
عَنْ مُصْعَبٍ وَلَقَدْ بَانَتْ لِيَ الطُّرُقُ

میں اپنے نفس کو مشکل کام (کے کرنے سے) روکے رکھتا ہوں میرا نفس صابر ہے اور پھر (اس کے کرنے) کے طریقے مجھ پر واضح ہو جاتے ہیں

[۲]رُعْوِيٌّ عَلَيْهِ كَمَا أَرْعَى عَلَى هَرِمٍ
جَدِّي زُهَيْرٌ وَفِينَا ذَالِكَ الخُلُقُ

اس پر رحم کھاتے ہوئے جس طرح میں بوڑھے آدمی پر رحم کھاتا ہوں ۔ زُھیر میرا دادا ہے اور یہ خُلق ہم میں چلا آتا ہے

مَدْحُ المُلُوكِ وَسَعْيٌ فِي مَسَرَّتِهِمْ
ثُمَّ الغِنَى وَيَدُ الْمَمْدُوحِ تَنْطَلِقُ

بادشاہوں کی مدح کہنا ، انھیں خوش کرنے کی کوشش کرنا

---

۱ ۔ مُضَرّب کا اصلی نام عُقبہ تھا ۔ پھر عقبہ کا بیٹا العَوّام بھی شاعر تھا ۔ اسی عوّام کے یہ شعر ہیں :

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ تَغَيَّرَ بَعْدَنَا
مَلَاحَةُ عَيْنَيْ أُمِّ عَمْرٍو وَ جِيدُهَا
وَ هَلْ بَلِيَتْ أَثْوَابُهَا بَعْدَ جِدَّةٍ
أَلَا حَبَّذَا أَخْلَاقُهَا وَ جَدِيدُهَا

(الروض الانف : ۲ : ۳۱۲ ، ۳۱۵)

۲ ۔ بلوغ الارب میں رعوا ہے تصحیح اغانی (۱۰ : ۳۲۲) سے کی گئی ہے:
والرُعویٰ اسم من الارعاء و ھوالابقاء

پھر دولت (حاصل کرنا) ، اور ظاہر ہے کہ ممدوح کا ہاتھ سخاوت کرتا ہے

اور کعب وہی ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں قصیدہ بانت سعاد نظم کیا تھا ۔

ابن قتیبہ کہتا ہے : زہیر اپنے آپ دو اشعار میں عابد اور پارسا ظاہر کرتا ہے اور اس کے اشعار سے پتا چلتا ہے کہ قیامت پر اس کا ایمان تھا ، چنانچہ وہ کہتا ہے :

يُؤَخَّرْ فَيُوْدَعْ فِيْ كِتَابٍ فَيُدَّخَرْ
لِيَوْمِ الحِسَابِ اَوْيُعَجَّلْ فَيَنْتَقِمِ

(تمھارے اعمال کی جزا کو) مؤخر کر کے نامہ اعمال میں رکھ دیا جائے گا اور یوم حساب تک جمع رکھا جائے گا یا یہ کہ اللہ جلدی کر کے (اسی دنیا ہی میں) سزا دے دے گا (سزا ملے گی جلد خواہ بدیر ، یہاں خواہ وہاں)

زہیر نے ایک ہی شعر میں ایک عورت کو تین چیزوں سے تشبیہ دی ہے :

[۳:۱۰۰] تَنَازَعَهَا المَهَا شَبَهًا و دُرُّ
النُّحُوْرِ وَ شَاكَهَتْ فِيْهَا الظِّبَاءُ۔

(محبوبہ میں) جنگلی گائے سے مشابہت ، سینے کے موتیوں کی سی صفائی اور خوب صورتی اور ہرنیوں کی سی لمبی گردن پائی جاتی ہے

اس کے بعد اس کی تشریح کرتا ہے اور کہتا ہے

فَاَمَّا مَا فُوَيْقَ العِقْدِ مِنْهَا
فَمِنْ أَدْمَاءَ مَرْتَعُهَا الخَلَاءُ

چنانچہ اس کے جسم کا وہ حصہ جو ہار سے ذرا اوپر ہے وہ تو سفید رنگ کی ہرنی کا سا ہے جو کھلی جگہ میں چرتی رہتی ہو

وَأَمَّا المُقْلَتَانِ فَمِنْ مَهَاةٍ
وَ لِلدُّرِّ المَلَاحَةُ وَ الصَّفَاءُ

رہی اس کی دونوں آنکھیں تو یہ جنگلی گائے کی سی ہیں اور اس کی خوب صورتی اور آب و تاب موتی کی سی ہے

ایک راوی کہتا ہے کہ اگر زہیر عمر بن الخطاب کی اس چٹھی کو دیکھ لیتا جو انھوں نے ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہما کو لکھی تھی تو اس شعر کے کہنے کے بعد مزید کچھ نہ کہتا :

فَإِنَّ الحَقَّ مَقْطَعُهُ ثَلَاثٌ
يَمِينٌ أَوْ نِفَارٌ أَوْ جِلَاءُ

حق کا فیصلہ تین باتوں سے ہوتا ہے ۔ قسم سے ، (حاکم) کو فیصل بنانے سے یا وضاحت و دلیل سے

اس کی مراد ہے قسم سے یا حاکم کے پاس مقدمہ لے جانے سے جو گواہوں کو سن کر فیصلہ دے یا جلاء یعنی وضاحت اور دلیل جس سے حق بات واضح ہو جائے اور دعوی کی وضاحت ہو جائے ۔

روایت ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے زہیر کے کسی بیٹے سے کہا : وہ دوشالے کہاں گئے جو ہَرِم نے تمھارے باپ کو عطا کیے تھے ؟ اس نے جواب دیا : زمانے نے انھیں بوسیدہ کر دیا ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا : لیکن جو دوشالے تمھارے باپ نے ہَرِم کو پہنائے تھے انھیں زمانے نے بوسیدہ نہیں کیا ۔

ہَرِم کے بارے میں زہیر کے یہ اشعار عمدہ خیال کیے جاتے ہیں :

قَدْ جَعَلَ المُبْتَغُونَ الخَيْرَ فِي هَرِمٍ
وَ السَّائِلُونَ إِلَى أَبْوَابِهِ طُرُقًا

ہرم کے ہاں مال طلب کرنے والوں اور سائلوں نے اس کے دروازوں تک آنے کے لیے کئی راستے بنا لیے ہیں

مَنْ يَلْقَ يَوْمًا عَلَى عِلَّاتِهِ هَرِمًا
يَلْقَ السَّمَاحَةَ مِنْهُ وَ النَّدَى خُلُقًا

جو شخص کسی دن بھی ہرم کو ملے گا وہ باوجود اس کی مجبوریوں کے اس کے ہاں سخاوت کو اس کا خُلق پائے گا

[۳ : ۱۰۱] روایت ہے کہ زهیر ایک ماہ میں قصیدہ نظم کرتا تھا اور پھر ایک سال میں اس کی اصلاح اور کانٹ چھانٹ کرتا تھا ۔ اس کے قصائد ''حولیات زُہیر'' کہلاتے تھے ۔ بہا زهیر[۱] نے ایک قصیدے میں ان اشعار میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے :

هٰذَا زُهَيْرُكَ لَا زُهَيْرُ مُزَيْنَةٍ
وَ ا فَاكَ لَا هَرِمًا عَلَى عِلَّاتِهِ

یہ قبیلہٗ مُزَینہ کا زُہیر نہیں تمھارا زهیر ہے وہ تمھارے پاس آیا ہے ہرم کی مجبوریوں کے باوجود ہرم کے پاس نہیں آیا

دَعْهُ وَ حَوْلِيَّاتِهِ ثُمَّ اسْتَمِعْ
لِزُهَيْرِ عَصْرِكَ حُسْنَ لَيْلِيَّاتِهِ

اسے اور اس کے حولیات قصائد کو رہنے دو پھر اپنے زمانے کے زهیر سے اس کے لیلیّات کی خوب صورتی کو سنو

زُہیر نے آخر عمر میں خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اس کے پاس

---

۱ - البهاء زهیر بن محمد بن علی بن یحیٰی الازدی المصری ، شاعر اور کاتب ہے اور صاحب دیوان ہے مکے میں پیدا ہوا اور قوص میں نشو و نما پائی پھر قاهره چلا آیا اور الملک الصالح کی خدمت میں رہا ۔ مصر میں ذوالقعدہ ۶۵۶ھ میں وفات پائی ۔ ا و الفضل اس کی کنیت ہے (حسن المحاضره : ۱ : ۳۲۷) ۔

آیا ہے اور اسے اٹھا کر آسمان تک لے گیا ہے یہاں تک کہ وہ آسمان کو ہاتھ لگا کر چھو سکتا تھا ۔ اس کے بعد اس شخص نے اسے چھوڑ دیا اور یہ زمین پر آ گرا ۔ جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس نے اپنا خواب اپنے بیٹے کعب کو سنایا ۔ پھر کہا : مجھے یقین ہے کہ میرے بعد آسمان کی خبروں میں سے کوئی بات (رونما) ہونے والی ہے ۔ اگر ایسا ہو تو اسے مضبوطی سے پکڑ لینا اور فوراً اس کی طرف جھک جانا ، ازاں بعد بعثت سے ایک سال پہلے مر گیا ۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اس کا بیٹا کعب اپنا قصیدہ "بانت سعاد" لے کر آپ؀ کی خدمت میں آیا اور مسلمان ہوگیا ۔ یہ بھی روایت ہے کہ زہیر نے خواب میں دیکھا کہ ایک رسی آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے اور ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ لوگ اسے مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں مگر جب یہ اسے پکڑنے کا ارادہ کرتا ہے تو رسی سکڑ جاتی ہے ۔ اس نے اس کی تاویل نبی آخرالزمان سے کی کیونکہ وہی اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے درمیان واسطہ ہیں اور یہ کہ اس کی مدت عمر نبی آخرالزمان کی بعثت تک نہ پہنچے گی ۔ بہر حال زہیر نے ، اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ جب نبی آخرالزمان ظاہر ہوں تو وہ ان پر ایمان لے آئیں ۔

۳ ۔ النابغة الذبیانی

اس کا نام زیاد[۱] بن معاویہ ہے ۔ اس رائے پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ سب سے عمدہ اشعار کی ابتدا کرنے والا تھا ، اس کا کلام دیگر شعرا

۱ - نابغہ کی کنیت ابو امامہ اور ابو عقرب ہے ۔ عقرب اس کی بیٹی کا نام ہے ، اسے نابغہ اس لیے کہا گیا کہ اس نے بہت بڑی عمر کا ہو جانے کے بعد شعر کہنا شروع کیا ۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے اس کے اس شعر کی وجہ سے نابغہ کہا گیا :

باقی حاشیہ صفحہ ۲۵ پر

کے مقابلے میں زیادہ بارونق ہے اور اس کا کلام یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی نثر کہہ رہا ہو ۔ اس کے اشعار میں نہ کوئی تکلف پایا جاتا اور نہ ظاہری معنوں سے انحراف ۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے بہترین اشعار وہ ہیں جن میں اس نے نعمان بن منذر سے معذرت پیش کی ہے ۔ ان میں ٹیپ کا شعر یہ ہے :

فَإِنَّكَ كَاللَّيْلِ الَّذِي هُوَ مُدْرِكِي
وَإِنْ خِلْتُ أَنَّ الْمُنْتَأَى عَنْكَ وَاسِعُ

تو تو اس رات کی طرح ہے جو (ہر صورت میں) مجھے آن لے گی خواہ میں یہ کیوں نہ سمجھتا رہوں کہ تجھ سے دور بھاگ جانے کے لیے میرے لیے وسیع جگہ موجود ہے

[۳ : ۱۰۲] اور اس کی مشہور مثالوں میں سے اس کا یہ شعر ہے :

نُبِّئْتُ أَنَّ أَبَا قَابُوسَ أَوْعَدَنِي
وَلَا قَرَارَ عَلَى زَأْرٍ مِنَ الْأَسَدِ

مجھے خبر دی گئی ہے کہ ابو قابوس نعمان نے میرے بارے میں دھمکی دے دی ہے ، اب ظاہر ہے کہ شیر کی چنگھاڑ کے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے

صفحہ ۲۴ کا بقیہ حاشیہ

وَحَلَّتْ فِي بَنِي الْقَيْنِ بْنِ جَسْرٍ
فَقَدْ نَبَغَتْ لَنَا مِنْهُمْ شُؤُونُ

نابغہ آٹھ شعرا ہوئے ہیں : نابغہ بنی ذبیان[۱] ، نابغہ جعدی[۲] ، نابغہ شیبانی[۳] ، نابغہ بنی الدیان[۴] ، نابغہ غنوی[۵] ، نابغہ عدوانی[۶] ، نابغہ تغلبی[۷] اور نابغہ بنی[۸] جدیلہ ۔ ان میں سے خاص طور پر صرف نابغہ ذبیانی جاہلی شاعر ہے ۔ بعض نے نابغہ جدیلہ کے بجائے ایک اور نابغہ ذبیانی شمار کیا ہے اور وہ ابن قتال بن یربوع ہے مگر اس کے اشعار کا کہیں پتا نہیں چلتا (سمط اللآلی : ۵۸ ، ۷۹)

روایت ہے کہ ایک دن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے ہمنشینوں سے کہا یہ شعر کس کا ہے :

حَلَفْتُ وَ لَمْ أَتْرُكْ لِنَفْسِكَ رِيْبَةً
وَ لَيْسَ وَرَاءَ اللهِ لِلْمَرْءِ مَذْهَبُ

میں نے جو کچھ کہا ہے اللہ کی قسم کھا کر کہا ہے اور تمھارے لیے شک کرنے کی گنجائش نہیں رکھی ۔ ظاہر ہے کہ انسان اللہ سے آگے جا بھی کہاں سکتا ہے

لَئِنْ كُنْتَ قَدْ بُلِّغْتَ عَنِّي جِنَايَةً
لَمُبْلِغُكَ الوَاشِي أَغَشُّ وَ أَكْذَبُ

اگر آپ کو میری نسبت کسی جرم کی اطلاع ملی ہے تو پہنچانے والا چغلخور، بہت بڑا خائن اور بہت بڑا دروغ گو ہے

ہمنشینوں نے جواب دیا : اے امیرالمؤمنیں ! یہ تو نابغہ کے اشعار ہیں ۔ حضرت عمر نے فرمایا : یہ تمھارا سب سے اعلٰی شاعر ہے ۔ اسی قصیدے میں اس کا یہ مشہور شعر ہے :

فَلَسْتَ بِمُسْتَبْقٍ أَخاً لا تَلُمُّهُ
عَلَى شَعَثٍ أَيُّ الرِّجَالِ المُهَذَّبُ

(اگر) تو اپنے کسی بھائی کو کسی خرابی کی بنا پر معاف کر کے اس کی دوستی کو برقرار نہیں رکھنے والا (تو مجھے یہ بتا دے کہ) دنیا میں کون ایسا شخص ہے جو ہمہ تن مہذب ہو اور اس میں کوئی عیب نہ ہو

اور اس کا عمدہ شعر یہ ہے :

فَإِنَّكَ شَمْسٌ وَ المُلُوكُ كَوَاكِبٌ
إِذَا طَلَعَتْ لَمْ يَبْدُ مِنْهُنَّ كَوْكَبُ

تو سورج ہے اور دیگر بادشاہ ستارے ، جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ایک ستارہ بھی ظاہر نہیں ہوتا

[۳ : ۱۰۳] اس کے نفیس اور ناقابل فراموش اشعار میں سے یہ شعر ہے

فَاِنْ یَکُ عَامِرٌ قَدْ قَالَ جَهْلاً
فَاِنَّ مَظِنَّةَ الجَهْلِ الشَّبَابُ

اگر عامر نے کوئی جہالت کی بات کہہ دی ہے (تو کوئی عجب نہیں کیونکہ) جوانی مقامِ بدگمانی ہے

ہجو میں اس کا یہ شعر ہے :

وَكُنْتَ أَمِينَهُ لَوْ لَمْ تَخُنْهُ
وَلٰكِنْ لَا أَمَانَةَ لِلْيَمَانِي

تُو اس کا امین تھا (اب بھی ہوتا) اگر تو نے خیانت نہ کی ہوتی لیکن یمانی کبھی امین نہیں ہو سکتا

اور اس کی مشہور ضرب الامثال میں سے (چند) شعر یہ ہیں :

الرِّفْقُ يُمْنٌ وَالأَنَاةُ سَعَادَةٌ
فَاسْتَأْنِ فِي أَمْرٍ تُلَاقِ نَجَاحَا

نرم خوئی میں برکت ہے اور بردباری میں سعادت لہٰذا تو بردبار بن تو کامیاب ہوگا

وَالْيَأْسُ عَمَّا فَاتَ يُعْقِبُ رَاحَةً
وَلَرُبَّ مَطْعَمَةٍ تَعُودُ ذُبَاحَا

جو چیز ہاتھ سے نکل جائے اس سے مایوس ہو جانا انسان کے لیے آرام کا باعث ہو جاتا ہے ۔ بہت سی حرص و آز انسان کے لیے قاتل زہر ہوتی ہے :

فَاسْتَبْقِ وُدَّكَ لِلصَّدِيقِ وَلَا تَكُنْ
قَتَبًا يَعَضُّ بِغَارِبٍ مِلْحَاحَا

دوست کے لیے اپنی دوستی برقرار رکھ اور کندھے کو کاٹنے اور زخمی کر دینے والا پالان نہ بن

اس کا لقب نابغہ اس کے اسی شعر کی وجہ سے پڑا :

فَقَدْ نَبَغَتْ لَنَا مِنْهُمْ شُؤُوْنٌ

(اور ان کی وجہ سے ہماری آنکھوں سے آنسو بہنے لگ گئے)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسے نابغہ اس لیے کہا گیا کہ اس نے بڑا ہونے کے بعد شعر کہنے شروع کیے ۔ بعض کہتے ہیں کہ نابغہ کا لقب نَبَغَتِ الحَمَامَۃُ کے محاورے سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں "کبوتری نے گیت گایا" ۔ ابن ولاد نے نَبَغَ الماءُ (چشمے سے پانی پھوٹا) اور نَبَغَ بالشعر (اشعار اس سے پھوٹے) کے محاورے کا بھی ذکر کیا ہے گویا اس نے مراد یہ لی ہے کہ اس میں اشعار کا اس قدر مادہ پایا جاتا ہے کہ ختم نہیں ہونے کا جس طرح چشمے کا پانی منقطع نہیں ہوتا ۔

۴ ۔ اوس بن حجرالاسدی

[۳ : ۱۰۴] ابو عمرو بن العلاء کہتا ہے : اوس قبیلۂ مضر کا صفِ اول کا شاعر مانا جاتا تھا ۔ مگر نابغہ اور زُہَیر کے اُبھرنے سے اس کی شہرت ماند پڑ گئی ۔ زہیر اوس[1] ہی کا راویہ تھا ۔ اوس کے اچھے اشعار میں سے ایک مرثیہ کا یہ مطلع[2] ہے :

أَيَّتُهَا النَّفْسُ أَجْمِلِي جَزَعَا
إِنَّ الَّذِي تَحْذَرِيْنَ قَدْ وَقَعَا

اے نفس جزع فزع بطریق احسن کرو کیونکہ جس بات کا تجھے خوف تھا وہ تو واقع ہو چکی

---

۱ ۔ اَوْس بن حَجَر بن معبد بن حَزْم ۔ یہ بنی اُسَیْد بن عمرو بن تمیم میں سے تھا ۔ ابو شُرَیح اس کی کنیت ہے ۔ یہ جاہلی شاعر ہے : (سمط اللآلی : ۲۹۰) ۔

۲ ۔ قصیدے کے لیے ملاحظہ ہو ذیل الامالی : ۳۴ ۔ ۳۵ ۔ یہ قصیدہ اوس نے فضالہ بن کلدہ کے بارے میں کہا تھا ۔

عربوں کے یہاں مرثیے میں اس سے بہتر مطلع نہیں کہا گیا اس قصیدے کا ٹیپ کا شعر یہ ہے :

أَلْأَلْمَعِيُّ الَّذِي يَظُنُّ بِكَ
الظَّنَّ كَأَنْ قَدْ رَأَى وَ قَدْ سَمِعَا

یہ وہ ذہین ذکی انسان تھا جو تمھارے متعلق محض گمان بھی کرتا تو یوں ہوتا گویا اس نے آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سن لیا ہو

اور اس کی مشہور ضرب الامثال میں سے یہ شعر ہے :

وَ جَدْتُكُمَا يَا ابْنَيْ جَنَابٍ وَجَدْتُمَا
كَمَنْ دَبَّ يَسْتَخْفِي وَفِي الْحَلْقِ جُلْجُلُ

اے جناب کے دو بیٹو ! ہم نے تمھیں ایسا پایا جیسے کوئی چھونے کے لیے رینگ کر جا رہا ہو درآنحالیکہ گلے میں گھنٹیاں ڈال رکھی ہوں

اور اس کا یہ شعر :

وَ لَسْتُ بِخَابِئٍ لِغَدٍ طَعَامًا
حِذَارَ غَدٍ لِكُلِّ غَدٍ طَعَامُ

میں آئندہ کے خوف سے کھانے کو چھپا کر نہیں رکھنے کا کیونکہ ہر آنے والے دن کے لیے علحدہ کھانا (اللہ نے لکھ رکھا ہے)

۵ - بشر[۱] بن ابی خازم الأسدی

اس کی مشہور امثال میں سے اس کا یہ شعر ہے :

أَلَمْ تَرَ أَنَّ طُولَ الْعَهْدِ يُسْلِي
وَ يُنْسِي مِثْلَ مَا نَسِيَتْ جُذَامُ

---

۱ - بشر بن ابی خازم عمرو بن عوف بن حمیشری - جاہلی اور قدیم شاعر ہے - صف اول کے شعرا کے قریب آتا ہے - اسے اوس بن

باقی حاشیہ صفحہ ۳۰ پر

کیا تو نہیں دیکھتا کہ عرصہ دراز کے گزر جانے سے انسان
عشق ترک کر دیتا ہے اور قبیلہ جزام کی طرح سب کچھ بھول
جاتا ہے

[۱۰۵:۳] اور اس کا یہ شعر :

یَکُنْ لَکَ فِیْ قَوْمِیْ یَدٌ یَشْکُرُوْنَہَا
وَ أَیْدِی النَّدَی فِی الصَّالِحِیْنَ قُرُوْضُ

یہ تمھارا میری قوم پر احسان ہوگا جس کا وہ شکر ادا کریں گے
اور اچھے لوگوں کے ہاں سخاوت کے احسانات کا حق ادا کرنا
ضروری ہوتا ہے

لوگوں میں جو یہ مشہور ہے "الأیادی قروض" (احسانات
واجب الادا ہوتے ہیں) یہ مقولہ اسی شعر سے لیا گیا ہے اور مرتے وقت
جو اشعار اس نے کہے ہیں ان میں یہ اشعار بھی تھے :

تُسَائِلُ عَنْ أَبِیْہَا کُلَّ رَکْبٍ
وَ لَمْ تَعْلَمْ بِأَنَّ السَّہْمَ صَابَا

یہ ہر قافلے سے اپنے باپ کے متعلق دریافت کرتی ہے اور اسے یہ
معلوم نہیں کہ ایک تیر اترا اور اسے لگ گیا

صفحہ ۲۹ کا بقیہ حاشیہ

حارثہ بن لأم الطائی مشہور سخی کی ہجو کہنے کے لیے رشوت
دی گئی تو اس نے اس کی ہجو میں پانچ قصائد کہے ۔ اس کے
بعد یہ اوس کے ہتھے چڑھ گیا مگر اس نے اس پر مہربانی کی اور
چھوڑ دیا ، انعام بھی دیا ۔ اس پر بشر نے اس کی مدح میں پانچ
مدحیہ قصائد کہے ۔ اس نے ابناء پر غارت ڈالی اور بنی وائلہ کے
ایک نوجوان نے اسے نشانہ تیر بنایا جس سے اس کی موت واقع
ہوگئی ۔ (حاشیہ سمط اللآلی : ۶۶۴ - ۶۶۵)

فَرَجِّي الخَيْرَ وَانْتَظِرِي إِيَابِي
إِذَا مَا القَارِظُ العَنَزِيُّ آبَا

بیٹی! تو نیک امید رکھ اور قبیلہ[1] عنزہ کے قرظ کے پتے جھاڑنے والے کے واپس آنے تک میری واپسی کا انتظار کر

اور دونوں قارظوں (قرظ کے پتے جھاڑنے والوں) کا قصہ مشہور ہے -

٦ - الأفوه[2] الأودی

یہ جاہلیت کے داناؤں میں سے تھا

اس کی مشہور امثال میں سے اس کا یہ شعر ہے :

إِنَّمَا نِعْمَةُ قَوْمٍ مُتْعَةٌ
وَحَيَاةُ المَرْءِ ثَوْبٌ مُسْتَعَارُ

لوگوں کی روزی صرف اسی قدر ہے جس سے وہ تھوڑے عرصے کے لیے فائدہ اٹھا لیں انسان کی زندگی ایک مستعار لیے ہوئے کپڑے کی طرح ہے :

وَلَيَالِيهِ إِلَى البِلَى
وَمُدًى قَدْ تَجْتَلِيهَا وَشِفَارُ

---

۱ - قرظ ایک درخت ہے جس کے پتے رنگنے کے کام آتے ہیں - قبیلہ عنزہ کے دو شخص یذکر بن عنزہ اور رہم بن عامر قرظ کے پتے لینے کے لیے گئے تھے مگر پھر واپس نہیں آئے -

۲ - أفوہ کا اصلی نام صلاءہ بن عمرو بن مالک بن الحارث أودِی ہے - ابو ربیعہ اس کی کنیت ہے - قدیم جاہلی شاعر ہے - بعض کہتے ہیں کہ اس نے مسیح علیہ السلام کا زمانہ پایا جو صحیح نہیں ، اس کے ہونٹ موٹے اور دانت نکلے ہوئے تھے اسی لیے اسے أفوہ کہا گیا : (سمط اللآلی : ۳٦۵ ، ۸۳۳) -

[۳ : ۱۰۶] اس کی رائیں جسمانی قویٰ کے لیے خنجروں ، چھریوں اور لغدوں کا کام کرتی ہیں اور تو انھیں دیکھ رہا ہے

وَ صُرُوفُ الدَّهرِ فِي أَطبَاقِهِ
خِلفَةٌ فِيهَا ارتِفَاعٌ وَانحِدَارُ

زمانے کی گردشیں مختلف طبقوں میں یکے بعد دیگرے آتی ہیں اور ان میں نشیب و فراز ہوتا ہے

وَ بَينَمَا النَّاسُ عَلَى عَليَائِهَا
إِذْهَوَوْا فِي هُوَّةٍ مِنهَا فَغَارُوا

ابھی لوگ اس کی بلندی پر ہوتے ہیں کہ یکایک اس کے گڑھے میں گرتے ہیں اور پستی کو چلے جاتے ہیں

یہ بھی اسی کے اشعار ہیں ان میں بلیغ حکمت پائی جاتی[۱] ہے :

وَ البَيتُ لَا يُبتَنَى إِلَّا عَلَى عَمَدٍ
وَلَا عِمَادَ إِذَا لَم تُرسَ أَوتَادُ

خیمے کی بنا عمودوں پر ہی ہوتی ہے اور اگر کھونٹے نہ گاڑے جائیں تو عمود بھی کھڑے نہیں ہو سکتے

فَإِن تَجَمَّعَ أَوتَادٌ وَأَعمِدَةٌ
وَسَاكِنٌ بَلَغُوا الأَمرَ الَّذِي كَادُوا

لہٰذا اگر کھونٹے عمود اور رہنے والے جمع ہو جائیں تو وہ اپنے مطلوبہ امر تک پہنچ جائیں گے

لَا يَصلُحُ النَّاسُ فَوضَى لَا سَرَاةَ لَهُم
وَ لَا سَرَاةَ إِذَا جُهَّالُهُم سَادُوا

جس قوم کا کوئی سردار نہ ہو اور سب اپنے آپ کو یکساں خیال

---

۱ - ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو امالی : ۲: ۲۲۱ - ۲۲۲ -

کریں اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور جب قوم کے جاہل لوگ سردار بن جائیں تو پھر ان کا کوئی سردار نہیں ہو سکتا

إذَا تَوَلَّى سَرَاةُ النَّاسِ أَمْرَهُمْ
نَمَا عَلَى ذَاكَ أَمْرُ القَوْمِ فَازْدَادُوا

جب سردار لوگوں کے ہاتھ میں قوم کی باگ ڈور ہو تو قوم میں نشو و نما ہوتی ہے اور قوم بڑھتی ہے

تُهْدَى الأُمُورُ بِأَهْلِ الرَّأْيِ مَا صَلُحَتْ
فَإِنْ تَوَلَّتْ فَبِالأَشْرَارِ تَنْقَادُ

جب تک اہل رأی درست رہیں ان کے ذریعے امور کی راہنمائی جاری رہتی ہے اور اگر ان کی حالت بدل جائے تو لوگ اشرار کی اطاعت کرنے لگتے ہیں

أَمَارَةُ[1] الغَيِّ أَنْ يَلْقَى الجَمِيعُ لَدَى
الإِبْرَامِ لِلأَمْرِ وَالأَذْنَابُ أَكْتَادُ

گمراہی کی علامت یہ ہے کہ کسی کام کو طے کرنے کے وقت سب کے سب موجود ہوں اور نچلے درجے کے لوگ بلند مرتبہ ہو جائیں

كَيْفَ الرَّشَادُ إِذَا مَا كُنْتَ فِي نَفَرٍ
لَهُمْ عَنِ الرُّشْدِ أَغْلَالٌ وَأَقْيَادُ

---

۱ - یہ شعر بلوغ الارب میں یوں ہے :

أمارة الغيّ أن تلقى الجميع لذى الابرام للأمر و الأذناب اكتاد

اور امالی (۲ : ۲۲۲) میں یوں ہے :

أمارةُ الغيِّ أن يُلتقِي الجميعُ لِذِي
الابرام لِلأمرِ و الأذنابَ أكتادُ

میں نے تصحیح کر کے ترجمہ کیا ہے - یہ قصیدہ مکمل کہیں نہیں ملتا متفرق اشعار ہی ملتے ہیں (سمط اللآلی : ۸۴۴) -

جب تو ایسے لوگوں میں ہو جن کے گلے میں ہدایت کی طرف جانے سے روکنے کے لیے طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی ہوں تو پھر راہ ہدایت کیسے حاصل ہو سکتی ہے

أَعْطَوْا غُوَاتَهُمْ جَهْلاً مَقَادَتَهُمْ
فَكُلُّهُمْ فِي حِبَالِ الغَيِّ مُنْقَادُ

انہوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے اپنی قیادت گمراہ لوگوں کے ہاتھ میں دے رکھی ہو چنانچہ سب کے سب گمراہی کی رسیوں میں پڑے اطاعت کیے جا رہے ہوں

یہ اشعار نہایت ہی بلیغ اشعار میں سے ہیں :

۷ ۔ [۱]عبید بن الأبرص

[۳ : ۱۰۷] قدیم جاہلی شاعر ہے یہ فصیح و بلیغ اور عربوں کے صف اول کے شعرا میں سے تھا ۔ اس کی مشہور امثال میں سے اس کے یہ اشعار ہیں :

مَنْ يَسْأَلِ النَّاسَ يَحْرِمُوهُ
وَ سَائِلُ اللهِ لاَ يَخِيبُ

جو لوگوں سے مانگے گا لوگ اسے محروم رکھیں گے ، اللہ سے مانگنے والا نا کام نہیں رہتا

وَ كُلُّ ذِي غَيْبَةٍ يَؤُوبُ
وَ غَائِبُ المَوْتِ لاَ يَؤُوبُ

ہر غائب ہو جانے والا لوٹ آتا ہے اور موت کا غائب لوٹ کر نہیں آتا

---

۱ ۔ عبید بن الأبرص بن جُشَم بن عامر الأسدی جاہلی شاعر ہے ۔ ابو دُودَان اور ابو زیاد اس کی کنیت ہے ۔ اسے جذیمة الابرش نے اپنے یوم بؤس کے روز قتل کیا تھا ۔

اور اس کا یہ شعر :

اَلْخَیْرُ یَبْقَی وَ اِنْ طَالَ الزَّمَانُ بِہٖ
وَالشَّرُّ اَخْبَثُ مَا اَوْعَیْتَ مِنْ زَادٍ

نیکی باقی رہ جاتی ہے خواہ کتنی مدت ہی کیوں نہ گزر جائے ۔ جو زاد تو محفوظ رکھتا ہے اس میں سے بد ترین زاد شر ہے

اور اس کا یہ شعر :

اَلْخَیْرُ لَا یَأْتِیْ عَلَی عَجَلٍ
وَالشَّرُّ یَسْبِقُ سَیْلُہٗ مَطَرَہٗ

بھلائی جلدی سے نہیں آیا کرتی حالانکہ شر کا سیلاب اپنی بارش سے بھی آگے نکل جاتا ہے

۸ ۔ [1]المرقش

یہ جاہلیت کے دقیق النظر شعرا میں سے تھا ۔ اس کی مشہور امثال میں سے اس کے یہ اشعار ہیں :

وَ مَنْ یَلْقَ خَیْرًا یَحْمِدِ النَّاسُ اَمْرَہٗ
وَ مَنْ یَغْوَ[2] لَا یَعْدَمْ عَلَی الْغَیِّ لَائِمًا

---

۱ ۔ مرقش دو ہیں ، مرقش اصغر اور مرقش اکبر ۔ اکبر کا نام عوف بن سعد بن مالک بن ضُبیعہ بن قیس بن ثعلبہ ہے ۔ ابواسماء عوف اس کا چچا تھا ۔ اسی کے نام پر اس کا نام مرقش پڑا ۔ بعض نے اس کا نام ربیعہ بن سعد دیا ہے ۔ یہاں مراد مرقش اصغر سے ہے ۔ اکبراصغر کا چچا تھا اور اصغر کا نام عمر بن حرملہ بن سعد ہے اور یہ طرفہ بن العبد کا چچا تھا ۔ اصغر کی عمر بھی زیادہ لمبی ہوئی اور شاعری میں بھی اسے اکبر پر فضیلت حاصل ہے (سمط اللآلی : ۸۷۳ - ۸۷۴)

۲ ۔ غَوِی بمعنی خَابَ : ناکام رہنا ۔ محمد بہجۃ اثری لکھتے ہیں کہ مرقش کا اپنی محبوبہ فاطمہ بنت المنذر کے ساتھ ایک واقعہ ہوا تھا اسی کے متعلق اس نے یہ اشعار کہے تھے ۔

جس شخص کو کوئی بھلائی حاصل ہو جائے لوگ اس کے کام کی تعریف کرتے ہیں اور جو ناکام رہ جائے تو اس کی ناکامی پر لوگ اسے ملامت کرتے ہیں

[٣ : ١٠٨] أَخُوْكَ الَّذِيْ إِنْ أَحْرَجَتْكَ مُلِمَّةٌ
مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَبْرَحْ لَهَا الدَّهْرَ وَاجِمًا

تمہارا بھائی دراصل وہ ہے کہ اگر کوئی مصیبت تجھے تنگی میں ڈال دے تو وہ اس کی وجہ سے ہر وقت غمزدہ اور خاموش رہے

وَلَيْسَ أَخُوْكَ بِالَّذِيْ إِنْ تَشَعَّبَتْ
عَلَيْكَ أُمُوْرٌ ظَلَّ يَلْحَاكَ دَائِمًا

وہ شخص تمہارا بھائی نہیں ہے کہ اگر تمہارے معاملات منتشر ہو جائیں تو وہ تجھے ہر وقت ملامت کرتا رہے

٩ - مہلہل اور اس کا نام ربیعہ ہے

یہ پہلا شخص ہے جس نے عمدہ اشعار کہے۔ اسی بنا پر اسے مہلہل کہا گیا ۔ اس کی مشہور امثال میں سے اس کا ایک شعر یہ ہے ۔ یہ مسافرت کی حالت میں تھا کہ کسی نے اس سے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا تھا[1] ۔

لَوْ بِأَبَانَيْنِ جَاءَ يَخْطُبُهَا
ضُرِّجَ مَا أَنْفُ خَاطِبٍ بِدَمِ

اگر ابانین میں یہ رشتہ مانگنے والا آتا تو اس رشتہ مانگنے والے کی ناک خون آلود کر دی جاتی

---

١ - بسوس کی جنگ کے بعد جب بالآخر مہلہل کو شکست ہوئی اور وہ جان بچانے کے لیے قبائل میں پھر رہا تھا اس وقت اس سے لڑکی کے رشتے کا مطالبہ کیا گیا اور مہلہل کو مجبور ہو کر ماننا پڑا ۔ اس وقت اس نے یہ شعر کہا تھا ۔

اور اس کا یہ شعر :

قَرِّبَا مَرْبِطَ النَّعَامَةِ مِنِّي
لَقِحَتْ حَرْبُ وَائِلٍ عَنْ حِيَالِ

نعامہ گھوڑی کے باندھنے کی جگہ میرے قریب کر دو کیونکہ وائل کی جنگ ایک بار حمل قبول نہ کرنے کے بعد حاملہ ہو گئی ہے

لَمْ أَكُنْ مِنْ جُنَاتِهَا عَلِمَ اللّٰه
وَ أَنِّي بِحَرِّهَا الْيَوْمَ صَالِ

اللہ جانتا ہے کہ میں جنگ کرنے کا مجرم نہ تھا مگر آج میں بھی اس جنگ کی آگ تاپوں گا

اور اپنے بھائی کلیب بن وائل کے مرثیے میں اس کے یہ اشعار :

نُبِّئْتُ أَنَّ النَّارَ بَعْدَكَ أُوقِدَتْ
وَاسْتَبَّ بَعْدَكَ يَا كُلَيْبُ الْمَجْلِسُ

مجھے خبر دی گئی ہے کہ تیرے بعد آگ جلائی گئی اور تیرے بعد اہل مجلس نے ایک دوسرے کو گالیاں دیں

وَ تَكَلَّمُوا فِي أَمْرِ كُلِّ عَظِيمَةٍ
لَوْ كُنْتَ شَاهِدَ هُمْ بِهَا لَمْ يَنْبِسُوا

اور ہر بڑی بات میں (مداخلت کرتے ہوئے) انھوں نے بات کہی اگر تو وہاں موجود ہوتا تو وہ ایک کلمہ نہ کہہ سکتے (کلیب کی آگ کے ہوتے کوئی آگ نہ جلا سکتا تھا، کلیب کی موجودگی میں کسی کے لب نہ ہلتے تھے)

۱۰ ۔ [۱]الاسود بن یعفر

اس کا بہترین قصیدہ یہ ہے:

نَامَ الْخَلِيُّ وَ مَا أُحِسُّ رُقَادِي
وَالْهَمُّ مُحْتَضِرٌ لَدَيَّ وِسَادِي

---

۱ ۔ الاسود بن یعفر (ینصر کی طرح بھی اور برثن کی طرح بھی) بن عبد الاسود ۔ جاہلی شاعر ہے اور بنی نہشل بن دارم میں سے ہے ۔ اس کی کنیت ابو الجراح اور ابو نہشل ہے ۔

جو شخص عشق میں مبتلا نہیں وہ (مزے کی نیند) سو رہا ہے لیکن
میں نیند محسوس ہی نہیں کر رہا غم میرے بستر پر چھایا ہؤا ہے

اس قصیدے میں یہ مشہور اشعار ہیں جو ضرب المثل کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں اور یہ اشعار اس نے سرداروں کے فنا ہو جانے اور ان کے بعد ان کے گھروں کے خالی ہو جانے کے متعلق کہے ہیں - وہ یہ ہیں :

مَاذَا أُؤَمِّلُ بَعْدَ آلِ مُحَرِّقٍ[1]
تَرَكُوا مَنَازِلَهُمْ وَبَعْدَ إِيَادِ

آل محرق اور ایاد کے بعد جو اپنی منزلوں کو چھوڑ کر چلے گئے
میں کیا امید رکھ سکتا ہوں

أَهْلُ الْخَوَرْنَقِ[2] وَالسَّدِيرِ وَبَارِقٍ
وَالْقَصْرِ ذِي الشُّرُفَاتِ مِنْ سِنْدَادِ

یہ لوگ خورنق ، سدیر اور بارق کے مالک تھے نیز سنداد کے
کنگروں والے محل کے

نَزَلُوا بِأَنْقِرَةٍ يَسِيلُ عَلَيْهِمُ
مَاءُ الْفُرَاتِ يَجِيءُ مِنْ أَطْوَادِ

[۳ : ۱۰۱] یہ لوگ انقرہ میں جا کر اترے :پہاڑوں سے آ کر فرات کا
پانی ان پر بہتا تھا

۱ - محرق : امرؤالقیس بن عمرو بن عدی اللخمی سے مراد ہے اور یہی محرق اکبر ہے -

۲ - خورنق عراق میں نعمان بن المنذر کے ایک محل کا نام ہے ، سدیر : حیرہ کی جانب ایک نہر کا نام ہے اور بعض خورنق کے قریب ایک محل کا نام بتاتے ہیں - بارق : عراق میں بصرہ اور قادسیہ کے درمیان ایک چشمہ تھا اور سنداد ، نہر کا نام ہے ، بعض ایک مقام اور بعض محل کا نام بتاتے ہیں -

أرْضٌ تَخَيَّرَهَا لِطِيبِ مَقِيلِهَا
كَعْبُ ابْنُ مَامَةَ وَابْنُ أُمِّ دُؤَادِ

یہ وہ زمین ہے جسے کعب بن مامہ اور ابن ام دؤاد نے اس لیے منتخب کیا تھا کہ یہاں دوپہر کی نیند لطف دیتی تھی

جَرَتِ الرِّيَاحُ عَلَى مَحَلِّ دِيَارِهِمْ
فَكَأَنَّهُمْ كَانُوا عَلَى مِيعَادِ

ان کے گھروں کے مقام پر ہوائیں چلیں یوں گویا کہ انھوں نے پہلے سے وعدہ کر رکھا تھا

وَلَقَدْ غَنَوْا فِيهَا بِأَنْعَمِ عِيشَةٍ
فِي ظِلِّ مُلْكٍ ثَابِتِ الْأَوْتَادِ

یہ لوگ یہاں نہایت ناز و نعمت کی زندگی میں رہے اور انھوں نے مضبوط پختہ بنیاد ملک کے سایے میں زندگی گزاری

فَإِذَا النَّعِيمُ وَكُلُّ مَا يُلْهَى بِهِ
يَوْمًا يَصِيرُ إِلَى بِلًى وَنَفَادِ

(مگر یہ خیال نہیں ہوتا کہ) یہ ناز و نعمت اور ہر وہ چیز جس سے انسان دل بہلاتا ہے ایک نہ ایک دن بوسیدہ اور ختم ہو جائیں گے

۱۱ - 'طرفہ بن العبد

یہ قصیدے کے اعتبار سے بہترین شاعر ہے - معلقہ کے علاوہ بھی اس کے جو اشعار ہیں اچھے ہیں - راویوں کے پاس اس کے اور عبید کے

---

۱ - طرفۃ بن العبد بن سفیان بن سعد بن مالک بن ضبیعۃ بن قیس بن ثعلبہ بن عُکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل جاہلی شاعر ہے - بعض راوی کہتے ہیں کہ اس کا نام عمرو تھا اور ایک شعر کی وجہ سے جو اس نے کہا تھا طرفہ لقب پڑ گیا - اس کی کنیت کسی نے ابو عمرو ، کسی نے ابونضلہ اور کسی نے ابو اسحٰق بتائی ہے - بکری نے لکھا ہے کہ یہ بیس سال کی عمر میں قتل ہوا - اسی لیے یہ ابن عشرین کے نام سے مشہور ہے - بکری نے اس کے قتل کا مختصر سا قصہ دیا ہے (سمط اللآلی : ۳۱۹ ، ۳۰۱) م-

شعرا میں سے تھوڑے سے اشعار کے سوا کچھ نہیں پایا جاتا ۔ اسے چھبیس سال کی عمر میں مار ڈالا گیا ۔ عمرو بن ہند نے جو حیرہ کے بادشاہوں میں سے تھا اسے قتل کروایا تھا ۔ ابن قتیبہ نے کتاب الشعر و الشعرا میں اس کا قصہ بیان کیا ہے ۔ اس قصے کو یعقوب بن السکیت نے اس کے دیوان کی شرح میں اس سے زیادہ تفصیل سے تحریر کر دیا ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ طرفہ نے جو سب سے پہلے اشعار کہے ان کا معاملہ یہ ہے کہ یہ ایک بار اپنے چچا کے ساتھ سفر کے لیے نکلا اور اس نے جال لگایا (مگر کوئی پرندہ نہ پھنسا) جب وہاں سے روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو یوں کہا :

یَا لَکِ مِنْ قُبَّرَةٍ بِمَعْمَرِ
خَلَا لَکِ الْجَوُّ فَبِیضِی وَ اصْفِرِی

اے معمر کے مقام کے چنڈول فضا خالی ہے (مزے سے) انڈے دیے جا اور گائے جا

وَ نَقِّرِی[۱] مَا شِئْتِ أَنْ تُنَقِّرِی
قَدْ رُفِعَ الْفَخُّ فَمَاذَا تَحْذَرِی

[۳ : ۱۱۱] جب تک تیری مرضی ہو دانہ چگتا رہ اب تو جال اٹھا لیا گیا ہے لہٰذا تجھے اب کس بات کا ڈر ہے

لَا بُدَّ یَوْمًا أَنْ تُصَادِی فَاصْبِرِی

ایک نہ ایک دن تجھے شکار کر ہی لیا جائے گا ۔ لہٰذا صبر کر

اور اس کی یہ ضرب المثل زمانہ بھر میں مشہور ہے :

---

۱ - محمد بہجہ نے اس لفظ کے معنی نہیں سمجھے چنانچہ لکھتے ہیں : التنقیر : البحث و الطلب و قیل التنقیر : تسویۃ الطائر لعشہ مگر ان میں سے کوئی معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے صحیح معنی ہیں نقر الطائر الحب : لقطہ من ھٰہنا و ھٰہنا و نقر الطائر الحب بمعنی نقرہ ۔

سَتُبْدِي لَكَ الأَيَّامُ مَا كُنْتَ جَاهِلاً
وَيَأْتِيكَ بِالأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ

زمانہ عنقریب ان امور کو جن سے تو ناواقف ہے تیرے سامنے ظاہر کر دے گا اور وہ لوگ تمہارے پاس خبریں لے کر آئیں گے جن کو تو نے زاد راہ بھی نہیں دیا ہوگا

اور دوستوں کی مذمت میں اس کی یہ مثالیں ہیں :

كُلُّ خَلِيلٍ كُنْتُ خَالَلْتُهُ
لاَ تَرَكَ اللهُ لَهُ وَاضِحَهْ

ہر دوست جس سے میں نے دوستی لگائی خدا اس کا کوئی دانت نہ رہنے دے

كُلُّهُمْ أَرْوَغُ مِنْ ثَعْلَبٍ
مَا أَشْبَهَ اللَّيْلَةَ بِالْبَارِحَهْ

سب کے سب لومڑ سے بھی زیادہ مکار ہیں اور سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں

اس کی وہ مثال جو اس نے عمرو بن ہند کے ضمن میں بیان کی قابل ذکر ہے

أَبَا مُنْذِرٍ أَفْنَيْتَ فَاسْتَبْقِ بَعْضَنَا
حَنَانَيْكَ بَعْضُ الشَّرِّ أَهْوَنُ مِنْ بَعْضِ

اے ابو منذر تو نے ہمیں فنا کر دیا ہے ہمارے کچھ آدمیوں کی تو جان بخشی کر ۔ ان پر مہربانی کیے جا کیونکہ بعض برائیاں بعض برائیوں سے کم درجے کی ہوتی ہیں

اور اس کا یہ قول (بھی لائق توجہ ہے)

قَدْ يَبْعَثُ الأَمْرَ الْعَظِيمَ صَغِيرُهُ
حَتَّى تَظَلَّ لَهُ الدِّمَاءُ تَصَبَّبُ

بعض اوقات معمولی معمولی باتوں سے بڑی بڑی مصیبتیں اٹھ کھڑی ہوتی ہیں یہاں تک کہ اس کی وجہ سے خون بھی بہنے لگ جاتے ہیں

[۳ : ۱۱۲] اسی طرح اس کا یہ قول :

وَ أَعْلَمُ عِلْماً لَيْسَ بِالظَّنِّ أَنَّهُ
إِذَا ذَلَّ مَوْلَى الْمَرْءِ فَهُوَ ذَلِيلُ

مجھے یقینی طور پر معلوم ہے اور یہ محض ظن و گمان نہیں ہے کہ جب کسی انسان کا چچا زاد بھائی ذلیل ہو جائے تو وہ خود بھی ذلیل ہو جاتا ہے

وَ إِنَّ لِسَانَ الْمَرْءِ مَا لَمْ تَكُنْ لَهُ
حَصَاةٌ عَلَى عَوْرَاتِهِ لَدَلِيلُ

اور جب کسی انسان میں عقل نہ ہو تو اس کی زبان اس کی برائیوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے

۱۲ - جریر[1] بن عبدالمسیح جو المتلمس کے نام سے مشہور ہے

یہ ایک مشہور شاعر اور بلیغ انسان ہے جس کا اکثر ذکر کیا جاتا ہے - حزم و احتیاط کے متعلق اس کی مشہور مثل یہ ہے

---

۱ - جریر بن عبدالمسیح بن عبداللہ - یہ بنی ضُبیعہ بن ربیعہ بن نزار بن معد بن عدنان میں سے ہے - اسے متلمس اس کے اس شعر کی وجہ سے کہا گیا :

فَهَذَا أَوَانُ الْعِرْضِ حَيٌّ ذُبَابُهُ
زَنَابِيرُهُ وَ الْأَزْرَقُ الْمُتَلَمِّسُ

ابو عبداللہ اس کی کنیت ہے - طرفہ کا چچا تھا -

فَلِيلُ الْمَالِ تُصْلِحُهُ فَيَبْقَى
وَ لَا يَبْقَى الْكَثِيرُ عَلَى الْفَسَادِ

مال خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو مگر اگر اس کی اصلاح کی جائے تو باقی رہ جاتا ہے مگر فساد کے ہوتے ہوئے مال کثیر بھی باقی نہیں رہ سکتا

وَ حِفْظُ الْمَالِ خَيْرٌ مِنْ بُغَاهُ
وَ جَوْلٍ فِي الْبِلَادِ بِغَيْرِ زَادِ

مال کی تلاش کرنے اور دنیا میں بغیر زاد کے دوڑتے پھرنے سے بہتر یہ ہے کہ انسان مال کو محفوظ رکھے

اور اقربا کی غلطیوں سے چشم پوشی کرنے کے متعلق اس کے یہ اشعار :

وَلَوْ غَيْرُ أَخْوَالِي أَرَادُوا نَقِيصَتِي
جَعَلْتُ لَهُمْ فَوْقَ[1] الْعَرَانِينِ مِيسَمَا

اگر میرے ماموؤں کے علاوہ کوئی اور مجھے ذلیل کرنا چاہتا تو میں ان کی ناکوں کے اوپر نیزہ داغ دیتا

وَمَا كُنْتُ إِلَّا مِثْلَ قَاطِعِ كَفِّهِ
بِكَفٍّ لَهُ أُخْرَى فَأَصْبَحَ أَجْذَمَا

اور میری مثال اس شخص کی سی ہوتی جس نے اپنے ایک ہاتھ سے دوسرا ہاتھ کاٹ ڈالا ہو اور وہ لنجا ہو گیا ہو

---

۱ - محمد بہجہ اثری نے اس کے معنی یوں کیے ہیں : میں ان کی ایسی ہجو کہتا جس کا داغ زائل نہ ہوتا ۔ مگر میرے نزدیک یہ تشریح درست نہیں کیونکہ یہاں چشم پوشی کا ذکر ہے اور اس کی ضد سزا ہی ہو سکتی ہے اور اگلے شعر سے ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے ۔

اور اپنے آپ کو ذلیل ہونے سے بچانے کے متعلق اس کا یہ شعر ہے :

وَ لاَ يُقِيْمُ عَلَى ذُلٍّ يُرَادُ بِهِ
إِلاَّ الأَذَلاَّنِ عَيْرُ الحَيِّ وَالوَتِدُ

دو چیزوں کے سوا ــ ایک قبیلے کا گدھا اور دوسرا کھونٹا ــ کوئی چیز اس ذلت و خواری پر قائم نہیں رہنا چاہتی جو اس کے ساتھ کی جاتی ہے

هٰذَا عَلَى الخَسْفِ مَرْبُوْطٌ بِرُمَّتِهِ
وَذَا يُشَجُّ فَلاَ يَرْثِي لَهُ أَحَدُ

[۳ : ۱۱۳] یہ (یعنی گدھا) باوجود ذات کے رسی سے بندھا رہتا ہے اور اس کا (یعنی کھونٹے کا) سر کوٹا جاتا ہے اور کسی کو اس پر رحم نہیں آتا

۱۳ ـ علقمه[۱] بن عبدة

یہ اشعار اس کے بہترین اشعار میں سے ہیں :

فَإِنْ تَسْأَلُوْنِيْ بِالنِّسَاءِ فَإِنَّنِيْ
بَصِيْرٌ بِأَدْوَاءِ النِّسَاءِ طَبِيْبُ

---

۱ ـ علقمہ بن عَبَدَہ بن النعمان بن قیس ـ یہ بنی ربیعہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم میں سے تھا ـ اس کی کنیت کا کہیں ذکر نہیں آیا ـ اس نے امرؤالقیس شاعر مشہور کے ساتھ شعر گوئی میں مقابلہ کیا تھا اور امرؤالقیس کی بیوی منصف بنی تھی اور اس نے علقمہ کے حق میں فیصلہ دیا تھا ـ اس پر امرؤالقیس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی اور پھر علقمہ نے اس سے شادی کر لی تھی ـ اسی وجہ سے اسے الفحل کا لقب دیا گیا ـ فرزدق کہتا ہے :

والفحل علقمة الذی کانت له حلل الملوک کلامه یتنحل

علقمہ کا بھائی شاس دو بیٹے خالد اور علی اور ایک پوتا عبدالرحمٰن بن علی بن علقمہ سب شاعر تھے ـ

اگر تم مجھ سے عورتوں کے متعلق پوچھو تو میں عورتوں کی بیماریوں کو بھی جانتا ہوں اور علاج کو بھی

إِذَا شَابَ رَأْسُ الْمَرْءِ أَوْ قَلَّ مَالُهُ
فَلَيْسَ لَهُ فِي وُدِّهِنَّ نَصِيبُ

جب کسی انسان کا سر سفید ہو جائے یا اس کا مال کم ہو جائے تو پھر ان کی دوستی میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہو سکتا

يُرِدْنَ ثَرَاءَ الْمَالِ حَيْثُ عَلِمْنَهُ
وَشَرْخُ الشَّبَابِ عِنْدَهُنَّ عَجِيبُ

یہ دولت چاہتی ہیں جہاں بھی انہیں اس کا علم ہو جائے اور ابھرتی جوانی ان کے نزدیک ایک عجیب کیفیت رکھتی ہے

اس کے ایک اور قصیدے کے یہ اشعار بھی عمدہ ہیں :

وَكُلُّ حِصْنٍ وَإِنْ دَامَتْ سَلَامَتُهُ
عَلَى دَعَائِمِهِ لَابُدَّ مَهْدُومُ

ہر قلعہ خواہ وہ کتنا ہی عرصہ محفوظ و سلامت رہے ایک نہ ایک دن اس کا اپنے ستونوں پر گر پڑنا ضروری ہے

وَمَنْ تَعَرَّضَ لِلْغِرْبَانِ يَزْجُرُهَا
عَلَى سَلَامَتِهِ لَابُدَّ مَشْؤُومُ

جو شخص اپنی سلامتی کے لیے کوؤں سے فال لینے کی خاطر انہیں اڑائے گا وہ یقیناً بد بخت ہوگا

وَ مُطْعَمُ الْغُنْمِ يوم الغُنم مُطْعَمُهُ
أَنَّى تَوَجَّهَ وَالْمَحْرُومُ مَحْرُومُ

جسے غنیمت کا مال کھلایا جاتا ہے اسے غنیمت کے دن خواہ وہ کہیں بھی چلا جائے اپنا کھانا مل جائے گا مگر (قسمت کا) محروم ، محروم ہی رہتا ہے (کہیں بھی ہو)

وَكُلُّ قومٍ وَ إنْ عَزُّوا وَ إن كَثُرُوْا
عَرِيفُهُم بِأَثَا فِي الشَّرِّ مَرْجُوْمُ

ہر قوم کے سردار کو خواہ وہ قوم کتنی ہی طاقتور اور کثیر التعداد کیوں نہ ہو دیگ کے پتھر مارے ہی جاتے ہیں

۱۴ - [1]ابو دؤاد الایادی

[۳ : ۱۱۴] کسی نے حطیئہ سے دریافت کیا کہ بہترین شاعر کون ہے تو اس نے کہا : جس کے یہ اشعار ہیں :

لاَ أَعُدُّ الاِقْتَارَ عُدْمًا وَلٰكِنْ
فَقْدُ مَنْ قَدْ رُزِئْتُهُ الاِعْدَامُ

میں مال کے کم ہو جانے کو مفلسی شمار نہیں کرتا بلکہ مفلسی تو ان لوگوں کا نہ ہونا ہے جن کے مرنے سے مجھ پر آفت ٹوٹی

مِنْ رِجَالٍ مِنَ الاَقَارِبِ بَادُوْا
مِنْ حُذَاقٍ[2] هُمُ الرُّؤُوْسُ الكِرَامُ

یہ لوگ حذاق کے خاندان سے تھے اور میرے رشتہ دار تھے جو ہلاک ہو گئے اور یہی لوگ سردار اور شرفا تھے

فَعَلَى إِثْرِهِمْ تَسَاقَطُ[3] نَفْسِي
حَسَرَاتٍ وَذِكْرُهُمْ لِي سَقَامُ

انھی لوگوں کے پیچھے میرا نفس حسرت کی وجہ سے تھوڑا تھوڑا

---

۱ - ابو دؤاد جارية بن الحجاج الأيادی - جاہلی شاعر ہے اور یہ ان شعرا میں سے ہے جنھوں نے گھوڑوں کی خوب صفات بیان کی ہیں -

۲ - حذاق سے مراد حذاقہ ہے جو ابو دؤاد کے اجداد میں سے ہے -

۳ - بلوغ الارب میں تُسَاقِطُ ہے اسے تَسَاقَطُ پڑھیں - یہ اصل میں تَتَسَاقَطُ تھا - ایک تاء گر گئی ہے -

کرکے گر رہا ہے اور انھی لوگوں کی یاد میرے لیے بیماری ہے
اور اس کے بہترین شعر یہ ہیں :

إِذَا كُنْتَ مُرْتَادَ الرِّجَالِ لِنَفْعِهِمْ
فَرِشْ وَاصْطَنِعْ عِنْدَ الَّذِيْنَ بِهِمْ تَرْمِي

جب لوگ اپنے فائدے کے لیے تجھے اپنا مطلوب بنا لیں تو تجھے ان کی مدد کرنا چاہیے اور ان لوگوں پر احسان کرنا جن کے بل بوتے پر تو تیر چلاتا ہے

۱۵ ۔ لقیط بن معبد الایادی

اس کا وہ قصیدہ بہترین خیال کیا جاتا ہے جس میں اس نے اپنی قوم کو کیسریٰ کی فوج سے ڈرایا تھا اور انھیں اپنا بچاؤ کرنے اور جنگ کرنے پر اُکسایا تھا ۔ اس میں سے یہ اشعار ہیں :

قُوْمُوا قِيَاماً عَلَى أَمْشَاطِ[1] أَرْجُلِكُمْ
ثُمَّ افْزَعُوا[2] قَدْ يَنَالُ الأَمْرَ مَنْ فَزِعَا

اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاؤ ، پھر تیار ہو جاؤ ۔ کیونکہ جو تیاری کر لیتا ہے وہ کامیاب بھی ہو جاتا ہے

هَيْهَاتَ مَا زَالَتِ الأَمْوَالُ مُذْ أَبَدٍ
لِأَهْلِهَا أَنْ أُصِيْبُوا مَرَّةً تَبَعَا

آگاہ رہو کہ اموال ازل سے مالکوں کے تابع رہے ہیں پھر یکایک مالکوں پر آفت آئی (تو مال بھی جاتے رہے)

اسی قصیدے میں ایسے سردار کو منتخب کرنے کا مشورہ دیا ہے جو فوج کی قیادت کرنے اور جنگ کی تدبیر کرنے کا اہل ہو اور یہ اشعار

---

۱ ۔ لسان العرب میں ہے : مشط القدم : سلامیات ظهرها وهی العظام الرقاق المفرشة فوق القدم دون الاصابع ۔

۲ ۔ فزع لمجيئي فلان : تَأَهَّبَ لَهُ ۔

ان تمام اشعار کے مقابلے میں بہتر ہیں جو اس موضوع پر کہے گئے :

وَقَلِّدُوا أَمْرَكُمْ لِلّٰهِ دَرُّكُمُ
رَحْبَ الذِّرَاعِ بِأَمْرِ الْحَرْبِ مُضْطَلِعَا

خدا تمہارا بھلا کرے تم اپنے معاملات کی باگ ڈور ایسے شخص کے سپرد کیا کرو جو قوی اور جنگ کرنے کی طاقت رکھتا ہو

لَا مُتْرَفًا إِنْ رَخَاءُ الْعَيْشِ سَاعَدَهُ
وَلَا إِذَا عَضَّ مَكْرُوهٌ بِهِ جَزِعَا

اگر آرام و راحت کی زندگی اس کی مساعدت کرے تو وہ اتراتا نہ ہو اور جب کوئی مصیبت اس پر آن پڑے تو گھبرائے نہیں

مَا زَالَ يَحْلُبُ هٰذَا الدَّهْرَ أَشْطُرَهُ
يَكُونُ مُتَّبِعًا طَوْرًا وَمُتَّبَعَا

[۳ : ۱۱۵] وہ زمانے کے نشیب و فراز دیکھ چکا ہو کبھی تابع رہا ہو اور کبھی متبوع

حَتّٰى اسْتَمَرَّتْ عَلٰى شَزْرٍ مَرِيرَتُهُ
مُسْتَحْكِمُ السِّنِّ لَا قَحْمًا وَلَا ضَرَعَا

اور وہ کمزور ہونے کے بعد خوب قوی ہو چکا ہو۔ پختہ عمر کا تو ہو مگر نہ انتہائی بوڑھا ہو اور نہ بزدل و کمزور ہو

اس کی مراد یہ ہے کہ وہ نہ تو اس قدر بوڑھا ہو کہ سٹھیا گیا ہو اور نہ ہی بالکل ہی نوخیز ہو۔

۱۶ - حاتم الطائی

اس کا ذکر اجواد العرب میں کیا جا چکا ہے۔ مگر یہ مقام بھی اس بات کا مقتضی تھا کہ اس کا پھر ذکر کیا جائے۔ چنانچہ اس کی مشہور امثال میں سے اس کا یہ شعر ہے :

إِذَا لَزِمَ النَّاسُ الْبُيُوتَ رَأَيْتَهُمْ
عُمَاةً عَنِ الأَخْبَارِ خَرْقَ الْمَكَاسِبِ

اگر لوگ گھروں میں پڑے رہیں گے تو تُو دیکھے گا کہ وہ حالات سے ناواقف ہوں گے اور مال و دولت کمانے کے لیے صحیح طریقے اختیار نہ کر سکیں گے

اور اس کے یہ اشعار جن میں اپنی بیوی ماویہ کو خطاب کر رہا ہے :

أَمَاوِيَّ إِنَّ الْمَالَ غَادٍ وَرَائِحٌ
وَيَبْقَى مِنَ الْمَالِ الأَحَادِيثُ وَ الذِّكْرُ

اے ماویہ مال تو صبح و شام جاتا ہی رہتا ہے مگر مال کی باتیں اور ذکر باقی رہ جاتا ہے

وَقَدْ عَلِمَ الأَقْوَامُ لَوْأَنَّ حَاتِماً
أَرَادَ ثَرَاءَ الْمَالِ كَانَ لَهُ وَفْرُ

لوگوں کو معلوم ہے کہ اگر حاتم مالدار ہونا چاہتا تو اس کے پاس مال بافراط موجود ہوتا

اور اس کا یہ شعر بھی :

وَأَنْتَ إِذَا أَعْطَيْتَ بَطْنَكَ سُؤْلَهُ
وَفَرْجَكَ نَالَا مُنْتَهَى الذَّمِّ أَجْمَعَا

اگر تو اپنے شکم اور جنسی ہوس کی آرزو پوری کرتا رہے گا تو یہ دونوں چیزیں بدترین مذمت اکٹھی کر دیں گی

نیز اس کا یہ شعر :

أَمَاوِيَّ مَايُغْنِي الثَّرَاءُ عَنِ الْفَتَى
إِذَا حَشْرَجَتْ يَوْماً وَضَاقَ بِهَا الصَّدْرُ

اے ماویہ جب انسان کے نزع کا وقت آ جاتا ہے اور سینہ بھی سانس لینے سے تنگ پڑ جاتا ہے تو اس وقت مال و دولت کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے

۱۷ - عمرو بن کلثوم

یہ جاہلی شعرا میں سے ہے اور شاعری میں گوئے سبقت لے گیا ہے۔ فرسان العرب کے باب میں اس کے مفصل حالات بیان کیے جا چکے ہیں کیونکہ جس طرح وہ شاعری میں پیش پیش تھا اسی طرح نہایت بہادر اور جرات مند شہسواروں میں سے بھی تھا - اسی نے بادشاہ عمرو بن ہند کو [۳ : ۱۱۶] قتل کیا تھا - جس کا سبب یہ تھا کہ عمرو بن ہند نے عربوں کے سامنے ڈینگ ماری تھی اور اپنے آپ کو ان سے بلند تر سمجھا تھا - اور یہ تمام قصہ ہم عمرو بن کلثوم کے ذکر میں بیان کر آئے ہیں - مختصر یہ کہ یہ بلند پایہ شعرا میں صف اول کا شاعر ہے - اس امر میں کسی ایک ادیب کو بھی اختلاف نہیں ہے اور مشہور معلقہ گو ہے -

اور اس کی مشہور امثال میں سے اس کا یہ شعر ہے :

وَإِنَّ غَداً وَإِنَّ الْيَوْمَ رَهْنٌ
وَبَعْدَ غَدٍ بِمَا لَا تَعْلَمِينَا

آج ، کل اور کل کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے اس کا تجھے علم نہیں ہے

اس قصیدے میں دو ایسے شعر ہیں جو عمرو کی طرف منسوب ہیں - کہا جاتا ہے کہ یہ عمرو بن عدی کے اشعار ہیں جیسا کہ امام ثعالبی نے اپنی کتاب لباب الادب میں ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہیں :

صَدَدْتِ الْكَأْسَ عَنَّا أُمَّ عَمْرٍو
وَكَانَ الْكَأْسُ مَجْرَاهَا الْيَمِينَا

اے ام عمرو تو نے پیالے کو ہم سے (دوسری جانب) پھیر دیا حالانکہ پیالے کا دور دائیں جانب سے چلنا چاہیے تھا

وَمَا شَرُّ الثَّلَاثَةِ أُمَّ عَمْرٍو
بِصَاحِبِكِ الَّذِي لَا تَصْبَحِينَا

اے ام عمرو ہم تین ساتھیوں میں سے میں بدترین شخص نہیں کہ تو مجھے شراب نہ دے

روایت ہے کہ امام علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و رضی عنہ کا ایک گورنر اپنے علاقے سے آیا اور اس نے حسنین الاحسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تحفے پیش کیے اور محمد بن الحنفیہ کو کوئی تحفہ نہ دیا ۔ اس پر محمد بن الحنفیہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا اور عمرو کا یہ شعر مثال کے طور پر پڑھا :

وَ مَا شَرُّ الثَّلَاثَةِ أُمَّ عَمْرٍو
بِصَاحِبِكِ الَّذِي لَا تَصْبَحِينَا

اے أم عمرو ہم تین ساتھیوں میں سے میں بدترین شخص نہیں کہ تو مجھے شراب نہ دے

اس پر اس گورنر نے دوسرے روز ابن الحنفیہ کو بھی اسی طرح ہدیہ پیش کیا جس طرح ان کے دونوں بھائیوں کو پیش کیا تھا ۔ اللہ کا درود و سلام ان کے نانا جان پر بھی اور اُن پر بھی ۔

۱۸ ۔ عنترة بن شداد العبسی

اس کا شمار عہد جاہلیت کے مشہور شاعروں میں بھی ہوتا تھا اور معروف شہسواروں میں بھی ۔ اس نے کئی کارنامے سرانجام دیے ۔ ہم اس کا مختصر سا حال شہسواروں کے ذکر میں بیان کر چکے ہیں ۔ باوجودیکہ اس کا بلاغت میں مرتبہ بلند ہے پھر بھی ماہرین شعرا عمرو بن کلثوم کے اشعار کو اس کے اشعار پر ترجیح دیتے ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کے وہ اشعار پڑھے گئے جن میں وہ کہتا ہے :

بَكَرَتْ تُخَوِّفُنِي الْمَنُونَ كَأَنَّنِي
أَصْبَحْتُ عَنْ غَرَضِ الْمَنُونِ بِمَعْزِلِ

[۳ : ۱۱۷] اس نے جلدی سے مجھے موت سے ڈرایا جیسا کہ میں موت کے نشانے سے ہٹ کر ایک طرف ہو گیا ہوں

فَأَجَبْتُهَا إِنَّ الْمَنِيَّةَ مَنْهَلٌ
لَا بُدَّ أَنْ أُسْقَى بِكَأْسِ الْمَنْهَلِ

میں نے اسے جواب دیا کہ موت تو ایک گھاٹ ہے (جہاں سب کو وارد ہونا ہے) مجھے بھی ضرور اس گھاٹ کا پیالہ پلایا جائے گا

فَاقْنَىْ حَيَاءَكِ لَا أَبَا لَكِ وَاعْلَمِي
إِنِّي امْرُؤٌ سَأَمُوتُ إِنْ لَمْ أُقْتَلِ

تمہارا باپ مرے ۔ حیا کرو اور یہ جان لو کہ اگر میں قتل نہ بھی ہؤا تو جب بھی عنقریب مر جاؤں گا

اور جب اس کا یہ شعر پڑھا گیا :

وَلَقَدْ أَبِيتُ عَلَى الطَّوَى وَأَظَلُّهُ
حَتَّى أَنَالَ بِهِ كَرِيمَ الْمَأْكَلِ

میں دن بھر بھوکوں گزار لیتا ہوں اور رات بھی ، کھاتا اس وقت ہوں جب عزت کی روٹی ملے

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ایسا کوئی بدوی نہیں ہے جس کے اوصاف میرے سامنے بیان کیے گئے ہوں اور مجھے اس کے دیکھنے کی خواہش ہوئی ہو سوا عنترہ کے

اس کی مشہور امثال میں سے اس کا یہ شعر ہے :

نُبِّئْتُ عَمْرًا غَيْرَ شَاكِرِ نِعْمَتِي
وَالْكُفْرُ مَخْبَثَةٌ[1] لِنَفْسِ الْمُنْعِمِ

مجھے معلوم ہؤا ہے کہ عمرو میرے احسان کا شکرگزار نہیں ہے اور ناشکرگزاری محسن کے دل کو خراب کرنے کا سبب بنتی ہے

اور یہ بھی شعر جسے اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے (لائق توجہ ہے)

---

۱ - بلوغ الارب میں مَخْبَثَۃٌ ہے

إنْ العَدُوٌ عَلَى العَدُوٌ لَقَائِلٌ
مَا كَانَ لِي عَلْمٌ وَمَا لَمْ يَعْلَم

بیشک دشمن دشمن کے خلاف وہ کچھ کہہ جاتا ہے جس کا مجھے علم ہوتا ہے اور وہ کچھ بھی کہہ جاتا ہے جس کا اسے علم نہیں ہوتا

۱۹ - 'طفیل الغنوی

اسے جاہلیت میں اس کے اشعار کی خوبی کی وجہ سے محبر یعنی حسن آفرین کہا جاتا تھا ـ روایت ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انصار سے کہا : اے قوم انصار ! خدا تمہیں ہماری طرف سے اور خیر و برکت دے ۔ ہماری اور تمہاری مثال بعینہٖ ایسی ہے جیسے طفیل الغنوی نے کہا ہے :

جَزَى اللهُ عَنَّا جَعْفَراً حِيْنَ أزْلِقَتْ
بِنَا نَعْلُنَا فِي الْوَاطِئِيْنَ فَزَلَّتِ

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے جعفر کو جزائے خیر دے کہ جب راستوں میں ہمارا جوتا پھسلا اور پھر پھسل ہی گیا یعنی ہم تنگدست ہو گئے

أبَوْا أنْ يَمَلُّونَا وَلَوْ أنَّ أُمَّنَا
تُلاقِي الَّذِي يَلْقَوْنَ مِنَّا لَمَلَّتِ

تو انھوں نے ہم سے اکتا جانے سے انکار کیا اور اگر وہ تکالیف جو یہ لوگ ہماری وجہ سے برداشت کر رہے تھے ہماری والدہ کو برداشت کرنا پڑتیں تو وہ بھی اکتا جاتی

---

۱ - طفیل بن عوف بن ضبیس الغنوی ۔ ابو قُرّان اس کی کنیت ہے ۔ اچھے شعر کہنے کی وجہ سے اسے محبر کہا جاتا ہے ۔ جاہلی شاعر ہے اور گھوڑوں کی صفت میں سب سے بہتر کہنے والا ہے

[۳ : ۱۱۸] اس کے عمدہ اشعار میں اس کے یہ شعر ہیں :

إنَّ النِّسَاءَ كَأَشْجَارٍ نَبَتْنَ لَنَا
مِنْهُنَّ مُرٌّ وَ بَعْضُ المُرِّ مَأكُوْلُ

عورتیں ان درختوں کی طرح ہیں جو ہمارے لیے اُگے ہیں اور ان میں سے بعض درخت کڑوے ہوتے ہیں مگر بعض کڑوی چیزیں بھی تو کھائی جاتی ہیں

إنَّ النِّسَاءَ مَتَى يُنْهَيْنَ عَنْ خُلُقٍ
فَإنَّهُ وَاجِبٌ لَا بُدَّ مَفْعُوْلُ

ان عورتوں کو جب کسی بات سے منع کیا جائے تو وہ بات ان کے لیے ضروری ہو جاتی اور پھر وہ اسے کر کے ہی چین لیتیں

۲۰ ۔ 'الاضبط بن قریع السعدی

ابن الانباری نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ اضبط بن قریع ڈیڑھ سو سال تک زندہ رہا پھر جاہلیت کے آخری ایام میں مرا اور اس کے بہترین اشعار یہ ہیں[۲]

---

۱ ۔ الأَضْبَطُ بن قریع بن عوف بن کعب بن سعد اور یہ زبرقان بن بدر کا کنبہ تھا ۔ قدیم جاہلی شاعر ہے ۔ اس کی قوم نے اس سے برا سلوک کیا تو وہاں سے کہیں اور جگہ چلا گیا انھوں نے بھی ایسا ہی برتاؤ کیا تو اُس نے کہا : أَيْنَمَا أَوَجِّهُ أَلْقَ سَعْداً (جہاں جاؤں سعد ہی سعد ہیں) اور کہا : بِكُلِّ وادٍ بنو سعد

۲ ۔ ان ابیات کے لیے ملاحظہ ہو امالی (۱ : ۱۰۷ اور سمط اللآلی : ۳۲۶ - ۳۲۷) ، اغانی : ۱۸ : ٦٧ ۔ ابوالفرج اصفہانی کہتا ہے کہ اس کی بیویاں قوت مردمی میں کمزوری کی وجہ سے اسے پسند نہیں کرتی تھیں ۔ چنانچہ لڑائی کے موقع پر سب سے اگلی صف میں جا کر یہ شعر پڑھتا :

أنَا الَّذِيْ تَنفُرُ كُنَّ حَلَائِلُهُ
أَلَا فَتًى مُعَشَّقٌ أُنَازِلُهُ

لِكُلِّ هَمٍّ مِنَ الهُمُومِ سَعَهْ
وَالصُّبْحُ وَالْمُسْيُ لَا بَقَاءَ[1] مَعَهْ

ہر غم کی ایک حد ہے اور ظاہر ہے صبح و شام کی گردش کی موجودگی میں بقا ممکن نہیں

قَدْ يَجْمَعُ المَالَ غَيْرُ آكِلِهِ
وَيَأْكُلُ المَالَ غَيْرُ مَنْ جَمَعَهْ

بعض اوقات وہ شخص مال جمع کرتا ہے جو اسے کھا نہیں سکتا اور وہ کھاتا ہے جس نے جمع نہیں کیا ہوتا

لَا تَحْقِرَنَّ الفَقِيرَ عَلَّكَ أَنْ
تَرْكَعَ يَوْماً وَالدَّهْرُ قَدْ رَفَعَهْ

کسی محتاج کو حقیر مت سمجھ کیونکہ ہو سکتا ہے تجھے کسی دن جھکنا پڑے اور زمانہ اسے بلندی عطا کر دے

وَصِلْ حِبَالَ البَعِيدِ إِنْ وَصَلَ الحَبْلَ
وَأَقْصِ القَرِيبَ إِنْ قَطَعَهْ

اگر کوئی اجنبی کبھی تعلقات پیدا کرے تو تو اس کے ساتھ تعلقات قائم کر اور اگر قریبی رشتہ دار بھی تعلقات منقطع کرے تو تو اسے دور پھینک دے

وَاقْبَلْ مِنَ الدَّهْرِ مَا أَتَاكَ بِهِ
مَنْ قَرَّ عَيْناً بِعَيْشِهِ نَفَعَهْ

جو کچھ بھی زمانہ تجھے دے اسے قبول کر۔ جو شخص اپنی زندگانی سے خوش ہوتا ہے اسے اس سے فائدہ پہنچتا ہے

مَا بَالُ مَنْ سَرَّهُ مُصَابُكَ لَا[2]
يَمْلِكُ شَيْئاً مِنْ أَمْرِهِ وَزَعَهْ

---

۱ - امالی اور سمط اللآلی دونوں میں فلاح ہے ۔

۲ - اغانی میں لا کی بجائے لو دیا ہے ۔ اس صورت میں دوسرے مصرع کے معنی یوں ہوں گے : اگر اسے اپنے معاملات پر قدرت ہوتی تو یہ اپنے اوپر آنے والی مصیبتوں کو ذرا روک کر تو دکھاتا (سمط اللآلی : ۲۲۲)

جو شخص تمھاری مصیبت پر خوش ہوتا ہے کیا بات ہے کہ جب زمانہ بعض چیزیں اسے نہیں دیتا تو پھر وہ خود بھی کسی بات کی قدرت نہیں رکھتا

أَذُوْدُ عَنْ حَوْضِهِ وَيَدْ فَعُنِي
يَا قَوْمُ مَنْ عَاذِرِيْ مِنَ الخُدَعَهْ[1]

میں تو اپنی قوم خدعہ کے حوض کی حفاظت کرتا ہوں مگر یہ مجھے دور دھکیل دیتے ہیں۔ اے میری قوم خدعہ! ہے کوئی جو میرا عذر قبول کرے ؟

حَتّٰى إِذَا مَا انْجَلَتْ عَمَايَتُهُ
أَقْبَلَ يَلْحٰى وَ غَيُّهُ فَجَعَهْ[2]

[۱۱۹:۳] یہاں تک کہ جب اس کی گمراہی جاتی رہتی ہے تو (اپنے آپ کو) ملامت کرنے لگتا ہے (اس وقت اسے معلوم ہوتا ہے کہ) ساری تکلیف اس کی اپنی گمراہی کی پیدا کردہ ہے

۲۱ - عدی[3] بن زید العبادی

جاہلیت کے کسی شاعر کے اشعار میں سے اس قدر متین اشعار (وہ اشعار جو اپنے ظاہری حسن اور آئینے کی صفائی کی وجہ سے ضرب المثل بننے کے قابل ہوں) نہیں نکل سکتے جس قدر کہ عدی کے اشعار میں سے

---

۱ - خُدَعَہ سعد بن زید مناۃ بن تمیم کی ایک شاخ کا نام ہے۔

۲ - سمط اللآلی میں اس شعر کا اضافہ کیا ہے :

قَدْ يَرْقَعُ الثَّوبَ غَيْرُ لَابِسِهِ
وَ يَلْبَسُ الثَّوبَ غَيْرُ مَنْ رَقَعَهْ

۳ - عدی بن زید بن حمار بن ایوب یہ بنی امرؤالقیس بن زید مناۃ بن تمیم میں سے تھا - جاہلی شاعر ہے اور حیرہ کا رہنے والا ہے۔

باقی حاشیہ صفحہ ۵۷ پر

نکل سکتے ہیں ۔ یہ حیرہ میں رہا کرتا تھا ۔ سرسبز و شاداب علاقوں کا
پڑوس میسر تھا ، یہی وجہ ہے کہ اس کے اشعار نفیس اور گفتار شیریں
تھی ۔ جب یونس نحوی کے سامنے وہ اشعار پڑھے جاتے جن میں صدیوں
کے گزر جانے اور بادشاہوں کے فنا ہو جانے سے عبرت حاصل کرنے
ذکر ہوتا تو وہ کہا کرتا : اگر میں شعر کہنے کی آرزو کرتا تو میں
صرف یہ شعر کہتا :

أَيُّهَا الشَّامِتُ الْمُعَيِّرُ
بِالدَّهْرِ أَأَنْتَ الْمُبَرَّأُ الْمَوْفُورُ

ارے خوش ہونے والے اور زمانے کے مصائب پر ہمیں طعنہ دینے والے
کیا تو مصائب سے مبرا رہے گا اور تجھے کبھی کوئی تکلیف نہ
پہنچے گی ؟

أَمْ لَدَيْكَ الْعَهْدُ الْوَثِيقُ مِنَ
الأَيَّامِ بَلْ أَنْتَ جَاهِلٌ مَغْرُوْرٌ

صفحہ ۵۶ کا بقیہ حاشیہ

ابو عمیر کنیت ۔ اس کا دادا ایوب عربوں میں سے پہلا شخص تھا
جس کا یہ نام رکھا گیا ۔ انھیں عباد اس لیے کہا گیا کہ ان کے
مختلف گروہوں نے نصرانیت اختیار کر لی تھی اور عبید کہلانا یہ
پسند نہیں کرتے تھے لٰہذا عباد نام پڑ گیا ۔ ایک اور قول یہ ہے
کہ عابد کے معنی مطیع کے ہیں چونکہ یہ لوگ ایرانی بادشاہ کے
مطیع تھے اس لیے عباد کہلائے ۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس قوم
کے چند اشخاص کسریٰ کے پاس گئے ۔ ان میں سے ہر ایک کا نام
” عبد “ سے شروع ہوتا تھا ۔ کسری نے نام سن کر کہا تم
” عباد “ ہو ۔

یا کیا زمانے نے تم سے کوئی پختہ وعدہ کر رکھا ہے ؟ حق یہ ہے کہ تو لا علمی کا شکار اور دھوکے میں مبتلا ہے

أَيْنَ كِسْرَى كِسْرَى الْمُلُوكِ أَنُوشِيرْ
وَانُ أَمْ أَيْنَ قَبْلَهُ سَابُورُ

کسریٰ ۔ میری مراد خسرو خسروان انوشروان سے ہے ۔ کہاں ہے ؟ بلکہ شاہ پور جو اس سے پہلے گزرا وہ اب کہاں ہے ؟

وأَخُو الحَضْرِ إِذْ بَنَاهُ وَ إِذْ دِجْلَةُ
تُجْبَى إِلَيْهِ وَ الْخَابُورُ

حضر کا مالک کہاں ہے ؟ جس نے اسے تعمیر کیا تھا اور جب دریائے دجلہ اور دریائے خابور (کا پانی) یہاں لا کر جمع کیا جاتا تھا

شَادَهُ مَرْمَراً وَجَلَّلَهُ كِلْساً
فَلِلطَّيْرِ فِي ذُرَاهُ وُكُورُ

اس نے اسے سنگ مرمر سے تعمیر کیا اور اس پر چونے کا پلستر کیا مگر اب اس کی چوٹیوں پر پرندوں کے گھونسلے ہیں

وَ بَنُوا الْأَصْفَرِ الكِرَامُ مُلُوكُ
الرُّومِ لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ مَذْكُورُ

اور رومی شرفا یعنی رومی بادشاہوں میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا جس کا ذکر کیا جا سکے

و تفكَّرْ رَبُّ الخَوَرْنَقِ إِذْ أَشْرَفَ
يَوْماً وَ لِلْهُدَى تَفْكِيرُ

ذرا خورنق کے مالک کے متعلق غور کرو جب کہ وہ ایک دن اس کے اوپر چڑھ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا تھا ، مگر ظاہر ہے کہ ہدایت پانے کے لیے فکر و غور کی ضرورت ہوتی ہے (اے کاش تو سوچ سکتا)

سَرَّهُ مُلْكُهُ وَ كَثْرَةُ مَا يَحْوِيهِ
وَ الْبَحْرُ مُعْرِضاً وَ السَّدِيرُ

ایسے اس کے ملک اس کے کثیر مال و دولت ، وسیع سمندر اور سدیر
نے مسرور کر دیا تھا

فَارْعَوَى قَلْبُهُ فَقَالَ وَ مَا
غِبْطَةٌ[1] حَيٍّ إِلَى الْمَمَاتِ يَصِيرُ

اس کے بعد اس کا دل جہالت سے باز آ گیا اور پھر اس نے کہا
کہ اس جینے والے کی خوشی کیا ہو سکتی جس کا انجام
موت ہو

ثُمَّ أَضْحَوْا كَأَنَّهُمْ وَرَقٌ
جَفَّ فَأَلْوَتْ[2] بِهِ الصَّبَا وَ الدَّبُورُ

پھر وہ ان خشک پتوں کی طرح ہو گئے جنھیں باد صبا اور باد دبور
ادھر اُدھر لیے پھرتی ہے

ثُمَّ بَعْدَ الْفَلَاحِ[3] وَ الْمُلْكِ
وَالْإِمَّةِ[4] وَارَتْهُمْ هُنَاكَ الْقُبُورُ

پھر زندگی گزارنے ، حکومت کرنے اور دولت و نعمت پانے کے بعد
انھیں قبروں نے چھپا دیا

اور اس کی مشہور مثالوں میں سے (کچھ) یہ اشعار ہیں

---

۱ - غبطة : مسرت ، یہاں رشک مراد نہیں جیسا کہ محمد بہجة اثری نے
سمجھا ہے -

۲ - أَلْوَتْ بِهِ : ذَهَبَتْ بِهِ

۳ - فلاح کے یہاں معنی بقاء اور زندگانی کے ہیں -

۴ - العقد الفرید (۳ : ۱۲۶) میں إمّة کی جگہ نعمة ہے اور دونوں کے
ایک ہی معنی ہیں -

كَفَى وَاعِظاً لِلْمَرْءِ أَيَّامُ دَهْرِهِ،
تَرُوحُ لَهُ بِالْوَاعِظَاتِ وَ تَغْتَدِي

انسان کے لیے اس کے زمانے کے ایام کافی نصیحت گر ہیں ۔ یہ اس کے لیے صبح و شام نصائح لے کر آتے جاتے رہتے ہیں

عَنِ الْمَرْءِ لَا تَسْأَلْ وَ سَلْ عَنْ قَرِينِهِ،
فَإِنَّ الْقَرِينَ بِالْمُقَارِنِ مُقْتَدِي

تو انسان کے متعلق نہ پوچھ بلکہ اس کے ساتھی کے متعلق پوچھ (کہ وہ کیسا ہے) کیونکہ ساتھی ساتھی کی پیروی کرتا ہے

وَ ظُلْمُ ذَوِي الْقُرْبَى أَشَدُّ مَضَاضَةً
عَلَى الْحُرِّ مِنْ وَقْعِ الْحُسَامِ الْمُهَنَّدِ،

شریف انسان کے لیے رشتہ داروں کا ظلم تیز ہندی تلوار کی چوٹ سے بھی زیادہ دکھ دینے والا ہوتا ہے

اور یہ اشعار بھی جو اس نے نعمان بن منذر کی قید میں کہے تھے (لائق توجہ ہیں)

أَبْلِغِ النُّعْمَانَ عَنِّي مَأْلُكاً
أَنَّهُ قَدْ طَالَ حَبْسِي وَ انْتِظَارِي

نعمان کو میرا پیغام پہنچا دو کہ میری قید اور انتظار دونوں نے طول پکڑ لیا ہے

لَوْ بِغَيْرِ الْمَاءِ حَلْقِي شَرِقٌ
كُنْتُ كَالْغَصَّانِ بِالْمَاءِ اعْتِصَارِي[1]

---

۱ - محمد بہجہ اثری نے اس شعر کو نہیں سمجھا اور اعتصار کے معنی ملجا کے کیے ہیں حالانکہ محاورہ ہے اعْتَصَرَ بالماء ما غصَّ به من الطعام ای شربه قلیلاً لِيُسِيغَهُ مراد یہ ہے کہ اگر کسی اور سے مجھے تکلیف پہنچی ہوتی تو آپ کے پاس اس کا مداوا ہوتا مگر اب تو یہ تکلیف آپ ہی سے مجھے پہنچی ہے ۔

اگر پانی کے سوا کوئی چیز میرے حلق میں اٹک جاتی تو میں تھوڑا تھوڑا پانی پی کر اسے گلے میں اتار لیتا

اور اس کا یہ شعر :

فَهَلْ مِنْ خَالِدٍ إِمَّا[1] هَلَكْنَا
وَ هَلْ بِالْمَوْتِ يَا لَلنَّاسِ عَارُ

اگر ہم مر جائیں گے تو کیا کوئی ہے جو دنیا میں ہمیشہ رہے گا
لوگو ! کیا موت بھی کوئی طعنے کی بات ہے

۲۲ - [2]الحارث بن حلّزة الیشکری

[۳:۱۲۱] ابو عبیدہ کہتا ہے : ایک ہی عمدہ اور لمبے قصیدے کے اعتبار سے تین شاعر بہترین مانے جاتے ہیں ۔ عمرو بن کلثوم ، حارث بن حلزہ ، اور طرفہ بن العبد ، اصمعی کا خیال ہے کہ الحٰرث نے اپنا وہ قصیدہ جو معلقہ ہے ایک سو پینتیس سال کی عمر میں فی البدیہ اور اپنی کمان پر سہارا لیے ہوئے کہا تھا ۔ راویوں کا خیال ہے کہ اس طرح اس کی ہتھیلی کٹ گئی تھی اور غصے کی وجہ سے اسے محسوس ہی نہیں ہؤا ۔ ابن السید ادب الکاتب کی شرح میں کہتا ہے کہ یہ ایک چھوٹے نیزے پر سہارا کیے ہوئے تھا وہ نیزہ اس کے جسم میں گھس گیا اور اسے احساس تک نہ ہؤا ۔

صولی کہتا ہے : قوم کے سفر کی تیاری کرنے اور کوچ کرنے کے ساز و سامان جمع کرنے کی طرف متوجہ ہونے کا بیان الحٰرث کے اس قول سے بہتر بیان نہیں ہو سکتا :

---

۱ - یہ دراصل ان ماھلکنا ہے ۔ ما زائدہ ہے یعنی ان ھلکنا ۔
۲ - الحٰرث بن حلزہ بن مکروزة بن بدید ۔ یہ بنی یشکر بن علی بن بکر بن وائل میں سے تھا ۔ جاہلی شاعر اور مشہور معلقہ گو ہے ۔

أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ عِشَاءً فَلَمَّا
أَصْبَحُوا أَصْبَحَتْ لَهُمْ ضَوْضَاءُ

انھوں نے شام کو ایک بات طے کر لی اور پھر صبح ہوتے ہی (ہر طرف) ان کا شور و غوغا بلند تھا

مِنْ مُنَادٍ وَ مِنْ مُجِيبٍ وَ مِنْ
تَصْهَالِ خَيْلٍ خِلَالَ ذَاكَ رُغَاءُ

کوئی پکار رہا ہے اور کوئی جواب دے رہا ہے اور کہیں گھوڑے ہنہنا رہے ہیں اور کہیں ان آوازوں کے درمیان اونٹ بلبلا رہے ہیں

۲۳ - امیہ بن ابی الصلت

اس نے توحید اور حکمت میں بہت سے اشعار کہے ہیں اور اسی کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اس کے اشعار مومن کے سے اشعار ہیں مگر دل کافر کا سا اور کہا جاتا ہے کہ یہ پہلا شخص ہے جس نے مانگنے کا لطیف پیرایہ نکالا چنانچہ یہ عبد اللہ بن جُدعان سے کہتا ہے :

أَأَذْكُرُ حَاجَتِي أَمْ قَدْ كَفَانِي
حَيَاؤُكَ ؟ إِنَّ شِيمَتَكَ الْحَيَاءُ

کیا میں اپنی حاجت کا ذکر کروں یا تمھارا حیا ہی کافی ہے ، کیوں کہ حیا تمھاری سرشت ہے

وَ عِلْمُكَ بِالْحُقُوقِ وَ أَنْتَ قَرْمٌ
لَكَ الْحَسَبُ الْمُهَذَّبُ وَ السَّنَاءُ

تم لوگوں کے حقوق سے بخوبی واقف ہو تم عظیم المرتبہ سردار ہو ، تمھارے کارنامے شائستہ ہیں ، تمھیں رفعت حاصل ہے

: ۱۲۲] كَرِيْمٌ لَا يُغَيِّرُهُ صَبَاحٌ
عَنِ الْخُلُقِ الْجَمِيْلِ وَ لَا مَسَاءٌ

یہ ایسا شریف انسان ہے جسے صبح و شام (کی گردش) اچھے اخلاق سے پھیر نہیں سکتی

إِذَا أَثْنَى عَلَيْكَ الْمَرْءُ يَوْمًا
كَفَاهُ مِنْ تَعَرُّضِهِ الثَّنَاءُ

جب کوئی انسان کسی دن تمھاری تعریف کر دے تو یہ تعریف ہی اپنی ضرورت و حاجت کے ذکر کرنے کی کفایت کرتی ہے (جب کوئی تعریف کرے تو ظاہر ہے کہ وہ کچھ چاہتا ہے) اس کے بہترین اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں :

عَطَاؤُكَ زَيْنٌ لِامْرِىءٍ إِنْ حَبَوْتَهُ
بِخَيْرٍ وَ مَا كُلُّ الْعَطَاءِ يَزِيْنُ

اگر تم کسی انسان کو مال عطا کر دو تو تمھارا عطا کرنا اس کے لیے زینت کا سبب ہوتا ہے مگر ہر عطیہ زینت کا سبب نہیں ہوتا (تمھاری بخشش ذلیل نہیں کرتی معزز بناتی ہے)

وَ لَيْسَ بِشَيْنٍ لِامْرِىءٍ بَذْلُ وَجْهِهِ
إِلَيْكَ كَمَا بَعْضُ السُّؤَالِ يَشِيْنُ

کسی انسان کے لیے تمھارے پاس آ کر اپنی عزت و آبرو کا دے دینا عیب نہیں ہے مگر بعض سوال عیب ہوتے ہیں (تم سے کچھ مانگنا بے آبرو نہیں کرتا ، ایسے لوگ بھی ہیں جن سے مانگنا بے آبرو کر کے رکھ دیتا ہے)

پہلے اس کا ذکر ان لوگوں کے ضمن میں کیا جا چکا ہے جو عہد جاہلیت میں کسی نہ کسی دین پر کاربند تھے

۲۴ ۔ قسّ[1] بن ساعدہ الاْیادی

اسے شعر گوئی ، خطبہ طرازی اور دیگر فنون کلام میں یدِطُولٰی حاصل تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا کلام بلیغ حکمت اور عجیب و غریب فوائد پر بھی مشتمل تھا ۔ مندرجہ ذیل اشعار اس کے بہترین اشعار شمار کیے جاتے ہیں :

فِی الذَّاہِبِیْنَ الْاَوَّ لِیْـــنَ
مِنَ الْقُـرُوْنِ لَنَـا بَصَائِرْ

جو نسلیں پہلے گزر چکی ہیں ان میں ہمارے لیے بصیرتیں پائی جاتی ہیں

لَمَّـا رَأَیْتُ مَوَارِدًا
لِلْمَوْتِ لَیْسَ لَہَا مَصَادِرْ

چنانچہ میں نے دیکھا کہ موت (کے گھاٹ پر) وارد ہونے کی جگہیں تو ہیں مگر واپس آنے کی کوئی صورت نہیں

وَ رَأَیْتُ قَوْمِیْ نَحْوَہَا
تَمْضِی الاَصَاغِرُ وَ الْاَکَابِرْ

میں نے یہ بھی دیکھا کہ میری قوم کے چھوٹے بڑے سب انھی (گھاٹوں) کی طرف جا رہے ہیں

لَا یَرْجِعُ الْمَاضِیْ اِلَیَّ
وَ لَا مِنَ الْبَاقِیْنَ غَابِرْ

نہ تو کوئی گزشتہ شخص لوٹ کر میرے پاس آتا ہے اور نہ ہی جو باقی رہ گئے ہیں باقی رہ سکیں گے

---

۱ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے اسے سوق عکاظ میں خطبہ دیتے ہوئے سنا تھا ملاحظہ ہو العقد الفرید : ۴ : ۱۸۶ - ۱۸۷ - یہ بعثت سے پہلے مر گیا تھا ۔

أَيْقَنْتُ أَنِّي لاَ مَحَالَةَ
حَيْثُ صَارَ الْقَوْمُ صَائِرُ

(یہ سب کچھ دیکھ کر) مجھے یقین ہو گیا کہ جہاں
میری قوم چلی گئی ہے لا محالہ میں بھی وہیں چلا جاؤں گا

یہ اشعار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سنائے گئے تھے
اور آپؐ نے سن کر فرمایا تھا : وہ تنہا ایک امت بن کر قیامت کے
دن اٹھے گا ۔

[۳ : ۱۲۳] ۲۵ ۔ عائذ[1] بن مِحْصَن جو مثقب العبدی کے نام سے مشہور ہے

اسے یہ لقب اس کے اپنے قول کی وجہ سے دیا گیا جو اس نے اس
قصیدے میں بیان کیا تھا جس کا مطلع یہ ہے :

أَفَاطِمَ قَبْلَ بَيْنِكِ مَتِّعِينِي
وَمَنْعُكِ مَا سَأَلْتُ كَأَنْ تَبِينِي

اے فاطمہ مجھ سے جدا ہونے سے پہلے مجھے حظ تو اٹھا
لینے دو اور اس حظ کا نہ دینا اور تمہاری جدائی میرے لیے
یکساں ہیں

---

۱ ۔ عائذ بن مِحْصَن بن ثعلبہ الملقب بہ المُثَقِّبؔ ۔ ابو عدیؔ
اور ابو مائلہ کنیت ۔ اسے مثقب اس کے اس شعر کی وجہ سے
کہا گیا ہے :

ظَهَرْنَ بِكِلَّةٍ وَسَدَلْنَ رَقْمًا
وَثَقَّبْنَ الْوَصَاوِصَ لِلْعُيُونِ

جاہلی شاعر ہے (سمط اللآلی : ۱۱۳) ۔

اسی قصیدے میں ہے: وَ ثَقَّبْنَ الوَصَاوِصَ لِلعُيُونِ
(اور انھوں نے ان پردوں میں آنکھوں کے لیے سوراخ بنا لیے)

اور اسی قصیدے میں اس کے یہ بہترین اشعار بھی ہیں :

فَلا تَعِدِي مَوَاعِدَ كَاذِبَاتٍ
تَمُرُّ بِهَا رِيَاحُ الصَّيْفِ دُونِي

ایسے جھوٹے وعدے نہ کر جنھیں موسم گرما کی (تند) ہوائیں لے کر میرے سامنے سے گزر جاتی ہیں

فَلَوْ أَنِّي تُعَانِدُنِي شِمَالِي
لَمَا أَتْبَعْتُهَا أَبَدًا يَمِينِي

اگر میرا بایاں ہاتھ میرے خلاف ہو جائے تو میں اپنے دائیں ہاتھ کو کبھی اس کے پیچھے نہ چلاؤں گا (میں کسی بد خواہ عزیز کی چاپلوسی نہیں کرتا)

إِذًا لَقَطَعْتُهَا وَ لَقُلْتُ بِينِي
كَذَلِكَ أَجْتَوِي مَنْ يَجْتَوِينِي

اسی وقت اسے کاٹ دوں گا اور کہوں گا مجھ سے دور ہو جا - جو مجھے ناپسند کرے میں بھی اسی طرح اسے ناپسند کرتا ہوں

فَأَمَّا أَنْ تَكُونَ أَخِي بِحَقٍّ
فَأَعْرِفَ مِنْكَ غَثِّي مِنْ سَمِينِي

پھر یا تو تو میرا حقیقی طور پر بھائی بن جا تاکہ میں تیرے ذریعے اپنے برے اور اچھے کام معلوم کر سکوں

وَإِلَّا فَاطَّرِحْنِي وَاتَّخِذْنِي
عَدُوًّا أَتَّقِيكَ وَ تَتَّقِينِي

ورنہ مجھے چھوڑ کر چلا جا اور مجھے دشمن سمجھ لے میں تجھ سے بچتا رہوں اور تو مجھ سے بچتا رہ

وَمَا أَدْرِیْ إِذَا یَمَّمْتُ أَرْضًا
أُرِیْدُ الْخَیْرَ أَیُّهُمَا یَلِیْنِیْ

جب میں بھلائی کا ارادہ کرتے ہوئے کسی ملک کو جانے کا قصد کروں تو مجھے معلوم نہیں کہ نیکی اور بدی میں سے کونسی چیز مجھے ملے گی

أَأَلْخَیْرُ الَّذِیْ أَنَا أَبْتَغِیْهِ
أَمِ الشَّرُّ الَّذِیْ هُوَ یَبْتَغِیْنِیْ

کیا وہ نیکی جسے میں چاہتا ہوں یا وہ شر جو مجھے چاہتی ہے

اس کے یہ شعر بھی ضرب المثل بن گئے ہیں :

لَا تَقُولَنَّ إِذَا مَا لَمْ تُرِدْ
أَنْ تُتِمَّ الْوَعْدَ فِیْ شَیْءٍ نَعَمْ

جب تو کسی بات میں وعدہ پورا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو پھر نَعَمْ ہاں (میں کروں گا) نہ کہو

حَسَنٌ قَبْلَ نَعَمْ قَوْلُکَ لَا
وَقَبِیْحٌ قَوْلُ لَا بَعْدَ نَعَمْ

لا (نہیں) کہہ دینا نعم (ہاں) کہنے سے پہلے اچھا ہے اور "نعم" کہہ دینے کے بعد لا کہنا برا ہے

إِنَّ لَا بَعْدَ نَعَمْ فَاحِشَةٌ
فَبِلَا فَابْدَأْ إِذَا خِفْتَ النَّدَمْ

(ہاں) نعم کہہ دینے کے بعد لا (نہ) کہنا بہت بُری بات ہے لہٰذا جب تجھے ندامت کا ڈر ہوتو لا سے شروع کرو

وَاعْلَمْ أَنَّ الذَّمَّ نَقْصٌ لِلْفَتٰی
وَمَتٰی لَا یَتَّقِی الذَّمَّ تُذَمْ

[۳ : ۱۲۳] یاد رکھو کہ مذمت انسان کے لیے نقص کا سبب ہے

جب تو (خود) مذمت سے نہیں بچے گا تو لوگ تمھاری ضرور مذمت کریں گے

أَكْرِمِ الجَارَ وَرَاعِ حَقَّهُ
إِنَّ عِرْفَانَ الفَتَى الحَقَّ كَرَمْ

پڑوسی کی عزت کرو ، اس کے حقوق کا خیال رکھو ، انسان کا لوگوں کے حقوق پہنچاننا اس کی شرافت کی دلیل سمجھا جاتا ہے

لاَ تَرَانِي رَاتِعًا[1] فِي مَجْلِسٍ
فِي لُحُومِ النَّاسِ كَالسَّبْعِ الضَّرِمِ[2]

تو مجھے کسی مجلس میں لوگوں کی غیبت کرتا ہؤا نہ دیکھے گا ، جس طرح کہ بھوکا درندہ لوگوں کا گوشت کھاتا ہے

إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْ يَكْشُرُ لِي
حِينَ يَلْقَانِي وَإِنْ غِبْتُ شَتَمْ

بد ترین شخص وہ ہے جو ملتا ہے تو (ہنستا ہؤا) دانت نکال کر ملتا ہے مگر جب میں چلا جاتا ہوں تو گالیاں دیتا ہے

وَكَلاَمٍ سَيِّئٍ قَدْ وُقِرَتْ
عَنْهُ أُذْنَايَ وَمَا بِي مِنْ صَمَمْ

کئی بری گفتگوؤں کو سننے کے معاملے میں میرے کان بہرے بن جاتے ہیں حالانکہ میں درحقیقت بہرہ نہیں ہوتا

فَتَعَدَّيْتُ خَشَاةَ أَنْ يَرَى
جَاهِلٌ أَنِّي كَمَا كَانَ زَعَمْ

---

١ - محاورہ ہے رَتَعَ فی لحم فلان : إغْتَابَه ۔
٢ - الضَّرِمُ : الجائع (بھوکا)

پھر میں وہاں سے (چپکے سے) گزر جاتا ہوں تاکہ کہیں جاہل یہ نہ خیال کر لے کہ میں ایسا ہی ہوں جیسا کہ اس کا خیال تھا

وَ لَبَعْضُ الصَّفْحِ وَ الْإِعْرَاضُ عَنْ
ذِی الْخَنٰی أَبْقَیٰ وَ إِنْ كَانَ ظَلَمْ

بعض اوقات کسی فحش کلام انسان سے در گزر کرنا اور منہ موڑ لینا خواہ اس نے زیادتی ہی کیوں نہ کی ہو زیادہ مفید اور کارگر ہوتا ہے

۲۶ ۔ الممزق العبدی

اس کا نام شاس بن نہار بن اسود بن حریک بن حی بن غشاش ہے ۔ یہ المثقب کا بھانجا تھا ۔ اسے ممزّق اس کے ایک شعر کی وجہ سے کہا گیا ۔ کسی بادشاہ نے اسے قید کر لیا تھا اور اسی قید کی حالت میں اس نے اس سے کہا :

أَحَقًّا أَبَيْتَ اللَّعْنَ أَنَّ ابنَ فَرْتَنٰی
عَلَی غَیْرِ أَجْرَامٍ بِرِیْقِیَ[۱] مُشْرِقِیْ

خدا کرے تو لعنت کا مستحق نہ بنے کیا یہ درست ہے کہ زانیہ عورت کا بیٹا بغیر قصور کے مجھے انتہائی مصیبت میں مبتلا کرنے والا ہے

فَإِنْ كُنْتُ مَأْكُوْلًا فَكُنْ خَيْرَ آكِلٍ
وَ إِلَّا فَأَدْرِكْنِیْ وَ لَمَّا أُمَزَّقِ

اگر لوگ مجھے کھا ہی جانا چاہتے ہیں تو پھر آپ بہتر کھانے والے بن جائیں ورنہ پیشتر اس کے کہ یہ لوگ مجھے پھاڑ

---

۱ ۔ لفظی ترجمہ : مجھے میری لعاب دہن سے اُچھوں دلانے والا ہے ۔

ڈالیں مجھے ان سے بچا لیں

احمد بن عبید کہتا ہے : مُمَزِّق زاء کی کسرہ کے ساتھ ہے اور اس کا یہ لقب اس کے اس شعر کی وجہ سے پڑا :

فَمَنْ مُبْلِغُ النُّعْمَانَ أَنَّ ابْنَ أُخْتِهِ،
عَلَى العَيْنِ يَعْتَادُ الصَّفَا وَيُمَزِّقُ[1]

نعمان کو کون یہ پیغام پہنچا دے گا کہ اس کا بھانجا عین کے مقام پر کے پتھروں سے مانوس ہوگیا ہے اور گاتا رہتا ہے

[۳ : ۱۲۵] (اور التمزیق[2] اور عین محلم بحرین میں ایک مقام ہے) اور ابو عبیدہ نے اس کے اس شعر[3] کو روایت کیا ہے :

هَلْ لِلْفَتَى مِنْ بَنَاتِ الدَّهْرِ مِنْ رَاقٍ،[4]
أَمْ هَلْ لَهُ مِنْ حِمَامِ المَوْتِ مِنْ وَاقٍ،

کیا کوئی ہے جو انسان کو دنیاوی مصائب سے منتروں کے ذریعے بچا لے یا کیا کوئی اسے مُقَدَّر موت سے بچا لینے والا ہے

---

۱ - محمد بہجتہ اثری لکھتے ہیں کہ مشہور یُمَرِّق (راء کے ساتھ) ہے جس کے معنی گانے کے ہیں -

۲ - یہاں اصل کتاب میں کوئی لفظ رہ گیا ہے غالباً آلوسی تمزیق کی تشریح کرنا چاہتے تھے جو رہ گئی ہے - اس جملے کے دینے کی وجہ بہجتہ اثری نہیں سمجھ سکے حالانکہ بات صاف ہے کہ آلوسی کی مراد یہ ہے کہ شعر میں عین کا لفظ جو آیا ہے اس سے مراد عین محلم سے ہے -

۳ - مگر ابن عبد ربہ (العقد : ۳ : ۱۷۶ - ۱۷۷) اور ابو عبید بکری (سمط اللآلی : ۱۳۷ مع حاشیہ از میمن) نے ان اشعار کو یزید بن خذّاق کی طرف منسوب کیا ہے -

۴ - تصحیح عقد الفرید سے کی گئی ہے - بلوغ الارب میں دونوں مصرعوں میں واقی ہے -

اسی قصیدے میں اس کا یہ شعر بھی ہے جو ضرب المثل بن چکا ہے :

هَوِّنْ عَلَيْكَ وَلَا تُولَعْ بِإِشْفَاقٍ
فَإِنَّمَا مَالُنَا لِلْوَارِثِ الْبَاقِي

پروا نہ کر اور ڈر نہیں کیونکہ ہمارا مال اس وارث کے لیے ہے جو ہمارے بعد باقی رہ جائے گا

یہ شعر اس کے عمدہ اشعار میں شمار کیا جاتا ہے :

لَنْ يَجْمَعُوا أَوَدِي وَمَعْرِفَتِي
أَوْ يُجْمَعَ السَّيْفَانِ فِي غِمْدٍ

وہ میری کجی اور معرفت کو کبھی اکٹھا نہیں کر سکتے کیا کبھی دو تلواریں ایک میان میں جمع کی جا سکتی ہیں

۲۷ ۔ عبد قیس[1] بن خفاف

اس کے بہترین اشعار یہ ہیں جو اس نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہے :

[2]فَاللهَ فَاتَّقِهِ وَ أَوْفِ بِنَذْرِهِ
وَ إِذَا حَلَفْتَ مُمَارِيًا فَتَحَلَّلْ

اللہ سے ڈرو اور اس کے معاہدوں کو پورا کرو اور جب تو جھگڑتے ہوئے قسم کھائے تو مشروط طور پر قسم کھاؤ

---

۱ ۔ ابو جُبَیْل عبد قیس بن خُفاف یہ جاہلی اور مفضلی شاعر ہے اور بنی عمرو بن حنظلہ کی شاخ براجم میں سے تھا ۔

۲ ۔ ملاحظہ ہو لسان العرب گ ر ب ۔

وَاعْلَمْ بِأَنَّ الضَّيْفَ مُخْبِرُ[1] أَهْلِهِ
بِمَبِيتِ لَيْلَتِهِ وَإِنْ لَمْ يُسْأَلِ

یاد رکھو کہ مہمان اپنے گھر والوں کو جا کر بتائے گا کہ اس نے کیسی رات گزاری خواہ کوئی اس سے اس کے متعلق سوال نہ بھی کرے

وَالضَّيْفَ أَكْرِمْهُ فَإِنَّ مَبِيتَهُ
حَقٌّ وَلَا تَكُ لُعْنَةً لِلنُّزَّلِ

مہمان کی عزت کرو ، یہ اس کا حق ہے کہ وہ تمھارے پاس رات گزارے اور تم ایسے نہ بنو کہ جو تمھارے ہاں آ کر اتریں وہ تم پر لعنت ہی کرتے رہیں

وَصِلِ الْمُوَاصِلَ مَا صَفَا لَكَ وُدُّهُ
وَاحْزُزْ حِبَالَ الْخَائِنِ الْمُتَبَذِّلِ

جو تمھارے ساتھ تعلقات قائم کرے جب تک اس کی دوستی مخلصانہ رہے تم بھی اس کے ساتھ تعلقات قائم کیے رکھو مگر خائن اور بے شرم آدمی سے تعلقات منقطع کر لو

وَاتْرُكْ مَحَلَّ السُّوءِ لَا تَحْلُلْ بِهِ
وَإِذَا نَبَا بِكَ مَنْزِلٌ فَتَحَوَّلِ

برے مقام کو ترک کر دو وہاں نہ اترو اور جب کوئی مقام ناموافق آئے تو وہاں سے کسی اور جگہ چلے جاؤ

دَارُ الْهَوَانِ لِمَنْ رَآهَا دَارَهُ
أَفَرَاحِلٌ عَنْهَا كَمَنْ لَمْ يَرْحَلِ

---

۱ . تصحیح حماسہ ابن الشجری (صفحہ ۱۳۶) اور لسان العرب سے کی گئی ہے - بلوغ الارب میں مُكْرِمُ ہے اور اس لفظ سے شعر کے تمام معنی بگڑ جاتے ہیں - نیز ملاحظہ ہو امالی مرتضی : ۱ ۳۸۳ جہاں اسی قسم کے اشعار حارثہ بن بدر الغدانی کی طرف منسوب کیے گئے ہیں -

ذلت کا گھر اس شخص کے لیے ہے جو اسے اپنا گھر سمجھے کیا
وہاں سے کوچ کر جانے والا اور وہ شخص جو کوچ نہ کرے
یکساں ہیں ؟

وَاذا هَمَمْتَ بِأَمْرِ شَرٍّ فَاتَّئِدْ
وَإِذَا هَمَمْتَ بِأَمْرِ خَيْرٍ فَاعْجِلِ

جب تم کسی شر کا ارادہ کرو تو آہستہ سے اور سوچ بچار کرنے
کے بعد کرو اور جب تم نیک کام کرنے کا ارادہ کرو تو پھر
جلدی کرو

وَإِذا أَتَتْكَ مِنَ الْعَدُوِّ قَوَارِصٌ
فَاقْرِصْ هُنَاكَ وَلَا تَقُلْ لَمْ أَفْعَلِ

جب تمھیں کسی دشمن کی طرف سے ایذا رساں کلمات پہنچیں تو
تم بھی ایذا پہنچاؤ اور پھر یہ نہ کہو کہ میں نے ایسا نہیں کیا
(ایسے کے لیے تیسے بنو اور پھر اس بات کو چھپاؤ مت)

۲۸ - الشَنفَرَی

اس کا پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے ، اس کا بہترین شعر اس
قصیدے میں ہے جس کا مطلع یہ ہے :

أَلَا أُمُّ عَمْرٍو أَجْمَعَتْ فَاسْتَقَلَّتِ
وَمَا وَدَّعَتْ جِيرَانَهَا إِذْ تَوَلَّتِ

لوگو ! ام عمرو نے روانگی کا پختہ ارادہ کر لیا اور وہ روانہ ہو گئی
جب وہ منہ موڑ کر چلی گئی تو اس نے اپنے پڑوسیوں کو الوداع
بھی نہ کہا

(وہ بہترین) شعر یہ ہے جو ایک عورت کی تعریف میں کہا
گیا ہے :

فَدَقَّتْ وَجَلَّتْ واسبَكَرَّتْ وَأظْلَمَتْ
فَلَوْ جُنَّ إنسَانٌ مِنَ الحُسْنِ جُنَّتِ

اس کے[1] ابرو ، کمر اور ناک پتلی ہے اور اس کے بازو ، دونوں پنڈلیاں اور کولھے بڑے ہیں ۔ قد لمبا ہے اور بال سیاہ ہیں ۔ اگر اپنے حسن کی وجہ سے کوئی شخص دیوانہ ہوا ہوتا تو یہ ہوتی

یعنی اس کی کمر پتلی ، کولھے بڑے ، قد لمبا اور بال سیاہ ہیں اگر کوئی انسان فرط حسن کی وجہ سے دیوانہ ہوتا تو یہ ہوتی ۔

۲۹ ۔ عروۃ بن الورد

اس کے بہترین اشعار اور پسندیدہ کلام وہ ہے جس میں وہ اپنے[2] نفس کو طلب مال کے معاملے میں مخاطب کر رہا ہے :

فَمَنْ يَكُ مِثْلِي ذاعِيَالٍ و مُقْتِراً[3]
مِنَ المَالِ يَطْرَحْ نَفْسَهُ كُلَّ مَطْرَحِ

جو شخص میری طرح بڑے عیال والا اور محتاج ہوگا وہ اپنے آپ کو ہر طرح سے ادھر ادھر پھینکے گا ، (ہر راہ اختیار کرے گا)

لِيَبْلُغَ عُذْراً أَوْ يَنَالَ رَغِيبَةً
و مُبْلِغُ نَفْسٍ عُذْرَهَا مِثْلُ مُنْجِحِ

تاکہ وہ عذر تک پہنچ جائے یا اپنی مرغوب چیز حاصل کر لے

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو سمط اللآلی : ۳۱۰ ۔

۲ ۔ خمسہ دواوین (صفحہ ۸۸) میں ہے : فقال عروة يذكر شدة حال اهل الكنيف ومن بها وان و قيا مه بامرهم حتى صلحوا وند به اياهم حتى خرجوا معه ۔

۳ ۔ تصحیح خمسۃ دواوین سے کی گئی ہے بلوغ الارب میں : مقتر ہے ۔

اور جو شخص اپنے نفس کو عذر کی حد تک پہنچا دیتا ہے وہ ایسا
ہے گویا کامیاب ہو گیا

نیز اس کا یہ قول (بھی لائق داد ہے)

إِذَا آدَاكَ[۳] مَالُكَ فَامْتَهِنْهُ
لِجَادِيهِ وَإِنْ قَرِعَ الْمُرَاحُ

جب تمہارا مال تمہاری مدد کرے تو اسے سائل کی خدمت کے لیے
استعمال کرو خواہ تمہارا سارا باڑہ ہی کیوں نہ خالی ہو جائے

یعنی جب تمہارا مال تمہاری مدد کرے تو اسے سائلوں پر خرچ
کر دو خواہ تم ان سے خالی ہاتھ کیوں نہ ہو جاؤ ۔

۳۰ ۔ افنون[۲] التغلبی

اسے کسی کاہن نے تنبیہ کر دی تھی کہ اس کی موت کسی زہریلے
جانور کے کاٹنے سے واقع ہوگی ۔ چنانچہ وہ اس سے بچنے کی پوری کوشش
کیا کرتا تھا ۔ اپنی سواری کی پشت پر ہی سو جایا کرتا تھا ۔ ایک رات
درآنحالیکہ وہ اپنی اونٹنی پر تھا اور اونٹنی چر رہی تھی ایک سانپ

---

۳ ۔ تصحیح قیاسی ہے بلوغ الارب میں : اذا آدا آداك ہے اور خمسہ
دواوین میں : اذا آذاك ذال معجمہ کے ساتھ ہے ۔ سمط اللآلی (صفحہ
۷۱۴) میں اذا ما آدَ مَالک ہے حالانکہ اس سے پہلے بکری یہ کہہ
چکا ہے : وکذلک آدیتک اور اس معنی پر یہ شعر بطور استشہاد
پیش کیا ہے لہٰذا یہ لفظ آداك ہی ہو سکتا ۔ میمن نے اسے درست
نہیں کیا ۔

۲ ۔ اَفنون (الف پر پیش اور زبر دونوں آئی ہیں) اصلی نام صُریم بن
معشر بن ذہل التغلبی ۔ جاہلی شاعر ہے اس کا افنون لقب اس کے
اس شعر کی وجہ سے پڑا :

مَنَّيْتَنَا الْوُدَّ يَا مَضْنُونُ مَضْنُونَنَا
أَزْمَانَنَا إِنَّ لِلشُّبَّانِ أُفْنُونَا

اس کے ہونٹوں سے لپٹ گیا ۔ اونٹنی نے بے قرار ہو کر سانپ کو اس کی طرف پھینک دیا اور سانپ نے اسے کاٹ لیا ۔ اسی وقت اس نے کہا :

لَعَمْرُكَ مَا يَدْرِي الفَتَى كَيْفَ يَتَّقِي
إِذَا هُوَ لَمْ يَجْعَلْ لَهُ اللهَ وَاقِياً

[٣ : ١٢٧] تمھاری قسم انسان کو معلوم نہیں کہ وہ کیسے بچے اگر وہ اللہ کو اپنا بچانے والا نہیں مانتا

پھر اسی وقت گرا اور مر گیا

٣١ - قیس[1] بن الخطیم

اس کے بہترین اشعار اس کا وہ قصیدہ ہے جس کا مطلع یہ ہے :

أَتَعْرِفُ رَسْماً كَاطِّرَادِ المَذَاهِبِ
لِعَمْرَةَ وَحْشاً غَيْرَ مَوْقِفِ رَاكِبِ

کیا تو عمرہ کے ویران شدہ کھنڈرات کو پہچانتا ہے جو ان پے در پے سطور کی طرح دکھائی دیتے ہیں جو ڈھالوں پر سنہری حروف سے لکھے گئے ہوں مگر سوار کے کھڑے ہونے کی جگہ ویران نہیں ہوئی

اس قصیدے کے ٹیپ کے اشعار یہ ہیں جن میں وہ عورت کی تعریف کر رہا ہے :

تَرَاءَتْ لَنَا كَالشَّمْسِ بَيْنَ غَمَامَةٍ
بَدَا حَاجِبٌ مِنْهَا وَبَانَتْ بِحَاجِبِ

یہ ہمیں اس طرح دکھائی دی جیسے بادل میں سورج جس کی ایک

---

١ - قیس بن الحطیم و ہو ثابت بن عدی" بن عمرو بن سواد ۔ مخضرم شعرا میں سے ہے ۔ مدینے کا رہنے والا تھا - جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو یہ زندہ تھا مگر ایمان نہیں لایا ۔

طرف ظاہر ہو اور ایک طرف نٹ چکی ہو

وَلَمَّا رَأَيْتُ الحَرْبَ قَدْ جَدَّ جِدُّهَا
لَبِسْتُ مَعَ البُرْدَيْنِ ثَوْبَ المُحَارِبِ

جب میں نے دیکھا کہ جنگ سنجیدگی سے شروع ہو گئی ہے تو میں نے دونوں چادروں کے ساتھ جنگ کرنے والے کے کپڑے پہن لیے

اس کی مراد یہ ہے کہ میں نے صلح کی حالت اور جنگ کی حالت کے کپڑوں کو باہم جمع کر لیا تا کہ میں دونوں حالتوں میں اپنے معاملے سے باخبر رہوں -

اسی قصیدے میں ہے :

إذا قَصُرَتْ أَسْيَافُنَا كَانَ وَصْلُهَا
خُطَانَا إِلَى أَعْدَائِنَا بِالتَّقَارُبِ

جب ہماری تلواریں (دشمن تک) نہ پہنچ سکتی ہوں تو ہم اپنے قدم بڑھا کر دشمن کے قریب آ کر ان سے ملا دیتے ہیں

اور اسی قصیدے میں ہے :

لَوْ أَنَّكَ تُلْقِي حَنْظَلاً فَوْقَ بَيْضِنَا
تَدَحْرَجَ عَنْ ذِي[1] سَامَةِ المقاربِ

---

۱ - لسان العرب میں ہے : والسامة عرق فی الجبل مخالف لجبلة اذا اخذ من المشرق الی المغرب لم یخلف ان یکون فیہ معدن فضة وقیل : السام عروق الذهب والفضة فی الحجر وقیل السام عروق الذهب والفضة و احدته سامة - -- والمعنی ای علی ذی سامة وعن فیه بمعنی علی والهاء فی سامه ترجع الی البیض یعنی البیض المموّه به ای البیض الذی له سام قال ثعلب : معناه انهم تراصوا فی الحرب حتی لو وقع حنظل علی رؤسهم علی املاسه و استواء اجزاءه لم ینزل الی الارض -

وَلٰكِنَّنِي أَحْمِي حِمَاهَا وَأَتَّقِي
أَذَاهَا وَأَرْمِي مَنْ رَمَاهَا بِمِقْنَبِ[1]

لیکن میں تو ان کی چراگاہ کی حفاظت کرتا ہوں اور ان کو دکھ دینے سے بچتا رہتا ہوں اور جو ان پر تیر چلانے میں ان پر گھوڑ سواروں کی جماعت لے کو حملہ کرتا ہوں

اس کے یہ اشعار ہر انتخاب میں پائے جاتے ہیں کیونکہ ان میں لفظی اور معنوی دونوں خوبیاں پائی جاتی ہیں

۳۴ـ ابو الطمحان[2] القینی

اس کا نام سرق[3] بن حنظلہ ہے ۔ دعبل کہتا ہے کہ عہد جاہلیت میں عربوں نے جو اشعار مدح میں کہے ان میں سے بہترین اشعار ابوالطمحان کے یہ اشعار[4] ہیں :

---

۱ ۔ بلوغ الارب اور العقد الفرید میں المنکب ہے مگر اس کے کوئی معنی نہیں بنتے بمقنب کی روایت مروج الذھب (۲: ۵۵) سے لی گئی ہے۔ مقنب : گھوڑ سواروں کی وہ جماعت جو لوٹ مار کے حملے کے لیے جمع ہو ۔

۲ ۔ ابو الطمحان حنظلہ بن الشرق ۔ چور اور بھوکا تھا ۔ جاہلی اور اسلامی شاعر ہے ۔ زُبیر بن عبدالمطلب کا ہمعمر اور ندیم تھا ۔ یہ خبیث اور بے دین تھا ۔

۳ ۔ درست حنظلہ بن شرق ہے ۔

۴ ۔ ابوالطمحان بُجَیر بن اوس بن حارثہ بن لأم الطائی کی قید میں تھا ۔ جب ابو الطمحان نے اس کی مدح میں یہ قصیدہ کہا تو اس نے ابو الطمحان کو رہا کر دیا اور اس کی پیشانی کے بال کاٹ لیے ۔ اس کے بعد ابو الطمحان نے بُجَیر کی مدح میں متعدد قصیدے کہے ۔ جس قصیدے کے یہ اشعار ہیں اس کا مطلع یہ ہے :

إِذَا قِيلَ أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ قَبِيلَةً
وَأَصْبَرُ يَوْمًا لَا تَوَارَى كَوَاكِبُهُ

(اغانی : ۲۳ : ۳)

وَاِنَّ بَنِي اَوْسِ بنِ لَأمٍ اَرُومَةٌ
عَلَتْ فَوْقَ صَعْبٍ لاَ تُرَامُ مَرَاقِبُهُ

بنو اوس بن لأم ایسا خاندان ہے جو ایک دشوار گزار پہاڑ پر چڑھ گیا ہے ۔ جس کی چوٹیوں تک پہنچنے کا کوئی قصد نہیں کر سکتا

اَضَاءَتْ لَهُمْ اَحْسَابُهُمْ وَ وُجُوهُهُمْ
دُجَى اللَّيْلِ حَتَّى نَظَّمَ الجَزْعَ ثَاقِبُهُ

ان کے کمالات اور ان کے چہروں نے رات کی تاریکیوں کو اس قدر روشن کر دیا ہے کہ سہروں کو سوراخ کرنے والا انہیں پرو سکتا تھا

ابو بکر خوارزمی کہتا ہے : میں بعض اوقات رونے کے موقع پر رونا چاہتا مگر آنسو نہ آتے تھے مگر جونہی کہ ابو الطمحان ہی کے اشعار دل ہی دل میں پڑھنے لگتا کہ آنسو ٹپکنے لگ جاتے ۔ وہ اشعار[1] یہ ہیں :

اَلاَ عَلِّلاَنِي قَبْلَ صَدْحِ[2] النَّوَائِحِ،
وَ قَبْلَ ارْتِقَاءِ[3] النَّفْسِ فَوْقَ الجَوَانِحِ،

---

۱ ۔ ابو الفرج (اغانی حوالہ مذکور) نے ابو الطمحان کے ان اشعار کے اثر کا ایک اور واقعہ نقل کیا ہے : اسحاق بیان کرتا ہے میں مامون کے پاس گیا تو وہ بہت مغموم تھا ۔ میں نے عجیب و غریب قصوں کے ذریعے سے اسے ہنسانے کی کوشش کی مگر کوئی اثر نہ ہؤا بالآخر ابو الطمحان کے یہ اشعار سنائے تو فوراً اس کا غم جاتا رہا ۔ ابن عبدربہ (العقد الفرید : ۳ : ۱۷۹) نے ان اشعار کو ہدبہ العذری کی طرف منسوب کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس نے یہ اشعار اس وقت کہے جب اسے اپنی موت کا یقین ہو گیا ۔

۲ ۔ العقد الفرید میں : نوح لکھا ہے ۔

۳ ۔ العقد الفرید میں : الاطلاع ہے

نوحہ کرنے والیوں کی چیخ پکار سے پہلے ذرا میرا دل بہلا دو ،
قبل اس کے کہ میرا سانس پسلیوں کے اوپر چڑھ آئے

وَ قَبْلَ غَدٍ يَا لَهْفَ نَفْسِي عَلَى غَدٍ
إِذَا رَاحَ أَصْحَابِي وَ لَسْتُ بِرَائِحِ

کل صبح سے پہلے پہلے ۔ ہاں مجھے کل پر افسوس آتا ہے جب
میرے ساتھی واپس آئیں اور میں واپس نہ آؤں گا

إِذَا رَاحَ أَصْحَابِي تَفِيضُ دُمُوعُهُمْ
وَ غُودِرْتُ فِي لَحْدٍ عَلَيَّ صَفَائِحِي

جب میرے ساتھی آنسو بہاتے ہوئے واپس آ جائیں گے اور مجھے
قبر میں اس حالت میں چھوڑ دیا جائے گا کہ مجھ پر پتھر رکھے
ہوں گے

[۳ : ۱۲۹] يَقُولُونَ هَلْ أَصْلَحْتُمُ لِأَخِيكُمْ
وَمَا اللَّحْدُ فِي الأرض الفَضَاءِ بِصَالِحِ

وہ یہ کہتے ہوں گے کیا ہم نے اپنے بھائی کی قبر کو ٹھیک کر دیا
ہے اور وسیع زمین میں بھی قبر کوئی اچھی جگہ نہیں ہے

. بات سے بات یاد آ جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی ادیب نے کہا ہے
جب میں آنسو بہانا چاہوں اور فورا بہانا چاہوں مگر آنسو نہ آئیں تو میں
ایک جدید شاعر کے اشعار دل ہی دل میں پڑھنا شروع کر دیتا ہوں (بلکہ)
ابھی یہ خیال دل ہی میں ہوتا ہے کہ آنسو آ جاتے ہیں اور وہ اشعار
یہ ہیں :

وَلَتَطْلُعَنَّ الشَّمْسُ بَعْدَ فِرَاقِنَا
بَيْضَاءَ لَمْ تَأْسَفْ عَلَى فُقْدَانِنَا

ہمارے فراق کے بعد سورج (اسی طرح) سفید طلوع ہوتا رہے گا اور
اسے ہمارے فقدان پر کوئی غم نہ ہوگا

كَمْ مِنْ غَدَاةٍ يُسْتَطَابُ نَسِيمُهَا
وَ يَدُ الْبِلَىٰ تَقْضِي عَلَىٰ أَبْدَانِنَا

بہت سی صبح (ایسی آئیں گی) کہ ان کی نسیم عمدہ ہوگی مگر اس وقت بوسیدگی کا ہاتھ ہمارے بدنوں کے خلاف فیصلہ دے رہا ہوگا

۳۵ ـ الأعشی[1]

اس کا نام میمون بن قیس ہے - اسے اس کے اشعار کی فنی کثرت کے باعث صنّاجۃ العرب کہا گیا - اس کا شمار ان چار شعرا میں ہوتا ہے جن کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ یہ عربوں کے بہترین شاعر تھے ، ان کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں - اعشٰی جاہلی شعرا کے آخر میں اور مخضرمین شعرا کا پیشرو ہوا ہے - اس نے بعثت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح بھی کہی لیکن اسلام لانے کی اسے توفیق نہ ہوئی - اس کی مشہور

---

۱ - اعشی نو ہوئے ہیں - اور وہ یہ ہیں اعشٰی بنی قیس[1] - اعشٰی شیبان[2] اعشٰی باہلہ[3] ، اعشٰی ہمدان[4] ، اعشٰی بنی ربیعہ[5] ، اعشٰی سلیم[6] ، اعشٰی نہشل[7] ، اعشٰی قیس[8] اور ایک اور اعشٰی[9] - یہاں اعشٰی میمون بن قیس بن جندل مراد ہے جو بنی قیس بن ثعلبہ میں سے تھا - ابو بصیر اس کی کنیت ہے - اس کے باپ قیس کو قتیل الجوع کہا جاتا تھا - اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ ایک غار میں گیا - اتفاق سے غار کے اوپر چٹان آ پڑی جس سے غار کا منہ بند ہوگیا اور یہ بھوک سے مر گیا - آخر عمر میں اعشٰی نے اسلام کا زمانہ پایا اور اسلام لانے کی غرض سے مکے آیا مگر کسی نے اسے کہہ دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شراب کو حرام قرار دیتے ہیں تو اعشٰی نے کہا : ایک سال خوب پی لیتا ہوں پھر مسلمان ہو جاؤں گا مگر سال ختم ہونے سے پہلے ہی یمامہ کی ایک بستی میں مر گیا (سمط اللآلی : ۸۳) -

امثال میں سے شراب کے متعلق اس کے یہ اشعار ہیں :

وَ کَأسٍ شَرِبْتُ عَلَی لَذَّۃٍ
وَ اُخْرٰی تَدَاوَیْتُ مِنْھَا بِھَا

میں نے کئی پیالے لذت کے لیے پیے بھر کئی اور پیے جن سے (ان کے خمار کی تکلیف کا) علاج کیا

لِکَیْ یَعْلَمَ النَّاسُ اَنِّی امْرُؤٌ
اَتَیْتُ الْمُرُوْءَۃَ مِنْ بَابِھَا

تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ میں وہ انسان ہوں جو مردانگی تک صحیح طریق سے پہنچا

اسی کا وہ شعر ہے جس کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں اس سے زیادہ سخت ہجو نہیں کہی گئی اور یہ اس کے وہ شعر ہیں جو اس نے علقمہ بن علاثہ کے بارے میں کہے :

تَبِیْتُوْنَ فِی الْمَشْتٰی مِلَاءً بُطُوْنُکُمْ
وَ جَارَاتُکُمْ غَرْثٰی یَبِتْنَ خَمَائِصَا

تم قحط سالی کے زمانے میں پیٹ بھر کر رات بھر پڑے رہتے ہو جب کہ تمہاری پڑوسنیں بھوکی اور خالی پیٹ رات گزارتی ہیں

روایت ہے کہ جب علقمہ نے یہ شعر سنا تو رو پڑا اور کہا : خدایا ! اسے رسوا کر ، اگر یہ جھوٹا ہے تو اسے میری طرف سے سزا دے ۔

اعشٰی کے بہترین اشعار میں سے اور قصیدے کے پسندیدہ ترین شعروں میں سے اور ہار کے سب سے بڑے موتی یہ اشعار ہیں :

وَ اِنَّ الْقَرِیْبَ مَنْ یُقَرِّبُ نَفْسَہٗ
لَعَمْرُ اَبِیْکَ الْخَیْرِ لَا مَنْ تَنَسَّبَا

[۳ : ۱۲۰] قریبی وہی ہے جو اپنے آپ کو قریب رکھے تمہارے اچھے باپ کی قسم وہ قریبی نہیں ہے جو تمہارا ہم نسب ہونے کا دعویٰ کرے

وَ مَنْ يَغْتَرِبْ عن قَوْمِهِ لاَيَزَلْ يَرَى
مَصَارِعَ مَظْلُوْمٍ مَجَرّاً وَ مَسْحَبَا

جو شخص اپنی قوم سے دور چلا جائے گا اسے ہمیشہ ایسے مقامات دیکھنے پڑیں گے جہاں مظلوموں کو کھینچ اور گھسیٹ کر لا کر پچھاڑا جاتا ہے

وَ تُدْفَنُ مِنْهُ الصَّالِحَاتُ وَ إنْ يُسِئْ
يَكُنْ مَا أَسَاءَ النَّارَ فِيْ رَأْسِ كَبْكَبَا

اس شخص کے نیک اعمال کو دفن کر دیا جاتا ہے اور اگر اس سے کوئی برائی سرزد ہو جائے تو اس کی اس طرح شہرت ہو جاتی ہے جیسے کبکب پہاڑ پر آگ (جلتی ہوئی سب کو دور سے دکھائی دیتی ہے)

اور اس کی مشہور امثال میں سے اس کے یہ اشعار ہیں :

أَلَسْتَ مُنْتَهِيًا عَنْ نَحْتِ أَثْلَتِنَا
وَ لَسْتَ ضَائِرَهَا مَا أَطَّتِ[1] الْإِبِلُ

کیا تو ہمارے حسب میں طعن کرنے سے باز نہیں آئے گا ، یہ جان لے کہ تو ہمارے حسب کو کبھی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا

---

۱ - لفظی ترجمہ : جب تک اونٹ آواز کرتے ہیں - امالی میں ہے (۱ : ۲۳۰) و لا افعل ذلک ما أَطَّتِ الإِبِلُ و أَطِيْطُهَا حنينها ، و قال ابو عبيد : أطيط الأبل نقيضُ جلودها عندالكظة اس کے بعد اعشیٰ کا یہی شعر پیش کیا ہے -

كَنَاطِحٍ صَخْرَةً يَوْمًا لِيَفْلِقَهَا
فَلَمْ يَضِرْهَا وَأَوْهَى قَرْنَهُ الوَعِلُ

تمہاری اور ہماری مثال تو اس پہاڑی بکرے کی سی ہے جو دن بھر چٹان کو اکھیڑنے کی نیت سے ٹکر مارتا رہا ہو مگر چٹان کو وہ کوئی نقصان نہ پہنچا سکا ہو اور اس نے اپنے ہی سینگ کو کمزور کر دیا ہو

اور اس کے یہ شعر (بھی خوب ہیں) :

عَوَّدتَ كِندَةَ عَادَةً فَاصْبِرْ لَهَا
إغْفِرْ لِجَاهِلِهَا وَرَوِّ سِجَالَهَا

تو نے کندہ کو ایک بات کی عادت ڈال رکھی ہے لہذا اس پر قائم رہ ، ان کے جاہلوں کو معاف کر اور ان کے ڈول بھر دے

أَوْ كُنْ لَهَا جَمَلًا ذَلُولًا ظَهْرُهُ
وَاحْمِلْ فَأَنْتَ مُعَوَّدٌ تِحْمَالَهَا

یا ان کے لیے ایسا اونٹ بن جا جو اپنی پیٹھ پر آسانی سے سوار ہونے دیتا ہے اور لوگوں کو اٹھا کیونکہ تو ان کے اٹھانے کا عادی بن چکا ہے

اس کی مشہور مثالوں میں سے یہ اشعار ہیں :

إذَا أَنْتَ لَمْ تَرْحَلْ بِزَادٍ مِنَ التُّقَى
وَلَاقَيْتَ بَعْدَ المَوْتِ مَنْ قَدْ تَزَوَّدَا

اگر تو تقویٰ کو زاد راہ بنا کر روانہ نہ ہو گا اور پھر موت کے بعد تیری ملاقات ایسے شخص سے ہو جس نے زاد تیار کر رکھا تھا

نَدِمْتَ عَلَى أَنْ لَا تَكُوْنَ كَمِثْلِهِ
فَتُرْصِدَ[1] لِلْأَمْرِ الَّذِي كَانَ أَرْصَدَا

تو تو اس بات پر نادم ہو گا کہ تو نے خود ایسا کیوں نہ کیا اور خود تو نے اس بات کی تیاری کیوں نہ کی جس کی تیاری اس نے کر رکھی تھی

۳۶ - لبید[2] بن ربیعہ العامری الانصاری

یہ مخضرم شعرا میں سے ہیں ۔ جاہلیت میں ساٹھ سال زندہ رہے اور اسی قدر اسلام میں ۔ یہ شیریں گفتار اور نازک[3] کلام تھے ۔ صحیح ترین بات جو کسی شاعر نے کہی ہو وہ لبید کے یہ اشعار ہیں :

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ
وَ كُلُّ نَعِيْمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلُ

[۳ : ۱۳۱] اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور ہر نعمت لامحالہ زائل ہونے والی ہے

سِوَى جَنَّةِ الفِرْدَوْسِ إِنَّ نَعِيْمَهَا
يَدُوْمُ وَ إِنَّ المَوْتَ لَابُدَّ نَازِلُ

سوا جنت الفردوس کے کہ اس کی نعمتیں ہمیشہ رہیں گی اور موت بالضرور نازل ہوگی

---

۱ - أرْصَدَ لہ شیئاً : أعَدَّہُ لَہُ ۔

۲ - لبید بن ربیعہ بن مالک بن جعفر بن کلاب ۔ ابو عقیل کنیت ۔ مخضرم شعرا میں سے ہیں ۔ صحابی ہیں اور مشہور معلقہ گو ہیں ۔

۳ - محاورہ ہے رجل رقیق الحواشی ای لطیف الصحبۃ و کلام رقیق الحواشی أی لیّن یہاں آخری محاورہ مراد ہے ۔

لبید سے کسی نے پوچھا کہ سب سے اعلٰی شاعر کون ہے ؟ فرمایا : گمراہ بادشاہ ، ان کی مراد امرؤ القیس سے تھی - پھر پوچھا کہ اس کے بعد کون آتا ہے ؟ جواب دیا : مقتول نوجوان ، ان کی مراد طرفہ سے تھی - پھر پوچھا : اس کے بعد کون آتا ہے ؟ جواب دیا : کھونٹے والا ، مراد بوڑھے ابو عقیل سے تھی یعنی خود وہ -

فرزدق نے کسی شخص کو لبید کا یہ شعر پڑھتے سنا :

وَجَلاَ السُّيُولُ عَنِ الطُّلُولِ كَأَنَّهَا
زُبُرٌ تُجِدُّ مُتُونَهَا أَقْلاَمُهَا

سیلابوں نے (محبوبہ کے) کھنڈرات کو یوں واضح کر دیا ہے جیسے یہ کھنڈرات کتابیں ہوں جن کے متون کو قلموں نے پھر سے تازہ کر دیا ہو

تو سجدہ کیا - کسی نے پوچھا : اے ابو فراس یہ سجدہ کیسا ؟ جواب دیا : تم قرآن کے سجدوں کو جانتے ہو اور میں شعروں کے سجدوں کو -

روایت ہے کہ جب لبید نے جاہلیت میں اپنا یہ قصیدہ پڑھا اور اس شعر پر پہنچا :

يَعْلُو طَرِيقَةَ مَتْنِهَا مُتَوَاتِرٌ
فِي لَيْلَةٍ كَفَرَ النُّجُومَ غَمَامُهَا

ایسی رات میں جب کہ بادلوں نے ستاروں کو ڈھانپ رکھا تھا مسلسل بارش اس کی پیٹھ پر پڑ رہی تھی

تو اس وقت کے شعرا نے سجدہ کیا

کسی نے بشار[۱] بن برد سے دریافت کیا کہ بہترین شعر جو عربوں نے کہا ہو کونسا ہے ؟ بشار نے جواب دیا : ایک شعر کو تمام اشعار پر فضیلت دینا بہت مشکل ہے لیکن لبید نے ان اشعار میں نہایت ہی عمدہ بات کہی ہے :

[۲]اَکْذِبِ النَّفْسَ اِذَا حَدَّثْتَهَا
اِنَّ صِدْقَ النَّفْسِ یُزْرِیْ بِالْاَمَلْ

جب تو اپنے نفس سے گفتگو کرے تو اس کی باتوں کو جھوٹی قرار دے کیونکہ نفس کو سچا کہنا امیدوں کو عیب دار کر دیتا ہے

وَ اِذَا رُمْتَ رَحِیْلاً فَارْتَحِلْ
وَ اعْصِ مَا یَاْمُرُ تَوْصِیْمُ الْکَسَلْ

جب تو کوچ کا ارادہ کرے تو کوچ کر جا اور سستی کی وجہ سے جو اعضا شکنی ہوتی ہے اس کی نافرمانی کرو

ایک قصیدے میں بیان کردہ اس کی مشہور امثال میں سے کچھ یہ[۳]

---

۱ - بشّار بن برد : بنی عقیل کا آزاد کردہ غلام تھا ۔ ابو مُعاذ کنیت اور مُرَعَّث لقب ۔ مادر زاد اندھا تھا ۔ تمام محدثین شعرا میں سے یہ بہترین شاعر ہے اور پیدائشی شاعر تھا ۔ تکلف قطعاً نہیں پایا جاتا تھا ۔ خلیفہ مہدی نے اسے زندقہ کے الزام میں ۱۶۷ھ میں قتل کر دیا تھا ۔ اس کے ساتھ صالح بن عبد القدوس بھی اسی الزام میں قتل ہؤا تھا ۔

۲ - لبید نے یہ اشعار ایک سو دس سال کی عمر میں کہے (العقد الفرید : ۱ : ۲۷۵ ، ۲ : ۳۳۱)

۳ - لسان العرب میں ہے :
یقول مَنِّ نفسک العیش الطویل لتأمل الآمال البعیدة فتجدّ فی الطلب لانک اذا صدقتها فقلت لعلک تموتین الیوم او غداً قصرأملها و ضعف طلبها ثم قال : غیر ان لاتکذبنها فی التقی ای لاتسوِّف بالتوبة و تُصِرّ علی المعصیة

اشعار ہیں :

وَمَا المَالُ وَالأَهلُونَ إلّا وَدَائِعُ
وَلَابُدَّ يَومًا أَنْ تُرَدَّ الوَدَائِعُ

مال اور بیوی بچے امانتیں ہیں ایک نہ ایک دن یہ امانتیں ضرور واپس کرنی پڑیں گی

وَمَا المَرءُ إلّا كَالشِّهَابِ وَضَوئِهِ
يَحُورُ رَمَادًا بَعدَ إذْ هُوَ سَاطِعُ

انسان تو شعلے اور اس کی روشنی کی طرح ہے جو بلند ہونے کے بعد راکھ ہو جاتا ہے

[۳ : ۱۳۲] اسی قصیدے میں سے یہ اشعار بھی ہیں :

أَلَيسَ وَرَائِي إنْ تَرَاخَتْ مَنِيَّتِي
لُزُومُ العَصَا تُحنَى عَلَيهِ الأَصَابِعُ

اگر میری موت ملتوی ہو جائے تو کیا میرے سامنے لاٹھی کو چمٹا رہنا نہیں ہے جسے انگلیوں کو ٹیڑھا کر کے پکڑا جائے گا

أُخَبِّرُ أَخبَارَ القُرُونِ التِي مَضَتْ
أَدِبُّ كَأَنِّي كُلَّمَا قُمتُ رَاكِعُ

میں گزشتہ صدیوں کی خبریں بتاتا ہوں اور اس طرح رینگ کر چلتا ہوں کہ جب اٹھوں تو یوں معلوم ہوتا ہوں کہ میں رکوع کر رہا ہوں

لَعَمرُكَ مَا يَدرِي المُسَافِرُ هَل لَهُ
نَجَاحٌ وَلَا يَدرِي مَتَى هُوَ رَاجِعُ

تمھاری جان کی قسم مسافر کو یہ معلوم نہیں ، آیا وہ

ہ ہو گا یا نہیں اور نہ ہی اسے یہ معلوم ہے کہ وہ
لوٹے گا

أَتَجْزَعُ مِمَّا أَحْدَثَ الدَّهْرُ بِالفَتَى
وَأَيُّ كَرِيمٍ لَمْ تُصِبْهُ قَوَارِعُ

تو ان نئی نئی باتوں سے گھبراتا ہے جو زمانہ
ن کے لیے پیدا کرتا ہے ۔ کونسا شریف انسان ہے جس پر
تیں نہیں آئیں

ر اس کی مشہور امثال میں سے اس کا یہ شعر بھی ہے :

ذَهَبَ[1] الَّذِينَ يُعَاشُ فِي أَكْنَافِهِمْ
وَبَقِيتُ فِي خَلْفٍ كَجِلْدِ الأَجْرَبِ

لوگوں کے زیر سایہ زندگی بسر کی جاتی تھی وہ گزر گئے اور میں
کے جانشینوں میں خارش زدہ کھال کی طرح رہ گیا ہوں (کہ مجھ
کسی کو فائدہ نہیں)

ر اس کے یہ اشعار[2] (بھی خوب ہیں) :

فَقُومَا وَقُولاَ بِالَّذِي قد عَلِمْتُمَا
وَلاَ تَخْمِشَا وَجْهًا وَلاَ تَحْلِقَا شَعَرْ

ونوں اٹھو اور جو تمھیں معلوم ہے کہو مگر نہ تو چہرے
خراشنا اور نہ بال مونڈنا

ضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس شعر کو سن کر فرمایا
رتیں اگر لبید ہمارا زمانہ دیکھ لیتا تو پھر خدا معلوم کیا کہتا
لعقد : ۲ : ۱۶۳) ۔

بد نے یہ اشعار ایک سو تیس برس کی عمر میں کہے ۔
طاب دو بیٹیوں سے ہے ۔ اس وقت ان کی وفات کا وقت قریب
چکا تھا (العقد الفرید ; ۲ : ۳۳۰ ، ۱ : ۲۷۵) ۔

إِلَى الحَوْلِ ثُمَّ اسمُ السَّلَامِ عَلَيْكُمَا
وَ مَنْ يَبْكِ حَوْلاً كَامِلاً فَقَدِ اعْتَذَرْ

ایک سال تک ایسا کرتی رہنا پھر تم پر سلام ہو جو ایک سال رو لے اس نے اپنا عذر پیش کر دیا

حکایت ہے کہ لبیدرض نے اسلام لانے کے بعد صرف[1] ایک شعر کہا اور وہ یہ ہے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ إِذْ لَمْ يَأْتِنِي أَجَلِي
حَتَّى كَسَانِي مِنَ الْإِسْلَامِ سِرْبَالاً

خدا کا شکر ہے کہ جب تک اس نے مجھے اسلام کی قمیص نہیں پہنا دی مجھے موت نہیں آئی

ابن درید نے بیان کیا ہے کہ لبید ایک سو پینتالیس سال زندہ رہے ان میں سے پچپن سال اسلام میں گزارے اور نوے سال جاہلیت میں ۔ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا وظیفہ کم کر دینے کا ارادہ کیا تو انھوں نے امیر معاویہرض کو یہ کہلا بھیجا : میں آج مرا چاہتا ہوں یا کل کچھ دیر وظیفہ میرے نام لگا رہنے دو ، ہو سکتا ہے کہ میں اسے وصول ہی نہ کر سکوں ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وظیفہ وصول کرنے سے پہلے ہی فوت ہوگئے ۔

ان کی دو بیٹیاں ابو جعفر کی مجلس میں آ کر ان کے مرنے کے بعد ان کی تعریف[2] کیا کرتی تھیں اور اس میں کوتاہی نہ

---

۱ - یہ قول قدیم سے غلط چلا آتا ہے حالانکہ اس سے اوپر کے شعر حضرت لبید نے وفات سے چند دن پہلے کہے ہیں ۔ اس کے علاوہ اور اشعار بھی موجود ہیں جو انھوں نے اسلام میں کہے ۔ پھر یہ شعر ایک اور معمر صحابی قردہ بن نفاثہ السلولی کا بتایا جاتا ہے اور ابن عبد البر (الاستیعاب برحاشیہ اصابہ ترجمہ لبید) نے یہی درست قرار دیا ہے ۔

۲ - بلوغ الارب میں فتونتباہ ہے اسے فتؤبتّانیہ پڑھیں ۔

کرتی تھیں اور پورا ایک سال ایسا کرتی رہیں پھر رک گئیں ۔

ان کے کئی عمدہ کارنامے ہیں جن کا ذکر ابن قتیبہ نے الشعر و الشعرا میں ، ابن عبد البر نے الاستیعاب میں اور ابو حاتم سجستانی نے کتاب المعمرین میں کیا ہے ۔

۳۷ ۔ کعب بن زہیر بن ابی سلمٰی

یہ مخضرمین میں سے ہیں ۔ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دھمکی[1] دی تو یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہؤا اور آپ کو اپنا وہ قصیدہ سنایا جس میں وہ کہتا ہے :

نُبِّئْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ اَوْعَدَنِیْ
وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ مَاْمُوْلُ

مجھے معلوم ہؤا ہے کہ رسول اللہ نے مجھے دھمکی دی ہے
مگر رسول اللہ کے یہاں معافی کی امید بھی تو کی جا سکتی ہے

اِنَّ الرَّسُولَ لَنُوْرٌ یُسْتَضَاءُ بِہٖ
وَ صَارِمٌ مِنْ سُیُوْفِ اللهِ مَسْلُوْلُ

---

۱ ۔ آلوسی اس سے پہلے (صفحہ ۱۰۱) پر بیان کر چکا ہے کہ زہیر نے اپنے بیٹوں کو اسلام کی پیروی کرنے کی نصیحت کی تھی ۔ ہو سکتا ہے کہ بیٹوں نے باپ کی نصیحت پر عمل نہ کیا ہو ۔ فتح مکہ کے بعد کعب کا بھائی بُجَیر مدینے آ کر مسلمان ہو گیا تھا تو کعب نے چند ایک اشعار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب کے قتل کر دینے کی اجازت دے دی تھی ۔ یہی دھمکی تھی ۔

یہ رسول نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے - اور اللہ کی تلواروں میں سے ایک میان سے نکالی ہوئی تلوار ہیں

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو گئے اور آپ نے اسے اپنی وہ چادر مبارک پہنائی جسے معاویہؓ نے چھ سو دینار سے خرید لیا - یہی وہ چادر مبارک ہے جو خلفا کے پاس تھی اور جسے وہ عیدین کے موقع پر اوڑھا کرتے تھے -

کہا جاتا ہے کہ اس کا بہترین شعر اور عمدہ ترین کلام اس کا یہ شعر ہے - بعض کہتے ہیں کہ یہ شعر اس کے باپ کا ہے :

إِذَا أَنْتَ لَمْ تُعْرِضْ عَنِ الْجَهْلِ وَ الْخَنٰى
أَصَبْتَ لَئِيمًا أَوْ أَصَابَكَ جَاهِلُ

جب تو اکھڑپن اور فحش کلامی کو ترک نہیں کرے گا تو تو یا تو کسی کمینے کو دکھ پہنچائے گا یا کوئی اکھڑ آدمی تجھے دکھ پہنچائے گا

۳۸ - العلاء بن الحضرمی

علاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ نے پوچھا : کیا تو قرآن کا کچھ حصہ پڑھنا جانتا ہے ؟ تو اس نے سورہ عبس پڑھ کر سنائی ، مگر اس میں اپنی طرف سے یہ الفاظ بڑھا دیے:
" وهوالذی اخرجَ من الحبلی نسمة تسعٰی بین شراسیف وحشٰی "
(خدا وہ ہے جس نے حاملہ عورت میں سے ایک نفس نکالا جو پسلیوں اور پیٹ کے درمیان دوڑتا پھرتا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : رک جا کیونکہ سورت (جتنی ہے) کافی ہے - پھر فرمایا : کیا تو شعر بھی کہہ لیتا ہے - اس پر اس نے یہ اشعار سنائے :

وَحَيِّ ذَوِي الْأَضْغَانِ تَسْبِ قُلُوبَهُمْ
تَحِيَّتَكَ الْأَدْنٰى فَقَدْ يُدْبَغُ النَّغَلُ[1]

---

۱ - بلوغ الارب میں " نعل " ہے - نعل کے یہاں کوئی معنی چسپاں نہیں ہو سکتے -

کینہ وروں کو سلام کیا کرو تم ان کے دلوں کو موہ لو گے ۔
بعینہٖ اسی طرح (سلام کرو) جس طرح تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو سلام کرتے ہو کیونکہ بعض اوقات گلی سڑی کھال بھی رنگ لی جاتی ہے

فَإِنْ دَحَسُوا[۱] بِالكُرْهِ فَاعْفُ تَكَرُّمًا
وَإِنْ أَخْنَسُوا عَنْكَ الحَدِيثَ فَلَا تَسَلْ

[۳ : ۱۳۴] اور اگر وہ زبردستی فساد برپا کرنا چاہیں تو اپنی ذاتی شرافت کی وجہ سے انھیں معاف کر دو اور اگر تم سے کوئی بات چھپا رکھیں تو ان سے دریافت ہی نہ کر

فَإِنَّ الَّذِي يُؤْذِيكَ مِنْهُ اسْتِمَاعُهُ
وَإِنَّ الَّذِي قَالُوا وَرَاءَكَ لَمْ يُقَلْ

کیونکہ جس چیز سے تمھیں دکھ پہنچے گا وہ اس کا سننا ہے (لہذا جب تم نے سنا ہی نہیں تو تکلیف بھی نہ پہنچی) اور جو کچھ انھوں نے تمھاری غیر حاضری میں کہا ہے وہ گویا کہا ہی نہیں گیا ۔

یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : یقیناً بعض بیان جادو بھرے ہوتے ہیں اور بعض اشعار میں حکمت پائی جاتی ہے ۔

۳۹ ۔ النمر بن تولب العکلی

اس نے عہد جاہلیت میں طویل عمر پائی اور اسلامی زمانہ اس وقت پایا جب سٹھیا گیا تھا ۔ یہ شاعر ، فصیح ، شجاع ، سخی اور شریف انسان تھا ۔ سٹھیا جانے کے بعد اس کا تکیہ کلام یہ بن چکا تھا : مہمان کو صبح کی شراب پلاؤ ، اسے شام کی شراب پلاؤ ، جیسا کہ پہلے ہی

---

۱ ۔ دحس بین القوم : افسد بینهم قال ابن الاثیر : یروی بالحاء و الخاء ۔ یریدان فعلوا الشر من حیث لا تعلمه ۔

سے اس کی عادت چلی آتی تھی ـ اس کے زمانے کی ایک عورت بھی سٹھیا گئی تھی اور اس کی یہ عادت بن چکی تھی کہ کہتی رہتی تھی " مجھے خضاب لگاؤ ، سرمہ لگاؤ ، میری شادی کر دو ، مجھے کنگھی کرو "۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر ملی تو فرمایا : بنی عکل کے مرد کو جو عادت پڑی ہے وہ بنی فلاں کی احمق عورت کی عادت کے مقابلے میں بہت اعلیٰ ہے ۔

اس کی امثال میں سے اس کا یہ قول ہے :

يَوَدُّ الفَتَى طُولَ السَّلَامَةِ جَاهِدًا
وَكَيْفَ يَرَى طُولُ السَّلَامَةِ يَفْعَلُ

انسان کوشش سے یہ چاہتا ہے کہ دیر تک زندہ رہے مگر وہ یہ کس طرح جانے ہے کہ دیر تک زندہ رہنا اس سے کیا سلوک کرے گا

اور اس کا یہ قول :

خَاطِرْ بِنَفْسِكَ كَيْ تَنَالَ رَغِيبَةً
إِنَّ القُعُودَ مَعَ العِيَالِ قَبِيحُ

اپنے آپ کو خطروں میں ڈال تا کہ تو مرغوب چیز حاصل کر لے ۔ اہل و عیال کے پاس بیٹھے رہنا برا ہے

إِنَّ المُخَاطِرَ مَالِكٌ أَوْ هَالِكٌ
والجِدُّ يُجْدِي مَرَّةً فَيُرِيحُ

جو شخص اپنے آپ کو خطروں میں ڈالتا ہے وہ یا تو مالک بن جاتا ہے یا ہلاک ہو جاتا ہے اور بخت ایک بار فائدہ پہنچا کر راحت پہنچاتا ہے

[۳ : ۱۳۵] اور اس کا یہ قول (بھی لائق داد ہے)

وَمَتَى تُصِبْكَ خَصَاصَةٌ فَارْجُ الغِنَى
وَإِلَى الَّذِي يَهَبُ الرَّغَائِبَ فَارْغَبِ

جب تو محتاج ہو جائے تو مالداری کی امید رکھ اور خدا کی طرف راغب رہ ، کیونکہ وہی بہت عطیے دینے والا ہے

لَا تَغْضَبَنَّ عَلَى امْرِئٍ فِيْ مَالِهِ
وَ عَلَى كَرَائِمِ أَصْلِ مَالِكَ فَاغْضَبِ

کسی شخص کی دولت پر غضبناک نہ ہو اپنے ہی اصل اور عمدہ مال پر ناراض ہو

۴۰ ـ حسان بن ثابت

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر اور آپ کی طرف سے مدافعت کرنے والے تھے ۔ انھی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا : مشرکین قریش کی ہجو کہے جاؤ ، جبریل تمھارے ساتھ ہیں ۔ خدا کی قسم تمھارا کلام ان کے لیے اُن تیروں سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہے جو تاریکی میں آن پڑتے ہیں ۔

اس کے عمدہ ترین اشعار میں سے اس کا وہ قصیدہ ہے جس میں وہ کہتا ہے :

إِذَا مَا الْأَشْرِبَاتُ ذُكِرْنَ يَوْماً
فَهُنَّ لِطَيِّبِ الرَّاحِ الْفِدَاءُ

جب کسی روز مشروبات کا ذکر کیا جائے تو یہ سب کی سب اس عمدہ شراب پر فدا کر دی جائیں گے

وَ نَشْرَبُهَا وَ تَتْرُكُنَا مُلُوكاً
وَ أُسْداً مَا يُنَهْنِهُنَا اللِّقَاءُ

ہم اسے پیتے ہیں اور یہ ہمیں بادشاہ بنا دیتی ہے اور شیر بنا دیتی ہے کہ جنگ بھی ہمیں پیچھے نہیں دھکیل سکتی

جب اس نے یہ قصیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا اور اس شعر پر پہنچا :

هَجَوْتَ مُحَمَّداً فَأَجَبْتُ عَنْهُ
وَعِنْدَ اللهِ فِي ذَاكَ الجَزَاءُ

تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کہی اور میں نے اس کا جواب دیا ہے اور اس کی جزا اللہ کے ہاں ملے گی

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ کے ذمے تمھاری جزا جنت ہوگی

پھر جب اس قول پر پہنچا :

فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَهُ وَعِرْضِي
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

میرا باپ ، میرے باپ کا باپ اور میرا نفس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کریں گے

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : خدا تجھے قیامت کے دن اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کے موقع پر ظہور میں آنے والے خوف سے بچائے - پھر جب اس شعر پر پہنچا :

أَتَهْجُوهُ وَلَسْتَ لَهُ بِنِدٍّ
فَشَرُّكُمَا لِخَيْرِكُمَا الفِدَاءُ

کیا تو ان کی ہجو کہتا ہے حالانکہ تو ان کا ہم پلہ نہیں ہے لہذا خدا کرے کہ بدترین شخص بہترین شخص پر قربان ہو جائے

تو حاضرین نے کہا : خدا کی قسم ان تمام اشعار میں سے جو عربوں نے کہے ہیں یہ شعر نہایت عادلانہ شعر ہے -

یہ جاہلیت میں بنو جفنہ کی جو غسان کے بادشاہ تھے مدح کیا کرتے تھے - کہا جاتا ہے کہ ان کے بہترین اشعار میں سے ان کے یہ اشعار ہیں جو انھوں نے ان کی مدح میں کہے :

أَوْلَادُ جَفْنَةَ حَوْلَ قَبْرِ أَبِيهِمْ
قَبْرِ ابْنِ مَارِيَةَ الكَرِيمِ المُفْضِلِ

جفنہ کی اولاد اپنے باپ کی قبر کے گرد بیٹھی ہے یعنی کریم اور صاحب فضیلت ابن ماریہ کی قبر کے گرد

بِيضُ الوُجُوهِ كَرِيمَةٌ أَحْسَابُهُمْ
شُمُّ الأُنُوفِ مِنَ الطِّرَازِ الأَوَّلِ

یہ لوگ روشن چہروں والے اور پاک حسب والے ہیں ۔ اونچی ناک والے ہیں اور ان کے افعال اسی طرح کے ہیں جس طرح کہ ان کے آباؤ اجداد کے تھے

يُغْشَوْنَ حَتَّى مَا تَهِرُّ كِلَابُهُمْ
لَا يَسْأَلُونَ عَنِ السَّوَادِ المُقْبِلِ

لوگ اس کثرت سے ان کے پاس آتے ہیں کہ اب ان کے کتے لوگوں پر بھونکتے ہی نہیں اور وہ یہ پوچھتے ہی نہیں کہ کتنی جمعیت ان کے ہاں آئی (کیونکہ کثرت دولت کی وجہ سے انہیں تعداد کی پروا ہی نہیں ہے)

[۳ : ۱۲۷] اور ان کی مشہور امثال میں سے ان کا یہ قول ہے :

رُبَّ عِلْمٍ أَضَاعَهُ عَدَمُ المَا
لِ وَجَهْلٍ غَطَّى عَلَيْهِ النَّعِيمُ

محتاجی نے کئی علم ضائع کر دیے اور مال و دولت نے کئی جہالتوں پر پردہ ڈال دیا

ان میں سے یہ قول بھی خوب ہے :

مَا أُبَالِي أَنَبَّ بِالحَزْنِ تَيْسٌ
أَمْ لَحَانِي بِظَهْرِ غَيْبٍ لَئِيمُ

مجھے اس بات کی پروا نہیں کہ آیا پتھریلی زمین میں بکرا جوش میں آ کر بولا ہے یا کسی کمینے نے میری عدم موجودگی میں مجھے برا بھلا کہا ہے (کیونکہ میں دونوں کو یکساں سمجھتا ہوں)

اور ان کے اشعار کا بہترین موتی یہ شعر ہے :

وَ إِنَّ امرءاً يُمسِي وَ يُصبِحُ سَالِماً
مِنَ النَّاسِ إِلَّا مَا جَنَى لَسَعِيدُ

جو شخص لوگوں سے بچ کر صبح و شام کرتا ہے سعادتمند شخص ہے سوا اس کے کہ جو کچھ اس نے جرم کیا ہو (کیونکہ اس میں سعادتمند نہیں)

اس کے بیٹے عبدالرحمٰن نے اس پر یوں گرہ لگائی ہے :

وَ إِنَّ امرءاً نَالَ الغِنٰى ثم لَمْ يَنَلْ
صدِيقاً وَلَا ذَا حاجةٍ لَزَهِيدُ

جس شخص نے مال و دولت حاصل کرنے کے باوجود کوئی دوست حاصل نہیں کیا اور نہ ہی کسی حاجت مند کی حاجت روائی کی تو لوگ اس کی پروا نہ کریں گے

اس کے بعد سعید بن عبدالرحمٰن نے ان دونوں پر یوں گرہ لگائی :

وَ إِنَّ امرءاً قَدْ عَاشَ سَبعِينَ حِجَّةً
وَ لَمْ يُرْضِ فِيهَا رَبَّهُ لَطَرِيدُ

جس شخص نے ستر سال زندہ رہنے کے باوجود اس عرصے میں اپنے رب کو راضی نہیں کر لیا تو وہ راندہ ہؤا انسان ہے

اس کے بعد ابوالحسن الحسنی نے ان پر یوں گرہ لگائی :

وَ إِنَّ امرءاً عَادَى أُنَاساً عَلَى الغِنٰى
وَ لَمْ يَسأَلِ اللهَ الغِنٰى لَحَسُودُ

جو شخص لوگوں کی مالداری کی وجہ سے ان سے عداوت رکھتا رہا ہو حالانکہ اس نے اللہ سے مالداری کی کبھی درخواست نہ کی ہو وہ حاسد ہے

۲۱ ۔ نابغہ جعدی

اس کے نام کے بارے میں مختلف قول پائے جاتے ہیں ۔ صحیح ترین قول یہ ہے کہ اس کا نام قیس بن عبداللہ بن وحوح بن عدس بن ربیعہ بن جعدہ ہے ۔ اس کا نابغہ لقب اس لیے پڑا کہ اس نے جاہلیت میں شعر کہے پھر تیس سال تک کوئی شعر نہ کہا اس کے بعد پھر اشعار پھوٹے اور اس نے کہے چنانچہ اسے نابغہ کہا گیا ۔ یہ نابغہؑ ذبیانی سے عمر میں بڑا ہے کیونکہ ذبیانی نعمان بن المنذر کے ساتھ تھا اور نعمان بن المنذر المنذر بن محرق کے بعد ہؤا ہے اور نابغہ جعدی نے المنذر بن المحرق کا زمانہ پایا ہے اور اس کا ندیم بھی رہا ہے ۔

عمرو بن شبہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ ایک سو اسی سال زندہ رہے اور انھوں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شعر سنائے تھے :

لَبِسْتُ أُنَاسًا فَأَفْنَيْتُهُمْ
وأَفْنَيْتُ بَعْدَ أُنَاسٍ أُنَاسًا

میں کئی لوگوں کے ساتھ رہا اور میں نے انھیں ختم کر دیا پھر اور لوگوں کے بعد اور لوگوں کو فنا کیا

ثَلَاثَةَ أَهْلِيْنَ أَفْنَيْتُهُمْ
وَكَانَ الإلٰهُ هُوَ المُسْتَاسَا

میں نے تین قرنوں کو فنا کیا اور اللہ ہی ان کا عوض تھا

اس پر حضرت عمرؓ نے کہا : تو نے ہر قرن کے ساتھ کتنا عرصہ گزارا ؟ جوابدیا : ساٹھ سال ۔

[۳ : ۱۳۸] ابن قتیبہ کہتا ہے : جعدی دو سو بیس سال زندہ رہا اور اصبہان میں مرا ۔ یہ قول اس قول کے منافی نہیں ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اس نے تین نسلیں ایک سو اسی سال میں فنا کیں ۔ اس کے بعد ابن الزبیر کے زمانے اور بعد تک بھی زندہ رہا ۔ ثعالبی اپنی کتاب لباب الادب میں کہتا ہے : قیس بن عبداللہ مخضر مین اور معمرین میں سے ہے اس کے بہترین اشعار وہ ہیں جن میں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں کہہ رہا ہے :

أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ إِذْ جَاءَ بِالهُدَى
وَيَتْلُوْ كِتَاباً كَالْمَجَرَّةِ نَيِّرَا

جب رسول اللہ ہدایت لے کر آئے تو میں ان کے پاس آیا آپ کہکشاں کی سی روشن کتاب پڑھتے تھے

بَلَغْنَا السَّمَاءَ مَجْدُنَا وَ جُدُوْدُنَا
وَإِنَّا لَنَرْجُوا فَوْقَ ذٰلِكَ مَظْهَرَا

ہماری بزرگی اور نصیبہ آسمان تک جا پہنچا بلکہ ہم اس سے بھی اوپر چھا جانے کی امید رکھتے ہیں

وَلَا خَيْرَ فِيْ حِلْمٍ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ
بَوَادِرُ تَحْمِيْ صَفْوَهُ أَنْ يُكَدَّرَا

ایسے حلم میں کوئی بھلائی نہیں جس میں ایسی مستعدی نہ ہو جو اس کے صاف پانی کو گدلا ہونے سے محفوظ رکھ سکے

۱ - ابو عبید بکری نے بھی نابغہ جعدی کی عمر دو سو بیس سال دی ہے (سمط اللآلی : ۲۴۷) اور لکھا ہے کہ یہ تین قرن زندہ رہے اور ہر قرن اسی سال کا ہوتا ہے ۔ نابغہ جعدی جاہلیت ہی میں عبادت گزار تھے بتوں اور جوئے بازی سے کنارہ کش رہتے تھے ۔ روزے رکھا کرتے اور استغفار کیا کرتے تھے ۔ (سمط اللآلی : ۲۴۸)

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : اے ابو لیلیٰ ! کہاں تک جانے کا ارادہ ہے ؟ عرض کیا : جنت تک ۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ان شاء اللہ ۔ یہ بھی روایت ہے کہ جب نابغہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اوپر والے دو شعر سنائے تو آپ نے فرمایا : '' خدا کرے تمھارا منہ نہ ٹوٹے '' اس پر انھوں نے طویل عمر بھی پائی پھر بھی باوجود بڑھاپے کے ان کے دانت نہایت خوبصورت تھے ، ایک دانت بھی نہ ٹوٹا تھا ۔

ان کے عمدہ اشعار میں سے یہ شعر بھی ہیں جو انھوں نے ایک دوست کے مرثیے میں کہے :

فَتًى كَانَ فِيهِ مَا يَسُرُّ صَدِيقَهُ
عَلَى أَنَّ فِيهِ مَا يَسُوْءُ الأَعَادِيَا

یہ ایک ایسا انسان تھا جس میں ایسے اخلاق پائے جاتے تھے جو دوست کو خوش کرتے اور ساتھ ہی ایسے اخلاق تھے جن سے دشمنوں کو غم ہوتا

فَتًى كَمُلَتْ أَخْلاَقُهُ غَيْرَ أَنَّهُ
جَوَادٌ فَمَا يُبْقِي مِنَ المَالِ بَاقِيَا

اس کے اخلاق کامل ہیں (صرف ایک عیب ہے اور وہ یہ ہے کہ)
یہ ایسا سخی ہے کہ مال میں سے کچھ باقی نہیں رہنے دیتا

۴۲ ۔ الحطیئہ[1]

اس کا نام جرول بن مالک ہے ۔ یہ زہیر کا راویہ تھا ، جب اس کا (بحیثیت شاعر) آغاز ہؤا تو اس کے کلام کو پسند کیا گیا ۔ اس کے

---

۱ ۔ حُطیئہ : جرول بن أوس بن جؤیہ بن مخزوم بن مالک بن غالب : ابو ملیکہ کنیت ، اسے اس کے کوتاہ قد اور زمین سے قریب ہونے کی وجہ سے حطیئہ کہا گیا ۔ محاورہ ہے حَطَأْتُهُ اذا ضربته ضَرْبَةً شديدة أَلْزَقْتَهُ بالأرض ۔ جاہلی ہے یا اسلامی ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام لایا (سمط اللآلی : ۸۰)

قافیے گریز پا تھے ، اس کی زبان خبیث تھی ، یوں معلوم ہوتا تھا اس کی زبان لوگوں کی عزتوں کی قینچی ہے یہاں تک کہ اس نے اپنے باپ ، اپنی ماں ، اپنی بیوی اور خود اپنی ہجو کہہ ڈالی ، چنانچہ اپنے باپ کے متعلق کہتا ہے :

لَحَاکَ اللہُ ثُمَّ لَحَاکَ حَقّاً
اَباً وَ لَحَاکَ مِنْ عَمٍّ وَخَالٍ

[۳ : ۱۳۹] اللہ تجھ پر لعنت کرے پھر تجھ پر بطور باپ کے حقیقی معنوں میں لعنت کرے اور بطور چچا اور خالو کے بھی لعنت کرے

فَنِعْمَ الشَّیْخُ اَنْتَ لَدَی المَخَازِی
وَ بِئْسَ الشَّیْخُ اَنْتَ لَدَی العِیَالِ

رسوائی کے وقت تو بہت ہی اچھا بزرگ ہے اور عیال کے یہاں بہت برا بزرگ ہے

جَمَعْتَ اللُّوْمَ لَا حَیَّاکَ رَبِّیْ
بِاَنْوَاعِ السَّفَاھَةِ وَالضَّلَالِ

خدا تجھے سلامت نہ رکھے تو نے کئی قسم کی بیوقوفیوں اور گمراہیوں کے ساتھ ساتھ کمینہ پن بھی اپنے اندر جمع کر رکھا ہے

اور والدہ کو اس کا یہ کہنا :

فَتَنَحَّیْ فَاقْعُدِیْ مِنَّا بَعِیْداً
اَرَاحَ اللہُ مِنْکِ العَالَمِیْنَا

تو ہم سے دور جا بیٹھ خدا دنیا والوں کو تجھ سے نجات دلائے

أغِرْ بَالاً إذَا اسْتُودِعْتِ سِرّاً
وَ کَانُوناً عَلَی المُتَحَدِّثِیْنَا

جب تیرے پاس کوئی راز بطور امانت کے رکھا جائے تو تُو چھلنی

کی طرح اس راز کا افشا کر دیتی ہے اور جو لوگ تمھارے
پاس بات کرتے ہیں تو ان کو ایذا پہنچاتی ہے

اور اپنی بیوی کے متعلق یہ شعر :

أُطَوِّفُ مَا أُطَوِّفُ ثُمَّ آتِي
إِلَى بَيْتٍ قَعِيدَتُهُ لَكَاعِ

جب تک میں چکر لگاتا رہتا ہوں لگاتا رہتا ہوں پھر میں اس گھر
میں چلا آتا ہوں جہاں میری بد اخلاق بیوی موجود ہوتی ہے

اپنے متعلق اس کے یہ اشعار (بھی لائق توجہ ہیں)

أَبَتْ شَفَتَايَ الْيَوْمَ إِلَّا تَكَلُّمًا
بِشَرٍّ فَمَا أَدْرِي لِمَنْ أَنَا قَائِلُهْ

آج میرے دونوں ہونٹوں نے طے کر لیا ہے کہ وہ شر کی بات کے
سوا کوئی بات نہ کہیں گے اور مجھے معلوم نہیں کہ میں کسے
بری بات کہوں گا

أَرَى لِيَ وَجْهًا شَوَّهَ اللهُ خَلْقَهُ
فَقُبِّحَ مِنْ وَجْهٍ وَقُبِّحَ حَامِلُهْ

میں دیکھتا ہوں کہ اللہ نے میرا چہرہ بدنما بنایا ہے خدا اس چہرے
اور چہرے والے دونوں کو رسوا کرے

اللہ تعالیٰ نے الزبرقان بن بدر کے لیے اسے عذاب کا کوڑا بنا دیا
چونکہ حطیہ نے اس کی سخت دردناک ہجو کہی اور اسے رلایا ، اسے
بے چین کیا ، اسے جلایا اور اس کے متعلق اپنا مشہور اور اڑتا ہؤا
قصیدہ لوگوں میں پھیلا دیا جس میں وہ کہتا ہے :

وَقَدْ مَرَيْتُكُمْ لَوْ أَنَّ دِرَّتَكُمْ
يَوْمًا يَجِيءُ بِهَا مَسْحِي وَإِبْسَاسِي

میں نے تم سے کچھ مانگا اگر میرا ہاتھ لگانا اور بس بس کہنا کسی
دن بھی تمھارے دودھ کو نکال سکتا

أَزْمَعْتُ يَأْساً مُرِيْحاً مِنْ نَوَالِكُمُ
وَلَنْ تَرَى طَارِداً لِلْحُرِّ كَالْيَاسِ

میں نے تمھارے سر سبز و شاداب عطیوں کے لینے کا پختہ ارادہ کیا مگر میں قطعاً مایوس ہو گیا اور تو کبھی بھی نہ دیکھے گا کہ شریف انسان کو کوئی چیز اس طرح دھکیل سکتی ہے جس طرح کہ مایوسی

مَنْ يَفْعَلِ الْخَيْرَ لَا يَعْدَمْ جَوَازِيَهُ
لَا يَذْهَبُ الْعُرْفُ بَيْنَ اللهِ وَالنَّاسِ

[۳ : ۱۴۰] جو شخص کسی سے نیکی کرے گا تو وہ اس کی جزا کو معدوم نہیں پائے گا کیوں نہ نیکی اللہ اور لوگوں دونوں میں ضائع نہیں جا سکتی (اگر مخلوق جزا نہ دے گی تو اللہ ضرور اس کی جزا دے گا)

دَعِ الْمَكَارِمَ لَا تَرْحَلْ لِبُغْيَتِهَا
وَاقْعُدْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الطَّاعِمُ الْكَاسِي[۱]

---

۱ - محمد بہجہ اثری لکھتے ہیں کہ فراء نے معانی القرآن میں سورہ ہود میں بیان کیا ہے کہ اس شعر میں کاسی بمعنی مکسو کے ہے ۔ جس طرح ''لا عاصم الیوم'' میں عاصم بمعنی معصوم کے ہے۔ فاعل کا مفعول کے معنوں میں مستعمل ہونا کوئی بعید از قیاس نہیں ہے چنانچہ '' مِن ماء دافق '' میں دافق بمعنی مدفوق ہے اور '' عیشہ راضیۃ '' میں راضیۃ بمعنی مرضیۃ ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ '' رُضِیَتْ ھذہ المعیشۃُ '' دُفِقَ الماءُ اور کُسِیَ العُریانُ سب مجہول بولے جاتے ہیں ۔ ابن عبد ربہ (العقد الفرید : ۲ : ۲۹۹) لکھتے ہیں کہ جب حطیئہ نے یہ اشعار زبرقان بن بدر کی ہجو میں کہے تو اس نے عمرؓ بن الخطاب کے پاس جا کر فریاد کی اور انھیں یہ اشعار سنائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا : مجھے تو ان میں کوئی ایسی بات دکھائی نہیں دیتی ۔ زبرقان نے کہا : اے امیرالمؤمنین میری ہجو میں اس سے زیادہ سخت شعر نہیں کہے گئے ۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حسّان سے پوچھا : کیا اس میں ہجو پائی جاتی ہے ؟ تو حسّان نے کہا : ہجو تو نہیں کہی لیکن اس کے اوپر گندگی پھیر دی ہے ۔

تو بزرگیوں کو رہنے دے اور ان کو حاصل کرنے کے لیے سفر اختیار نہ کر اور گھر میں بیٹھا رہ کیوں کہ میری جان کی قسم تجھے کھانا اور لباس دیا گیا ہے

اور مدح میں اس کے بہترین اشعار میں سے اس کا یہ قول ہے:

أَقِلُّوا عَلَيْهِمْ لَا أَبَا لِأَبِيكُمْ،
مِنَ اللَّوْمِ أَوْ سُدُّوا المَكَانَ الَّذِي سَدُّوا

تمہارے باپ کا باپ مر جائے ان پر ملامت مت کرو یا (اگر تم ایسا ہی کرو گے تو) ذرا جس خلا کو انھوں نے پُر کر رکھا ہے تم پُر کر کے دکھا دو

أُولَئِكَ قَوْمٌ إِنْ بَنَوْا أَحْسَنُوا البِنَا
وَإِنْ عَاهَدُوا أَوْفَوْا وَإِنْ عَقَدُوا شَدُّوا

یہ وہ لوگ ہیں جو اگرکسی چیز کی بنا رکھتے تو اچھی بنا رکھتے ہیں ہیں اور اگر عہد کرتے ہیں تو ایفاء کرتے ہیں اور اگر معاہدہ کرتے ہیں تو مضبوط معاہدہ کرتے ہیں

۴۳ - ابوذؤیب[۱] الہُذَلی

کہا جاتا تھا کہ ہُذَیل قبیلے کے شعرا دیگر قبائل کے شعرا سے افضل ہیں اور ابوذؤیب قبیلہ ہذیل کا بہترین شاعر ہے۔ اس کے بہترین اشعار مرثیے میں اس کا وہ قصیدہ ہے جس کا مطلع یہ ہے:

أَمِنَ المَنُونِ وَرَيْبِهِ تَتَوَجَّعُ،
وَالدَّهْرُ لَيْسَ بِمُعْتِبٍ مَنْ يَجْزَعُ،

---

۱ - اس کا اصلی نام خُوَیلد بن خالد بن مُحَرِّث (بکسر الراءالمشددة) بن زُبَید (بالراء المهملة ککمیت) جاہلی اور اسلامی شاعر ہے۔ اس نے حضرت عثمان کے عہد میں وفات پائی۔ (سمط اللآلی: ۹۸ - ۹۹)۔

کیا تو زمانے اور زمانے کی گردشوں سے درد مند ہو رہا ہے جو شخص صبر نہیں کرتا زمانہ اس سے راضی نہیں ہونے کا

وَ تَجَلُّدِي لِلشَّامِتِينَ أُرِيهِم
أَنِّي لِرَيْبِ الدَّهْرِ لا أَتَضَعْضَعُ

میں اپنے دشمنوں کے سامنے صابر بن کر رہتا ہوں ، ان پر یوں ظاہر کرتا ہوں کہ میں حوادث زمانہ کے سامنےعاجزی و انکساری نہیں کرتا

اس قصیدے کا ٹیپ کا شعر یہ ہے (اور اصمعی کہا کرتا تھا کہ ان تمام اشعار میں سے جو عربوں نے کہے ہیں یہ بہترین[1] شعر ہے)

وَ النَّفْسُ رَاغِبَةٌ إِذَا رَغَّبْتَهَا
وَ إِذَا تُرَدُّ إِلَى قَلِيلٍ تَقْنَعُ

تو جب اپنے نفس کو (اور زیادہ دولت حاصل کرنے کی) رغبت دلائے تو یہ اس طرف راغب ہو جاتا ہے اور اگر اسے کم چیز کی طرف لوٹا دیا جائے تو یہ (اسی پر) قناعت کر لیتا ہے

اس قصیدے کے بہترین اشعار میں سے اس کا یہ قول بھی ہے :

وَ إِذَا الْمَنِيَّةُ أَنْشَبَتْ أَظْفَارَهَا
أَلْفَيْتَ كُلَّ تَمِيمَةٍ لا تَنْفَعُ

جب موت کسی شخص میں (آ کے) اپنے ناخن گاڑ دے تو پھر دیکھے گا کہ کسی قسم کا تعویذ مفید نہیں ہو سکتا

۴۴ - ابو خراش[2] الہذلی

یہ دقّت آفریں شعرا میں سے تھا ۔ اس کا ایک بھائی تھا جس کا نام عروہ تھا ابو خراش اپنے بیٹے (خراش) کا قید سے نجات پانے پر اللہ کا

---

۱ - بلوغ الارب میں ابرع بیت ہے مگر العقد الفرید (۳ : ۱۸۵) میں أَبْدَعُ بيتٍ ہے ۔

۲ - اصلی نام خُوَيلد بن مُرّہ ہے صحابی ہیں ۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں وفات پائی ۔ ان کی وفات سانپ کے کاٹنے سے واقع ہوئی ۔

شکریہ ادا کرتے ہوئے کہتا ہے ۔ غم غلط کرنے کے متعلق جو اشعار کہے گئے ہیں ان میں سے یہ بہترین اشعار ہیں :

[۳ : ۱۸۱] حَمِدْتُ إِلٰهِي بَعْدَ عُرْوَةَ إِذْ نَجَا
خِرَاشٌ وَبَعْضُ الشَّرِّ أَهْوَنُ مِنْ بَعْضٍ

جب عروہ کے قتل ہو جانے کے بعد خراش بچ کر آ گیا تو میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور بعض تکلیفیں دوسری تکلیفوں سے آسان ہوتی ہیں

فَوَ اللّٰهِ لَا أَنْسَىٰ قَتِيلاً رُزِئْتُهُ
بِجَانِبِ قَوْسَىٰ[۱] مَا مَشَيْتُ عَلَى الأَرْضِ

اللہ کی قسم میں جب تک زمین پر چلتا رہوں گا (یعنی جب تک زندہ ہوں) اس مقتول کو نہیں بھول سکتا جس کا دکھ مجھے قوسی کے مقام کے قریب پہنچا

عَلَىٰ أَنَّهَا تَعْفُو الكُلُومُ وَ انَّمَا
نُوَكَّلُ[۲] بِالأَدْنَىٰ وَإِنْ جَلَّ مَا يَمْضِي

علاوہ بر ایں (پرانے) زخم مٹ جاتے ہیں اور ہم کو قریب ترین (یعنی تازہ ترین) زخم کے سپرد کر دیا جاتا ہے خواہ گزشتہ زخم کس قدر بڑے کیوں نہ ہوں

---

۱ - ابو علی قالی (۱ : ۲٦۷) نے قَوْسَىٰ قاف کی فتحہ کے ساتھ روایت کیا ہے مگر دیگر راوی ضمہ کے ساتھ روایت کرتے ہیں ۔

۲ - سمط اللآلی (صفحہ ٦۰۱) میں ہے قال الاصمعی : هذا بیت حکمة یقول انما نذکر الحدیث من المصیبة و ان جلّ الذی قبله فقد نسیناه ۔

وَ لَمْ۱ أَدْرِ مَنْ أَلْقَى عَلَيْهِ رِدَاءَهُ
عَلَى أَنَّهُ قَدْ سُلَّ مِنْ مَاجِدٍ مَحْضٍ

مجھے معلوم نہیں ہے کہ کس شخص نے اس پر اپنی چادر ڈالی ہے البتہ وہ ایک بزرگی والے اور عالی نسب انسان کی اولاد میں سے ہے

وَ لَمْ يَكُ مَثْلُوجَ الفُؤادِ مُهَبَّجاً
أَضَاعَ الشَّبَابَ فِي الرَّبِيلَةِ وَ التَّخَفُّضِ

یہ کمزور ، سرد مہر اور بھاری بھر کم نہ تھا جس نے اپنی جوانی کے زمانے کو موٹاپے اور آرام و راحت میں ضائع کر دیا ہو

وَ لَكِنَّهُ قَدْ نَازَعَتْهُ مَجَاوِعٌ
عَلَى أَنَّهُ ذُو مِرَّةٍ صَادِقُ النَّهْضِ

لیکن اسے خالی معدہ رہنے سے تکلیف پہنچی ہے مگر اس کے باوجود وہ دوستی اور بزرگیوں کی طرف حقیقی طور پر اٹھ کر جاتا ہے

راویوں کا خیال ہے کہ انھیں معلوم نہیں کہ ابو خراش کے ...
کسی شخص نے ایسے شخص کی مدح کبھی ہو جسے وہ جانتا ہی نہ ہو
ان اشعار کی شرح دیوان حماسہ کی شرح میں تفصیل سے مندرج ہے ۔ ا...

---

۱ - سمط اللآلی (حوالہ مذکور) میں ہے ۔ اس شعر میں تین قول ہیں
کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جب عروہ قتل ہو چکا تو قوم میں
کسی شخص نے اپنی چادر اس پر ڈال دی اور اسی میں اسے ...
دیا ۔ دیگر لوگ کہتے ہیں کہ چادر ڈالنے والا اس کا بھتیجا خرا...
ہی تھا اور تیسرا قول یہ ہے چادر ڈالنے سے مقصد اسے پناہ د...
تھا اور عرب ایسا ہی کیا کرتے تھے ۔ اغانی (۲۱ : ۲۴۲ - ۴۳
میں ہے کہ عروہ اور خراش کو ثمالیوں نے گرفتار کر لیا تھ...
عروہ کو تو انھوں نے قتل کر دیا اور خراش پر کسی نے ک...
ڈال کر بھگا دیا تھا ۔

طرح کتاب خزانة الادب و لب لباب لسان العرب کی دوسری جلد میں بھی منقول ہے -

۲۵- المتنخل[1] الہذلی

یہ اس کے بہترین اشعار ہیں :

أَبُو مَالِكٍ قَاصِرٌ فَقْرَهُ
عَلَى نَفْسِهِ وَ مُشِيعٌ غِنَاهُ

ابو مالک (جب محتاج ہو جاتا ہے تو) اپنی محتاجی کو اپنے تک محدود رکھتا ہے اور (جب مالدار ہوتا ہے تو) مالداری کو مشہور کر دیتا ہے

إِذَا سُدْتَهُ سُدْتَ مِطْوَاعَةً
وَ مَهْمَا وَكَلْتَ إِلَيْهِ كَفَاهُ

[۲ : ۱۴۲] جب تو اس سے راز میں بات کرے گا تو ایک بڑے اطاعت گزار سے بات کرے گا اور جو کام بھی تو اس کے سپرد کرے گا یہ اس کو عمدگی سے بجا لائے گا

۲۶- ابو صخر[2] الہذلی

کہا جاتا ہے کہ عربوں نے جتنے عشقیہ اشعار کہے ہیں ان میں سے بہترین[3] شعر اس کے یہ اشعار ہیں :

---

۱ - المتنخل کی خاء پر کسرہ پڑھی جائے گی - ایک روایت میں فتحہ بھی آئی ہے - أبا أثیلہ اس کی کنیت ہے - اصلی نام مالک بن عمرو بن غنم ہے اور بعض مالک بن عُوَیمر بن غنم بتاتے ہیں - یہ بنی عیان بن ھُذَیل بن مدرکہ بن الیاسؑ بن مضر میں سے تھا -

۲ - ابو صخر : اصلی نام عبد اللہ بن اسلم السہمی - یہ بنی سہم بن مرۃ بن معاویہ بن ہُذَیل میں سے تھا - یہ اسلامی شاعر ہے اور بنی امیہ کے عہد کا شاعر ہے -

۳ - ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو امالی : ۱ : ۱۴۶ - ۱۴۸ اور سمط اللآلی : ۳۹۹ اور وہ مراجع جن کا وہاں ذکر کیا گیا ہے -

أَمَا وَالَّذِي أَبْكَى وَ أَضْحَكَ وَالَّذِي
أَمَاتَ وَ أَحْيَا وَ الَّذِي أَمْرُهُ الأَمْرُ

خبردار! قسم ہے اس ذات کی جو رلاتی ہے ، ہنساتی ہے ، مار ڈالتی ہے اور زندہ کرتی ہے اور جس کا حکم حقیقی معنوں میں حکم ہے

لَقَدْ تَرَكَتْنِي أَحْسُدُ الوَحْشَ أَنْ أَرَى
أَلِيفَيْنِ مِنْهَا لاَ يَرُوعُهُمَا الذُّعْرُ

اس نے تو میری یہ حالت کر دی ہے کہ جب میں وحشی جانوروں میں سے دو محبت کرنے والوں کو دیکھتا ہوں کہ انھیں کسی قسم کا خوف ڈرا نہیں سکتا تو میں ان سے حسد کرنے لگ جاتا ہوں

فَيَا حُبَّهَا زِدْنِي جَوًى كُلَّ لَيْلَةٍ
وَيَا سَلْوَةَ الأَيَّامِ مَوْعِدُكِ الحَشْرُ

اے محبوبہ کی محبت مجھے ہر رات مزید سوزش عشق دے اور اے ترک عشق تمھارا وعدہ قیامت کا دن ہے

عَجِبْتُ لِسَعْيِ الدَّهْرِ بَيْنِي وَ بَيْنَهَا
فَلَمَّا انْقَضَى مَا بَيْنَنَا سَكَنَ الدَّهْرُ

مجھے میرے اور محبوبہ کے درمیان زمانے کے چغلخوری کے لیے دوڑ دھوپ کرنے پر تعجب ہوا پھر جب وہ محبت جو ہمارے درمیان تھی جاتی رہی تو زمانہ بھی آرام سے بیٹھ گیا

۴۷۔ تمیم بن مقبل

یہ مُخضرم ہے اور اس کا شمار فحول شعرا میں ہوتا ہے ۔ اس کے بہترین اشعار میں سے اس کے وہ شعر ہیں جو دعبل نے پیش کیے ہیں :

فَأَخْلِفْ وَ أَتْلِفْ إِنَّمَا المَالُ عَارَةٌ
وَ كُلْهُ مَعَ الدَّهْرِ الَّذِي هُوَ آكِلُهُ

گئے ہوئے مال کے عوض اور مال بنا اور مال کو خرچ کیے جا کیونکر مال تو عاریتاً لی ہوئی چیز ہے ، اسے تو بھی اس زمانے کے ساتھ ساتھ کھائے جا جو اسے کھا جانے والا ہے

وَ أَيْسَرُ مَفْقُودٍ وَ أَهْوَنُ هَالِكٍ
عَلَى الحَيِّ مَنْ لاَ يَبْلُغُ الحَيَّ نَائِلُهُ

گم ہو جانے والوں میں سے معمولی ترین اور مرنے والوں میں سے حقیر ترین شخص قبیلے کے نزدیک وہ شخص ہوتا ہے جس کے عطیے قبیلے والوں کو نہیں پہنچتے

اور اس کا یہ قول (بھی خوب ہے)

خَلِيلَيَّ لاَ تَسْتَعْجِلاَ وَ انْظُرَا غَدًا
عَسَى أَن يَكُونَ الرِّفْقُ فِي الأَمْرِ أَرْشَدَا

میرے دونوں دوستو ! جلدی نہ کرو اور کل تک غور کر لو ہو سکتا ہے کہ کسی معاملے میں نرمی کرنا ہی بہتر ہو

۲۸- عبدة بن الطبيب[1]

یہ فصیح مخضرم شعرا میں سے تھا - اس کے بہترین اشعار کا نمونہ اس کا لامیہ قصیدہ ہے جس کا مطلع یہ ہے :

---

۱ - عبدة بن الطبيب وهو يزيد بن عمرو بن وعلة أنس بن عبدالله بن عبد نهم - اغانی (۲۱ : ۲۸) میں عبدة بن الطیّب ہے یہ - مصحّف ہے اور عبد نہم کی بجائے تصحیف کر کے عبد تیم ہے - قبیلہ تمیم کو جاہلیت میں عبد نُہم کہا جاتا تھا اور نہم ان کا بت تھا جس کی وہ پرستش کیا کرتے تھے (سمط اللآلی : ۶۹) عبدہ عمدہ مگر کم گو شاعر ہے - مخضرم ہے - اسلام لے آیا تھا اور یہ نعمان بن المقرّن کی اس فوج میں تھا جو مدائن کی جنگ میں شریک ہوئی تھی (اغانی : ۲۱ : ۲۸) -

هَلْ حَبْلُ خَوْلَةَ بَعْدَ الهَجْرِ مَوْصُولُ
أَمْ أَنْتَ عَنْهَا بَعِيدُ الدَّارِ مَشْغُولُ

کیا خولہ جدائی کے بعد اپنے تعلقات ہمارے ساتھ پھر سے قائم کرے گی یا کیا تو اس سے بہت دور جا پڑا ہے اور اس سے غافل ہو گیا ہے

وَ الْمَرْءُ سَاعٍ لِأَمْرٍ لَيْسَ يُدْرِكُهُ
وَ الْعَيْشُ شُحٌّ وَ إِشْفَاقٌ وَ تَأْمِيلُ

اور انسان ایسے کام کے لیے کوشش کرتا ہے جسے وہ حاصل نہیں کر سکتا ، زندگی کیا ہے بخل اور خوف اور امید

عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو اس شعر کی عمدگی اور حسن تقسیم پر تعجب ہوتا تھا

اور اس کی مشہور مثالوں میں سے اس کا وہ شعر ہے جو اس نے قیس بن عاصم کے مرثیے میں کہا تھا :

وَمَا كَانَ قَيْسٌ هُلْكُهُ هُلْكَ وَاحِدٍ
وَ لٰكِنَّهُ بُنْيَانُ قَوْمٍ تَهَدَّمَا

قیس کی موت ایک شخص کی موت نہ تھی بلکہ (اس کے مرنے سے تو) تمام قوم کی عمارت منہدم ہو گئی ہے

۴۹ ـ حمید بن ثور[1]

یہ اعلی پایے کے مُخَضْرَم شعرا اور معمّرین میں سے تھا ۔ اس کے بہترین اشعار اس کے یہ اشعار ہیں :

---

۱ ـ حمید بن ثور : حُمید بن ثور بن عبداللہ بن عامر ابن ابی ربیعۃ ابن نہیک بن ہلال بن عامر بن صعصعۃ ۔ اس کی کنیت ابو المثنّی ، ابو الاخضر ابو خالد اور ابو لاحق ہے ۔ ابو عبید بکری نے اسے اسلامی شاعر کہا ہے (سمط اللآلی : ۳۷۶) ۔

أَرَى بَصَرِيْ قَدْ رَابَنِيْ بَعْدَ صِحَّةٍ
وَ حَسْبُكَ دَاءً أَنْ تَصِحَّ وَ تَسْلَمَا[1]

میں دیکھ رہا ہوں کہ میری بینائی نے مجھے صحیح بینائی ہونے کے بعد شک میں ڈال دیا ہے تمھارا تندرست اور بیمار پڑنا ہی تمھارے لیے کافی بیماری ہے

وَ لَنْ يَلْبَثَ[2] العَصْرَانِ يَوْمٌ[3] وَ لَيْلَةٌ
إِذَا طَلَبَا أَنْ يُدْرِكَا مَا تَيَمَّمَا

اور جب دن اور رات کے دونوں وقت کسی چیز کو حاصل کرنے کا ارادہ کر لیں تو پھر اسے حاصل کرنے میں دیر نہیں لگاتے

وَ مَا هَاجَ هَذَا الشَّوْقَ إِلَّا حَمَامَةٌ
دَعَتْ سَاقَ حُرٍّ تَرْحَةً وَ تَرَنُّمَا

میرے اس اشتیاق کو تو صرف ایک کبوتری نے بر انگیختہ کیا ہے جو بڑے سوز و ساز کے ساتھ اپنے نر کو پکارتی رہتی ہے

[۲ : ۱۴۴] اسی قصیدے میں قمری کی صفت میں ہے :

عَجِبْتُ لَهَا أَنَّى يَكُونُ غِنَاؤُهَا
فَصِيحًا وَ لَمْ تَفْغَرْ بِمَنْطِقِهَا فَمَا

---

۱ - بلوغ الارب میں " تسقما " ہی ہے مگر یہ غلط ہے - درست " تسلما " ہے جیسا کہ سمط اللآلی (صفحہ ۵۳۲) میں ہے اس صورت میں ترجمہ یوں ہوگا اور انسان کا تندرست اور (عمر دراز تک) سلامت رہنا ہی کافی بیماری ہے -

۲ - امالی (۱ : ۲۳۱) اور سمط اللآلی (صفحہ ۵۳۲) میں لایلبث دیا ہے -

۳ - تصحیح امالی اور سمط اللآلی سے کی گئی ہے - بلوغ الارب میں " یوماً " ہے -

مجھے اس پر تعجب ہؤا کہ اس کا گانا اتنا فصیح کیوں ہے، باوجودیکہ اس نے گفتار کے لیے منہ بھی نہیں کھولا

اس کے شعری نکتوں میں سے بھیڑیے کی صفت میں اس کا یہ قول ہے :

يَنَامُ بِإِحْدَى مُقْلَتَيْهِ وَ يَتَّقِي الشَّا
عَادِيْ بِأُخْرَى فَهُوَ يَقْظَانَ هَاجِعُ

یہ ایک آنکھ کی مدد سے سوتا ہے اور دوسری آنکھ کے ذریعے دشمنوں سے بچتا رہتا ہے ، لہٰذا یہ بیدار بھی ہے اور سو بھی رہا ہے

۵۰ ۔ متمم بن نویرہ

اس کے بہترین اشعار وہ اشعار ہیں جن میں اس نے اپنے بھائی مالک کا مرثیہ کہا ہے ، اور ان میں سے بھی بہترین اشعار یہ ہیں :

وَ قَالُوا أَتَبْكِي كُلَّ قَبْرٍ رَأَيْتَهُ
لِقَبْرٍ ثَوَى بَيْنَ اللِّوَى فَالدَّكَادِكِ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کیا تو ہر قبر کو دیکھ کر رونے لگ جاتا ہے اس قبر کی وجہ سے جو لویٰ اور دکادک کے درمیان واقع ہے

فَقُلْتُ لَهُمْ إِنَّ الأَسَى يَبْعَثُ الأَسَى
دَعُونِي فَهٰذَا كُلُّهُ قَبْرُ مَالِكِ

میں نے جواب دیا : غم غم کو برانگیختہ کرتا ہے ، مجھ سے کچھ نہ کہو اس لیے کہ (میرے نزدیک) یہ سب مالک ہی کی قبریں ہیں

نیز اس کے یہ اشعار جو اس نے اپنے بھائی مالک کے مرثیے میں کہے (بہترین اشعار گنے جاتے ہیں) :

وَ كُنَّا كَنَدْمَانَيْ جَذِيْمَةَ حِقْبَةً
مِنَ الدَّهْرِ حَتّٰى قِيْلَ لَنْ يَتَصَدَّعَا

میں اور مالک دونوں جَذیمہ کے دو ندیموں (مالک اور عقیل) کی طرح ایک عرصے تک (اکٹھے) رہے یہاں تک کہ کہا گیا یہ کبھی بھی جدا نہ ہوں گے

فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَأَنِّيْ وَ مَالِكًا
لِطُوْلِ اجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَعَا

پھر جب ہم ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تو یوں معلوم ہو رہا تھا کہ باوجود اتنا عرصہ اکٹھے رہنے کے میں نے اور مالک نے ایک رات بھی اکٹھے نہیں گزاری

۵۱ - درید[1] بن الصِّمّہ

اس کے بہترین شعر یہ ہیں :

أَمَرْتُهُمُ أَمْرِيْ بِمُنْعَرَجِ اللِّوٰى
فَلَمْ يَسْتَبِيْنُوا الرُّشْدَ إِلَّا ضُحَى الْغَدِ

میں نے انھیں ریت کے موڑ پر اپنا حکم دیا (مگر انھوں نے میری بات نہ مانی) اور دوسرے روز چاشت کے وقت جا کر ان پر صحیح بات واضح ہوگئی

وَ هَلْ أَنَا إِلَّا مِنْ غَزِيَّةَ إِنْ غَوَتْ
غَوَيْتُ وَ إِنْ تَرْشُدْ غَزِيَّةُ أَرْشُدِ

میں بھی تو غزیّہ قبیلے کا ایک فرد ہوں لٰہذا اگر وہ گمراہ ہوں گے تو میں بھی ان کا ساتھ دیتے ہوئے گمراہ ہوں گا اور اگر

---

۱ - درید بن الصِّمّۃ الاصغر - ابو قرّہ کنیت ہے - معمّرین میں سے تھا - یہ ہوازن کی جنگ میں قتل ہؤا اور اس وقت اس کی عمر تقریباً دو سو سال تھی -

غزیہ راہ راست پر ہوں گے تو میں بھی راہ راست پر ہوں گا

[۳ : ۱۴۵] یونس نحوی کہتا ہے : درید کا مذکورہ بالا شعر ان تمام شعروں میں سے جو عربوں نے کہے ہیں نہایت ہی دانشمندانہ شعر ہے :

اور اس کا یہ قول[۱] :

مَا إِنْ رَأَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِهِ
كَالْيَوْمِ هَانِئِي أَيْنُقٍ جُرْبِ

جیسا شخص میں نے آج خارش زدہ اونٹنیوں کو کول تار لگاتے ہوئے دیکھا ایسا میں نے نہ کسی کو دیکھا اور نہ سنا

مُتَبَذِّلًا تَبْدُوْ مَحَاسِنُهُ
يَضَعُ الهِنَاءَ مَوَاضِعَ النُّقْبِ

اس نے کام کاج والے کپڑے پہن رکھے تھے (مگر اس کے باوجود) اس کے (جسم کی) خوبیاں ظاہر ہو رہی تھیں اور وہ (شخص) عین زخموں کے مقام پر کول تار لگا رہا تھا

۵۲ - سوید[۲] بن ابی کاہل

اس کا بہترین کلام اور بہترین اشعار یہ ہیں :

رُبَّ مَنْ أَنْضَجْتُ غَيْظًا قَلْبَهُ
قَدْ تَمَنَّى لِيَ مَوْتًا لَمْ يُطَعْ

---

۱ - درید نے یہ اشعار صخر کی بہن اور مشہور شاعرہ خنساء کے بارے میں کہے تھے - اس نے خنساء کو اونٹوں کو تار کول لگاتے دیکھا تھا اور اس پر فریفتہ ہو گیا تھا - اس کے بعد درید نے اس کے باپ سے رشتہ مانگا مگر خنساء رضامند نہ ہوئی تھی -

۲ - سُوَیْد بن ابی کاہل : سوید بن ابی کاہل ابو کاہل کے نام میں اختلاف پایا جاتا ہے - بعض نے شَبِیْب کہا ہے اور بعض غُطَیْف کہتے ہیں - یہ مُخَضْرَمین میں سے تھا اور اس کا باپ ابو کاہل بھی شاعر تھا - سُوَیْد کی کنیت ابو سعد ہے -

بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کے دلوں کو میں نے غصے کی وجہ سے انتہائی غم میں ڈال دیا وہ چاہتے تھے کہ میں مر جاؤں مگر ان کی بات پوری نہ ہوئی

وَيَرَانِي كَالشَّجَا فِي حَلْقِهِ
عَسِراً مَخْرَجُهُ مَا يُنْتَزَعْ

(میرا بدخواہ) مجھے اپنے حلق میں ایسا محسوس کرتا تھا جیسے گلے میں پھنسی ہوئی ہڈی ہو کہ اس کا نگلنا بھی مشکل ہو اور اسے کھینچ کر نکالا بھی نہ جا سکتا ہو

مُزْبِدٌ يَخْطِرُ مَا لَمْ يَرَنِي
فَإِذَا أَسْمَعْتُهُ صَوْتِي انْقَمَعْ[1]

(وہ غصے کے مارے منہ سے) جھاگ نکال رہا ہو اور جب تک اس نے مجھے نہ دیکھ لیا ہو وہ اکڑ کر چل رہا ہو مگر جونہی کہ میں اپنی آواز اس کے کانوں میں ڈالتا ہوں وہ تنہا (خاموشی سے) بیٹھ جاتا ہے

قَدْ كَفَانِي اللهُ مَا فِي نَفْسِهِ
وَمَتَى مَا يَكْفِ شَيْئًا لَمْ يُضَعْ

مجھے اللہ نے اس کی دلی خواہشوں سے بچائے رکھا اور جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کی حفاظت کرتے ہیں تو وہ ضائع نہیں ہوتی

لَمْ يَضِرْنِي غَيْرَ أَنْ يَحْسُدَنِي
فَهُوَ يَزْقُو مِثْلَ مَا يَزْقُو الضُّوَعْ

[۳ : ۱۳۶] وہ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچا سکا ۔ صرف حسد کرنے لگا اور وہ یوں چلاتا تھا جس طرح اُلّو چلاتا تھا

---

۱ ۔ القمع الرجل : جَلَسَ وحده ۔

وَ يُحَيِّيْنِيْ إِذَا لَاقَيْتُهُ
وَ إِذَا يَخْلُولَهُ لَحْمِيْ[1] رَتَعْ

جب میں اسے مل جاتا ہوں تو وہ مجھے سلام کرتا ہے مگر جب خلوت میں جاتا ہے تو میری بدگوئی کرتا ہے

كَيْفَ يَرْجُوْنَ سَقَاطِيْ[2] بَعْدَمَا
جَلَّلَ الرَّأْسَ مَشِيْبٌ وَ صَلَعْ[3]

وہ کیسے امید کر سکتے ہیں کہ میں لغزش کھا جاؤں جب کہ میرا سر سفید اور گنجا ہو چکا ہے

۵۳ - النجاشی[4] الحرثی

یہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شاعر تھا - اس کے بہترین اشعار یہ ہیں :

إِنِّيْ امْرُؤٌ قَلَّمَا أُثْنِيْ عَلَىٰ أَحَدٍ
حَتّٰى أَرَىٰ بَعْضَ مَا يَأْتِيْ وَمَا يَذَرُ

---

۱ - لفظی ترجمہ : میرا گوشت کھاتا ہے -

۲ - السقاط : الزّلّۃ -

۳ - عربوں کے ہاں یہ اشعار حکمیتہ اشعار ہوتے تھے اور عیسیٰ بن عمر کہتا ہے کہ یہ اشعار جاہلیت میں '' الیتیمہ'' کہلاتے تھے (اغانی : ۱۳ : ۱۰۱) -

۴ - النجاشی : قیس بن عمرو بن مالک - یہ بنی الحارث بن کعب میں سے تھا - اس کی کنیت ابو الحارث ہے - اس کی نسبت اپنی والدہ کی طرف ہے - وہ حبشہ کی رہنے والی تھی - نجاشی اشراف عرب میں سے تھا مگر فاسق تھا - ماہ رمضان میں اس نے شراب پی اور اسی حالت میں اسے حضرت علیؓ کے پاس لایا گیا تو انھوں نے اسے اسّی دُرّے لگانے کے بعد بیس اور لگائے (سمط اللآلی : ۸۹۰) -

میں تو وہ شخص ہوں کہ جب تک یہ نہ دیکھ لوں کہ فلاں شخص کیا کچھ کرتا ہے اور کیا کچھ نہیں کرتا تب تک میں اس کی تعریف نہیں کرتا

لَا تَمْدَحَنَّ امْرَأً حَتَّى تُجَرِّبَهُ
وَلَا تَذُمَّنَّ مَنْ لَمْ يَبْلُهُ الْخَبَرُ

جب تک تو کسی کو آزما نہ لے تو اس کی تعریف نہ کر اور جسے تجربوں نے آزمایا نہ ہو اس کی مذمت بھی نہ کر

اور یہ نہایت ہی عمدہ بات ہے -

۵۴ - الشماخ بن ضرار

یہ اعلیٰ پایے کے مخضرمین میں سے تھا ، اس کی مشہور مثالوں میں سے یہ شعر ہے :

لَمَالُ الْمَرْءِ يُصْلِحُهُ فَيُغْنِي
مَفَاقِرَهُ، أَعَفُّ مِنَ الْقُنُوعِ[1]

انسان کا وہ مال جس کی وہ دیکھ بھال کرتا رہے اور پھر اس سے اپنی حاجات پوری کرے لوگوں سے سوال کرنے اور ان کے سامنے ذلیل ہونے سے بہتر ہے

اور اس کے بہترین اشعار وہ ہیں جو اس نے عرابۃ الاوسی کے بارے میں کہے :

رَأَيْتُ عَرَابَةَ الْأَوْسِيَّ يَسْمُو
إِلَى الْخَيْرَاتِ مُنْقَطِعَ الْقَرِينِ

میں نے دیکھا ہے کہ عرابہ اوسی نیک کاموں کی طرف تن تنہا چڑھ جاتا ہے

---

۱ - قنوع مصدر ہے قَنَعَ قُنُوعًا : سَأَلَ و تَذَلَّلَ -

إذَا مَا رَايَةٌ رُفِعَتْ لِمَجْدٍ
تَلَقَّاهَا عَرَابَةُ بِالْيَمِينِ

جب بھی بزرگی کا جھنڈا بلند کیا جاتا ہے تو عرابہ اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیتا ہے

۵۵ ۔ عمرو بن[1] معدیکرب

اس کی مشہور مثالوں میں سے اس کا یہ شعر ہے :

إذَا لَمْ تَسْتَطِعْ أَمْرًا فَدَعْهُ
وَجَاوِزْهُ إِلَى مَا تَسْتَطِيعُ

جب تجھ میں کسی بات کے کرنے کی طاقت نہ ہو تو اسے چھوڑ دے اور ایسی بات کی طرف چل دے جس کے کرنے کی تجھ میں طاقت ہے

اور اس کا یہ قول :

لَيْسَ الْجَمَالُ بِمِئْزَرٍ
فَاعْلَمْ وَ إِنْ رُدِّيتَ بُرْدًا

یاد رکھو تہمد (انسان کے لیے) خوب صورتی (کا سبب نہیں) ہے خواہ تجھے چادر بھی کیوں نہ پہنا دی جائے

---

۱ ۔ عمرو بن معدیکرب جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی مشہور شہسواروں میں سے تھا ۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسلمان ہؤا ۔ پھر ان یمنیوں کے ساتھ جو یمن میں مرتد ہو گئے یہ بھی مرتد ہو گیا پھر دوبارہ مسلمان ہؤا اور ہجرت کر کے عراق چلا گیا اور قادسیہ کی جنگ میں شریک ہؤا اور اپنے جوہر دکھائے ۔ سعد بن ابی وقاص نے اسی کو فتح کی خوشخبری دینے کے لیے حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا تھا (سمط اللآلی : ٦٣) ۔

إنّ الجمالَ مآثرٌ
ومناقبٌ أورثنَ مجدًا

[۳ : ۱۸۷] بلکہ جمال تو وہ موروثی کمال اور نیک کام ہیں جو تجھے بزرگی عطا کرتے ہیں

اور اس کا یہ قول بھی خوب ہے :

ظَلِلتُ كأنّي للرِّماحِ دَرِيَّةٌ
أُقاتِلُ عن أبناءِ جَرْمٍ وَ فَرَّتِ

دن بھر میری یہ حالت رہی کہ میں گویا نیزوں کی آماجگاہ بنا ہؤا ہوں ۔ میں تو قبیلۂ جرم کے بیٹوں کی طرف سے لڑ رہا تھا حالانکہ وہ خود بھاگ گئے تھے

فلو أنّ قومي أنطقتني رِماحُهُم
نطقتُ و لكنّ الرِّماحَ أجرّتِ

اگر میری قوم کے نیزے (کارہائے نمایاں کر کے) مجھے گویا بنا دیتے تو میں ضرور (ان کی تعریف میں) کچھ کہتا مگر ان کے نیزوں نے تو (کوئی کام نہ کر کے) مجھے گنگ بنا دیا

۵٦ ۔ عمرو بن الأهتم[1]

اس کا بہترین اور عمدہ ترین کلام اس کا یہ قول ہے :

لَعَمْرُكَ ما ضاقت بِلادٌ بأهلِها
و لكنّ أخلاقَ الرِّجالِ تَضيقُ

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں اسی طرح الاہتم ہے مگر درست الأيهم ہے جیسا کہ سمط اللآلی : ۱۸۴ میں ہے ۔ عمرو بن الأيهم بن أفلت التغلبی نصرانی اور اسلامی شاعر ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام عُمَيْر ہے ۔

خدا کی قسم ملک اہالیان کے لیے تنگ نہیں ہوتے بلکہ لوگوں کے
اخلاق تنگ ہو جاتے ہیں

۵۷ - سحیم عبد[1] بنی الحسحاس

اس کے بہترین اشعار اس کا وہ قصیدہ[2] ہے جس کا مطلع یہ ہے :

عُمَیْرَةَ وَدِّعْ إنْ تَجَهَّزْتَ غَادِیًا
کَفَی الشَّیْبُ والاِسْلاَمُ لِلْمَرْءِ نَاهِیًا

اگر تو صبح کے وقت روانہ ہو جائے تو عُمَیرہ کو الوداع کہنا
انسان کے لیے بڑھاپا اور اسلام کافی منع کرنے والے ہیں

اور اس کا یہ قول :

أشْعَارُ عَبْدِ بَنِی الحَسْحَاسِ قُمْنَ لَهُ،
یَوْمَ الفَخَارِ مَقَامَ الأصْلِ و الوَرِقِ[3]

---

۱ - ابوبکر الہذلی نے اس کا نام بجائے سُحَیْم کے حیّۃ لکھا ہے - اس کے آقا کا نام جندل بن معبد ہے - جندل بنی الحسحاس بن نُفاثہ بن سعد بن عمرو بن مالک بن ثعلبہ بن دُودان بن اسد میں سے تھا - سُحیم حبشی تھا اور اس کی زبان میں عجمیت پائی جاتی تھی - شعر کہنے کے بعد خود ہی کہتا أهْسَنْتُ وَالله اس کی مراد أحْسَنْتُ والله سے ہوتی - عبد الله بن ابی ربیعہ نے اسے خرید لیا تھا اور عثمان رضی الله تعالیٰ عنہ کو لکھا تھا کہ میں نے آپ کے لیے ایک حبشی غلام خریدا ہے جو شاعر بھی ہے - حضرت عثمانؓ نے فرمایا : مجھے اس کی ضرورت نہیں - اس کے بعد جندل بن معبد نے اسے خرید لیا - سحیم نے جندل کی بیٹی کے متعلق عشقیہ اشعار کہے چنانچہ اسے قتل کر کے جلا دیا گیا (سمط اللآلی : ۷۲۱) -

۲ - ابن الاعرابی نے اس قصیدے کو دیباج خسروانی کہا ہے (سمط اللآلی حاشیہ میمن : ۷۲۱) -

۳ - امالی (۲ : ۸۶) میں ہے قال ابو علی : الوَرَق عند العرب : المال من الابل و الغنم و الوَرِقُ : الفِضّة

عبد بنی الحسحاس کے اشعار اس کے لیے فخر کے دن خاندان اور مال و دولت کے قائم مقام ہوئے ہیں

إِنْ كُنْتُ عَبْدًا فَنَفْسِي حُرَّةٌ كَرَمًا
أَوْ أَسْوَدَ الْخَلْقِ إِنِّي أَبْيَضُ الْخُلُقِ

اگر میں غلام ہوں (تو کیا ہؤا) میرا نفس تو ذاتی شرافت کی وجہ سے آزاد ہے یا اگر میرا وجود سیاہ ہے تو میرے اخلاق تو سفید ہیں

۵۸ - ¹ابو محجن الثقفی

اس کے اشعار میں ان اشعار سے بہتر اور عمدہ ترکوئی شعر نہیں ہیں:

لَا تَسْأَلِي النَّاسَ عَنْ مَالِي وَكَثْرَتِهِ
وَسَائِلِي النَّاسَ عَنْ بَأْسِي وَعَنْ خُلُقِي

اری ! لوگوں سے میرے مال کی کثرت کے متعلق نہ پوچھ لوگوں سے میری بہادری اور میرے اخلاق کے متعلق پوچھ (کہ کیسے ہیں)

²هَلْ أَطْعَنُ الطَّعْنَةَ النَّجْلَاءَ عَنْ عُرُضٍ
وَأَكْتُمُ السِّرَّ فِيهِ ضَرْبَةُ الْعُنُقِ

---

۱ - ابو محجن ثقفی بلا کے بہادر تھے ۔ شراب پینے کی لت لگی ہوئی تھی ۔ ایک بار حضرت عمرؓ نے انہیں شراب پینے کی وجہ سے قید کر دیا ۔ ادھر ایرانیوں سے جنگ ہو رہی تھی ابو محجن سے نہ رہا گیا ۔ بیڑیاں اتار کر بھیس بدلا اور جنگ میں جا اچکے اور ایرانیوں کو خوب تہ تیغ کیا ۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا میں آئندہ تمہیں شراب پینے کی سزا نہ دوں گا ۔ ابو محجن نے کہا : پھر میں بھی آئندہ شراب نہ پیوں گا ۔

۲ - میمن (سمط اللآلی : ہ حاشیہ) نے یہ شعر یوں لکھا ہے :

وَقَدْ أَجُودُ وَمَا مَالِي بِذِي فَنَعٍ
وَأَكْتُمُ السِّرَّ فِيهِ ضَرْبَةُ الْعُنُقِ

کیا میں پہلو میں ہو کر نیزے کا وسیع زخم نہیں لگاتا؟
اور میں کیا ایسے راز کو چھپائے نہیں رکھتا (جسے اگر ظاہر کر دوں تو) گردن اڑا دی جائے

[۳ : ۱۴۸] ۵۹ ـ کعب[1] بن سعد

اس کے بہترین اشعار یہ ہیں :

وَمَا أَنَا لِلشَّيْءِ الَّذِي لَيْسَ نَافِعِي
وَ يَغْضَبُ مِنْهُ صَاحِبِي بِقَؤُولِ

جس بات کے کہنے سے مجھے کوئی فائدہ نہ ہو اور پھر اس سے میرا ساتھی بھی ناراض ہوتا ہو تو میں ایسی بات نہیں کہنے کا

وَ لَسْتُ بِمُبْدٍ لِلرِّجَالِ سَرِيرَتِي
وَلَا أَنَا عَنْ أَسْرَارِ هِمْ بِسَؤُولِ

میں اپنے راز لوگوں پر ظاہر نہیں کرنے کا اور نہ ہی میں ان کے رازوں کے متعلق سوال کرنے والا ہوں

٦٠ ـ معن[2] بن أوس

یہ اسلامی شعرا میں سے تھا ـ اس کے بہترین اشعار یہ ہیں :

وَفِي النَّاسِ إِنْ رَثَّتْ حِبَالُكَ وَاصِلُ
وَفِي الْأَرْضِ عَنْ دَارِ الْقِلَى مُتَحَوَّلُ

---

۱ - کعب بن سعد : ابو عبید بکری (سمط اللآلی : ۷۷۱) نے اسے اسلامی شاعر قرار دیا ہے اور اسے بنی سالم بن عُبَیْد بن سعد بن عوف کا ایک فرد قرار دیا ہے مگر میمن نے اسے جاہلی شاعر قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ ابو المغوار غنوی ـ اس کا بھائی مقداد اور جبل سب کے سب ذی قار کی جنگ میں مارے گئے اور کعب نے ان کا مرثیہ کہا

۲ - معن بن اوس بن نصر بن زیاد بن اسعد ـ بنی عثمان بن مُزَینہ بن اُدّ میں سے ہے ـ اسلامی عہد کا شاعر ہے ـ معن کے ہاں لڑکیاں ہی لڑکیاں پیدا ہوتی تھیں ـ معاویہ اسے تمام اسلامی شعرا سے افضل سمجھتے تھے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ فحول‌الشعر میں سے ہے (سمط اللآلی : ۷۳۳) ـ

اگر تیرے (تعلقات کی) رسیاں بوسیدہ (ہو کر ٹوٹ جائیں) تو لوگوں میں اور لوگ موجود ہیں جو ہم سے تعلقات قائم کیے رکھیں گے اور زمین میں دشمنی کے گھر (کو چھوڑ جانے پر) اور جگہ پائی جا سکتی ہیں جہاں انسان منتقل ہو سکے

إِذَا انْصَرَفَتْ نَفْسِي عَنِ الشَّيْءِ لَمْ تَكَدْ
إِلَيْهِ بِوَجْهٍ آخِرَ الدَّهْرِ تُقْبِلُ

جب میں کسی چیز سے منہ پھیر لیتا ہوں تو پھر کبھی بھی اس کی طرف توجہ نہیں کرتے گا

اور اس کی مشہور مثالوں میں سے اس کے یہ شعر ہیں :

أُعَلِّمُهُ الرِّمَايَةَ كُلَّ يَوْمٍ
فَلَمَّا اشْتَدَّ سَاعِدُهُ رَمَانِي

میں ہر روز اسے تیراندازی سکھایا کرتا تھا مگر جب اس کے بازو مضبوط ہو گئے تو اس نے مجھ ہی پر تیر چلایا

أُعَلِّمُهُ الرِّوَايَةَ كُلَّ يَوْمٍ
فَلَمَّا قَالَ قَافِيَةً هَجَانِي

میں اسے ہر روز شعروں کی روایت کرنا سکھاتا مگر جب اس نے شعر کہنے شروع کیے تو میری ہی ہجو کہی

٦١ - کعب بن جعیل

یہ طبّاع اور اسلامی شعرا میں سے تھا اور معاویہؓ کا شاعر تھا - اس کے بہترین اشعار میں سے اس کے یہ[1] اشعار ہیں :

---

۱ - بہجۃ اثری لکھتے ہیں کہ یہ اشعار کعب کے نہیں ہیں بلکہ اس کے بھائی عُمَیر کے ہیں - اسے قوم کی ہجو کہنے کے بعد ندامت ہوئی تھی -

نَدِمْتُ عَلَى شَتْمِي الْعَشِيرَةَ بَعْدَمَا
مَضَى وَاسْتَتَبَّتْ لِلرُّوَاةِ مَذَاهِبُهْ

مجھے اپنے قبیلے کو گالیاں دینے پر اس وقت ندامت ہوئی جب کہ راویوں کے تمام راستے منتظم طور پر قائم ہو چکے تھے اور مجھ سے یہ کام ہو چکا تھا

فَأَصْبَحْتُ لَا أَسْطِيعُ رَدًّا لِمَا مَضَى
كَمَا لَا يَرُدُّ الدَّرَّ فِي الضَّرْعِ حَالِبُهْ

اب میری یہ حالت ہو گئی کہ جو کچھ گزر چکا تھا اسے لوٹانے کی مجھ میں قدرت نہ تھی بعینہٖ اسی طرح جس طرح کہ دودھ دوہنے والا دودھ پستانوں میں لوٹا نہیں سکتا

٦٢ ـ زیاد[1] بن زید العذری [۳ : ۱۰۹]

اس کے بہترین اشعار یہ ہیں[2] :

وَلَسْتُ بِمِفْرَاحٍ إِذَا الدَّهْرُ سَرَّنِي
وَلَا جَازِعٍ مِنْ صَرْفِهِ الْمُتَقَلِّبِ

جب زمانہ مجھے خوش کرتا ہے تو میں اتراتا نہیں ہوں اور

---

۱ - بلوغ الارب میں زیاد ہی ہے مگر سمط اللآلی (۹۰۲) اور التنبیہ (۱۴) میں زیادۃ بن زید بن مالک ہے ۔ زیادہ کو ہدبہ بن الخشرم نے قتل کیا تھا اور اسے قید کر دیا گیا تھا تاآنکہ زیادۃ کا بیٹا مسوّر بڑا ہوا ۔ اشراف مدینہ نے جن میں کبار صحابہ بھی شامل تھے مسوّر کو دس گنا دیت پیش کی مگر مسوّر نہ مانا اور اس نے ہدبہ کو قصاص میں قتل کیا ۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام کے آنے کے بعد ہدبہ پہلا شخص ہے جسے صبرا قتل کیا گیا ۔

۲ - ابن عبد ربہ (العقد الفرید : ۱ : ۲۷) نے ان اشعار کو ہدبۃ العذری کی طرف منسوب کیا ہے ۔

نہ ہی زمانے کی بدلنے والی گردسوں کی وجہ سے بیقراری کا اظہار کرتا ہوں

وَلاَ أَتَمَنَّى الشَّرَّ وَالشَّرُّ تَارِكِي
وَلَكِنْ مَتَى أُحْمَلْ عَلَى الشَّرِّ أَرْكَبِ

اور جب جنگ مجھے چھوڑ دیتی ہے (یعنی جب جنگ کے بغیر ہی کام چل جائے) تو میں بھی جنگ کی خواهش نہیں کرتا مگر جب مجھے جنگ کرنے پر مجبور کیا جائے تو پھر میں اس پر سوار ہو جاتا ہوں

اور اس کا یہ شعر :

هَلِ الدَّهْرُ وَالأَيَّامُ إِلاَّ كَمَا تَرَى
رَزِيَّةُ مَالٍ أَوْ فِرَاقُ حَبِيبِ

زمانہ اور ایام ایسے ہی ہیں جیسے تو انہیں دیکھ رہا ہے یعنی یہی کہ کبھی مال کی مصیبت ہے کبھی کسی محبوب کی جدائی

٦٣ ۔ ابو الأسود[1] الدُّئلي

اس کا شمار تابعین شیعہ فصحا ، اصحاب نحو ، بُخَلاء اور مفلوجوں میں ہوتا ہے ۔

اس کے بہترین اشعار میں سے وہ اشعار ہیں جو اس نے عبید اللہ بن زیاد کی مدح میں اس وقت کہے جب اس نے اسے ریشمی جبہ پہنایا :

كَسَانِي وَلَمْ أَسْتَكْسِهِ فَحَمِدْتُهُ
أَخٌ لِيَ يُعْطِيْنِي الْجَزِيلَ وَنَاصِرُ

۱ ۔ ابو الاسود کا نام ظالم بن عمرو بن سفیان ہے ۔ یہ بنی الدُّئل بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ بن خُزیمہ بن مدرکہ میں سے ہے ۔ اسلامی شاعر ہے اور شیعان علی رضی اللہ عنہ میں سے تھے ۔

میرے بھائی نے مجھے جُبہ پہنایا حالانکہ میں نے اس سے اس کی درخواست نہ کی تھی لہٰذا میں نے اس کا شکریہ ادا کیا ۔ اس نے مجھے بہت زیادہ مال دیا اور وہ میرا مددگار ہے

وَ إنَّ أَحَقَّ النَّاسِ إنْ كُنْتَ مَادِحًا
بِمَدْحِكَ مَنْ أَعْطَاكَ وَ الْوَجْهُ وَافِرُ

اگر تو کسی کی مدح کہے تو تمھاری مدح کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو تجھے عطا کرے اور تمھاری عزت بھی برقرار رہے

اور اس کی مشہور امثال میں سے اس کے یہ اشعار ہیں :

لاَ تُهِينَنِّي بَعْدَ إذْ أَكْرَمْتَنِي
فَشَدِيدٌ عَادَةٌ مُنْتَزِعَهْ

میری تعظیم کرنے کے بعد میری توہین نہ کر یہ کھینچا تانی کی حالت بہت سخت چیز ہے

لاَ يَكُنْ بَرْقُكَ بَرْقًا خُلَّبًا
إنَّ خَيرَ الْبَرْقِ مَا الْغَيْثُ مَعَهْ

تمھاری بجلی بغیر بارش کے نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اچھی بجلی وہی ہوتی ہے جس کے ساتھ بارش بھی ہو

٦۴ ۔ زفر بن[1] الحارث

اس کے بہترین اشعار میں سے اس کے وہ شعر ہیں جو اس نے مرج راہط کی جنگ میں بھاگ[2] جانے کے متعلق کہے تھے :

---

۱ ۔ زُفَرَ بن الحارث الکلابی یہ ربیعہ بن عامر بن صعصعہ میں سے تھا حجاج کے عہد میں زندہ تھا ۔ مرج راھط کی جنگ میں بھاگ گیا تھا ۔

۲ ۔ العقد الفرید (۱:۱۰۳) میں ہے : فرّ یوم مرج راھط عن ابیہ و اخیہ ۔

أَيَذْهَبُ يَوْمٌ وَاحِدٌ إِنْ أَسَأْتُهُ
بِصَالِحِ أَيَّامِي وَ حُسْنِ بَلَائِيَا

اگر میں نے کسی دن کوئی برا کام کر لیا ہے تو کیا صرف ایک دن کا عمل میرے تمام نیک دنوں کو اور میری بہادری اور جرأت کے اظہار کو ملیا میٹ کر دے گا

وَ لَمْ يُرْمِنِيْ زَلَّةٌ قَبْلَ هٰذِهِ
فِرَارِيْ وَ تَرْكِيْ صَاحِبِيْ مِنْ وَرَائِيَا

اس سے پہلے مجھ سے کوئی لغزش سرزد نہ ہوئی تھی - (میری یہی لغزش ہے کہ) میں بھاگ نکلا اور اپنے ساتھی کو پیچھے چھوڑ گیا ہوں

وَقَدْ يَنْبُتُ الْمَرْعٰى عَلٰى دِمَنِ الثَّرٰى
وَتَبْقٰى حَزَازَاتُ النُّفُوسِ كَمَا هِيَا

بعض اوقات کوڑی پر بھی چراگاہ اگ آتی ہے مگر دلوں کے کینے ویسے کے ویسے رہتے ہیں

[۳ : ۱۵۰] عبد اللهِ[1] بن قیس الرقیات

اس کے بہترین اشعار وہ ہیں جو اس نے مصعب بن الزبیر کے متعلق کہے :

۱ - عبد اللہ بن قیس الرقیات : بلوغ الارب میں اسی طرح ہے مگر سمط اللآلی (۲۹۴) میں عبید اللہ بن قیس بن شُریح ہے - یہ بنی عمر بن عامر بن لُؤیّ میں سے تھا اور ابن قیس الرقیات کے نام سے مشہور ہے - اسے رُقَیّات کی طرف اس لیے نسبت دی جاتی ہے کہ یہ تین عورتوں کے متعلق عشقیہ اشعار کہتا تھا اور ان میں سے ہر ایک کا نام رُقَیّہ تھا - ابو ہاشم اور ابو ھشام کنیت ہے - یہ اسلامی شاعر ہے اور مصعب بن زبیر کا ساتھی تھا - یہ عبدالملک کا زمانہ تھا -

إِنَّمَا مُصْعَبٌ شِهَابٌ مِنَ اللّٰهِ
تَجَلَّتْ عَنْ وَجْهِهِ الظَّلْمَاءُ

مصعب تو اللہ کی طرف سے (آیا ہؤا) ایک روشن ستارہ ہے جس کے چہرے کی بدولت تاریکی دور ہو گئی ہے

يَتَّقِي اللّٰهَ فِي الأُمُورِ وَقَدْ
أَفْلَحَ مَنْ كَانَ هَمُّهُ الاتِّقَاءُ

یہ اپنے تمام کاموں میں اللہ سے ڈرتا ہے جس کا مقصود خوفِ خدا ہو وہ کامیاب ہو جاتا ہے

مُلْكُهُ مُلْكُ رَأْفَةٍ لَيْسَ فِيهِ
جَبَرُوتٌ مِنْهُ وَلَا كِبْرِيَاءُ

اس کی حکومت رحمت والی حکومت ہے اس میں نہ قوت کا استعمال ہے اور نہ غرور ہ

٦٦ ـ المتوکل[1] اللیثی

اس کے بہترین اشعار جنھیں بطور مثال پیش کیا جاتا ہے اس کے یہ اشعار ہیں :

اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَانْهَهَا عَنْ غَيِّهَا
فَإِذَا انْتَهَتْ عَنْهُ فَأَنْتَ حَكِيمُ

اپنی ذات سے ابتدا کر اور اسے گمراہی سے روک اگر تمھاری ذات گمراہی سے باز آ گئی تو تو دانا ہے

---

۱ - متوکل بن عبد اللہ بن نہشل بن مسافع ، عہد اسلامی کا شاعر ہے - کوفے کا رہنے والا تھا اور معاویہؓ اور اس کے بیٹے یزید کے زمانے میں ہؤا ہے اور اس نے ان دونوں کی مدح بھی کہی ہے - اس کی کنیت ابو جہمہ ہے (اغانی : ۱۲ : ۱۵۵) -

فَهُنَاكَ تُعْذَرُ إِنْ وَعَظْتَ وَيُقْتَدَا
بِالقَوْلِ مِنْكَ وَيَنْفَعُ التَّعْلِيمُ

پھر اگر تو وعظ کہے گا تو تجھے معذور سمجھیں گے اور تیری بات کی پیروی کی جائے گی اور تعلیم فائدہ دے گی

لَا تَنْهَ عَنْ خُلُقٍ وَتَأْتِيَ مِثْلَهُ
عَارٌ عَلَيْكَ إِذَا فَعَلْتَ عَظِيمُ

ایسا نہ ہو کہ تو کسی بات سے لوگوں کو تو منع کرتا رہے اور خود اسے کرتا رہے کیونکہ اگر تو نے ایسا کیا تو یہ بڑی شرم کی بات ہوگی

نیز اس کا یہ قول :

لَسْنَا وَإِنْ أَحْسَابُنَا كَرُمَتْ
يَوْمًا عَلَى الأَحْسَابِ نَتَّكِلُ

اگرچہ ہمارا حسب بلند ہے اس کے باوصف ہم کسی روز بھی محض اپنے حسب پر اعتماد نہیں کرتے

نَبْنِي كَمَا كَانَتْ أَوَائِلُنَا
تَبْنِي وَنَفْعَلُ مِثْلَ مَا فَعَلُوا

ہم بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح نیک کاموں کی بنا رکھتے ہیں اور جس طرح یہ کارہائے نمایاں انجام دیا کرتے تھے ہم بھی دیتے ہیں

یہاں تک کہ میں نے مشہور شعرا ، ان کے ہاروں کے موتیوں اور ان کی منظومات کے ہاروں کے بہترین موتیوں کے ذکر کرنے کو پسند کیا ہے مگر میں نے ان سب کا ذکر کرنے اور ان کے حالات کی پوری تفصیل دینے ، ان کے چیدہ چیدہ قصائد کا ذکر کرنے اور ان کے حیرت انگیز مقطّعات کے نام دینے سے اعراض کیا ہے کیونکہ اس ضرورت کو بڑے بڑے اماموں نے پورا کر دیا ہے اور انھوں نے ان موتیوں کو مکمل طور پر چن لیا ہے - اب میں اپنے قلم کی باگ کو ان اوصاف کے

ذکر کرنے کی طرف پھیرتا ہے جو عربوں کے یہاں ان کے خطبوں اور وصیتوں کی صورت میں تھے نیز اہم کاموں اور مصیبتوں کے وقت جو ان کے فصیح بیانات صادر ہوتے تھے ۔ ان کی طرف میں اپنے قلم کو پھیرتا ہوں ۔ کیونکہ یہ دونوں عربوں کے یہاں اہم علم شمار ہوتے تھے ، یہ وہ عظیم بات تھی کہ عرب شعر منظوم کے بعد سب سے بڑھ کر اس کی [۳ : ۱۵۱] خواہش کیا کرتے تھے اس لیے کہ ان میں ان کے نظریات کی باریکیاں اور ان کے افکار کے نتائج پائے جاتے تھے ۔ اسی سے پتا چلتا ہے کہ ان کی عقل کتنی عمیق تھی اور ذہن کی وسعت کا کیا عالم تھا ، اللہ عزاسمہ' سے التجا ہے کہ توفیق عطا کر کے میری مدد فرمائے ۔

خطبے اور وصیتیں

عربوں کی وہ عادات و رسوم جو انمیں پائی جاتی تھیں

یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ ایام جاہلیت میں عربوں میں کس قدر غرور ، حسب و نسب پر فخر ، خاندانی برتری کا احساس ، اپنے مرتبہ' بلند کا وقار اور اپنی سرداری کی حفاظت کا جذبہ پایا جاتا تھا ۔ جس کے نتیجے کے طور پر وہ واقعات ، جنگیں ، آفتیں اور اہم امور رونما ہوئے جو ہوئے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر وہ قوم جنھیں اس قسم کے اتفاقات کا سامنا کرنا پڑا ہو انھیں ایسے امور کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے جو ان کی ہمتوں کو ابھارے ، ان کی آنکھوں کو بیدار کرے، ان کے بیٹھے ہوئے لوگوں کو کھڑا کر دے ، ان کے بزدلوں کا حوصلہ بڑھائے ، ان کے دلوں کو تقویت دے ، ان کے ارمانوں کو برانگیختہ کرے اور ان کی آگوں کو بھڑکائے تاکہ وہ اپنی عزت کو ذلیل ہونے سے محفوظ رکھ سکیں ، اپنی قوت کو کمزور ہونے سے بچا سکیں ، خون کا بدلہ لے کر اپنے دل کی بھڑاس نکال سکیں ، مغلوب ہونے کی عار اور ہلاک ہونے کی ذلت سے محفوظ رکھ سکیں اور یہ تمام امور خطبوں اور وصیتوں کے مقاصد میں سے ہیں ۔ یہی وجہ ہے اپنے کارناموں

کو زندہ رکھتے اور اپنے قابل فخر امور کو تقویت دینے کے لیے شاعری کے بعد انھیں خطبوں اور وصیتوں کی زیادہ ضرورت تھی ـ عرب دوسرے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ درست بات کہنے والے تھے ، ان کی جماعت زیادہ قوی ، ان کی زبان زیادہ فصیح ، ان کا بیان زیادہ واضح ، ان کا طریقہ زیادہ ہدایت یافتہ اور ان کی حجت اور دلیل زیادہ روشن تھی - بعینہ اسی طرح جس طرح ان کا مرتبہ اوروں کے مقابلے میں زیادہ بلند ان کے نفوس زیادہ گراں ، ان کے کارنامے زیادہ بلند ، ان کے باطن زیادہ روشن ، ان کے افکار زیادہ دقیق ، ان کے اسرار زیادہ باریک ، ان کے نسب زیادہ شرافت کے حامل اور ان کے آباؤ اجداد زیادہ مشہور و معروف تھے ـ اسی لیے تو ان میں خطبوں اور خطیبوں کی کثرت ہوئی یہاں تک کہ ان کے ہر قبیلے میں ایک خطیب ہوتا تھا جیسا کہ البیان و التبیین میں الجاحظ نے بیان کیا ہے کہ ہر قبیلے کا ایک شاعر ہوتا تھا ـ عربوں کے خطبوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور ان کے متعلق بہت سی کتابیں تالیف ہو چکی ہیں - ان میں سے ایک کتاب کا نام " غایة الأدب[1] فی کلام حکماء العرب " ہے - یہ کتاب تین جلدوں میں ہے ، اور بھی کتابیں ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا ـ جاحظ نے البیان میں جاہلیت اور اسلام کے خطبوں کے انتخابات دیے ہیں اور اس نے بیان کیا ہے کہ عربوں کے خطبوں میں سے ایک خطبہ " العجوز[2] " ہے - یہ آل رقبہ کا خطبہ تھا اور جب بھی وہ [۱۵۲:۲] گفتگو کرتے ہیں تو اس کا ذکر ضرور ہوتا ہے یا اس کے کچھ حصے ہی کا ذکر کر دیا جاتا ہے - ایک العذراء ہے اور یہ خطبہ قیس بن خارجہ کا ہے ـ ایک " شوھاء " ہے اور یہ سحبان وائل کا خطبہ ہے - اسے یہ

---

۱ - بلوغ الارب میں اسی طرح الادب دال کے ساتھ دیا ہے اسے الارب راء کے ساتھ پڑھیں جیسا کہ کشف الظنون میں ہے - یہ کتاب شیخ کمال الدین محمد بن عیسی الدمیری المتوفی ۸۰۸ھ کی تالیف ہے -

۲ - ملاحظہ ہو البیان والتبیین : ۱ : ۳۶۲

نام اس کی خوبی کی وجہ سے دیا گیا ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب معاویہ
کے سامنے یہ خطبہ دیا گیا تو اس کے بعد نہ کسی شاعر نے اپنے شعر
کہے اور نہ کسی خطیب نے خطبہ دیا ۔ خطبے اور وصیت کا مفہوم
باہم ملتا جلتا ہے ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ خطبے میں مراد تمام کی تمام
قوم ہوتی ہے اور اس میں کسی قسم کی تعیین یا تخصیص نہیں ہوتی ۔
برخلاف وصیتوں کے (کہ وہاں مخصوص لوگوں کو مخاطب کیا جاتا
ہے) مزید برآں خطبے ان مقامات پر دیے جاتے تھے جہاں لوگوں کا
اجتماع اور اکٹھ ہو ، جنگ ہو ، ، موسمی میلہ ہو ، مفاخرت ہو ، جھگڑا
ہو ۔ اس طرح بڑے بڑے لوگوں اور حکام کے سامنے ۔ اور جو وفد کسی
اہم کام یا عنقریب نازل ہونے والی مصیبت کے باعث آتے تو وہ بھی خطبہ
ہی کہا کرتے تھے ۔ وصیتیں ان مذکورہ بالا مواقع کے علاوہ ہر مقام پر
کہی جاتی تھیں لہذا یہ مخصوص زمانے میں مخصوص قوم کے لیے
اور کسی مخصوص چیز کے لیے ہوتی تھیں اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ
کوئی شخص اپنے کنبے کو وصیت کرتا یا کسی خطرناک مرض کے
نازل ہونے یا کسی مقام سے منتقل ہوتے وقت ایک سردار اپنے قبیلے کو
کرتا یا ایسی ہی کسی اور چیز کے لیے ۔

جاہلیت کے زمانے میں عرب اسلامی زمانے کے مقابلے میں خطبوں
کو زیادہ اہمیت دیا کرتے تھے اور ان کی ان خطبوں میں عجیب و غریب
عادات اور نرالی کیفیات تھیں ، چنانچہ ان خطبوں کے ضمن میں ان کی ایک
عادت یہ تھی کہ وہ ان خطبوں کے لیے معانی کثیرہ کا انتخاب کرتے
اور عمدہ ترین الفاظ چنتے تاکہ ان کی غرض حاصل ہو اور کی
مقصد برآری ہو کیونکہ بارونق الفاظ اور کثیر معانی کا
نفوس پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے دلوں پر ان کی مضبوط تاثیر
ہوتی ہے ، یہ ہمتوں کو بہت بیدار کرنے والے ہیں ۔ اسی لیے
حدیث میں آیا ہے " بعض بیانات جادو ہوتے ہیں " جیسا کہ پہلے
ذکر ہو چکا ہے ۔ کان کلام بلیغ کو زیادہ غور سے سنتے اور زیادہ محفوظ
رکھتے ہیں ۔ طبع سلیم ہر مستحسن چیز کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے

موجودہ دنیا کے لیے رغبت پیدا کرنا اور آئندہ سے خوف دلانا یہ دو امور جو خطبوں کے اہم مقاصد اور اس کے اہم مطالب میں سے ہیں ۔ اگر دلوں کو موہ لینے والے اور سینوں پر اثر کرنے والی عبارتوں میں پیش نہ کیے جائیں تو ان میں نہ کوئی تاثیر ہوگی اور نہ کوئی فائدہ ۔

خطبوں کے ضمن میں عربوں کی عادات میں سے ایک عادت یہ تھی کہ جب کوئی خطیب فخر ، مباہات یا کسی چپقلش کے متعلق خطبہ دیتا تو اپنا ہاتھ اوپر کو اٹھاتا اور نیچے کو کرتا اور اپنے بہت سے مقاصد اپنے ہاتھ کی حرکات سے ادا کرتا جاتا ۔ اپنے مقصد کو ادا کرنے اور سامعین کو خوفزدہ کرنے کے لیے یہ بات اس کے لیے بڑی ممد ہوتی اور ان کے بیدار کرنے کے لیے زیادہ ضروری ہوتی اور یہ وہی تشذر ہے جس کا ذکر لبید کے اس شعر میں آیا ہے :

غُلْبٌ تَشَذَّرُ بِالذُّحُولِ كَأَنَّهَا
جِنُّ الْبَدِيِّ رَوَاسِياً أَقْدَامُهَا

یہ موٹی گردن والے ہیں جو کینوں کی وجہ سے غضبناک ہو کر دھمکی دیتے ہیں تو مقام بدی کے جن معلوم ہوتے ہیں جن کے قدم مضبوط گڑے ہوں

تشذر کے معنی ہاتھ اٹھانے اور نیچا کرنے کے ہیں جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے اور ذحول ذحل [ذال معجمہ پر فتحہ اور حاء مہملہ ساکن] کینہ ۔ وہ یہ کہہ رہا ہے کہ ان لوگوں کی گردنیں شیروں کی طرح موٹی ہیں یعنی یہ کہ ان کی خلقت شیروں کی سی ہے کہ باہمی کینوں کے باعث یہ ایک دوسرے کو دھمکاتے رہتے ہیں اس کے بعد لبید نے انھیں نزاع و جدال میں ثابت قدم رہنے میں بدی مقام کے جنوں سے تشبیہ دی ہے ۔ اپنے دشمنوں کی تعریف کر رہا ہے اور جس قدر دشمن زیادہ قوی اور مضبوط ہوگا اسی قدر اس پر غالب آنے والا زیادہ قوی اور مضبوط ہوگا ۔

خطبوں کے ضمن میں ان کی ایک عادت یہ تھی کہ وہ (خطبہ دیتے وقت) مخصرہ ہاتھ میں رکھتے ۔ مخصرہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کے

سہارے کھڑے ہوتے ہیں مثلاً لاٹھی وغیرہ یا وہ شاہی عصا جسے بادشاہ خطاب کرتے وقت ہاتھ میں رکھتا اور اس سے اشارہ کرتا ہے یا وہ عصا جسے خطیب خطبہ دیتے ہوئے ہاتھ میں رکھتا ہے ۔ عرب اس مخصرہ کے بغیر خطبہ نہ دیتے تھے ۔ عرب زمین پر کمان ٹکا کے سہارا لے لیا کرتے تھے اور لاٹھی یا نیزے کے ذریعے اشارہ کیا کرتے تھے — بعض عرب صلح کے موقع پر (خطبہ دیتے تو) مخصرہ ہاتھ میں لیتے اور مصیبت اور جنگ کے موقع پر کمان — جاحظ نے کتاب البیان میں عربوں کے کئی اشعار بطور استدلال پیش کیے ہیں ۔

عرب خطیب کے بلند آواز ہونے کو مستحسن سمجھتے تھے اسی لیے تو انھوں نے منہ کے بڑا ہونے کی تعریف کی ہے اور چھوٹا ہونے کی مذمت کی ہے یہاں تک کہ کسی نے ایک بدوی سے پوچھا جمال کیا ہے ؟ تو اس نے جواب دیا : لمبا قد ، بڑی کھوپری ، وسیع باچھیں اور دور رس آواز — کسی نے ابو المخشن[1] سے اس کے بیٹے مخشن کے متعلق پوچھا اور ابوالمخشن نے اس کی وفات پر بہت جزع فزع کیا تھا تو اس نے کہا : وہ بڑی باچھوں والا اور بڑی ناک والا تھا ۔ اس کے منہ[2] کا لعاب بہ رہا ہوتا تھا ۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ دو دلوں سے دیکھ رہا ہے ۔ اس کی ہنسلی کی ہڈی (اس قدر بڑی تھی کہ وہ) خیمے کا عمود

---

۱ - امالی (۲ : ۱۶۲) میں ابوالمخشس الغطفانی ہے ۔

۲ - آلوسی نے عبارت درست نقل نہیں کی ۔ امالی (حوالہ مذکور) میں یہ عبارت یوں نقل کی ہے : اذا تکلم سال لعابہ کأنما ینظر بمثل الفلسین ۔ یعنی ان عینیہ کانتا خضراوین (جب کلام کرتا تو اس کا لعاب بہتا تھا ۔ یوں معلوم ہوتا کہ وہ دو پیسوں جیسی دو آنکھوں سے دیکھ رہا ہے یعنی یہ کہ اس کی آنکھیں سبز رنگ کی تھیں ۔ بلوغ الارب میں فلسین کی بجائے قلبین ہے مگر اس سے کوئی مفہوم نہیں بنتا ۔ البیان و التبیین (۱ : ۱۲۱) میں قلبین کی بجائے قلتین ہے قلت فتحہ کے ساتھ وہ پہاڑی گڑھا جہاں پانی رہ گیا ہو ۔

ے کی پچھلی جانب کا عمود معلوم ہوتی تھی اور اس کا کندھا (اس
ا اور ٹھوس تھا جیسے) ایک آہستہ چلنے والے اونٹ کے سینے کا
حصہ ۔ خدا کرے میری آنکھ پھوٹ جائے اگر میں نے اس سے
یا اس کے بعد ایسا شخص دیکھا ہو ۔ ایک بدوی سے کہا گیا
کیا ہے ؟ تو اس نے کہا : آنکھوں کا اندر کو دھنسا ہونا ، دونوں
ے کا آگے کو بڑھا ہونا اور باچھوں کا وسیع ہونا ۔

ایک شاعر عمرو[1] بن سعید الاشدق کے متعلق کہتا ہے :

تَشَادَقَ حَتّٰی مَالَ بِالقَوْلِ شِدْقُهُ
وَكُلُّ خَطِيبٍ لَا أَبَا لَكَ أَشْدَقُ

منہ پھاڑ پھاڑ کر بولا یہاں تک کہ اس کی باچھیں الفاظ کے ساتھ
نہ جھکنی گئیں اور تیرا باپ مرے ۔ ہر خطیب فراخ دہن والا
تا ہے

[۳ : ۱۵۴] ابو عبیدہ نے یہ شعر پیش کیا ہے :

وَصُلْعُ الرُّؤُوسِ عِظَامُ البُطُونِ
رِحَابُ الشِّدَاقِ طِوَالُ القَصَرْ

کے سروں کے اگلے حصے کے بال اڑے ہوئے ہیں ۔ ان کے پیٹ
ے ہیں ، فراخ باچھیں ہیں اور گردنیں لمبی ہیں

عمرو بن سعید بن عمرو بن العاص کو الا شدق اس کی باچھوں کے
وسیع ہونے کی وجہ سے کہا جاتا تھا ۔ یہ بڑا خطیب تھا چنانچہ
العقد الفرید (۴ : ۹۲ - ۹۳ ، ۱۸۹ - ۱۹۰) اور امالی (۱ : ۱۳۷)
میں اس کے خطبے منقول ہیں ۔ اسے عبدالملک بن مروان نے اپنے
عہد حکومت میں صلح کرنے کے بعد دھوکے سے قتل کیا تھا ۔

عُجیر[1] السلولی زور دار آواز کے متعلق کہتا ہے :

وَ مِنْهُنَّ قَرْعِي كُلَّ بَابٍ كَأَنَّمَا
بِهِ الْقَوْمُ يَرْجُوْنَ الْأَذِيْنَ نُسُوْر[2]

ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں ہر دروازے پر یوں دستک دیتا ہوں جیسے گدھیں ہیں جو دربان کی اجازت کے منتظر کھڑے ہیں

[3]فَجِئْتُ وَ خَصْمِي يَصْرِفُوْنَ نُيُوْبَهُمْ
كَمَا قُصِبَتْ بَيْنَ الشِّفَارِ جَزُوْرُ

میں آیا تو میرے دشمن دانت پیس رہے تھے جیسے وہ اونٹنی آواز پیدا کرتی جسے چھریوں سے کاٹا جاتا ہو

لَدَى كُلِّ مَوْثُوْقٍ بِهِ عِنْدَ مِثْلِهَا
لَهُ قَدَمٌ فِي النَّاطِقِيْنَ خَطِيْرُ

ایسے لوگوں کی موجودگی میں جن میں سے ہر ایک ایسے مواقع پر قابل اعتماد ہو اور بولنے والوں میں اس کا بڑا مرتبہ ہو

---

۱ - العجیر بن عبداللہ بن کعب بن عبیدۃ - بنی سلول بن مرۃ بن صعصعہ میں سے تھا جو عامر بن صعصعہ کا بھائی ہے اور بنی مرہ کی والدہ کا نام سلول بنت ذہل بن شیبان ہے - اسی کا نام غالب آ گیا - عجیر کی کنیت ابوالفرزدق اور ابوالفیل ہے - یہ عہد اُموی کا شاعر ہے (سمط اللآلی : ۹۲) -

۲ - تصحیح البیان والتبیین (۱ : ۱۲۳) سے کی گئی - بلوغ الارب میں نشور ہے -

۳ - سمط اللآلی (۱۵۱) میں یہ شعر یوں ہے

فَجِئْتُ وَ خَصْمِي يَعْلُكُوْنَ نُيُوْبَهُمْ
كَمَا صَرَفَتْ تَحْتَ الشِّفَارِ جَزُوْرُ

پھر میمن نے صرفت کے معنی صاحت کیے ہیں اور ان ابیات کے دیگر مظان کا ذکر کیا ہے -

جَهِيرٌ وَ مُمْتَدُّ العِنَانِ مُنَاقِلٌ
بَصِيرٌ بِعَوْرَاتِ الكَلَامِ خَبِيرٌ

وہ بلند آواز والا ہے۔ دور دراز کا سفر کرنے والا ، دوسرے کا رو پیش کرنے کے طریقہ سے واقف اور کلام کے عیوب سے باخبر ہے

فَظَلَّ رِدَاءُ العَصْبِ مُلْقًى كَأَنَّهُ
سَلَا فَرَسٍ تَحْتَ الرِّجَالِ عَقِيرُ

یعنی سرخ رنگی ہوئی چادر دن بھر اس کے اوپر پڑی ہوئی یوں معلوم ہوتی تھی جیسے یہ لوگوں کے نیچے ذبح کی ہوئی گھوڑی کی وہ جھلی ہو جس میں سے بچہ نکلتا ہے

لَوْ أَنَّ الصُّخُورَ الصُّمَّ يَسْمَعْنَ صَلْقَنَا
لَرُحْنَ وَ فِي أَعْرَا ضِهِنَّ فُطُورُ

اگر ٹھوس پتھر بھی ہماری کڑاکے والی آواز کو سن پائیں تو ان کے جسموں میں بھی شگاف پڑ جائیں

اور مہلہل کہتا ہے :

وَ لَوْلَا الرِّيحُ أَسْمَعَ أَهْلَ نَجْدٍ
صَلِيلَ البِيضِ تُقْرَعُ بِالذُّكُورِ

اگر ہوا نہ ہوتی تو یہ اہل نجد کو وہ آواز سنا دیتا جو خودوں پر فولاد کی تلواروں کے پڑنے سے پیدا ہوتی تھی

اور شبیب[۲] فوج کے جوانب میں آ کر جب پکارتا تو (اس قدر سناٹا چھا جاتا کہ) کوئی کسی کی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا ۔

---

۱ - اس شعر میں اقواء پایا جاتا ہے ابو عبید بکری (سمط اللآلی : ۱۵۲) کہتا ہے : شبّه رداء العصب بالسلا لحمرته ۔

۲ - شبیب سے شبیب حروری مراد ہے ملاحظہ ہو العقد الفرید : ۱ : ۸۳ ۔

اسی کے متعلق شاعر کہتا ہے :

إنْ صَاحَ يَوْماً حَسِبْتَ الصَّخْرَ مُنْحَدِراً
وَالرِّيحَ عَاصِفَةً وَالْمَوْجَ تَلْتَطِمُ

یہ اگر کسی دن چلائے تو تو خیال کرے گا کہ پتھر لڑھک رہا ہے ۔ یا تند ہوا چل رہی ہے یا موجیں تھپیڑے کھا رہی ہیں

اس سلسلے میں کثرت سے اشعار پائے جاتے ہیں ۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ خطیب کا بلند آواز ہونا اس کے لیے ایک قابل تعریف بات تھی ، یہ بات اس کی خوبیوں میں شمار کی جاتی تھی ۔

[س : ۱۵۵] عربوں کی عادات میں سے ایک عادت یہ تھی کہ خطیب خطبہ دیتے وقت عمامہ اور لباس میں ایک مخصوص لباس پہنے ہوئے ہوتا تاکہ اس سے اس کی تعظیم ہو اور جو غرض اور مقصد خطبہ کہنے سے ہے وہ زیادہ حاصل ہو ۔ الجاحظ نے کتاب البیان میں عربوں کے خطبوں کا بیان تفصیل سے درج کیا ہے اور خطبوں کے ضمن میں عربوں کی جو عادات تھیں ان کا بھی ذکر کیا ہے وہ اشعار جو اس نے اپنے دعویٰ کی دلیل میں پیش کیے ہیں ان کا یہاں ذکر کرنا ضروری نہیں ۔

چند جاہلی خطیبوں کا ذکر

عہد جاہلیت میں عربوں کے یہاں خطیبوں کی اسی طرح کثرت تھی جس طرح شعرا کی ۔ البتہ کسی خطیب پر شعر گوئی غالب آ جاتی تو وہ شعرا میں شامل ہونے لگتا اور انھی کی لڑی میں پرو دیا جاتا ۔ کسی پر نثر اور فصیح البیانی غالب آ جاتی تو وہ خطیبوں میں شمار ہونے لگتا ۔ بعینہٖ اسی طرح جس طرح کسی شخص پر کسی ایک فن میں مہارت غالب آ جاتی ہے (تو وہ اسی فن میں مشہور ہو جاتا ہے) ۔ لہٰذا اگر کوئی شعر نظم کر سکتا ہو تو خطبہ کہنے سے عاجز نہیں آ سکتا ۔ اسی طرح بہت سے خطیب ہیں جو طباع شاعر شمار کیے جاتے ہیں ۔ اب چونکہ خطبا کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ وہ شمار یا احاطے میں نہیں

تے لہذا اس نے ان میں سے صرف چند ایک افراد کا ذکر کیا ہے
ن کا ذکر بھی صرف نمونے کے طور پر ہے ۔ میں نے ساتھ ساتھ ہر ایک
وڑا سا وہ کلام بھی دے دیا ہے جو مستحسن سمجھا جاتا ہے ۔
ان میں سے ایک خطیب :

قس بن ساعدہ الایادی

تھا ۔ اس کا نام تمام خطبا سے زیادہ مشہور ہے اور یہ سب سے
بلند مرتبہ تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس
کلام کی روایت کی ہے ۔ آپ نے اس کے خاکستری رنگ کے اونٹ پر
ے ہونے اور وعظ کرنے کا ذکر کیا ہے ۔ آپ کو اس کا عمدہ کلام
آیا تھا ۔ اس کے اور اس کی قوم کے لیے رہتی دنیا تک یہ بات فخر
ے کافی ہے کیونکہ یہ وہ شرف ہے جس کے سامنے بڑے بڑے
ور لوگوں کے سر جھک جاتے ہیں ۔ حدیث میں ہے : خدا قس پر
کرے ! میں امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت کے دن اکیلا ایک امت
طور پر اٹھایا جائے گا '' یہیں سے پتا چلتا ہے کہ وہ کسی بھی
ور دین پر نہ تھا جس نے اسے یہودیت یا نصرانیت کی طرف منسوب
۔ اس سے غلطی سرزد ہوئی ہے اور وہ راہ راست سے ہٹ گیا ہے ۔ اس
پہلے اس کا ذکر ان لوگوں میں کیا جا چکا ہے جو عربوں میں سے
توحید پر قائم تھے ۔ اس کا کسی قدر کلام بھی نقل کیا جا چکا
اسی طرح اس کا ذکر شعرا کے ساتھ بھی ہو چکا ہے ۔

ر ان میں سے ایک

سحبان وائل باہلی

[۳ : ۱۵۶] تھا ۔ یہ سحبان بن زُفر بن ایاس الوائلی ہے ۔ یعنی
ائل جو باہلہ میں سے ہے ۔ یہ ایسا خطیب ہے جس کے بیان کی
دی جاتی ہے ۔ چنانچہ عرب جب بیان میں کسی انسان کی تعریف
چاہتے تو کہتے : فلاں سحبان وائل سے بھی زیادہ فصیح البیان ہے ۔

اس نے زمانۂ جاہلیت بھی پایا ، پھر اسلام بھی لایا اور ۵۴ھ میں وفات پائی ۔ اصمعی نے بیان کیا ہے کہ یہ خطبہ دیتا تو اس کا پسینہ بہنے لگتا تھا ۔ کسی کلمے کو دوبارہ زبان پر نہ لاتا تھا نہ کہیں ٹھہرتا اور نہ فارغ ہونے سے پہلے بیٹھتا تھا ۔

معاویہؓ کے پاس ایک وفد خراسان سے آیا جن میں سعید بن عثمان بھی تھا ۔ معاویہؓ نے سحبان کو بلا بھیجا ، چنانچہ اسے لایا گیا ۔ معاویہؓ نے کہا : کچھ بولو ۔ اس نے کہا : میرے لیے کوئی لاٹھی تلاش کرائیں جو میری کجی کو سیدھا کیے رکھے ۔ لوگوں نے کہا : امیرالمؤمنین کی موجودگی میں تو لاٹھی کو کیا کرے گا ۔ جواب دیا : موسٰی علیہ السلام اپنے رب سے خطاب کرتے ہوئے لاٹھی کو ہاتھ میں رکھ کر کیا کرتے تھے ، معاویہؓ ہنسے اور کہا : لاٹھی لا دو ۔ اس نے لاٹھی لی اور کھڑے ہو کر ظہر کی نماز کے وقت سے لے کر عصر کی جماعت کے کھڑے ہونے تک بولتا رہا ۔ نہ (اس دوران میں) وہ کھنکارا ، نہ کھانسا اور نہ کہیں ٹھہرا ۔ جس بات کو شروع کیا اسے مکمل کر کے ہی دوسری بات کی طرف نکلا ۔ وہ اسی طرح چلتا گیا یہاں تک کہ معاویہؓ نے ہاتھ سے اشارہ کیا ۔ سحبان نے بھی اشارے سے کہا کہ میری بات نہ کاٹو ۔ معاویہؓ نے کہا : نماز کا خیال کرو ۔ اس نے کہا : ابھی نماز کا وقت ہے ۔ ہم نماز ہی میں ہیں ۔ اللہ کی حمد بیان کرنے میں مصروف ہیں ۔ اللہ کے وعدوں اور وعید ہی کا ذکر کر رہے ہیں ۔ اس پر معاویہؓ نے کہا : تو عربوں کا سب سے بڑا خطیب ہے ۔ سحبان نے کہا : بلکہ عجمیوں کا بھی اور انسانوں اور جنوں کا بھی ۔

اس کے جو بلیغ خطبے روایت کیے جاتے ہیں ۔ ان میں سے ایک یہ ہے : یہ دنیا پیغام پہنچانے کی جگہ ہے اور آخرت قرار گاہ ہے ۔ لوگو ! تم اس گزر گاہ سے کچھ تھوڑا سا اپنی قرار گاہ کے لیے لے لو اور اپنے پردوں کو اس خدا کے سامنے فاش نہ کرو جس کے سامنے تمہارے اسرار پوشیدہ نہیں رہ سکتے ۔ دنیا کی طرف اپنے دلوں کو متوجہ کر لو پیشتر اس کے کہ تمہارے بدن اس سے نکل کر چلے جائیں ۔ تم زندہ تو اسی

ں رہوگے مگر تمھیں کسی اور گھر کے لیے پیدا کیا گیا ہے انسان
ب مر جاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں : اس نے کیا کچھ چھوڑا ہے ؟
ر فرشتے کہتے ہیں : اس نے کیا کچھ آگے بھیجا ہے ؟

حمزہ اصفہانی اپنی ''امثال '' میں کہتا ہے : رہا ان کا ھوا بلغ من
حبان وائل (وہ سحبان وائل سے بھی زیادہ بلیغ ہے) کہنا تو سحبان
بوں کے خطیبوں اور بلیغوں میں سے تھا وہ خود اپنے متعلق کہتا ہے :

لَقَدْ عَلِمَ الحَیُّ الیَمَانُوْنَ اَنَّنِیْ
اِذَا قُلْتُ اَمَا بَعْدُ اَنِّیْ خَطِیْبُهَا

یمنی قبیلے کو معلوم ہے کہ جب میں '' اَمّا بعدُ '' کہتا ہوں
تو میں ہی عربوں کا خطیب ہوتا ہوں

[۳ : ۱۵۷] اس نے طلحۃ[۱] الطلحات الخزاعی سے کہا تھا :

یَا طَلْحُ اَکْرَمُ مَنْ بِھَا
حَسَبَاً وَاَعْطَاھُمْ لِتَالِدْ

اے طلحہ تو ان تمام لوگوں سے حسب میں زیادہ عزت والا ہے جو
عربوں میں سے ہیں اور ان سب سے زیادہ مال دینے والا ہے

مِنْكَ العَطَاءُ فَاَعْطِنِیْ
وَعَلَیَّ مَدْحُکَ فِی المَشَاھِدْ

تمھاری طرف سے عطیہ ہونا چاہیے لہذا دو اور میرے ذمے یہ ہے
کہ مجمعوں میں تمھارے گن گاؤں

۱۔ یہ عہد اسلامی کے مشہور سخیوں میں سے ہے ۔ اس کا اصلی نام
طلحہ بن عبداللہ بن خلف الخزاعی ہے ۔ اسے طلحہ الطلحات اس
لیے کہا گیا کہ یہ ان پانچ سخیوں پر فوقیت لے گیا تھا جن میں
سے ہر ایک کا نام طلحہ تھا ۔ ان کے یہ نام ہیں ۔ طلحۃ الخیر ،
طلحۃ الفیاض ، طلحۃ الجود ، طلحۃ الدراہم اور طلحۃ الندی ۔ بعض
کہتے ہیں کہ یہ نام اپنے اجداد کے نام پر پڑا کیونکہ ان میں
کئی لوگوں کا نام طلحہ تھا ۔

طلحہ نے کہا : مانگ کیا مانگتا ہے ؟ سحبان نے کہا : تمھارا گلابی رنگ کا ٹٹو ، تمھارا خباز غلام اور زرنج (سجستان کا ایک شہر ہے) والا تمھارا محل اور دس ہزار درہم ، یہ سن کر طلحہ نے کہا : حیف ہے تجھ پر ! تو نے میری قدر و منزلت کے مطابق نہیں مانگا۔ تو نے اپنی حیثیت اور باہلہ[1] قبیلے کی قدر کے مطابق مانگا ہے ۔ اگر تو میرا ہر محل اور ہر غلام اور ہر جانور بھی مانگتا تو میں تمھیں دے دیتا ۔ اس کے بعد طلحہ نے حکم دیا کہ جو کچھ اس نے مانگا ہے اسے دے دیا جائے مگر اس نے ایک چیز بھی زائد نہیں دی اور کہا : اللہ کی قسم میں نے اس سے زیادہ کمینہ سوال نہیں دیکھا جسے اختیار دے دیا گیا ہو کہ جو وہ چاہے مانگے ۔

اور ان میں سے ایک

دوید بن زید

ابن نہد بن لیث بن أسود بن أسلم الحمیری

ہے ۔ یہ فصحا اور مشہور خطبا میں سے تھا ۔ اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی اور ان سے تقریر کرتے ہوئے کہا : میں تمھیں لوگوں کے ساتھ برا برتاؤ کرنے کا حکم دیتا ہوں ۔ ان کے کسی آنسو پر ان پر رحم نہ کرو ، ان کی[2] کوئی غلطی معاف نہ کرو ، باگیں چھوٹی رکھو اور نیزے لمبے ، نیزہ مارو تو ترچھا مارو اور مار کر ان کے ٹکڑے کر دو ۔ اگر تم جنگ سے باز رہنا چاہو تو جنگ شروع کرنے سے پہلے ہی ایسا کر لو ۔ انسان کوشش سے عاجز نہیں آتا بلکہ اپنے بخت کی وجہ سے عاجز آتا ہے ۔ قوت برداشت پیدا کرو ، حیرت زدہ نہ ہو جاؤ ۔ وہ چیز جس سے تم پر عار آئے اس سے موت بہتر ہے ۔ جو چیز ہاتھ سے نکل جائے خواہ اس کا مفقود ہونا تمھیں کس قدر شاق کیوں نہ گزرے ۔ اس

---

۱ ۔ باہلہ قبیلہ عرب بھر میں نیچ شمار کیا جاتا ہے ۔

۲ ۔ بہجہ اثری نے اسی جملے کا غلط مفہوم بیان کیا ہے ۔

[۴ : ۱۵۸] کا غم نہ کرو اور کسی کوچ کر جانے والے کا اشتیاق نہ ظاہر کرو خواہ تمھیں اس کے قرب سے الفت کیوں نہ ہو گئی ہو ۔ طمع نہ کرو ورنہ تم پر میل آ جائے گی ۔ کمزور نہ بنو ورنہ تم نرم ہو جاؤ گے ۔ تم إنَّ المُوَصِّيْنَ بنو سهوان (نسیان خصلت ابنائے آدم ہے) کی بری مثال نہ بننا ۔ جب میں مر جاؤں تو میری وسیع قبر بنانا ۔ زمین کو فراخ کرنے کے معاملے میں میرے حق میں بخل نہ کرنا ۔ اس سے مجھے کوئی راحت نہیں پہنچ سکتی لیکن یہ میرے اس نفس کی خواہش ہے جسے دھڑکا لگا رہتا ہے اس کے بعد وہ مر گیا ۔

ابو بکر بن درید ایک اور قصے میں بیان کرتا ہے کہ اس نے یہ اشعار کہے تھے :

اَلْيَوْمَ يُبْنَى لِدُوَيْدٍ بَيْتُهُ
يَارُبَّ نَهْبٍ صالحٍ حَوَيْتُهُ

آج دُوَید کا گھر (قبر) تعمیر کیا جائے گا (افسوس !) کئی لوٹ مار کے مال میں نے اپنے قبضے میں کیے

وَرُبَّ قِرْنٍ بطلٍ أَرْدَيْتُهُ
ورُبَّ غيلٍ حَسَنٍ لَوَيْتُهُ

میں نے کئی بہادر مد مقابل افراد کو ہلاک کیا اور بہت سی پر گوشت کلائیوں کو مروڑا

وَ مِعْصَمٍ مُخْتَضَبٍ ثَنَيْتُهُ
لَوْ كَانَ لِلدَّهْرِ بِلِي أَبْلَيْتُهُ

اور بہت سے رنگے ہوئے بازوؤں کو میں نے مروڑا اگر زمانہ بھی بوسیدہ ہونے والا ہوتا تو میں اسے بھی بوسیدہ کر دیتا

أَوْ كَانَ قِرْنِيْ واحِدا كَفَيْتُهُ

یا اگر میرا مد مقابل ایک شخص ہوتا تو میں اس کے لیے کافی ہوتا

نیز اس کا یہ قول :

أَلْقَى عَلَيَّ الدَّهْرُ رِجْلاً وَيَدَا
وَالدَّهْرُ مَا أَصْلَحَ يَوْماً أَفْسَدَا

زمانے نے مجھ پر اپنے پاؤں اور ہاتھ دونوں ڈال دیے اور جسے زمانہ آج درست کرتا ہے اسے دوسرے دن خراب کر دیتا ہے

يُصْلِحُ مَا أَفْسَدَهُ الْيَوْمَ غَدَا

اور جسے آج خراب کرتا ہے اسے کل درست کر دیتا ہے

ابو حاتم سجستانی کہتا ہے : دوید بن زید چار سو چھپن سال زندہ رہا اور ابن درید کہتا ہے : دوید بن زید معمرین میں سے تھا - وہ کہتا ہے : عرب صرف ان لوگوں کو معمر شمار کرتے ہیں جو ایک سو بیس سال یا اس سے زیادہ زندہ رہے ہوں -

اور ان میں سے ایک

[۳ : ۱۵۹] زہیر[1] بن جناب بن ہبل الحمیری

ہے - یہ سردار تھا - تمام قوم اس کی اطاعت کرتی تھی - اپنی قوم میں صاحبِ شرف تھا - دو سو بیس سال زندہ رہا اور دو سو جنگیں برپا کیں - کہا جاتا ہے کہ اس میں دس خصلتیں ایسی پائی جاتی تھیں جو اس کے معاصرین میں سے کسی اور میں نہیں پائی جاتی تھیں - یہ قوم کا سردار تھا ، ان کا مرد بزرگ تھا ، ان کا خطیب تھا ، ان کا شاعر تھا ان سب سے زیادہ بار بادشاہوں کے پاس گیا - ان کا طبیب تھا ، (اس زمانے میں

---

۱ - زُہَیر بن جناب بن ہبل بن عبداللہ بن کنانۃ - یہ کلب بن وبرہ بن تغلب بن حُلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ بن مالک بن مرۃ بن زید بن مالک بن حمیر میں سے تھا - (العقد الفرید : ۳ : ۲۸۸)

طب بھی شرف کی چیز تھی) اپنی قوم کا حازی (قیافہ شناس) تھا (اور حازی کاہن کو کہتے ہیں جمع حزاۃ) اور اپنی قوم کا شہسوار تھا ، اپنی قوم میں اس کا اعلیٰ گھرانہ اور اس کے کنبے کے افراد کی تعداد کثیر تھی۔ اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی اور مخاطب کرتے ہوئے کہا : بیٹو ! میری عمر بڑی ہو گئی ہے ، میں اپنے زمانے کے طویل عرصے کو پہنچا ہوں لہٰذا تجربے اور آزمائش کے اعتبار سے مجھے تجربوں اور معاملات نے عقلمند بنا دیا ہے لہٰذا جو کچھ میں کہتا ہوں اسے محفوظ رکھو اور غور سے سنو ۔ مصائب کے وقت کمزوری دکھانے سے بچو اور آفات کے وقت معاملات دوسروں پر نہ چھوڑو کیونکہ یہ بات غم کا باعث، دشمنوں کی خوشی کی وجہ اور رب سے بد ظنی کا سبب بن جاتی ہے ۔ تم حادثات سے دھوکا نہ کھانا ، ان سے بے فکر نہ ہو جانا اور نہ ان کی ہنسی اڑانا کیونکہ جو قوم ہنسی اڑاتی ہے وہ خود اس میں مبتلا ہوتی ہے ۔ بلکہ حوادث کی توقع رکھنا کیونکہ انسان دنیا میں (حوادث کی) آماجگاہ ہے ۔ تیر انداز باری باری اس پر تیر اندازی کرتے ہیں مگر بعض اس تک پہنچ ہی نہیں سکتے ، بعض اس جگہ سے آگے نکل جاتے ہیں اور بعض اس کے دائیں اور بائیں پڑتے ہیں ۔ پھر لازمی طور پر (کوئی نہ کوئی) لگ ہی جائے گا ۔

زہیر بن جناب کلیب بن وائل کے زمانے میں گزرا ہے ۔ عربوں میں زہیر سے بڑھ کر کوئی صاحب گفتار نہ تھا اور نہ اس سے بڑھ کر بادشاہوں

---

۱ - حازی : محمد بہجہ اثری لکھتے ہیں : وہ شخص جو اعضا اور چہرے مہرے سے اندازہ لگا کر بات کہے وہ حازی کہلاتا ہے ۔ ابن شمیل کہتا ہے : حازی کا علم طارق کے مقابلے میں کم ہوتا ہے اور طارق تقریباً کاہن ہوتا ہے اور عارف اس شخص کو کہتے ہیں جو معاملات سے باخبر ہو اور عرّاف اس شخص کو کہتے ہیں جو زمین کو دیکھ کر ہی پانی کی جگہ کو معلوم کر لیتا ہے کہ کہاں پایا جائے گا اور لیث کہتا ہے : حازی کاہن کو کہتے ہیں ۔

کے یہاں کسی کو اعتبار حاصل تھا اسے اس کی رائے کی درستی کی وجہ سے کاہن کہا جاتا تھا ۔ اس کے اور رزاح[۱] بن ربیعہ کے سوا کسی اور کو تمام کے تمام قبیلہ قضاعہ نے کبھی تسلیم نہیں کیا ۔ [۳ : ۱۶۰]

زہیر نے اپنی کسی بیوی کو کسی اور عورت کے ساتھ ایسی بات کرتے سنا جو خاوند کی موجودگی میں کرنی مناسب نہ تھی تو اس نے اسے اس سے منع کیا ۔ بیوی نے کہا : چپ رہو ورنہ یہ عمود دے ماروں گی خدا کی قسم مجھے خیال نہ تھا کہ تو سن اور سمجھ سکتا ہے ۔ اس وقت اس نے یہ اشعار کہے :

أَلَا يَا لَقَوْمِي لَا أَرَى النَّجْمَ طَالِعاً
وَلَا الشَّمْسَ إِلَّا حَاجِبَتِي بِيَمِينِي

اے میری قوم جب بھی میں ثریا یا سورج کو طلوع ہوتے دیکھتا ہوں میری ضروریات میرے قبضے میں ہوتی ہیں

مُعْزِبَتِي عِنْدَ الْقَفَا بِعَمُودِهَا
تَكُونُ[۲] نَكِيرِي أَنْ أَقُولَ ذَرِينِي

میری بیوی میری پشت پر عمود لیے موجود ہے اور اس کی بات کا برا مانوں تو میں کہتا ہوں کہ مجھے چھوڑ دو

أَمِينًا عَلَى سِرِّ النِّسَاءِ وَرُبَّمَا
أَكُونُ عَلَى الْأَسْرَارِ غَيْرَ أَمِينٍ

کہ میں عورتوں کے اسرار کا امین بن گیا ہوں حالانکہ اس سے پہلے میں ان امور پر امین نہ تھا

---

۱ - رزاح بن ربیعہ : یہ قُصَیّ کا اخیافی بھائی تھا ۔ اسی کی مدد سے قصی خانۂ کعبہ کا والی بننے میں کامیاب ہوا تھا (العقد الفرید : ۳ : ۲۹۱) ۔

۲ - اغانی (۱۸ : ۳۰۱ ببعد) میں یہ مصرع یوں ہے
فَأَقْصَى نکیری ان أقول ذرینی
اس سے معنی زیادہ واضح ہو جاتے ہیں ۔

فَلَلْمَوْتُ خَيْرٌ مِنْ حِدَاجٍ مُوَطَّأٍ
[1]مَعَ الظُّعْنِ لَا يَأْتِي الْمَحَلَّ لِحِينِ[2]

نرم بستر والے ہودے پر عورتوں کے ساتھ سوار ہونے سے بہتر یہ ہے کہ میں مر جاؤں کیونکہ یہ ہودہ اپنی منزل پر ہر وقت نہیں پہنچ سکتا

اسی کے یہ شعر ہیں :

أَبُنَيَّ إِنْ أَهْلِكْ فَقَدْ
أَوْرَثْتُكُمْ مَجْداً بَنِيَّهْ

بیٹا ! اگر میں مر جاؤں (تو کوئی بات نہیں کیونکہ) میں نے تمھیں بزرگی کا وارث بنا دیا ہے

وَتَرَكْتُكُمْ أَبْنَاءَ سَا
دَاتٍ زِنَادُكُمُ وَرِيَّهْ

اور میں تمھیں سرداروں کے بیٹے چھوڑ کر جاؤں گا تم ہر جگہ مطلب بر آری کر سکو گے

مِنْ كُلِّ مَا نَالَ الْفَتَى
قَدْ نِلْتُهُ إِلَّا التَّحِيَّهْ

میں نے حکومت کے سوا ہر وہ چیز حاصل کرلی جسے انسان حاصل کر سکتا ہے

وَلَقَدْ رَحَلْتُ الْبَازِلَ
الْكَوْمَاءَ لَيْسَ لَهَا وَلِيَّهْ

میں نے بڑی کوہان والی نوجوان اونٹنی پر بغیر ہا کھر کے پالان ڈالا

وَخَطَبْتُ خُطْبَةَ حَازِمٍ
غَيْرِ الضَّعِيفِ وَلَا عَيِيَّهْ

میں نے اس دانشمند آدمی کی طرح خطبہ دیا جو کمزور نہ ہو اور نہ غیر قادر الکلام ہو

---

۱ - اغانی میں مع کی بجائے علی ہے -

۲ - اغانی سے درست کیا گیا ہے بلوغ الارب میں لحینی ہے

فَالْمَوْتُ خَيْرٌ لِلْفَتٰى
فَلْيَهْلِكَنْ وَ بِهِ بَقِيَّهْ

موت انسان کے لیے بہتر ہے لہذا اسے اس وقت مر جانا چاہیے جب کہ ابھی قوی باقی ہوں

مِنْ أَنْ يُرَى الشَّيْخَ الْبَجَا
لَ وَقَدْ يُهَادَى بِالْعَشِيَّهْ

بہ نسبت اس کے کہ اسے بوڑھا کھوسٹ دیکھا جائے جبکہ اسے شام کو سہارے کے ساتھ لیے جا رہے ہوں

اسی کے یہ اشعار ہیں :

لَيْتَ شِعْرِي وَ الدَّهْرُ ذُو حَدَثَانٍ
أَيَّ حِينٍ مَنِيَّتِي تَلْقَانِي

زمانے کے حادثات تو جاری ہیں مگر اے کاش میں جان سکتا کہ میری موت کب مجھ سے دو چار ہوگی ،

أَسُبَاتٌ عَلَى الْفِرَاشِ خُفَاتٌ
أَمْ بِكَفَّيْ مُفَجَّعٍ حَرَّانٍ

کیا یہ موت بستر پر اچانک نیند کی شکل میں ہوگی یا یہ موت کسی ایسے شخص کے ہاتھ سے واقع ہوگی جو میرے (خون کا) سخت پیاسا ہوگا (اور میں نے) اس کے کسی عزیز کو قتل کر کے اسے درد مند کیا ہوگا

اور جب اس کی عمر کے دو سو سال گزر چکے تو اس نے کہا :

لَقَدْ عُمِّرْتُ حَتّٰى لَا أُبَالِي
أَحَتْفِي فِي صَبَاحِي أَمْ مَسَائِي

مجھے بڑی عمر دی گئی ہے حتی کہ اب مجھے پروا ہی نہیں کہ میں صبح کو مروں گا یا شام کو

وَحُقَّ لِمَنْ أَتَتْ مِائَتَانِ عَامًا
عَلَيْهِ أَنْ يَمَلَّ مِنَ الثَّوَاءِ

جس شخص کی عمر کے دو سو سال گزر چکے ہوں وہ اگر اس (دنیا میں) قیام کرنے سے اُکتا جائے تو حق بجانب ہے

اور ان میں سے ایک

مرثد الخیر الحمیری

ہے ۔ وہ مرثد الخیر بن ینکف بن نوف بن معدیکرب بن مُضحِی ہے ۔ یہ چھوٹا سا بادشاہ تھا ۔ اپنے قبیلے پر بڑا مہربان تھا ، ان کی بہتری کا خواہاں رہتا تھا ، فصیح ترین اور بہترین خطیب تھا ۔ ابوبکر بن دُرید کہتا ہے عَلَس کے بھائی اور عَلَس ذوجدن ہی کو کہتے ہیں اور میثم بن مثوب بن ذی رُعَین دونوں میں شرف کے بارے میں جھگڑا ہو گیا ۔ یہاں تک کہ ان کے مابین عداوت پیدا ہو گئی اور اس بات کا خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں دونوں قبیلوں میں جنگ نہ چھڑ جائے اور کہیں دونوں کے عالی نسب خاندان فنا نہ ہو جائیں ۔ مرثد نے دونوں کے درمیان صلح کرانے کی غرض سے دونوں کو بلا بھیجا اور ان دونوں سے کہا[1] :

[۳ : ۱۶۲] بدی میں اپنی مرضی[2] سے کام کرنا ، خود سری[3] دکھانا اور ضد کو پلّے باندھ لینا تمھیں ایسے گڑھے کے کنارے پر لا کھڑا کرے گا جہاں پہنچنا تمام خاندان کی تباہی کا باعث ہو گا اور (اصلاح کے) تمام ذرائع منقطع ہو جائیں گے لہٰذا تم عہد و پیمان کے ٹوٹ جانے ، گرہ کے کھل جانے ، باہمی الفت کے پراگندہ اور قرابت داری

---

۱ - اس خطبے اور اس کی تشریح کے لیے ملاحظہ ہو امالی : ۱ : ۹۱ تا ۹۶ ۔

۲ - التخبط : رکوب الرجل رأسه فی الشرخاصة (امالی : ۱ : ۹۳) ۔

۳ - رکب الرجل هتجاجه : اذا لَجَّ وتحیک ۔

کے جدا ہو جانے سے قبل تدارک کر لو - ابھی معاملہ تازہ ہے ، موقع حاصل ہے ، تمھارے قدم بھی مضبوط گڑے ہوئے ہیں اور تمھاری باہمی دوستی کا تسلسل[1] جاری ہے - ابھی (ایک دوسرے پر) رحم[2] کھانے کا امکان ہے - تمھیں ان عربوں کی اولاد کا پتا ہے جو تم سے پہلے گزرے ہیں ، جنھوں نے نصیحت کی نافرمانی کی ، ہدایت کی مخالفت کی اور قطع تعلق کی (صدا پر) کان لگایا - تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ ان کی بری کوششوں کا کیا نتیجہ نکلا اور ان کے امور کا انجام کیا ہوا - لہٰذا کشت و خون ، بیماری کے شدت پکڑ جانے اور دوا کے نایاب ہونے سے پہلے ہی زخموں کا تدارک کر لو کیونکہ جب خون بہائے جا چکیں تو دشمنی مضبوط ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے پر رحم کھانے کے وسائل کٹ جاتے ہیں اور مصیبت عام ہو جاتی ہے -

یہ سن کر سُبَیع نے کہا : اے بادشاہ ! عَلاتی[3] بھائیوں کی دشمنی کا طبیب بھی علاج نہیں کر سکتے ، دم کرنے والے بھی شفا نہیں دے سکتے ، اور نہ ہی بچانے والے اس امر کی[4] طاقت رکھتے ہیں - یہی اندرونی بیماری ہے - ہمارے باپ کے ان بیٹوں کو علم ہے کہ جب انہیں خوف لاحق ہوتا ہے تو ہمیں ان کے مددگار ہوتے ہیں - جب ان میں قحط پڑتا ہے تو ہمیں ان کی فریاد کو آتے ہیں ، جب یہ کسی سے جنگ کرتے ہیں تو ہمیں ان کے بازو ہوتے ہیں اور جب ان پر مصیبت نازل ہوتی ہے تو ہمیں ان کے لیے جائے پناہ ہوتے ہیں اور ان کی اور ہماری مثال تو ایسی ہے جس طرح کسی شاعر سلف نے کہا ہے - شاعر کا نام اوس بن حجر ہے :

---

۱ - مثریة : متصلہ ماخوذة من الثری و ھوالتراب النّدی -

۲ - البُقیا : الترحم مُعْرِضَة : ممکنة ، قـد امکنت مـن عُرضھا ای جنبھا و ناحیتھا -

۳ - بنی العلات : مختلف بیویوں سے ایک ہی شخص کی اولاد بنوالعلات کہلاتی ہے -

۴ - استقل بالامر : أطاقہ -

إِذَا مَا عُلُوا قَالُوا أَبُونَا وأُمُّنَا
وَلَيْسَ لَهُمْ عَالِينَ أُمٌّ وَلَا أَبُ[1]

جب وہ مغلوب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہمارے آبا اور امہات
(ایک ہی تو ہیں) لیکن اگر یہ غالب آ جائیں تو پھر ان کا نہ کوئی
باپ ہے نہ ماں

اس پر میثم بولا : اے بادشاہ ! جو شخص اپنے باپ کی اولاد سے ریاست کی وجہ سے حسد کرتا ہے اور اہل مجلس کے سامنے اس کے عیب نکالتا ہے اور تھوڑی سی بھی تعظیم کو اس کے لیے بہت زیادہ سمجھتا ہے وہ ملامت کا مستحق ہے اور اسے سیدھی راہ ترک کرنے پر سرزنش کی جائے گی ۔ اللہ کی قسم ہماری تو یہ حالت ہے کہ اگر ہم ان کا کوئی احسان اپنے اوپر شمار کر لیں تو اس جیسا احسان ان پر پہلے سے کیا جا چکا ہوتا ہے اور جب بھی ان کی کوئی نیکی ہمیں یاد آتی ہے تو اس کی جزا ہماری طرف سے انھیں پہنچ جاتی ہے اور ان کے احسان کا سایہ جب بھی پلٹ کر ہمارے اوپر آتا ہے تو اسی قسم کا احسان اس کے مقابلے میں ان پر کر دیا جاتا ہے ۔ ہم تو ایک شریف سردار [۳ : ۱۶۳] کی اولاد ہیں ، نہ ہمیں ہماری ماؤں نے نیچے بٹھائے رکھا ہے نہ ان کو اور نہ برے خاندان نے ہمیں اپنے جیسا بنایا ہے نہ ان کو ، لہٰذا یہ منہ پھلانا ، کنکھیوں سے دیکھنا ، تکبر کا اظہار کرنا ، دوسرے کو حقیر جانتے ہوئے اس سے اعراض کرنا اور یہ فخر و غرور کیا معنی ؟ کیا یہ کثرت تعداد کی وجہ سے ہے یا اس لیے ہے کہ تم ہم سے زیادہ

---

۱ - ابو عبید بکری (سمط اللآلی : ۲۸۸) نے اس شعر کی یوں تشریح کی ہے : یقول اذا ما غُلِبُوا و عُلُوا استنصروا بنا و استنجدونا و ناوذ کثّروا بنا الآباء و الامہات أولا رحام و الا واصر و إذا کانوا ھم الغالبین العالین نسُوا تلک الأواصر وترکوا الصلۃ وقطعوا تلک الارحام فصاروا کمن لا یجمعنا بھم أمٌ و لا أب و عالین حال من الضمیر فی قولہ لھم ۔

ثابت قدم اور مضبوط ہو یا یہ کسی دور رس امید[1] کی بنا پر ہے ؟ حالانکہ ہماری اور ان کی مثال تو ایسی ہے جیسے کسی پہلے شاعر نے کہا ہے (اور وہ شاعر ذوالاصبع العَدوانی ہے) -

[2]لاہِ ابنُ عمّکَ لا اَفضَلتَ فی حَسَبٍ
عنّی وَ لا اَنتَ دیّانی فتخزُونی

تیرے چچا زاد بھائی کے کیا کہنے - ارے تو نہ تو حسب میں مجھ سے بہتر ہے اور نہ ہی میرا کارساز ہے کہ تو مجھ پر حکومت چلائے

— تین باتوں سے معاملات طے پاتے ہیں : تباہ کر دینے والی جنگ سے یا آرام دینے والی صلح ، یا ایک دوسرے کی باتوں پر پردہ

---

۱ - بلوغ الارب میں مُستعد ہے مگر امالی میں معتقد ہے اور اسی کو لے کر ترجمہ کیا گیا ہے -

۲ - ذوالاصبع نے یہ اشعار اپنے ایک چچا زاد بھائی عمرو کو مخاطب کر کے کہے تھے - پورا قصیدہ امالی (۱ : ۲۵۲ - ۲۵۴) میں دیا ہے اور کچھ زائد اشعار سمط اللآلی : ۵۷۱ پر ہیں - سمط اللآلی (۲۹۰) میں اس شعر کی یوں شرح کی گئی ہے : قوله لاه ابن عمک یرید لله ابنُ عمک ورواه احمد بن عُبَید لاهِ ابن عمک بالخفض وقال : هوقسم کقولک ربّ ابن عمک و یروی لا افضلت فی حسب ، ولا افضلت فی خُلُق و معناه لم تَفضُل و لاتأتی مع الافعال الماضیة بمعنی ''لم'' کثیرا قال الله عزوجل ''فلااقتحم العقبة'' .... و الدیّان : القائم بالاُمُور و قوله تخزونی : یرید تسوسنی یقال : خزاه یخزوه اذا ساسه ودبّر اَمره یقول له : أنت لاتفضلنی فی حَسَبٍ و لستَ بالقائم بأمری و لاالسائس لی و لاتَقُوتُ عیالی فی جَهْد و لاتکفینی بنفسک فی شدة و ضیق فمایحملک علی اصغاری و شتمی و تنقُّصی -

ڈال کر معاف کر دینے سے ،

یہ سن کر بادشاہ نے کہا : بدکے ہؤوں کی بیڑیاں نہ کھولو اور نہ ہی ان اونٹنیوں کو پھر سے گابھن کرو (یعنی دوبارہ جنگ نہ چھیڑو) جن کی آدھی سے زیادہ عمر گزر چکی ہے اور وہ اب بچے پیدا کرنے کے قابل نہیں ہیں اور نہ ہی کینے کی آگوں کو بھڑکاؤ کیونکہ اس میں ایسی تباہی پائی جاتی ہے جو تمھاری بالکل بیخ کنی کر دے گی ، اس میں ہلاکت اور مرگ اولاد مضمر ہے ۔ تم حلم کے ذریعے زخموں کے نشانات مٹا دو ، اس راستے کی طرف آؤ جو زیادہ ہدایت والا ہے اور جو زیادہ عادلانہ طریقہ ہے ۔ کیونکہ جب جنگ آتی ہے تو اس میں دھوکا دینے والا پتلا سرخی مائل بادل ہوتا ہے ، اور جب واپس جاتی ہے تو واویلے اور تباہی کے ساتھ جاتی ہے ۔ اس کے بعد بادشاہ نے کہا :

أَلا هَلْ أَتَى الأَقْوَامَ بَذْلِي نَصِيحَةً
حَبَوْتُ بِهَا مِنِّي سُبَيْعًا وَ مِيشَمَا

کیا لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ میں نے خیر جوئی کا حق ادا کر دیا ہے ، اور میں نے یہ خیر جوئی سُبَیْع اور مِیشَم کے حق میں کی ہے

وَقُلْتُ اعْلَمَا أَنَّ التَّدَابُرَ[۱] غَادَرَتْ
عَوَاقِبُهُ لِلذُّلِّ وَ القُلِّ جُرْهُمَا

اور میں نے ان دونوں سے کہہ دیا ہے کہ یاد رکھو باہمی عداوت کے نتائج نے جُرہم قبیلے کی یہ حالت کر دی کہ وہ ذلیل اور کم مقدار ہو گئے

فَلا تَقْدَحَا زَنْدَ العُقُوقِ وَ أَبْقِيَا
عَلَى العِزَّةِ القَعْسَاءِ أَنْ تَتَهَدَّمَا

تم رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی کرنے کے چقماق سے آگ

---

۱ ۔ تدابر : باہمی عداوت ۔

نہ نکالو اور اپنی پائدار عزت پر رحم کھاؤ کہ کہیں یہ منہدم نہ ہو جائے

وَلَا تَجْنِيَا حَرْبًا تَجُرُّ عَلَيْكُمَا
عَوَاقِبُهَا يَوْمًا مِنَ الشَّرِّ أَشْأَمَا

اور تم ایسی جنگ برپا کرنے کے مرتکب نہ بنو جس کا انجام یہ ہو کہ وہ تم پر جنگ سے بھی زیادہ منحوس دن لے آئے

فَإِنَّ جُنَاةَ الْحَرْبِ لِلْحَيْنِ عُرْضَةٌ
تُفَوِّقُهُمْ مِنْهَا الذُّعَافَ الْمُقَشَّمَا

[۳ : ۱۶۴] کیونکہ جنگ برپا کرنے والے ہی موت کا نشانہ بنتے ہیں اور یہ جنگ انہیں ملا ہوا زہر تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد پلاتی ہے

حَذَارِ فَلَا تَسْتَنْبِشُوهَا فَإِنَّهَا
تُغَادِرُ ذَا الْأَنْفِ الْأَشَمِّ مُكَشَّمَا

خبردار! جنگ کو پھر سے نہ بھڑکانا کیونکہ یہ اونچی ناک والے کی ناک کاٹ ڈالتی ہے

اس پر دونوں نے کہا : یوں نہیں ہم تو آپ کی نصیحت قبول کرتے ہیں آپ کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں ، ہم بھڑکنے[۱] والی آگ بجھاتے ہیں ، کینوں کو ختم کر دیتے ہیں اور صلح کی طرف لوٹ آتے ہیں ۔

اور ان میں سے ایک

الحٰرث بن کعب المذحجی

ہے ۔ یہ حارث اپنے زمانے کے فصیح ترین خطبا میں سے تھا ۔ بلاغت اور علوّ مرتبت کے اعتبار سے اس کی فضیلت کو تسلیم کیا جاتا ہے ۔ ابو حاتم سجستانی کہتا ہے : جب حارث کی وفات کا وقت آ گیا

۱ ۔ بلوغ الارب میں الثائرة ہے لیکن امالی میں : النّائرة ہے ۔

تو اس نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور کہا : بیٹا ! مجھ پر ایک سو ساٹھ سال گزرے ہیں - (اس عرصے میں) میرے دائیں ہاتھ نے کسی دھوکے باز سے مصافحہ نہیں کیا اور نہ ہی میرے نفس نے کسی بدکار آدمی کی خصلتوں پر رضامندی ظاہر کی ہے - میں نے چچا زاد بہن یا بھاوج یا بہو سے عشق نہیں لڑایا اور نہ ہی کسی بدکار عورت نے آ کر میرے پاس نقاب اٹھایا ہے - نہ ہی میں نے اپنا راز کسی دوست کو بتایا ہے (یا میں نے کسی دوست کا راز فاش نہیں کیا) - میں شعیب النبی علیہ السلام کے دین پر ہوں اور میرے اور اَسَد بن خُزَیمہ اور تمیم بن مُرّ کے سوا کوئی عرب اس دین پر نہیں ہے - تم میری وصیت کو محفوظ رکھو اور میری شریعت پر مرو - اپنے خدا سے ڈرتے رہو وہ خود تمھارے اہم کاموں کو سرانجام دے گا اور تمھارے اعمال کی اصلاح کرے گا - خبردار ! اللہ کی نافرمانی نہ کرنا تاکہ کہیں تم پر تباہی نازل نہ ہو جائے اور تمھارے گھر تم سے خالی نہ ہو جائیں - بیٹا ! متفق ہو کر رہنا - بکھر کر ٹولیاں نہ بن جانا - پیشتر اس کے کہ کوئی تم پر غالب آ جائے تم غلبہ پا لو اور عزت کی موت ذلت اور عاجزی کی زندگی سے بہتر ہے - جو کچھ ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا - ہر جمعیت کا انجام جدائی ہے - زمانہ دو طرح کا ہے ایک قسم آرام کی اور ایک مصیبت کی ، دن بھی دو طرح کے دن ہیں ایک خوشی کا دن اور ایک آنسوؤں کا دن ، لوگ بھی دو قسم کے ہیں ایک تمھارے ساتھ اور دوسرا تمھارے خلاف - برابر کے لوگوں میں رشتے ناتے کیا کرو اور (عورتیں) اپنی خوشبو میں پانی استعمال کیا کریں - بیوقوف عورت سے بچتے رہو کیونکہ وہ بدترین بیماری ہے اور احمق [۳ : ۱۶۵] عورت سے پرہیز کرو کیونکہ اس کی اولاد بھی احمق ہوتی ہے - خبردار ! رشتہ داری کو منقطع کرنے والا آرام نہیں پاتا - جب کسی قوم میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے تو وہ دشمن کو اپنے اوپر غلبہ پانے کا موقع دے دیتی ہے - تعداد کی آفت پھوٹ کا پڑنا ہے - نیک کام کی وجہ سے فضیلت کا دعویٰ کرنا برے کام سے بچا لیتا ہے اور بدی کا برا بدلہ دینا برائی میں داخل

ہوتا ہے ۔ بداعمالی ، اللہ کی نعمتوں کو زائل کر دیتی ہے ۔ رشتہ داری کے تعلقات کو توڑنے سے غم پیدا ہوتا ہے ۔ اللہ کی قابل احترام چیزوں کی بے حرمتی کرنے سے اللہ کی نعمتیں زائل ہو جاتی ہیں ۔ والدین کی نافرمانی سے تنگدستی پیدا ہوتی ہے ۔ تعداد میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور ملک ویران ہو جاتا ہے ۔ کسی (نااہل) کو نصیحت کرنا اپنی ہی رسوائی کا سبب ہوتا ہے ۔ رسوائی اور کینہ امداد (خداوندی) کو روک دیتی ہے اور خطا کاری پر ڈٹے رہنے کا انجام مصیبت ہے ۔ برے طور طریقے منفعت کے اسباب کو منقطع کر دیتے ہیں ۔ کینے جدائی کا سبب بنتے ہیں ۔ بیٹو ! میں نے کئی لوگوں کے ساتھ مل کر کھایا اور پیا لیکن وہ گزرگئے اور میں باقی رہ گیا ۔ اب گویا میں بھی ان سے ملا چاہتا ہوں ۔ اس کے بعد یہ شعر کہے :

أَكَلْتُ شَبَابِي فَأَفْنَيْتُهُ
وَأَنْضَيْتُ مِنْ بَعْدِ دَهْرٍ دُهُوْرَا

میں نے اپنی جوانی کو کھا ڈالا اور اسے فنا کر دیا اور اپنی (جوانی) کے زمانے کے بعد کئی زمانوں کو فنا کیا

ثَلَاثَةَ أَهْلِيْنَ صَاحَبْتُهُمْ
فَبَادُوْا وَأَصْبَحْتُ شَيْخًا كَبِيْرَا

میں تین بیویوں کی صحبت میں رہا وہ گزر گئیں اور میں بڑی عمر کا بوڑھا ہوگیا

قَلِيْلَ الطَّعَامِ عَسِيْرَ الْقِيَا
مِ قَدْ تَرَكَ الدَّهْرُ خَطْوِي قَصِيْرَا

(اب میں) تھوڑا کھاتا ہوں مشکل سے اُٹھ سکتا ہوں اور زمانے نے میرے قدموں کو بھی چھوٹا کر دیا ہے

أَبِيْتُ أُرَاعِي نُجُوْمَ السَّمَاءِ
أُقَلِّبُ أَمْرِي بُطُوْنًا ظُهُوْرَا

میں رات بھر اختر شماری کرتا رہتا ہوں اور اپنے معاملات کو کبھی اندر کو اور کبھی باہر کو پلٹتا رہتا ہوں ۔

اور ان میں سے ایک

قیس بن زھیر العبسی

تھا - یہ بھی صاحبِ فصاحت ، صاحبِ بیان ، شیریں گفتار اور چرب زبان تھا - اس کے حالات اور عمدہ کلام کو ابن الکلبی نے بیان کیا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے - ہباءۃ کی جنگ کے بعد قیس بن زھیر نمر بن قاسط کے پڑوس میں آ گیا اور اس نے ان سے کہا : میں تمھارے پڑوس میں آ گیا ہوں اور تم سے وابستہ ہو گیا ہوں لہٰذا تم میری شادی ایسی عورت کے ساتھ کر دو جسے مالداری نے بااخلاق بنا دیا ہو اور محتاجی نے کمزور کر دیا ہو ، حسب اور جمال والی ہو - چنانچہ انھوں نے اس کی شادی ظبیہ بنت الکیس النمری سے کر دی اور اس نے ان سے کہا : مجھ میں تین خصلتیں پائی جاتی ہیں - میں غیرت مند ہوں ، بہت فخر کرنے والا ہوں ، خود سر ہوں - میں اس وقت تک [۳ : ۱۶۹] تفاخر نہیں کرتا جب تک کہ کوئی پہل[1] نہ کرے اور جب تک خود دیکھ نہ لوں غیرت میں نہیں آتا ، اور جب تک مجھ پر ظلم نہ کیا جائے میں تاؤ میں نہیں آتا - انھیں اس کے اخلاق پسند آ گئے اور یہ ان کے یہاں مقیم رہا تاآنکہ اس کے یہاں اولاد ہوئی - پھر جب وہاں سے کوچ کرنے لگا تو کہا : میں تمھیں چند باتیں اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور چند باتیں اختیار کرنے سے منع کرتا ہوں - بردباری اختیار کیا کرو کیونکہ اسی کے ذریعے تم حاجت کو پا سکتے ہو اور موقع حاصل کر سکتے ہو - ایسے آدمی کو سردار بنانے کا حکم دیتا ہوں جس کے سردار بنانے پر کوئی تم پر عیب نہ لگا سکے - وفادار رہو کیونکہ اسی سے لوگ زندہ ہیں - سوال کرنے سے پہلے ہی اس شخص کو دے دو جسے تم دینا چاہتے ہو اور اصرار سے پہلے ہی اس شخص کو

---

۱ - العقد الفرید (۷ : ۹۷) میں حتی ابدا کے بجائے حتی افعل ہے - العقد الفرید میں بہت سے الفاظ میں اختلاف پایا جاتا ہے -

محروم کر دو جسے تم محروم رکھنا چاہتے ہو۔ جو شخص تمہارے پاس آ کر پناہ لے اسے تمام زمانے کے خلاف پناہ دو اور اپنی فرودگاہوں کو یتیموں کے گھروں سے دور رکھو۔ مہمان کو اپنے اہل و عیال کے ساتھ ملا لو۔ میں تمھیں بیوفائی کرنے سے منع کرتا ہوں کیونکہ یہ زمانے بھر کی عار ہے۔ بازی لگا کر دوڑ میں مقابلہ کرنے سے منع کرتا ہوں کیونکہ اسی میں میرا بھائی مالک مارا گیا تھا۔ سرکشی سے منع کرتا ہوں کیونکہ اسی نے میرے بھائی زُہیر کو قتل کیا تھا۔ بے کار باتوں میں مال و دولت فنا کرنے سے روکتا ہوں کیونکہ اس طرح تم حقوق ادا نہ کر سکو گے اور حد سے زیادہ خون ریزی سے منع کرتا ہوں کیونکہ ہباءۃ کی جنگ کی وجہ سے میرے ساتھ عار چمٹ گئی ہے۔ اپنی عورتوں کو سوا ہمسروں کے (نکاح میں) نہ دو۔ اگر تمھیں ہمسر نہ ملیں تو ان کا بہترین نکاح قبروں سے ہے یا یہ کہا کہ ان کی بہترین منزلیں قبریں ہیں۔ یاد رکھو میں ظالم بھی تھا اور مظلوم بھی۔ بنی بدر نے میرے بھائی مالک کو قتل کر کے مجھ پر ظلم کیا تھا اور میں نے اس طرح ظلم کیا کہ ان لوگوں کو قتل کیا جو بے گناہ تھے۔

یہ اس کے بعد وہاں سے کوچ کر کے عمار چلا گیا۔ وہاں جا کے عیسائی ہو گیا اور کھانے کی (عام) چیزوں سے پرہیز کرنے لگا۔ (ایک بار) حنظل کھانا شروع کر دیا تاآنکہ چل بسا۔

اور ان میں سے ایک

الرَبیع بن ضُبیع[1] الفزاری

یہ عہد جاہلیت کے خطیبوں میں سے تھا اس نے اسلامی زمانہ بھی پایا کیونکہ یہ معمّرین میں سے تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بنی امیہ

---

۱ - بلوغ الارب میں اسی طرح ہے مگر سمط اللآلی (۸۰۲) میں ضَبُع ہے۔ ابو حاتم کہتا ہے کہ رُبَیع تین سو چالیس سال زندہ رہا۔ مگر مسلمان نہیں ہؤا۔

کے عہد تک زندہ رہا ۔ روایت ہے کہ یہ عبد الملک بن مروان کے پاس آیا تو اس نے پوچھا : اے رُبیع مجھے بتلاؤ کہ تم نے کتنی عمر اور مدت پائی اور تو نے گزشتہ زمانے کے کون کون سے اہم واقعات دیکھے ۔ تو اس نے کہا : میں نے ہی تو یہ شعر کہا ہے :

هَا أَنَا ذَا آمُلُ الْخُلُودَ وَقَدْ
أَدْرَكَ عَقْلِي وَمَوْلِدِي حُجُرًا[1]

تو میں ہمیشہ کے لیے زندہ رہنے کی امید رکھتا ہوں حالانکہ میری عقل اور ولادت حُجر کے زمانہ میں ہوئی

عبد الملک نے کہا : میں نے تمھارے یہ اشعار بچپن کے زمانہ میں روایت لیے تھے ۔ پھر کہا : میں نے ہی یہ اشعار بھی کہے ہیں :

إِذَا عَاشَ الْفَتَى مِائَتَيْنِ عَامًا
فَقَدْ ذَهَبَ اللَّذَاذَةُ وَالْفَتَاءُ[2]

[۳ : ۱۶۷] جب انسان دو سو سال زندہ رہ چکتا ہے تو لذت اور جوانی جاتی رہتی ہے

عبد الملک نے کہا : میں نے تمھارے یہ اشعار اس وقت روایت کیے تھے جبکہ میں ابھی نوخیز تھا ۔

اے رُبیع ! تمھارے باپ کی قسم تمھیں ایسے بخت نے تلاش کر لیا ہے جو پھسلنے کا نہیں ۔ اب اپنی عمر کی تفصیل بیان کرو ۔

---

۱ ۔ حُجر سے مراد مشہور جاہلی شاعر امرؤ القیس کا باپ ہے ۔ اس قصیدے کے چند اشعار اسی بیان میں آگے چل کر دے دیے گئے ہیں ۔ نیز ملاحظہ ہو : امالی : ۲ : ۱۸۱ اور سمط اللآلی : ۸۰۲ اور وہ مراجع جن کا وہاں ذکر کیا گیا ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں اسی بیان میں یہ اشعار دیے گئے ہیں نیز ملاحظہ ہو ذیل الامالی : ۲۱۷ شرح ذیل الامالی : ۱۰۱ اور وہ مراجع جن کا وہاں ذکر کیا گیا ہے ۔

رُبَیّع نے کہا : میں نے دو سو سال فترت[۱] عیسٰی علیہ السلام میں گزارے اور ایک سو بیس سال جاہلیت میں اور ساٹھ سال اسلام میں۔ عبدالملک نے کہا : مجھے قریش کے ان نوجوانوں کے متعلق بتاؤ جو ہمنام تھے ۔ رُبَیع نے کہا : جس کے متعلق چاہو پوچھ لو ۔ عبدالملک نے کہا : عبداللہ بن عباس کے متعلق بتاؤ ۔ رُبَیع نے کہا : وہ تو ہمہ تن فہم و علم ہے ، فوراً عطا کرنے والا ہے وہ بہت بڑا برتن ہے ۔ عبدالملک نے کہا : عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق بتاؤ ۔ کہا : وہ حلم اور علم ہے ، دیر تک خاموش رہنے والا ہے ، ظلم سے دور رہتا ہے ، عبدالملک نے کہا : عبداللہ بن جعفر کے متعلق کچھ کہو : رُبیع نے کہا : وہ ایک نیاز بو ہے جس کی عمدہ خوشبو ہے ۔ جو چھونے میں ملائم ہے ، جس سے مسلمانوں کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا ۔ عبدالملک نے کہا : مجھے عبداللہ بن زُبَیر کے متعلق کچھ بتاؤ ۔ رُبَیع نے کہا ۔ وہ ایک دشوار گزار پہاڑ ہے جس سے چٹانیں لڑھکتی ہیں ۔ عبدالملک نے کہا ۔ خدا تمھارا بھلا کرے تجھے ان کے متعلق اس قدر معلومات حاصل ہیں ۔ رُبَیع نے کہا : (اس کا سبب) نزدیک کا پڑوس اور اکثر لوگوں سے پوچھتے رہنا ہے ۔

السیّد المرتضٰی اپنی کتاب غرر الفوائد میں کہتا ہے : اگر یہ واقعہ درست ہے تو ہو سکتا ہے کہ عبدالملک نے رُبَیع سے یہ سوال معاویہؓ کے عہد میں کیا ہو اپنے عہد خلافت میں نہ کیا ہوگا ، کیونکہ ربیع یہ کہہ رہا ہے کہ میں ساٹھ سال اسلام میں زندہ رہا اور عبدالملک ٦٥ھ میں خلیفہ بنا لہٰذا اگر واقعہ صحیح ہے تو لازمی طور پر یہی بات ہوگی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے ۔ کیونکہ روایت یہ ہے کہ رُبیع نے معاویہؓ کا عہد پایا تھا ۔ کہا جاتا ہے کہ جب رُبَیع کی عمر دو سو سال کی ہو گئی تو اس نے یہ اشعار کہے :

---

۱ ۔ فترت وہ زمانہ ہے جو دو نبیوں کے درمیان ہو یہاں مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا زمانہ ہے ۔

أَلاَ أَبْلِغْ بُنَيَّ بَنِي رُبَيْعٍ
[1]فَأَشْرَارُ البَنِيْنَ لَكُمْ فِدَاءُ

اے بچے بنی ربیع تک یہ بات پہنچا دے کہ برے بیٹے تم پر قربان ہوں

بِأَنِّي قَدْ كَبِرْتُ ودَقَّ[2] عَظْمِي
فَلاَ تَشْغَلْكُمُ عَنِّي النِّسَاءُ

یہ بھی کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری ہڈیاں پتلی پڑ گئی ہیں لہذا تم عورتوں میں مشغول ہو کر مجھے بھول نہ جانا

فَإِنَّ كَنَائِنِي لَنِسَاءُ صِدْقٍ
وَمَا آلَى[3] بَنِيَّ وَمَا أَسَاؤُا

میری بہوئیں تمام کی تمام اچھی ہیں اور میرے بیٹوں نے بھی (میرے بارے میں) کوئی کوتاہی نہیں کی اور نہ مجھ سے برا برتاؤ کیا

إِذَا كَانَ الشِّتَاءُ فَأَدْفِئُونِي
فَإِنَّ الشَّيْخَ [4]يَهْدِمُهُ الشِّتَاءُ

جب موسم سرما آ جائے تو مجھے گرم کپڑے پہنا دینا کیونکہ سرما بوڑھے آدمی کو گرا دیتا ہے

وَأَمَّا حِيْنَ يَذْهَبُ كُلُّ قُرٍّ
فَسِرْبَالٌ خَفِيْفٌ أَوْ رِدَاءُ

مگر جب سردی تمام کی تمام گزر جائے تو ہلکی سی قمیص اور چادر (میرے لیے کافی ہے)

---

۱ - امالی (۳ : ۲۱۷) میں فاشرار کی بجائے فَأَنْذَال ہے -
۲ - امالی میں دق کی بجائے رَقَّ ہے - رَقَّ العظم : كَبُرَ وأَسَنَّ -
۳ - امالی میں آلی کی بجائے أشكُو ہے
۴ - امالی میں ؛ یھرمہ ہے -

إِذَا عَاشَ الفَتٰى مِائَتَيْنِ عَاماً
فَقَدْ ذَهَبَ[۱] اللَّذَاذَةُ وَالفَتَاءُ

جب کوئی انسان دو سو سال زندہ رہ چکتا ہے تو پھر اس کی لذت اور جوانی جاتی رہتی ہے

اور جب دو سو چالیس کی عمر کو پہنچا تو کہا :

أَصْبَحَ مِنِّيَ الشَّبَابُ قَدْ حَسِرَا
إِنْ كَانَ وَلَّى فَقَدْ ثَوٰى عُصُرَا

مجھ سے جوانی تھک گئی ہے اگر واپس چلی گئی ہے (تو کوئی بات نہیں) کیونکہ ایک عرصے تک میرے پاس مقیم رہی ہے

وَدَّعَنَا قَبْلَ أَنْ نُوَدِّعَهُ
لَمَّا قَضٰى مِنْ جِمَاعِنَا وَطَرَا

یہ ہمیں الوداع کہہ گئی پیشتر اس کے کہ ہم اسے الوداع کہتے جب اس نے ہماری آغوش سے اپنی غرض پوری کرلی

هَا أَنَا ذَا آمُلُ الخُلُودَ وَقَدْ
أَدْرَكَ عَقْلِي وَمَوْلِدِي حُجُرَا

لو ! اب میں ہمیشہ زندہ رہنے کی امید لگائے ہوئے ہوں حالانکہ میری عقل اور ولادت نے حُجر کا زمانہ پایا ہے

أَبَا امْرِئِ القَيْسِ هَلْ سَمِعْتَ بِهِ
هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ ! طَالَ ذَا عُمُرَا

(حجر) جو امرؤ القیس کا باپ ہے کیا تو نے اس کا نام سنا ہے کس قدر دور ہے ! کس قدر دور ہے ! یہ عمر تو بہت لمبی ہوئی

أَصْبَحْتُ لَا أَحْمِلُ السِّلَاحَ وَلَا
أَمْلِكُ رَأْسَ البَعِيرِ إِنْ نَفَرَا

---

۱ - امالی میں فَقَد أَودَى المَسَرَّةُ ہے -

میری یہ حالت ہو گئی ہے کہ نہ تو ہتھیار اٹھا سکتا ہوں اور نہ ہی میں اونٹ کو قابو میں رکھ سکتا ہوں اگر وہ بھاگ جائے

وَ الذِّئبُ أخشَاهُ إنْ مَرَرْتُ بِهِ
وَحْدِي وَأخْشَى الرِّيَاحَ والمَطَرَا

اور اگر میں بھیڑیے کے پاس سے اکیلا گزرتا ہوں تو اس سے ڈرتا ہوں، اب میں ہواؤں اور بارش سے بھی ڈرتا ہوں

مِنْ بَعْدِ مَا قُوَّةٍ أُسَرُّ بِهَا
أُصْبَحْتُ شَيخاً أُعالِجُ الكِبَرَا

اس قوت کے بعد جس سے میں خوش ہوتا تھا میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور بڑھاپے سے جنگ کر رہا ہوں

اس کا عطاء جذم کہنا : یعنی فوری اور ہر وہ بات جس میں تو سُرعت سے کام لے وہاں جذمته بولتے ہیں ۔ حدیث میں ہے جب تو اذان دے تو آہستہ آہستہ دے اور جب اقامت کہے تو جلدی جلدی کہہ اور میقری : وہ برتن جس میں ضیافت کی جاتی ہے ۔ رہا اس کا کہنا ما آلی بَنِيَّ وَلَا أَسَاؤوا : تو معنی ہے انہوں نے کوتاہی نہیں کی اور کوتاہی کرنے والے کو آلِیْ کہتے ہیں ۔

اور ان میں سے ایک

ابو الطمحان[1] القینی

ہے ۔ اس کا نام حنظلہ بن الشرق ہے ۔ یہ بنی کنانہ بن القین میں سے ہے ۔ ابو حاتم کہتا ہے : ابو الطمحان القینی دو سو سال زندہ رہا چنانچہ اس کے متعلق کہتا ہے :

---

۱ - ابو الطمحان القینی : حنظلة بن الشرق یہ بنی القین بن جسر میں سے تھا ۔ جاہلی اور اسلامی شاعر ہے ۔ زبیر بن عبدالمطلب کا ندیم اور ہمعمر تھا ۔ یہ بد دین تھا لیکن عمدہ شعر کہتا تھا ۔

حَنَتْنِيْ حَانِيَاتُ الدَّهْرِ حَتّٰى
كَأَنِّيْ خَاتِلٌ أَدْنُوْ لِصَيْدٍ

زمانے کی کبڑا کرنے والیوں (مصیبتوں) نے مجھے کبڑا کر دیا یہاں تک کہ یوں معلوم ہونے لگا کہ میں آہستہ آہستہ چل کر شکار کرنے کے لیے شکار کے قریب آ رہا ہوں

قَرِيْبُ الْخَطْوِ يَحْسَبُ مَنْ رَآنِيْ
وَ لَسْتُ مُقَيَّداً أَنِّيْ بِقَيْدٍ

میں چھوٹے چھوٹے قدم بھرتا ہوں جو بھی مجھے دیکھتا ہے یہی خیال کرتا ہے کہ میرے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں حالانکہ میں در حقیقت ایسا نہیں ہوں

ابو حاتم سجستانی کہتا ہے : مجھے میرے دوستوں میں سے متعدد لوگوں نے بتایا کہ انھوں نے یونس بن حبیب کو یہ اشعار پڑھتے سنا ہے ۔ وہ یہ شعر بھی پڑھتا تھا :

تَقَارَبَ خَطْوُ رِجْلِكَ يَا دُرَيْدُ
وَ قَيَّدَكَ الزَّمَانُ بِشَرِّ قَيْدٍ

اے دُرَید (اب) تمھارے پاؤں کے قدم چھوٹے اٹھتے ہیں، زمانے نے تمھارے پاؤں میں بد ترین بیڑیاں ڈال دی ہیں

[۳ : ۱٦۹] اسی کے یہ شعر ہیں :

وَ إِنِّيْ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ هُمُ هُمُ
إِذَا مَاتَ مِنْهُمْ سَيِّدٌ قَامَ صَاحِبُهْ

میں ایسی قوم میں سے ہوں کہ جو کچھ وہ ہیں وہی ہو سکتے ہیں جب ان کا سردار مر جاتا ہے تو اس کا ساتھی کھڑا ہو جاتا ہے

۱ - ملاحظہ ہو سمط اللآلی : ۳۳۲ جہاں اس قسم کے اور شعر بھی ہیں ۔

لَنجُوْمُ سَمَاءٍ كُلَّمَا غَابَ كَوْكَبٌ
بَدَا كَوْكَبٌ تَأْوِي إِلَيْهِ كَوَاكِبُهُ

یہ آسمان کے ستارے ہیں ، جب بھی کوئی ستارہ غائب ہوتا ہے تو یک اور ستارہ ظاہر ہو جاتا ہے جس کے پاس اس کے دوسرے ستارے پناہ لیتے ہیں

أَضَاءَتْ لَهُمْ أَحْسَابُهُمْ وَجُوْهُهُمْ
دُجَى اللَّيْلِ حَتَّى نَظَّمَ الْجَزْعَ ثَاقِبُهُ

ان کے حسب اور ان کے چہروں نے رات کی تاریکیوں کو اس حد تک روشن کر دیا ہے کہ مہروں میں سوراخ کرنے والا ان کو پرو لیتا ہے

وَ مَا زَالَ مِنْهُمْ حَيْثُ كَانَ مُسَوَّداً
تَسِيْرُ الْمَنَايَا حَيْثُ سَارَتْ كَتَائِبُهُ

ان کا آدمی جہاں کہیں بھی ہو سردار ہی ہو کر رہتا ہے جدھر کو اس کی فوجیں روانہ ہوتی ہیں ادھر ہی کو موتیں بھی روانہ ہو جاتی ہیں

پہلے دو شعروں کا مفہوم اوس بن حجر کے اس شعر سے مشابہت رکھتا ہے :

إِذَا مُقْرَمٌ مِنَّا ذَرَا[1] حَدُّنَا بِهِ
تَخَمَّطَ[2] فِيْنَا نَابُ آخَرَ مُقْرَمِ

جب ہم میں سے کسی سردار کے دانتوں کی تیزی گر جاتی ہے تو ایک اور سردار کے دانت ابھر کر ظاہر ہو جاتے ہیں

انھی معنوں میں طفیل غنوی کا ایک شعر ہے اور وہ ہے :

۱۔ ذَرَا فُوْهُ : سَقَطَتْ أَسْنَانُهُ ۔
۲۔ تَخَمَّطَ نَابُ الْبَعِيْرِ : ظَهَرَ وَ ارْتَفَعَ

كَوَاكِبُ دَجْنٍ كُلَّمَا انْقَضَّ كَوْكَبٌ
بَدَا وَانْجَلَتْ عَنْهُ الدُّجُنَّةُ كَوْكَبُ

(یہ لوگ) تاریکی کے ستارے ہیں جب بھی کوئی ستارہ گر پڑتا ہے تو ایک اور ستارہ ظاہر ہو جاتا ہے اور اس سے تاریکی پھٹ کر دور ہو جاتی ہے

انھی معنوں کو خُرَیمی[1] نے لے کر یوں کہا ہے :

إِذَا قَمَرٌ مِنَّا تَغَوَّرَ أَوْخَبَا
بَدَا قَمَرٌ فِي جَانِبِ الأُفْقِ يَلْمَعُ

جب ہمارا کوئی چاند نیچے چلا جاتا ہے یا چھپ جاتا ہے تو ایک اور چمکدار چاند افق کی جانب ظاہر ہو جاتا ہے

اسی قسم کا یہ شعر ہے :

خِلَافَةُ أَهْلِ الأَرْضِ فِينَا وِرَاثَةٌ
إِذَا مَاتَ مِنَّا سَيِّدٌ قَامَ صَاحِبُهُ

اہل زمین کی خلافت وراثۃً ہم میں چلی آتی ہے جب ہم میں سے کوئی سردار مر جاتا ہے تو اس کا ساتھی کھڑا ہو جاتا ہے

---

۱ - بلوغ الارب میں خزیمی زاء مہملہ کے ساتھ ہے - تصحیح شرح ذیل الامالی : ۵۷ سے کی گئی ہے - اس کا نام ابو یعقوب اسحٰق بن حسّان بن قُوهِی ہے - عہد عباسی کا شاعر ہے - یہ در اصل صُغدِی تھا اور مرو شاہجان کا رہنے والا تھا - بغداد میں رہائش اختیار کر لی تھی - عمدہ شعر کہتا تھا - سجستانی نے اسے اشعر المولّدین کہا ہے - ستر سال کی عمر ہونے کے بعد نابینا ہو گیا تھا اور اس نے اپنی آنکھوں کا مرثیہ کہا تھا - یہ اشعار اس نے اپنے مولیٰ خُرَیم بن عامر کے بارے میں کہے تھے - ملاحظہ ہو ذیل الامالی : ۱۲۱ -

اسی قسم کا یہ شعر ہے :

إِذَا سَيِّدٌ مِنَّا مَضَى لِسَبِيلِهِ
أَقَامَ عَمُودَ المُلْكِ آخَرُ سَيِّدُ

جب ہم میں سے کوئی سردار مر جاتا ہے تو ایک اور سردار حکومت کے عمود کو کھڑا کئے رکھتا ہے

اور ان میں سے ایک

ذوالاصبع العدوانی

ہے ۔ حُکّام عرب کے بیان میں ہم اس کے کچھ حالات بیان کر چکے ہیں ۔ جس طرح وہ ان کے حکام میں سے [۳ : ١٤٠] تھا اسی طرح اس کا شمار ان کے فصیح ترین خطیبوں میں بھی ہوتا ہے ، اسی باعث اس مقام کا تقاضا تھا کہ اس کے مستحسن کلام کا کچھ حصہ یہاں پیش کر دیا جائے ۔ ابو الفرج اپنی کتاب الاغانی میں کہتا ہے : جب ذوالاصبع کی وفات کا وقت آ گیا تو اس نے اپنے بیٹے اُسَید کو بلایا اور اس سے کہا :

بیٹا ! تمھارا باپ تو زندگی ہی میں فنا ہو چکا تھا اس نے اس (قدر لمبی) زندگی گزاری ہے کہ زندگی سے اُکتا گیا ہے ۔ میں تمھیں ایسی وصیت کرتا ہوں کہ اگر تم اسے یاد رکھو گے تو تم بھی اپنی قوم میں اس منزلت تک پہنچ جاؤ گے جس تک میں پہنچا ہوں لہٰذا میری باتیں یاد رکھو۔ اپنی قوم کے ساتھ نرم خوئی سے پیش آؤ تو وہ تم سے محبت کرے گی ۔ اور اس کے سامنے تواضع کرو وہ تمھیں بلندی دے گی ۔ اس سے خندہ پیشانی سے ملو تو وہ تمھاری اطاعت کرے گی ۔ کسی چیز کو اپنے لیے مخصوص نہ کرو گے تو وہ تمھیں سردار بنا لے گی ۔ ان کے چھوٹوں کی اسی طرح عزت کرو جس طرح تم ان کے بڑوں کی کرتے ہو تو ان کے بڑے تمھاری عزت کریں گے اور چھوٹے بڑے ہو کر تم سے محبت کریں گے ۔ اپنے مال کی سخاوت کرو ۔ جن چیزوں کی حفاظت

کرنا تم پر لازم ہے ان کی حفاظت کرو ۔ جو شخص تمھارے پاس آ کر پناہ لے اسے تقویت دو اور جو تم سے مدد مانگے اسے مدد دو ۔ مہمان کی عزت کرو ، فریاد کے لیے جب پکار سنو تو فوراً اٹھ کر جاؤ کیونکہ تمھاری (موت) کی ایک مدت مقرر ہے وہ تم سے نکل کر آگے نہیں جائے گی کسی سے کوئی چیز نہ مانگو تاکہ تمھاری آبرو محفوظ رہے ۔ انھی امور سے تمھاری سرداری کی تکمیل ہوگی ۔

اس کے بعد اس نے یہ شعر کہے :

أَ أُسَیْدُ إنْ مَالاً مَلَکْتَ
فَسِرْ بِهِ سَیْراً جَمِیْلاً

اے اُسید اگر تیرے پاس مال آ جائے تو اس مال کے ذریعے لوگوں سے اچھا برتاؤ کرنا

آخِ الكِرَامَ إنِ اسْتَطَعْتَ
إلَی إخَائِهِمْ سَبِیْلاً

اگر تجھے شرفا سے بھائی چارا قائم کرنے کا طریقہ آ جائے تو شرفا سے بھائی چارا قائم کرنا

وَ اشْرَبْ بِكَأْسِهِمْ وَ إنْ
شَرِبُوْا بِهِ السَّمَّ الثَّمِیْلاَ[۱]

انھی کے پیالے سے پینا خواہ وہ اس پیالے میں بھگویا ہؤا زہر ہی کیوں نہ پئیں

أَهِنِ اللِّئَامَ وَ لاَ تَكُنْ
لِإخَائِهِمْ جَمَلاً ذَلُوْلاً[۲]

کمینوں کو ذلیل کر اور ان سے بھائی چارا قائم کرنے کے لیے آسانی سے مطیع ہو جانے والا اونٹ نہ بن

---

۱ ۔ الثمیل : المنقع ۔
۲ ۔ الذلول : سهل الانقیاد ۔

إنَّ الكِـرَامَ إذَا تُـؤَا
خِيهِمْ وَجَدتَ لَهُمْ فُضُولاَ[1]

جب تو شرفا سے بھائی چارا قائم کرے گا تو تو ان کے ہاں عنایات پائے گا

وَدَعِ الـذِی یَعِدُ العَشِـیرَةَ
ان یَسبُلَ و لَنْ یَسِیلاَ

ایسے شخص کو چھوڑ دے جو قبیلے والوں سے سخاوت کرنے کا وعدہ کرتا ہے مگر ایسا کبھی بھی نہیں کرتا

أبُنَـیَّ إنَّ المَـالَ لاَ
یَبکِی إذَا فَقَـدَ البَخِیلاَ

بیٹا ! جب مال بخیل کو معدوم پائے گا تو بخیل پر نہیں روئے گا

اور ان میں سے ایک

اوس بن حارثہ

ہے ۔ ابو بکر[2] بن درید کہتا ہے : مجھے میرے چچا نے اپنے چچا کے حوالے سے بتایا ، اس نے ھشام بن محمد بن السائب الکلبی کے حوالے سے ، اس نے عبدالرحمٰن بن ابی عبش الانصاری کے حوالے سے اور وہ کہتا ہے : اوس بن حارثہ مدت مدید تک زندہ رہا مالک کے سوا اس کا کوئی اور بیٹا نہ تھا ۔ اس کے بھائی خزرج کے پانچ بیٹے تھے : عمرو ، عوف ، [۳ : ۱۷۱] جُشم ، حارث اور کعب ۔ جب اس کی وفات کا وقت آ گیا تو اس کی قوم نے اس سے کہا : جب تو جوان تھا تو ہم تمھیں شادی[3]

۱ ۔ تصحیح اغانی (۳ : ۹۵) سے کی گئی ہے بلوغ الارب میں قبولاً ہے ۔
۲ ۔ اس بیان کے لیے ملاحظہ ہو امالی : ۱ : ۱۰۱ - ۱۰۲ ۔
۳ ۔ بلوغ الارب میں بالتزویج ہے اسے بالتزَوُّج پڑھیں جیسا کہ امالی میں ہے ۔

کرنے کو کہا کرتے تھے مگر تو نے انکار کر دیا یہاں تک کہ تیری وفات کا وقت آ پہنچا ۔ اوس نے کہا : جس مرنے والے نے اپنے پیچھے مالک جیسا (بیٹا) چھوڑا ہو وہ مرا نہیں ۔ اگرچہ خزرج بڑی تعداد والے ہیں اور مالک کے اولاد نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ وہ خدا جس نے گٹھلی سے کھجور کا درخت نکالا اور پتھروں کے ساتھ گھوڑوں کے سموں کی رگڑ سے آگ نکالی ، مالک کی نسل سے اور بہادر لوگ پیدا کر دے ۔ اے مالک ! مر جانا پسند کرنا مگر کمینہ پن نہ کرنا ۔ سزا سے پہلے ملامت کر لینا (سزا دینے میں جلدی نہ کرنا) ، صابر و مضبوط بننا ، تردد و تحیّر میں نہ پڑنا ۔ یاد رکھ کہ مر جانا محتاج ہونے سے بہتر ہے اور بدترین پینے والا وہ شخص جو آخری قطرے تک پی جائے اور بدترین کھانے والا وہ ہے جو جلدی جلدی کھائے ۔ اور بہت سی نظریں ایسی ہیں جن سے بینائی کا جاتے رہنا بہتر ہے اور شریف آدمی کی شرافت یہ ہے کہ وہ ان امور کی حفاظت کرے جن کی حفاظت کرنا اس کے ذمے ہے ۔ جس کی تعداد کم ہوگی وہ ذلیل ہوگا جن کی تعداد کثیر ہوگی وہ شکست دے گا ۔ قناعت بہترین سرمایہ ہے ، بدترین محتاجی عاجزی و ذلت ہے ۔ زمانہ میں دو قسم کے دن (آتے ہیں) کبھی تمھارے حق میں اور

---

۱ ۔ عَذْق : اہل حجاز کی زبان میں عذق کھجور کے درخت کو کہتے ہیں ۔ کھجور کا پودا لگانے کے لیے جو گڑھا کھودا جاتا ہے اسے فَقِیر کہتے ہیں ۔ پھر جب گٹھلی سے پھوٹ کر پودا نکل آتا ہے تو اسے غریْسَة کہتے ہیں ۔ اس کے بعد وہ وَدِیَّة پھر فَسِیْلَة پھر اشاءَة کہلاتا ہے پھر جب اتنا اونچا ہو جاتا ہے کہ ہاتھ وہاں تک نہ پہنچ سکیں تو اسے جبارَة ، عَضِیْد اور کَتِیْلَة کہا جاتا ہے ۔ اور جب ابھی گٹھلی سے نہ پھوٹا ہو مگر جڑ پکڑ گیا ہو تو اسے قلعة اور جَثِیْثَة کہا جاتا ہے ۔ عمان والوں کی زبان میں لمبی کھجور کو عوانة کہا جاتا ہے مگر اور لوگ اسے عَیْدَانَة کہتے ہیں (الروض الانف : ۱ : ۱۴۲)

کبھی تمہارے خلاف ، اگر زمانہ تمہارے حق میں ہو تو اِترانا نہیں
ر اگر تمہارے خلاف ہو تو صبر کرو ۔ کیونکہ دونوں حالتیں زائل
و جائیں گی ۔ تو اس شخص پر غالب آ سکتا ہے جسے تو دیکھتا ہے
ور جسے تو نہیں دیکھتا وہ تم پر غالب آتا ہے۔ اگر موت خریدی جا سکتی
و اس سے اہل دنیا بچ سکتے تھے لیکن اس ضمن میں سب لوگ برابر
یں ۔ خواہ کوئی روشن و درخشدہ شریف ہو خواہ انتہائی کمینہ شخص ۔
ور اچانک[۱] موت کا آنا سٹھیایا ہوا کہلانے سے بہتر ہے ۔ جس شخص
یں پائیداری نہیں وہ کیسے سلامت رہ سکتا ہے ۔ بری اولاد مصیبت سے
بھی بدتر ہے ۔ ہر جمعیت مر جائے گی۔ خدا تجھے زندہ رکھے ۔

راوی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مالک سے اسی قدر نسل پھیلائی
جس قدر کہ خزرج کی اولاد کی تعداد تھی یا تقریباً اتنی ---
اور ان میں سے ایک

[۳ : ۱۷۲] اکثم[۲] بن صیفی التمیمی

ہے ۔ میں نے حکّام عرب کے بیان میں اس کے لطیف چٹکلوں
اور فصیح کلام کی چند مثالیں نقل کر دی ہیں ۔ یہ مقام اس بات کا

---

۱ - بلوغ الارب میں مفیت ہے مگر لغت کی کتابوں میں یہ لفظ نہیں البتہ
موتٌ الفُوات : موتُ الفجاءۃ ہے اور یہی معنی یہاں مراد ہیں ۔

۲ - اکثم بن صیفی بن رباح بن الحارث بن مخاشن بن معاویہ بن شریف بن
جروۃ بن أسید بن عمرو بن تمیم التمیمی ۔ اس نے جب بعثت نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنا تو اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے
کا ارادہ کیا مگر اس کی قوم نے اسے روک دیا ، اس کے بعد اس کے
کہنے پر اس کی قوم کے دو آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں آئے اور واپس جا کر جو کچھ انہوں نے بیان کیا اس سے اکثم کا
سینہ روشن ہو گیا ۔ اس پر یہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کے
لیے چل پڑا مگر راستے ہی میں مر گیا ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ آیت وَ مَن
یَخرُج مِن بَیتِہٖ مُھَاجِراً الآیۃ اسی کے بارے میں نازل ہوئی ۔
اکثم معمرین میں سے تھا (حاشیہ البیان و التبیین : ۳۰ : ۲۵۵)

متقاضی تھا کہ اس کا کسی قدر کلام دے دیا جائے۔ (ایسا کلام) جو موتیوں کی لڑی اور ہار میں بھی عیب بتلانے لگے۔ اسی ضمن میں اس کا وہ کلام بھی آتا ہے جو اس نے اپنی قوم کو مخاطب کرتے اور وصیت کرتے ہوئے کہا: اے بنی تمیم! میری نصیحت کو ضائع نہ کر دینا خواہ میری ذات تم میں نہ بھی رہے۔ میری چھاتی اور سینے کے درمیان ایسا کلام ہے جس کے پڑنے کی جگہ میرے نزدیک تمہارے کانوں کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی اور اس کی قرار گاہ تمہارے دلوں کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی لہٰذا اس نصیحت کو تم کان لگا کر سن لو اور یاد رکھنے والے دلوں کے ساتھ اسے قبول کرو اور سمجھو تم اس کے نتیجے کی تعریف کرو گے۔ عشق[1] بیدار ہے اور عقل سوئی ہوئی ہے، خواہشات بے لگام ہیں دانش مقید ہے، نفس آزاد پھرتا ہے، سوچ اور تدبر مقید ہے۔ سستی کے باعث اور تدبر کو ترک کرنے سے دانش مندی تباہ ہوتی ہے۔ جو شخص اوروں سے مشورہ کرے گا اسے ضرور کوئی نہ کوئی راہ بتانے والا مل جائے گا اور جو صرف اپنی رائے پر عمل کرتا ہے وہ ایسے مقامات پر کھڑا ہوتا ہے جہاں سے وہ پھسلتا ہی رہتا ہے۔ جو اوروں کی بات سنے گا اس کی بات بھی سنی جائے گی۔ لالچ کی بجلیوں کے نیچے لوگوں کی قتل گاہیں ہیں، اگر تو مصائب کے مواقع پر غور کرے تو تو دیکھے گا کہ یہ شرفا کی خواب گاہیں ہیں۔ لوگوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنا یہی ہدایت کا راستہ ہے۔ جو ہموار زمین پر چلتا ہے اسے پھسلنے کا خطرہ نہیں ہوتا۔ حاسد اپنے ہی دل کو تھکاتا ہے۔ اپنے خیالات کو اس میں لگائے رکھتا ہے اور غصہ پیدا کرتا ہے، اس کی مضرت خود اسی تک محدود رہتی ہے۔ اے بنی تمیم! حلم کے گھونٹ بھرنا اور صبر کرنا

---

۱ - العقد الفرید (۳ : ۱۲) میں یہ مثال یوں ہے: الرای نائم و الھوی یقظان

زیادہ شیریں ہے بہ نسبت اس کے کہ انسان ندامت کا پھل چنے ۔ جس نے اپنے مال کو بچانے کے لیے اپنی عزت کو سامنے رکھا وہ لوگوں کی مذمت کا نشانہ بنا ۔ زبان کے لگائے ہوئے زخم نیزوں کے زخموں سے زیادہ تکلیف دہ ہوتے ہیں ۔ جب تک کوئی کلمہ منہ سے نکل نہ جائے اس وقت تک وہ گرو پڑا ہوا ہوتا ہے ۔ پھر جب نکل جاتا ہے تو نہایت جنگجو شیر اور شعلہ زن آگ ہوتا ہے ۔ عقلمند ناصح کی رائے ایسے رہنما (کا کام کرتی ہے) جو راستے سے نہیں بھٹکتا[1] اور جنگ کے موقع پر رائے کو کام میں لانا نیزہ زنی اور تلوار زنی سے بھی زیادہ کارآمد ہوتا ہے ۔

یزید بن مہلب اپنے خطبوں ، وصیتوں ، دانائی کی باتوں اور نصائح میں اکثم بن صیفی کا طرز اختیار کیا کرتا تھا کیونکہ یہ طرز بلغا کے طرزوں میں سے بہترین طرز ہے اور فصحا کے اسلوبوں میں سے عمدہ ترین اسلوب ہے ۔ ان میں سے ایک [۳ : ۱۷۳] وصیت وہ ہے جو اس نے اپنے بیٹے مخلد کو اس وقت کی جب اسے جرجان میں اپنا جانشین بنایا اور وہ یہ ہے :

بیٹا ! میں نے تمھیں اس علاقے میں اپنا جانشین بنایا ہے ۔ یمن کے اس قبیلے کی طرف اپنی نظر رکھنا اور ان سے ایسا برتاؤ کرنا جیسا کہ شاعر نے کہا ہے :

[2]إِذَا كُنْتَ مُرْتَادَ الرِّجَالِ لِنَفْعِهِمْ
فَرِشْ وَ اصْطَنِعْ عِنْدَ الَّذِيْنَ بِهِمْ تَرْمِي

جب تو لوگوں کا ان کے اپنے فائدہ کے لیے مطلوب ہو تو تجھے ان کی مدد کرنی چاہیے اور ان لوگوں پر احسان کرنا چاہیے جن کے

---

۱ ۔ بلوغ الارب ، جمھرۃ خطب العرب (۱ : ۳۷) میں یجوذ ہے اسے یجوور راء مہملہ کے ساتھ پڑھیں ۔

۲ ۔ یہ شعر پہلے گزر چکا ہے اور ابو دؤاد الایادی کا ہے ۔

بل بوتے پر تو تیر چلاتا ہے

اور ربیعہ کے اس قبیلے پر بھی نظر رکھنا کیونکہ یہ تمھاری طرف دار جماعت اور مددگار ہیں ۔ لہذا ان کے حقوق ادا کرتے رہنا ۔ تمیم کے اس قبیلے پر بھی نظر رکھنا ۔ ان پر بارش[1] برسانا ، ان کے سامنے غرور نہ کرنا ، انھیں اپنا قرب عطا نہ کرنا ، ورنہ وہ اور لالچ کرنے لگ جائیں گے ۔ انھیں اپنے سے دور بھی نہ رکھنا ورنہ وہ تعلقات منقطع کر لیں گے اور اس قیس کے قبیلے پر بھی نظر رکھنا کیونکہ عہد جاہلیت میں وہ تمھاری قوم کے ہمسر تھے اور اسلام میں بھی انھوں نے ان کے ساتھ آدھے آدھے منبر تقسیم کر لیے ہیں ۔ تمھاری طرف سے انھیں یہی بات خوش کر دیتی ہے کہ تم ان سے خندہ پیشانی سے ملو ۔ بیٹا ! تمھارے باپ کے کچھ کارنامے ہیں انھیں خراب نہ کر دینا کیونکہ انسان کے لیے یہ بات کافی عیب کی بات سمجھی جاتی ہے کہ وہ اپنے باپ کی کھڑی کی ہوئی عمارت کو منہدم کر دے اور خونریزی کرنے سے بچنا کیونکہ اس کے ہوتے ہوئے کوئی بھلا نہیں ہو سکتی ۔ لوگوں کی عزتوں کو برا کہنے سے بچنا کیونکہ شریف آدمی اپنی عزت کے عوض کوئی چیز بھی لینے پر راضی نہیں ۔ لوگوں کے جسموں کو مارنے سے پرہیز کرو کیونکہ یہ ایک باقی رہنے والی عار اور ایسا کینہ ہے جس کے بدلے کا مطالبہ کیا جاتا ہے ، اپنے عاملوں کو ان کی بہادری اور فضیلت کی بنا پر مقرر کرنا نہ کہ محض مرضی کے مطابق ۔ کسی کو نااہلی اور خیانت کے سوا کسی اور بنا پر معزول نہ کرنا ۔ کسی شخص کو منتخب کرنے سے اس لیے نہ رک جانا کہ کوئی شخص تم سے پہلے اسے منتخب کر چکا ہے کیونکہ تمھیں تو لوگوں کو ان کی ذاتی فضیلت کی بنا پر منتخب کرنا ہے ۔ تم ان لوگوں پر احسان کرو جن کی طرف سے قبائل تمھیں جزا دے سکیں ۔ لوگوں کو اپنے بہترین آداب پر چلنے کا حکم دینا ،

---

۱ - اس عبارت کو یوں پڑھیں فامطُرھم و لاتزْھُ لھم ۔ مطرھم بخیر : اصابھم ۔ و الزھو الکبرو التیہ زُھیَ کُعِنیَ ۔

وہ اپنی جانوں کے ساتھ تمھاری مدافعت کریں گے - جب تم کوئی تحریر لکھو تو اسے کئی بار پڑھو - میرے اور تمھارے درمیان جو شخص قاصد بنے وہ ایسا شخص ہونا چاہیے جو میری بات بھی سمجھتا ہو اور تمھاری بھی کیونکہ انسان کی تحریر میں اس کی عقل (واضح) ہوتی ہے اور قاصد اس کا راز دار ہوتا ہے - میں تمھیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں کیونکہ الوداع کہنے والے کے لیے خاموش ہو جانا ضروری ہے اور جو کسی کو چھوڑنے جاتا ہے اس کا واپس آ جانا ضروری ہے - وہ گفتار جو پاکیزہ ہو اور اس میں کم غلطی پائی جائے وہ تمھارے باپ کو بہت زیادہ محبوب ہے - وہ اس پسندیدہ راستے پر اسی طرح چلتا رہا ہے ـــ

قیس بن عاصم المنقری

اس کے عمدہ خطبوں اور خوب صورت وصیتوں میں سے اس کی ایک وصیت وہ ہے جو اس نے اپنے بیٹوں کو کی : بیٹا ! مجھ سے سیکھ لو کیونکہ کوئی شخص مجھ سے بڑھ کر تمھارا خیر خواہ نہیں ہو سکتا - جب تم مجھے دفن کر چکو تو اپنے گھر واپس آ کر اس شخص کو اپنا سردار بنا لینا جو تم میں سب سے بڑا ہو کیونکہ جب کوئی قوم اپنے بڑے کو سردار بناتی ہے تو وہ اپنے باپ کی جانشین بنتی ہے اور اگر وہ اپنے میں چھوٹے کو سردار بنائیں تو یہ ان کے لیے اپنے ہمسروں میں بے عزتی کا سبب ہوتا [۲ : ۱۷۴] ہے - اللہ کی نافرمانی کرنے اور رشتہ داری کے تعلقات منقطع کرنے سے بچتے رہنا - اپنے حاکموں کی اطاعت گزاری پر مضبوطی سے قائم رہنا کیونکہ جسے انھوں نے بلند کر دیا وہ بلند ہو گیا اور جسے انھوں نے ذلیل کر دیا وہ ذلیل ہو گیا - دولت و مال کی دیکھ بھال کرتے رہنا کیونکہ شریف انسان کے لیے مال (نیک کاموں پر) اُکسانے والا ہے اور کمینے انسان کی عزت کے لیے ڈھال کا کام دیتا ہے - لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے بچنا کیونکہ یہ انسان کے لیے کمائی کا رذیل[1] ترین ذریعہ ہے اس لیے کہ

---

۱ - اس لفظ کو أخیر - الف پر زبر اور خاء کے نیچے زبر پڑھیں - آخر پڑھنا درست نہیں ملاحظہ ہو جمهرة خطب العرب : ۱ : ۲۶۰ -

انسان اس وقت تک سوال نہیں کرتا جب تک وہ کمانا نہیں چھوڑ دیتا ۔ نوحہ درنے سے بچتے رہنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے ۔ مجھے میرے ان کپڑوں میں دفن کرنا جن میں میں نماز پڑھا کرتا اور روزے رکھا کرتا تھا ۔ بکر بن وائل کو میرے دفن ہونے کی جگہ کا پتا نہ چلے کیونکہ عہد جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی میرے اور ان کے درمیان دشمنی چلی آئی ہے ۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں وہ میری وجہ سے تمھارے لیے سامانِ عار نہ پیدا کریں ۔ میری تین باتیں یاد رکھو : کسی کمینہ اصل شخص کے ساتھ میل جول نہ رکھنا ۔ کیونکہ وہ اگر آج تمھیں خوش کر رہا ہے تو کل تمھیں غم میں بھی ڈال دے گا ۔ اپنے غصے کو دبائے رکھو اور اپنے آباؤ اجداد کے دشمنوں کے بیٹوں سے ہشیار رہو کیونکہ وہ اپنے آباء کے نہج پر ہی چلیں گے ۔ اس کے بعد کہا :

أَحْيَا الضَّغَائِنَ آبَاؤٌ لَنَا سَلَفُوا
فَلَنْ تَبِيدَ وَلِلآبَاءِ أَبْنَاءُ

ہمارے گزشتہ آباؤ اجداد نے دشمنیوں کو زندہ کر رکھا ہے لہٰذا جب تک ان آباء کی اولاد موجود ہے یہ دشمنیاں فنا نہیں ہو سکتیں

ابن کلبی کہتا ہے : لوگ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ شعر زبیری[1] نے کہا حالانکہ یہ شعر قیس بن عاصم کا ہے ۔

اور ان میں سے ایک

عمرو بن کلثوم التغلبی

ہے ۔ وہ جس طرح اعلیٰ پایہ کے شعرا میں شمار کیا جاتا تھا اسی طرح اسے فصیح خطیبوں میں سے بھی گنا جاتا تھا ۔ اس سلسلے میں

---

۱ ۔ زُبَیری سے مراد عبداللہ بن مُصعَب بن ثابت بن عبداللہ بن الزبیر سے ہے ۔ کنیت ابوبکر ۔ مدنی اور فصیح شاعر ہے ۔ الرشید نے اسے مدینے کا حاکم مقرر کیا تھا اور اس سے اس نے بہت مال حاصل کیا ۔ اسے عائذ الکلب کہا جاتا تھا (سمط اللآلی : ۵۷۰) ۔

اس کا کلام عمدہ تھا اور اس کا اسلوب بھی بہت پسندیدہ تھا ، اسی ضمن میں اس کا وہ خطبہ ہے جس میں وہ اپنے بیٹوں کو مخاطب کر کے کہتا تھا : بیٹو ! میں نے اس (قدر لمبی) عمر پائی ہے کہ میرے آباؤ اجداد میں سے کسی نے بھی یہ عمر نہیں پائی ۔ آنے والے معاملے سے گریز ممکن نہیں ۔ نیز اس سے بھی گریز ممکن نہیں کہ جو (موت) میرے آباؤ اجداد ، ماؤں اور اولاد پر واقع ہو چکی ہے مجھ پر بھی واقع ہوگی ۔ لہٰذا جو نصیحت میں تمھیں کرتا ہوں اسے محفوظ رکھو ۔ خدا کی قسم میں نے جس کسی کو کسی بات کا طعنہ دیا اس نے مجھے بھی اسی قسم کی بات کا طعنہ دیا ہے ۔ اگر میں نے سچا طعنہ دیا تھا تو اس نے بھی سچا طعنہ دیا ۔ اگر میں نے غلط طعنہ دیا تھا تو اس نے بھی غلط طعنہ دیا ۔ جس کسی نے گالی دی اسے بھی گالی دی گئی لہٰذا گالی دینے سے باز رہو اس سے تمھاری عزتیں بہت بچی رہیں گی ۔ رشتہ داری کے تعلقات قائم رکھا کرو ، تمھارے گھر آباد رہیں گے ۔ پناہ گیر کی عزت کیا کرو وہ تمھاری اعلیٰ تعریف کرے گا ۔ چچا کی بیٹیوں کو چچا کے بیٹوں سے بیاہ دیا کرنا اور اگر تم انھیں چھوڑ کر ان کی شادی اغیار سے کرنا چاہو تو ہمسر (تلاش کرنے میں) [۳ : ۱۷۵] کوتاہی نہ کرنا ۔ عورتوں کے گھروں کو مردوں کے گھروں سے دور رکھو کیونکہ اس سے غیر محرموں کو دیکھنے سے نگاہیں باز رہتی ہیں اور مرد زیادہ پاک دامن رہ سکتا ہے ۔ جب آنکھیں چار ہوں گی اور ملاقات ہوگی تو یہ ایک قسم کی بیماری بن جائے گی ۔ جو شخص اوروں کی خاطر اسی طرح غیرت نہیں کھاتا جس طرح وہ اپنی ذات کے لیے کھاتا ہے تو اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے ۔ اور بہت کم ایسا ہوا ہے کہ کسی نے کسی کی بے حرمتی کی ہو اور پھر اس کی نہ ہوئی ہو ، اپنے قرابت داروں کو دور کے لوگوں کے ظلم سے بچاؤ کیونکہ تمھیں اپنے رشتہ داروں پر ناز[1]

---

۱ - بلوغ الارب اور جمهرة خطب العرب : ۱ : ۴۸ میں تذل [ذال معجمہ کے ساتھ] ہے مگر میں نے تدل [دال سہملہ کےساتھ] پڑھ کر ترجمہ کیا ہے ۔

ہے ، وہ بھی تم پر اجنبیوں کی ذلت نہ آنے[1] دے گا ۔ جب مقتولین کے بارے میں تم میں تنازع پیدا ہو جائے تو تمہارا حق جنگ کرنے کے لیے نہ ہو ۔ کیونکہ کئی اشخاص ایسے ہیں جو بذات خود ایک ہزار آدمی سے بہتر ہیں ۔ دوستی مخالفت[2] سے بہتر ہے ۔ جب کوئی شخص بات کہے تو اسے یاد رکھو ، اور جب تم کہو تو مختصر کہو ۔ کیونکہ بہت باتیں کرنے میں لایعنی باتیں پائی جاتی ہیں ۔ فوری موت کا آنا اس نڈھال کر دینے والی بیماری سے بہتر ہے جو دیر تک رہے ۔ جب کبھی میں زمانے کی وجہ سے رویا ہوں تو زمانہ اس کے بعد ایک اور مصیبت لے آیا ہے ۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ مجھے ایسے شخص نے غم میں ڈال دیا ہے جس کی بات کو میں اہمیت نہ دیتا تھا ۔ جب بھی میں کسی خبر پر متعجب ہوا ہوں تو میں نے اس کے بعد کوئی نہ کوئی عجیب بات دیکھی ہے ۔ یاد رکھو کہ قوم کا بہادر ترین شخص وہ ہے جو شفیق اور سُحیسن ہو ، اور بہترین موت وہ ہے جو تلواروں کے سایے میں واقع ہو ۔ جو شخص غصے کے وقت سوچتا نہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں ، اور نہ اس شخص میں کوئی بھلائی ہے جسے کسی بات پر سرزنش کی جائے اور وہ اس سے باز[3] نہ آئے ۔ نہ [4]اس شخص میں کوئی بھلائی ہے جس کی نیکی کی کسی کو امید نہ ہو اور نہ اس کے شر سے کسی کو خوف ہو ۔ لہٰذا ایسے شخص کا کم دودھ دینا اس کے کثرت سے دودھ[5] دینے سے بہتر ہے اور والدین کے

---

۱ - تصحیح جمہرۃ خطب العرب سے کی گئی ہے ۔ بلوغ الارب میں یحمل ہے اسے یحل پڑھیں ۔

۲ - اسے خلف پڑھیں جیسا کہ جمہرۃ میں ہے بلوغ الارب میں حلف ہے ۔

۳ - أعتَبَ عن : انصرف عن ۔

۴ - جمہرۃ میں یوں ہے : و من الناس من لایرجی خیرہ ۔

۵ - درّہ میں درّ یہاں مصدر ہے محاورہ ہے دَرّتِ الناقۃ بلبنہا : أدَرّتہ ۔

ساتھ اس کا بد سلوکی کرنا اس کے نیک[1] سلوک سے بہتر ہے ۔ کسی سے محبت کرنے میں حد سے نہ بڑھ جایا کرو کیونکہ جو شخص کسی کی محبت میں حد سے بڑھ جاتا ہے اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ ان میں قبیح قسم کا بغض پیدا ہو جاتا ہے ۔ کئی بار ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک انسان مجھ سے ملنے کے لیے آیا اور میں اسے ملنے کے لیے گیا ، پھر زمانے نے پلٹا کھایا تو میں نے اسے آزما[2] لیا ۔ یاد رکھو حلیم الطبع انسان آفات سے بچا رہتا ہے ، اور تلوار زخم لگاتی ہے ۔ میں مرا نہیں لیکن بوڑھا ہو گیا ہوں ، مجھ میں کمزوری آ گئی ہے لہذا میں خاموش رہتا ہوں ، میرا دل کمزور ہو گیا ہے لہذا میں سٹھیا[3] گیا ہوں ، خدا تمھیں سلامت اور زندہ رکھے ۔

شعرائے عرب کے بیان میں میں نے عمرو مذکور کے اعلیٰ خصائل میں سے چند امور کا ذکر کیا ہے ۔

ــــ اور ان میں سے ایک

نُعَیم بن ثعلبہ کنانی

ہے ۔ یہ حج کے موقع پر لوگوں کو خطبہ دیا کرتا تھا ۔ لوگ اس کا حکم مانتے اور تعمیل کرتے ۔ جن امور سے وہ انھیں روکتا ان سے باز رہتے تھے ۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے مہینوں کو آگے پیچھے کیا ۔

ابوبکر انباری کہتا[4] ہے : جب حاجی مِنیٰ سے روانہ ہوتے تو

---

۱ ۔ تصحیح جمہرہ سے کی گئی ہے لہذا اسے بِبَرِّہِ پڑھیں بلوغ الارب میں مَسَرَّہ ہے ۔

۲ ۔ بَادَہٗ : جَرَّبَہٗ وَاخْتَبَرَہٗ ۔

۳ ۔ جب بڑھاپے یا مرض یا غم کی وجہ سے کسی کی عقل جاتی رہی تو اُھْتِتَرَ فلان بولتے ہیں اور اس شخص کو مُھْتَتَر ۔ [تاء پر فتحہ کے ساتھ] ۔ بولا جاتا ہے اور یہ شاذ الفاظ میں سے ہے ۔

۴ ۔ ملاحظہ ہو امالی قالی : ۱ : ۴ ۔

بنی کنانہ کا نُعیم بن ثعلبہ نامی شخص کھڑا ہو کر کہتا : میں [۳ : ۱٧٦] وہ شخص ہوں جس پر کوئی عیب نہیں لگایا جا سکتا اور نہ ہی کوئی میرے فیصلہ کو ردّ کر سکتا ہے ۔ اس پر لوگ کہتے : ایک مہینے کو پیچھے کر دو ، یعنی محرم کی حُرمت کو مؤخّر کر کے صفر میں کر دو ، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ مسلسل تین ماہ ایسے آ جائیں جن میں وہ غارت گری نہ کر سکیں کیونکہ ان کی معاش کا ذریعہ ہی غارت گری تھا لٰہذا وہ محرم کو حلال قرار دے دیتا اور صفر کو حرام ، پھر جب اگلا سال آتا تو محرم کو حرام قرار دے دیتا اور صفر کو حلال ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے إِنَّمَا النَّسِيْءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ مہینوں کو آگے پیچھے کرنا اپنے کفر میں اضافہ کرنا ہے ۔

شاعر کہتا[1] ہے :

أَلَسْنَا النَّاسِئِيْنَ عَلَى مَعَدٍّ
شُهُوْرَ الْحِلِّ نَجْعَلُهَا حَرَامًا

کیا ہم وہی نہیں ہیں جو قبیلہ معد کے لیے حلال مہینوں کو مؤخّر کر کے ان کو حرام قرار دیتے تھے

ایک اور کہتا[2] ہے :

وَكُنَّا النَّاسِئِيْنَ عَلَى مَعَدٍّ
شُهُوْدَهُمُ الْحَرَامَ إِلَى الْحَلِيْلِ[3]

اور ہم معد کے لیے ان کے حرام مہینوں کو مؤخر کر کے حلال بنا دیتے تھے

---

۱ ۔ یہ شعر ابن جذل الطعان عمیر بن قیس کا ہے (سمط اللآلی : ۱ ۱)
۲ ۔ یہ شعر کمیت بن زید الاخنس الاسدی کا ہے (سمط اللآلی : ۱ ۱)
۳ ۔ الحلیل : الحلال ۔

ایک[1] اور کہتا ہے :

تَسَاوَرْا الشُّهُوْرَ بِهَا وَكَانُوا أَهْلَهَا
مِنْ قَبْلِكُمْ و العِزُّ لَمْ يَتَحَوَّلِ

انھوں نے مکے میں مہینوں کو مُقدّم و مؤخر کیا حالانکہ وہ تم سے پہلے وہاں کے رہنے والے تھے اور طاقت بدل کر کسی اور میں نہیں گئی تھی .

ان اعمال پر بحث کرتے ہوئے جنھیں اسلام نے باطل کر دیا ہے ہم نے نسئی پر مفصل بحث کر دی ہے اور اس مقام پر تھوڑا سا ذکر کرنا ضروری تھا ۔

اور ان میں سے ایک

ابو سیّاره العدوانی

ہے ۔ یہ قبیلہ[2] عدوان میں سے تھا اس کا نام عُمیلہ بن خالد الاعزل تھا ۔ یہ عربوں کے مشہور خطبا میں سے تھا ۔ اس کا ایک سیاہ گدھا[3] تھا جس پر چڑھ کر یہ لوگوں کو چالیس سال تک مزدلفہ سے مِنیٰ کی طرف چلایا کرتا تھا اور وہ کہا کرتا تھا : اے ثبیر پہاڑ روشن ہو جا تاکہ ہم جانور ذبح کرنے کے لیے دوڑیں اور کہتا : یا خدا میں فروخت کی اشیا بیچنے والا ہوں ۔ اگر اس کا کوئی گناہ ہے تو وہ قضاعہ پر ہوگا ۔ خدایا ! کیا وجہ ہے کہ سیاہ گدھے کی وجہ سے لوگ

---

۱ ۔ یہ شعر امیہ بن الاسکر اللیثی کا ہے بہا میں ضمیر کا مرجع ''مکہ'' ہے (سمط اللآلی : ۱۲) ۔

۲ ۔ ملاحظہ ہو العقد الفرید : ۳ : ۲۶۹ : البیان و التبیین : ۱ : ۳۰۷ - ۳۰۸ ۔

۳ ۔ البیان و التبیین میں ہے کہ اگر ابو سیارہ چاہتا تو وہ عربی گھوڑے یا مُہری اونٹ پر سوار ہو سکتا تھا مگر اپنے زہد اور تقویٰ کی بنا پر گدھے ہی کی سواری کرتا تھا ۔

مجھ سے حسد کرتے ہیں ۔ مضبوط اونٹ والا ایسا کیوں نہیں کرتا ۔
لہذا (خدایا) ابو سیارہ کو جس سے لوگ حسد کرتے ہیں ہر حاسد کے
حسد سے جب وہ حسد کرتا ہے بچا اور گرہوں میں پھونک مارنے والی
(جادو کرنے والیوں) کے سامان (کے شر) سے بچا ۔ خدایا ! ہماری عورتوں
کے درمیان محبت پیدا کر دے اور چرواہوں میں بغض ڈال دے
اور مال ہمارے سخیوں کو ودیعت کر ۔

اسی کے متعلق شاعر کہتا ہے :

خَلُّوا الطَّرِيْقَ عَنْ أَبِي سَيَّارَهْ
وَعَنْ مَوَالِيْهِ بَنِيْ فَزَارَهْ

[ب : ۱۷۷] ابو سیارہ کا راستہ چھوڑ دو نیز بنو فزارہ کا جو اس کے
موالی ہیں

حَتّٰى يُجِيْزَ سَالِمًا حِمَارَهْ
مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ يَدْعُو جَارَهْ

تاآنکہ وہ صحیح و سلامت اپنے گدھے کو گزار دے (اور وہ) قبلہ رو
ہو کر اپنے پناہ دہندہ (خدا) کو پکارتا ہے

فَقَدْ أَجَارَ اللّٰهُ مَنْ أَجَارَهْ
جس کو اس نے پناہ دے دی اسے اللہ نے پناہ دے دی

خالد بن[1] صفوان اور فضل[2] بن عیسیٰ الرقاشی ٹٹو پر سوار
ہونے کے مقابلے میں گدھے پر سوار ہونا اختیار کرتے تھے اور اس میں
ابو سیارہ کی تقلید کرتے تھے ۔

---

۱ ۔ خالد بن صفوان : خالد بن صفوان بن عبد اللہ بن الاہتم ۔ یہ بہت
بڑا خطیب تھا ۔ ہشام کے دربار میں آیا تھا ، یہ اکثر اپنی بیویوں
کو طلاق دے دیتا تھا ۔

۲ ۔ فضل بن عیسیٰ : فضل بن عیسیٰ بن ابان الرقاشی الواعظ البصری ۔
معتزلہ اور قدری تھا ۔

اور ان میں سے ایک

الحٰرث بن ذبیان بن لجأ بن مُنہِب الیمانی

ہے - یہ اپنے زمانے میں عربوں کے مشہور اور فصیح خطیبوں میں سے تھا - اس کا کلام عمدہ کلام تھا جس سے یہ مجلسوں اور بڑے بڑے اجتماعوں اور نہایت مشکل امور میں کام لیتا تھا -

ابوبکر بن درید[1] نے اپنی سند سے جو ابن الکلبی تک جاتی ہے اور ابن الکلبی اپنے باپ سے روایت کرتا ہے ، بیان کیا ہے - وہ کہتا ہے ؛ کہ طریف بن العاصی الدّوسی اور وہ طفیل[2] ذوالنورین بن عمرو بن طریف کا دادا ہے اور الحٰرث بن ذبیان بن لجأ بن مُنہب اور الحٰرث مُعَمّرین میں سے ہے - کسی حمیری چھوٹے بادشاہ کے پاس اکٹھے ہوئے اور انھوں نے ایک دوسرے سے مقابلۃً فخر کیا - اس پر بادشاہ نے حارث سے کہا ؛ بتاؤ کیا وجہ ہوئی کہ تم اپنی قوم سے نکل کر نمر بن عثمان سے جا ملے - حارث نے کہا ؛ اے بادشاہ میں آپ کو

---

۱ - ملاحظہ ہو امالی قالی : ۱ : ۷۱ تا ۷۶ -

۲ - طفیل : یہ صحابی ہیں - نسبنامہ یوں ہے - طفیل بن عمرو بن طریف بن العاصی بن ثعلبۃ بن سُلیم بن فَہم الدّوسی - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ میری قوم میں زنا عام ہے ان کے لیے بد دعا کیجیے - مگر آپ نے فرمایا ؛ خدایا ! دوس کو ہدایت کر - اس نے عرض کیا ؛ یا رسول اللہ میرے لیے کوئی نشانی دے دیجیے جس سے ان کو ہدایت ہو - آنحضرت نے اس کے لیے نور کی دعا فرمائی - اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے نور اٹھنے لگا - پھر یہ نور آنحضرت کی دعا سے طفیل کے کوڑے کے کنارے پر آ گیا (سمط اللآلی : ۲۵۱) -

بتاتا ہوں ۔ ہماری قوم کے دو دوغلے شخص بکریاں چرانے کے لیے
دونوں نے ایک دوسرے پر تلوار سے حملہ کیا ۔ ان کے آدمی نے ہما
آدمی کی ایڑی پر تلوار ماری ، تلوار کی چوٹ سے زخم خراب ہو
اس سے اس کا بہت سا خون نکلا حتٰی کہ وہ نڈھال ہو کر مر
انھوں نے ہم سے کہا کہ تم اپنے آدمی کا اتنا خون بہا لے لو جتنا
ایک دوغلے کا ہوتا ہے اور یہ خالص عربی کے خون بہا کا نصف ہوتا
مگر میری قوم نے اس قدر خون بہا لینے سے انکار کر دیا ۔ ہم ان
افضل تھے لٰہذا ہم نے کہا کہ ہم تو خالص عربی کا خون بہا لیں ۔
انھوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم تو دوغلے کا ہی خون بہا دیں
ہمارے دوغلے کا نام دُهَين بن زَبْرَاء تھا اور ان کے آدمی کا نام عَنْ
بن مُسَهِّرَه تھا ۔ یہ بھی سیاہ رنگ کی تھی ۔ معاملہ بڑھتے بڑھتے ؛
اختیار کر گیا تو ہم میں سے ایک نے کہا :

خُذُوْا حَظَّكُمْ يَا قَوْمِ لَا تَعْتَزِ بِنُتَّهَا
وَلَا تَقْطَعُوْا أَرْحَامَكُمْ بِالتَّدَابُرِ

[۳ : ۱۷۸] اے میری قوم تم اپنی عقلوں کو اپنے سے دور نہ کر
دو تم باہمی دشمنی کی وجہ سے رشتہ داری کے تعلقات کو منقطع
نہ کرو

وَأَدُّوْا إِلَى الْأَقْوَامِ عَقْلَ ابْنَ عَمِّهِمْ
وَلَا تُرْهِقُوْا هُمْ سُبَّةً فِي الْعَشَائِرِ

ان لوگوں کو ان کے چچا زاد بھائی کا خون بہا ادا کر دو اور قبائ
کے درمیان ان کو ذلیل و خوار نہ کرو

فَإِنَّ ابْنَ زَبْرَاءَ الَّذِيْ فَادَ لَمْ يَكُنْ
بِدُوْنِ خُلَيْفٍ أَوْ أُسَيْدِ بْنِ جَابِرِ

کیونکہ مرنے والا زبراء کا بیٹا خلیف اور اسید بن جابر سے کم
تھا

فَاِنْ لَمْ تُعَاطُوا الحَقَّ فَالسَّيْفُ بَيْنَنَا
وَ بَيْنَكُمْ وَ السَّيْفُ اَجْوَرُ جَائِرِ

اگر تم حق پر نہ چلو گے تو پھر ہمارے اور تمھارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی اور تلوار نہایت ہی ظالم چیز ہے

. یہ لوگ ہمارے حسد کی وجہ سے ایک دوسرے کے معاون ہو گئے ، لہٰذا ہمارے عقلمند لوگوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہم قبیلہ ازد میں سے کسی نہایت طاقتور قبیلے کے ساتھ جا ملیں ۔ چنانچہ ہم النمر بن عثمان کے ساتھ جا ملے ۔ خدا کی قسم ہم ان کے یہاں سے چلے جانے کی وجہ سے کمزور نہیں ہوئے ، اور ہم نے اپنے آدمی کے خون کا بدلہ انھیں ذلیل کر کے لے لیا ، اس پر طریف بن العاصی اپنی جگہ سے اُچھلا اور آ کر حارث کے بالمقابل بیٹھ گیا ۔ پھر کہا : خدا کی قسم جو باتیں میں نے آج سنی ہیں ان سے زیادہ سچائی سے دور اور ان سے زیادہ غلطی کے قریب اور فحش کلامی کی زیادہ سبب بننے والی باتیں نہیں سنیں ، خدا کی قسم اے بادشاہ ! انھوں نے اپنے دوغلے شخص کے بدلے میں نہ تو بکری کا لیلا قتل کیا ہے ، نہ کسی منزل پر چڑھے ہیں ، نہ ہی ان کو اس کے بدلے میں خون بہا دیا گیا ہے ، اور نہ ہی انھوں نے اس کے بدلے میں گوگل کا درخت بھی گرایا ہے ۔ انھیں خوف نے ان کے اصلی مقام سے نکالا ہے ۔ اپنی فرودگاہ سے ان کو جلا وطن کیا ہے ، یہاں تک کہ اپنی قیلت اور ذلت کی وجہ سے انھوں نے اپنے وطن سے اکھڑ جانے کی سختی کو معمولی سمجھا اور تنگ ترین جائے پناہ میں جا کے پناہ لے لی ۔ اس پر حارث نے کہا : اے طریف ! کیا تو سن رہا ہے ۔ خدا کی قسم میرا خیال نہیں کہ جب تک میں تجھ پر ایسا حملہ نہیں کرتا جو تمھاری سرکشی کو روکے رکھے اور تمھیں سرکشی سے باز رکھے اور تمھاری جلد بازی کو توڑ دے اور تیزی کو مغلوب کر دے اس وقت تک تو اپنی زبان کی تیزی کو روکنے والا نہیں ہے اور نہ ہی اپنے حملوں کی چستی کو باز رکھنے والا ہے ۔ اس پر طریف

بولا : اے جابر ! ذرا ٹھہر جاؤ - میری تیز دوڑ کی پچھاڑ میری زبا
کی تیزی ، میرے نیزے کی نوک کی تیز دھار اور میرے نیزے کے د
کے سامنے نہ آؤ ورنہ تمھاری مثال اونٹ کے پاؤں کے اس نچلے حصے
طرح ہو گی جسے روندا جاتا ہے اور دم کی اس جڑ کی طرح ہو
جسے کاٹ دیا جاتا ہے - اس پر حارث نے کہا : کیا [۳ : ۱۷۹]
مجھ سے ایسے الفاظ کے ساتھ مخاطب ہو رہا ہے - خدا کی قسم ا
میں تجھے روند دوں تو تجھے زمین کے اندر دہانس دوں ، اگر تج
توڑوں تو ہلا کر ڈالوں ، اگر تجھے پھونک ماروں تو مار ہی ڈالوں
اس پر طریف نے مثالاً یہ شعر پڑھا :

۲وَإِنَّ كَلَامَ الْمَرْءِ فِي غَيْرِ كُنْهِهِ
لَكَالنَّبْلِ تَهْوِي لَيْسَ فِيهَا نِصَالُهَا

انسان کا ایسی بات کہنا جس میں کوئی حقیقت نہ پائی جائے
اس تیر کی طرح ہے جو گرتا تو ہے مگر اس میں پھال نہیں ہوتی

خبردار ! قسم ہے ان بتوں کی جنھیں حجاب میں رکھا گیا
اور ان پتھروں کی جنھیں (عبادت کے لیے) گاڑا گیا ہے اگر تو ا
لنگڑے پن کے باوجود رکے گا نہیں اور اپنے صحیح مرتبے پر ٹھہرے
نہیں تو میں تیری سخت زمین کو ہموار زمین بنا دوں گا اور تیر
گہرے پانی کو کم گہرا کر دوں گا اور تیری چٹان کو دلدل

۱ - أَقْدَتْكَ : أَمْسَكَ -

۲ - یہ شعر هُبَيْرہ بن ابی وہب مخزومی کا ہے (البیان و التبیی
۳ : ۲۰۲) جاحظ نے کلام المرء کی بجائے مقال المرء دیا
مگر جلد ۲ : ۲۹۱ پر پھر کلام المرء ہی ہے - هبیرہ ام ہانی ب
ابی طالب کا خاوند تھا - ام ہانی تو مسلمان ہو گئی تھی مگر
شرک پر قائم رہا تھا - هبیرہ عربوں کے شہسواروں میں سے ت
(الاشتقاق : ۹۵) -

دوں گا ۔ حارث بولا : خدا کی قسم ! اگر تو[1] ایسا ارادہ کر لے تو تجھے (پہاڑ پر سے پھینک کر) دامن کوہ میں مٹی میں لوٹ پوٹ کیا جائے گا ، تجھے تیرے اپنے ہی تھوک سے اُچھوں دلایا جائے گا ، وسیع زمینیں تیرے لیے تنگ ہو جائیں گی ، تیرے تمام وسائل منقطع ہو جائیں گے اور تو زمین پر اس پھینکی ہوئی چیز کی طرح ہو جائے گا جسے مٹی اڑانے والی ہوائیں ایسی ہموار زمین میں جس کے نشانات مٹ چکے ہوں ایک دوسرے کو تحفے کے طور پر دیتی ہیں ۔ پھر طریف نے کہا : جو بات تیرے دل میں آئی ہے (یہ جب پوری ہو سکے گی جب اس سے پہلے) بہادروں کی تلواروں کی جنگ ہو لے ، خوفوں کے حوضوں کو (تو عبور کر لے) اور ایسا تیز ریلا (روک لے) جس کے ہوتے ہوئے نرم خوئی کے لیے جھکنا ممنوع ہو ۔ یہ سن کر بادشاہ نے کہا : بس کرو جیسا میں نے آج ان دو شخصوں کا کلام دیکھا ہے ایسا میں نے کبھی نہیں دیکھا کیونکہ انھوں نے نہ تو گالی دی ہے نہ (ایک دوسرے کی) عیب جوئی کی ہے ، نہ تہمت تراشی کی ہے اور نہ کوئی بھاری الزام لگایا ہے ۔

ان الفاظ کی تشریح طویل ہے جو شرح کو معلوم کرنا چاہے وہ لغت[2] کی کتابوں کی طرف رجوع کرے ۔

اب لیجیے اسلام کے ابتدائی زمانے کے خطبے

تو یہ غایت درجے کے فصیح ہیں اور انتہائی کامل اور بلیغ ہیں ، اور جو ادبی کتابیں لوگوں میں رائج ہیں ان میں خلفائے راشدین [۳ : ۱۸۰] اور دیگر لوگوں کے بہت سے ایسے خطبے پائے جاتے ہیں جن کو دیکھ

---

۱ - بلوغ الارب میں رُمِشتُ ہے ۔ اسے رُمِشتَ پڑھیں جیسا کہ امالی قالی میں ضبط کیا گیا ہے ۔

۲ - ابو علی قالی نے الفاظ کی تشریح بھی درج کی ہے ملاحظہ ہو امالی : ۱ : ۶۳ - ۶۶ ۔

کر (بڑے بڑے) عقلمند بھی متحیر اور متعجب ہو جاتے ہیں - یہ خطبے حکمتوں اور اسرار پر مشتمل ہیں ، ان میں وہ باتیں پائی جاتی ہیں جو دنیا اور دارالقرار آخرت دونوں کی بھلائی کی باعث بنتی ہیں ، ایسے کلمات ہیں جو انسان کو اللہ کی رضامندی کے قریب کر دیتے ہیں اور بلا دن کے گھر سے دور کر دیتے ہیں - کتاب نہج البلاغہ[1] کو ہی لیجیے جس کے اندر امام علی بن ابی طالب سلام اللہ علیہ کے خطبے ہیں اور وہ عبارتیں ہیں جو کلام الٰہی کے نور سے اخذ کی گئی ہیں اور وہ سورج ہے جو گفتار نبوی کی فصاحت سے روشن ہوتا ہے - اسی طرح قرن ثانی کے لوگوں کو لیجیے وہ بھی خالص عربوں سے کم فصیح نہیں ہیں اور نہ از خطیبوں سے -

ابوبکر[2] نے اپنی سند سے جو ابن الکلبی تک جاتی ہے روایت کیا ہے اور ابن الکلبی نے اپنے باپ سے - وہ کہتا ہے : جب عبد الملک نے مصعب بن الزبیر کو قتل کیا تو کوفے گیا اور منبر پر چڑھا ، اللہ کی حمد و ثنا کی ، نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا - پھر کہا : لوگو ! جنگ مشکل اور کڑوی ہوتی ہے ، اور صلح امن ہے اور مسترت ، جنگ نے ہمیں دھکیلا اور ہم نے اسے دھکیلا ، لٰہذا ہم جنگ کو پہچان گئے اور اس سے مالوف ہوگئے ، چنانچہ ہم اس کے

---

۱ - کشف الظنون میں ہے : ابن خلکان کہتا ہے کہ لوگوں میں اس بات میں اختلاف پایا ہے کہ نہج البلاغہ کا جامع شریف ابو قاسم علی بن طاہر المرتضٰی المتوفیٰ ۴۳۶ھ ہے یا اس کا بھائی الشریف الرضی البغدادی - بعض نے اس کتاب کو علی رضی اللہ عنہ کا کلام تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے - ذہبی میزان الاعتدال میں کہتا ہے : نہج البلاغہ کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ علی رضی اللہ عنہ پر اتہام ہے کیونکہ اس میں ابوبکر اور عمر کو صریح گالیاں دی گئی ہیں -

۲ - ملاحظہ ہو امالی قالی : ۱ : ۱۱ - ۱۳ -

بیٹے ہیں اور یہ ہماری ماں ہے۔ لوگو! ہدایت کے طریقوں پر قائم رہو، تباہ کرنے والی خواہشات کو چھوڑ دو، اور مسلمانوں کی جماعتوں سے الگ رہنے سے بچو، ہمیں ان اعمال کے کرنے کی تکلیف نہ دو جو مہاجرین اوّلین کے اعمال تھے، تمھیں تو ان کے اعمال کا علم بھی نہیں ہے، میرا خیال نہیں کہ نصیحت کرنے کے بعد بھی تم میں شرارت کے سوا کسی اور چیز کا اضافہ ہوگا۔ تمھارے سامنے عذر پیش کر دینے اور حجت قائم کر دینے کے بعد سزا کے سوا کسی اور چیز کا ہرگز اضافہ نہیں ہو سکتا۔ لہذا آج کے بعد تم میں سے جو چاہے پھر سے ویسی باتیں کر دیکھے۔ میری اور تمھاری مثال ایسی ہے جیسے قیس[1] بن رفاعہ نے کہا ہے:

مَن[2] يصْلَ ناري[3] بلا ذَنْبٍ ولا تِرَةٍ
يَصْلَ[4] بنارِ كريمٍ غيرِ غدّارِ

۱ - بلوغ الارب اور امالی (۱ : ۱۲ اور ۲۵۴) میں قیس بن رفاعہ ہی ہے مگر ابو عبید بکری (سمط اللآلی : ۵۶) کہتا ہے کہ صحیح نام ابو قیس بن رفاعہ ہے اور ابو قیس کا اصلی نام دثار ہے۔ مزید بحث کے لیے ملاحظہ ہو سمط اللآلی مع حاشیہ از میمن۔ بکری لکھتے ہیں کہ ابو قیس یہودیوں کے شعرا میں سے تھا اور وہ رُبَیع بن ابی الحُقَیق النضیری اور اسی قسم کے دیگر شعرا کے طبقے میں سے ہوا ہے اور بکری کے خیال میں وہ جاہلی شاعر ہے۔

۲ - بکری اس کی تشریح یوں کرتے ہیں: يقول من صَلِيَ بناري اى من جاورني و لم يكن لی عنده تِرة ولا أذنب علىّ ذنبا صَلِيَ بنارِ كريم لا يَغدِرُ جارَه ولايُخفِرُ ذِمّتَه' والنّار تضرب مثلاً للمجاورة........ يقول : إنّه لايترك وِتْراً و لايحلم' عنه ولايُقَصِّرُ فيه۔

۳ - بلوغ الارب اور امالی میں اسی طرح ہے مگر سمط اللآلی (۵٦) میں يصْلَى ہے۔

جو شخص بغیر جرم اور بغیر کینے کے میری آگ کو سینکے گا
وہ ایک شریف اور دھوکا نہ کرنے والے انسان کی آگ سینکے گا

أَنَا النَّذِيرُ لَكُمْ مِنِّي مُجَاهَرَةً
كَيْ لَا أُلَامَ عَلَى نَهْيٍ[1] وَ اِنْذَارِ[2]

میں اعلانیہ تمھیں تنبیہ کرتا ہوں تاکہ پھر کوئی مجھے
اس بات پر ملامت نہ کرے کہ میں نے منع کیوں نہ کیا تھا یا
تنبیہ کیوں نہ کر دی تھی

فَإِنْ عَصَيْتُمْ مَقَالِي الْيَوْمَ فَاعْتَرِفُوا
أَنْ سَوْفَ تَلْقَوْنَ خِزْيًا ظَاهِرَ الْعَارِ

[۳ : ۱۸۱] اگر آج تم میری بات نہ مانو گے تو یاد رکھو
کہ عنقریب تمھیں ایسی رسوائی سے دو چار ہونا پڑے گا جس کی
عار سب پر واضح ہوگی

لَتَرْجِعُنَّ أَحَادِيثًا مُلَعَّنَةً[3]
لَهْوَ الْمُقِيمِ وَ لَهْوَ الْمُدْلِجِ السَّارِي

(پھر) تم دور کی مذموم قصے کہانیاں بن جاؤ گے جو ہر مقیم اور
ہر رات کے مسافر کے لیے دل بہلانے کی چیز ہوگی

---

۱ - بلوغ الارب میں نہی ہے تصحیح امالی اور سمط اللآلی سے کی گئی ہے ۔ بکری کہتا ہے کہ یہاں ترک کا لفظ محذوف ہے اور مراد ترک نہی وانذار ہے اور پھر اس کی اور مثالیں بھی دی ہیں ملاحظہ ہو سمط اللآلی : ۵۳ - ۵۴ اور ۵۷ -

۲ - تصحیح امالی اور سمط اللآلی سے کی گئی ہے ۔ بلوغ الارب میں انذاری ہے ۔

۳ - بکری کہتا ہے : لترجعن احادیثا ملعنۃ : ای مذمومۃ ۔ مُسْتَبْعَدَۃً ۔

مَنْ كَانَ فِي نَفْسِهِ حَوْجَاءُ يَطْلُبُهَا
عِنْدِي فَإِنِّي لَهُ رَهْنٌ بِإِصْحَارِ[1]

جس کسی کے دل میں کوئی حاجت ہو جسے وہ مجھ سے حاصل کرنا چاہتا ہو (تو آئے کر لے) کیونکہ میں تو کھلے میدان میں نکلنے کا شائق ہوں

أُقِيمُ عَوْجَتَهُ إِنْ كَانَ ذَا عِوَجٍ
كَمَا يُقَوِّمُ قِدْحَ النَّبْعَةِ الْبَارِي

اگر اس میں کجی ہوگی تو میں اس کی کجی کو دور کر کے اسی طرح سیدھا کر دوں گا جس طرح تراشنے والا نبع درخت کے تیر کو سیدھا کرتا ہے

وَصَاحِبُ الْوِتْرِ لَيْسَ الدَّهْرَ مُدْرِكَهُ
عِنْدِي وَإِنِّي لَدَرَّاكٌ لِأَوْتَارِي

کوئی کینہ جو مجھ پر کبھی اپنا کینہ نکال نہیں سکتا حالانکہ میں اپنے کینے خوب نکالتا ہوں

ابوبکر نے یہ بھی روایت کیا[2] ہے کہ [3]جعفر بن سلیمان نے کسی بدوی کو کسی چشمے کا حاکم بنا دیا ۔ اس بدوی نے جمعے کے دن خطبہ دیا ۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا : حمد و ثنا کے بعد واضح رہے کہ دنیا ایسا گھر ہے جس کے ذریعے ہمیں آخرت کو پہنچنا ہے ، اور آخرت دار قرار ہے ۔ لہٰذا تم اس گزر گاہ سے اپنی قرار گاہ کے لیے (زاد) لے

---

۱ ۔ بکری نے یوں تشریح کی ہے : فانّی له رهن باصحار : ای لا استتر عنه ولاأتحصّن بل ابدُو له فی البِرار و أصْحِرُ اليه فی الفضاء السهل ۔

۲ ۔ اس خطبے کے لیے ملاحظہ ہو امالی قالی : ۱ : ۲۵۰

۳ ۔ جعفر بن سلیمان : جعفر بن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب مراد ہے جو السفّاح اور المنصور کا چچا تھا ۔

لو اور اس خدا کے سامنے جس سے تمھارے اسرار مخفی نہیں ہیں اپنی پردہ دری نہ کرو اور پیشتر اس کے کہ تمھارے بدن اس دنیا سے نکل کر چلے جائیں تم اپنے دلوں کو اس سے نکال لو ۔ تم اسی دنیا میں زندگی گزارو گے مگر تمھیں کسی اور (گھر) کے لیے پیدا کیا گیا ہے ۔ جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں : اس نے کیا کچھ چھوڑا ہے ؟ اور فرشتے کہتے ہیں : اس نے دیا کچھ آگے بھیجا ہے ؟ خدا تمھارے آباء کا بھلا کرے ۔ اسی قدر مال آگے بھیجا کرو یہ تمھارا (اللہ پر) قرض ہوگا ۔ سارے کا سارا مال پیچھے نہ چھوڑا کرو یہ تمھارے لیے بار بنے گا ۔ میں یہ الفاظ کہتا ہوں اور اللہ سے اپنے لیے بھی اور تمھارے لیے بھی معافی کا خواہاں ہوں ۔ ''

اور ابوبکر[1] نے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ابو عثمان نے نَوَّزی سے اور اس نے ابو عبیدہ سے روایت کیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ [2]مامور حارثی اپنی قوم کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس نے آسمان اور ستاروں کی طرف دیکھا پھر دیر تک سوچتا رہا ، اس کے بعد کہا : میری طرف متوجہ ہو جاؤ اور اپنے دلوں کو میری طرف مائل کر دو اسی طرح میری نصیحت کارگر ہو سکتی ہے ۔ تمھاری نفسانی خواہشات کو تمھارے خوشیاں منانے نے بلند کر دیا ہے اور کذلا بن تمھارے دلوں پر غالب آ چکا ہے ۔ جہالت نے تمھاری نگاہ کو تاریک کر دیا ہے ۔ جو کچھ ہم[3] دیکھتے ہیں اس میں عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے عبرت ہے ۔ زمین پست ہے اور

---

۱ - اس خطبے کے لیے ملاحظہ ہو امالی قالی : ۱ : ۲۶۹ - ۲۷۰ .

۲ - تصحیح امالی سے کی گئی ہے ۔ بلوغ الارب میں المامون الحارثی ہے ۔ یہ جاہلیت میں کاہن تھا اور بنی الحارث بن کعب بن عمرو بن علہ ابن جلد بن مذحج میں سے تھا ۔ اس کے اصلی نام میں بہت اختلاف ہے ملاحظہ ہو البیان و التبیین : ۱ : ۳۶۲

۳ - بلوغ الارب میں نیز یری ہے اسے فیا نری پڑھیں جیسا کہ امالی میں ہے ۔

آسمان بلند ۔ سورج طلوع بھی ہوتا ہے اور غروب بھی ، اور ستارے رات کو چلتے ہیں پھر مخفی ہو جاتے ہیں ۔ مہینوں کے ابتدائی[1] حصے چاند نکالتے ہیں اور آخری حصے اس کو مٹا دیتے ہیں ۔ بیوقوف مالدار ہے اور ہوشیار[2] و دراک کم مال[3] والا ہے ۔ نوجوان عین جوانی[4] میں مر جاتا ہے اور نہایت بوڑھا آدمی پیچھے[5] رہ جاتا ہے ۔ کوچ کرکے چلے جانے والے واپس نہیں آتے اور جنھیں ٹھہرایا گیا ہے وہ آگے نہیں بڑھتے ۔ بارش کو [۳ : ۱۸۲] ایک اندازے کے مطابق چھوڑا جاتا ہے ، جس سے گھاس اور نباتات[6] زندہ ہو جاتی ہے اور درختوں کے پتے اور پھلوں کے شگوفے نکل آتے ہیں ، اور پھول اُگتے ہیں اور سخت پتھر[7] سے پانی پھوٹتا ہے پھر وہ مٹی کے ڈھیلوں کو پھاڑ کر قسم قسم کی سبزیاں نکالتا ہے ۔ پھر وہ مخلوق کو زندہ کرتا ہے اور چوپایوں کا پیٹ بھرتا ہے اور بھیڑ بکریوں کو نشو و نما دیتا ہے ۔ ان تمام امور میں مُدبّر اور مُقدّر (خدا پر) واضح دلائل پائے جاتے ہیں جو پیدا کرنے والا اور شکل عطا کرنے والا ہے ۔ اے بھاگنے والی عقلو اور بھڑک اٹھنے والے دلو تم کدھر بھٹکے ہوئے پھر رہے ہو ، اور تم کس راہ کے متعلق حیران و سرگردان ہو اور تم کس حیرت میں مارے مارے پھر رہے ہو اور تم کس غایت کی طرف تیزی سے جا رہے ہو ۔ اگر دلوں سے پردے اٹھا دیے جائیں اور آنکھوں کے سامنے سے پردے دور ہو جائیں تو شک (کا پردہ) پھٹ جائے اور

---

۱ ۔ نُحور نحر کی جمع ہے ۔ نَحر النهار و الشهر أوّلُه

۲ ۔ بلوغ الارب میں قَتول ہے اسے حُوّل پڑھیں جیسا کہ امالی میں ہے ۔

۳ ۔ اسے مُکثر پڑھیں بلوغ الارب میں مکدر ہے أكثرى الرجل : قل ماله

۴ ۔ اسے مختضر پڑھیں خضرة سے ہے ۔

۵ ۔ غبر : یہاں اس کے معنی مَکَث کے ہیں ۔ بحجبهة اثری اس کے معنی " مضی " کیے ہیں وہ غلط ہیں ۔

۶ ۔ بشر جمع بشرة کی گھاس اور سبزیاں ۔

۷ ۔ الأيبَس : ٹھوس اور سخت ۔

یقین ظاہر ہو جائے اور وہ شخص جس پر گمراہی غالب آ چکی ہے وہ جہالت کے نشے سے (جاگے اور) ہوش میں آ جائے ۔

ہم نے عمدہ خطبوں اور عربوں کے اچھے کلام میں سے جس قدر درج کر دیا ہے اگرچہ یہ میٹھے سمندر کا ایک قطرہ اور سینے کے ہار کا ایک یکتا موتی ہے مگر اس مقام کے لیے کافی ہے اور ہمارے مقصود اور ہماری غرض کو پورا کر رہا ہے ۔

علم الانساب

یہ وہ علم ہے جس کے ذریعے لوگوں کا نسب معلوم کیا جاتا ہے ۔ زمانۂ جاہلیت میں اس علم کے ضبط کرنے اور جاننے کے معاملے میں عرب بڑا اہتمام کیا کرتے تھے کیونکہ یہ باہمی الفت اور باہمی مدد کا سبب تھا اور عربوں کو اس امر کی سب سے زیادہ ضرورت تھی کیونکہ وہ پھیلے ہوئے قبائل اور مختلف جماعتوں میں بٹے ہوئے تھے ۔ جنگوں کی آگیں ان کے مابین مسلسل بھڑکتی رہتی تھیں ۔ غارت گری کی آگ روشن رہتی تھی ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے اپنے آپ کو ہر اس بادشاہ سے محفوظ کر رکھا تھا جو ان کو مغلوب کر لینا چاہتا اور انھیں دوسروں کی اذیت سے بچائے رکھتا ۔ لہٰذا انھوں نے اپنے نسب ناموں کو محفوظ رکھا تا کہ وہ اپنے دشمنوں کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کر سکیں اور ان لوگوں کے خلاف ایک دوسرے کے معاون و ناصر بنیں جو ان کی مخالفت یا دشمنی کریں ۔ کیونکہ قرابت داری کا میلان اور رشتہ داروں کی حمیت دونوں ایسی چیزیں ہیں کہ باہمی نصرت اور الفت کا سبب بنتی ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کرتی اور فرقت سے روکتی ہیں ۔ اس کا باعث یہ غیرت تھی کہ کہیں اجنبی لوگ ہمارے قرابت داروں پر غالب نہ آ جائیں اور یہ خیال کہ دور کے اجنبیوں کے تسلط کے خلاف مدافعت کی جائے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا : رشتہ داری جب ایک دوسرے کے قریب ہوگی تو باہمی محبت پیدا ہوگی ، اور عربوں کو اپنے نسب کی الفت کی وجہ سے طاقتور کے خلاف مدد

حاصل ہوئی اور انھیں قوت بہم پہنچی ۔ اس سے ان کی عالی مرتبہ بزرگی
[۴ : ۱۸۳] کے پہلو کو مضبوطی حاصل ہوئی ۔ جب اللہ کے نبی لوط
علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کی مدد کرنے والا کوئی قبیلہ نہیں ہے تو
انھوں نے اپنے آپ کو معذور قرار دیا اور جن لوگوں کی طرف انھیں نبی
بنا کر بھیجا گیا تھا ان سے کہا " لَو أَنَّ لِی بِکُم قُوَّۃً أَو آوِی
إِلَی رُکنٍ شَدِیدٍ " کاش مجھ میں تمھارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا میں
کسی مضبوط رکن کے پاس پناہ لے سکتا ۔ ان کی مراد ایسے قبیلے سے تھی
جو آپ کی حفاظت کر سکتا ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے : ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا ہے وہ قوم کے صاحب
ثروت لوگوں میں سے بھیجا ہے (یا ان لوگوں میں سے بھیجا ہے جن کی
تعداد زیادہ تھی) ۔ اور وہب کہتے ہیں : فرشتوں نے لوط سے آ کر کہا
تمھارا (معتمد علیہ) رکن (خدا) مضبوط اور طاقتور ہے اور رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ کسی شخص کو قبیلے سے الگ تھلگ
نہیں رہنے دیتے تھے تاآنکہ آپ اسے کسی قبیلے کے ساتھ نہ ملا دیتے جس
میں سے اسے شمار کیا جانے لگتا ۔ ان تمام باتوں میں باہمی الفت کی ترغیب
پائی جاتی ہے اور علٰحدہ رہنے سے منع کیا گیا ہے ۔ اسی لیے تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : جس کسی نے کسی قوم کی تعداد
زیادہ کی وہ انھی میں سے ہے ۔ باوصف اس کے باہمی اُلفت کے لیے نسب
کی اہمیت واضح تھی پھر بھی بعض اوقات ایسے حادثات پیش آ جاتے تھے
جو اس سے مانع آتے تھے اور اس جدائی کا سبب بنتے جو اُلفت کے
منافی ہے ۔ لہٰذا نسب کا حال بیان کرنا ہمارے لیے ضروری ہو گیا اور
ان اسباب کا ذکر کرنا ضروری ہو گیا جن سے وہ دو چار ہوتے تھے ۔

بہر حال تمام کے تمام نسب تین قسموں میں منقسم ہیں ۔ ایک قسم
والدوں کی ، ایک مولودوں کی اور ایک تعلقداروں کی ۔ ہر قسم میں نیک
برتاؤ اور صلہ رحمی کا ایک (بلند) رتبہ (حاصل) ہے ۔ اسی طرح ایک
(ایسا) حادثہ (بھی) ہے جس کے پیش آ جانے سے عقوق والدین اور قطع
رحمی پیدا ہوتی ہے ۔ والدوں میں آباء ، مائیں ، اجداد اور دادیاں شامل

ہیں ، اور سلامتی احوال کے ہوتے ہوئے ان میں دو خصلتیں پائی جاتی ہیں ۔ ایک خصلت تو ان کے لیے طبعی طور پر لازم ہے اور دوسری اکتساب سے پیدا ہوتی ہے ۔ لازم بالطبع خصلت ڈر اور رحم کھانا ہے اور یہ خصلت والدین سے کسی صورت میں بھی زائل نہیں ہوتی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا : اولاد والدین کو بخیل ، جاہل ، بزدل اور غمگین بنانے کا سبب بنتی ہے چنانچہ آپ نے بتا دیا ہے کہ اولاد کے بارے میں جو خطرہ ہوتا ہے وہ والدین میں یہ اوصاف مترتب کر دیتا اور یہ اخلاق پیدا کر دیتا ہے اور چونکہ یہ خصلت انسان میں طبعی طور پر لازماً ہوتی ہے اور اس کا پیدا ہونا ضروری ہوتا ہے ۔ لٰہذا اس حالت کو ناپسند کرتے ہوئے جسے وہ اپنی ذات سے دور نہیں کر سکتا ۔ بعض لوگ اولاد کی خواہش کو ہی ناپسند کرتے ہیں ۔ یحییٰ بن زکریا علیہما السلام سے کسی نے کہا : آپ اولاد کو کیوں ناپسند کرتے ہیں ؟ تو فرمایا : میرا اولاد سے کیا تعلق ۔ اگر زندہ رہے گی تو مجھے تھکا [۳ : ۱۸۳] دے گی اور اگر مر گئی تو مجھے تباہ کر دے گی ۔ کسی نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے پوچھا ، آپ شادی کیوں نہیں کرتے ؟ تو فرمایا : صرف اخرت میں کثرت تعداد پر فخر کرنا پسند کیا جائے گا اور جو اکتساب کے ذریعے پیدا ہو وہ ایسی محبت ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہے اور حالات کے بدلنے سے بدلتی ہے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا : اولاد دل کے ساتھ خوب معلق ہو جاتی ہے " مراد یہ ہے کہ اولاد کی محبت رگ دل کے ساتھ چمٹ جاتی ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا : " ہر چیز کا پھل ہوتا ہے اور دل کا پھل اولاد ہے " اگر کوئی باپ اپنی اولاد کی محبت سے منہ پھیر لیتا ہے تو یہ اولاد سے دشمنی کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ یہ اس خنکی کی وجہ سے ہوتا ہے جو اولاد کی نافرمانی یا کوتاہی کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے مگر اس کے باوجود احتیاط اور رحمدلی باقی رہتی ہے اور یہ دونوں نہ اس سے زائل ہوتی ہیں اور نہ منتقل ۔

۱محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں : اللہ تعالیٰ بیٹوں کی خاطر آباء پر خوش ہے ۔ اسی لیے تو ان کے اندر ڈر پیدا کر دیا اور ان کو ثابت قدم بنا دیا ۔ ان کو اولاد کے متعلق کوئی نصیحت نہیں کی ، لیکن آباء کے لیے اللہ تعالیٰ بیٹوں پر خوش نہیں ۔ لہٰذا اولاد کو آباء (کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا) حکم دے دیا ۔ بدترین اولاد وہ ہے جس کی اپنی کوتاہی والدین کی نافرمانی کا سبب بنے اور بدترین باپ وہ ہے جو اولاد کے نیک سلوک کی وجہ سے حد سے زیادہ ان سے محبت کرنے لگے ۔ مائیں زیادہ رحمدل ہوتی ہیں اور ان کی محبت بھی زیادہ ہوتی ہے اس کی وجہ وہ تکالیف ہوتی ہیں جو انھوں نے اولاد کی پیدائش میں جھیلی ہوتی ہیں اور وہ رنج ہوتے ہیں جو انھوں نے ان کی تربیت میں اٹھائے ہوتے ہیں اس لیے کہ ان کے دل زیادہ رقیق اور ان کے نفس زیادہ نرم ہوتے ہیں اسی اعتبار سے تو ہم پر واجب ہے ہم ان پر زیادہ مہربان ہوں ۔ ان کے فعل کی جزا اور ان کے حق کا بدلہ دیں ۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے نیک سلوک کرنے میں دونوں کو برابر کا شریک قرار دیا ہے اور حکم میں دونوں کو اکٹھا کر دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا

ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے

روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہؤا اور کہا : میری ماں ہے جس کا میں فرمانبردار ہوں ۔ میں اسے اپنی پیٹھ پر بٹھاتا ہوں ، اس سے منہ نہیں پھیرتا ، اپنی تمام کمائی لا کر اسی کو دیتا ہوں ۔ کیا میں نے اس کی جزا دے دی ہے ؟ آپ نے فرمایا : نہیں بلکہ اس کی ایک آہ کا بھی بدلہ نہیں دیا ۔ اس شخص نے

---

۱ ۔ محمد بن علی سے مراد ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہیں جو امام محمد باقر کے نام سے مشہور ہیں ۔ ۵۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۸ھ میں وفات پائی ۔

کہا : یہ کیوں ؟ آپ نے فرمایا : یہ اس لیے ہے کہ یہ جب تیری خدمت کرتی تھی تو چاہتی تھی کہ تو زندہ رہے اور تو اس کی خدمت تو کر رہا ہے مگر یہ چاہتا ہے کہ وہ مر جائے۔ حسن بصری فرماتے ہیں : والد کا حق بہت بڑا ہے اور والد کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا بہت لازم ہے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا : میں تمھیں اپنی ماؤں سے بدسلوکی کرنے سے منع کرتا ہوں ۔ لڑکیوں کو درگور کرنے سے بھی اور [1] بخل کرنے اور بھیک مانگنے سے بھی ۔ خالد بن معدان نے مقدام سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے : میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے سنا : اللہ تعالیٰ تمھیں تمھاری ماؤں (کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کا) حکم کرتا ہے ، پھر جو ان کے بعد قریب تر ہو ، پھر جو ان کے بعد قریب تر ہو ۔

اب رہے مولود تو یہ اولاد اور اولاد الاولاد ہیں ۔ عرب بیٹے کے بیٹے کو صفوہ کہتے ہیں ۔ حالات کی سلامتی کے ہوتے ہوئے ان میں دو [۳ : ۱۸۵] خاص خصلتیں پائی جاتی ہیں ۔ ایک طبعی طور پر لازم ہے اور ایک منتقل ہوتی رہتی ہے ۔ لازم یہ ہے کہ انسان آباؤ اجداد کی خاطر غیرت میں آئے کہ کوئی ان پر ظلم نہ کرے اور نہ ہی ان کو گمنامی میں جانے دے اور بیٹوں میں اس غیرت کا ہونا اس شفقت کے مقابلے میں ہے جو آباء میں ہوتی ہے ۔ ابو تمام طائی نے اپنے اس شعر میں اسی معنی کو ملحوظ رکھا ہے :

فَأَصْبَحْتُ يَلْقَانِي الزَّمَانُ لِأَجْلِهِ
بِإِعْظَامِ مَوْلُودٍ وَاشْفَاقِ وَالِدِ

پھر میری وہ حالت ہو گئی جس کی وجہ سے زمانہ مجھ سے ملتا تو اس طرح تعظیم کرتا جس طرح اولاد کرتی ہے اور اس طرح شفقت کرتا جس طرح ایک والد کرتا ہے

---

۱ - اسے یوں پڑھیں : وَمَنْعٍ وَهَاتِ ۔ منع : نہ دینا یا روکے رکھنا مراد بخل ہے اور هاتِ : لاؤ مراد سوال کرنا یا بھیک مانگنا ہے ۔

اب رہی منتقل ہونے والی خصلت تو یہ ناز ہے - یہ بچے کی ابتدائی حالت ہوتی ہے اور یہ ناز جو اولاد میں ہوتا ہے اس محبت کے مقابلے میں ہے جو آباء میں ہوتی ہے کیونکہ محبت آباء کے ساتھ زیادہ مخصوص ہے اور ناز کا تعلق اولاد کے ساتھ زیادہ ہے - عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ، وہ فرماتے ہیں : میں نے عرض کیا ، یا رسول اللہ ! کیا وجہ ہے ہم اپنی اولاد پر رحم کھاتے ہیں اور وہ ہم پر رحم نہیں کھاتی ؟ آنحضرت نے فرمایا : یہ اس لیے ہے کہ ہم نے ان کو جنا ہے - انھوں نے ہم کو نہیں جنا - اس کے بعد یہ ناز جو اولاد میں ہوتا ہے عمر کے بڑھنے سے ان دو باتوں میں سے ایک کی طرف منتقل ہو جاتا ہے یا والدین کے ساتھ نیک سلوک اور ان کی تعظیم کی طرف یا بدخلقی اور نافرمانی کی طرف - اگر بیٹا ہدایت یافتہ ہو یا باپ نیک اور مہربان ہو تو یہ ناز بھی نیک سلوک اور تعظیم بن جاتا ہے - نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے جریر بن عبداللہ سے فرمایا : بیٹے کے ذمے باپ کا یہ حق ہے کہ باپ کی ناراضگی کے وقت اس کے سامنے عاجزی کرے اور تھکان اور بھوک کے وقت اسے اپنے آپ پر ترجیح دے کیونکہ جزا دینے والا رشتہ داری کے تعلقات کو ملانے والا نہیں کہلا سکتا بلکہ واصل (ملانے والا) تو وہ ہے کہ اگر تو تعلقات توڑے تو وہ ملا دے -

اور اگر بیٹا گمراہ ہو یا اگر باپ سختی کرنے والا ہو تو یہ ناز قطع تعلق اور نافرمانی بن جاتا ہے اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : خدا اس شخص پر رحم کرے جو اپنی اولاد کی خود اپنے سے نیک برتاؤ کرنے میں مدد کرتا ہے -

عمر بن الخطاب کو بچہ پیدا ہونے کی خوشخبری دی گئی تو فرمایا : یہ ایک ناز بو ہے جسے میں سونگھوں گا پھر تھوڑے عرصے کے بعد یا تو نیکوکار بیٹا ہوگا یا ضرر رساں دشمن -

اب لیجیے تعلق داروں کو ، تو آباء اور ابناء کے سوا اور لوگ بھی ہیں جن کا تعلق یا تو جماعت کے لحاظ سے ہوتا ہے یا قرابت داری

کی وجہ سے - ان میں جو خاص بات پائی جاتی ہے وہ ایسی حمیت ہے جو مدد کرنے پر اکساتی ہے اور یہ غیرت کا کم سے کم درجہ ہے اس لیے کہ غیرت ظلم کیے جانے سے روکتی ہے - غیرت گمنامی کو ناپسند کرنے میں کوئی حصہ نہیں ہے - البتہ اگر اس کے ساتھ کوئی ایسی بات مل جائے جو الفت کا باعث بنے تو (پھر گمنامی ناپسند کرنے میں اس کا حصہ ہو سکتا ہے) اور ان تعلق داروں کی حمیت صرف دور کے اور اجنبی لوگوں کے خلاف مدد کرنے کی موجب ہے - یہ نزدیکوں اور قرابت داروں کے حسد کا شکار ہو جاتی ہے ، اور اس کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ کوئی کس کو کس پر ترجیح دیتا ہے - لہٰذا اگر باہمی ملاپ اور باہمی مہربانی سے اس کی نگرانی کی جائے تو اس کے روابط قوی ہو جاتے ہیں - نسبی حمیت کے ساتھ خالص باہمی دوستانہ بھی شامل ہو جاتا ہے اور یہ الفت کا مضبوط ترین سبب ہے - قریش کے کسی [۳ : ۱۸۶] آدمی سے کہا گیا : تمھیں کون شخص زیادہ محبوب ہے ' بھائی یا دوست ؟ جواب دیا : بھائی جب وہ دوست بھی ہو -

مسلمہ بن عبدالملک کہتا ہے : زندگی (کا مزہ) تین باتوں میں ہے ، فراخ مکان ، بہت سے خادم اور گھر والوں کی موافقت -

کسی اہل علم کا قول ہے : دور کا آدمی اپنی دوستی کی وجہ سے قریب ہوتا ہے اور قریبی رشتہ‌دار اپنی عداوت کی وجہ سے دور ہوتا ہے -

اور اگر تو نسب کی رشتہ داری پر اعتماد کرتے ہوئے اور قرابت داری کی حمیت پر بھروسہ کرتے ہوئے باہمی نسبت رکھنے والوں کی حالت کو نظر انداز کر دے تو اس پر حسد کی نفرت اور ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کے جھگڑے غالب آ جائیں گے جس سے نسبت داری عداوت اور قرابت داری دوری بن جائے گی -

الکندی نے اپنے کسی رسالے میں کہا ہے : باپ رب ہے ، اولاد غم بھائی جال ، چچا غم ، خالو وبال اور قرابت دار بچھو -

انہی معنوں میں ابن المعتز کہتا ہے :

لَحُوْمُهُمْ لَحِمِي وَ هُمْ يَأكُلُونَه
وَ مَا دَاهِيَاتُ المَرْءِ إلاَّ أقَارِبُه

میرا گوشت ان کے لیے (کھانے کا) گوشت ہے چنانچہ وہ اسے کھاتے ہیں انسان کی مصیبتیں تو اس کے رشتہ دار ہیں

اسی لیے تو اللہ تعالی نے قرابت داری کے تعلقات کو ملائے رکھنے کا حکم دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔

وَ الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَا أمَرَ اللهُ أنْ يُوصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُونَ سُوْءَ الحِسَابِ

اور وہ لوگ جو اس رشتہ داری کے تعلقات کو ملائے رکھتے ہیں جس کے ملائے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے محاسبے سے بھی ڈرتے ہیں

مفسرین کہتے ہیں یہ رحم ہی ہے جس کے ملانے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور وہ اسے کاٹنے سے اللہ سے ڈرتے ہیں اور اس پر سزا کے طور پر جو برا محاسبہ ہوگا اس سے بھی خوف کھاتے ہیں ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں رحمٰن ہوں اور یہی رحم ہے ۔ میں نے اپنے نام سے اس کا نام مشتق کیا ہے لہٰذا جو اسے ملائے گا میں بھی اس سے ملادوں گا اور جو اسے توڑے گا میں بھی اس سے توڑ لوں گا ۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے : صلہ رحمی کرنا تعداد کو بڑھانے کا سبب ہے مال کی کثرت کا سبب ہے گھر والوں میں محبت کا سبب ہے اور موت کو پیچھے کر دینے کا سبب ہے ۔

اور ازدی کہتا ہے :

وَ حَسْبُكَ مِنْ ذُلٍّ و سُوْءِ صَنِيْعَةٍ
مُنَاوَاةُ ذِي القُرْبٰى وَ انْ قِيْلَ قَاطِعُ

رشتہ داروں کی دشمنی تمہارے لیے کافی ذلت اور برا فعل ہے اگرچہ لوگ کہتے رہیں کہ وہ قاطع رحم ہے

وَ لٰكِنْ أُوَاسِيْهِ وَ أَنْسٰى ذُنُوبَهُ
لِتَرْجِعَهُ يَوْماً إِلَى الرَّوَاجِعُ

لیکن میں اس سے غمخواری کروں گا اور اس کے گناہوں کو بھول جاؤں گا تا کہ کسی نہ کسی دن واپس لانے والے اسباب اسے میری طرف واپس لے آئیں

وَ لَا يَسْتَوِي فِي الحُكْمِ عَبْدَانِ وَ اصِلٌ
وَ عَبْدٌ لِأَرْحَامِ الْقَرَابَةِ قَاطِعُ

دو بندے حکم میں برابر نہیں ہو سکتے ایک تو واصِلِ رحم ہے اور دوسرا قرابت داری کے رِحْم کا قاطع ہے

ہمارا مقصد یہ ہے کہ عرب نسب کو محفوظ رکھنے کا بڑا اہتمام کرتے تھے کیونکہ اس پر ان کے وہ مقاصد مترتب ہوتے ہیں جن کا ہم نے ذکر کر دیا ہے - شریعت نے بھی اس دستور کی تاکید کر دی ہے جس پر وہ کاربند تھے ، شریعت نے صریح احکام سے ان کی طرف دعوت دی ہے ، برخلاف ان لوگوں کے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ علم نسب ایک غیر مفید علم ہے اور اس کے نہ جاننے سے کوئی نقصان نہیں - [۳ : ۱۸۷] ابن حزم نے کتاب النسب کے مقدمے میں ان لوگوں کی تردید کی ہے جن کا یہ خیال ہے کیونکہ علم نسب کا کچھ حصہ ایسا ہے جس کا جاننا ہر شخص پر فرض ہے - کچھ حصہ ایسا ہے جو فرض کفایہ ہے اور کچھ مستحب - ابن حزم کہتا ہے : چنانچہ اس میں سے (یہ جاننا فرض ہے کہ) محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عبداللہ ہاشمی کے بیٹے ہیں جس نے یہ کہا کہ آپ ہاشمی نہ تھے وہ کافر ہے - نیز یہ جاننا کہ خلیفہ قریش میں سے ہے اور یہ جاننا کہ جو شخص اس سے ملاقات کر رہا ہے قرابت داری میں اس سے رشتہ کرنا حرام ہے تاکہ بیاہ کرنے میں ان لوگوں کی شادی کرنے سے بچے جن سے رشتہ کرنا حرام ہے - نیز یہ جانے کہ اس کے

وارثوں میں سے کون کون اس سے متصل ہیں یا کون ایسے ہیں جن سے نیکی کرنا مثلاً عطیہ دینا ، یا خرچ دینا یا مدد کرنا اس پر واجب ہے ۔ نیز یہ کہ اُمہات المؤمنین کو جانے اور یہ کہ ان سے نکاح کرنا مؤمنین پر حرام ہے اور یہ کہ صحابہ کو جانے اور یہ کہ ان سے محبت کرنا مطلوب ہے اور یہ کہ انصار کو جانے تاکہ ان سے نیک برتاؤ کر سکے کیونکہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان سے نیک برتاؤ کرنے کی) وصیت ثابت ہے ۔ نیز اس لیے کہ ان کی محبت ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا منافقت ۔ وہ کہتا ہے کہ بعض فقہا نے عربوں اور عجمیوں کے درمیان جزیے اور غلام بنانے میں فرق روا رکھا ہے لہٰذا علم نسب کا جاننا اور بھی ضروری ہو گیا ۔ اسی طرح بعض فقہا وہ ہیں جنھوں نے بنی تغلب اور دیگر عیسائیوں پر جزیہ لگانے میں اور دگنی زکٰوۃ ادا کرنے میں فرق روا رکھا ہے ۔ ابن حزم کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیوان کو بھی قبائل کے اعتبار سے بنایا تھا اگر علم نسب نہ ہوتا تو وہ یہ کام نہ کر سکتے ۔ عثمان اور علی اور دیگر خلفا نے اس میں ان کا اتباع کیا تھا ۔

ابن عبدالبر اپنی کتاب النسب کی ابتدا میں کہتا ہے : اپنی جان کی قسم جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ علم نسب ایک غیر مفید علم ہے اور اس کا نہ جاننا مضر نہیں اس نے انصاف نہیں کیا ۔

مصنف کتاب نہایۃ الارب فی معرفۃ قبائل العرب کہتا ہے : یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ علم الانساب کا جاننا ان امور میں سے ہے جنھیں طلب کیا جاتا ہے اور ان معارف میں سے جن (کے جاننے کی طرف) دعوت دی گئی ہے اس لیے کہ ان سے شرعی احکام اور دینی امور نکالے جاتے ہیں ۔ چنانچہ کئی مواقع پر شریعت مطہرہ نے انساب کا لحاظ رکھنے کا حکم دیا ہے ۔ ان میں ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کا جاننا ہے اور یہ جاننا ہے کہ آپ بنی قرشی ہاشمی ہیں جو مکے میں تھے اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے تھے کیونکہ ایمان کے صحیح ہونے کے لیے اس کا جاننا ضروری ہے اور کسی مسلمان کو اس کے نہ جاننے

پر معذور نہ سمجھا جائے گا ۔ بہر حال تمھارے لیے اسی قدر کافی ہے ۔

اور ان میں ایک یہ ہے لوگوں میں باہمی تعارف ہے تا کہ کوئی شخص اپنے آباؤ اجداد کو چھوڑ کر کسی اور سے اپنے آپ کو منسوب نہ کرلے اور تا کہ وہ اپنے اجداد کے سوا کسی اور طرف منسوب نہ ہو۔ اللہ تعالٰی کے اس فرمان میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے :

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَا کُمْ مِنْ ذَکَرٍ و اُنْثٰی وجَعَلْنَا کُمْ شُعُوْباً و قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا

لوگو! ہم نے تمھیں نر و مادہ سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمھیں شعوب (عجمی قبائل) اور قبائل اس لیے بنایا ہے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو ۔

[۳ : ۱۸۸] ورثا کے احکام کا استخراج بھی اسی سے ہوتا ہے چنانچہ بعض ورثا دوسروں کو '' محجوب '' کر دیتے ہیں اور نکاح میں جو ولی بنتے ہیں ان کا استخراج بھی اسی سے ہوتا ہے چنانچہ ایک ولی کو دوسرے پر مقدم سمجھا جاتا ہے ۔ اسی طرح وقف کے احکام ، جب وقف کرنے والا کسی ایک رشتے دار کو مخصوص قرار دے یا ایک طبقے کو دوسرے سے مخصوص کر دے اور دیت میں رشتہ داروں کے احکام کہ خونبہا کسی ایک قریبی رشتہ دار پر واجب کیا جائے اور ایک پر نہ اور اسی قسم کے دیگر احکام اگر انساب کا علم نہ ہوتا تو ان امور کا سمجھنا ہمارے بس کی بات نہ ہوتی اور ان تک پہنچنا مشکل ہو جاتا ۔

اور ان میں ایک یہ ہے کہ نکاح کرتے وقت میاں اور بیوی کے کفؤ ہونے میں نسب کا لحاظ رکھا جائے ۔ چنانچہ امام شافعی کے مذہب میں ہے کہ ہاشمیہ اور مطلبیہ عورت قریش کے دیگر گھرانوں کی کفؤ نہیں ہے اور قُرَشِیّہ عورت دیگر غیر قرشی عرب قبائل کی کفؤ نہیں ہے ، کنانیہ کے بارے میں دو صورتیں ہیں ۔ زیادہ صحیح یہی ہے کہ دیگر قبائل جو نہ کنانی ہیں اور نہ قرشی اس کے کفؤ نہیں ہیں ۔

، کے نسب کے اعتبار میں بھی دو صورتیں ہیں ، زیادہ صحیح یہی
لہ اعتبار کیا جائے گا ۔ امام ابو حنیفہ کے مذہب میں ہے کہ قریش
دوسرے کے کفؤ ہیں ، اور باقی تمام عرب ایک دوسرے کے کفؤ
یا عجمیوں میں تو ان کے نسب کا لحاظ نہ کیا جائے گا ۔ لہٰذا جب
، کو نسب ہی معلوم نہ ہوگی تو اس کے لیے ان احکام کا جاننا
ں ہوگا ۔ ان میں ایک یہ ہے کہ منکوحہ عورت میں نسبی شرافت
اظ رکھا جائے ۔ چنانچہ ایک صحیح حدیث میں یہ ثابت ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : عورت سے چار باتوں کی وجہ سے
، کی جاتی ہے : اس کے دین کی وجہ سے ، اس کے حسب کی وجہ
اس کے مال کی وجہ سے اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے ۔ اس
ے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منکوحہ عورت میں حسب کا
رکھا ہے اور حسب اباؤ اجداد کی شرافت ہی ہے ۔ وغیرہ وغیرہ
، جو اسی کے تحت آتے ہیں ۔

طبقات الانساب

امام ماوردی کتاب الاحکام السلطانیہ میں کہتا ہے : عربوں کے
ب کو چھ مراتب میں مرتب کیا گیا ہے اور انھیں ان کے انساب
طبقے قرار دیا گیا ہے ، وہ یہ ہیں : شعب پھر قبیلہ پھر عمارہ پھر بطن
فخذ پھر فصیلہ ۔ چنانچہ شعب بعید ترین نسب ہے جیسے عدنان اور
ان ، اسے شعب اس لیے کہا گیا کہ قبائل کی شاخیں اسی سے نکلتی
۔ اس کے بعد قبیلہ آتا ہے اس میں آ کر شعب کے انساب کی تقسیم ہو
ہے جیسے ربیعہ اور مضر ۔ اسے قبیلہ اس لیے کہا گیا کہ اس میں
ہ ایک دوسرے کے بالمقابل ہوتا ہے ۔ اس کے بعد عمارہ آتا ہے اور
وہ ہے جس میں قبائل کے انساب کی تقسیم عمل میں آتی ہے جیسے
ں اور کنانہ ۔ اس کے بعد بطن آتا ہے اور یہ وہ ہے جس میں عمارہ
سب منقسم ہو جاتا ہے جیسے بنی عبد مناف اور بنی مخزوم ۔ اس کے
فخذ آتا ہے اور یہ وہ ہے جس میں انساب بطن کی تقسیم ہو جاتی

ہے جیسے بنی ہاشم اور بنی امیہ - اس کے بعد فصیلہ آتا ہے یہاں آ کر فخذ کے نسب کی تقسیم ہو جاتی ہے جیسے بنی ابی طالب اور بنی عباس لہٰذا فخذ میں فصیلے جمع ہوتے ہیں اور بطن میں فخذ اور عمارہ میں بطن اور قبیلہ میں عمارے اور شعب میں قبائل اور جب انساب بعید ہو جاتی ہیں تو قبائل شعوب بن جاتے ہیں اور عمائر قبائل بن جاتے ہیں - بیان ختم ہؤا -

اور الزبیر بن بکار نے کتاب النسب میں یوں تقسیم کی ہے : شعب پھر قبیلہ ، پھر عمارہ [عین کے نیچے زیر] پھر بطن پھر فخذ پھر فصیلہ -

کسی اور نے شعب سے پہلے '' جذم '' کا اضافہ کیا ہے اور فصیلے کے بعد عشیرہ کا اور بعض نے عشیرہ کے بعد اُسرہ کا اضافہ کیا ہے اس کے بعد عِترۃ - جذم کی مثال عدنان ہے اور شعب کی مثال ہے مُضَر اور قبیلہ کی مثال کنانہ ، اور عمارہ کی مثال قریش اور اس سے نچلے درجوں کی مثالیں واضح ہیں - وہ کہتا ہے ، ان کے بیانات میں مذکورہ بالا تقسیم کے مترادف چیزیں آتی ہیں مثلاً ان کا کہنا : حیّ ، بیت ، عقیلہ ، اُرُومہ ، جرثومہ اور رھط وغیرہ -

اور محمد بن اسعد المعروف بالحرّانی نسب دان نے ان کو مرتب کر دیا ہے اور ان کو جمع کر کے ترتیب وار کر دیا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے : جزم ، پھر جمہور ، پھر شعب ، پھر قبیلہ ، پھر عمارہ ، پھر بطن ، پھر فخذ ، پھر عشیرہ ، پھر فصیلہ ، پھر رھط ، پھر اُسرہ ، پھر عترہ ، پھر ذُرّیّہ - کسی اور نے اس میں تین کا اضافہ کیا ہے : بیت ، حیّ ، جماع ، لہٰذا زُبیر کی بیان کردہ تقسیم سے دس اور بڑھ گئے -

ابو اسحٰق الزجاج کہتا ہے : عربوں کے قبائل کی وہی صورت ہے جو بنی اسرائیل کے اسباط کی تھی - قبیلے کے معنی جماعت کے ہیں ، ہر چیز کو جسے ایک چیز پر لا کر اکٹھا کر دیا جائے قبیلہ کہتے ہیں اور یہ '' قبائل الشجر '' سے لیا گیا ہے اور قبائل درخت کی ٹہنیوں کو کہتے ہیں یا یہ قبائل الرأس سے لیا ہے اور قبائل الرأس سر کے اعضا کو کہتے ہیں - ان کے اجتماع کی وجہ سے انھیں یہ نام دیا گیا ، اور آیت میں شعوب

مراد دور کا نسب ہے۔ یہ مجاہد کا قول ہے اس کا ذکر طبری نے ان سے
یت کرتے ہوئے کیا ہے ، اور ابو عبیدہ نے شعب کی مثال مضر اور ربیعہ
دی اور قبیلہ کی مثال اس سے نچلے درجوں سے -

اور اس نے عمرو بن[1] احمر کا یہ شعر پیش کیا ہے :

مِنْ شَعْبِ هَمْدَانَ أوْسَعْدِ الْعَشِيرَةِ أوْ
خَوْلَانَ أوْ مَذْحِجٍ هَاجُوا لَهُ طَرَبا

یہ شعب ہمدان یا سعدالعشیرہ یا خؤلان یا مذحج میں سے ہیں جنھوں
نے اس کی مسرت کو برانگیختہ کر دیا ہے

اور کہا جاتا ہے کہ آیت میں شعب سے مراد عجمیوں کے قبائل
۔ اللہ بہتر جانتا ہے - جو ترتیب امام ماوردی نے دی ہے اسی کو
ل اعتماد سمجھنا زیادہ مناسب ہے - عربوں نے ان کو انسانی جسم کے
ابق مرتب کیا تھا - چنانچہ ان میں سے شعب کو بمنزلہ سر کی چوٹی
رکھا تھا اور قبائل کو بمنزلہ کھوپڑی کی ہڈی کے اور قبائل رأس
ٹکڑے ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں جن کے ساتھ
شؤن " ملی ہوئی ہیں اور شؤن آنسوؤں کے جاری ہونے کے لیے نالیاں
جو کھوپڑی کے اندر ہوتی ہیں - جوھری نے ذکر کیا ہے کہ قبائل
رب کا نام قبائل الرأس کے نام پر پڑا ہے اور اس کے بعد عمارہ کو رکھا
تا کہ شعب کو قائم رکھا جائے - قبیلے کی وہی حیثیت ہے جو بنیاد
عمارت کے لیے ہوتی ہے اور بنیاد کے بعد ہی عمارت ہو سکتی ہے -
ارہ کی وہی حیثیت ہے جو گردن اور سینے کی انسان کے لیے ہے اور

---

[1] عمرو بن احمر : عمرو بن احمر بن العَمَرّد بن عامر بن عمرو بن عبد بن فراص - جاہلی شاعر ہے اور اسلامی زمانہ پایا اور مسلمان بھی ہوا - کئی جنگوں میں رومیوں کے خلاف حصہ لیا اور حضرت عثمان کے عہد میں وفات پائی (حاشیہ البیان والتبیین ۱ : ۲۶۸) - سمط اللآلی (صفحہ ۳۰۷) میں اسے اسلامی شاعر کہا گیا ہے اور اس کی کنیت ابوالخطاب بتلائی ہے -

بطن کو عمارہ کے بعد رکھا ہے کیونکہ گردن اور سینے کے بعد بدن انسان میں سے یہی موجود رہتا ہے اور فخذ کو بطن کے بعد رکھا ہے - کیونکہ انسان کی ران پیٹ کے بعد آتی ہے اور فصیلہ کو فخذ کے بعد رکھا ہے کیونکہ یہ قریب ترین نسب ہے جہاں سے انسان الگ ہوتا ہے اور یہ بمنزلہ پنڈلی اور پاؤں کے ہے کیونکہ فصیلہ سے مراد قریب کا قبیلہ ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ (اور اس کا وہ قبیلہ جو اسے اپنے میں شامل کر لیتا ہے) یعنی اپنے ساتھ ملا لیتا ہے اور انسان کو صرف اس کا قریب ترین قبیلہ ہی اپنے ساتھ ملاتا ہے -

یاد رکھو کہ مذکورہ بالا چھ طبقات میں سے قبیلہ اور بطن زیادہ تر لوگوں کی زبانوں پر آتے ہیں اور عمارہ ، فخذ اور فصیلہ کا ذکر بہت کم آتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان چھ طبقوں میں سے ہر ایک کو حیّ کہہ دیا جاتا ہے یا عموم کے طور پر مثلاً یوں کہہ دیا جائے حیّ من العرب (عربوں کا ایک قبیلہ ہے) یا مخصوص کر کے مثلاً یوں کہا جائے حیّ من بنی فلان (بنی فلاں کا ایک قبیلہ ہے) - مزید برآں جب عرب کسی محکمے میں نام درج کراتے تو ان کی ترتیب وہی ہوتی جو عمر رضی اللہ عنہ نے دیوان مرتب کرتے ہوئے دی تھی کیونکہ بعض نسب تو ان کو باہم اکٹھا کرتی ہیں اور بعض جدا جدا کرتی ہیں چنانچہ ان کے قبائل کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کے اعتبار سے ہے - چنانچہ حضرت عمرؓ نے اصل نسب میں جو ترتیب ہے اس سے شروع کیا اور اس کے بعد اس کی شاخوں سے - چنانچہ عرب عدنانی ہیں اور قحطانی - حضرت عمر نے عدنان کو قحطان پر مقدم رکھا اس لیے کہ ان میں نبوت ہے اور عدنان ربیعہ اور مضر دونوں پر مشتمل ہے - پھر مضر کو ربیعہ پر مقدم رکھا اس لیے کہ ان میں نبوت ہے اور مضر قریش اور غیر قریش پر مشتمل - انھوں نے قریش کو مقدّم رکھا کیونکہ نبوت ان میں ہے اور قریش بنی ہاشم اور غیر بنی ہاشم دونوں پر مشتمل ہے - عمرؓ نے بنی ہاشم کو مقدّم رکھا کیونکہ نبوت

ان میں ہے لٰہذا بنی ہاشم ترتیب کا محور بن گئے۔ اس کے بعد وہ لوگ آتے ہیں جو قریب ترین نسب میں سے ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں تاآنکہ تمام قریش کو لے لیا ۔ ان کے بعد ان لوگوں کو جو نسب میں ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں تا آنکہ تمام کے تمام عدنان کو لے لیا اور اللہ اپنے فضل کے ساتھ جسے چاہتا ہے مخصوص کر دیتا ہے ۔

علم انساب کے مطالعہ کرنے والے کے لیے کون کون سی باتیں ضروری ہیں

علم الانساب کا مطالعہ کرنے والے کے لیے چند امور کا جاننا نا گزیر ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے جس کا ذکر جوھری نے کیا ہے کہ قبیلے میں ایک ہی باپ کے بیٹے ہوتے ہیں اور ابن حزم کہتا ہے : تمام عرب قبائل بالآخر ایک ہی باپ کی طرف لوٹتے ہیں ماسوا تین قبائل کے اور وہ یہ ہیں : تَنُوخ ، عُتُق اور غَسّان ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک قبیلہ کئی ایک بطون[1] سے مل کر بنا ہے ۔ ہاں بعض اوقات ایک ہی باپ متعدد بطون کا باپ ہوتا ہے ۔ مزید برآں یہ کہ بعض اوقات قبیلے کے باپ کی متعدد اولاد ہوتی ہے اور ان میں کسی ایک سے قبیلہ یا قبائل بن جاتے ہیں اور جو ان میں سے ہوتے ہیں وہ اسی کی طرف منسوب ہوتے ہیں ، اور بعض بغیر اولاد کے رہ جاتے ہیں ۔

---

۱ - لہجہ اثری کہتے ہیں : تنوخ دس قبیلوں کا ایک نام ہے ۔ یہ قبائل بحرین میں ایک جگہ اکٹھے ہو کر مقیم ہو گئے تھے لٰہذا انھیں تنوخ کہا گیا ۔ یہ تَنَنُّخ سے لیا گیا ہے جس کے معنی قیام کے ہیں اور عتق کچھ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی غرض سے جمع ہو گئے تھے آپ نے ان پر قابو پا لینے کے بعد ان کو آزاد کر دیا تھا لٰہذا یہ نام پڑا ۔ اور غسّان ایک چشمے کا نام ہے جہاں اَزْد کے چند بطن آ کر اترے تھے لٰہذا ان کا یہی نام پڑ گیا ۔

یا اولاد تو ہوتی ہے مگر اولاد مشہور نہیں ہوتی لہٰذا وہ پہلے قبیلے
طرف منسوب ہوتا ہے۔

ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ جب نسب ایک اور ایک سے ز
طبقے پر مشتمل ہو مثلاً ہاشم اور قریش اور مضر اور عدنان جو نس
کے آخری درجے میں ہوگا اس کے لیے یہ جائز ہے کہ سب کی ط
منسوب ہو۔ چنانچہ بنی ہاشم کو اجازت ہے کہ وہ بنی ہاشم کی ط
منسوب ہوں اور قریش کی طرف بھی اور مضر اور عدنان کی طرف بھ
چنانچہ ایک ہاشمی کے متعلق کہا جائے گا کہ وہ ہاشمی ہے ، قرشی
مُضَرِی ہے اور عدنانی ہے۔ بلکہ جوہری نے تو کہہ دیا ہے
اعلی کی طرف نسبت کرنے سے نچلوں کی طرف نسبت کرنے کی ضرو
نہ رہے گی۔ چنانچہ کلب بن وبرہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے جب
" الکلبی " کہے گا تو تجھے کسی اصل کی طرف نسبت کرنے کی ضرو
نہ رہے گی۔ اوروں نے ذکر کیا ہے کہ نسب میں سب سے اوپر
طبقے اور سب سے نچلے کے طبقے کا باہم ذکر کر دینا جائز ہے۔ اس
بعد بعض اوپر کے طبقے کو پہلے لاتے ہیں اور نچلے کو بعد میں ،
یوں کہیں الاُمَوِی العثانی اور بعض نچلے کو اوپر والے سے پہلے ا
ہیں چنانچہ کہتے ہیں العثانی الاُموی۔

اور ان میں سے ایک بات یہ ہے : بعض اوقات ایک شخص حلف
موالات کی وجہ سے کسی اور قبیلے میں شامل ہو جاتا ہے اور انھی
طرف منسوب ہونے لگتا ہے ، چنانچہ کہتے ہیں کہ فلاں بنی فلاں کا ح
یا مولیٰ ہے۔

اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی ایک ق
میں سے ہو پھر کسی اور قبیلے میں داخل ہو جائے وہ اپنے پہلے کی ط
بھی منسوب ہو سکتا ہے اور اس قبیلے کی طرف بھی جس میں وہ دا
ہؤا ہے نیز یہ کہ وہ دونوں قبیلوں کی طرف منسوب ہو مثلاً یوں
جائے التمیمی ثم الوائلی یا الوائلی ثم التمیمی اسی ط
اوروں میں۔

اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ قبائل کا نام بالعموم جننے والے باپ کے نام پر رکھا گیا ہے مثلاً ربیعہ ، مضر ، اوس اور خزرج وغیرہ مگر بعض اوقات قبیلے کا نام قبیلے کی ماں کے نام پر رکھ دیا جاتا ہے جیسے خِنِنْدِف اور بُجَیْلَہ وغیرہ اور بعض اوقات کسی خصوصیت کے نام پر رکھ دیا جاتا ہے (وہ خصوصیت جو اس قبیلے کی اصل کے ساتھ مخصوص تھی) یا اسی قسم کی کوئی اور چیز بعض اوقات کسی سبب کے واقع ہونے سے قبیلے کو کوئی لقب دے دیا جاتا ہے مثلاً غَسّان (اور یہ اس لیے) کہ وہ ایک غسّان نامی چشمے پر اترے تھے - یہی نام قبیلے کو دے دیا گیا - لوگوں نے اس کے علاوہ اور سبب بھی بیان کیا ہے جیسا کہ کتب انساب میں مذکور ہے -

اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب قبیلے میں دو ایک جیسے نام ہوں جیسے مثال کے طور پر الحٰرث اور الحٰرث ، اور ان میں سے ایک دوسرے کی اولاد میں سے ہو اور بعد میں آیا ہو تو وہ پہلے گزرنے والے والد کو الاکبر کہہ کر پکارتے ہیں اور بعد میں آنے والے کو الاصغر -

قبائل کے ناموں کے ضمن میں
عربوں کا طریقہ

عربوں کی اصطلاح میں قبائل کے نام پانچ طرح آتے ہیں ، اول یہ کہ قبیلے کے لیے اب (باپ) کا لفظ بولا جائے جیسے عاد ، ثمود ، اور مَدْیَن اور اسی قسم کے اور قبیلے - قرآن مجید میں اسی طرح آیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان : وَاِلَىٰ عَادٍ - وَاِلَىٰ ثَمُوْدَ - وَاِلَىٰ مَدْيَنَ مراد بنی عاد ، بنی ثمود اور بنی مدین سے ہے ، وغیرہ وغیرہ - ایسا بالعموم ان شعوب اور بڑے قبائل میں ہوتا ہے جو قدیم زمانے میں تھے - برخلاف بطون اور افخاذ وغیرہ کے (کہ ان میں ایسا نہیں ہوتا) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قبیلے کے لیے بَنُو کا لفظ استعمال کیا جائے

اور بنو فلاں کہا جائے ۔ ایسا بالعموم بطون ، افخاذ اور چھوٹے قبیل
میں ہوتا ہے بالخصوص بعد میں آنے والے زمانے میں - تیسری وجہ یہ
کہ قبیلے کا ذکر جمع اور آلؔ کی شکل میں آئے جیسے الطّالبیینؔ
اور الجَعَافِرہؔ وغیرہ اور ایسا بالعموم صرف متاخرین میں ہوتا ہے
چوتھی صورت یہ ہے کہ قبیلے کو آل فلاں سے تعبیر کیا جائے جیسے
آل ربیعہ ، آل فضل اور آل علیّ وغیرہ اور ایسا بالعموم متاخرین
ہاں ہوتا ہے بالخصوص شام کے عربوں میں ـ پانچویں صورت یہ ہے
[٣ : ١٩٣] قبیلے کو اولاد فلاں کہہ کر بولا جائے ، یہ صرف متاخر
افخاذ عرب میں پایا جاتا ہے اور وہ بھی بہت کم ـ مثلاً وہ یوں کہ
ہیں أوْلاَدُ زعازع اور آلاولاَد قُریش وغیرہ ـ

نام رکھنے اور کنیتوں کے ضمن میں عربوں کا طریقہ

عرب بالعموم اپنے بیٹوں کے مکروہ نام رکھتے تھے مثلاً کَلْب
حَنْظَلَہ ، ضِرار ، حرب اور اسی قسم کے دیگر نام ـ اور اپنے غلامو
کے محبوب نام رکھا کرتے تھے مثلاً فلاح اور نجاح وغیرہ ـ اس کا سب
جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے یہ تھا کہ کسی نے ابو الدُّقَیْش الکلا
سے کہا : تم اپنے بیٹوں کے برے نام کیوں رکھتے ہو جیسے کلب ،
ذئب اور اپنے غلاموں کے عمدہ نام رکھتے ہو جیسے مرزوق اور رباح
اس نے جواب دیا : ہم اپنے بیٹوں کے نام دشمنوں کے لیے رکھتے
اور غلاموں کے نام اپنے لیے (اس کی مراد یہ ہے کہ بیٹوں کو دشمن
کے لیے تیار کیا جاتا ہے لٰہذا انھوں نے ان کے لیے برے نام اختیار
اور غلام اپنے لیے تیار کیے جاتے ہیں لٰہذا انھوں نے ان کے لیے اچ
نام چنے) ـ کتاب نہایۃ الارب میں اسی طرح مرقوم ہے ـ حافظ ابن الـ
نے کتاب مفتاح دار السعادہ میں کہا ہے : اپنی اولاد کے نام رکـ
کے معاملے میں عربوں کے ہاں کئی طریقے مروّج تھے ـ چنانچہ بعض

دشمن پر فتح کی نیک فال کی غرض سے نام رکھا مثلاً غالب ، غلّاب ، مالک ، ظالم ، غارم ، مُنازل ، مُقاتِل ، مُعارِک ، مُسیہِر ، مُؤرِّق ، مُصبِّح اور طارق اور بعض نے دنیاوی حظوظ اور سعادت حاصل کرنے کی فال کی غرض سے نام رکھا مثلاً سَعْد ، سعید ، أسْعد مسعود ، سُعدی اور غانم وغیرہ اور بعض نے سخت اور کھردرے قسم کے جسموں والا نام رکھا تاکہ اس سے طاقت کی فال لی جائے مثلاً حجر ، صخر ، فہر ، اور جَنْدل اور بعض ایسے تھے کہ بیوی درد زہ میں مبتلا ہوتی تو گھر سے نکل جاتا اور جو کچھ بھی اسے سب سے پہلے ملتا بچے کا نام اسی کے نام پر رکھ دیتا خواہ وہ کچھ بھی ہو مثلاً درندہ یا لومڑیا گوہ یا ہرن یا کُتّا یا گھاس یا اسی قسم کی اور چیز ۔ اسلام کے آنے تک ان کا یہی دستور رہا ۔ بیان ختم ہؤا ۔

عربوں کے اکثر نام ، جیسا کہ نہایۃ الارب میں ہے ، ان ناموں سے منقول ہیں جو ان کے خیال کے خزانے میں چکر لگاتے رہتے تھے اور یہ وہ چیزیں ہوتی جن میں ان کا اٹھنا بیٹھا ہوتا اور جو ان کے آس پاس رہتی تھیں یا حیوان جیسے اسد اور نَمِر (چیتا) یا نباتات جیسے نبت اور حنظلہ ، یا حشرات الارض جیسے سانپ اور کیڑے یا زمین کے اجزا میں سے جیسے فہر (پتھر) اور صخر (چٹان) وغیرہ ۔ وہ مقام جہاں الزبیر بن العوّام قتل ہوئے ہیں نے اس کی وادی السباع کی وجہ تسمیہ اس طرح دیکھی ہے (وادی السباع کوفے کے نواح میں بصرے اور مکے کے درمیان واقع ہے) کہ أسماء بنت دُرَیم بن القَیْن بن أہْوَد بن بَہراء کو أمّ الأسبع کہا جاتا تھا ۔ اس کی اولاد بنو وَبَرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ہیں جنھیں السباع (درندے) کہا جاتا ہے ۔ وہ یہ ہیں : کلب ، أسد ، ذئب ، فہد ، نَزْک[1] (نون پر فتحہ اور

---

۱ ۔ لسان العرب اور قاموس دونوں میں نزك نون کی کسرہ کے ساتھ ہے اور اس کے معنی نیولے یا گوہ کے آلۂ تناسل کے کیے ہیں اور لکھا ہے کہ نر گوہ کے دو آلۂ تناسل اور مادہ کے دو رحم ہوتے ہیں ۔

راء ساکن ، اسی کو حَرِیش[1] بھی کہتے ہیں ، اسے کرکَدَّن بھی کہتے ہیں ، اس کا ایک سینگ ہوتا ہے اور یہ اپنے سینگ پر ہاتھی کو اٹھا لیتا ہے جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے) اور خشم (اور یہ بجُّو ہے) اور فزْر (اور یہ ببر ہے ۔ بجو کی ایک قسم ۔ اس کا جسم چیتے سے چھوٹا ہوتا ہے مگر یہ اس سے زیادہ قوی اور زیادہ دلیر ہوتا ہے) اور عنزہ[2] (یہ ایک جانور ہے جس کی تھوتھنی لمبی ہوتی ہے اور بڑی قسم کے درندوں میں شمار ہوتا ہے ۔ اونٹنی کے پاس آ کر اپنی تھوتھنی پیچھے سے داخل کر کے جو کچھ اس کے پیٹ میں ہوتا ہے سب کھا جاتا ہے ، اونٹ کے پاس آ کر اس کی آنکھیں نکال لیتا ہے ۔ ہِلاّ اور بجُّو اور سِمْع (سین کی کسرہ کے ساتھ ، یہ بجو کے پیٹ سے بھیڑیے کی اولاد ہے) اور دَیشَم (اور وہ لومڑ ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ بھیڑیے کا بچہ ہے) اور نِمْس (یہ نیولے سے بڑا ہوتا ہے ۔ گوشت کھاتا ہے اس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے جس میں سفید داغ ہوتے ہیں) اور عیفشر (ببر کی ایک جنس ہے) اور بھیڑیا اور خارپشت اور ظَرِبان (یہ ایک جانور ہوتا (جو بلی کی شکل کا ہوتا ہے) اور اس کی گوز بدبودار ہوتی ہے) اور وعوع (یہ

---

۱ ۔ لسان العرب میں یوں ہے : الحَرِیش دابة لها مخالب کمخالب الأسد و قرن واحد فی وسط هامتها ۔ زاد الجوهری : یسمیها النّاس الکرکَدَنّ .... و قیل : الحریش دُوَیبّة اکبر من الدودة علی قدر الأصبع لها قوائم کثیرة وهی التی تسمّٰی دخّالة الأذُن (کنکھجورا) ۔

۲ ۔ لسان العرب میں یوں ہے : العنزة ایضا ضرب من السباع بالبادیة دقیق الخطم یأخذ البعیر من قِبَل دبره ۔ وهی فیها کا لسلوقیة ۔ و قلّمایُری ۔ وقیل : هو علی قدر ابن عرس یدنو من الناقة وهی بارکة ثم یثب فیدخل فی حیائها فینَشَبِص فیه حتی یصل الی الرحم فیجتذبُها فتسقط الناقة فتموت ۔ قال الازهری : العنزة عند العرب من جنس الذئاب ۔

بڑے جسم والا گیدڑ ہے) یہ عورت اپنی اولاد کے ساتھ اس وادی میں اترا کرتی تھی لہٰذا اس وادی کو اس کی اولاد کے غلبے کے خیال سے وادی السباع کہا گیا کیونکہ سباع سَبُع کی جمع ہے اور سبع اس جانور کو کہا جاتا ہے جس کے تیز دانت ہوں اور انسانوں اور جانوروں پر حملہ کرتا ہو اور شیر ، بھیڑیے ، شکاری چیتے اور چیتے کی طرح ان کا شکار کرتا ہو ۔ رہا لومڑ اگرچہ اس کے دانت تیز ہوتے ہیں مگر وہ درندہ نہیں ہے اس لیے کہ وہ کسی پر حملہ نہیں کرتا ۔ یہی حال بجو کا ہے ۔

ابن حبیب کہتا ہے : وائل بن قاسط کا گزر اسی اسماء نامی عورت کے پاس سے ہوا جو وَبَرہ کی اولاد کی ماں تھی ۔ یہ ایک خوب صورت عورت تھی ، اس کے بیٹے اس کے آس پاس جانوروں کو چرا رہے تھے ، اس کے دل میں بُرا خیال آیا تو اسماء نے کہا : شاید تو نے اپنے دل میں کوئی بات کہی ہے ؟ اس نے کہا : ہاں ۔ اس نے کہا : اگر تو باز نہیں آئے گا تو میں تمھارے خلاف اپنے درندوں سے فریاد کروں گی ۔ وائل نے کہا : مجھے تو وادی میں کوئی نظر نہیں آ رہا ۔ اسماء نے کہا : اگر میں اس وادی کے درندوں کو پکاروں تو وہ ضرور مجھے تجھ سے بچا لیں گے اور تمھارے خلاف میری مدد کریں گے ۔ وائل نے کہا : کیا درندے تمھاری زبان سمجھتے ہیں؟ اسماء نے کہا : ہاں ، پھر بلند آواز سے کہا : اے کتے ، اے بھیڑیے ، اے چیتے ، اے ریچھ ، اے سرحان [۳ : ۱۹۵] (بھیڑیا) یہ سب دوڑتے ہوئے آ گئے اور کہنے لگے : کیا بات ہے اے ماں ! ؟ کہنے لگی یہ تمھارا مہمان ہے اس کی اچھی طرح ضیافت کرو ۔ اس نے اپنے بیٹوں کے سامنے اپنے آپ کو رسوا کرنا نہ چاہا : چنانچہ انھوں نے اس کے لیے جانور ذبح کیا اور اسے کھلایا ۔ اس پر وائل نے کہا : یہ تو درندوں کی وادی (وادی السباع) ہے اور اس کا یہی نام پڑ گیا ۔ بیان ختم ہؤا ۔

اس قصے کا ذکر قاموس میں اختصار سے کیا گیا ہے ۔

عربوں میں سے بعض لوگ اپنا نام عبدالعُزّٰی ، عبد وَدّ ، عبد مناۃ

وغیرہ رکھا کرتے تھے جن میں ان کے کسی ایک بت کی طرف بندگی کی نسبت ہوتی تھی ۔ بعض کا نام کسی شعر وغیرہ کے نام پر پڑ جاتا تھا ، بہرحال یہ بحث لمبی ہے ۔

رہی کُنیتیں تو یہ قدیم زمانے میں بھی اور آج کل بھی ان کے کلام میں آئی ہیں اس سے عربوں کا مقصد تعظیم کرنا ہوتا کیونکہ بعض لوگ اپنے نام سے مخاطب کیے جانے سے نفرت کرتے ہیں اسی لیے اکرام اور احترام کے موقعے پر اسے انسان کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ شاعر کے اس شعر سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے[1] :

أُكَنِّيهِ حِينَ أُنَادِيهِ لِأُكْرِمَهُ
وَلَا أُلَقِّبُهُ وَالسَّوْأَةَ اللَّقَبَا

جب میں اسے بلاتا ہوں تو اس کی تعظیم کی خاطر میں اس کی کنیت پکارتا ہوں میں لقب کی برائی کے سبب سے اسے لقب سے نہیں پکارتا

کنیت کا لفظ دراصل کنایہ سے لیا گیا ہے اور کنایہ یہ ہے کہ تو ایک چیز بول کر کوئی اور چیز مراد لے (اس کا محاورہ یوں بولا جاتا ہے کَنَيْتُ (یعنی ناقص یائی) اور کَنَوْتُ (ناقص واوی) بِكَذَا (یعنی بصلہ با) و عَنْ كَذَا (بصلہ عن) كُنْيَةً وكِنْيَةً (میں نے اس کی فلان کُنیت رکھی) اور جمع کُنیٰ ہے اور إِكْتَنَى (باب افتعال سے) فُلَانٌ بِكَذَا اور يُكْتَنَى بِكَذَا (فلان نے اپنی فلاں کنیت رکھ لی) وَكَنَّيْتُهُ أَبَا كَذَا اور بِأَبِي كَذَا (یعنی باب تفعیل سے بھی آتا ہے) مُخفّف اور مثقل (یعنی مجرد اور باب تفعیل) دونوں طرح

---

۱ - بہجۃ اثری لکھتے ہیں : ابو تمام نے مختار اشعار قبائل العرب میں اس شعر کو بعض الفزاریین کی طرف منسوب کیا ہے اور قائل کا نام نہیں لکھا اور اس کے بعد یہ شعر نقل کیا ہے :

كَذَاكَ أُدِّبْتُ حَتَّى صَارَ مِنْ خُلُقِي
أَنِّي وَجَدْتُ مِلَاكَ الشِّيمَةِ الأَدَبَا

تا ہے لیکن مجرد میں اس کا استعمال زیادہ ہے اور فُلانٌ کَنِیّ فُلانٍ
جب دونوں کی ایک ہی کنیت ہو (یعنی ہم کنیت ہوں) جیسا سَمِیُّہ کہا
جاتا جب وہ نام میں اس کا شریک ہو (یعنی ہم اسم ہو) ۔

اور عربوں کے ہاں کنیت رکھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ کسی قدیم
بادشاہ کے یہاں ایک بچہ پیدا ہؤا جس میں اس نے نجابت کی علامات
کو محسوس کیا ۔ بادشاہ کو اس سے بہت محبت ہوگئی ۔ جب وہ بڑا
ور جوان ہؤا اور اس قابل ہوگیا کہ اسے شاہی آداب سکھائے جائیں
و بادشاہ نے یہ چاہا کہ اس کے لیے ایک الگ جگہ مقرر کی جائے جو
بادی سے دور ہو اور جہاں وہ رہ کر استادوں سے آداب سیکھے اور جہاں
ہ ایسے لوگوں سے میل جول نہ رکھ سکے جو اس کا وقت ضائع کریں
چنانچہ بادشاہ نے اس کے لیے جنگل میں ایک عمارت تعمیر کر دی ،
سے وہاں منتقل کر دیا اور اس کے لیے ایسے اشخاص مقرر کر دیے جو
سے علمی [۳ : ۱۹۶] اور شاہی آداب سکھائیں ، وہاں اس کے لیے تمام
نیاوی ضروریات بھی رکھ دیں ۔ پھر وہ لوگ جو اس کے ہم پلہ یا اس
جیسے تھے مثلاً اس کے چچا کی اور امراء کی اولاد ان کو اس کے ساتھ
مانوس رکھنے اور اس کے آداب سیکھنے کے لیے اس کے ساتھ وہاں شامل
کر دیا ، نیز اس لیے کہ وہ اس سے موافقت کر کے ادب سیکھنے کی محبت
س کے دل میں ڈال دیں ۔ بادشاہ ہر سال کے اختتام پر اپنے بیٹے کے
پاس جاتا اور اپنے ان مصاحبوں کو ساتھ لے لیتا جن کے بیٹے بادشاہ کے
بیٹے کے ساتھ ہوتے تاکہ وہ بھی اپنی اولاد کو دیکھ لیں ۔ یہ لوگ
جب وہاں پہنچتے تو بادشاہ کا بیٹا ان لوگوں کے متعلق دریافت کرتا
جو اس کے باپ کے ساتھ آئے ہوتے تاکہ وہ ہر ایک سے تعارف حاصل
کر لے ۔ چنانچہ بادشاہ کہتا : ھٰذَا اَبُو فُلانٍ (یہ فلاں کا باپ ہے)
. ھٰذَا ابو فلان (اور یہ فلاں کا باپ ہے) ان کی مراد ان بچوں کے
باپوں سے ہوتی جو اس کے ساتھ وہاں ہوتے ۔ اس طرح شہزادہ ان کے بیٹوں
کی طرف نسبت کرنے سے ان کو پہچان جاتا ۔ یہیں سے عربوں کے یہاں
کنیتوں کا ظہور ہؤا ۔ اس کے بعد یہ عام ہو گئیں اور ان کا وسیع

استعمال ہونے لگا یہاں تک کہ ہر انسان کی کنیت اس کے بیٹے نام پر رکھ دی گئی اس کے بعد اس کا استعمال اور بھی وسیع ہوتا گیا اور جس کا بیٹا نہ ہوتا اور بیٹی ہوتی تو بیٹی کے نام پر ہی کنیت رکھ دیتے جیسا کہ مسروق[1] بن اجدع کو ابو عائشہ کہا جاتا ہے اور جس کا نہ بیٹا ہوتا اور نہ بیٹی ۔ اس کی اس شخص کے نام پر کنیت رکھ دی جاتی جو اس کا قریب ترین شخص ہوتا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن الزبیر کی کنیت بچپن ہی میں ابوبکر رکھ دی تھی اور ابوبکرؓ عبد اللہ کے نانا ہوتے ہیں کیونکہ عبد اللہ کی والدہ ابوبکرؓ کی بیٹی اسماء ہیں ۔ اس کے بعد جب عبد اللہ کے ہاں لڑکا پیدا ہؤا تو انھوں نے اس کا نام خُبَیْب رکھا اور اس کے نام پر کنیت رکھ لی ۔ اس طرح ان کی دو کُنیتیں ہوگئیں ۔ اور عورتوں کی کنیت رکھنے میں اُم" کا لفظ استعمال کر کے یہی طریقہ اختیار کیا گیا لہذا جہاں اپنی اولاد کے نام پر کنیت رکھی گئی وہاں اُم" سلمۃ اور اُم" زینب کہا گیا اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت اُم" عبداللہ رکھی اور عبد اللہ سے مراد عبد اللہ بن الزُبیر لی جاتی تھی جو ان کی ہمشیرہ اسماء کے بیٹے تھے ۔ عائشہؓ کے اپنی اولاد نہ تھی ۔ مزید برآں چونکہ انسان اور دیگر حیوانات اولاد کے ہونے میں برابر کے شریک ہیں لہذا جانوروں کی کنیت بھی اَب" اور اُم" کے لفظ سے رکھ دی گئی مثلاً گیدڑ کی کنیت اَبُو مُعَاوِیَۃ اور بجو کی اُم" عامر ۔ کنیت کے معاملے میں انھیں انسانوں کی طرح سمجھا گیا ۔ لفظ ابن اور بنت کو اضافت کے ساتھ اسی طرح استعمال کیا گیا تاکہ ان کا اپنا نام ترک کر کے آباء کی طرف منسوب کرنے سے ان کی تعظیم و تکریم پائی جائے چنانچہ

---

۱ - مسروق بن اجدع : مسروق بن اجدع بن مالک الہمدانی ۔ کوفہ کے عبادت گزار لوگوں اور کبار محدثین میں سے تھے ۔ زیاد نے انھیں سلسلہ کا حاکم مقرر کر دیا تھا ۔ وہیں ۶۳ھ میں تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی ۔

ابن عباس اور ابن عمر کہا گیا ۔ حسین علیہ السلام کو ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا تھا یہ ان کی والدہ کی تعظیم کی خاطر تھا ۔ انسانوں کے علاوہ دیگر حیوانات وغیرہ کے ساتھ بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا چنانچہ سانپ کو ابنُ قِتْرَہ کہا گیا اور حجاز کی ایک قسم کی بکری کو بنت حَذْف کہا گیا ۔ اب چونکہ وسعت استعمال سے کُنیت اور اَب کے ساتھ استعمال کرنے میں حیوانات کو انسانوں کی طرح سمجھا گیا تھا لہٰذا بعض جمادات کو اسی پر محمول کر کے ان کے ساتھ بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا ۔ چنانچہ روٹی کو اَبُو جَابِر کہا گیا اور آفت کو اُمّ قار ، صبح کو ابنُ ذُکَاء ، کنکر کو بنت الارض ، [۳ : ۱۹۷] اس کے بعد کنیت رکھنے کا ایک ہی طریقہ نہ رہا چنانچہ اب کے لفظ سے بھی کنیت رکھی گئی تاکہ اصل طریقے کی یاد قائم رہے لہٰذا بھیڑیے کو ابو جَعْدَۃ اور چیتے کو ابو جھل کہا گیا اور جمادات میں جو چیزیں مؤنث ہیں ان کی بھی کنیت "اَب" کے لفظ سے رکھی گئی چنانچہ آگ کو اَبُو سَرِیع اور ابو حُبَاحِب کہا گیا ۔ اسی طرح ان کنیتوں کے بارے میں کیا گیا جو لفظ ام سے بنائی جاتیں ، چنانچہ قوس کو اُمّ السہام اور ایک مشہور پہاڑ کو ام سَخْل کہا گیا ۔ ابن اور بنت کے ساتھ شروع ہونے والی کُنیتوں کے ساتھ بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا ۔ کتّے کو ابن دأیة اور ایک مشہور پرندے (کولنج مرغابی وغیرہ) کو بینشت الماء کہا گیا ۔

ناموں اور کنیتوں کے رکھنے میں عربوں کے دو طریقے ہیں ، ایک عام طریقہ ہے اور ایک نادر ۔ عام طریقہ یہ ہے کہ اولاد کے نام پر کنیت ہو اور نادر یہ ہے جیسے علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی کنیت ابو تراب ۔ یہی طریقہ عربوں نے ذو اور ذات کے استعمال میں اختیار کیا ہے چنانچہ عام طریقہ میں سے ذوالجلال اور ذات البُرُوْج ہے اور نادر میں سے ذوالنون اور ذات النطاقین ہیں ۔

کنیتوں اور ان لفظوں میں سے جو ابن کے لفظ کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں بعض ایسے ہیں جنھیں مسمّٰی کے لیے اسم علم بنا دیا گیا ہے

اور اسم علمیّت میں معنوں کا لحاظ نہیں رکھا جاتا - بعض کو معنی کے اعتبار سے صفت بنا دیا جاتا ہے - اس قسم کے اسماء ، کنایات اور اضافتوں میں جو نام رکھے جاتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں - پہلی قسم کے ساتھ الف اور لام (اَل) کا لانا ضروری ہوتا ہے مثلاً ابو الحٰرث شیر کا اسم علم ہے اور ابو الحصین لومڑ کا ، اور دوسری قسم وہ ہے جس پہ اَل نہیں آتا مثلاً ابو جَعدَۃ (بھیڑیا) ، ابن دَأیة اور بِنتُ طَبَق سانپ کے لیے - تیسری قسم وہ ہے کہ جس پر اَل لاتے بھی ہیں اور نہیں بھی لاتے مثلاً گھوڑے کے لیے ابو مضاء اور شتر مرغ کے لیے اُمّ رئال اور مائی پرندے کے لیے ابن ماء - عربوں نے اُمّ کے لفظ کو اَب کے مقابلے زیادہ وسعت سے استعمال کیا ہے اور لفظ ابن اور بنت کو اُمّ سے بھی زیادہ وسعت سے - حتّٰی کہ شعروں کے قصیدے کو ابنَۃُ لَیثْلِیھا کہا جاتا ہے اور فلان ابنُ بَطنِہٖ (جسے ہر وقت کھانے کا خیال لگا رہے) اور فلان ابن فَرْجِہٖ (جسے ہر وقت شہوانی خواہش کا خیال لگا رہے) جب کسی انسان کا سارا غم انھی دو کے لیے ہو - اور (فلان) ابنُ یَومِہٖ یعنی وہ آئندہ کے متعلق سوچتا ہی نہیں - اور عرب کہتے ہیں یہ لوگ ابناء فارس (ایرانی) ہیں اور (ابناء) الرّوم (رومی) ہیں اور ابناء مکۃ و خراسان ، ان معنوں میں اَب اور اُم کا استعمال نہیں ہوتا - عربوں نے اس وسعت استعمال کو خاص طور پر انھی ناموں تک محدود نہیں رکھا بلکہ اور لفظوں میں بھی وسعت استعمال (کا قانون) جاری رکھا ہے چنانچہ جو شخص کسی چیز کی صحبت میں رہے یا اس میں لگا رہے یا اسے کثرت سے استعمال کرتا ہو تو کہتے ہیں ھو أخوہ - ھی اُختہ - انھی معنوں میں شاعر کا یہ قول ہے :

أَخَا الحَرْبِ لَبَّاسًا إِلَيْهَا جِلَالَهَا
وَ لَيْسَ بِوَلَّاجِ الخَوَالِفِ أَعْقَلَا

یہ بڑا جنگجو ہے ، جنگ کی زرہ پہن کر جنگ کے لیے نکلتا ہے ، یہ خوف کی وجہ سے گھبرا کر گھر میں گھسنے والا نہیں ہے

[۳ : ۱۹۸] اور شراب اور نبیذ کے بارے میں ابو الاسود دُئلی کا یہ شعر ہے :

فَاِلاّ یَکُنْهَا أَوتَکُنْهُ فَاِنَّهُ
أَخُوهَا غَذَتْهُ اُمُّهُ بِلِبَانِهَا

اگر نبیذ شراب نہیں ہے یا شراب نبیذ نہیں تو نبیذ یقیناً شراب کا بھائی ہے ۔ اس کی ماں نے شراب کو جو دودھ پلایا تھا وہی نبیذ کو بھی غذا کے طور پر دیا گیا ہے

بعض لوگ ایسے ہیں کہ ان کا نام تو ہے مگر کنیت نہیں ہے ۔ اور ایسا بالعموم ہوتا ہے اور بعض لوگوں کا نام بھی ہوتا ہے اور کنیت بھی ، اس کا اتنا کثرت سے استعمال نہیں جتنا پہلے کا ۔ اور بعض کا علم ہوتا ہے کنیت بھی ہوتی ہے اور اسم جنس بھی ۔ جیسے اسامہ (اسم علم) ابو الحٰرث (کنیت) اور اُسد (اسم جنس) ۔ اور بعض کی کنیت ہے اور وہی نام بھی ہے جیسے اَبُوبَرَاقِش ایک مشہور حیوان[۱] کا نام ہے اور ام رباح ۔ باء موحدہ کے ساتھ ۔ مٹیالے رنگ کے ایک پرندے کی کنیت ہے جس کے دونوں پر اور پیٹھ سرخ ہوتی ہے اور انگور کھاتا ہے ـــ اور بعض ایسے ہیں جن کی دو مختلف حالتوں میں دو کنیتیں ہیں مثلا عامر بن الطفیل کہ صلح کے زمانے میں اس کی کنیت ابو علی اور جنگ کے زمانے میں ابو عقیل تھی ۔ اور بعض کی ایک ہی حالت میں دو یا دو سے زیادہ کنیتیں ہوتی تھیں اور یہ کثرت سے ہے ۔ امام ثعالبی نے کنیتوں اور ان کے مناسبات کے بارے میں ایک مفصل کتاب لکھی ہے اور یہ ایک جلیل القدر کتاب ہے ۔ خدا ہی توفیق دینے والا ہے ـــ

---

۱ ۔ یہ حیوان نہیں بلکہ ایک پرندہ ہے جس کے اوپر کے پر مٹیالے ، درمیانی سرخ اور نچلے سیاہ ہوتے ہیں ، جب جوش میں آتا ہے تو کئی رنگ بدلتا ہے ۔ متلون مزاج آدمی کو اس کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے ۔

عربوں میں سے جو لوگ نسب جاننے میں مشہور ہوئے

چونکہ عرب نسب کی حفاظت کرنے کا بہت زیادہ اہتمام کیا کرتے تھے اس لیے انھیں اس کا علم بھی سب سے زیادہ تھا ۔ کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس میں کوئی ایسا نسب دان نہ ہو جو فروع کو اصول سے ملا دے اور ایسے لوگوں کو باہر نکال نہ دے جو قبیلے میں سے نہ ہوں یہاں تک کہ تقریباً سب میں یہ صفت پائی جاتی تھی ۔ ان تمام کا یہاں ذکر کرنا ممکن نہ ہوگا مگر ہم ان لوگوں کا ذکر کریں گے جو اس معاملے میں ضرب المثل بن گئے تھے ۔

بنی شیبان کا دغفل[1] بن حنظلہ السدوسی

عربوں کی امثال میں سے ایک مثل ہے فُلاَنٌ أَنْسَبُ مِنْ دَغْفَلٍ (فلاں دغفل سے بھی زیادہ نسب دان ہے) یہ بنی ذُہل بن ثعلبہ بن عکابہ کا ایک فرد تھا جو اپنے زمانے کا بہترین نسب دان تھا ۔ لوگوں کا خیال ہے کہ معاویہؓ[2] نے [۳ : ۱۹۹] اس سے چند باتیں پوچھی تھیں تو اس نے بتا دی تھیں ۔ معاویہؓ نے پوچھا : تو نے یہ کیسے معلوم کیں؟ تو اس نے جواب دیا : سوال کرنے والی زبان اور عقلمند دل کے ذریعے مزید برآں[3] علم کو آفت آتی ہے ، علم کو ضائع کیا جاتا ہے ، اس کا

---

۱ - جاحظ (البیان والتبیین ۱ : ۳۲۲) کہتا ہے : ومن رؤساء النسّابین دغفل بن حنظلة احد بنی عمرو بن شیبان لم یدرك النّاس مثله لساناً و علماً و حِفْظاً ۔

۲ - معاویہ نے جو سوال کیے تھے ان کے لیے ملاحظہ ہو امالی القالی : ۳ : ۲۵-۲۷ -

۳ - البیان والتبیین (۱ : ۲۷۳) میں علی کا لفظ نہیں ہے وہاں یوں ہے ان للعلم اربعۃً ۔

فیضان[1] کم ہو جاتا ہے اور اس سے سیری نہیں ہوتی ۔ چنانچہ نسیان علم کی آفت ہے اور اس کا ضائع کرنا یہ ہے کہ تو نا اہل شخص سے اس کا ذکر کرے اور اس سے سیر نہ ہونا یہ ہے کہ صاحب علم حریص ہوتا ہے وہ اس سے سیر[2] نہیں ہوتا اور اس کے فیضان کا کم ہونا یہ ہے کہ اس میں جھوٹ بولا جائے ۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ دغفل بن حنظلہ السدوسی ہے ، اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر آپ سے اس نے کوئی حدیث نہیں سنی ۔ معاویہ رض کے پاس آیا اس وقت معاویہ کے پاس قدامہ بن جراد القُریعی تھا ۔ دغفل نے اس کا نسب نامہ بیان کیا تاآنکہ اس باپ تک پہنچا جس سے جراد پیدا ہوا تھا ۔ پھر کہا : جراد کے ہاں دو شخص پیدا ہوئے : ایک احمق شاعر ہے اور دوسرا ناسک (عبادت گزار) ہے ۔ تو کونسا ہے ؟ ۔ اس نے کہا : میں سفیہ شاعر ہوں ، تو نے میرا نسب بیان کرنے میں اور میرے متعلق جو کچھ کہا ہے درست کہا ہے ۔ تجھ پر میرا باپ قربان ہو مجھے یہ بتا کہ میں کب مروں گا ۔ دغفل نے کہا : اس کا علم میرے پاس نہیں ہے ۔ بہرحال اسے ازارقہ نے قتل کیا ۔

میدانی نے عربوں کے قول اِنَّ البلاءَ مُوَکَّلٌ بالمَنْطِق (ہماری اپنی کہی ہوئی باتیں ہی مصیبت کا باعث بنتی ہیں) پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے : المفضل سے مروی ہے کہ یہ مثال سب سے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہی جیسا کہ ابن عباس نے ذکر کیا ہے ۔ ابن[3] عباس کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

۱ ۔ محاورہ ہے نَکِدَتِ البئر : قلّ ماؤہ یہاں سے مراد ، کم فیض ہے ۔

۲ ۔ فرمان نبوی ہے : منھومان لایشبعان منھوم العلم و منھوم المال (دو قسم کے حریص سیر نہیں ہوتے ، علم کا حریص اور مال کا حریص)

۳ ۔ ملاحظہ ہو العقد الفرید : ۳ : ۲۴۸ - ۲۴۹ ۔ العقد الفرید میں دفعنا الی مجلس کی بجائے رفعنا الی چھپا ہے وہ غلط ہے ۔

کو اللہ کی طرف سے حکم ہؤا کہ آپ قبائل کے سامنے اپنے آپ کو پیش کریں اس وقت میں اور ابوبکرؓ دونوں آپ کے ساتھ تھے - ہم چلتے چلتے عربوں کی ایک مجلس میں پہنچے - ابوبکرؓ نے جو کہ بہت نسب دان تھے آگے بڑھ کر سلام کیا - انھوں نے سلام کا جواب دیا - اس کے بعد ابوبکرؓ نے پوچھا : تم کس قبیلے میں سے ہو ؟ انھوں نے جواب دیا : ربیعہ میں سے - ابوبکرؓ نے پھر کہا : تم ربیعہ کے اشراف[۵] میں سے ہو یا درمیانے طبقے کے لوگوں میں سے - انھوں نے کہا : ان کے عظیم شرفا میں سے - کہا: تم کون سے عظیم شرفا میں سے ہو - انھوں نے کہا : ذُہل ا کبر میں سے - کہا : کیا تمھیں میں سے وہ عَوف نامی شخص ہؤا ہے جس کے متعلق کہا جاتا لاحُرَّ بِوَادِیْ عَوْفٍ (عوف کی وادی میں کوئی آزاد شخص نہیں ہے) ؟ انھوں نے کہا : نہیں - کہا : کیا تمھیں میں سے جَسّاس بن مرّہ تھا جو اپنے عہد کی حمایت کرنے والا تھا اور پناہ گزیں کی حفاظت کرتا تھا ؟ انھوں نے کہا : نہیں - کہا : کیا تم ہی میں سے الحوفزان گزرا ہے جو بادشاہوں کا قاتل اور ان کی جانیں سلب کرنے والا تھا ؟ انھوں نے کہا : نہیں - کہا : کیا تم ہی میں سے آگے بڑھنے والا پگڑی والا فردہ تھا ؟ انھوں نے کہا : نہیں - کہا : کندی بادشاہوں کے [۳ : ۲۰۰] ماموں تم ہی میں سے تھے ؟ انھوں نے کہا : نہیں - کہا : کیا تم ہی میں سے وہ لوگ تھے جو لخم کے بادشاہوں کے داماد تھے ؟ انھوں نے کہا : نہیں - کہا : پھر تم ذہل اکبر نہیں ہو ، تم تو ذہل اصغر ہو - یہ سن کر ایک لڑکا کھڑا ہؤا جس کے منہ پر ابھی سبزہ اگا ہی تھا جسے دغفل کہا جاتا تھا اور اس نے کہا :

إنَّ عَلَى سَائِلِنَا أَنْ نَسْأَلَهْ
والعِبْءُ لَا تَعْرِفُهُ أَوْ تَحْمِلَهْ

ہمارا حق ہے کہ ہم بھی اپنے سائل سے کچھ سوال کریں اور جب تک

---

۵ - لسان العرب میں ہے : أمن هامها أم من لهازمها ای من اشرافها انت او من اوساطها -

تو خود بوجھ نہ اٹھا لے تو اسے جان نہیں سکتا (کہ کتنا بوجھ ہے)

اے میاں ! تو نے ہم سے سوال کیا اور ہم نے تجھ سے کوئی چیز نہیں چھپائی ۔ تو کن لوگوں[1] میں سے ہے ؟ کہا : میں قریش کا ایک فرد ہوں ۔ کہا : بہت خوب ، یہ تو شرف اور ریاست والے لوگ ہیں ۔ تو قریش کی کس شاخ میں سے ہے ؟ کہا : تیم بن مُرّہ میں سے ۔ بولا : خدا کی قسم تونے تیر انداز کو گردن[2] کے گڑھے پر تیر مارنے کا موقع دیا ہے ، کیا قُصیّ بن کلاب جس نے فہر کے قبائل کو جمع کیا اور جسے مُجمِّع کہا جاتا تھا تمھی میں سے تھا ؟ جواب دیا : نہیں ۔ بولا : کیا وہ ہاشم جس نے اپنی قوم کو ثرید بنا کر کھلایا حالانکہ مکے کے لوگ قحط زدہ اور دبلے ہو رہے تھے تمھی میں سے تھا ؟ جواب دیا : نہیں ۔ کہا : شیبۃ الحمد (عبدالمطلب) آسمان کے پرندوں کو کھانا کھلانے والا اور جس کا چہرہ تاریک رات میں چاند کی طرح چمکتا تھا تمھی میں سے تھا ؟ جواب دیا : نہیں ۔ بولا : تو کیا تم اہل رفادہ[3] میں سے ہو ؟ جواب دیا : نہیں ۔ بولا : تو کیا اہل حجابت میں سے ہو ؟ جواب دیا : نہیں ۔ بولا : تو کیا اہل سقایہ میں سے ہو ؟ جواب دیا : نہیں ۔ علی رضؓ فرماتے ہیں کہ اس پر ابوبکرؓ نے اپنی اونٹنی کی مہار کھینچ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے آئے ۔ اس وقت دغفل نے کہا :

---

۱ - بلوغ الارب میں فمن الرجل ہے اسے فمِمَّن الرجل پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں ہے ۔

۲ - بلوغ الارب میں صفا الثغرۃ ہے اسے سواء الثغرۃ پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں ہے ۔

۳ - رفادہ حجابت اور سقایہ کی تشریح دوسری جلد میں گزر چکی ہے ملاحظہ ہو بلوغ الارب : ۲ : ۲۸۳ ، ۲۸۵ ۔

صَادَفَ دَرْءُ السَّیْلِ دَرْأً یَدْفَعُہُ
یَہِیْضُہُ حِیْناً و حِیْناً یَصْدَعُہُ[1]

ایک طغیانی ریلے کا ٹکراؤ دوسرے ریلے سے ہو گیا جس نے اسے
دھکیل دیا وہ کبھی اسے توڑتا اور کبھی پھاڑتا تھا

خبردار ! خدا کی قسم ، اے قریش کے آدمی اگر تو ٹھہرا رہتا تو تجھے بتا دیتا کہ تو قریش کے ادنیٰ لوگوں میں سے ہے ، شرفا میں سے نہیں ہے ـــ کیا میں دغفل نہیں ہوں ! راوی کہتا ہے : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے ۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوبکرؓ سے کہا : یہ بدوی کیا تھا ، تجھے تو ایک بلا سے واسطہ پڑ گیا ۔ کہا : ہاں ۔ ایسے کو تیسا مل ہی جاتا ہے اور انسان کی گفتار ہی اس کے لیے مصیبت کا سبب بنتی ہے ۔

جس طرح عربوں کے نسب جاننے میں اس شخص کی طرف سب کی انگشت نمائی ہوتی ہے اسی طرح یہ [۳ : ۲۰۱] انواء اور آسمان کے علم اور قبائل کے حالات میں بھی ماہر تھا ۔

ھیثم بن عدی نے عوانہ سے روایت کیا ہے ، وہ کہتا ہے : زیاد نے دِغفل سے عربوں کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا : جاہلیت کا زمانہ یمن کے لیے تھا ، اسلام کا زمانہ مُضَر کے لیے ہے ، ان دونوں کے درمیان[2] کا زمانہ ربیعہ کے لیے ہے ۔ کہا : مُضر کے متعلق بتاؤ ۔ جواب دیا : کنانہ کی وجہ سے فخر کرو ، تمیم کی وجہ سے غلبہ[3] حاصل کرو

---

۱ ۔ صَادَفَ دَرْءُ السیل دَرْءًا یَصْدَعُہُ ایک مثال جس کا اردو میں بالمقابل ایسے کو تیسا ہے ۔ العقد الفرید میں صادف دَرْءُ السیل دَرْءًا ہے اور وہ غلط ہے ۔

۲ ۔ اسے الفَیْشَنَۃُ بینھما لربیعہ پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید (۳ : ۲۵۰) میں ہے ، بلوغ الارب میں الفتنۃ لربیعۃ ہے ۔ غلط ہے ۔

۳ ۔ بلوغ الارب میں کَایِرْ ہے مگر العقد الفرید میں کَاثِرْ ہے ۔

اور قیس کی مدد سے جنگ کرو کیونکہ انھی میں شہسوار اور بہادر[1] ہیں ۔ رہا قبیلۂ اسد تو یہ ذلیل[2] اور مکار ہیں ۔

کسی نے اس سے پوچھا : تو بنی عامر بن صعصعہ کے متعلق کیا کہتا ہے ؟ تو کہا : ان کی گردنیں تو ہرنوں کی سی ہیں اور کولھے عورتوں کے سے ۔ اچھا تو بنی اسد کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟ کہا : یہ لوگ فال نکالنے والے اور قیافہ شناس اور سب کے سب فصیح ہیں ۔ اچھا تو بنی تمیم کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟ کہا : کھردرا پتھر ہے ، اگر تو سامنے آ جائے گا تو تجھے دکھ دے گا اور اگر تو اسے چھوڑ دے گا تو تجھے معاف[3] کر دے گا ۔ اچھا تو خزاعہ کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟ جواب دیا : بھوک ہے اور پانی ۔ اچھا تو یمن کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟ جواب دیا : سردار[4] (بھی ہیں) اور احمق بھی ۔

نصر بن[5] سیار کہتا ہے :

إِنَّا وَهٰذَا الْحَيُّ مِنْ يَمَنٍ
عِنْدَ الْفَخَارِ أَعِزَّةٌ أَكْفَاءُ

---

۱ - بلوغ الارب میں النجوم ہے اسے الأنجاد پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں ہے ۔

۲ - بلوغ الارب میں ذل وکید ہے مگر العقد الفرید میں دَل و کبر ہے ۔

۳ - بلوغ الارب اور العقد الفرید دونوں میں اعفاك ہے مگر البیان والتبیین (۲ : ۸۰) میں خلّاك ہے ۔

۴ - اسے سَیِّدٌ وَأَنْوكُ پڑھیں جیسا کہ البیان والتبیین (۱ : ۳۴۷ ، ۲ : ۸۰ اور ۲ : ۲۵۳) میں ہے ۔ بلوغ الارب میں سیود ایوك ہے ۔

۵ - نصر بن سیار : بہادر اور خراسان کا حاکم تھا ۔ ھشام نے ۱۲۰ھ میں اسے وہاں کا حاکم مقرر کیا تھا ۔ ۱۳۱ھ میں وفات پائی ۔ نصر بنی لیث بن بکر میں سے تھا ۔ اس کا شمار خطبا شعرا میں ہوتا ہے (البیان والتبیین : ۱ : ۳۴۷) ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو العقد الفرید : ۳ : ۲۵۱ ۔

ہم اور یمن کا یہ قبیلہ مفاخرت کے وقت طاقتور اور ایک دوسرے کے ہمسر ہیں

قَوْمٌ لَهُمْ فِينَا دِمَاءٌ جَمَّةٌ
وَ لَنَا لَدَيْهِمْ إِحْشَنَةٌ[1] وَ دِمَاءٌ

یہ ایسی قوم ہے جن کے بہت سے خون ہمارے ذمے ہیں ، ہمیں بھی ان سے کئی عداوتوں اور خونوں کا بدلہ لینا ہے

وَ رَبِيعَةُ الأَذْنَابِ فِيمَا بَيْنَنَا
لاَ هُمْ لَنَا سِلْمٌ وَلاَ أَعْدَاءُ

اور ربیعة الاذناب ہم دونوں کے درمیان ایسے ہیں کہ ہماری نہ ان سے صلح ہے نہ دشمنی ہے

إِنْ يَنْصُرُونَا لاَ نَعِزُّ بِنَصْرِهِمْ
أَوْ يَخْذُلُونَا فَالسَّمَاءُ سَمَاءُ

اگر وہ ہماری مدد کریں تو ہم ان کی مدد سے طاقتور نہ بن سکیں گے اور اگر وہ ہمیں چھوڑ دیں تو یہ آسمان جب بھی آسمان ہی رہے گا

ابن الاعرابی[2] سے مروی ہے ، وہ کہتا ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ (انصار کی) ایک جماعت دغفل نسّابہ کے پاس اس کے نا بینا ہو جانے کے بعد آئی اور انھوں نے اسے سلام کیا ۔ اس نے کہا : تم کون لوگ ہو؟ انھوں نے کہا : یمن کے سردار ۔ اس نے کہا : کیا اس کی قدیم بزرگی اور اس کی وسیع شرافت کندہ میں سے ہو ؟ انھوں نے جواب دیا : نہیں ۔ اس نے کہا : پھر تم لمبی گردنوں والے اور خالص نسب والے

---

۱ - بلوغ الارب اور العقد الفرید دونوں میں أجنة ہے مگر اس سے کوئی معنی نہیں بنتے میں نے إحشنة پڑھ کر ترجمہ کیا ہے ۔

۲ - ملاحظہ ہو العقد الفرید : ۳ : ۲۶۹ ۔

بنو عبد المدان ہو ؟ انھوں نے کہا : نہیں - کہا : پھر تم کثیرالتعداد فوجوں کی خوب قیادت کرنے والے اور (دشمن کی) صفوں کو خوب چیرنے والے اور تلواروں سے خوب مارنے والے عمرو بن معدیکرب کا کنبہ ہو ؟ انھوں نے کہا : نہیں - کہا : پھر تم حاتم بن عبد اللہ الطائی کے کنبے کے وہ لوگ ہو جن کا[1] سامان ضیافت ہر وقت موجود رہتا ہے ، جن کے صحن پاکیزہ ہیں اور جو جنگ کے موقعے پر بہت قوی ہوتے ہیں - انھوں نے کہا : نہیں - کہا : پھر کیا تم کھجور کے درخت لگانے والے ، قحط سالی میں لوگوں کو کھانا کھلانے والے اور عدل و انصاف کی بات کہنے والے انصار ہو ؟ انھوں نے کہا : ہاں -

ذرا اس سمجھ اور ذکاء پر غور فرمائیے ـــــ

اور ان میں سے ایک

ورقاء الاشعر

[۳ : ۲۰۲] یہ بھی ان لوگوں میں سے تھا جو عربوں کے انساب کا علم رکھنے میں ضرب المثل ہو گئے تھے چنانچہ عربوں کی ایک مثال ہے أَنْسَبُ مِن ابن لسان[2] الحُمَّرَة ـ ابن لسان الحُمّره سے بھی زیادہ نسب دان - یہ بنی تیم اللات بن ثعلبہ کا ایک فرد تھا اور اپنے زمانے کے علما میں سے تھا ، اس کا نام ورقاء الاشعر ہے اور کنیت ابوکلاب -

---

۱ - اس عبارت کو یوں پڑھیں : أَحْضَرُها قِرَاءٌ و أَطيَبُهَا فِنَاءٌ و أَشَدُّها لِقَاءٌ جیسا کہ العقد الفرید میں ہے -

۲ - ابن لسان الحُمّره بنی تیم اللہ بن ثعلبہ کا ایک بدوی تھا - جب مغیرہ بن شعبہؓ کوفہ کے گورنر تھے تو یہ کوفہ آیا ، انھوں نے اس سے قبائل عرب کے طبائع اور عورتوں کے اخلاق کے متعلق چند سوال کیے ، اس نے عمدہ جوابات دیے (البیان والتبیین ; ۳ : ۱۶۲) -

میدانی کہتا ہے : یہ عربوں کا سب سے بڑا نسب دان تھا اور بڑائی[1] اعتبار سے بھی سب سے بڑا تھا ۔ قاموس میں ہے : ابن لسان الحُمّر سُکّرہ کی طرح ۔ فصیح و بلیغ خطیب ہے ، نسّابہ ہے ، اس کا نام عبد بن حصین یا ورقاء بن الاشعر ہے ۔

اور ان میں سے ایک

زید بن الکیس النمری

ہے ۔ یہ بنی عوف بن سعد بن تغلب بن وائل میں سے تھا ۔ قامو میں ہے : یہ نسب دان تھا ۔ ابو عبیدہ کہتا ہے : زید الکیّس ان عربو ں سے تھا جو علم نسب میں دغفل کے قریب آ جاتے ہیں ۔ اسی زید ا دغفل کے بارے میں مسکین[2] بن عامر کہتا ہے :

فَحِكّمْ دَغْفَلاً وَ أرْحَلْ إلَيْهِ
وَ لَا تَدَعِ المَطِيَّ مِنَ الكَلَالِ

دغفل کو ثالث بناؤ اور کوچ کر کے اس کے پاس جاؤ ، تھکان کے سبب سواری کو نہ چھوڑ دو

أوِابْنَ الكَيِّسِ النَّمَرِيَّ زَيْدًا
وَلَو أمْسٰى بِمُنْخَرَقِ الشَّمَالِ[3]

یا زید بن الکیس النمری کو ثالث بنا لو خواہ وہ ایسی جگہ چلا گیا ہو جہاں باد شمال چلتی ہے

---

۱ ۔ کتاب المعارف میں اعظمهم بنصرًا ہے ۔

۲ ۔ مسکین لقب ہے ۔ اصلی نام ربیعہ بن عامر بن أنیف ہے ۔ فرزد کا معاصر تھا اور بہادر شاعر تھا ۔

۳ ۔ یہ شعرالبیان والتبیین (۱ : ۳۲۲) میں یوں ہے :

و عندالكَيِّس النَّمَرى عِلْمٌ
وَ لَو أمْسَى بمنخرقِ الشَّمَالِ

اور ان میں سے ایک

النخار[1] بن اوس بن الحرث بن هذیم القضاعی

ہے۔ یہ شخص بھی علم نسب میں مُقَدَّم لوگوں میں مانا جاتا تھا۔
ابو عبیدہ کہتا ہے : یہ سب عربوں سے زیادہ نسب دان ہے۔ قاموس اور شرح قاموس میں ہے شَدَّاد کی طرح النَخَّار بن أَوْس بن أُبَیر القضاعی ہے۔ یہ تمام عربوں سے بڑا نسب دان تھا اور یہ سعد هذیم کی اولاد میں سے ہے۔ یہ دھاری دار چوغہ پہن کر معاویہ رضؓ[2] کے پاس آیا تو انھوں نے اسے بنظر حقارت دیکھا۔ اس پر وہ بولا : میرا چوغہ تو تم سے بات نہیں کرتا۔ بیان ختم ہؤا۔

اور ابوبکر بن درید[3] سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ابو حاتم نے ابو عبیدہ سے روایت کرتے ہوئے ہم سے بیان کیا [۳ : ۲۰۳] کہ ابو زرارہ بجّال بن حاجب العلقمی جو علقمہ بن زرارہ کی اولاد میں سے تھا ، کہتا ہے کہ یزید[4] بن شیبان بن علقمہ حج کے لیے روانہ ہؤا۔ جب شہر نظر

۱۔ یہ جمیل شاعر کا ہمعصر تھا ، اسے نَخَّار اس لیے کہا گیا کہ تقریر کرتے کرتے جب یہ جوش میں آتا تو ناک میں سے آواز نکالتا تھا (البیان والتبیین : ۱ : ۲۵ اور ۱۰۵)۔

۲۔ البیان والتبیین : ۱ : ۲۳۷ مگر وہاں نخّار کا جواب یوں ہے : یا امیر المؤمنین انّ العباءة لا تُکلِّمُکَ و انّما یکلمک من فیها۔

۳۔ ملاحظہ ہو امالی قالی : ۲ : ۲۹۸ - ۲۹۹۔

۴۔ یہاں پر بلوغ الارب کی عبارت درست نہیں ہے۔ عبارت یوں ہے : کان ابو زرارة بَجّال بن حاجب العلقمی من ولد علقمة بن زرارة خرج یرید بنی شیبان بن علقمہ حاجًا اسے یوں پڑھیں : قال ابو زُرارة

باقی حاشیہ صفحہ ۲۳۶ پر

آنے لگا تو اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھے آدمی کو کچھ لوگوں نے گھیرا ہؤا ہے جو اصل اونٹوں پر سوار تھے ۔ ان کے پالان سَیْسْ درخت کی لکڑی کے بنے ہوئے تھے جن پر رنگی ہوئی کھالیں پڑی ہوئی تھیں ۔ وہ کہتا ہے : میں اس طرف کو ہو لیا اور ان کو سلام کیا ۔ سلام پہلے میں نے کیا اور کہا : یہ کون شخص ہے ؟ اور یہ کون لوگ ہیں ؟ لوگ خاموش رہے اور اس بوڑھے کی ہیبت کی وجہ سے اس کی طرف دیکھتے رہے ۔ بوڑھے نے جواب دیا : میں مَہرہ بن حَیْدان بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ کا ایک فرد ہوں ۔ میں نے کہا : خدا تمھیں زندہ رکھے ، اور واپس چلنے لگا ۔ اس پر بوڑھے نے کہا : اے میاں ! تو نے ہم سے ہمارا نسب پوچھا اور ہم نے تجھے بتا دیا ، پھر بغیر کلام کیے واپس چلنے لگا ہے ۔ ابوبکر کہتا ہے : السکن بن سعید بن محمد بن عَبّاد نے یوں روایت کیا ہے : تو نے ہمیں اس طرح سونگھا جس طرح بھیڑیا بھیڑ بکریوں کو سونگھتا ہے اور پھر واپس چلنے لگا ہے ۔ میں نے کہا : میں نے کسی برائی کے باعث تجھ سے منہ نہیں موڑا ، البتہ میں نے تجھے اپنے قبیلے کا آدمی سمجھا تھا تا کہ میں بھی تیرے ساتھ شریک ہو جاؤں مگر تو نے اپنا ایسا نسب بیان کیا جسے میں نہیں جانتا اور میرا خیال نہیں کہ وہ بھی مجھے جانتا ہوگا ۔ راوی کہتا ہے کہ اس پر اس نے منہ سے کپڑا ہٹایا اور اپنی پگڑی اتاری اور کہا : اپنی جان کی قسم اگر تو عربی اصلوں میں کسی ایک اصل کا بھی ہوگا تو میں تجھے ضرور پہچان جاؤں گا ۔ میں نے کہا : میں اس کی معزز ترین اصل میں سے ہوں۔

صفحہ ۱۳۵ کا بقیہ حاشیہ

بَجّال بن حاجب العلقمی ۔ من ولد علقمة بن زرارة ۔ خرج یزید بن شیبان بن علقمہ حاجًا جیسا کہ امالی قالی میں ہے ۔ اس کی تائید العقد الفرید (۳ : ۲۳۹) کے اس بیان سے ہوتی ہے ۔ ذکروا انّ یزید بن شیبان بن علقمة بن زرارة بن عدس قال : خرجتُ حاجًّا ۔

ں نے کہا : عربوں کی بنا چار ارکان پر ہے رَبِیعہ ، مُضَر ، یمن اور
ضاعہ تُو ان میں سے کس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے ؟ میں نے کہا :
ضَر کے ساتھ ۔ اس نے کہا : کیا تو ارحاء میں سے ہے یا شہسواروں
ں سے ؟ میں سمجھ گیا کہ ارحاء سے مراد قبیلہ خِندِف ہے اور شہسوار
س ہیں ۔ میں نے کہا : ارحاء میں سے ۔ اس نے کہا : پھر تو خِندِف میں
ہ ہؤا ؟ میں نے کہا : ہاں ۔ اس نے کہا : کیا تو ان کی ناک کی
ک میں سے ہے یا کھوپڑی میں سے ۔ میں سمجھ گیا کہ أرنبة
ک کی نوک) سے مراد مُدرِکہ ہے اور جمجمہ سے مراد طابخہ لہذا
ں نے کہا : جمجمہ میں سے ۔ اس نے کہا : پھر تو طابخہ میں سے ہؤا ؟
ں نے کہا : ہاں ۔ اس نے کہا : کیا تو ان کے خالص لوگوں میں سے
، یا رذیل لوگوں سے ؟ میں سمجھ گیا کہ خالص تمیم ہیں اور رذیل
ب ۔ میں نے کہا : خالص لوگوں میں سے ۔ اس نے کہا : پھر تو تمیم
ں سے ہؤا ۔ میں نے کہا : ہاں ۔ اس نے کہا : کیا أحلمین (زیادہ حلم
لوں) میں سے یا أکرمین (زیادہ عزت والوں) میں سے یا اقلّین
کم تعداد والوں) میں سے ؟ میں سمجھ گیا کہ أحلمین عمرو بن تمیم
، اور اکرمین زید مناۃ اور اقلین الحٰرث بن تمیم ۔ میں نے کہا : اکرمین
ں سے ۔ اس نے کہا : پھر تو زید مناۃ میں سے ہؤا ؟ میں نے کہا :
ں ۔ اس نے کہا : تو کیا جدود (نہر کے کناروں) میں سے ہو یا بحور
مندروں) میں سے یا ثماد (کم پانی) میں سے ۔ میں سمجھ گیا کہ جدود مالک
ا : ۲۰۳] ہے بحور سعد اور ثماد امرؤالقیس بن زید مناۃ ۔ میں نے کہا :
ود میں سے ۔ اس نے کہا : تب تو تو بنی مالک میں سے ہے ؟ میں نے
ہا : ہاں ۔ اس نے کہا : کیا چوٹیوں (ذُریٰ) میں سے یا ارداف (چوتڑوں)
ں سے ؟ میں سمجھ گیا کہ ذری سے مراد حنظلہ سے ہے اور ارداف سے
راد ربیعہ اور معاویہ اور یہ کندھے کے دو مُہرے ہیں ۔ میں نے کہا :
ریٰ میں سے ۔ اس نے کہا : پھر تو بنی حنظلہ میں سے ہؤا ؟ میں نے
ہا : ہاں ۔ اس نے کہا : کیا تو بُدُور (چاندوں) میں سے ہے یا
سواروں میں سے یا جڑ میں سے ؟ میں سمجھ گیا کہ بدور سے مراد

مالک ہے اور شہسوار یربوع ہیں اور جڑ براجم ۔ لہذا میں نے کہا : بدور میں سے ۔ اس نے کہا : پھر تو بنی مالک بن حنظلہ میں سے ہؤا ؟ میں نے کہا : ہاں ۔ اس نے کہا : کیا ناک کی نوک میں سے یا جڑوں میں سے یا گدّی میں سے ؟ میں سمجھ گیا کہ ناک کی نوک (ارنبہ) دارم ہیں دو جبڑے (لحیین) طہیّہ اور عدویّہ اور قفا (گدّی) ربیعہ بن مالک بن حنظلہ ۔ میں نے کہا : میں ارنبہ میں سے ہوں ۔ اس نے کہا : پھر تو دارم میں سے ہؤا ؟ میں نے کہا : ہاں ۔ اس نے کہا : کیا لبّاب (گودے) میں سے ہے یا ھضاب (ٹیلوں) میں سے یا شہاب (ستارے) میں سے ؟ میں سمجھ گیا لباب عبد اللہ ہے ، ھضاب مجاشع اور شہاب نہشل ۔ میں نے کہا : لبّاب میں سے ۔ اس نے کہا : پھر تو بنی عبد اللہ میں سے ہؤا ؟ میں نے کہا : ہاں ۔ اس نے کہا : کیا تو بیت (گھرانے) میں سے ہے یا زوافر (مددگاروں) میں سے ؟ میں سمجھ گیا کہ بیت بنو زرارہ ہیں اور زوافر احلاف ۔ میں نے کہا : بیت میں سے ۔ اس نے کہا : پھر تو بنی زرارہ میں سے ہؤا ؟ میں نے کہا : ہاں ۔ اس نے کہا : زرارہ کے دس بیٹے تھے ، حاجب ، لقیط ، علقمہ ، معبد ، خزیمہ ، لبید ، ابو الحرث ، عمرو ، عبد مناۃ اور مالک ، ان میں سے تو کن میں سے ہے ؟ میں نے کہا : علقمہ کے بیٹوں میں سے ۔ اس نے کہا : علقمہ کے ہاں شیبان کے سوا کوئی اولاد نہیں ہوئی ۔ شیبان نے تین عورتوں سے شادی کی ۔ مہدد بنت حمران بن بشر بن عمرو بن مرثد جس سے یزید پیدا ہؤا اور اس نے عیکرشہ بنت حاجب بن زرارہ بن عدس سے شادی کی جس سے ماسور پیدا ہؤا اور نے عمرہ بنت بشر بن عمرو بن عدس سے شادی کی جس سے مقشعد پیدا ہؤا ۔ ان بیویوں میں سے تو کس کی اولاد میں سے ہے ؟ میں نے کہا : مہدد کی ۔ اس نے کہا : بھتیجے جب بھی دو گروہ مدرکہ کے بعد جدا جدا ہوئے تو تو ان کے افضل گروہ میں سے ہؤا تاآنکہ تیرے دو بھائیوں نے تجھے تنگ کیا اور وہ دونوں ایسے ہیں کہ میرے نزدیک اگر ان کی ماں میری ماں ہوتی تو میں اسے زیادہ پسند کرتا بہ نسبت اس کے کہ تمھاری ماں

ی ماں ہوتی ۔ بھتیجے ! کیا حال ہے ؟ کیا میں تجھے پہچان گیا ؟
نے کہا : ہاں ۔ تمھارے باپ کی قسم بہت خوب پہچانا ۔

[۳ : ۲۰۵] اس نسب دان کے کیا کہنے اور اس علم کے کیا
ہنے ، جس میں وہ اس مرتبے کو پہنچا ۔ نیز لوگوں کے حالات کو
ننے کے معاملے میں وہ کسی حد تک پہنچا تھا ۔ خواہ اپنا ہی باپ
یوں نہ ہو پھر بھی کسی نہ کسی حالت میں اختلاف آ ہی جاتا ہے
ر عرب تو اس کثرت سے ہیں ۔ ان کی اتنی بڑی تعداد ہے ۔ لیکن
ہ تعالیٰ کے عطیے اور اللہ تعالیٰ کی عنایت جب کسی کو توفیق عطا
رتی ہے تو اس کے لیے مشکل کام بھی آسان ہو جاتے ہیں اور وہ اس
ر تک پہنچ جاتا ہے جس تک بڑی کوشش کرنے والا نہیں پہنچ سکتا
واہ مدتوں تک کوششوں میں لگا رہے ۔

اور ان میں سے ایک

صعصعہ بن صُوحان

ہے ۔ یہ صَعْصَعَہ عربوں کے نسب جاننے کے معاملے میں شہرت
نے والے لوگوں میں سے تھا ۔ عہد جاہلیت میں اپنی قوم کے حالات
اننے کے سلسلے میں جو لوگ مُقَدَّم تھے اسے بھی ان میں شمار کیا
اتا تھا ۔ اس نے اسلامی زمانہ بھی پایا ہے ۔

کتاب الامالی[1] میں ہے : ابو بکر کی اپنی سند سے لے کر شعبی
ک سے مروی ہے : شعبی کہتے ہیں صعصعہ بن صُوحان جب
پہلی بار معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو معاویہؓ نے کہا : تو کن
لوگوں میں سے ہے ؟ اس نے کہا : میں نزاز کا ایک فرد ہوں ۔ معاویہؓ
نے کہا : نزاز کیا ہے ؟ اس نے کہا : جب وہ کسی پر چڑھائی کرتا
ہے تو دشمن کو گھیرے میں لے لیتا ہے ۔ جب واپس آتا ہے تو تیزی

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امالی قالی : ۲ : ۲۲۴ - ۲۲۵ ۔

سے واپس آتا ہے اور جب کسی سے (جنگ میں) ملتا ہے تو وسیع[1] میدان میں ملتا ہے ۔ معاویہؓ نے کہا : تو اس کی کس اولاد میں سے ہے ؟ کہا : ربیعہ میں سے ۔ کہا : ربیعہ کیا ہے ؟ جواب دیا : وہ گھوڑ سواروں کو لے کر چڑھائی کیا کرتا تھا اور رات کو غارت ڈالا کرتا اور جو کچھ حاصل کرتا اسے از رہ سخاوت دے دیتا تھا ۔ معاویہؓ نے کہا : تو اس کی کس اولاد میں سے ہے ؟ جواب دیا : اسد میں سے ۔ کہا : اسد کیا ہے ؟ جواب دیا : وہ کہ جو کسی چیز کو تلاش کرتا تو اس تک پہنچ جاتا اور جب حاصل کر لیتا تو لوگوں کو خوش کرتا اور جب واپس آتا تو کپڑے پہن کر ہرانے کر دیتا ۔ کہا : تو اس کی کس اولاد میں سے ہے ؟ جواب دیا : جدیلہ میں سے ۔ پوچھا : جدیلہ کیا ہے ؟ جواب دیا : وہ قد آور تھا ، عمدہ گھوڑے تیار رکھتا تھا اور عمدہ تیغ زن تھا ۔ کہا : تو اس کی کس اولاد میں سے ہے ؟ جواب دیا : دُعمِی میں سے ۔ کہا : دُعمِی کیا ہے ؟ جواب دیا : وہ اوپر کو اٹھنے والی آگ تھا ، کاٹ دینے والی جنگ تھا اور نفع رساں نیکی تھا ۔ کہا : تو اس کی کس اولاد میں سے ہے ؟ جواب دیا ۔ اَفْصٰی میں سے ۔ کہا : اَفْصٰی کیا ہے ؟ جواب دیا : وہ چھوٹے[2] پہاڑوں پر اترا کرتا تھا ۔ کثرت سے غارتگری کیا کرتا تھا اور پڑوسنوں کی حفاظت کیا کرتا تھا ۔ کہا : تو اس کی کس اولاد میں سے ہے ۔ [۳ : ۲۰۶] جواب دیا : عبدالقیس میں سے ۔ کہا : عبدالقیس کیا ہے ؟ جواب دیا : وہ (دشمن کو) پیچھے دھکیلنے والے بہادر ہیں ۔ سردار اور قائد ہیں ۔ شرفا اور رئیس ہیں ۔ پوچھا : تو اس کی کس اولاد میں سے ہے ؟ جواب دیا : افصٰی میں سے ۔ کہا : افصٰی کیا ہے ؟ جواب دیا : وہ ایسے نیزوں والا تھا جو (دشمن کی طرف) سیدھے کیے

---

۱ ۔ اِفْتَرَش : تَوَسَّعَ والفرش الفضاء الواسع لا جَبَل فيه ولا شَجَر (سمط اللآلی : ۸۳۹) ۔

۲ ۔ قارہ : چھوٹا پہاڑ جو دوسرے پہاڑوں سے الگ تھلگ ہو ۔

رہتے تھے - اس کی ہنڈیا بھری رہتی تھی اور پیالے خالی ہوتے تھے - کہا : تو اس کی کس اولاد میں سے ہے ؟ جواب دیا : لُکَیز میں سے - پوچھا : لُکَیز کیا ہے ؟ جواب دیا : بذات خود جنگ میں جاتا بہادروں سے گتھم گتھا ہوتا اور مال (لوگوں میں) بکھیرتا - کہا : تو اس کی کس اولاد میں سے ہے ؟ جواب دیا : عجل میں سے - پوچھا : عجل کیا ہے ؟ جواب دیا : سخت طاقتور شیر ہیں اور چوٹی کے بادشاہ ہیں اور پرانے سردار چلے آتے ہیں - پوچھا : تو اس کی کس اولاد میں سے ہے ؟ جواب دیا لعب میں سے - پوچھا : لعب کیا ہے ؟ جواب دیا : جنگ کی آگ بھڑکاتا تھا اور عمدہ ضرب لگاتا تھا اور مصیبت کو دور کر دیتا تھا - پوچھا : تو اس کی کس اولاد میں سے ہے؟ جواب دیا : مالک کی - پوچھا : مالک کیا ہے ؟ جواب دیا : خود بھی بہادر اور سخی ہے اور بہادر اور سخی کی اولاد ہے ، خود بھی سردار اور بہت عطیے دینے والا ہے اور سردار اور بہت عطیے دینے والے کی اولاد ہے - معاویہ رض نے کہا : خدا کی قسم تو نے اس قبیلہ قریش کے لیے کچھ باقی نہیں چھوڑا - اس نے جواب دیا : بلکہ میں نے بیشتر حصہ اور وہ حصہ چھوڑا ہے جو مجھے زیادہ محبوب ہے - پوچھا : وہ کیا ہے ؟ جواب دیا : میں نے قریش کے لیے اونٹوں کی پشم (والے) اور شہروں کے رہنے والے یعنی بدوی اور حضری اسوال اور سونا چاندی چھوڑا ہے ، صنعا اور شعائر حج ، گنبد اور قابل فخر باتیں ، تخت اور منبر اور قیامت تک حکومت چھوڑی ہے - معاویہ رض نے کہا : یاد رکھ اللہ کی قسم تجھے خطیب[۱] دیکھ کر مجھے غصہ آتا تھا - اس نے جواب دیا - خدا کی قسم مجھے بھی یہ بات بری معلوم ہوتی تھی کہ تمھیں امیر (المومنین) دیکھوں ازاں بعد وہ نکلا اور چل دیا - مگر معاویہ رض نے اسے واپس بلایا اسے انعام دیا اور اس کی عزت افزائی کی - اس صعصعہ کے بہت سے واقعات ہیں جن کا ذکر کرنا طول کا باعث ہوگا -

۱ - بلوغ الارب میں اسیراً ہے مگر امالی میں خطیبا ہے - میمن نے ''اثیراً'' تجویز کیا ہے -

اور ان میں سے ایک

عبداللہ بن عبدالحجر بن عبدالمدان

ہے - یہ مشہور نسب دان اور بڑا صاحب فہم شخص تھا ، ابوبکر سے مروی ہے کہ سکن بن سعید نے محمد بن عباد سے روایت کرتے ہوئے بتایا اور محمد بن عباد نے عباس بن ہشام کے حوالے سے بیان کیا - عباس کہتا ہے کہ (ملکی) معاملات درست ہو جانے کے بعد معاویہ رض نے عبداللہ بن عبدالحجر بن عبدالمدان سے سوال کیا اور عبدالحجر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہؤا تھا تو آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا تھا - چنانچہ انھوں نے پوچھا[1] : تجھے اپنی قوم کے متعلق کیسی معلومات حاصل ہیں ؟ جواب دیا : (مجھے ان کے متعلق) اسی قدر علم ہے جس قدر اپنے متعلق ہے- کہا : تو مراد کے متعلق کیا کہتا ہے ؟ جواب دیا : یہ لوگ (دشمنوں سے) انتقام لینے والے اور اپنی عزت و آبرو کو بچانے والے ہیں ، بلند رتبے اور شرف کو حاصل کرنے والے ہیں - کہا : تو نخع کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟ جواب دیا : یہ اپنے جانوروں کی حفاظت کرنے والے، جنگ کو بھڑکانے والے اور مصیبتوں کو دور کرنے والے ہیں - کہا : تو بنی الحرث بن کعب کے متعلق کیا کہتا ہے ؟ جواب دیا : یہ (میدان جنگ میں) انبوہ[2] کو کشادہ کر دینے والے ، معرکے کے شہسوار ، انبوہ مردم[3] کو چمٹ[4] جانے والے اور (بوقت صلح) سراپا صلح ہیں - کہا : تو سعد العشیرہ کے متعلق کیا

---

۱ - اس کے مزید سوال و جواب کےلیے ملاحظہ ہو العقد الفرید: ۱:۱۶۳
۲ : ۳۱۰ ; ۳ : ۲۷۵ ، ۲۸۳ ; ۷ - ۹۹ ، ۱۰۰-۱ : ۱۰۸

۲ - اللکاك : الزحام -

۳ - الضکاك مثل اللکاك سواءً -

۴ - لیزاز : یقال فلان لیزُ شر و لزیز شر ای لصیق شر لا یُقلِع عنہ -

کہتا ہے ؟ جواب دیا : یہ ظلم سے روکنے والے ، درجوں[1] (زینوں) کی بنا ڈالنے والے اور پیاس کو بجھانے والے ہیں ۔ کہا : تو جُعفی کے متعلق کیا کہتا ہے ؟ جواب دیا : یہ صبح کے شہسوار ، ہتھیاروں کو استعمال[2] کرنے والے اور ہوا[3] سے بھی آگے نکل جانے والے ہیں ۔ کہا : تو بنی زبیشد کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟ جواب دیا : یہ لوگ مسلّح اور بہادر ہیں ، سردار اور اشراف ہیں ، (دشمنوں کو) دھکیلنے کے وقت صاحب وقار ہوتے ہیں اور دشمن کے ریلے کے مقابل ثابت قدم رہنے والے ہیں ۔ کہا : تو جنَشب کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟ جواب دیا : یہ ایسے بچانے والے ہیں جو اپنے گھر بار اور عزت کو محفوظ رکھتے ہیں اور مصیبت زدہ کی مصیبت کو دور کرنے والے ہیں ۔ کہا : تو صُداء کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟ جواب دیا : یہ دشمنوں کے لیے زہر ہیں اور جنگ کو خوب بھڑکانے والے ہیں ۔ کہا : تو رَھَاء کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟ جواب دیا ۔ یہ (دشمن کے) شہسواروں کی تیزی کو رو لنے والے اور موت پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں جس طرح وہ اونٹ[4] پانی پر ٹوٹ پڑتے ہیں جو تین دن کے بعد پانی پینے آئے ہوں ۔ کہا : تو اپنی قوم کو خوب جانتا ہے[5] ۔

---

۱ ۔ الرّیم : الدرَجَہ (سیڑھی) قال ابو عمرو بن العلاء : أتیت دار قوم فی الیمن أسأل عن رجل فقال لی رجل : أسمُک فی الریم ای أعْلُ فی الدرجة ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں مُعْمِلُوا ہے اور یہی درست ہے مگر امالی القالی (۱ : ۱۵۷) میں مُعلموا ہے ۔

۳ ۔ بلوغ الارب میں مُبَارِزوا ہے اسے مُبَادرُوا پڑھیں جیسا کہ امالی میں ہے ۔ بَادَرَ فلاناً الشئی والیہ : سَبَقَہ ۔

۴ ۔ خوامس وہ اونٹ جو گھاٹ سے جانے کے بعد تین دن چرتے رہے ہوں ۔ چوتھے دن گھاٹ پر آئیں ۔

۵ ۔ اس بیان کے لیے ملاحظہ ہو امالی قالی : ۱ ۔ ۱۵۷ ۔ ۱۵۸ ۔

عربوں کی ایک مثال ہے أنسب من کُثَیّر

یہاں أنسب کا لفظ تَسیِشب سے لیا گیا ہے اور تَسیِب یہ ہے کہ شاعر کسی عورت کے حسن کا ذکر کرے اور یہ بتائے کہ اس کے عشق نے اس پر کیسے تسلط جما رکھا ہے ۔ نسیب غزل نہیں غزل تو یہ ہے کہ کوئی شخص عورتوں کی محبت اور ان کی طرف میلان رکھنے کی وجہ سے مشہور ہو جائے ۔ نسیب میں انھی باتوں کا ذکر و بیان ہوتا ہے ۔ رہا عربوں کا کہنا أَنْسَبُ مِنْ کُثَیِّرٍ (فلاں کُثَیّر سے بھی اچھی نسیب کہہ لیتا ہے) تو یہ شاعر[۱] کے اس شعر سے لیا گیا ہے :

وَ کَأَنَّ قُسًّا فی عُکَاظٍ یَخْطُبُ
وَ ابْنُ المُقَفَّعِ فی الیَتِیمَةِ یُسْهِبُ

ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ عکاظ میں قُس خطبہ دے رہا ہے اور ابن المُقَفّع اپنی کتاب الدرة الیتیمہ میں لمبی بحث کر رہا ہے

[۳ : ۲۰۸] وَ کَأَنَّ لَیْلَی الأَخْیَلِیَّةَ تَنْدُبُ
وَ کُثَیِّرُ عَزَّةَ یَوْمَ بَیْنٍ یَنْسِبُ

اور گویا لَیلٰی اخیلیہ نوحہ کر رہی ہے اور کثیر عَزّہ جدائی کے دن عشقیہ اشعار کہہ رہا ہے

جُمَحِی کہتا ہے : عشقیہ اشعار کہنے کے معاملے میں کُثَیّر کو وافر جوہر عطا ہؤا تھا ۔ ایسے فنون شعر میں وہ قدرت حاصل تھی جو جمیل کو حاصل نہ تھی ۔ اس کا نام [کاف پر ضمہ ثاء مثلثہ پر فتحہ اور یاء مشدّدہ تحتانیہ کے نیچے کسرہ ہے] اور وہ کُثَیّر بن عبدالرحمٰن بن ابی جُمُعہ بن الاَسْوَد بن عامر ہے ۔ لَخَمِی کہتا ہے : یہ کثیر بن ابی جمعہ ہے اور اس کی والدہ جُمُعہ اَشیم کی بیٹی تھی اور اشیم کی

---

۱ - یہ دونوں شعر ابو تمام کے ہیں جو اس نے حسن بن وہب کے بارے میں کہے تھے ۔

کنیت اسی بیٹی کے نام پر تھی اسی لیے کثیر بن ابی جُمعہ کہا گیا ہے - یہ خُزاعی ہے اور ابو خزاعہ کا نام الصلت بن النضر بن کنانہ ہے - اسی کے بارے میں کُثیّر کہتا ہے :

أَلَیْسَ أَبِیْ بِالنَّضْرِ أَمْ لَیْسَ وَ الِدِیْ
لِکُلِّ نَجِیْبٍ مِنْ خُزَاعَةَ أَزْهَرَا

کیا نضر میرا باپ نہیں ہے اور کیا میرا باپ خزاعہ کے روشن اور شریف لوگوں کی اولاد نہیں ہے

چنانچہ کُثیّر نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ قریش میں سے ہے - بعض کہتے ہیں کہ وہ ازدی ہے اور قحطان کی اولاد میں سے ہے- کُثیّر حجازی اور اموی دور کا شاعر ہے - اس کی کنیت ابو صخر ہے ، وہ کُثیّر عزّہ کے نام سے مشہور ہو گیا تھا - عزّہ اس کی محبوبہ ہے اس کے اکثر اشعار میں اسی کے ساتھ تشبیب کہی گئی ہے اور عزّہ ، ابن کلبی کے بیان کے مطابق ، عزّہ بنت حُمَیْد (حاء مہملہ پر ضمہ) بن حفص ہے اور بنی حاجب بن غِفّار میں سے تھی اور کنیت اُم عمرو اور یہ ضمریّہ ہے جو قبیلہ ضمرہ کی طرف نسبت ہے - اس کی نسبت کو جدّاعلیٰ کی طرف لوٹاتے ہوئے اکثر حاجبیّہ بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ کُثیر ایک قصیدے میں کہتا ہے :

خَلِیْلَیَّ إِنَّ الحَاجِبِیَّةَ طَلَّحَتْ
قَلُوْصَیْکُمَا و نَاقَتِیْ قَدْ أَکَلَّتِ

میرے دو دوستو ! حاجبیہ نے تمہاری جوان اونٹنیوں کو تھکا دیا ہے اور میری اونٹنی بھی تھک گئی ہے

ابن قتیبہ کتاب الشعرا میں کہتا ہے : عائشہ بنت طلحہ بن عبداللہ نے کثیر کو کہلا بھیجا : اے ابن ابی جُمُعہ تو عزہ کے متعلق جو [۳ : ۲۰۹] عشقیہ اشعار کہتا ہے کس لیے کہتا ہے حالانکہ وہ اس قدر خوبصورت نہیں ہے جس قدر تو بیان کر رہا ہے ؟ اگر تو چاہتا تو تو اس

عشق کو کسی اور عورت کی طرف پھیر دیتا جو اس کی زیادہ مستحق ہوتی مثلاً میں یا میرے جیسی کوئی دوسری عورت اور میں صرف اس کو آزمانا چاہتی تھی ۔ اس پر کثیر نے کہا :

إِذَا وَصَلَتْنَا خُلَّةٌ كَيْ تُزِيلَهَا
أَبَيْنَا وَقُلْنَا الْحَاجِبِيَّةُ أَوَّلُ

جب کوئی دوست عورت ہم سے اس لیے تعلق قائم کرے کہ حاجبیہ کو زائل کر دے تو ہم انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حاجبیہ پہلے (پھر کوئی اور)

لَهَا مَهَلٌ لَا يُسْتَطَاعُ دِرَاكُهُ
وَسَابِقَةٌ مِنَ الْحُبِّ لَا تَتَحَوَّلُ

اس میں وہ متانت پائی جاتی ہے جسے کوئی حاصل نہیں کر سکتا اور محبت میں وہ افضلیت ہے جو بدل نہیں سکتی

سَنُولِيكِ عُرْفًا إِنْ أَرَدْتِ وِصَالَنَا
وَنَحْنُ لِتِلْكَ الْحَاجِبِيَّةِ أَوْصَلُ

اگر تو ہم سے تعلقات قائم کرنا چاہتی ہے تو ہم تجھ سے بڑا اچھا سلوک کریں گے مگر اس حاجبیہ کے ساتھ ہمارے تعلقات تم سے زیادہ قائم رہیں گے

اس پر عائشہ نے کہا : اللہ کی قسم تو نے مجھے اپنی دوست کہا ہے حالانکہ میں تیری دوست نہیں ہوں ، تو نے اپنا تعلق مجھ سے قائم کرنا چاہا ہے حالانکہ میں نہیں چاہتی ، تو نے جمیل کی طرح کیوں نہیں کہا :

يَا رُبَّ عَارِضَةٍ عَلَيْنَا وَصْلَهَا
بِالْجِدِّ تَخْلِطُهُ بِقَوْلِ الْهَازِلِ

کئی عورتیں ہمیں اپنا وصل پیش کرتی ہیں اس سنجیدگی کے ساتھ جس میں ہنسی کی بات بھی ملی ہوتی ہے

فَأَجَبْتُهَا بِالرِّفْقِ بَعْدَ تَسَتُّرٍ
حُبِّي بُثَيْنَةَ عَنْ وِصَالِكِ شَاغِلِي

میں نے کچھ عرصہ چھپے رہنے کے بعد اس کو نرمی سے جواب دیا کہ جو محبت بثینہ کی میری دل میں ہے اس نے مجھے تمہارے وصل سے روک رکھا ہے

لَوْ كَانَ فِي قَلْبِي كَقَدْرِ قُلَامَةٍ
وَصَلْتُكَ كُتْبِي أَوْ أَتَتْكَ رَسَائِلِي

اگر میرے دل میں ناخن کے تراشے کے برابر بھی (تمہاری محبت) ہوتی تو میری چٹھیاں یا پیغامات تمہارے پاس آتے

اور قالی نے اپنی امالی[۱] میں عتبی کی روایت سے بیان کیا ہے - وہ کہتا ہے : عَزّہ عبدالملک بن مروان کے پاس آئی تو عبدالملک نے اس سے کہا : کیا تو ہی کُثیِّر والی عزہ ہے ؟ اس نے جواب دیا : ہاں - عبدالملک نے اس سے کہا : کیا تو کُثیر کے ان اشعار کی روایت کرتی ہے ؟

وَقَدْ زَعَمَتْ أَنِّي تَغَيَّرْتُ بَعْدَهَا
وَمَنْ ذَا الَّذِي يَا عَزُّ لَا يَتَغَيَّرُ ؟

اس کا خیال ہے کہ اس کے بعد مجھ میں تغیر آ گیا ہے - اے عزہ کون ہے جس میں تَغیُّر نہ آتا ہو

تَغَيَّرَ جِسْمِي وَالْخَلِيقَةُ كَالَّتِي
عَهِدْتِ وَلَمْ يُخْبَرْ بِسِرِّكِ مُخْبَرُ

میرا جسم تو متغیر ہو چکا ہے مگر مزاج وہی ہے جو تو نے دیکھا تھا تیرے راز کی کسی کو خبر نہیں دی گئی

عزہ نے کہا : میں یہ روایت نہیں کرتی لیکن یہ کرتی ہوں :

---

۱ - ملاحظہ ہو امالی قالی : ۲ : ۱۰۴-۱۰۵ -

كَأَنِّيَ أُنَادِي صَخْرَةً حِينَ أَعْرَضَتْ
مِنَ الصُّمِّ لَوْ تَمْشِي بِهَا الْعُصْمُ زَلَّتِ

جب اس نے مجھ سے منہ پھیر لیا تو میری یہ حالت تھی کہ گویا میں ایک ٹھوس چٹان کو پکار رہا ہوں کہ اگر پہاڑی بکرے بھی اس پر چلیں تو پھسل جائیں

صَفُوحاً فَمَا تَلْقَاكَ إِلَّا بَخِيلَةً
فَمَنْ مَلَّ مِنْهَا ذَلِكَ الْوَصْلَ مَلَّتِ

یہ مجھ سے اعراض کرتی ہے - تو جب بھی اس سے ملے گا اسے بخیل پائے گا اگر کسی کے وصل سے کوئی اکتاتا ہوتا تو اس سے اُکتاتا

ابن قتیبہ نے کتاب الشعرا میں روایت کیا ہے کہ عائشہ بنت طلحہ نے عزّہ سے کہا : کیا تو نے کُثیر کا یہ شعر دیکھا ہے

قَضَى كُلُّ ذِي دَيْنٍ فَوَفَّى غَرِيمَهُ
وَعَزَّةُ مَمْطُولٌ مُعَنًّى غَرِيمُهَا

ہر قرض دار نے قرضخواہ کو پورا پورا قرض ادا کر دیا ہے مگر عزّہ کے قرضخواہ کو دکھ دیا جاتا ہے اور قرض کی ادائیگی میں لیت و لعل کیا جاتا ہے

[۳ : ۲۱۰] یہ قرض کیا تھا ؟ اس نے کہا : میں نے بوسے کا وعدہ تو کیا تھا مگر پھر میں اس گناہ سے اجتناب کرتی رہی - عائشہ نے کہا : (قرض) ادا کر دو اور یہ گناہ میری گردن پر -

کُثَیّر کے نام کو مُصغّر اس لیے کیا گیا کہ یہ انتہائی کوتاہ قد اور حقیر معلوم ہوتا تھا - وقاصی کہتا ہے : میں نے کُثیر کو خانۂ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا ہے - اگر کوئی تجھ سے کہے کہ اس کا قد تین بالشت سے زائد تھا تو اسے سچا نہ سمجھنا -

الحَزِیْنُ[1] الکنانی اس کی ہجو میں کہتا ہے :

قَصِیْرُ القَمِیْصِ[2] فَاحِشٌ عِنْدَ بَیْتِہٖ
یَعَضُّ القُرَادُ بِاسْتِہٖ وَ ھُوَ قَائِمُ

چھوٹی سی قمیص پہنے ہوئے ہے اور گھر کے پاس ہو تو بد خلق ہوتا ہے (اس کا قد اتنا چھوٹا ہے کہ) چیچڑ باوجود اس کے کہ یہ کھڑا ہوتا ہے اس کی نشست کو کاٹ لیتا ہے

کُثیّر کی وفات یزید بن عبدالملک کی خلافت کے دور میں مدینہ منورہ میں ہوئی ۔ وہاں کے رہنے والے پر افضل ترین درود اور اکمل ترین سلام ہو ۔

جویریہ[3] بن اسماء کہتا ہے: کُثَیّر اور ابن عباس کے آزاد کردہ غلام عِکرمہ کی وفات ایک ہی دن ہوئی تو لوگوں نے کہا : آج ایک بہترین فقیہ اور ایک بہترین شاعر مرا ہے اور کوئی مرد یا کوئی عورت نہ تھی جو ان دونوں کے جنازے پر نہ آئی ہو ۔ یہ ۱۰۵ھ یا ۱۰۷ھ کی بات ہے ۔ کُثیّر کے جنازے پر زیادہ تر عورتیں تھیں ۔ اصبہانی نے اغانی میں اس کے لمبے چوڑے حالات نقل کیے ہیں ۔ ہمارا یہاں مقصد یہ ہے کہ ضرب المثل میں اَنْسب کا لفظ نَسِیْب سے لیا گیا ہے نَسَب سے نہیں ۔ اسی طرح عربوں کا أنسب مِنَ القطا کہنا ” نسبت “ سے ہے ، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بھٹ تیتر بولتا ہے تو خود اپنی نسبت ہی

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں الحر بن الکتانی ہے اسے الحَزِیْن الکنانی پڑھیں ۔ حَزِین لقب ہے اس کا نام عمرو بن عبید ہے ۔ عہد اموی کا شاعر ہے ۔ حجازی اور ہجو گوتھا اور اس کا ذریعہ معاش اس کے اشعار ہی تھے ۔

۲ ۔ تصحیح اغانی (۹ : ۷) سے کی گئی ہے ۔ بلوغ الارب میں قمیصٌ ہے ۔

۳ ۔ بلوغ الارب میں جویرہ ہے جو غلط ہے ۔

کچھ بیان کرتا ہے اس لیے کہ یہ پرندہ خود اپنا نام پکارتا ہے اور قطا قطا کہتا ہے ۔ قطاۃ ایک مشہور پرندہ (بھٹ تیتر) ہے ۔ یہ پرندہ تیزیٔ پرواز کی وجہ سے مشہور ہے ۔ اللہ بہتر جانتا ہے ۔

عربوں کا علم تاریخ

جو شخص عربوں کے اشعار کو تلاش و جستجو کرے ، جو مثالیں عربوں نے کہی ہیں ان سے واقفیت حاصل کرے اور ان کا پوری طرح جائزہ لے لے تو اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ عربوں کا گزشتہ استوں کے حالات ، ان کے اخلاق ، سیرت ، ان کی حکومتوں اور ان کی سیاست کی معرفت کے ضمن میں قدم کتنا راسخ تھا اور مہارت کتنی قابل قدر تھی ، بالخصوص عربوں کے اشعار تو ان کے اخلاق کا رجسٹر ہیں ۔ ان کے معارف کا خزانہ ہیں ان کے علوم کا ذخیرہ ہیں ۔ ان کے آداب کے محافظ ہیں اور ان کے حالات کی کان ہیں ۔ جب جنگ کے موقع پر یا نسب کے متعلق ان میں اختلاف پڑ جائے تو پھر وہ شعر ہی کی طرف رجوع کرتے تھے ۔ اسی لیے تو الشعر دیوان العرب (شعر عربوں کا رجسٹر ہے) کہا گیا ہے اسی بنا پر کسی نے کہا ہے

الشِعْرُ يَحفِظُ مَا أَوْدَى الزَّمَانُ بِهِ
والشِعْرُ أَفْخَرُ مايُنْبِيْ عَنِ الكَرَمِ

جن چیزوں کو زمانہ فنا کر دیتا ہے اشعار انھیں محفوظ کر دیتے ہیں ۔ شرف و کرم کی خبر دینے والوں میں شعر سب سے عمدہ (شے) ہے

لَوْلاَ مَقَالُ زُهَيْرٍ فِيْ قَصَائِدِهِ
مَا كُنْتَ تَعْرِفُ جُوْداً كَانَ فِي هَرِمِ

اگر زہیر کا کلام اس کے قصیدوں میں نہ ہوتا تو تجھے اس سخاوت کا پتا ہی نہ چلتا جو ہرم میں پائی جاتی تھی

انھی کے اشعار سے تو لوگوں نے عربوں کے واقعات اور جنگوں کو مرتب کیا ہے مثلاً ابو عبیدہ اور ابو الفرج اصبہانی وغیرہ نے ابو حاتم نے کتاب المُعَمّرین کی تالیف بھی انھی کے اشعار سے کی ہے اور جنھوں نے ان کے متقدمین شعرا کے حالات کو جمع کیا ہے وہ بھی انھی کے اشعار سے جیسے کتاب الشعر والشعرا از ابن قتیبہ اور جنھوں نے جزیرۃ العرب کے بارے میں لکھا ہے انھوں نے بھی ان ہی کے اشعار سے لے کر لکھا ہے۔ چنانچہ انھوں نے شہروں ، پہاڑوں وادیوں اور نشیبی زمینوں کا ذکر کیا ہے جو جزیرۃ العرب میں پائے جاتے ہیں۔ عربوں کے بادشاہوں اور ان کے حالات کے متعلق بھی جو کتابیں لکھی گئیں وہ بھی ان ہی کے اشعار سے لکھی گئیں۔ حیوانات اور نباتات کے متعلق جو کچھ لکھا جا چکا ہے وہ بھی ان کے اشعار سے ہی لیا گیا ہے مثلاً جاحظ کی کتاب الحیوان اور ابو حنیفہ الدینوری کی کتاب النبات۔ عربوں کے حالات ، ان کے مذاہب اور عہد جاہلیت کے رسم و رواج کے متعلق جو کتابیں لکھی گئیں وہ بھی ان ہی کے اشعار سے لے کر لکھی گئیں۔ ان ہی کے اشعار سے معلوم ہؤا کہ یہ کہنا کہ ذوالقرنین عربوں میں سے تھا وزنی قول ہے کیونکہ عربوں نے اسی کا ذکر کثرت سے کیا ہے۔ اعشی بنی[1] قیس بن ثعلبہ کہتا ہے :

وَ الصَّعْبُ ذُوالقَرْنَيْنِ أَمْسٰى ثَاوِياً
بِالحِنْوِ[2] فِيْ جَدَثٍ هُنَاكَ مُقِيْمِ

صعب ذوالقرنین حینو کے مقام پر ہی ایک قبر میں مقیم ہو گیا

اور رُبَیّع بن ضَبُع[3] کہتا ہے :

---

۱ - بلوغ الارب میں : اعشٰی بن ثعلبہ ہے۔

۲ - حِنْو : عراق میں حینو قراقر ایک مقام ہے جہاں ذوالقرنین مرا۔

۳ - بلوغ الارب میں ضبیع ہے۔

وَ الصَّعْبُ ذُوالقَرْنَيْنِ عَمَّرَ مُلْكَهُ
أَلْفَيْنِ أَمْسٰى بَعْدَ ذَاكَ رَمِيْمَا

صعب ذوالقرنین نے اپنا ملک دو ہزار سال آباد رکھا اور اس کے بعد وہ بوسیدہ ہو گیا

اور قُس بن ساعدہ کہتا ہے :

وَ الصَّعْبُ ذُوالقَرْنَيْنِ أَصْبَحَ ثَاوِياً
بِاللَّحْدِ بَيْنَ مَلَاعِبِ الأَرْيَاحِ

اور صعب ذوالقرنین اس جگہ قبر نشین ہوگیا جہاں ہوائیں اٹکھیلیاں کرتی ہیں

[۳ : ۲۱۲] اور تُبع الحمیری کہتا ہے :

قَدْ كَانَ ذُوالقَرْنَيْنِ قَبْلِي مُسْلِماً
مَلِكاً تَدِيْنُ لَهُ المُلُوْكُ وَ تَحْشُدُ

مجھ سے پہلے ذوالقرنین مسلمان ہؤا ہے وہ ایسا بادشاہ تھا جس کی دوسرے بادشاہ اطاعت کرتے اور اس کی آواز پر لبیک کہتے تھے

مِنْ بَعْدِهِ البِلْقِيْسُ كَانَتْ عَمَّتِي
مَلَكَتْهُمُ حَتّٰى أَتَاهَا الهُدْهُدُ

اس کے بعد میری پھوپھی بلقیس ہوئی ہے جو ہد ہد کے آنے تک ان پر حکومت کرتی رہی ہے

حارثیوں میں سے ایک شخص مضر کے کچھ لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے اس بات پر فخر کر رہا ہے کہ ذوالقرنین یمن میں سے تھا ۔

سَمُّوا لَنَا وَ احِداً مِنْكُمْ فَنَعْرِفَهُ
فِي الجَاهِلِيَّةِ لِاسْمِ المَلْكِ مُحْتَمِلاً

اپنے کسی ایک کا بھی نام لو جو عہد جاہلیت میں بادشاہت کے نام کا متحمل ہو سکتا تھا تاکہ ہم بھی پہچان لیں

كَالتُّبَّعَيْنِ وَذِي القَرْنَيْنِ يَقْبَلُهُ
أَهْلُ الحِجَا وَأَحَقُّ القَوْلِ مَا قُبِلَا

جیسے (اصغر اور اکبر) دونوں تبع اور ذوالقرنین جسے عقلمند لوگ
قبول کر لیں اور حق بات وہی ہوتی ہے جو قبول کر لی جائے

اور نعمان بن بشر الانصاری کہتا ہے :

وَمَنْ ذَا يُعَادِينَا مِنَ النَّاسِ مَعْشَرٌ
كِرَامٌ وَ ذُوالقَرْنَيْنِ مِنَّا وَ حَاتِمُ

ہے کوئی جو ہم سے عداوت رکھتا ہو ہم تو معزز لوگ ہیں
ذوالقرنین اور حاتم ہمیں میں سے تھے

ذوالقرنین کا ذکر امرؤ القیس ، اوس بن حجر اور طرفہ بن العبد وغیرہم کے اشعار میں بھی آیا ہے ۔ ان میں سے بیشتر شواہد سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ امرراجح یہی ہے کہ ذوالقرنین کا نام صَعْب تھا ۔

اور ان ہی کے اشعار سے ہمیں قس بن ساعدہ کا حال معلوم ہؤا اور یہ بھی معلوم ہؤا کہ عرب کا اس میں کس حد تک اعتقاد تھا حتٰی کہ انھوں نے اس کی حد درجہ تعظیم کی ۔ ان کے شعرا نے اس کی دانائی کی مثالیں بیان کیں ۔ کتاب الاصابہ میں اس کے شواہد پائے جاتے ہیں ۔ یہی حال لقمان بن عاد الاکبر اور الاصغر اور لُقَيْم بن نقمان کا تھا ۔ کیونکہ عرب شرافت ، بلند مرتبہ ، علم ، دانائی ، زبان اور حلم کی وجہ سے ان کی بڑی تعظیم کیا کرتے تھے اور یہ دونوں وہ لقمان نہیں ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے جیسا کہ مفسرین کہتے ہیں ۔ اس کے بلند مرتبے اور بڑی شان کی وجہ سے ہی النمر بن تولب کہتا ہے :

لُقَيْمُ بنُ لُقْمَانَ مِنْ أُخْتِهِ
فَكَانَ ابنَ أُخْتٍ لَهُ وَ ابْنَمَا

لُقَيْمُ بن لقمان اس کی بہن سے پیدا ہؤا تھا لہذا وہ اس کا بھانجا بھی ہؤا اور بیٹا بھی

لَيَالِيَ حُمِّقَ فَاسْتَحْصَنَتْ
عَلَيْهِ فَغُرَّ بِهَا مُظْلِمَا

یہ ان راتوں کی بات ہے جب اسے شراب پلا کر بدمست کر دیا گیا اور وہ اس کے پاس اسی طرح آئی جیسے بیوی خاوند کے پاس آتی ہے اور تاریکی میں اس کی غفلت کی حالت میں وہ اس کے پاس رہی

فَغُرَّ بِهَا رَجُلٌ مُحْكَمٌ
فَجَاءَتْ بِهِ رَجُلاً مُحْكَمَا

[۳ : ۲۱۳] ایک دانا آدمی کو اس طرح دھوکا دیا گیا جس کے نتیجے کے طور پر لُقَیم دانا پیدا ہؤا

قصہ یوں ہؤا کہ لقمان کی بہن نے لقمان کی بیوی سے کہا : میں احمق بچے جننے والی عورت ہوں اور لقمان عقلمند اور نجیب اولاد پیدا کرنے والا ہے ، میں اس وقت حیض سے پاک ہوں الھذا مجھے اپنی رات ہبہ کر دے ۔ وہ مان گئی لہٰذا اس نے رات لقمان کی بیوی کے گھر گزاری ۔ لقمان اس سے ہم آغوش ہؤا ، وہ لُقیم سے حاملہ ہو گئی ۔ یہی وجہ ہے کہ نمر بن تولب نے ایسا کہا ہے اور جب کوئی احمق بچے جنے تو اسے مُحْمِقَة کہتے ہیں اور یہ اسی وقت معلوم ہو سکتا ہے جب ایک عورت یہ دیکھے کہ اس کے خاوند کے وہ بچے جو دوسری بیوی سے پیدا ہو رہے ہیں علقمند ہیں ۔ جاحظ نے کتاب البیان[1] میں لُقمان اور لُقیم کے متعلق لمبی بحث کی ہے ، اس نے اس کے حالات کے متعلق عربوں کے شواہد پیش کیے ہیں ۔

---

۱ - جاحظ (البیان والتبیین : ۱ : ۱۸۴) کہتا ہے : لقمان کی بہن نے لقمان کی بیوی سے کہا : میرے ہاں احمق اولاد پیدا ہوتی ہے اور لقمان دانا اور نجیب اولاد پیدا کرتا ہے لہٰذا تو اپنی رات مجھے ہبہ کر دے اس نے مان لیا اور لقمان کی بہن لقمان کی بیوی کے گھر اس رات رہی جس سے استقرار حمل ہؤا اور لُقیم پیدا ہؤا ۔

ان کے اشعار ہی سے وہ کتابیں مدوّن کی گئی ہیں جو مہمانوں اور شہسواروں وغیرہ کے متعلق ہیں۔ علامہ ہمدانی نے اپنی کتاب الوشی المرقوم میں اس سے بھی زیادہ مبالغہ کیا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے: عرب و عجم کے حالات اگر لوگوں کو معلوم ہوئے ہیں تو صرف عربوں ہی کے ذریعے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ مکے میں رہتے تھے انھیں عرب عاربہ کے حالات کا پورا علم ہوتا تھا، اہل کتاب کے حالات کا بھی پتا ہوتا تھا کیونکہ یہ لوگ تجارت کے لیے مختلف شہروں کو جاتے اور لوگوں کے حالات معلوم کر لیتے تھے۔ اسی طرح جو لوگ حیرہ میں رہتے اور ایرانیوں کے پڑوس میں تھے انھیں ان کے حالات کا علم ہوتا تھا اور حمیر کے عہد کا بھی پتا ہوتا تھا اور یہ کہ وہ ان علاقوں میں کیسے زندگی گزارتے تھے۔ اسی طرح جو شام میں رہتے تھے وہ رومیوں، بنی اسرائیل، یونان، بحرین اور عمان کے رہنے والوں کے حالات معلوم کر لیتے تھے چنانچہ انھی کے ذریعے سندھ اور فارس کی بھی خبریں آتی تھیں۔ جو یمن میں رہتا تھا وہ تمام امتوں کے حالات جانتا تھا کیونکہ یہ لوگ سیّاح بادشاہوں کے زیر سایہ رہتے تھے۔ رفتہ رفتہ وہ کہتا ہے: عرب عمدہ حافظے والے اور اعلٰی راوی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ عرب (جیسا کہ کبھی بھی اس شخص پر مخفی نہیں ہے جو ان کے اقوال اور اشعار کی گہرائیوں میں اترتا ہے) کو تاریخ کی روایت کرنے میں بہت بڑا کمال حاصل تھا، اور جو کتابیں عربوں کی امثال کے متعلق لکھی جا چکی ہیں ان کا اگر کوئی مطالعہ کرے تو اسے بہت سا ایسا تاریخی مواد ملے گا جو ہر طرح کے شک و شبہ سے پاک ہو گا۔

عربوں کا علم تاریخ عہد جاہلیت میں

[۳ : ۲۱۴] یہ تو ہم نے بہ تفصیل بیان کر دیا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں عربوں کو لوگوں کے حالات روایت کرنے، گزشتہ صدیوں کے جاننے، گزشتہ امتوں کے حالات معلوم کرنے اور سابقہ قوموں کی

سیرت کے علم میں دیگر امتوں پر سبقت حاصل تھی جیسا کہ ان کے اشعار ، ان کی امثال اور دیگر اقوال سے پتا چلتا ہے ۔ اب اس کے بعد ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تاریخ کے ضمن میں ان کا طریق عمل کیا تھا ، اور وہ واقعات اور حادثات کے مبدأ کو کس طرح ضبط کرتے تھے ۔ امام ابوبکر الصولی (م۳۳۵ھ) کی کتاب ادب الکتاب میں اس کا خلاصہ مرقوم ہے ۔ یہ کتاب اپنے فن میں یکتا کتاب ہے ۔ چنانچہ میں عرض کرتا ہوں ، مدد اللہ ہی کی طرف سے ہے :

ہر چیز کی تاریخ وہ غایت اور وقت ہے جہاں آ کر وہ ختم ہوتی ہے اسی سے یہ قول ہے : فلان تاریخ قومہ فی الجود یعنی (اس کی قومی) سخاوت کی انتہا اس پر ہوتی ہے ۔ ایک لغت دان سے پوچھا گیا کہ اس (لفظ) کے معنی کیا ہیں ؟ اس نے کہا : اس کے معنی تاخیر کے ہیں ۔ ایک اور نے کہا : اس کے معنی ثابت کرنے کے ہیں ۔ محاورے میں یوں بولا جاتا ہے وَ رَّخْتُ الکِتَابَ تَورِیْخًا اور یہ تمیم کا محاورہ ہے ۔ اسی طرح أَرَّخْتُہُ تَارِیخًا ہے جو قیس کا محاورہ ہے اور تاریخ (تثنیہ) تاریخان (اور جمع) تواریخ اور أَرِّخْ کِتَابَکَ وَ وَرِّخْہُ (اپنی کتاب کی تاریخ بنا)

ہر نبوت اور حکومت کی تاریخ ہے ۔ اب عربوں کو لیجیے تو وہ قدیم زمانے میں ستاروں (کے اعتبار) سے تاریخ مقرر کیا کرتے تھے اور یہی اصل ہے ۔ اسی وجہ سے منشی یوں کہنے لگے کہ میں نے فلان کے لیے اتنے ستارے مقرر کر دیے تاکہ وہ اتنے ستاروں (قسطوں) میں ادا کر دے اور انجمۃ نجوم کی جمع ہے ، عرب النجم سے خاص طور پر ثریا مراد لیتے ہیں ۔ اسی سے ان کا یہ قول ہے :

طَلَعَ النَّجْمُ غُدَیَّہْ
فَابْتَغَی الرَّاعِیْ کُسَیَّہْ

ثریا صبح کو طلوع ہوا تو چرواہے نے کپڑا طلب کیا

اس کے علاوہ نجم کا لفظ تمام ستاروں کے لیے بولا جاتا ہے ۔

مفرد سے جمع مراد لی جاتی ہے جس طرح کہا جاتا ہے أهلكَ النّاسَ الدينارُ و الدرهمُ (لوگوں کو درہم و دینار نے تباہ کر دیا) مراد جنس درہم اور جنس دینار ہوتی ہے - اسی بنا پر ابو عمرو بن العلاء نے یوں پڑھا ہے : (و سَيَعْلَمُ الكَافِرُ[1] لِمَنْ عُقْبَى الدّار) (کافروں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ دار آخرت کن کا ہے) اور نجم اس نباتات کو بھی کہتے ہیں جو نکل آئی ہو اور (النجمُ الرأی) وہ رائے جو ظاہر ہو - مگر یہ معنی وہ نہیں ہیں (جو ہم بیان کر رہے ہیں) -

عرب ہر اس سال سے تاریخ مقرر کیا کرتے تھے جس میں کوئی مشہور اور متعارف واقعہ پیش آیا ہو - چنانچہ انھوں نے ہاتھیوں والے سال سے تاریخ مقرر کی اور اسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی یہ واقعہ کسریٰ انوشیروان کی حکومت کے اڑھتیسویں سال میں رونما ہؤا تھا (ہاتھیوں کا قصہ جزء اول کی ابتدا میں مکہ شرفہا اللہ تعالیٰ کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے) - عربوں نے عام خنان (خنان کے سال) سے بھی تاریخ مقرر کی کیونکہ اس میں کثرت سے اموات ہوئیں اور یہ ان کے لیے بڑی مصیبت تھی ، چنانچہ نابغہ جعدی کہتا ہے :

فَمَنْ يَكُ سَائِلاً عَنِّي فَإِنِّي
مِنَ الشُّبَّانِ أَيَّامَ الخُنَانِ

[۳ : ۲۱۵] اگر کوئی مجھ سے پوچھے تو میں (بتاؤں گا کہ) ایام خنان[2] میں جوانوں میں سے تھا

---

۱ - مراد یہ ہے کہ کافر مفرد بول کر جنس کفّار مراد لی گئی ہے .
۲ - ایام خُنَان : خُنَان دراصل ایک بیماری ہے جو اونٹ کے نتھنوں میں لگ جاتی اور اس سے اس کی موت واقع ہو جاتی ہے - اس قسم کی بیماری المنذر بن ماء السماء کے عہد میں لوگوں کو لگی اور کثرت سے اموات واقع ہوئیں -

مَضَتْ مِائَۃٌ لِعَامَ وُلِدتُ فِیْہِ
وَ عَشْرٌ بَعْدَ ذَاکَ وَ حِجَّتَانِ

جس سال میں پیدا ہؤا اس سے اب تک ایک سو سال اور دس سال
اور پھر دو سال (یعنی کل ۱۱۲ سال) گزر چکے ہیں

قریش نے ہشام بن المغیرہ المخزومی کی بزرگی کی وجہ سے اس کی وفات سے تاریخ مقرر کی اسی لیے ان کا شاعر کہتا ہے :

و اَصْبَحَ بَطْنُ مَکَّۃَ مُقْشَعِرًّا
کَاَنَّ الاَرْضَ لَیْسَ بِھَا ھِشَامُ

تمام وادی مکہ میں لرزہ پڑ گیا جیسا کہ وہاں ہشام ہی نہیں ہے

زہری اور شعبی سے مروی ہے کہ بنی اسمعیل[1] نے اس زمانے سے تاریخ شروع کی جو نار ابراھیم سے لے کر اس زمانے تک تھا ۔ جب انھوں نے اسمعیل کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا اور بنی اسمعیل نے بنائے کعبہ سے لے کر مَعَدّ کے منتشر ہو جانے تک کے زمانے سے تاریخ شروع کی (چنانچہ جب کوئی قوم نکل کر جاتی تو اپنے نکلنے کے وقت سے تاریخ شروع کرتی ۔ بنی اسمعیل میں سے جو لوگ تہامہ میں رہ گئے تھے وہ سعد ، نہد ، جہینہ اور بنی زید کے جہینہ کے تہامہ سے نکلنے سے تاریخ شروع کرتے تھے) ۔ اس کے بعد وہ ایک ایک چیز لے کر تاریخ مقرر کرتے رہے تاآنکہ کعب بن لُؤی کی موت واقع ہوئی ۔ اس کے بعد انھوں نے عام الفیل (ہاتھیوں والے سال) سے تاریخ شروع کی تاآنکہ عمر بن الخطاب نے ہجرتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تاریخ مقرر کر دی ۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ابو موسیٰ اشعری نے ان کی طرف لکھا : ہمارے پاس امیر المؤمنین کی طرف سے چٹھیاں آتی ہیں جن پر تاریخ نہیں ہوتی ۔ ہم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ کس پر عمل کریں (اور کس

---

۱ - بہجہ اثری لکھتے ہیں کہ یہاں بنی اسمعیل کی بجائے بنی اسحٰق ہونا چاہیے ۔

پر نہ کریں) یہ بھی مروی ہے کہ انھوں نے ایک دستاویز پڑھی جس کی مدت شعبان تک کی تھی تو کہا : یہ کونسا شعبان ہے ؟ گزشتہ یا آئندہ ؟ پھر کسی نے کہا کہ عام الفیل سے تاریخ رکھو ، کسی نے بعثت سے شروع کرنے کو کہا ، پھر ہجرت پر سب کا اتفاق ہو گیا [۳ : ۲۱۶] اور یہی وجہ ہجرت سے تاریخ مقرر کرنے کی ہوئی اور کہا : ابتداء کہاں سے ہو ؟ بعض نے رمضان کا مہینہ بتلایا ، بعض نے رجب کیونکہ یہ ماہ حرام ہے اور عرب اس کی تعظیم بھی کرتے ہیں ۔ پھر محرم پر سب کا اتفاق ہو گیا اور کہا : یہ ماہ حرام ہے لوگ اس ماہ میں حج کر کے واپس جاتے ہیں ۔ یہ حرام مہینوں میں سے آخری مہینہ تھا مگر اب اسے پہلا بنا دیا گیا کیونکہ عربوں کے ہاں یہ تین تو مسلسل آتے تھے ذوالقعدہ ، ذوالحجہ اور محرم اور رجب کا مہینہ تنہا تھا ۔ اس طرح یہ چار ماہ دو سالوں میں آتے تھے مگر جب محرم کو پہلا بنا دیا گیا تو پھر چاروں ماہ ایک ہی سال میں آ گئے ۔

صولی کہتا ہے کہ میں نے ابو ذکوان سے آرَّخْتُ اور وَرَّخْتُ کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا : یہ اسی طرح ہے جس طرح أَكَّدتُ الأَمْرَ تَأْكِيداً اور وَكَّدتُهُ تَوْكِيداً (میں نے بات کی تاکید کر دی) تمیم کے محاورے میں آتا ہے اور قرآن مجید اسی لغت کے مطابق نازل ہوا : وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا (قسموں یا معاہدوں کے پختہ ہو جانے کے بعد انھیں توڑا نہ کرو) رہا (لفظ) تاریخ تو یہ قیس کی لغت ہے اور اسی کو لوگ بھی استعمال کرتے ہیں ۔ رہا توریخ (کا لفظ) جو تمیم کی لغت ہے تو اسے کبھی کسی تحریر کنندہ نے استعمال نہیں کیا اگرچہ عربوں کے استعمال میں آتا تھا ۔ عربوں نے تاریخ (کے ملحوظ رکھنے) میں راتوں کو دنوں پر غالب قرار دیا ہے اس لیے کہ مہینے کی (پہلی) رات (پہلے) دن سے پہلے آتی ہے ۔ رات دن سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ دن رات سے پیدا ہوتا ہے ۔ نیز اس لیے بھی کہ چاند راتوں کے لیے ہوتے ہیں ، دن کے لیے نہیں ہوتے اور راتوں ہی میں مہینہ داخل ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں کہیں ان

دونوں کا ذکر کیا ہے تو رات کا ذکر پہلے کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَ وَاعَدْنَا مُوْسٰی ثَلَاثِیْنَ لَیْلَةً وَ اَتْمَمْنَاهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً

ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور دس اور ان کے ساتھ ملا کر ان کو مکمل کر دیا لہٰذا اللہ تعالیٰ کا چالیس راتوں کا وعدہ پورا ہو گیا

اور فرمایا : سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَ ثَمَانِیَةَ اَیَّامٍ حُسُوْمًا (اللہ نے ان پر اسے سات راتیں اور آٹھ منحوس دن مسلط کیے رکھا) اور فرمایا : یُوْلِجُ اللَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی اللَّیْلِ (رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں) اور اللہ جل اسمہ فرماتا ہے : سِیْرُوْا فیها لَیَالِیَ وَ اَیَّامًا اٰمِنِیْنَ (اس میں کئی راتیں اور کئی دن تک امن سے چلتے پھرو) اور عرب رات کا لفظ ان چیزوں میں استعمال کرتے ہیں جن میں رات کے ساتھ دن بھی شریک ہو (اور وہاں) دن کا لفظ استعمال نہیں کرتے کیونکہ عرب رات کو تکلیف دہ سمجھتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں اَدْرَکَتْنِی اللَّیْلُ بِمَوْضِعِ کَذَا (فلاں جگہ پر پہنچ کر مجھے رات ہو گئی) اور یہ رات کی ہیبت کی وجہ سے ایسا بولتے ہیں اور نابغہ کہتا ہے :

فَاِنَّکَ کَاللَّیْلِ الَّذِی هُوَ مُدْرِکِیْ
وَ اِنْ خِلْتُ اَنَّ الْمُنْتَاٰی عَنْکَ وَاسِعُ

تو تو اس رات کی طرح ہے جو (جہاں کہیں بھی میں ہوں گا) مجھے آ دبوچے گی خواہ میں (اپنے دل میں) یہ خیال کرتا رہوں کہ میرے اور تیرے درمیان وسیع فاصلے حائل ہیں

اور عرب کہتے ہیں صُمْنَا عَشْرًا مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ

(ہم نے ماہ رمضان کی دس راتوں کا روزہ رکھا) حالانکہ روزہ دن کا ہوتا ہے لیکن عربوں نے اسے جائز سمجھا ہے کیونکہ ماہ رمضان کی ابتدا رات سے ہوتی ہے اور ابو عبیدہ نے یہ شعر پیش کیا ہے :

فَصَامَتْ ثَلاَثًا مِنْ مَخَافَةِ رَبِّهَا
وَلَوْ مَكَثَتْ خَمْسًا هُنَاكَ لَصَلَّتِ[۱]

یہ اپنے مالک کے خوف سے تین راتیں وہاں ٹھہری رہیں اور اگر پانچ راتیں ٹھہرتیں تو پیاس کے مارے ان کی انتڑیاں خشک ہو جاتیں

سوائے جمادی الاولی اور جمادی الآخری کے تمام مہینے مذکر ہیں اور لکھتے ہیں : من شهر کذا (فلاں مہینے کی) سوا تین مہینوں کے (کہ ان کے ساتھ شہر کا لفظ لانا ضروری ہے) چنانچہ لکھتے ہیں فی شہر رَمَضَانَ (ماہ رمضان میں) اس لیے کہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں : إِنْ كُنْتُم تَعْلَمُوْنَ ۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ القُرآن (اگرچہ تم جانتے ہو ماہ رمضان تو وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا) اور کہتے ہیں شہر ربیع الاول اور شہر ربیع الآخر (یعنی شہر ۳ : ۲۱۷] کے لفظ کے ساتھ) کیونکہ ربیع تو سال کا ایک وقت (موسم بہار) ہے لہذا اگر وہ صرف مِنْ رَبیع کہتے اور شہر کا لفظ ساتھ استعمال نہ کرتے تو اس بات کا خطرہ تھا کہ کوئی اسے موسم ربیع سمجھ لے ۔ راعی کہتا ہے :

شَهْرَيْ رَبِيعٍ مَا تَذُوقُ لَبُونُهُمْ
إِلاَّ حُمُوضًا وَخْمَةً وَذَوِيلاَ

ربیع کے دونوں مہینوں میں ان کی دودھ دینے والی اونٹنیاں ناموافق آنے والی حمضہ بوٹی اور خشک نباتات کے سوا کچھ نہ کھاتی تھیں

---

۱ ۔ صَلَّ الإبِلُ : يَبِسَتْ امعاؤها من العطش فسمع لها صوت عند الشرب كالبُحَّةِ ۔

ہر وہ نباتات جو ٹوٹ کر سیاہ ہو چکی ہو ذَوِیل کہلاتی ہے -

پھر جب عرب پہلی رات، کا چاند دیکھتے تو یوں لکھتے : وَکُتِبَ لَیْلَۃَ الجُمُعَۃِ غُرَّۃَ کَذَا و مُستَہَلُّ کذا و مُہِلُّ شہر کَذَا (یہ تحریر جمعے کی رات فلاں ماہ کا چاند دیکھ کر لکھی گئی) کیونکہ عرب یوں بولتے ہیں : اُستُہِلَّ الھِلاَلُ اور اُہِلَّ الھِلاَلُ اور یوں نہیں کہتے : ھَلَّ اور نہ اَھَلَّ اور نہ استَھَلَّ ، جو اس طرح کہتا ہے غلط کہتا ہے اور إستِہلال کے معنی آواز نکالنے اور چیخنے کے ہیں - اسی سے پیدائش کے وقت بچے کے چیخنے اور رونے کو إستِھلاَلُ الصَّبِیِّ کہتے ہیں ، نیز یہ کہ عرب مہینے کی ہر پہلی رات کو چاند دیکھ کر اللہ اکبر کہا کرتے تھے - اسی طرح دیگر مہینوں کے شروع میں کیا کرتے تھے اس لیے کہ جو وقت گزر گیا ہوتا اس کے گزر جانے کی وجہ سے حج کا وقت قریب آ رہا ہوتا تھا اور موسم حج سے انھیں خوشی ہوتی تھی - لہٰذا انھوں نے رُؤیۃ ہلال کو اپنے فعل (اللہ اکبر کہنے) کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا : إستَہَلَّ اور اَہَلَّ - چاند کا نام بھی انھی معنوں کے اعتبار سے ہلال رکھا - اہل مکہ دیگر مہینوں کی ہر پہلی رات اکٹھے ہو کر آگ جلاتے تھے - ان کے بچے اور غلام آگ کے پاس کھیلا کرتے کیونکہ انھیں حج کا وقت قریب آنے کی خوشی ہوتی - جس رات وہ چاند دیکھتے اسے یوں لکھتے : لِغُرَّۃِ کذا (فلاں ماہ کی پہلی رات) وہ یوں نہیں لکھتے تھے : لِلَیلَۃٍ خَلَتْ اور نہ لِلَیلَۃٍ مَضَتْ (البتہ جب رات گزر جاتی اور) دن آتا تو پھر اس طرح لکھتے تھے کیونکہ اب رات گزر چکی ہوتی اور اگر جمعہ کے دن لکھتے تو کہتے اوّل یومٍ مِن شہر کذا (فلاں ماہ کے پہلے دن) مُستَہَلّ اور مُہَلّ نہ لکھتے تھے اس لیے کہ چاند تو رات کے وقت دکھائی دیتا ہے اور دوسرے دن یوں لکھتے : لِلَیلَتَینِ مَضَتَا جب اس سے بھی گزر جاتے تو لکھتے : لِثَلاَثٍ خَلَونَ اور اَربَعٍ مَضَینَ اسی طرح لکھتے : لِثَمَانٍ خَلَونَ (آٹھ راتیں گزر کر) (ثمانی کی) یاء کو حذف کر دیتے اور تحریر میں (ثمانی) کا

الف لکھتے - پھر جب رات کی طرف اضافت کرتے تو اضافت کی وجہ سے یاء لکھتے کیونکہ اضافت کے ہوتے ہوئے تنوین نہیں آ سکتی اور یاء تو تنوین کی خاطر گری تھی لہٰذا الف کو تحریر کے وقت گرا دیتے ہیں اور یوں لکھتے : ثمٰنیَ لیالٍ - بعض لوگ الف کو لکھ بھی لیتے ہیں - دس تک بولنے میں عربوں نے مؤنث الفاظ اس لیے استعمال کیے کہ راتیں دن سے پہلے آتی ہیں - جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے - پھر دس سے بڑھ جائیں تو یوں کہتے ہیں : لاحدی عشرة لَیْلَةً خَلَتْ و مَضَتْ ولاثنتی عَشَرة لَیْلَةً اور یہاں (بجائے خَلَوْنَ اور مَضَیْنَ کے) خَلَتْ اور مَضَتْ اس لیے کہا کہ مراد لیلة ہوتی ہے - لہٰذا فعل مفرد لایا گیا اور یوں لکھتے ہیں : لِخَمْسَ عَشَرَةَ لَیْلَةً خَلَتْ اور اگر چاہیں تو یوں بھی لکھ سکتے ہیں : لِنِصْفٍ مِنْ شهرِ کَذَا اور یوں نہیں لکھتے : لِخَمْسَ عَشَرَةَ لَیْلَةً بَقِیَتْ - اسے انھوں نے [۳ : ۲۱۸] ناپسند کیا ہے کیونکہ یہ استثنا کے مشابہ ہے اور استثنا کا مستثنیٰ منہ سے کم ہونا ضروری ہے لیکن آدھا ماہ گزر جانے کے ایک دن بعد یوں لکھتے ہیں : لاَرْبَعَ عَشَرَةَ لَیْلَةً بَقِیَتْ مگر پرہیزگار لوگ اسے ناپسند کرتے ہیں - انھیں مہینے میں کمی یا پورا ہونے کی وجہ سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کتنا باقی رہ گیا ہے لہٰذا وہ یوں لکھتے ہیں : لاحدی وَعِشْرِیْنَ لَیْلَةً خَلَتْ مگر (عام) منشی اس طریقے پر عمل نہیں کرتے - پھر جب مہینے کی آخری رات ہوتی ہے تو سَلْخِ کَذَا لکھتے کیونکہ عرب کہتے ہیں : إِنْسَلَخَ الشَّهْرُ إِنْسِلاَخاً و سَلَخْتُ اَشْهُرُ کَذَا سَلْخاً و سُلُوخاً (مہینہ ختم ہو گیا اور فلاں مہینے ختم ہو گئے) اور اگر کوئی لکھنے والا یوں لکھے : فی رَبیع الاَوّل اور وہ فی شهر (ربیع الاول) نہ لکھے یا فِی رَمَضَان لکھے اور فِی شَهْر (رمضان) نہ لکھے تو یہ جائز ہوگا لیکن ایسا لکھنا پسند نہیں کیا جاتا - شاعر کہتا ہے :

جَارِيَةٌ فِي رَمَضَانَ الْمَاضِيْ
تُقَطِّعُ[1] الحَدِيثَ بِالاِيْمَاضِ

گزشتہ رمضان میں (جب ہم باتیں کر رہے تھے) تو ایک لڑکی نے آنکھ سے اشارہ کرکے ہماری گفتگو کاٹ دی

محرم کے سوا کسی مہینے کے نام کے ساتھ الف اور لام نہیں لایا جاتا ، یہ اس لیے ہے کہ یہ سال کا پہلا مہینہ ہے ، لہٰذا انھوں نے اسے معرفہ بنا دیا ۔ گویا یوں کہا گیا کہ یہ وہ مہینہ ہے جو ہمیشہ سال کے شروع میں آتا ہے ۔ جیسا کہ جب ابھی رات چل رہی ہو تو اس کے لیے لِلَيْلَةٍ خَلَتْ نہیں لکھا جاتا ۔ اسی طرح لِلَيْلَةٍ بَقِيَتْ نہیں لکھتے جب رات ابھی گزر رہی ہو ۔ عرب مہینے کی پہلی رات کو لَيْلَةُ البراء کہتے ہیں اس لیے کہ چاند سورج سے خلاصی پا چکا ہوتا ہے ۔ اسے نَحِيْرَة بھی کہا جاتا ہے کیونکہ چاند اس کے سامنے آ جاتا ہے یعنی رات کی ابتدا میں دکھائی دیتا ہے ۔ ابن احمر کہتا ہے :

ثُمَّ اسْتَمَرَّ عَلَيْهَا وَاكِفٌ هَمِعٌ
فِيْ لَيْلَةٍ نَحَرَتْ شَعْبَانَ اَوْرَجَبَا

پھر اس پر مسلسل برسنے والا بادل برستا رہا اس رات جو یا تو شعبان کی پہلی رات تھی یا رجب کی .

نَحَرَتْ شَعْبَانَ سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کے سینے اور چھاتی میں تھی اس لیے کہ یہ پہلی رات تھی ۔ جس طرح کہ چاند جب رات کی ابتدا میں دکھائی دیتا ہے تو کہتے ہیں : نَحَرَهَا الهِلاَلُ ۔ اور نَحِيْرَة کا لفظ نَحَرْتُ سے فعيلة کا وزن ہے جیسے قَتَلْتُ سے قَتِيْلَة ۔ صُولي

---

۱ - لسان العرب (رمض) میں اس کی تشریح یوں کی گئی ہے : أی اذا ابتسمت قَطَّعَ الناس حديثهم و نظروا الى ثغرها قال ابو مطرز : هذا خطأ الا يماض لا يكون فى الفم انما يكون فى العينين و ذلك انهم كانوا يحدثون فنظرت اليهم فاشتغلوا بحسن نظرها عن الحديث و مضت ۔

[۳ : ۲۱۹] کہتا ہے : کسی کاتب کا قول ہے : تاریخ یقین کا ستون ہے اور شک کو دور کرنے والی ہے اور اسی کے ذریعے حقوق معلوم کیے جاتے اور معاہدوں کی حفاظت کی جاتی ہے - وہ کہتا ہے : سرکاری چٹھیوں میں خواہ چٹھی افسر کی طرف سے ہو یا ماتحت کی طرف سے تاریخ چٹھی کے آخر میں واقع ہوتی ہے - ہم مرتبہ لوگ اور خادم ذاتی چٹھیوں میں تاریخ شروع میں لکھ دیتے اور یوں بولتے ہیں : الکیتاب بغیر تاریخ (لفظ تاریخ) معرفہ نہیں لایا جاتا بلکہ نکرہ لاتے ہیں - (الکتابُ) غُفْلٌ بغیر سِمَةٍ (چٹھی پر کوئی تاریخ نہیں ہے) ایک شاعر ایک مرنے والے کی تاریخ میں کہتا ہے :

وَ كَانَ يُؤَرِّخُ عِلْمَ الْقُرُوْنِ
فَهَا هُوَ ذَا الْيَوْمَ قَدْ أُرِّخَا

وہ امتوں کی تاریخ لکھا کرتا تھا اور آج خود اس کی تاریخ لکھی گئی ہے

اب جو مستوغر بن ربیعہ سے مروی ہے تو اس کے یہ اشعار ہیں - اس زمانے میں اتنی عمر کا ہونا ایک عجیب[1] بات ہے :

وَلَقَدْ سَئِمْتُ مِنَ الْحَيَاةِ وَطُوْلِهَا
وَازْدَدْتُ مِنْ عَدَدِ السِّنِيْنَ مِئِيْنَا

میں زندگی اور زندگی کے لمبا ہونے سے اکتا گیا ہوں اور میں نے سالوں کی تعداد میں کئی سالوں کا اضافہ کر لیا ہے

مِائَةٌ أَتَتْ مِنْ بَعْدِهَا مِائَتَانِ لِيْ
وَازْدَدْتُ مِنْ عَدَدِ الشُّهُوْرِ مِئِيْنَا

ایک سو سال گزرے اور ان کے بعد دو سو سال اور مہینوں کی تعداد میں میں نے سینکڑوں کا اضافہ کیا

---

۱ - مستوغر بن ربیعہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو اس وقت اس کی عمر تین سو سال تھی (العقد الفرید : ۲ : ۳۲۸)

هَلْ مَابَقِيَ إِلَّا كَمَا قَدْ فَاتَنِي
يَوْمٌ يَكُرُّ وَلَيْلَةٌ تَحْدُونَا

جو باقی رہ گیا ہے وہ اسی قدر ہے جس قدر کہ پہلے گزر چکا ہے
دن بار بار آتا ہے اور رات ہمیں ہانک کر لے جاتی ہے

عربوں کے اجتماعات پر بحث کرتے ہوئے ہم نے مہینوں کے وہ نام بیان کر دیے ہیں جو عرب عاربہ کے زمانے میں مستعمل تھے اور وہ نام بھی جو عرب مستعربہ کے یہاں استعمال میں آتے تھے ، اس کے علاوہ اور نام بھی جو وہاں مناسب تھے ۔ اس کے بعد صولیی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایام اور مہینوں کے تثنیہ اور جمع بیان کرنے کے بارے میں طویل بحث کی ہے نیز دیگر فوائد کا بھی ذکر کیا ہے جو اس بحث سے تعلق رکھتے تھے (تاہم) اس نے بہت سی ان تاریخوں کا ذکر نہیں کیا جن سے عرب تاریخ کو شروع کیا کرتے تھے ۔ یمن ، حجاز اور نجد کے لوگوں کے یہاں بہت سی تاریخیں تھیں جو قدیم سے ان کے ہاں متعارف چلی آتی تھیں ۔ ہر گروہ ان حادثات سے تاریخ شروع کرتا تھا جو ان کے یہاں مشاہدے میں آتے تھے ۔ چونکہ ان سب کا ذکر کرنا باعث طوالت ہوگا لہٰذا میں صرف اسی ایک واقعے پر اکتفا کرتا ہوں جو ان سب کے یہاں بہت مشہور تھا اور وہ زمن الفِطَحْل ہے ۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس پر تفصیلی بحث کی جائے۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے ۔

زمن الفطحل

ہر وہ چیز جو بہت ہی پرانی ہو چکی ہو اور اس پر کئی زمانے بیت چکے ہوں عرب اس کی تاریخ زمن الفِطَحْل سے بیان کرتے تھے ۔ ائمہ لغت کے یہاں اس کی تشریح میں اختلاف پایا جاتا ہے ۔ چنانچہ خلیل کہتا ہے : یہ وہ زمانہ ہے جب ابھی انسان پیدا ہی نہیں ہوئے تھے ۔ بعض ائمہ لغت کہتے ہیں : یہ نوح علیہ السلام کا زمانہ ہے ۔ بعض کہتے ہیں : یہ وہ زمانہ ہے جب پتھر ابھی تر تھے اور جب ہر چیز بولتی تھی ۔ جب [۳ : ۲۲۰] رؤبہ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو اس نے یہی جواب دیا تھا ۔

صحاح میں ہے : جرمی" کہتا ہے : میں نے ابو عبیدہ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا : بدوی کہتے ہیں کہ یہ وہ زمانہ ہے جب پتھر ابھی تر تھے - بعض نے اس قول کا یہی مطلب لیا ہے کہ فِطَحْل کا زمانہ وہ زمانہ ہے جب پتھر تر تھے - ابو حنیفة الدینوری کہتا ہے : تو کہے گا أَتَيْتُكَ عَامَ الفِطَحْلِ والهد ملد یعنی میں (تمھارے پاس) فارغ البالی کے زمانے میں (آؤں گا) - ابو عبیدہ نے رؤبة بن العجاج کے یہ اشعار پیش کیے ہیں - رؤبہ کسی چشمے پر اترا تھا اور وہاں اس نے ایک عورت سے شادی کرنا چاہی تھی - اس نے اس سے کہا : تمھاری کیا عمر ہے ؟ تمھارا کیا مال ہے ؟ فلاں کیا ہے ؟ اس پر رؤبہ نے یہ اشعار کہے تھے :

لَمَّا ازْدَرَتْ نَقْدِي و قَلَّتْ إِبْلِيْ
تَأَلَّقَتْ[۱] و اتَّصَلَتْ بِعُكْلِ

جب اس نے میرے پیسوں کو حقیر سمجھا اور میرے اونٹ بھی کم تھے تو وہ بگڑی اور قبیلہ عکل کو فریاد کے لیے پکارا

تَسْأَلُنِيْ عَنِ السِّنِيْنَ كَمْ لِيْ
فَقُلْتُ لَوْ عُمِّرْتُ عُمْرَ الحِسْلِ

وہ مجھ سے میری عمر دریافت کرتی ہے میں نے کہا اگر مجھے گوہ کے بچے جتنی عمر دی جائے

أَوْ عُمْرَ نُوْحٍ زَمَنَ الفِطَحْلِ
وَالصَّخْرُ مُبْتَلٌّ كَطِيْنِ الوَحْلِ

یا فطحل کے عہد سے مجھے نوح کی عمر ملتی درآنحالیکہ پتھر دلدل کی مٹی کی طرح تر تھے

---

۱ - بلوغ الارب میں اسی طرح ہے اور محمد بہجہ اثری نے اس کی یوں تشریح کی ہے : تألّقت : تلوّنت و تغیّرت و یجوز ان یرید تنکّرت و تخبثت من قولهم امرأة أَلِقَة" - بکسر اللام - للخبیثة . الصخّابة المنکرة - مگر سمط اللآلی (۵۳۳) میں تَأَلَّهَتْ ہے -

أَوْ أُتِيتُ عِلْمَ الحُكْلِ،
عِلْمَ سُلَيْمَانَ كَلَامَ النَّمْلِ،

یا مجھے بے زبان جانوروں (کی زبان جاننے) کا علم دیا جاتا ، میری
مراد سلیمان کا علم ہے جس سے وہ چیونٹی کا کلام جان لیتے

كُنْتُ رَهِينَ هَرَمٍ أَوْ قَتْلِ،

جب بھی میں یا بڑھاپے میں مبتلا ہوتا یا قتل ہو جاتا

حُکل : [ضمہ کے ساتھ] وہ حیوان جن کی آواز سنائی نہیں دیتی مثلاً چیونٹی اور چیونٹا ۔ بعض ائمہ لغت کہتے ہیں : حکل بے زبان پرندوں اور چوپایوں کو کہتے ہیں ۔ اور لیث کہتا ہے : رؤبہ کے رجز میں حکل سلیمان علیہ السلام کا نام ہے ۔ چنانچہ وہ کہتا ہے :

لَوْ أَنَّنِي أُوتِيتُ عِلْمَ الحُكْلِ،
عَلِمْتُ مِنْهُ مُسْتَسَرَّ الدَّخْلِ،

اگر مجھے حکل کا علم دیا جاتا تو مَیں اس سے باطنی عیب معلوم کر لیتا

عِلْمَ سُلَيْمَانَ كَلَامَ النَّمْلِ
مَا رُدَّ أَرْوَى أَبَداً عَنْ عَذْلِ،

جس طرح سلیمان علیہ السلام کو چیونٹیوں کے کلام کا علم تھا تو ملامت کے بعد کوئی بھی پہاڑی بکرا (اپنے اصلی وطن کو) کبھی نہ لوٹتا

امام ثعالبی قاضی عبدالمحسن سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں : عربوں کا یہ کہنا : أَيَّامَ كَانَتِ الحجارة رطبة (جس زمانہ میں پتھر تر تھے) اور

---

١ ۔ اسی قسم کا فرزدق کا یہ شعر ہے :

وَإِلَى سُلَيْمَانَ الَّذِي سَكَنَتْ
أَرْوَى الهِضَابِ لَهُ مِنَ الذُّعْرِ،

إذْ كُلُّ شئٍ ينطق (جب ہر چیز گفتگو کرتی تھی) یہ دونوں باتیں ان امور میں سے ہیں جن کا ذکر جاہل لوگوں میں عام ہوتا رہتا ہے اور یہ [۳ : ۲۲۱] بات نکمے عربوں میں ظاہر ہے ۔ یہ بات اسی طرح ہے حالانکہ امیۃ بن ابی الصلت جو عربوں کے داناؤں میں سے تھا اور روایت کے اعتبار سے عربوں میں ممتاز مقام کا مالک تھا ۔ کہتا ہے :

وَإذْهُـمْ لاَ لَبُـوْسَ لَـهُـمْ عُـرَاةٌ
وَإذْصُمُّ الصِّلاَبِ لَـهُـمْ رِطَـابُ

جب وہ ننگے تھے اور ان کا کوئی لباس نہ تھا اور جب ان کے ٹھوس پتھر تر تھے

بِآيَـةِ قَـامَ يَـنْـطِـقُ كُـلُّ شَـئٍ
وَخَـانَ أمَـانَـةَ الدِّيكِ الغُـرَابُ

اس کی نشانی یہ ہے کہ ہر شے بول سکتی تھی اور جب کوے نے مرغ کی امانت میں خیانت کی تھی

مقاتل بن سلیمان سے مروی ہے کہ وہ کہا کرتا تھا : وہ زمانہ جب پتھر نرم تھے ، اور اگر ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں کا نشان پتھر میں پڑ گیا تھا تو اسی وجہ سے کہ اس دور میں ابھی پتھر نرم تھے ۔

ثعالبی کہتا ہے : مقاتل نے یہ بات جو بیان کی ہے تو اس کا عندیہ ان لوگوں کے عندیے کی طرح نہیں ہے جنھوں نے ان پتھروں کو زمین کے وہ اجزا قرار دیا ہے جو سخت بھی ہو جاتے ہیں اور ٹوٹ بھی جاتے ہیں اور (پھر) پتھر بن جاتے ہیں ۔ ان کا خیال ہے کہ نمی کے بعد یہ خشک ہو جاتے ہیں اور نرم ہونے کے بعد یہ سخت ہو جاتے ہیں ۔ اگر ان کی یہ مراد ہوتی تو ان کے لیے کہنے کی بڑی گنجائش تھی ۔ لیکن جن اوہام نے چوپایوں کو ہمارے سامنے اس صورت میں پیش کیا ہے کہ یہ بولتے تھے اور ان میں عقل تھی اور سعدان نامی بوٹی کی شاخیں نرم و ملائم ہوتی تھیں ۔ اور کانٹے دار جھاڑی کی ٹہنیاں سر سبز اور نازک ہوتی تھیں ۔ انھی اوہام

نے تو انھیں یہاں تک پہنچایا ہے اور یہ بھی بعید نہیں کہ جب انھوں نے دیکھا کہ داناؤں نے لوگوں کے خیالات کو حکمت کی طرف مائل کرنا چاہا ہو تو انھوں نے یہ مثالیں گھڑ لی ہوں اور ان کی آرائش کے لیے قدرے ہزلیہّ باتیں شامل کر لی ہوں اور ہنسی کی باتوں میں سنجیدہ باتیں داخل کر لی ہوں ، تا کہ ان کے دلوں کو ان کا برداشت کرنا گراں معلوم نہ ہو اور ان کی توجہ جلدی سے ان مثالوں کی طرف ہو جائے۔ مگر اس سے ان لوگوں نے جن کی عقل کامل نہ تھی جانوروں کے متعلق یہ سمجھ لیا ہو کہ وہ بول سکتے ہیں ، اپنا مافی الضمیر ظاہر کر سکتے ہیں ، اپنے دل کی بات کو بیان اور واضح کر سکتے ہیں۔ لہٰذا انھوں نے قصے گھڑ کر ان مثالوں کے ساتھ ان کا اضافہ کر دیا۔ عربوں کے یہاں یہ بات خصوصیت سے پائی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے یہ دیگر امتوں پر فائق ہوئے کیونکہ ان میں بات کہنے کا سلیقہ پایا جاتا ہے اور انھیں گفتار میں تصرف کرنے کی قدرت حاصل ہے۔ لہٰذا انھوں نے ان کہانیوں کو نظم کر لیا اور ان کے لیے سجع کے الگ الگ ٹکڑے بنا لیے مثلاً انھوں نے گوہ کی زبانی بیان کیا ہے کہ اس نے عرصے تک پانی پینے کے بغیر رہنے پر صبر کرنے کے متعلق[1] ارشاد فرمایا ہے۔ عربوں کے نزدیک گوہ تمام ذی روح وجودوں کے مقابلے میں زیادہ عرصے تک پانی کے بغیر رہ سکتی ہے :

---

۱ - لسان العرب (ع ن ك ث) میں یوں تفصیل منقول ہے : عرب جو قصے جانوروں کی زبانی بیان کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مینڈک اور گوہ آپس میں جھگڑ پڑے۔ مینڈک نے کہا : میں تم سے زیادہ عرصے تک پانی پیے بغیر رہ سکتا ہوں۔ گوہ نے کہا : میں زیادہ عرصہ تک صبر کر سکتی ہوں۔ مینڈک نے کہا : آؤ چل کر گھاس چریں تا کہ معلوم ہو جائے کہ کون زیادہ صابر ہے۔ دونوں دن بھر گھاس چرتے رہے ، اب مینڈک کو سخت پیاس لگی اور کہنے لگا : اری گوہ چلو چل کر پانی پیئں۔ اس پر گوہ نے مذکورہ بالا اشعار کہے۔ عربوں کے یہاں ایک مثل ہے "حتی یَرِدَ الضبّ" (جب تک گوہ پانی پینے نہ آئے) اور عربوں کے خیال میں گوہ عمر بھر پانی نہیں پیتی۔

أَصْبَحَ قَلْبِيْ صَرِدَا
لَا يَشْتَهِيْ أَنْ يَرِدَا

میرا دل ٹھنڈا ہوگیا ہے یہ گھاٹ پر پانی پینے کے لیے آنا نہیں چاہتا

إِلَّا عِرَادًا[1] عَرَدَا
وَ صِلِّيَانًا[2] بَرَدَا

سوا عرادہ اور صلّیان کی ٹھنڈی بوٹیوں کے کچھ اور کھانا نہیں چاہتا

وَ عَنْكَثًا[3] مُلْتَبِدَا

اور سوا عنکث بوٹی کے جس کے پتے خوب نکل آئے ہوں

[۳ : ۲۲۲] بعض لوگ اسے یوں روایت کرتے ہیں :

آلَيْتُ أَنْ لَا أَرِدَا
إِلَّا عَرَادًا عَرَدَا

---

۱ - لسان العرب (ع ر د) میں ہے : رأیت العرادة فی البادیة وھی صلبة العود منتشرة الأغصان لا رائحه لها قال : والذی أراد اللیث العرادة فیما أحسب وھی بَهَار البَرّ و عَرَاد عَرِد علی المبالغة.........
و انما اراد عارداً و بارداً فحذف للضرورة.........عَرَدَ النبات : خَرَجَ و اشتدّ و انتصب ۔

۲ - الصِلِّيَان نَبْتٌ له سَنَمة عظیمة كأنها رأس القَصَبَة اذا خرجت اذنا بها تجذبها الأبل و العرب تسمیه خبزة الأبل ۔

۳ - تصحیح لسان العرب سے کی گئی ہے بلوغ الارب میں عکنا ہے
عنکث : ضرب من النبت قال ابن الاعرابی : ھوشجر یشنهیه الضب فیسجحها بذنبه حتی تحتاتٌ فیأکل المتحاتّ اور إلتَبَدَ الوَرَقُ ای تَلَبَّدَ بعضه علی بعض و التبدت الشجرة : كثرت اورانها ۔

میں نے قسم کھا لی ہے کہ سوا عرادہ بوٹی کے کچھ نہ کھاؤں گی
(اور نہ پانی پیوں گی)

وَ صِلِيَّانًا بَارِدًا
وَ عَنْكَثًا مُلْتَبِدًا

اور سوا ٹھنڈی صلّیان اور بہت پتوں والی عنکث کے

عربوں کا خیال ہے کہ بھٹ تیتر نے تیتر سے کہا : اے میاں تیتر ! تو خوف کے مارے پہاڑوں میں بھاگا پھر رہا ہے - اس پر تیتر نے کہا : اے میاں بھٹ تیتر ! میں دیکھتا ہوں کہ تیری گدّی پر کوئی بال نہیں ہے - تیرے صرف دو انڈے ہیں اور میرے دو سو ہیں -

روایت اسی طرح ہے اور امثال اپنے اصلی الفاظ ہی کے مطابق بولی جاتی ہیں - بہرحال جو وجہ ثعالبی نے بیان کی ہے یہی وجہ ہو سکتی ہے -

اسی قسم کی اور باتیں ان کے کلام اور محاورات میں کثرت سے پائی جاتی ہیں اور ادب کی کتابوں میں ان کا ذکر آتا ہے - اس سلسلے کی وہ حکایات ہیں جن کا ذکر اصحاب لغت نے بعض ستاروں کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے کیا ہے اور انھوں نے ان کو عربوں کی جھوٹی داستانوں اور خرافات میں شمار کیا ہے حالانکہ اصل وجہ وہی ہے جس کو ثعالبی نے اختیار کیا ہے کہ یہ قصے خاص اغراض کی بنا پر گھڑے گئے تھے - چنانچہ وہ کہتے ہیں : شِعریٰ دو ستارے ہیں ایک شِعریٰ عَبُور اور دوسرا شِعریٰ غُمَیصَاء - عبور تو جوزاء کے ستاروں میں سے ہے جسے کاب الجبار کہا جاتا ہے - اس کا عبور نام اس لیے پڑا کہ یہ اور غُمَیصاء اور سُہَیل اکٹھے ہؤا کرتے تھے - سُہیل اتر کر نیچے کو چلا گیا اور یمانی ستارہ بن گیا - عبور اس کے پیچھے ہو لیا اور اس نے کہکشاں کو عبور کر لیا ، مگر غمیصاء اپنی جگہ پر ہی پڑ رہا - لہٰذا اس نے سہیل کو نہ پا کر رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ اس کی آنکھوں میں گذ آ گئی - ظاہر ہے کہ گذ کا آنا آنکھوں کی کمزوری اور

نقص کا سبب ہے ۔ غُمیصا کی روشنی عبور کے مقابلے میں کم ہے اور یہ "ذراع مبسوطہ" کے ستاروں میں سے ہے ۔ اِس کے اور عبور کے درمیان کہکشاں واقع ہے ۔ صورتیں بنانے والے اسے "کلب اکبر" کی صورت میں شمار کرتے ہیں ۔ یہ آسمان کو عرض میں طے کرتا ہے کوئی اور ستارہ ایسا نہیں کرتا ۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشِّعْرَىٰ (وہی شِعریٰ کا بھی رب ہے) میں یہی مراد لیا گیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا خاص طور پر اس لیے ذکر کیا ہے کہ قبیلہ خزاعہ اس کی عبادت کیا کرتا تھا ۔ سب سے پہلے اس کی عبادت کو ابو کبشہ اور وھب بن عبد مناف کے دادا جزء بن غالب نے شروع کیا تھا ۔

الدبران اور العَیُّوق کی وجہ تسمیہ میں عرب کہتے ہیں کہ جب دبران نے ثریا کے پاس مہر بھیجا تو راستے میں عَیُّوق نے روکا ۔ ثریا چھوٹے چھوٹے ستارے ہیں جو یکجا جمع ہیں ۔ عیوق ہمیشہ ان سے رشتہ مانگنے کی غرض سے ان کے پیچھے پیچھے آتا ہے اور دبران اسے روکتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ عربوں نے ان ستاروں کا نام قلاص (اونٹنیاں) رکھا ہے ۔ اسی بنا پر شاعر[۱] کا یہ شعر ہے :

أَمَّا ابْنُ طَوْقٍ فَقَدْ أَوْفَى بِذِمَّتِهِ
كَمَا وَفَى بِقِلَاصِ النَّجْمِ حَادِيهَا

ابن طوق نے اپنی ذمہ داری کو پورا کیا جس طرح ستاروں کو ہانک کر لے جانے والے دبرّان نے ستاروں کی ادائیگی کو پورا کیا تھا

[۳ : ۲۲۳] اگر ہم اس قسم کی باتوں کو جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور جس سے عربوں کا مقصد صرف شاعرانہ معانی ہیں اور انھوں نے حقیقت مراد نہیں لی تلاش کرنا شروع کر دیں تو بحث لمبی ہو جائے گی ۔

---

۱ - یہ شعر طفیل غَنَوی کا ہے اور قلاص النجم وہ بیس ستارے ہیں جنھیں عربوں کے خیال کے مطابق دَبرّان ثریا کی منگنی کے لیے ہانک کر لے گیا تھا ۔

جس قدر ہم نے بیان کر دیا ہے اس سے ہمارا مقصد پورا ہو جاتا ہے ۔

آسمان اور عالم فضا کے بارے میں عربوں کا مبلغ علم

ہر وہ شخص جو قدیم عربوں کے اشعار کی چھان بین کرے گا اور ان امثال اور اقوال کا جائزہ لے گا جن کی صحت عربوں کے بارے میں ثابت ہو چکی ہے اسے معلوم ہو جائے گا کہ عربوں نے اجرام علوی اور فضائی آثار کے متعلق جستجو کی تھی ۔ وہ ستاروں کو دیکھنے ، ستاروں کی حرکات کو جاننے ان کے طلوع اور غروب ہونے کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں مشغول رہے تھے۔ بالخصوص وہ امور جن سے ان کی کوئی غرض وابستہ تھی اور جن کی انھیں حاجت رہتی تھی ۔ گزشتہ زمانے میں جو ائمہ لغت ہو گزرے ہیں انھوں نے ان امور کے متعلق مفید کتابیں تالیف کی ہیں جن کا عربوں کو علم تھا ۔ چنانچہ انھوں نے ان تالیفات میں تمام وہ معلومات جمع کر دی ہیں جو عربوں کو آسمان کے متعلق حاصل تھیں ۔ ان تالیفات کی تعداد بہت ہے ان میں سے ایک کتاب ''کتاب الانواء'' ابو فید مؤرج[1] بن عمر النحوی کی تالیف ہے ۔ ایک اور کتاب ابوبکر محمد بن[2] حسن المعروف با بن دُرَید اللغوی کی تالیف ہے ۔ ایک اور ابو عبد اللہ[3] محمد بن زیاد المعروف بابن الاعرابی کی تالیف ہے ۔ ایک اور

---

۱ - اسے مؤرج جیم کے ساتھ پڑھیں ۔ بلوغ الارب میں مؤرخ ہے ۱۹۵ھ میں وفات پائی ۔

۲ - ابوبکر محمد بن الحسن بن دُرید البصری ، ادیب ، شاعر ، لغوی ، نحوی اور نسّابہ تھا بصرے میں ۲۲۳ھ میں پیدا ہوا اور ۳۲۱ھ میں بغداد میں مرا ۔

۳ - ابو عبد اللہ محمد بن زیادہ المعروف بابن الاعرابی ۔ یہ لغوی ، نحوی ، نسابہ اور قبائل کے اشعار کا راویہ تھا ۔ اس نے دواوین کا سماع المفضل الضبی سے کیا اور اصمعی نے اس سے علم حاصل کیا ۔ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوا اور ۲۳۱ھ میں سُرّمَنْ رَآی میں مرا ۔

ابو الحسن[1] النضر بن شُمَیل النحوی کی ہے ۔ ایک اور ابو اسحٰق[2] ابراھیم بن محمد الزجاج النحوی کی ہے ۔ ان تمام کتابوں میں عربوں کے مذاہب اور اعتقادات کے متعلق مفید مسائل پائے جاتے ہیں ۔ ان سب سے زیادہ مفید کتاب ابو حنیفہ الدینوّری کی کتاب ہے ۔ کیونکہ اس کتاب میں آسمان ، انواء ، ہواؤں کے چلنے کی جہتوں اور زمانوں کی تفصیل وغیرہ کے متعلق وہ تمام معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں جو عربوں کو حاصل تھیں ۔ میں اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے اس جگہ پر چند ایک باتوں کا ذکر کروں گا ۔ میں جس بحث کا خلاصہ پیش کروں گا اسے اس کے اصل مقام کے حوالے کے ساتھ پیش کروں گا ۔ یہ وہ معلومات ہیں جو مجھے اس فن کی کتابوں سے حاصل ہوئیں ۔ میرا مقصد یہ ہے کہ اس کتاب کی گردن ان قیمتی اور یکتا موتیوں سے (مزین ہونے سے) عاری نہ رہنے پائے ۔

سماوات و افلاک

[۳ : ۲۲۴] عربوں کے نزدیک ہر وہ چیز جو تمھارے اوپر ہو اور تم پر سایہ کرے سمَاء ہے اسی لیے چھت ، بادل اور گھوڑے کے اوپر کے حصے کو سماء کہتے ہیں ۔ آسمان کے ناموں میں سے ایک نام جَرْبَاء (خارش زدہ) ہے اس لیے کہ اس میں ستارے ایک دوسرے کے اندر گھسے ہوئے ہیں اور جب ستارے دکھائی نہ دیں تو اسے خَلْقَاء مَلْسَاء رَقِیع اور جِبْهَةُ النُّجُوم کہتے ہیں ۔ ایک شاعر کہتا ہے :

---

۱ ۔ ابو الحسن النَضر بن شُمَیل البصری ۔ یہ ادیب ، نحوی ، لغوی اور شاعر تھا ۔ ۱۲۲ھ میں پیدا ہؤا اور ۲۰۳ھ میں مرا ۔ اس نے الشمس و القمر کتاب لکھی ۔

۲ ۔ ابو اسحٰق ابراھیم بن السری الزجاج ۔ یہ نحوی ، لغوی اور مفسر تھا ۔ مبرد کا سب سے قدیم شاگرد یہی تھا ۔ ۳۱۱ھ میں مرا ۔

و خَوَت[1] جِرْبَةُ النُّجُومِ فَمَا تَشْرَ
بُ أَرْوِيَّةٌ بِمَرْيِ الجَنُوبِ

آسمان سے پانی نہ برسا لہذا پہاڑی بکرے باد جنوب کی
اس کوشش کے باوجود کہ بادلوں سے پانی نکالا جائے
پانی نہیں پی سکتے

جِرْبَة کے اصلی معنی اس زمین کے ہیں جہاں نہ پانی ہو نہ درخت ۔ آسمان کے متعلق ان کا اعتقاد وہی تھا جو کسی بھی اہل ملت کا ہو سکتا ہے ۔ وہ عرش و کرسی کو بھی مانتے تھے ۔ وہ سب سے نچلے آسمان کو الرَّقِيع کہتے تھے ۔ تیسرے کو الصاقورہ اور الحاقورہ ، چوتھے کو الخضراء اور آسمان کی جو جہت ہماری طرف ہے اسے بطن السماء کہتے ، مخالف جہت کو ظہر السماء ، جو ہوا آسمان اور زمین کے درمیان ہے اسے فتق ، السُّكَاك ، السُّكَّا كة اور لُوْح کہتے ۔ جب ہم آسمان کی طرف دیکھتے ہیں تو جو کچھ ہمیں دکھائی دیتا ہے وہ عِنَانْ السماء ہے اس کے رنگ کو العَوْهق کہتے ہیں ۔ جہاں ستارے چکر کاٹتے ہیں اور جس کے اندر یہ ہیں اسے فلک کہتے ہیں ۔ آسمان پر جو (لکیر نظر آتی ہے) جیسے گھسیٹنے کے نشانات پڑے ہوں ۔ وہ مَجَرَّہ ہے اور اسے أمُّ النجوم (کہکشاں) بھی کہتے ہیں ۔

اور آسمان کے ستاروں میں سے ایک '' شمس '' ہے ۔ اور یہ نام ہار کے شمسہ[2] سے تشبیہ کی وجہ سے دیا گیا ہے اور اسے ذُکاء ، إلاهَة ، الضحّ ، الجَوْنَةُ ، الغَزَالَة ، الجَارِيَة ، السِّرَاج ، بُوح (اور يُوح بھی) ، بَرَاح ، مَهَاة اور شَرْق بھی کہا جاتا ہے البتہ غابّ الشَّرْقُ اور غَابَتِ الغَزَالَة کہنا درست نہیں ۔

---

۱ ۔ أخْوَت و خَوَت : أمْحَلَتْ و قيل : خَوَتْ و أخْوَت و ذلک اذا سقطت ولم تُمطر فی نوئها (لسان العرب) ۔

۲ ۔ شمس اور شمسہ ہار کا وہ دھاگا جس کے ذریعے اسے گلے میں لٹکایا جاتا ہے ۔

ایک شاعر کہتا ہے :

١ تَرَوَّحْنَا مِنَ اللَّعْبَاءِ قَصْرًا
وَ أَعْجَلْنَا اءِلاَهَةَ أَنْ تَؤُوْبَا

ہم مقام لعباء سے شام کے وقت روانہ ہوئے اور سورج کے چلے جانے یعنی غروب ہونے سے پہلے ہی منزل مقصود پر پہنچ گئے

ایک اور شاعر کہتا ہے :

ثُمَّ يَجْلُو الظَّلاَمَ رَبٌّ رَحِيْمٌ
بِمَهَاةٍ شُعَاعُهَا مَنْشُوْرُ

پھر رب رحیم تاریکی کو اس سورج کے ذریعے دور کر دیتا ہے جس کی شعاعیں ہر جگہ پھیلی ہوتی ہیں

سورج کے گرد جو حلقہ ہوتا ہے اسے طُفَاوَۃ کہتے ہیں ۔ اس کی روشنی کو إِیَاۃ کہتے ہیں اور سخت گرمی میں جو چیز تارعنکبوت کی [۳ : ۲۲۵] طرح آسمان سے اس طرح اترتی ہوئی دکھائی دیتی ہے جس طرح حیوان (کے منہ) سے لعاب ، اسے لُعاب الشمس کہتے ہیں ۔

اور بولتے ہیں شرقتِ الشَّمْسُ و ذَرَّتْ ذَرُوْرًا یعنی سورج طلوع اور روشن ہؤا یعنی اس کی روشنی پھیل گئی ۔ اور کسَفَتْ (الشمس) اس کی روشنی جاتی رہی ۔ جو سایہ زوال کے بعد ہو اسے فَیْئی کہتے ہیں

---

١ - تَرَوَّح شام کے وقت نکلنا ، لعباء : جگہ کا نام ہے قصراً : أی عَشِیًّا : شام کے وقت اور أعْجَلَ الشَّیْئی : سَبَقَهٗ ۔ اور تؤوب یعنی تذھب یہ شعر میّہ بنت ام عتبہ بن الحٰرث کا ہے : ابن بری کہتا ہے : عبد الحٰرث الیربوعی کی بیٹی کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عتیبہ بن الحارث کی نوحہ کرنے والی کا ہے اور ابو عبیدہ کہتا ہے : یہ ام البنین بنت عُتَیبہ بن الحٰرث کا ہے جو اس نے اس کے مرثیے میں کہا تھا (لسان العرب) ۔

اور جس سائے کو سورج زائل نہ کرے اسے ظِلّ دَوْمٌ کہتے ہیں - غروب ہونے لگے تو طَفَّلَتْ اور جَنَحَتْ بولتے ہیں اور دَنَّقَتْ بھی کہتے ہیں - جب سورج غروب ہو گیا ہو اور صرف تھوڑا سا رہتا ہو تو اَشْفَتْ کہتے ہیں اور وَجَبَتْ غروب ہو گیا اور دَلَكَتْ : غائب ہونے کے وقت زرد ہو گیا ، جب عین دوپہر کے وقت سورج ساکن ہو جائے اور یوں معلوم ہو کہ یہ ٹھہر گیا ہے اور زوال میں دیر محسوس ہو تو صَامَتِ الشَّمْس بولتے ہیں اور دَوَّمَتْ بھی ذوالرمہ[۱] کہتا ہے :

مُعْرَوْرِيًا رَمَضَ الرَّضْرَاضِ يَرْكَضُهُ
وَالشَّمْسُ حَيْرَى لَهَا فِي الجَوِّ تَدْوِيمُ

یہ (ٹڈی) سخت گرم کنکری پر سوار ہو کر اسے ٹانگیں مار رہی تھی جب کہ سورج حیران تھا اور فضا میں ٹھہرا ہؤا معلوم ہو رہا تھا

قَرْنُ الشمس اور حَاجِبُ (الشمس) سورج کا وہ حصہ ہے جو سب سے پہلے دکھائی دیتا ہے - طلوع ہونے کی جگہ کو مشرق اور غروب ہونے کی جگہ کو مغرب کہتے ہیں اور یہی دو مشرق اور دو مغرب ہیں - مَشْرِقُ الصَّيْف سورج کی وہ جگہ ہے جہاں سے وہ سال کے سب سے لمبے دن طلوع ہوتا ہے اور مشرق الشتاء وہ پست ترین مطلع ہے جہاں سے سورج سال کے سب سے چھوٹے دن طلوع ہوتا ہے - اسی طرح دونوں مغرب ہیں - بڑے ستاروں کو دَرَارِی کہا جاتا ہے -

---

۱ - لسان العرب (دوم) میں ہے : دَوَّمَتِ الشمس : دارت في السماء - پھر ذوالرمہ کا یہی شعر دے کر لکھا ہے : كأنها لاتمضی - ای قد رکب حرّ الرضراض - والرَّمَضُ شدة الحرو - یرکضہ : تضربہ برجلہ و کذا یفعل الجندب - قال ابوالهیثم معنی قولہ : " و الشمس حیری" تقف الشمس بالهاجرة عن المسیر -

ان میں سے ایک

قمر

ہے - جس رات یہ دکھائی دیتا ہے اس سے لے کر تیسری رات تک کے چاند کو ھِلاَل کہتے ہیں - اس کے بعد (آخر تک) یہ چاند ہی کہلاتا ہے - حتی کہ دوبارہ طلوع ہو -

ایک شاعر کہتا ہے :

ثُمَّ اسْتَمَرَّتْ کَشِقَّةِ القَمَرِ البَدْ
رِخَفُوقُ الاَجْشَاءِ و الکَبِدِ

(یہ گائے) اس کے بعد بدستور چلتی رہی اور (تیر انداز کے ڈر سے) اس کا پیٹ اور جگر دھڑک رہا تھا اور یہ (اپنے سفید رنگ کی وجہ سے) آدھے چاند کی طرح دکھائی دے رہی تھی

کہا جاتا ہے کہ پہلی رات کے چاند سے لے کر مہینے کے ختم ہونے تک ہر تین راتوں کے لیے ایک نام (مقرر) ہے چنانچہ پہلی تین راتیں غُرَر ۱-۳ ہیں پھر نُفَل ۴-۶ پھر تُسَع ۷-۹ پھر عُشَر ۱۰-۱۲ پھر بِیْض ۱۳-۱۵ ہیں پھر دُرَع ۱۶-۱۸ پھر ظُلَم ۱۹-۲۱ پھر حَنَادِس ۲۲-۲۴ پھر دَآدی ۲۵-۲۷ - اس کا مفرد دَأْدَاء ہے اور پھر مُحَاق ۲۸-۳۰ - کسی نے ان کو نظم کر کے کہا ہے :

ثُمَّ لَیَالِي الشَّهْرِ قِدْمًا عَرَفُوا
کُلُّ ثَلاَثٍ بِصِفَاتٍ تُعْرَفُ

[۳ : ۲۲۶] عربوں نے قدیم زمانے سے مہینے کی راتوں کو پہچان رکھا ہے اور ہر تین راتیں خاص صفات کے ساتھ معرف ہیں

فَغُرَرٌ وَ نُفَلٌ و تُسَعٌ
وعُشَرٌ فَالبِیضُ ثُمَّ الدُّرَعُ

چنانچہ غُـررَ ، نُفَل ، تُسَع اور عُشَـر ہیں پھر بیْض پھر دُرَع

و ظُلَم، حَنَادِس، دَآدِی،
ثُمَّ المُحَاق، لانمِحَاقِ بَادِی،

اور ظُلَمَ حَنَادس اور دآدی ہیں پھر محاق کیونکہ یہ واضح ہے کہ ان راتوں میں چاند دکھائی نہیں دیتا

اور جس رات کامل چاند ہوتا ہے اسے لیلۃ السواء کہتے ہیں ، یہ پوری تیرہ راتیں ہیں ۔ اس کے بعد لیلۃ البَدْر آتی ہے اور نصف ماہ (پندرھویں) کی رات سَوِیْسَان کہلاتی ہے ۔ محاورے میں یوں کہیں گے اَسْوَیْنَا (ہم لیلۃ السواء میں چلے) اور اَبْدَرْنَا (ہم لیلۃ البدر میں چلے) اور اَنْصَفْنَا (ہم پندرھویں رات کو چلے) یعنی ہم ان میں چلے ۔ یہی تین راتیں بیْض کہلاتی ۔ ہیں اس کے بعد یَدْرَعُ الشھُر یعنی راتوں کے ابتدائی حصے تاریک ہوتے ہیں اور یہ شَاۃٌ دَرْعَاء کے محاورے سے لیا گیا ہے یعنی بکری جس کا اگلا حصہ سیاہ اور باقی حصہ سفید ہو ۔ اس کے بعد چاند گھٹتا جاتا ہے تاآنکہ مٹ جاتا ہے ۔ یہ اس لیے ہے کہ چاند سورج کے ساتھ طلوع ہونے کی وجہ سے جل جاتا ہے ۔ اٹھائیسویں رات کو الدَّعْجَاء کہتے ہیں اس کے بعد کی رات الدَّھْمَاء ہے تیسویں رات لَیْلاَءَ ۔ مِحاق کے دو دن جن میں چاند چھپا رہتا ہے اِبْنَا جَمِیْر کہلاتے ہیں ۔ مہینے کی آخری رات کو البَرَاء کہتے ہیں کیونکہ اس رات چاند سورج سے نجات پا لیتا ہے ۔ اسی رات کو سِرَار کہتے ہیں ۔ بعض کہتے ہیں کہ بَرَاء مہینے کا پہلا دن ہے ۔ اسی طرح انھیں نَاحِر اور نَحِیْر بھی کہتے ہیں ۔

کہا جاتا ہے کہ چاند کو یوں کہا جاتا ہے : تو ایک رات کا چاند کیا ہے ؟ (تمھاری بقاء صرف اس قدر ہوتی ہے کہ) کچھ لوگ رُمَیْلہ کے مقام پر اترے (اور وہاں بکرے نے لیلا دیا اور) لیلے نے ماں کا دودھ پیا (لہذا تمھاری بقاء اتنی مدت تک ہے جتنی مدت میں

یہ لیلا دودھ ہی لے ۔ تو دو رات کا چاند کیا ہے ؟ (اتنی مدت تک ہے کہ) دو لونڈیاں (بیٹھ کر) جھوٹی باتیں کریں ۔ تو تین رات کا چاند کیا ہے ؟ (تمھاری بقاء اتنی ہے کہ) نوجوان لڑکیاں (باہم اکٹھی ہو کر) کچھ دیر باتیں کر کے بغیر الفت کے واپس چلی جائیں ۔ تو چار رات کا چاند کیا ہے ؟ تو بچے والی اونٹنی کی تاریکی ہے کہ بچہ نہ بھوکا ہے اور اسے دودھ پلایا گیا ہے ۔ تو پانچ رات کا چاند کیا ہے ؟ (تیری بقاء صرف اتنی ہے کہ) حاملہ اونٹنیاں جن کا پیٹ نکلا ہؤا ہو رات کا کھانا کھا لیں ، تو چھ رات کا چاند کیا ہے ؟ (صرف اس قدر ہے) کہ رات کو چل اور رات گزار لے ۔ تو سات رات کا چاند کیا ہے ؟ بجو کی تاریکی ۔ تو آٹھ رات کا چاند کیا ہے ؟ تو روشن چاند ہے ۔ نو رات کا چاند کیا ہے ؟ (اتنا روشن ہے کہ اگر سلیمانی مُہروں کا ہار ٹوٹ جائے تو) مُہرے چن لیے جائیں ۔ تو دس رات کا چاند کیا ہے ؟ ایک تہائی مہینہ ۔ [۳ : ۲۲۷] کہا گیا ہے کہ اس کے بعد کے (اقوال) من گھڑت ہیں اور بہت سی ادبی کتابوں میں ان کا ذکر کیا گیا ہے ۔

چاند کے گرد کے حلقے کو ھالۃ کہتے ہیں ۔ چنانچہ کہتے ہیں حَلَّقَ القَمَرُ (چاند نے ہالہ بنایا) (اور یوں بھی کہتے ہیں) القَمَرُ اللَّیْلَۃَ فی الھَالَۃ (آج رات چاند ہالے میں ہے) اور حَجَّرَ اس وقت بولتے ہیں جب چاند کے گردا گرد لکیر ہو ۔ چاند کو زِبرِقان ، اَزْھر ، شہر اور سَاھُور بھی کہا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ سَاھُور اس غلاف کو کہتے ہیں جس میں چاند گرہن کے وقت چھپتا ہے اور آخری نو راتوں میں بھی اسے ساھور کہا جاتا ہے ۔ امید بن ابی الصلت کہتا ہے :

لاَ نَقْصَ فِیْـہِ غَیْرَانَّ خَبِیئَـہٗ
قَمَرٌ وَ سَا ھُوْرٌ یُسَلُّ وَ یُغْمَدُ

اس میں صرف یہ عیب ہے کہ جب یہ چھپ جاتا ہے تو چاند اور

اس کا غلاف ہوتا ہے جس سے کھینچ کر اسے باہر بھی نکالا جاتا ہے اور اس کے اندر بھی داخل کر دیا جاتا ہے

اور شامہ : چاند کی سیاہی کو کہتے ہیں ۔ اسی کے متعلق کسی کی یہ بجھارت ہے :

وَ مَا شَامَةٌ سَوْدَاءُ فِی حُرِّ وَجْهِهِ
مُجَلَّلَةٌ لاَ تَنْجَلِی لِزَمَانِ

اس کے چہرے کے سامنے کے حصے میں وہ سیاہ داغ کیا ہے جو اس کے چہرے پر چھایا ہؤا ہے اور کسی وقت بھی دور نہیں ہوتا

وَ یُدْرِكُ فِیْ تِسْعٍ وَّ خَمْسٍ شَبَابَهُ
وَ یَهْرِمُ فِیْ سَبْعٍ مَعَاً وَ ثَمَانٍ

جو چودہ راتوں میں جوانی کو پہنچتا ہے اور پھر فوراً ہی پندرہ دن میں بوڑھا ہو جاتا ہے

اور محاورے میں بولتے ہیں أضَاءَتِ القَمْرَاء (چاندنی رات روشن ہوئی) اولَیْلَةٌ قَمْرَاء و ضَحْیَاءُ و ضَحْیَانة و بَیْضَاء (چاندنی رات) اور لَیَالی بِیْض (تیرھویں ، چودھویں اور پندرھویں) کو المُحْمِقَات کہتے ہیں کیونکہ اس میں آسمان پر بادل چھا جانے سے چاند دکھائی نہیں دیتا مگر روشنی دکھائی دیتی ہے جس سے تو یہ خیال کرتا ہے کہ صبح ہو گئی ہے حالانکہ ابھی رات ہوتی ہے ۔ محاورے میں کہتے ہیں غَرَّنِیْ غُرُورًا لمُحْمِقَاتِ (اس نے مجھے مُحمقات کی طرح دھوکا دیا) اور بَزَغَ القَمَر : چاند طلوع ہؤا ۔ اور أفَلَ : غروب ہؤا اور فَخْت : چاندنی کو کہتے ہیں ۔ یوں بولتے ہیں جَلَسْنَا فی الفَخْتِ (ہم چاند کی چاندنی میں بیٹھے) کہا جاتا ہے کہ دَأْدَاء اس رات کو کہتے ہیں جس کے متعلق شک ہو کہ آیا یہ گزرنے والے مہینے کی رات ہے یا آنے والے کی اور لَیْلة غُمّی اس رات کو کہتے ہیں جس میں (تاریکی) چاند کے سامنے حائل ہو جاتی ہے

ان کے کسی شاعر نے کہا ہے :

و لَیلَۃٍ مُشتَبِہٍ أَھوَا لُھَا
لَیلَۃَ غَمِّی طَامِسٍ ھِلَا لُھَا

بہت سی ایسی راتیں تھیں جن کی ہولناکیاں مشتبہ تھیں مہینے کی آخری رات میں جبکہ چاند دکھائی نہ دیتا تھا

اور عربوں نے بہت سے ستاروں کے نام رکھے ہوئے ہیں جن کی فصیل طویل ہے لہٰذا ہم نے دو بڑے ستاروں کے ذکر پر ہی اکتفا ا ہے ۔

منازل قمر اور ان کے انواء

[۳ : ۲۲۸] مَنَازِل مَنزِل کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ مسافت ہے جسے چاند ایک دن اور ایک رات میں طے کرتا ہے ۔ اہل ہند کے ہاں ستائیس منزلیں ہیں کیونکہ چاند فلک البروج کو ستائیس دن اور یک تہائی دن میں طے کرتا ہے لہٰذا انھوں نے ایک تہائی کو چھوڑ دیا کیونکہ یہ آدھے سے کم ہے جیسا کہ منجمین کے یہاں دستور ہے عربوں ور بدویوں کے یہاں منزلیں اٹھائیس ہیں ۔ یہ اس لیے نہیں ہے کہ نھوں نے ایک تہائی کو مکمل کر کے ایک شمار کر لیا ہے جیسا کہ عض کا قول ہے بلکہ اس لیے کہ چاندوں کو محسوب کرنے کی وجہ سے ان کے سال مختلف اوقات میں شروع ہوتے ہیں کیونکہ کبھی سال ی ابتدا موسم گرما کے وسط میں ہوتی ہے اور کبھی موسم سرما کے سط میں ۔ اسی طرح ان کی تجارت اور عیدوں کے زمانے بھی (مختلف وقات میں آتے ہیں) لہٰذا انھیں اس بات کی ضرورت پڑی کہ سال کی ختلف فصلوں کو جاننے کے لیے شمسی سال کو محفوظ کر لیا جائے تاکہ ر فصل کے آنے سے پہلے ہی وہ ان امور میں مشغول ہو جائیں جو ان کے نزدیک اس فصل میں اہم ہیں مثلاً ایک چراگاہ سے دوسری چراگاہ کو منتقل ہونا وغیرہ ۔ لہٰذا انھوں نے ان کے محفوظ کرنے کا طریقہ سوچا

تو پہلے انھوں نے چاند پر غور کیا اور دیکھا کہ یہ تقریباً تیس دن میں اپنے اس مقام پر لوٹ آتا ہے جو اسے سورج کی نسبت سے حاصل ہے اور مہینے کی آخری دو راتیں یا اس سے کم یا زیادہ چھپا رہتا ہے۔ لہٰذا انھوں نے ایک ماہ کی مدت میں سے دو دن کم کر دیے تو اٹھائیس دن باقی رہ گئے یہ وہ زمانہ ہے جو ماہ کی ابتدا میں پہلی رات کا چاند بن کر راتوں کو ظاہر ہونے سے شروع ہونے اور صبح کے وقت آخری بار دکھائی دینے اور پھر آخر میں چھپ جانے کا درمیانی عرصہ ہے۔ لہٰذا انھوں نے دور فلک کو اس زمانے پر تقسیم کیا تو ہر حصہ تقریباً بارہ درجے اور اکاون دقیقہ کا ہؤا - اور یہ ۶/۷ درجے ہوتا ہے۔ اس میں سے ہر برج کے حصے میں ۲⅓ منزل آتا ہے۔ جب اس تقسیم سے دور فلک کو ضبط کر لیا گیا تو انھوں نے شمسی سال کے ضبط کرنے کی تدبیر کی کہ یہ ان منازل کو کیسے طے کرتا ہے۔ لہٰذا انھوں نے دیکھا کہ تین منزلوں میں یہ ہمیشہ چھپا رہتا ہے۔ جس منزل میں ہوتا اس میں تو یہ اپنی شعاع کی وجہ سے چھپا رہتا ہے اور جو اس سے قبل ہے اس میں صبح کی روشنی کی وجہ سے اور بعد کی منزل میں سورج کی روشنی سے۔ وہ یہ دیکھتے رہے کہ چھپا ہؤا صبح کی روشنی کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے۔ پھر اس کی شعاع سے پھر شفق کی روشنی سے۔ لہٰذا انھوں نے ہر دو منزلوں کے ظاہر ہونے کا درمیانی زمانہ تقریباً تیرہ دن پایا۔ لہٰذا تمام منزلوں کے تین سو چوسٹھ دن بنتے ہیں۔ لیکن سورج ان سب کو تین سو پینسٹھ دن میں طے کرتا ہے۔ اس پر انھوں نے ” غفر “ کی منزل میں ایک دن کا اضافہ کر دیا۔ خواہ اس منزل میں اپنی کسی اصطلاح کی وجہ سے اضافہ کیا خواہ اس منزل کے شرف کی وجہ سے جیسا کہ انشاء اللہ تو سنے گا کبھی دو دن کے اضافے کی ضرورت پڑ جاتی ہے تاکہ اٹھائیس منزلیں سال کے ساتھ ہی ختم ہو جائیں اور [۲۲۹ : ۳] بات پھر سے پہلے ستارے کی طرف لوٹ آئے۔ یاد رکھیں کہ عربوں نے ان اٹھائیس قسموں کی علامات ان ستاروں کے لحاظ سے مقرر کر رکھی ہیں جو ظاہر ہیں اور منطقے کے قریب ہیں یعنی وہ ستارے

د کی گزرگاہ میں راستے سے قریب ہیں یا چاند کے بالمقابل ہیں ۔ لہٰذا
د ہر رات ان میں سے کسی ایک کے قریب اترا ہؤا دکھائی دیتا
اور اس اعتبار سے کہ یہ ستارے ان منازل کے بالمقابل واقع ہوئے
ان منزلوں کے ستاروں کے حالات ان منزلوں کے ساتھ اسی طرح ہیں
، طرح ہیئت دانوں کے یہاں کے ستاروں کے ان برجوں کے ساتھ ہیں۔ اور یہ
ـ الافلاک ہے۔ جب چاند تیزی سے چلتا ہے تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
وہ درمیان میں کسی منزل کو خالی چھوڑ دیتا ہے اور اگر سست
ری سے چلے تو کبھی ایک منزل میں دو راتیں بھی رہ جاتا ہے ۔
ـوں راتوں کی ابتدا میں منزل کی ابتدا میں ہوتا ہے اور آخر میں منزل
آخر میں ۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی رات چاند دو
لوں کے درمیان دکھائی دیتا ہے اور مہینوں کے بارے میں جو یہ
ہا جاتا ہے کہ ہر رات چودہ منزلیں ظاہر ہوتی ہیں اور اتنی ہی مخفی
، ہیں ۔ نیز یہ کہ جب کوئی منزل طلوع کرتی ہے تو اس کی رقیب
ـ غائب ہو جاتی ہے اور یہ طالع سے پندرھوین منزل ہے اس کا یہ
اس لیے پڑا کہ اسے اس رقیب سے تشبیہ دی گئی ہے جو اسے تاڑ
ہو کہ جونہی کہ یہ مشرق سے ظاہر ہو تو وہ مغرب میں غروب
جائے ۔ اس کا غلط ہونا ظاہر ہے ۔ اس لیے کہ یہ منازل عین منطقہ پر واقع
ـ ہیں اور نہ ہی ان کا درمیانی فاصلہ مساوی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ
ی سولہ یا سترہ منزلیں ظاہر ہوتی ہیں اور کبھی تیرہ مخفی ہوتی ہیں ۔

اور ان منازل کے انواء میں جن کے متعلق علما میں اختلاف پایا
ہے ہم یہاں اس بیان کا خلاصہ پیش کرتے ہیں جو ابوالقاسم
لرحمٰن بن اسحٰق الزجاجی[1] نے اپنی اس کتاب میں جو اس نے انواء

---

[1] ابو القاسم عبدالرحمٰن بن اسحاق البغدادی النہاوندی الزجاجی ۔ بغداد میں رہا اور وہیں نشو و نما پایا ۔ یہ علی بن ابراهیم السری الزجّاج کا شاگرد تھا اسی لیے الزجّاجی کہلایا ۔ ابن درید ، نفطویہ او ابوالحسن الاخفش سے روایت کی ۔ ۳۳۷ھ میں دمشق میں وفات پائی ۔

کے متعلق لکھی ہے تحریر کیا ہے الزجاجی کہتا ہے : سال کے چار جزء ہیں - ہر جزء کے سات انواء ہیں - ہر نَوْء کے تیرہ دن - سوا نَوْء الجبہہ کے کہ اس کے چودہ دن ہوتے ہیں (سال کو پورے تین سو پینسٹھ دن کا بنانے کی غرض سے ایک دن کا اس میں اضافہ کر دیا گیا ہے) یہی وہ مقدار ہے جس میں سورج فلک کے بارہ برجوں کو طے کرتا ہے - ہر برج کی ۲⅓ منزلیں ہیں اور جب سورج ان منازل میں سے کسی ایک منزل میں اترتا ہے تو اسے ڈھانپ لیتا ہے کیونکہ سورج تیس درجوں کو ڈھانپتا ہے - پندرہ درجے اس کے پیچھے ہوتے ہیں اور اتنے ہی اس کے آگے اور جب یہاں سے منتقل ہوتا ہے تو ظاہر ہو جاتا ہے - زجاجی نے اسی طرح کہا ہے -

لہٰذا جب اتفاق سے ایسا واقع ہو کہ صبح کے وقت ان منازل میں سے کوئی ایک منزل طلوع ہو اور اس کی رقیب منزل غروب ہو تو یہ نوء ہے اور سال بھر میں ہر منزل کو صرف ایک بار ایسا اتفاق پیش آتا ہے اور نَوْء کا لفظ نَاءَ یَنُوْءُ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں بھاری بوجھ کی وجہ سے آہستہ آہستہ اور مشقت کے ساتھ اٹھنا اور عرب نوء کا لفظ غروب ہونے والی منزل کے لیے بولتے ہیں اس لیے کہ یہ غروب ہونے کے لیے مشکل سے اٹھتی ہے انھی معنوں میں ان کے اکثر اشعار پائے جاتے ہیں - اور اللہ تعالی کے فرمان :

مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوْءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ

(جن کی چابیاں بڑے طاقتور قبیلے کو بھی زمین کی طرف جھکا دیں)

کی تفسیر بعض علما نے یوں کی ہے أَیْ تُمِیْلُ بِهِمْ إِلَى الْأَرْضِ (یعنی ان کو زمین کی طرف جھکا دیں) اور یہ تفسیر اس تفسیر کے مقابلے میں جس میں یہ کہا گیا ہے کہ یہاں عبارت[1] مقلوب ہے زیادہ قرین قیاس ہے -

---

۱ - ان علما کے قول کے مطابق اصل عبارت یوں ہوئی مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوْءُ الْعُصْبَةُ بِهَا -

زجاجی کہتا ہے : اور بعض علما نوء کو منزل طالع بتاتے ہیں اور یہ منجمین کا مذہب ہے کیونکہ طلوع ہونے والے میں تاثیر بھی ہے اور قوّت بھی اور غروب ہونے والی منزل تو ساقط ہوتی ہے اس میں نہ قوت ہے نہ تاثیر۔

مبرد کہتا ہے : نوء کا لفظ در حقیقت طلوع ہونے والے ستارے کے لیے بولا جاتا ہے نہ کہ غروب ہونے والے کے لیے اور ان تمام منازل کو فلک ہر دن اور ہر رات مشرق سے طلوع کراتا ہے اور مغرب میں غروب۔

اور یہ فلک کا ایک دور ہے۔

سال کا پہلا چوتھائی حصہ ربیع (موسم بہار) ہے

اس کی ابتدا آذار[1] کے انیسویں دن سے ہوتی ہے اور بعض بیسویں دن سے بتاتے ہیں۔ اس وقت رات اور دن برابر ہوتا ہے۔ دوسری صبح کو " فَرْغ الدّلوالاسفل " طلوع ہوتا ہے۔ اسی کو مؤخر بھی کہتے ہیں۔ العواء غروب ہوتا ہے اور عوّاء ہی کی طرف نَوْء کو منسوب کیا جاتا ہے، عوّاء کو ممدود بھی اور مقصور (عَوّیٰ) بھی پڑھا جاتا ہے اور اس کی شکل یہ ہے کہ پانچ ستارے ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے الف کی دم کو بائیں جانب سوڑ دیا گیا ہو اور اس کا یہ نام اسی وجہ سے پڑا۔ جب تو کسی چیز کو موڑ دے تو عرب عَوَیْتُ الشّیئی بولتے ہیں۔ دیگر علما کہتے ہیں : بلکہ یہ اس طرح ہے جیسے پانچ کُتّے شیر کے پیچھے بھونک رہے ہوں۔ ابن دُرَید کہتا ہے : بلکہ اس کے معنی ہیں : شیر کا پچھلا حصہ اور عربوں کے ہاں عَوّاہ پچھلے حصے کو کہتے ہیں۔

دوسری نَوء " السّماك " ہے اور یہ دو ہیں۔ ایک (سماک) اعزل۔ اور یہ بہت چمکدار ستارہ ہے اسے اَعزَل انسان کے ساتھ تشبیہ دی گئی

---

[1] - آذار : مارچ

اور اعزل اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو
یہ چاند کی منزل ہے دوسرا (سماک) ایک ستارہ ہے جس کے آگے
اور ستارہ ہوتا ہے اور اسے نیزے[1] (رُمح) کے ساتھ تشبیہ دی گئی ۔
یہ دونوں " اسد " کی دو پنڈلیاں ہیں ۔ اسے سماک اس کی بلندی
وجہ سے کہا گیا ہے اس کے سوا کسی اور ستارے کو خواہ وہ بلند
کیوں نہ ہو سماک نہیں کہا جاتا ۔ سیبویہ نے اسی طرح کہا
جیسا کہ الزجاجی نے ابو اسحٰق الزجاج سے روایت کرتے ہوئے
کیا ہے ۔ مگر اس نے (سماک) اعزل کے متعلق یوں کہا ہے : :
لوگ کہتے ہیں، کہ اسے اعزل اس لیے کہا گیا کہ چاند اس میں :
اترتا اور یہ قول تمام لوگوں کے قول کے خلاف ہے ۔

تیسری نَوْء الغَفْر ہے اور یہ تین ایسے ستارے ہیں جو چمک
نہیں ہیں اسی لیے یہ نام پڑا اور یہ اس محاورے سے لیا گیا ہے غَفَرْ
الشئیَ اذا غطّیتہ' (میں نے چیز کو ڈھانپ دیا) اور غِفارہ[2]
پہنی جاتی ہے اس کا یہ نام بھی اسی لیے پڑا ۔ بعض لوگ کہتے
کہ اس کا غفر نام اس لیے پڑا کہ یہ غفرہ سے لیا گیا ہے اور غفرہ
ان بالوں کو کہتے ہیں جو شیر کی دم کی ایک طرف ہوتے ہیں
ابو عبیدہ کہتا ہے : ہر وہ بال جو چھوٹا ہو بڑا نہ ہو وہ غَفَر .
[۳ : ۲۳۱] اسی طرح پروں میں ہے ۔ بعض لوگ کہتے ہیں ۔ یہ
مرض کے دوبارہ عَود کر آنے سے لیا گیا ہے محاورہ ہے اَغْفَرَ المَرِیْض
جب اس کی بیماری پھر عود کر آئے ۔ گویا بیماری کے عود کر آنے
اس کی عافیت ڈھانپ دی گئی ہے ۔

چوتھی نَوء الزُّبَانَان ہے اور یہ دو الگ الگ ستارے ہیں
یہ " عقرب " کے دو سینگ ہیں ۔ بعض اس کے دو ہاتھ بتاتے ہیں

---

۱ ۔ لہٰذا اسے سماک رامیح کہا جاتا ہے ۔
۲ ۔ غفارہ وہ زرہ جسے فوجی ٹوپی کے نیچے پہنتا ہے یا وہ کپڑا
عورت اوڑھنی کو بچانے کے لیے برقع کے نیچے رکھتی ہے ۔

زُبٌانان اس لیے کہا گیا کہ ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی سے دور ہے یہ عربوں کے اس محاورے سے لیا گیا ہے زَبَنتُ : کَذا جب تو اسے دور ہٹانے کے لیے دھکا دے - اسی سے زبانیہ کا لفظ مشتق ہے - کیونکہ (یہ فرشتے) دوزخیوں کو دوزخ کی طرف دھکیل کر لے جائیں گے -

پانچویں نَوْء الاکلیل ہے - یہ رأس عقرب پر تین ستارے ہیں اسی لیے اسے اکلیل (تاج) کہا گیا -

چھٹی نَوء القلب ہے یہ ایک سرخ چمکدار ستارہ ہے جسے تشبیہ کے طور پر عقرب کا دل بتاتے ہیں -

ساتویں نَوء الشَوْلہ ہے - یہ دو ستارے ہیں جن میں سے ایک دوسرے کے مقابلے میں زیادہ چھپا ہؤا ہے اور یہ دونوں '' عقرب '' کی دُم ہیں - چونکہ عقرب (بچھو) کی دم ہمیشہ اٹھی رہتی ہے لہٰذا اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی - یہ بعض کا قول ہے - بعض '' شولہ '' اس سوئی (ڈنگ) کو کہتے ہیں جو عقرب (بچھو) کی دم میں ہوتی ہے - اس قول کے قائل اہل حجاز ہیں ، یہ بات ان لوگوں کے عندیے کے مطابق جن کا خیال ہے کہ یہ صرف دو ستارے ہیں - زیادہ درست ہے -

دوسرا چوتھائی حصہ صیف (موسم گرما) ہے

اس کی پہلی نَوْء النَّعَائم ہے اور یہ آٹھ روشن ستارے ہیں - ان میں سے چار مجرّہ (کہکشان) میں ہیں جنھیں الوارِدَۃ کہا جاتا ہے ، چار مجرّہ سے باہر ہیں ، جنھیں الصَّادِرَۃ کہا جاتا ہے - انھیں ان لکڑیوں سے تشبیہ دی گئی ہے جو کنوئیں کے اوپر ہوتی ہیں اور ان پر چرخی اور ڈول لٹکایا جاتا ہے -

موسم گرما کی دوسری نَوء البَلدَۃ ہے اور یہ لطیف کھلی ہوئی جگہ ہے جس کے اندر کوئی چیز نہیں پائی جاتی لیکن اس کے پڑوس میں ستارے ہیں جنھیں قلادہ کہا جاتا ہے - اس '' فُرجہ '' (کھلی ہوئی جگہ) کو '' بلدہ '' اس فرجہ کے ساتھ تشبیہ کی وجہ سے کہا گیا جو دو

ابروؤں کے درمیان ہوتی ہے بشرطیکہ دونوں ابرو مقرون (باہم ملے ہوئے) نہ ہوں ۔ انھی معنوں میں کہا جاتا ہے رَجُلٌ أَبْلَدُ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بلدۃ وہ اندرونی حصہ ہے جو انگھوٹھے اور انگشت شہادت کے درمیان ہوتا ہے ۔

تیسری نوء سَعْدُ الذّابح ہے اور یہ دو چھوٹے ستارے ہیں ایک شمال کی جانب اوپر کو اٹھا ہؤا ہے اور اس کے ساتھ ایک اور ستارہ ہے جسے اس کی وہ بکری کہا جاتا ہے جسے ذبح کیا جاتا ہے اور دوسرا ستارہ جنوب کی جانب نیچے کو جا رہا ہوتا ہے ۔

موسم گرما کی چوتھی نوء سَعْدُ بُلَعَ ہے یہ مجرّہ (کہکشاں) میں دو ایک جیسے چھوٹے ستارے ہیں انھیں اس منہ سے تشبیہ دی گئی ہے [۳ : ۲۳۲] جو کھلا ہؤا ہو اور کوئی چیز نگلنا چاہتا ہو ۔ کہ اسے بُلَعَ اس لیے کہا گیا کہ اس نے اپنی بکری کو نگل لیا تھا اور بُلَعَ کا لفظ غیر منصرف ہے ۔ کیونکہ یہ بالع سے معدول ہے جس طرح زفر (زَافِر سے) اور قُثَم (قَاثِم سے) معدول ہے اور سعد مضاف الیہ ہے ۔

موسم گرما کی پانچویں نوء سَعْدُ السُّعُود ہے اور یہ دو ستارے ہیں ۔ ان میں سے ایک دوسرے کے مقابلے میں زیادہ روشن ہے ، اسے یہ نام اس لیے دیا گیا کہ یہ اس وقت طلوع ہوتا ہے جب کھیتوں اور ان نباتات کا کمال شروع ہوتا ہے جن پر حیوانات کی زندگی کا دار و مدار ہے ۔

موسم گرما کی چھٹی نوء سَعْدُ الأَخْبِيَة ہے ۔ اور یہ "خباء" کی شمالی جانب دو ستارے ہیں ۔ أخبیہ چار ستارے ہیں ان میں سے ایک ان کے وسط میں ہے جسے "خباء" کہا جاتا ہے اس لیے کہ یہ خباء (خیمے) کی شکل میں ہے ۔ ابن قُتَیبہ کا خیال ہے کہ اسے یہ نام اس لیے دیا گیا کہ یہ اس وقت طلوع ہوتا ہے جب سانپ اور کیڑے مکوڑے

پھیل جاتے ہیں اور وہ کیڑے جو پہلے چھپے ہوئے ہوتے ہیں نکل آتے ہیں ۔

موسم گرما کی ساتویں نوء "فَرْغُ الدَّلو الاَعلیٰ" ہے اور یہ اگلا حصہ ہے ۔ بعض اسے العَرْقوۃ العُلیا کہتے ہیں کیونکہ اسے ڈول کے عَرْقُوۃ (ڈول کی وہ لکڑی جو اسے پکڑنے کے لیے اس کے اندر لگی ہوتی ہے) سے تشبیہ دی گئی ہے ۔ یہ دو روشن اور الگ الگ ستارے ہیں ۔ اسے فرغ اس لیے کہا گیا کیونکہ اس میں بڑی بارشیں آتی ہیں ۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ یہ نام اس لیے دیا گیا کہ یہ دونوں ڈول کی اس صلیبی لکڑی کی طرح ہیں جس سے پانی انڈیلا جاتا ہے ۔

تیسرا چوتھائی حصہ خریف ہے

اس کی پہلی نوء فَرْغ الدَّلو الاَسفل ہے ۔ اس کی شکل دو روشن ستاروں کی سی ہے جن کے درمیان کافی فاصلہ ہے اور یہ دونوں ستارے العرقوۃ کے پیچھے پیچھے آتے ہیں ۔

اس کے بعد حُوْتہ ہے اور یہ ایک روشن اور چمکدار ستارہ ہے جو "سمکہ" کے وسط میں سر کے متصل واقع ہے اور اسے قلب السمکہ بھی کہا جاتا ہے ۔

اس کے بعد الشَرْطان ہے ۔ یہ دو الگ الگ ستارے ہیں ان میں سے جو شمالی جانب واقع ہے اس کے ساتھ ایک اور ستارہ ہے جو اس سے چھوٹا ہے ۔ انھیں شرطان اس لیے کہا گیا کہ ان کا غروب ہونا اس بات کی علامت ہے کہ بارش شروع ہوگی اور مسلسل ہوگی ، پھر ہر وہ شخص جو اپنی کوئی خاص نشانی لگا لے اس کے لیے اَشْرط کا لفظ بولا جاتا ہے ۔ اسی محاورے سے الشُرطَ (پولیس) کا لفظ نکلا ہے اس لیے کہ ان کی خاص علامات ہوتی ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں ۔

اس کے بعد البُطَیْن ہے اور یہ بغیر روشنی کے تین مخفی ستارے ہیں اور یہ بطن الحمل (لیلے کا پیٹ) ہے مگر یہ چھوٹا ہے ۔

اس کے بعد الثُریّا ہے اسی کو النّجم کہتے ہیں ۔ اس کی شکل یہ ہے کہ یہ چھ ستارے ہیں جو ایک دوسرے سے اتنے قریب ہیں کہ معلوم ہوتا ہے آپس میں مل جائیں گے ۔ اکثر لوگ انھیں سات بتاتے ہیں اور اشعار میں دونوں قول مذکور ہیں ۔ اسے ثُریّا اس لیے کہا گیا کہ اس کی بارش سے فراوانی ، اضافۂ مقدار اور کثرت دولت پیدا ہوتی ہے ۔ ثُریّا ثَرْوٰی کی تصغیر ہے ۔ یہ لفظ ہمیشہ مُصغّر ہی بولا جاتا ہے ۔

اس کے بعد الدبران ہے ۔ یہ ایک چمکدار ستارہ ہے جو ان چند ستاروں کے پیچھے پیچھے آتا ہے جن کا نام القِلاص ہے ۔ اسے دبَران اس لیے کہا گیا کہ یہ ثُریّا کے پیچھے پیچھے آتا ہے ۔ اسے تشبیہ کے [۳ : ۲۳۳] طور پر الرّاعِی ، التّالی اور الحادِی بھی کہا جاتا ہے ۔

اس کے بعد الہقعہ ہے ۔ اس کا یہ نام اس دائرے کے ساتھ تشبیہ کی وجہ سے پڑا جو گھوڑے کے پہلو میں پچھلی طرف ہوتا ہے ۔ اس کی صورت تین ستاروں کی ہے جو ایک دوسرے کے ایسے قریب دکھائی دیتے ہیں جیسے تین انگلیوں کے سروں کے نمناک زمین میں پڑے ہوئے نشان ۔ یعنی جب درمیانی انگلی ، انگشت شہادت اور انگوٹھے کو جمع کر کے نشان لگایا جائے اور رأس الجوزاء بھی یہی ہے ۔

چوتھا چوتھائی حصہ موسم سرما ہے

یہ سال کا آخری چوتھائی حصہ ہے ۔ اس کی پہلی نَوْء الہنعہ ہے ۔ اس کا یہ نام اس لیے پڑا کہ یہ دو ساتھ ملے ہوئے ستارے ہیں اور ہر دو ایک دوسرے کی طرف مڑے ہوئے ہیں اور یہ اس محاورے سے لیا گیا ہے ھَنَعْتُہ اذا عَطَفْتَ بَعْضَہ علی بَعْض جب تو اسے ایک دوسرے کی طرف موڑ دے تو ھَنَعتُہ بولتے ہیں ۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ جو زاء اور ذراع مقبوضہ کے درمیان مَجَرّہ میں ملتے ہیں ۔

دوسری نوء ذراع الاسد المقبوضہ ہے ۔ اسے مقبوضہ اس لیے کہا

گیا کہ یہ ذراع مبسوط کی سمت سے سکڑی ہوئی ہے ۔ مقبوضہ دو روشن ستارے ہیں جن کے درمیان چھوٹے چھوٹے ستارے ہیں جنھیں اظفار کہا جاتا ہے ۔ اسد کی جو انواء ہیں وہ سب سے زیادہ قابل تعریف ہیں اسی لیے عربوں کے ہاں ان کا ذکر اشعار میں کثرت سے آیا ہے ۔ شاعر (فرزدق) کہتا ہے :

یَا مَنْ رَأَى عَارِضاً اُسَرُّ بِهِ
بَيْنَ ذِرَاعَيْ وَ جَبْهَةِ الأَسَدِ

ہے کوئی جس نے ذراع الاسد المقبوضہ اور ذراع الاسد المبسوطہ اور جبہة الاسد کے درمیان ایسا بادل دیکھا ہو جس سے مجھے خوشی ہو

دونوں ذراع اور جبہہ منازل میں سے ہیں ۔ دونوں ذراع چار ستارے ہیں ۔ ہر دو ستارے ایک ذراع ہیں ۔ ابو اسحٰق کہتا ہے : ذراع الاسد المقبوضہ دو روشن ستارے ہیں جن کے درمیان کئی چھوٹے چھوٹے ستارے ہیں جنھیں اظفار کہا جاتا ہے ۔ یوں سمجھو جیسے یہ شیر کے ناخنوں کی جگہ پر واقع ہیں اسی لیے انھیں اظفار کہا جاتا ہے ۔ اسے ذراع مقبوضہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دوسرے ذراع کی جہت میں واقع نہیں ہے اور یہ اس کی طرف سے سکڑا ہؤا ہے اور اس کی نوء کا نون ثانی (جنوری) کی دو راتیں گزر جانے کے بعد ہوتی ہے ۔ ذراع صبح کے وقت مغرب میں غروب ہو جاتا ہے اور البلدة اور النسر الطائر مشرق میں صبح کے وقت طلوع ہو جاتے ہیں ۔ اور اسی نوء میں پانی جم جاتا ہے اور سردی شدت کی ہو جاتی ہے ۔

[۳ : ۲۳۴] جبہہ چار ستارے ہیں جن میں کجی ہے ۔ ان میں سے ایک بَرّاق ہے اور یہی یمنی (ستارہ) ہے ۔ اس کا نام جبہہ اس لیے پڑا کہ یہ شیر کی پیشانی (کا سا) ہے ۔ اس کی نَوء ماہ شباط (فروری) کی دس راتیں گزر جانے پر ہوتی ہے ۔ جبہہ مغرب میں صبح کے وقت گر جاتا ہے اور مشرق سے صبح کے وقت سعد السعود طلوع کرتا ہے ۔ اسی نوء میں

جمرہ ثالثہ گرتا ہے اور ابتدائی گھاس (اگنے کے لیے) حرکت میں آتی ہے - پرندے آواز نکالتے ہیں - درختوں کے پتے نکل آتے ہیں اور خوب بارش برستی ہے - اسے نَوْء اسد اس لیے کہا جاتا ہے کہ جبہۃ الاسد میں بہت سے ستارے اس کے ساتھ آ کر مل جاتے ہیں - شاعر نے ان دو منزلوں کا خاص طور پر اس لیے ذکر کیا ہے کہ جو بادل منازلِ اَسَد کی کسی بھی نَوْء سے پیدا ہوتے ہیں ان کی بارش بہت زیادہ ہوتی ہے اسی لیے وہ اس سے خوش ہو رہا ہے ۔

الاَعلم کہتا ہے : شاعر نے سامنے آنے والے بادل کا ذکر کیا ہے جو نوء الذراع اور نوء الجبہہ کے درمیان حائل ہو گیا - یہ دونوں اسد کی اَنْواء میں سے ہیں - اسد کی انواء سب سے زیادہ قابل تعریف انواء ہیں - شاعر نے دونوں ذراع کا ذکر کیا ہے حالانکہ نوء تو صرف ذراع مقبوضہ کی ہے اور یہ اس لیے کیا ہے کہ یہ دونوں اعصاب اُسد میں مشترک ہیں - اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے :

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ و المَرْجَانُ
(ان دونوں میں سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں)

اللہ تعالیٰ کی دونوں سمندروں سے مراد کھاری پانی کا سمندر اور میٹھے پانی کا سمندر ہے حالانکہ موتی صرف کھاری سمندر سے نکلتے ہیں - دونوں سے نہیں نکلتے - [1]بنی سعد کا ایک شاعر کہتا ہے :

---

۱ - لسان العرب (اون) میں ان شعروں کو ذوالرمہ کی طرف منسوب کیا گیا - لسان میں یوں تشریح کی ہے : الاَوْن : أحد جا بنی الخُرج و هٰذا خرج ذو أونين و هما كالعدلين قال ابن برى : وقال ذوالرمة وهو من ابيات المعانى - پھر یہی اشعار دے کر یوں لکھا ہے : خيفاء : يعنى أرْضاً مختلفة ألوان النبات قد مُطِرَت بنَوْء الاُسد فَسَرَّت من له مَاشِيَةٌ و سَاءَت مَنْ كان مُصْرِماً لا ابل له و الدرماء الاَرنب يقول سمنت حتى سحبت قصبها كأن بَطْنَهَا بطن حبلى مُتْئِم - پھر دوسری جگہ (درم) یوں لکھا ہے : يصف روضة كثيرة النبات تمشى بها الاَرنب ساحبة قصبها حتى كأن بَطْنَهَا بطن حُبلىٰ -

وَخَيْفَاءُ أَلْقَي اللَّيْثُ فِيهَا ذِرَاعَہ'
فَسَرَّتْ وَسَاءَتْ كُلَّ مَاشٍ وَ مُصْرِمٍ

ایک زمین پر جس میں رنگ برنگ کی نباتات اگی ہوئی تھی نوء ذراع الاسد نے بارش برسا دی جس سے مویشیوں کے مالکوں کو خوشی ہوئی اور جن کے پاس کوئی اونٹ نہ تھا وہ غمناک ہو گئے

تَمَشَّي بِهَا الدَّرْمَاءُ تَسْحَبُ قُصْبَهَا
كَأَنْ بَطْنُ حُبْلَي ذَاتُ أَوْنَيْنِ مُتْئِمِ

خرگوش (اس قدر موٹا ہو گیا تھا کہ) وہاں اپنی انتڑیاں گھسیٹتا ہؤا چلتا تھا ، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کا پیٹ ایک حاملہ عورت کا پیٹ ہے جو دو جڑووں بچوں سے حاملہ ہو

الخَيْفَاءُ : وہ باغ جس میں خشک گھاس بھی ہو اور تر گھاس بھی اور یہ سبز اور زرد دو رنگ ہوئے۔ جہاں کہیں دو دو رنگ ہوں گے خیف کہلائے گا ۔ جب گھوڑے کی ایک آنکھ سرمیلی ہو اور دوسری نیلی تو اسے خیفاء کہتے ہیں اور خَيْف کو خیف اس لیے کہا گیا کہ اس میں سیاہ و سفید پتھر پائے جاتے ہیں ۔ رہا اس کا أَلْقَي اللَّيْثُ فيها ذِرَاعَہ' کہنا تو گویا وہ کہتا ہے : یہاں نوء ذراع کی وجہ سے بارش ہوئی اور یہ ذراع الاسد ہے ۔ چنانچہ اس نے ماشی یعنی مویشیوں کے مالکوں کو خوش کیا اور مُصرم ۔ جس کے پاس کوئی مال نہیں ، کو غمناک کیا ۔ کیونکہ مویشیوں والا یہاں اپنے مویشی چرائے گا اور جس کے پاس مال نہیں جب یہاں کی خوبصورتی دیکھے گا اور یہ دیکھے گا کہ اس کے پاس چرانے کے لیے کوئی جانور نہیں ہے تو اسے حسرت ہوگی ۔ رہا اس کا تمشی بھا الدرماء کہنا ۔ تو مقصود ہے خرگوش ۔ اسے درماء اس لیے کہا گیا کہ اس کے قدم چھوٹے چھوٹے اٹھتے ہیں اور یہ اپنے نشان قدم کو مخفی رکھتا ہے تاکہ کوئی اس کے نشان پر اس کے پیچھے نہ آ سکے لہٰذا درماء کہا گیا ۔ مناسب یہ تھا کہ اسے دَارِمَۃ کہتے اور اس کا تسحب قصبھا کہنا ۔ یہ ایک مثال ہے اور قُصب کے معنی مِعًی (انتڑی)

۔ مقصور ۔ کے ہیں اور جمع أقصاب آتی ہے ۔ اس نے قصب سے استعارۃ
مراد لیا ہے ۔ وہ کہتا ہے : کہ خرگوش کا پیٹ گھاس کھا کھا کر ا
[۳ : ۲۳۵] موٹا ہو گیا ہے جیسے کوئی حاملہ ہو اور آوناز
بوریاں ۔ کتہ رہا ہے کہ یہ دونوں پہلوؤں کے باہر کو نکلے ہو۔
پھولے ہوئے ہونے کی وجہ سے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے ا
بوریاں پڑی ہوئی ہیں ۔ جب کوئی جانور اتنا پانی پی لے کہ اس کے
پہلو پھول جائیں تو أوِنَ الحِمَارُ وغیرہ بولتے ہیں ۔ اور مُتْئِمٌ
فاعل ہے ۔ محاورہ ہے أتْأَمَتِ المَرْأَةُ جب وہ ایک پیٹ سے دو
جنے اور عورت کو مُتْئِم کہا جاتا ہے ۔ اور اس کے متعلق بہ
اشعار کہے گئے ہیں ۔

موسم سرما کی تیسری نوء النَّثْرَہ ہے ۔ یہ دو ستاروں کے
بادل کا سا ٹکڑا ہے اور یہ أسد کے منہ اور ناک کے درمیان واقع
نثرہ انسان کے جسم میں وہ کشادگی ہے جو ناک کی نوک کے با
دو موچھوں کے درمیان ہے ۔ اسے نثرہ اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ
کے اس ٹکڑے کی طرح دکھائی دیتا ہے جسے بکھیر دیا گیا ہو ۔

چوتھی نَوء " طَرْف " ہے اور یہ " اسد " کی دونوں آ
ہیں ۔ یہ دو چھوٹے ستارے ہیں جن کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جو نـ
قد آدم جتنا دکھائی دیتا ہے ۔

پانچویں نوء " جبہہ " ہے ۔ یہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے یہ
چار ٹیڑھے اور چمکدار ستارے ہیں اور یہی ان کے ہاں جبہۃ الاسد
ہے ۔

چٹھی نوء " زُبْرَۃ " ہے ۔ اور زُبرۃ الاسد میں دو روشن
ہیں ۔ زبرہ الأسد شیر کے دونوں کندھوں کا وہ مقام ہے جہاں بال
ہیں ۔ انھیں خراتان بھی کہا جاتا ہے گویا یہ سوراخ کرکے اسد کے
تک چلے گئے ہیں ۔ یہ لفظ خرت سے مشتق ہے جس کے معنی سور
ہیں ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ شیر کا پچھلا حصہ ہے ۔ مگر
اس خیال کو باطل قرار دیتا ہے جیسا کہ الزجاجی نے کہا ہے ۔

ساتویں نوء '' صرفہ '' ہے ۔ یہ ایک بہت روشن ستارہ ہے جس کے پاس بے نور ستارے ہیں ۔ اس کا یہ نام اس لیے پڑا کہ جب یہ غروب ہو جاتا ہے تو سردی چلی جاتی ہے ۔ اس کے طلوع ہونے سے گرمی چلی جاتی ہے ۔

یہ منزلوں کی تعداد اور ان کی تعریف ہے ۔ انھیں چاند کی طرف منسوب کیا گیا ہے ۔ سورج کی طرف نہیں کیا گیا حالانکہ دونوں کا حصہ یکساں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ انواء چاند کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں ۔ انھیں '' نجوم الاخذ '' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ زمین ان سے بارش کی برکتیں حاصل کرتی ہے ۔ بعض تو کہتے ہیں کہ ان کا نام نجوم الاخذ اس لیے پڑا کہ سورج اور چاند اپنی گردش میں ان کے رخ پر چلتے ہیں ۔

عربوں کے نزدیک انواء کی اقسام اور ان کے ایام

یاد رکھیں کہ عربوں نے ان منازل کو اس نسبت کے اعتبار سے جو انھیں انواء کے ساتھ ہے ۔ سات قسموں میں تقسیم کیا ہے ۔ یہ تقسیم اس طرح نہیں ہے جیسے ہم نے ابو اسحٰق الزجاج سے نقل کرکے پہلے بیان کیا بلکہ اس سے مختلف ہے ۔

انواء کی پہلی قسم بدری ہے اور یہ ایلُول (ستمبر) کی آٹھ تاریخ سے لے کر تشرین اول (اکتوبر) کی سترہ تاریخ تک انتالیس دن ہوتے ہیں ۔ ان لوگوں کے خیال کے مطابق جو نوء کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ نوء صبح کے وقت مغرب میں ستارے کے ڈوبنے کو کہتے ہیں ۔ فرغ الدلوالمقدم ، فرغ الدلو المؤخر اور حوت کا گرنا اس کی نوء ہے ۔

[۳ : ۲۳۶] دوسری قسم وسمی ہے ۔ یہ باون دن ہیں ۔ یہ سترہ تشر ین اول (اکتوبر) سے لے کر کانون اول (دسمبر) کی نو تاریخ تک رہتی ہے اور شُرطین ، بُطیّن ، ثُریّا اور دبران کا ساقط ہونا اس کی نوء ہے ۔

تیسری قسم ولی ہے ۔ اس کے ایک سو تیس دن ہیں اس کی ابتدا کانون اول (دسمبر) کی ۹ تاریخ سے ہوتی ہے اور اٹھارہ نیسان (اپریل) تک

جاتی ہے اور اس کی نوء الہقعہ ، الہنعہ ، الذراع ، النثرہ ، الطرف ، الجبہہ ، الزبرۃ ، الصرفہ ، العواء اور السماک کا ساقط ہونا ہے ۔

چوتھی قسم الغمیر والمد ہے ۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے اندر گھسی ہوئی ہیں ۔ یہ باون دن تک رہتی ہیں یعنی اٹھارہ نیسان (اپریل) سے لے کر نو حزیران (جون) تک ہے ۔ اس کی نوء الغفر ، الزبانی ، الاکلیل اور القلب کا ساقط ہونا ہے ۔

پانچویں قسم البسری ہے اور چھبیس دن تک رہتی ہے یعنی ۹ حزیران (جون) سے لے کر پانچ تموز (جولائی) تک ۔ عوام اسے النفاخ کہتے ہیں کیونکہ اس میں کچی کھجوریں بڑی ہو کر پکنے کے قریب ہو جاتی ہیں ۔ یہی حال دیگر میوہ جات اور مچھلیوں کا ہوتا ہے ۔ اس کی نوء شولہ اور نعائم کا گرنا ہے ۔

چھٹی قسم بارح القیظ ہے ۔ اسے ریاح القیظ الشدیدۃ یعنی باد سموم بھی کہا جاتا ہے ۔ اور عوام اسے الطباخ کہتے ہیں کیونکہ اس میں بسر (کچی کھجور) جسے ” البسری “ موٹا کر دیتی ہے پک کر تازہ کھجور بن جاتی ہے ۔ یہ انتالیس دن تک رہتی ہے ۔ بعض تموز (جولائی) کی پانچ تاریخ سے لے کر تیرہ آب (اگست) تک ۔ اس کی نوء بلدہ ، سعد بلع اور سعد الذابح کا ساقط ہونا ہے ۔

ساتویں قسم إحراق الھوی ہے ۔ یہ چھبیس دن تک رہتی ہے یعنی تیرہ آب (اگست) سے لے کر آٹھ ایلول (ستمبر) تک ۔ اور اس کی نوء سعدالسعود اور سعدالاخبیہ کا ساقط ہونا ہے ۔

منازل کا درمیانی فاصلہ

یاد رکھیں کہ شرطین سے بطین تک کا درمیانی فاصلہ بارہ درجے ہے ۔ بطین سے ثریا تک تیرہ درجے ، اور ثریا سے دبران تک پندرہ درجے ۔ دبران سے ہقعہ تک چودہ درجے اور ہقعہ سے ہنعہ تک سولہ درجے ۔ اتنا ہی ہنعہ سے ذراع تک ہے ۔ ذراع سے نثرہ تک تیرہ درجے اور طرف سے جبہہ تک دس درجے ۔ جبہہ سے زبرہ تک چودہ درجے اور

[۳ : ۲۳۷] زبرہ سے صرفہ تک تیرہ درجے اور صرفہ سے عوّاء تک سولہ درجے ۔ عوّاء سے سماک تک بارہ درجے ، اتنا ہی فاصلہ سماک غفر تک ہے ۔ اسی قدر غفر سے زبانی تک ۔ انھیں " متساویۃ الابعاد " کہا جاتا ہے زبانی سے اکلیل تک چودہ درجے ہیں اور اکلیل سے قلب تک پندرہ درجے ۔ قلب سے شولہ تک سولہ درجے اور شولہ سے نعائم تک بیس درجے اور نعائم سے بلدہ تک ۹ درجے ۔ یہ " اوسط الابعاد " ہیں ۔ بلدہ سے سعد الذابح تک گیارہ درجے اور سعد ذابح سے سعد بُلع تک دس درجے اور سعد بُلَع سے سعد السعود تک اسی قدر ۔ اور اسی قدر سعد السعود سے سعد الاخبیہ تک ۔ سعد الاخبیہ سے فرغ مُقدّم تک اسی قدر ۔ یہ چار " متساویۃ الابعاد " ہیں ۔ اور فرغ مُقدّم سے فرغ مؤخر تک انیس درجے ۔

طلوع کواکب و منازل کے بارے میں عربوں کے اقوال

ابن قتیبہ کتاب الانواء میں کہتا ہے : عربوں کا سجع گو کہتا ہے : جب شَرطَان طلوع ہوتا ہے تو زمانہ مساوی ہو جاتا ہے ۔ لوگ وطنوں کو آ جاتے ہیں اور پڑوسی ایک دوسرے کو تحفے پیش کرتے ہیں ۔ جب بُطَین طلوع ہوتا ہے تو قرض کا مطالبہ کرتا ہے (لوگوں میں) زینت و جمال ظاہر ہو جاتا ہے اور لوگ عطار اور لوہار کے پیچھے پڑ جاتے ہیں ۔ جب النجم یعنی ثریا طلوع ہوتا ہے تو گرمی بہت سرعت سے آتی ہے ۔ گھاس ٹوٹنے لگ جاتی ہے اور جنگلی گدھے ایک دوسرے کو کاٹنے لگتے ہیں ۔ جب دَبَران طلوع ہوتا ہے تو سنگلاخ زمینیں خوب تپ جاتی ہیں ، لوگ آگ کو پسند نہیں کرتے اور مکھیاں پھیل جاتی ہیں ، جوہڑ سوکھ [۳ : ۲۳۸] جاتے ہیں اور بچے جہاں چاہتے ہیں اپنے آپ کو پھینک دیتے ہیں ۔ جب ہقعہ طلوع ہوتا ہے تو لوگ کوچ کرنے کے لیے آنا جانا شروع کر دیتے ہیں ۔ گھاس تلاش کرکے واپس آتے ہیں ۔ اس کے بعد " ہقعہ " آتا ہے ۔ جب جوزاء طلوع ہوتا ہے تو پتھریلی زمین تپ جاتی ہے ۔ ہرن

اپنے کناس (ہرن کے رہنے کی جگہ) میں گھس جاتے ہیں ، گردن کے پٹ
پسینہ پسینہ ہو جاتے ہیں اور لوگ خیموں میں جانا چاہتے ہیں - جب ع
طلوع ہوتا ہے تو عُمّان میں کوئی کھجور کچی نہیں رہتی وہ ا
کھجور یا چھوہارہ بن جاتی ہے - جب ذراع طلوع ہوتا ہے تو سورج ،
سے نقاب ہٹا کر (پورے زور سے) چمکتا ہے - اُفق میں شعاعیں اٹھنے لگ
ہیں اور ہر ہموار اور پست زمین میں سراب حرکت کرنے لگتا ہے - ج
شِعریٰ طلوع ہوتا ہے تو نمناک زمین خشک ہو جاتی ہے اور جوہڑ ود
کے پانی کا رنگ و ذائقہ بدل جاتا ہے اور کھجوروں کے درختوں کا مال
اپنی کھجوروں کو دیکھنے لگتا ہے -

جب نثرہ طلوع ہوتا ہے تو کھجوریں خوب سرخ ہو جاتی ہیں ا
کھجوروں کو صبح سویرے کاٹ لیا جاتا ہے اور مویشی ایک طر
ہو کر آرام کرتے ہیں اور کسی دودھ دینے والے جانور میں (دودھ دوہ ک
ایک قطرہ دودھ کا رہنے نہیں دیا جاتا - جب طَرفہ طلوع ہوتا ہے
میوہ جات[۲] جلدی حاصل ہو جاتے ہیں - جھاؤ کی کثرت ہو جاتی -
اور مہمان کی خاطر داری آسان ہو جاتی ہے - جب جبہہ طلوع ہوتا -
تو غمناک (اونٹنیاں) غمناک آواز نکالتی ہیں - اور بیوقوف لوگ ای
دوسرے پر غلبہ پانا چاہتے ہیں ، زمین میں رحم کم ہو جاتا ہے - جـ
صَرفہ طلوع ہوتا ہے تو ہر پیشہ ور دوڑ دھوپ کرتا ہے اور نر جانو

---

۱ - الصری : الماء الذی طال استنقاعہ وقال ابو عمرو : اذا طال مکثہ
تغیر - قال ذوالرمۃ :

صَرىً آجِنٌ یَزْوِی لہ المرءُ وَجْهَہُ
إذَا ذَاقَہُ ظَمْآنُ فی شَهرِ نَاجِرِ

ولہ :

وماء صَرىً عافي الثَنايا کأنَّہ
مِنَ الأجْنِ أبْوالُ المَخاضِ الضَوارِبِ

۲ - الخُرفۃ : مایُجتنٰی من الفَواکہِ -

مادہ جانوروں سے قرین ہونے سے [۳ : ۲۳۹] سے باز رہتے ہیں - پانی کا قُرب چھوڑ دیا جاتا ہے - جب عَوّاء طلوع ہوتا ہے تو خیمے گاڑ دیے جاتے ہیں ، ہوا خوشگوار ہو جاتی ہے اور کھلے میدان میں رہنا پسند نہیں کیا جاتا اور مشکیزے (استعمال نہ کیے جانے کی وجہ سے) خشک ہو جاتے ہیں - جب سماک طلوع ہوتا ہے تو گرمی جاتی رہتی ہے اور چشموں پر ازدحام کم ہو جاتا ہے — جب غَفَر طلوع ہوتا ہے تو مسافر بکھر جاتے ہیں زمین کی تر و تازگی جاتی رہتی ہے اور نگاہوں کو انگارے اچھے لگنے لگتے ہیں — جب زُبانی طلوع ہوتا تو ہر عیالدار کے لیے ایک خاص حالت پیدا کر دیتا ہے اور مویشیوں کے ہر مالک کو ذلیل کر دیتا ہے اور لوگ کثرت سے باتیں بنانے لگ جاتے ہیں - لہٰذا تو اپنے گھر والوں کے لیے مال جمع کر لے اور سُستی نہ کر — جب اکلیل طلوع ہوتا ہے تو نر اونٹ جوش میں آ جاتے ہیں اور وہ دامن چن لیتے ہیں اور جاری پانی آہستہ آہستہ کم ہوتے جاتے ہیں — جب قلب طلوع ہوتا ہے تو موسم سرما کتے کی طرح (لپک کر) آتا ہے اور بادیہ نشیں تکلیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور نر اونٹ صرف چربی والی اور موٹی اونٹنی پر قابو پا سکتا ہے — جب شولہ طلوع ہوتا ہے تو بوڑھے آدمی کا پیشاب کرنے سے پہلے[1] ہی نکل جاتا ہے اور عیالدار کے لیے ان کی خوراک وغیرہ کی کفالت[2] کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور لوگ کہنے لگ جاتے ہیں کیا عجیب[3] سردی ہے - جب عقرب طلوع ہوتا ہے تو نالوں کا پانی جم جاتا ہے اور سفید بالوں والا (بوڑھا)[4] درد کمر کی شکایت کرنے لگتا ہے ، ٹڈیاں مر جاتی ہیں اور کٹھ پھوڑا آواز نکالنا بند کر دیتا ہے — جب نعائم طلوع ہوتا ہے تو چوپائے باردار

---

۱ - أَعْجَلَهُ الشَّيْءُ : سَبَقَهُ -
۲ - العَوْلَة : قُوتُ العِيَالِ -
۳ - شَتْوَةٌ ذَوْلَة : عجيبة في بردها و شِدّتها -
۴ - قَرَبَ الرَّجُلُ : اشتكى قُرْبَهُ أي خاصرته -

ہو جاتے ہیں اور ہر سونے والے کو خوب نیند آتی ہے اور چوپائے آپس میں ایک دوسرے کی چغلیاں کھاتے ہیں ۔ جب بلدہ طلوع ہوتا ہے تو جعدہ بوٹی پھر سے اگنے لگتی[۱] ہے اور مکھن کھایا جاتا ہے اور (ہر شخص) سردی کو کہتا ہے ذرا کم ہو جا ۔ جب سعد الزابح طلوع ہوتا ہے تو کتا گھر والوں کی حفاظت کرتا ہے ، آمد و رفت کرنے والا گھر والوں کو فائدہ پہنچاتا ہے اور چرواہا صبح تک سویا رہتا ہے اور قبلیے میں پنیر مایہ نظر آنے لگتا ہے ۔ [۳ : ۲۳۰] جب سعد بُلَعَ طلوع ہوتا ہے تو اونٹنی کا وہ بچہ جو موسم ربیع میں پیدا ہوا ہوتا ہے قوت پکڑ لیتا ہے ، موسم گرما میں پیدا ہونے والا بچہ دبلا[۲] ہو جاتا ہے ، صُرَع (تیتر کی قسم کا ایک پرندہ) کا شکار کیا جاتا ہے اور زمین میں گھاس کی ٹکڑیاں دکھائی دینے لگتی ہیں ۔ جب سعد السعود طلوع ہوتا ہے تو ٹہنیاں تر و تازہ ہونے لگ جاتی ہیں ۔ کھال نرم ہو جاتی ہے اور سورج میں بیٹھنا پسند نہیں کیا جاتا۔ جب سعد الاخبیہ طلوع ہوتا ہے تو مشکیزوں کو تیل لگا دیا جاتا ہے لوگ ان گھروں میں اترتے ہیں جو ایک جگہ اکٹھے اور پاس پاس ہوں جب دلو طلوع ہوتا ہے تو لوگ انگاروں سے خوف کھاتے ہیں ، گدھے کے بچے کے بال گرنے کا وقت آ جاتا اور کنوارا[۳] شادی کا خواہاں ہوتا ہے ۔ جب سمکہ طلوع ہوتا ہے تو حرکت کرنا ممکن ہو جاتا ہے اور سعدان بوٹی کے کانٹے کپڑوں کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں (پرندوں کو پکڑنے کے لیے) جال پھیلا دیے جاتے ہیں اور عابدوں کے لیے زمانہ خوشگوار ہو جاتا ہے ۔

عربوں کے یہاں دیگر کواکب اور ان کی انواء کے متعلق اور سجع بھی ہیں جن کا تفصیلی ذکر ان کتابوں میں موجود ہے جو خاص

---

۱ - حَمَّمَ الرأس : نَبَتَ شعره بعد ماحلِقَ ۔

۲ - لَحِقَ : ضَمُرَ ۔

۳ - الخیلشو : الخالی ای من لا زوجة له (کنوارا) اور اللهو : عورت یا نکاح یعنی کنوارا شادی کرنا چاہتا ہے ۔

اسی موضوع پر لکھی گئی ہے --

منزلوں کا طالع ، غارب اور رقیب

[۳ : ۲۴۱] یاد رکھیں کہ منزلیں اٹھائیس ہیں ان میں سے تیرہ افق اعلیٰ میں ظاہر ہوتی ہیں اور تیرہ افق اسفل میں ۔ اور طالع طلوع کے حکم میں ہے اور غارب غروب کے ، جب تو طالع کو پہچان لے تو اس کا رقیب پندرھویں منزل ہوگا اور غارب کو رقیب اس لیے کہا جاتا ہے کہ اسے رقیب کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو اس کی گھات میں بیٹھا ہے تا کہ جب یہ مشرق میں ظاہر ہو تو یہ مغرب میں غروب ہو جائے ۔ جس طرح افق اعلیٰ کے لیے طالع اور غارب شمار کیے جاتے ہیں اسی طرح انھیں افق اسفل کے لیے بھی شمار کیا جاتا ہے ۔ اور باقی تیرہ ظاہر ہونے والوں میں سے ایک متوسط ہے ، جو وسط آسمانی میں ہوتا ہے اور چھ مشرقی جہت میں ہوتے اور چھ مغربی جہت میں — اسی طرح تیرہ سفلیہ بھی ہیں جب ایک منزل غروب ہوتی ہے تو مشرق سے ایک اور طلوع ہو جاتی ہے اسی طرح متوسط کے بعد کی منزل کو درمیان میں لے آتے ہیں ۔ طالع خواہ کوئی ہو غارب ضرور پندرھواں ہوگا اور آٹھواں متوسط ۔

فلک کے بارہ برج

عربوں نے فلک کو بارہ حصوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر حصے کا نام برج رکھا ہے اور وہ یہ ہیں : حَمَل ، ثَور ، جَوزاء (اسے تو أمین بھی کہتے ہیں) ، سرطان ، أسد ، سُنبلہ (اسے عذراء بھی کہتے ہیں) یہ چھ شمالی برج ہیں ۔ اور میزان ، عقرب ، قوس (اسے رامِی بھی کہتے ہیں) جَدْی ، دَلْو (اسے ساکب الماء اور دالی بھی کہتے ہیں) حوت (اور اسے سَمَکَتَین بھی کہتے ہیں) اور یہ چھ جنوبی ہیں ۔ انھوں نے ہر تین برجوں کو سال کی چار فصلوں میں سے کسی نہ کسی

فصل کے لیے مقرر کر رکھا ہے ۔ کسی نے ان برجوں کو اس ترتیب میں جو عربوں کے یہاں معتبر ہے نظم کر دیا ہے چنانچہ کہا ہے :

حَمَلَ الثَّورُ جَوْزَةَ السَّرَطَانِ
وَرَعَی اللَّیثُ سُنْبُلَ المِیزَانِ

بیل (ثور[1]) نے سرطان[2] کا اخروٹ (جوزاء[3]) اٹھا لیا (حمل[4]) اور شیر (اسد[5]) نے میزان[6] کے سٹے (سنبل[7]) کو کھا لیا

وَرَمیٰ عَقْرَبٌ بِقَوْسٍ جُدَیًّا
نَزَحَتْ دَلْوُهَا بِرِکْةَ الحِیتَانِ

اور عقرب[8] نے پہلے (جدی[9]) کو قوس[10] سے تیر مارا اور دلو[11] نے مچھلیوں (حوت[12]) کا تالاب پانی سے خالی کر دیا ۔ یہ مذکورہ بالا نام ان ثوابت (غیر متحرک) ستاروں کی موہوم شکلوں سے لیے گئے ہیں جو منطقہ میں واقع ہیں اور موہوم دھاگوں میں پروئے ہوئے ہیں ۔ ان برجوں کے نام رکھنے کے وقت اسی شکل اور ترتیب میں واقع ہوئے تھے ۔ چنانچہ حَمَل کے تیرہ ستارے ہیں جو ایک مینڈھے کی شکل میں ہیں جس کے دو سینگ ہیں اس ن اگلا حصہ مغرب کی جانب ہے اور پچھلا حصہ مشرق کی جانب ۔ اس کی پیٹھ [۳ : ۲۳۲] شمال کی طرف ہے اور دونوں ٹانگیں جنوب کی طرف اور یہ پیچھے کی طرف منہ کیے ہوئے ہے ۔ ثور کے بتیس ستارے ہیں جن کی شکل بیل کے اگلے حصے کی سی ہے جو ناف سے کٹا ہوا ہو اور اس نے اپنا سر نیچے کو کیا ہوا ہے اس کا اگلا حصہ مشرق کی حانب ہے اور پچھلا حصہ مغرب کی جانب ۔ الثریا اور دَبَران اسی کے دو ستارے ہیں ۔ توأمین (جوزاء) کے اٹھارہ ستارے ہیں جن کی

---

۱ ۔ بہجتہ اثری لکھتے ہیں کہ بلوغ الارب میں اسی طرح ہے مگر اس شعر کی صحیح روایت یوں ہے :

وَرَنَوْا عَقْرَبًا وَقَوْسًا بِجَدْیٍ
وَمِنَ الدَّلْوِ مَشْرَبُ الحِیتَانِ

شکل دو ننگے بچوں کی سی ہے جو وسط آسمان میں واقع ہیں اور ایک دوسرے سے معانقہ کیے ہوئے ہیں ، ان دونوں کے سر شمال اور مشرق کی جانب ہیں یعنی ایک شمال کی جانب ہے اور دوسرا مشرق کی جانب اور ان کے پاؤں مغرب اور جنوب کی طرف ۔ سرطان کے نو ستارے ہیں ان کی شکل بھی سرطان (کیکڑے) کی سی ہے جس کا اگلا حصہ مشرق اور شمال کی طرف ہے اور پچھلا حصہ مغرب اور جنوب کی طرف ۔ أسد کے ستائیس ستارے ہیں جو اسی کی شکل پر ہیں ۔ اس کا چہرہ مغرب کی جانب ہے اور پیٹھ شمال کی جانب ، ان میں جو ستارہ روشن ہے وہ قلب الأسد ہے ۔ ان میں سے ایک " بلبہ " ہے ۔ اور یہ چند یکجا اور ساتھ ساتھ ملے ہوئے ستارے ہیں جن میں سے ایک " ضفیرہ " ہے ۔ عذراء کے چھبیس ستارے ہیں اور یہ ایک لڑکی کی شکل پر ہیں جس کے دو بازو ہیں اور اس نے اپنا دامن لٹکا رکھا ہے ۔ اس کا سر مغرب اور شمال کی جانب ہے ۔ اس کے دونوں قدم مشرق اور جنوب کی جانب ۔ اور اس نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے پہلو کے ساتھ چھوڑ رکھا ہے دایاں ہاتھ دونوں کندھوں کے برابر تک اٹھا رکھا ہے اور اس نے اس ہاتھ میں ایک خوشہ پکڑ رکھا ہے ۔ جو روشن ستارہ اس کی بائیں ہتھیلی پر ہے وہ سماک اعزل ہے ۔ میزان کے آٹھ ستارے ہیں جو ایک ترازو کی شکل میں ہیں جس کے دونوں پلڑے مغرب کی جانب ہیں اور ڈنڈی مشرق کی جانب ۔ عقرب کے اکیس ستارے ہیں ، عقرب (بچھو) ہی کی شکل پر ہے ، اس کا سر شمال کی جانب ہے اور اس کا ڈنک جنوب اور مشرق کی جانب اس میں جو سرخ سی چیز ہے وہ " قلب العقرب " ہے ۔ رامی کے اکتیس ستارے ہیں اور اس کی شکل ایک جانور کے اس جسم کی سی ہے جو گردن تک ہو اور وہ مشرق میں ہے ۔ پھر گردن کی جڑ سے نصف آدمی نکلتا ہے جو کولھے تک ہوتا ہے اس کے اوپر ایک عمامہ ہوتا ہے جس کے کئی شملے لٹکے ہوئے ہیں ، اس نے کمان میں تیر رکھا ہوتا ہے اور مغرب کی جانب منہ کر کے کمان کو پورے زور سے تان رکھا ہوا ہے ۔ جدی کے اٹھائیس ستارے ہیں اور اس کی شکل

سینگوں والے مینڈھے کے آدھے اگلے حصے کی طرح ہے ۔ اس کا سر اور دونوں ہاتھ مغرب کی جانب ہیں ۔ اور پیٹھ شمال کی جانب اور باقی حصہ مچھلی کی دم تک مچھلی کے پچھلے حصے کی طرح ہے ۔ ساکب الماء کے بیالیس ستارے ہیں جو ایک کھڑے آدمی کی شکل میں ہیں جس کا سر شمال میں ہے اور دونوں ٹانگیں جنوب میں اور اس کا چہرہ مشرق کی جانب ہے ، [۳ : ۲۴۳] اس نے دونوں ہاتھ پھیلا رکھے ہیں ایک ہاتھ میں آبخورہ ہے جسے اس نے اوندھا کر رکھا ہے اور پانی اس کے پاؤں کی جگہ پر گرا پڑا ہے اور وہاں سے بہتا ہوا " حوت " کے منہ تک چلا گیا ہے ۔ سمکتیش کے چونتیس ستارے ہیں جو دو مچھلیوں کی شکل پر ہیں ایک کی دم دوسری کی دم کے ساتھ ایک لمبے دھاگے کے ساتھ ملائی ہوئی ہے یہ دھاگا ستاروں کا ہے جو ایک طرف جھکا ہوا ہے جسے خیط الکتان کہتے ہیں ۔ ان دونوں مچھلیوں میں سے ایک کا سر یعنی اس مچھلی کا سر جو آگے بڑھ کر ہے مغرب کی جانب ہے دم مشرق کی جانب ہے ۔ دوسری کا سر شمال کی جانب ہے اور دم جنوب کی جانب ۔ یہ نہ بھول جائیں کہ یہ ستارے جو بروجوں کے پاس ہیں آٹھویں فلک کی حرکت کے ساتھ یہ بھی حرکت کرتے ہیں لہذا ضروری ہے کہ ان اقسام میں یہ صورتیں اپنی جگہ سے منتقل ہوتی رہیں ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

عربوں کے عندیے کے مطابق سال کی فصلیں اور اس ضمن میں ان کا اختلاف رائے

یاد رکھو کہ عربوں نے سال کو چار حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے ۔ چنانچہ وہ پہلے جزء کو صفریّہ کہتے ہیں اور اس کی بارش کو وسمیّ ۔ اس کی ابتدا ان کے ہاں دلو سفلی کے عرقوہ کے سقوط سے ہوتی ہے اور انتہا ہقعہ کے سقوط پر ۔ انھوں نے دوسرا جزء شتاء (سرما) مقرر کر رکھا ہے ۔ اس کی ابتدا ہنعہ کے گرنے سے ہوتی ہے

اور انتہا صرفہ کے گرنے پر ۔ تیسرا جزء صیف (گرما) مقرر رکھا ہے ۔ اس کی ابتدا عوّاء کے گرنے سے ہوتی ہے اور انتہا شولہ گرنے پر ۔ انھوں نے چوتھا جزء قیظ مقرر کر رکھا ہے اور وہ اس کی بارش کو خریف کہتے ہیں ۔ اس کی ابتدا نعائم کے گرنے سے ہوتی ہے اور انتہا عرقوۃ الدلو العلیا کے گرنے پر ۔ کتاب دُرّ اللآلی میں اسی طرح مرقوم ہے ۔

ابن قتیبہ باب " مایضعہ النّاس فی غیر موضعہ " (وہ چیزیں جنھیں لوگ برمحل استعمال نہیں کرتے) میں کہتا ہے اور یہ اس کی کتاب ادب الکاتب کی ابتدا میں ہے : ان میں سے ایک لفظ " ربیع " ہے لوگ خیال کرتے ہیں کہ ربیع وہ فصل ہے جو سرما کے بعد آتی ہے اور جس میں گلاب اور کلیاں نکلتی ہیں ، وہ ربیع صرف اسی کو جانتے ہیں ۔ مگر عرب اس ضمن میں مختلف الرائے ہیں چنانچہ بعض عرب ربیع اس فصل کو قرار دیتے ہیں جس میں پھل پکتے ہیں اور وہ خریف ہے ۔ اس کے بعد موسم سرما آتا ہے پھر صیف (گرما) سرما کے بعد یہی وہ وقت ہے جسے عوام ربیع کہتے ہیں ۔ پھر فصل قیظ آتی ہے اور یہی وہ موسم ہے جسے عوام موسم گرما کہتے ہیں ۔ بعض عرب اس فصل کو جس میں پھل پکتے ہیں اور وہ خریف ہے ربیع الاول نام دیتے ہیں اور وہ فصل سرما کے بعد آتی ہے اس میں کھمبی اور کلیاں نکلتی ہیں ، ربیع الثانی نام دیتے ہیں ۔ اور سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خریف ہی ربیع ہے [۳ : ۲۴۴] اس کا شارح ابن السید کہتا ہے : ربیع کے متعلق جو عوام کا طریقہ ہے وہی متقدمین کا طریقہ ہے کیونکہ وہ اس زمانے کو جس میں سورج رأس الحمل میں اترتا ہے زمانے کی ابتدا اور اس کا شباب قرار دیتے ہیں ۔ لیکن عرب اس وقت کو جس وقت سورج رأس المیزان میں اترتا ہے سال کی چار فصلوں میں سے پہلی فصل قرار دیتے ہیں اور اسے ربیع کہتے ہیں ۔ لیکن جب سورج رأس الحمل میں اترتا ہے تو بعض لوگ اسے ربیع ثانی کہتے لہٰذا عربوں کے طریقے کے مطابق سال میں ایک ہی ربیع ہوتا ہے رہے وہ دو ربیع جو مہینے ہیں تو اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے کہ یہ دو ہی ہیں ربیع الاول اور ربیع الآخر ۔

مرزبانی نے اس کتاب میں جو اس نے انواء کے متعلق لکھی ہے کہا ہے - اور اس نے اس کتاب میں بہت سے فوائد کا ذکر کیا ہے - یہ کتاب ایک سو جزؤں میں ہے : بعض عرب سال کو دو نصفوں میں تقسیم کرتے ہیں اور موسم سرما سے شروع کرتے ہیں کیونکہ یہ مذکر ہے اور دوسرا نصف موسم گرما ہے اور مؤنث ہے - وہ کہتا ہے : کہ عربوں نے اسے مادہ اس لیے کہا ہے کہ اس زمانے میں نباتات ظاہر ہوتی ہے - اس کے بعد موسم سرما کو دو نصفوں میں تقسیم کیا جاتا ہے - پہلے حصے کو سرما اور آخری نصف کو ربیع کہتے ہیں - گرما کے بھی دو نصف کر دیے جاتے ہیں ، پہلے نصف کو صیف اور آخری نصف کو خریف کہتے ہیں -

بعض شروح میں ہے کہ بعض عرب سال کے چھ زمانے بناتے ہیں - پہلا '' وسمی '' اس کے حصے میں سال کے دو مہینے آتے ہیں اور ستاروں میں سے چار ستارے - پہلا ستارہ عوّاء ہے - دوسرا زمانہ شیتاء (سرما) ہے اس کے حصے میں سال کے دو ماہ آتے ہیں اور ستاروں میں سے ۳/۴ ۴ ستارے - تیسرا زمانہ ربیع ہے - اس کے حصے میں دو ماہ آتے ہیں اور ستاروں میں ۳/۴ ۴ ستارے - چوتھا زمانہ صیف (گرما) ہے - اس کے حصے میں دو ماہ آتے ہیں اور ستاروں میں ۳/۴ ۴ ستارے - پانچواں حمیم (سخت گرمی کا زمانہ) - اس کے حصے میں دو ماہ آتے ہیں اور ۳/۴ ۴ ستارے - چھٹا خریف ہے اور اس کے حصے میں دو ماہ اور ۳/۴ ۴ ستارے آتے ہیں -

لیکن عربوں کی اکثریت یہی کہتی ہے کہ فصلیں چار ہیں اور یہ وہی ہیں جو لوگوں میں مشہور ہیں اور سال کی ہر فصل کے حصے میں سات منزلیں آتی ہیں - چنانچہ ربیع کے حصے میں شرطان سے ذراع تک ہے - صیف کے حصے میں نثرہ سے سماک تک - خریف کے حصے میں غفر سے بلدہ تک اور شتا کے حصے میں سعد الذابح سے رشا تک -

قدیم اطبا اگرچہ سال کو چار حصوں میں تقسیم کرتے تھے مگر وہ صیف اور شتاء کا زمانہ ربیع اور خریف کے مقابلے میں زیادہ لمبا بتاتے ہیں - چنانچہ وہ شتاء چار ماہ اور چار ہی ماہ صیف کے گنتے - ربیع اور خریف کے [۳ : ۲۳۵] چار ماہ - ہر ایک کے دو دو - اس لیے کہ یہ دونوں گرمی

ور سردی کے درمیان ہیں گویا یہ شتاء اور صیف کو ملانے کا ذریعہ ہیں ۔
ہم نے اس خیال سے کہ بحث لمبی نہ ہونے پائے ان اشعار کے ذکر
رنے سے احتراز کیا ہے جو ہر عندیے کے مطابق بطور استشہاد پیش کیے
ماتے ہیں ۔

جمرات اور ان کا گرنا ، آیا یہ کوکب ہیں یا نہیں ؟

بعض مؤلفین جنھوں نے انواء پر بحث کی ہے کہتے ہیں : جب بدویوں
کے یہاں جاڑا کڑاکے کا پڑنے لگتا تو وہ پہاڑوں میں وسیع غاروں کے اندر
چلے جاتے اور اپنے ساتھ اپنی بھیڑ بکریاں اور مویشی مثلاً اونٹ ، گائے
بھیڑ بکری وغیرہ بھی لے جاتے ۔ وہ وہاں ایک جگہ اپنے لیے مقرر کر
یتے ، ایک جگہ بھیڑ بکریوں کے لیے اور گائے وغیرہ کے لیے اور پھر ہر
یک کے لیے سردی کی شدت کو روکنے کے لیے آگ جلاتے ۔ پھر جب وہ
یہ محسوس کرتے کہ سردی ختم ہونے لگی ہے تو آگوں کو ایک ایک
کرکے بجھاتے جاتے تاآنکہ تینوں کو بجھا دیا جاتا ۔ اسے وہ " سقوط
جمرات " یعنی ہر آگ کے بجھا دیے جانے کو جمرہ کے گرنے سے تعبیر
کرتے تھے ۔

اسی طرح کی ایک اور بات کہی جاتی ہے کہ مغل بادشاہوں اور ان
کی طرح ان لوگوں کے یہاں جو شہروں میں رہا کرتے تھے جب شدت کی
سردی پڑتی تو وہ اپنی مجالس میں تین انگیٹھیاں جلاتے تھے ۔ پھر جب وہ
محسوس کرتے کہ سردی ختم ہو رہی ہے تو ایک ایک کرکے ان انگیٹھیوں
کو اٹھا دیتے تھے اور اس کو سقوط جمرہ سے تعبیر کرتے تھے ۔ پھر ان کا
ستعمال ان دونوں فریقوں کے علاوہ عام لوگوں میں بھی پھیل گیا اور
یہ کنایہ ہے پانی ، ہوا اور مٹی میں سردی کی شدت کے ٹوٹ جانے سے ۔
میرے نزدیک یہ وجہ نہایت بعید از قیاس ہے کیونکہ یہ لفظ عربی زبان
کا ہے اور اس زمانے میں مغلوں کی عادات کا عربوں کو علم نہ تھا ۔ اس

سلسلے میں میں نے ایک محقق کا بیان دیکھا ہے جو غور سے سننے کے لائق ہے کہ جمرات سے مراد تین ستارے ہیں " رأس الحیۃ " یہ " طرف " کے ستاروں میں سے ایک ستارہ ہے اور " ذراع شامی " اور یہ "ہنعہ" کے ستاروں میں سے ایک ستارہ ہے ۔ اور " قلب الاسد " اور یہ " جبہہ " کے ستاروں میں سے ایک ستارہ ہے ۔ ان کا جمرات نام ان کی چمک اور سرخی مائل ہونے کی وجہ سے پڑا اور ان کے سقوط (گرنے) سے مراد غروب ہونے کے لیے مائل ہونا ہے ۔ اللہ کی یہ عادت چلی آئی ہے کہ رأس الحیہ کے ساقط ہونے پر صبح کے وقت سات فروری کو اور اسی وقت غروب ہونے کے لیے مائل ہونے پر پانی میں حرارت کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے اور صبح ہی کے وقت ذراع شامی کے گرنے سے چودہ فروری کو ہوا میں حرارت کا [۳ : ۲۴۶] اثر ظاہر ہو جاتا ہے اور اسی وقت اکیس فروری کو " قلب الاسد " کے ساقط ہونے سے مٹی میں حرارت کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے ۔ اسی مناسبت سے پہلے کو جمرۃ الماء ، دوسرے کو جمرۃ الھواء اور تیسرے کو جمرۃ التراب کہتے ہیں ۔ کبھی جنتریوں میں یہ معاملہ اس ترتیب سے دیا ہوتا ہے ۔ جمرۃ الماء کا گرنا ، پھر جمرۃ التراب کا گرنا پھر جمرۃ الھواء کا گرنا ۔ بعض جنتریوں میں یوں ہے ۔ جمرۃ الھواء کا گرنا ، پھر جمرۃ الماء کا پھر جمرۃ التراب کا ۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ (مختلف لوگوں کے یہاں) حرارت کے اثر کا ظہور اس ترتیب سے ہوتا ہو ۔

اور ان جمرات کے ساقط ہونے کے ساتھ " صبح " کی قید جو لگا دی گئی ہے اس سے ایک اعتراض اٹھ جاتا ہے جس کا طالع اور غارب جاننے والوں کو علم ہے اور وہ یہ ہے کہ " صبح " سے مراد ایک عام وقت ہے جو سورج طلوع ہونے سے زوال تک رہتا ہے ۔ یوں بھی کہا گیا ہے کہ اگر صبح سے طلوع شمس کا وقت ہی مراد لیا جائے پھر بھی بات آسان ہے ۔ اس بنا پر کہ مثال کے طور پر " قلب الاسد " اپنے برج کے چوبیسویں درجے میں ہے ۔ منجمین معاملات کی بنا ترتیب پر رکھتے ہیں ۔ جیسا کہ ان لوگوں کو معلوم ہے جو علم نجوم کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور ذی فہم لوگ ہیں ۔ انواء کی کتابوں میں اس قسم کے

مطالب کی اور زیادہ تفصیل مرقوم ہے ۔

انواء میں عربوں کے بارش برسانے والے بادل

چونکہ عرب زمانۂ جاہلیت میں تنگی کی زندگی گزارتے تھے ، ضروریات کی چیزوں کی (بہمرسانی) انھیں تکلیف دیتی تھی ۔ اشیا کی سخت کمیابی تھی ۔ اس لیے بارشی مقامات کی تلاش میں لگے رہتے تھے ۔ چنانچہ وہ وادیوں کے اندر تک جا گھسے اور انھوں نے درختوں کے اگنے کی جگھوں کو طے کیا ۔ تاکہ وہ اپنی ضروریات کو پورا کر سکیں اور اپنی خوراک کی چیزوں کو تلاش کر سکیں اور ان چیزوں کو تلاش کر سکیں جو ان کے چوپایوں کے لیے چارے کا اور ان کے اونٹوں اور دیگر مویشیوں کے لیے چراگاہ کا کام دے سکیں ۔ ان کے ملک میں اکثر قحط پڑ جایا کرتا تھا ۔ دریا اور چشمے نہایت کم تھے ۔ لہٰذا اپنے مقصود اور مطلوب کو حاصل کرنے کی علامات کا مطالعہ کرنے کی غرض سے ان کی گردنیں آسمان کی طرف اٹھی رہتی تھیں ۔ چنانچہ ان کے یہاں سچے انواء کے بارش برسانے والے بادل بھی تھے جو کبھی جھوٹے ثابت نہیں ہوتے تھے ۔ لہٰذا انھوں نے بارش برسانے والے اور نہ برسانے والے بادل کو پہچانا اور نہ بارش برسانے والی بجلی اور بارش والی بجلی میں امتیاز کیا ۔ انھوں نے بارش کی تمام اقسام کا وصف بیان کیا ۔ ہواؤں اور ان کے خواص سے مُطّلع ہوئے ۔ اور بغیر کسی آلے کی مدد کے جو ان سے کئی صدیوں بعد ایجاد ہوئے انھوں نے ان حادثات کو معلوم کر لیا جو ان کے بعد رونما ہوتے ہیں ۔ انھوں نے اس کو ان علامات کے ذریعے سمجھا جو ان کے لیے ظاہر ہوئیں اور ان علامات کے جاننے میں ان کا چھوٹا اور بڑا ، نر اور مادہ سب برابر تھے ۔ ان کے اشعار اور ان کی نثر میں اس امر کے شواہد پائے جاتے ہیں [۳ : ۲۴۷] جو ان لوگوں کو حیرت زدہ کر دیتے ہیں جو ان کی طرف دیکھتے ہیں ۔ کیونکہ ان لوگوں کو اللہ نے فصاحت گفتار : فصاحت زبان ، شیریں بیانی اور کلام کا وسیع حصہ عطا کر رکھا تھا ۔ لیکن میں اس میں

سے اس کلام کا ذکر کروں گا جس کا ذکر امام ابوبکر محمد بن الحسن المعروف بہ ابن درید الازدی نے کتاب المطر و السحاب میں کیا ہے اور اختصار کی غرض سے تشریح الفاظ کا حوالہ بھی اسی کتاب کا ہوگا ۔ یہ ایک جلیل القدر کتاب ہے جس میں اس نے بارش اور بادلوں کے بارے میں وہ تمام بیان جمع کر دیے ہیں جن کا ذکر عربوں نے جاہلیت اور اسلام میں کیا ۔ نیز ان زمین کے ٹکڑوں کا ذکر بھی کر دیا ہے جن کی تعریف ان عربوں نے کی ہے جو گھاس اور پانی کی تلاش میں نکلتے تھے ۔ ساتھ ہی ان کے الفاظ کی مبسوط شرح بھی درج کر دی ہے ۔

ابوبکر بن درید نے اپنی سند سے روایت کیا ہے ۔ وہ کہتا ہے : ایک[1] دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ بادل کا ایک ٹکڑا اٹھا ۔ صحابہ نے کہا : یا رسول اللہ ! یہ بادل ہے ۔ آپ نے فرمایا : تم اس کے نچلے[2] حصے کو کیسا پاتے ہو ؟ انھوں نے عرض کیا : کیا ہی اچھا ہے اور کیا ہی خوب وقار سے چل رہا ہے ۔ فرمایا : تم اس کے درمیانے[3] اور بیشتر حصے کو کیسا پاتے ہو ؟ عرض کیا : کیا ہی اچھا ہے اور کس قدر گول ہے ۔ فرمایا : تم اس کے اوپر[4] کے حصے کو کیسا پاتے ہو ؟ عرض کیا : کیا ہی اچھا ہے اور کس قدر پائیدار ہے ۔ پھر فرمایا : تم اس کی بجلی کو کیسا پاتے ہو ؟ کیا یہ ہلکی[5] سی چمک ہے یا کمزور سی بجلی ہے یا خوب پھاڑتی ہے ؟ عرض کیا : خوب پھاڑتی ہے ۔ فرمایا : تم اس کے سیاہ[6] بادل کو کیسا پاتے ہو ؟ عرض کیا :

---

۱ : اس حدیث اور تشریح الفاظ کے لیے ملاحظہ امالی قالی : ۱ : ۸ - ۱۰

۲ - قواعد ھا : اسا فلھا (نچلے حصے) اس کا مفرد قاعدۃ ہے ۔

۳ - رحاھا : وسطھا و معظمھا ۔

۴ - بواسقھا : ماعلا منھا و ارتفع ، اس کا مفرد باسقۃ ہے ۔

۵ - الومیض : اللمع الخفی و الخفی : البرق الضعیف ۔

۶ - جونھا : اسودھا ۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں اور جون اضداد میں سے ہے سیاہ اور سفید دونوں معنوں میں آتا ہے ۔

کیا ہی اچھا ہے اور کس قدر سخت سیاہ ہے ۔ اس پر آپ نے فرمایا : بارش (ہوگی) ۔ صحابہ نے عرض کیا : ہم نے آپ سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں دیکھا ۔ آپ نے فرمایا : مجھے اس سے کونسی چیز مانع ہو سکتی ہے قرآن میری زبان یعنی عربی اور واضح زبان میں نازل ہوا ہے ۔

ابن درید نے اپنی سند کے ساتھ اصمعی سے روایت کیا ہے : وہ کہتا ہے : ایک دن[1] مُعقّر بن حمار البارقی نکلا ، اس وقت وہ نابینا ہو چکا تھا اور اس کی بیٹی اسے پکڑ کر لیے جا رہی تھی ۔ اس نے بجلی کی کڑک سنی تو بیٹی سے کہا : تو کیا دیکھتی ہے ۔ اس نے جواب دیا : میں دیکھتی ہوں کہ ایک[2] سیاہ بادل ہے جو اپنا پانی[3] بہا چکا ہے جیسے اونٹنی کی وہ جھلی[4] ہو جس میں سے بچہ نکلتا ہے ۔ اس کی رفتار سست ہے اور سینہ قریب ہے ۔ مُعقّر نے کہا : چلتی جا کوئی ڈر کی بات نہیں ہے اس کے بعد اس نے بجلی کی ایک اور کڑک سنی تو کہا : تو کیا دیکھ رہی ہے ؟ بیٹی نے جواب دیا : میں دیکھ رہی ہوں کہ یہ اس گوشت کی طرح ہے جس کا رنگ (پکانے میں) بدل[5] چکا ہو چنانچہ اس کا کچھ حصہ تو ایسا ہے کہ ایک جزو دوسرے جزو کو پکڑے ہوئے ہے اور کچھ

---

۱ ۔ تصحیح سمط اللآلی (۳۸۳) سے کی گئی ہے ۔ بلوغ الارب میں معقر بن حماد ہے ۔ معقر کا اصلی نام عمرو یا عامر ہے ۔ جاہلی شاعر ہے ۔

۲ ۔ لسان العرب (ع ق ق) میں یہ سجع یوں ہے : أری سحابة سَحْمَاء عَقَّاقة کأنها حِولاء ناقة ذات هَيْدَبٍ دانٍ و سيرٍ وانٍ قال : ای بنية و ائلی الی قَفْلَةٍ فأنها لا تنبت إلاّ بِمَنْجاةٍ من السيل حَمَّاء اور سَحْمَاء دونوں کے معنی " سیاہ بادل " کے ہیں ۔

۳ ۔ لسان العرب میں ہے : سحابة عَقَّاقة اذا دفعت ماءها و يقال سحابة عقاقة : منشقة بالماء ۔

۴ ۔ لسان العرب میں یوں تشریح مرقوم ہے : شَبَّهَ السحابة بحولاء الناقة فی تَشَقّقِها بالماء کتشقق الحولاء وهو الذی يخرج منه الولد ۔

۵ ۔ نَشَتَ اللحمُ : تَغَيَّرَ ۔

[۳ : ۲۴۸] حصہ ایسا ہے کہ گل[1] کر گرنے کو ہے ۔ مُعَقّر نے کہا :
جلدی کر اور مجھے ایک خشک درخت جسے قفلہ کہتے ہیں کے پاس لے
چل کیونکہ یہ ایسی جگہ اگتا ہے جہاں پانی کے بہاؤ سے بچ سکے ۔

اس طرح اس نے اپنی سند کے[2] ساتھ اصمعی سے روایت کیا ہے :
اصمعی کہتا ہے کہ ایک بدوی سے بارش کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے
کہا : تاریکی کے پھیل جاتے ہی ایسا بادل[3] اٹھا جو تمام آفاق پر چھا گیا ۔
پھر اوپر[4] کو اٹھا ، مزید اوپر کو اٹھا ۔ اس کے بعد اس کے اطراف گھنے
ہوتے گئے ، اس کا درمیانی حصہ کالی گھٹا بن گیا ۔ اس کی الگ الگ
ٹکڑیاں منتشر ہو گئیں اور اس کی بجلیاں کوندنے لگیں ۔ بارش سے بھرے
ہوئے بادل ادھر ادھر پھیل گئے ۔ وہ حصے جو ایک دوسرے سے ہٹے ہوئے
تھے ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے اور زمین کی طرف لٹکے ہوئے حصے
ڈھیلے ہو گئے اور اس (بادل کے) پستان پُر ہو گئے ۔ پچھلے حصے اوپر کو
اٹھے اور اطراف کے حصے پھیل گئے ۔ لہٰذا کڑک کی آواز آتی اور بجلی
آنکھوں کو چندھا دیتی ۔ پھر پانی پھوٹنے لگا ، جس نے جوہڑوں کو بھر
دیا ہے اور (قبروں اور بجوؤں کے رہنے کی جگہ کو گرا کر) ان کی مٹی
باہر نکال لی ۔ (اور اس زور سے برسا کہ) پہاڑی بکروں کو (پہاڑ سے نیچے
اتار کر) گائے کے ریوڑوں کے ساتھ ملا دیا ۔ اسی طرح گایوں اور شتر مرغ
کے بچوں کو باہم ملا دیا ۔ اب وادیوں سے اونٹوں کے بلبلانے کی سی
آواز آنے لگی ۔ نیز پتھریلی زمینوں سے پانی کے چلنے کی آواز اور بالائی
زمینوں سے چلانے کی آواز ۔ اس بارش نے نَبْع درخت اور پہاڑی زیتون کو
پہاڑوں کی بلند چوٹیوں سے گرا کر میدانی سرخ زمینوں پر لا پھینکا ۔

---

۱ ۔ هَرّتَ اللحمُ : أنضَجَه، و طَبَخَه، حتّى تَهَرّى ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں : '' الی عم الاصمعی '' ہے اسے عن الاصمعی پڑھیں
اس بحث کے لیے ملاحظہ ہو امالی قالی : ۱ : ۱۶۹ - ۱۷۱ -

۳ ۔ سد : وہ بادل جو تمام آسمان پر چھا جائے ۔

۴ ۔ قالی نے شعا اور احزأل دونوں کے معنی ارتفع کے دیے ہیں ۔

[۳ : ۲۳۹] چنانچہ پہاڑ کی چوٹیوں پر صرف وہی رہ گئے جو پہاڑوں کو مضبوطی سے پکڑ کر (وہیں) سکڑ گئے یا پھر وہ تھے جو آخری دموں پر تھے اور پچھاڑے ہوئے ہونے کی وجہ سے ایڑیاں رگڑ رہے تھے اور یہ (سب کچھ) اپنے مجرم بندوں پر رب العالمین کا فضل[1] تھا ۔

اسی نے اپنی سند کے ساتھ اصمعی سے (یہ بھی) روایت کیا ہے کہ میں نے بنی عامر بن صعصعہ کے ایک بدوی سے اس بارش کے متعلق سوال کیا جو ان کے ہاں ہوئی تھی ۔ تو اس نے کہا : یہ آسمان کے افق پر بادل بن کر پیدا ہؤا پھر اٹھتے ہوئے اوپر کو گیا ، پھر بجلیاں چمکائیں ، پھر ہر طرف زمین کے قریب ہؤا اور زمین کو اوپر سے چھپا ڈالا اور تمام آفاق میں پھیل کر اس پر چھا گیا ۔ پھر آواز نکالی اور شیر کی طرح چنگھاڑا ۔ پھر بجلی کی کڑک[2] سنائی دی اور تاریکی چھا گئی ۔ اور پھر پھوہار[3] اور بوندا باندی[4] شروع ہو گئی اور ہلکی سی بارش ہوئی اس کے بعد موسلا دھار بارش ہوئی اور کثرت سے ہوئی ۔ پھر لگاتار بارش ہوتی رہی اور دیر تک ہوتی رہی ۔ پھر رک[5] گئی ، پھر جلدی سے برسنے لگی پھر زور کی بارش ہوئی کہ پانی بہنے لگا اور خوب موسلا دھار بارش ہوئی ۔ چنانچہ اس نے ٹیلوں کو ڈبو دیا اور پانی پہاڑ کی چوٹیوں تک جا پہنچا ۔ مسلسل سات دن تک بارش جاری رہی ۔ بادل پھٹنے کو نہ آتے[6] تھے ۔ یہاں تک کہ جب پتھریلی زمینیں سیراب ہو گئیں اور ہموار زمینوں پر پانی جمع ہو گیا تو تیرا رب اسے ہانک کر جہاں چاہا لے گیا جیسے جہاں سے چاہا تھا اسے

---

۱ - محمد بہجہ اثری نے جو شرح دی ہے وہ تمام کی تمام امالی قالی سے لی گئی ہے ۔
۲ - دوّی : دَوّی السَحابُ : اسمع دَوِیّ الرعد و الدَّوِیُّ الصوت ۔
۳ - اَرَکَّ : پھوہار برسانا ۔
۴ - دثّ : بوندا باندی یا ترشح ہونا ۔
۵ - رَکَدَ : سکن اور اَثْجَمَ ۔ اَجْثَمَ السماء : اَسرع مطرھا ۔
۶ - بلوغ الارب میں مایزید ہے اسے مایُرِید پڑھیں ۔

کھینچ کر لاتا تھا ۔

اسی طرح اس نے اپنی سند کے ساتھ عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہوئے اور عبدالرحمٰن نے اپنے چچا سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے : ایک عرب سے ایک بارش کے متعلق جو مدت کی بندش کے بعد ہوئی تھی پوچھا گیا تو اس نے کہا : ایسا بادل بن کر اٹھا جو تمام افق پر چھا گیا ۔ اس کے اطراف دور دور تک پھیلے ہوئے تھے ۔ اور ہر طرف سیاہ ہی سیاہ دکھائی [۳ : ۵۰.۲] دیتا تھا ۔ اس کا درمیانی حصہ چمک رہا تھا ، بادل تہ بہ تہ تھے ۔ اس کی کڑک اضطراب (کے عالم) کی سی آواز نکال رہی تھی ۔ غضبناک شیر کی طرح چنگھاڑ رہی تھی ۔ اس کی بجلیوں میں شعلہ تھا اور کڑک میں اضطراب ۔ اس کے ابتدائی حصے پہاڑ کی چوٹیوں سے ٹکرا رہے تھے اور پچھلے حصے اونچی زمینوں پر سوار تھے ۔ اس کے بعد اس نے اپنا بار اتارا اور اپنا بوجھ نیچے پھینک دیا ، چمکا ، کڑکا ، پانی بہایا اور خوب بہایا ۔ پھر پھٹ گیا اور چل دیا ۔ تالابوں کو بھرا اور پست زمینوں کو زرخیز بنا دیا ۔ یہ ملک کے لیے عطیہ اور بندوں کے لیے رزق تھا ۔

اسی طرح اس نے اپنی سند کے ساتھ اصمعی سے روایت کیا ہے : میں نے قبیلہ غنی کے ایک بدوی کو ایک بارش کا ذکر کرتے ہوئے سنا جو ان کے علاقے پر خشک سالی کے بعد ہوئی ۔ اس نے کہا : تمھارے رب نے اپنی مخلوق پر رحم کھایا ۔ درآنحالیکہ سخت قحط پڑ رہا تھا ۔ امید جاتی رہی تھی اور نا امیدی نے گھر کر لیا تھا ۔ دم گھٹے جا رہے تھے ۔ [۱]مویشیوں والا بے مال ہو گیا اور [۲]مالدار محتاج ہو گیا تھا ۔ لوگوں نے اپنی بیویوں سے [۳]قطع تعلق کر لیا ، شریف زادیوں سے خدمت لی گئی ، اس کے بعد اللہ نے ایک بادل پیدا کیا جو ڈھیری بن کر اٹھا ۔ جس کے

---

۱ - الماشي : صاحب الماشية ۔

۲ - المُتْثْرِب : الغنيّ الذى له المال مثل التراب لكثرة يقال : أتْرَبَ الرجل اذا استغنىٰ و ترِب اذا افتقر كأنه لصق بالتراب ۔

۳ - جَفَا صَاحِبَتَهُ : ضِدّ و اصْلَهُ و آنَسَهُ

ٹکڑے پہاڑ کی طرح تھے اور زور سے برسنے والا تھا ۔ اس کی بجلیاں چمک رہی تھیں اور رعد کڑک رہی تھی ۔ پھر اس نے بغیر وقفے کے تین دن اطمینان کے ساتھ پانی بہایا ۔ اس کے بعد تیرے رب نے باد شمال کو حکم دیا تو اس نے اس کے ڈھیر کو اٹھا کر دور پھینک دیا اور اس بادل کو جو بارش برسا چکا تھا منتشر کر دیا ۔ لہٰذا یہ بڑے مستحسن انداز میں پھٹا ۔ اس نے لوگوں کو زندہ کر دیا اور مالدار بنا دیا تھا اور بارش [۳ : ۲۵۱] برسا کر خوب سیراب کر دیا تھا ۔ شکر ہے اس خدا کا جس کی نعمتوں کا کوئی شمار نہیں ۔ نہ اس کی تقسیم ختم ہوتی ہے ، نہ اس کا سائل ناکام ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے عطیے کم ہوتے ہیں[1] ۔

اسی طرح اس نے اپنی سند کے ساتھ اصمعی سے روایت کیا ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ ایک بوڑھا بدوی اپنے خیمے میں تھا اور اس کی ایک بیٹی صحن میں تھی کہ اس نے گرج کی آواز سنی اور بولا : بیٹی ! تو کیا دیکھتی ہے ؟ بیٹی نے کہا : میں اسے سیاہ دیکھتی ہوں ، ماتھے پر سفیدی ہے جیسے سبزی مائل سفید گدھی کی کمر ہو ۔ اس کے بعد اس نے ایک اور گرج سنی پھر کہا : تو کیا دیکھتی ہے ؟ اس نے کہا : میں اسے بہت مضطرب دیکھتی ہوں اس کے اطراف ایک دوسرے پر گر رہے ہیں ، اس کی بجلی جب چمکتی ہے تو دو بار کوندتی ہے ۔ باپ نے کہا : کدال لاؤ اور خیمے کے گرد خندق کھود دو ـــــ

اصمعی سے یہ بھی مروی ہے ۔ وہ کہتا ہے : ایک بدوی ابوالمکنون نحوی کے پاس آ کر ٹھہر گیا جبکہ وہ اپنے حلقۂ (درس) میں تھا ۔ بدوی نے اس سے کچھ مانگا تو اس نے کہا : صبر کرو تاآنکہ میں فارغ ہو جاؤں ۔ پھر اس نے دعا کی ، دعا بارش کے لیے تھی پھر کہا : یا اللہ ! اے ہمارے رب اور خدا اور آقا ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج اور جو ہمیں دکھ پہنچانا چاہے تو اس دکھ کو اسی کے گرد اس طرح رکھ دے جس طرح ہار بچوں کی سینے کی ہڈیوں کا

---

۱ ۔ اس سجع کے لیے ملاحظہ ہو امالی قالی : ۱ : ۱۷۱ - ۱۷۳ ۔

احاطہ کیے ہوتے ہیں ، پھر اسے اس طرح راسخ کر دے جس طرح اصحاب الفیل کے اوپر راسخ ہوگئے تھے ۔ خدایا ہم پر ایسی بارش کہ سفید بادل ہوں اور وہ تمام ملک پر برسیں ۔ ملک میں سرسبزی کرے ، وہ بارش مکمل ہو ، گرجنے والی ہو ، کثرت سے ہو ، شور والی ہو ، خوب بہنے والی ہو ، بہت پانی والی ہو ، اور روئے زمی بھر دینے والی ہو ۔ راوی کہتا ہے کہ بدوی نے منہ پھیرا اور چل [۳ : ۲۵۲] ابو المکنون نے کہا : ٹھہر جا تا کہ میں تمھاری ۔ روائی کروں ۔ اس نے کہا : ربّ کعبہ کی قسم ۔ طغیانی آ رہی میں اپنے عیال کو پہاڑ میں جگہ بنا دوں تا کہ وہ پانی سے بچ سکیں

اسی طرح اس نے سند کے ساتھ اصمعی سے روایت کیا ہے کہتا ہے میں چند بدوی بچوں کے پاس سے گزرا جو ایک جوہڑ غوطے لگا رہے تھے ۔ میں نے ان سے کہا : تم میں سے جو بارش اوصاف بیان کرے گا میں اسے ایک درہم دوں گا ۔ وہ سب نکل کر م پاس آ گئے اور کہنے لگے : ہم سب وصف بیان کریں گے ، وہ تین تھے ۔ میں نے کہا : بیان کرو جس کا بیان مجھے پسند آئے گا میں ایک درہم دوں گا ۔ اس پر ان میں سے ایک نے کہا : شام کے وقت بادل ہمارے روبرو نظر آیا ، جسے بادصبا پیچھے سے ہانک رہی تھی باد جنوب آگے سے لیے جا رہی تھی ۔ (یہ بادل اپنے بوجھ کی وجہ یوں رینگ کر چل رہا تھا جس طرح ریت کے ٹیلے پر اونٹ چلتا یہاں تک کہ جب اس کا اگلا حصہ سیدھا اٹھ گیا اور درمیانی دُبلا ہو گیا اور اس کی آواز بار بار آنے لگی اور اس کی چنگھاڑ نے پیدا کی اور اس کا وجود اوپر کو اٹھا اور اس کے کشادہ حصے دوسرے کے ساتھ مل گئے اور اس کے اضطراب کی حرکات بار بار لگیں اور اس کے عمود اونچے کر دیے گئے اور اس کی طنابیں ہو گئیں تو اس سے لگاتار بارش برسنے لگی اور بجلی چمکنے لگی اور پ حصے دھکیلے گئے ۔ اس کے مشکیزوں سے پانی بہ گیا تو اس نے نم

زمین کو تر کر دیا اور سخت زمین کو نمناک بنا دیا ۔ اور خشک[1] ریت کو تو بر[2] تو بنا دیا ۔ کھڑے پانی کو ایک دوسرے کے ساتھ متصل کر دیا ۔ اور پہاڑی راستے پھٹ کر گرنے[3] والے ہو گئے ۔

دوسرے نے کہا : اطراف سے بارش برسانے والے بادل دکھائی دیے جو دس ماہ کی گابھن اونٹنیوں کی طرح آواز نکال رہے تھے اور آگ کے شعلے پھینک رہے تھے ۔ ان کے نچلے حصے ایک دوسرے کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے اور اوپر کے حصے بجلیاں چمکا رہے تھے ۔ اس کے اطراف دور تک پھیلے ہوئے تھے اور پچھلے حصے ایک دوسرے کے پیچھے آ رہے تھے اور ان کے درمیانی حصے تُو بر تُو تھے ۔ چنانچہ انھوں نے مغرب کو مشرق کے ساتھ ملا دیا ۔ اور زور کی بارش کو عام بارش کے ساتھ ۔ پھر یہ مسلسل برستے رہے ، لگاتار ایک کے بعد دوسری بوچھاڑ [۳ : ۲۵۴] چلی آ رہی تھی ۔ چنانچہ سخت زمینوں پر پانی کھڑا ہو گیا اور ہموار زمینوں پر نہریں بہنے لگیں ۔ سخت[4] زمینوں کو حوض بنا دیا پھر یہ بارشیں رک گئیں ان کے آثار قابل تعریف تھے اور نرم[5] زمینیں دل آویز تھیں ۔

تیسرے نے کہا : خدا کی قسم میرا خیال نہیں کہ وہ ابھی پانچ برس کی عمر کا بھی ہؤا ہوگا ۔ بولا : ایک درہم نکالو میں بیان

---

۱ ۔ الحث : المتر قرق من الرمل ۔

۲ ۔ العَقِد و العَقَدُ ماتَعَقّدَ و تراکم من الرمل ۔

۳ ۔ تداعیہ : تداعی الحیطَانُ : تہادمت و تصدّعت من غیراَن تسقُط ۔

۴ ۔ اصالف : اصلَف کی جمع ہے ۔ وہ سخت زمین جہاں کچھ نہ اگتا ہو ۔ محمد بہجتہ اثری نے صَلفاء کی جمع لکھا ہے ۔ وہ غلط ہے ۔

۵ ۔ بلوغ الارب میں خیار یا کے ساتھ ہے جس کے یہاں کوئی موزوں معنی نہیں بنتے ۔ میں نے خبار بائے موحدہ کے ساتھ پڑھ کر ترجمہ کیا ہے ۔ خَبَار نرم زمین ۔

کرتا ہوں ۔ میں نے کہا : جب تک تو بھی ان کی طرح نہ کہے (اس وقت تک درہم نہ ملے گا) ۔ اس نے کہا : میں وصف بیان کرنے میں ان دونوں پر غالب[1] آ جاؤں گا اور انہیں بے چین اور بے قرار[2] کر دوں گا ۔ میں نے کہا : کہو جو کہتے ہو ، خدا تمھارا بھلا کرے ، چنانچہ اس نے کہا : جب ایک بڑا قبیلہ[3] مایوسی اور حیرانی کے عالم میں تھا ، محتاجی کے ڈر سے ان پر خوف طاری ہو چکا تھا ، بارش ہو نہیں رہی تھی ، غم نے (ان پر) اپنے پر پھیلا رکھے تھے ، دلوں پر ناامیدی غالب آ چکی تھی لوگ بکثرت گناہوں سے توبہ کر رہے تھے ۔ تو تیرے[4] رب نے اپنے بندوں کو مصیبت سے نجات دلائی ، سفید بادل پہاڑ کی طرح کا اٹھا ، جو تو بہ تو ہوا پھر سیاہ ہوا ، پھر اوپر کو اٹھا ، اور اٹھتا چلا گیا ۔ یوں ہو گیا جیسے آسمان کے روبرو ایک اور آسمان ہو ۔ یا اس زمین کی طرح تھا جیسے فضا[5] میں پھیلا دیا گیا ہو ۔ اس نے اس کے بعد ہموار میدانوں پر زور دار بارش برسا دی ۔ پست زمینوں کو پُر کر دیا ۔ امید کو زندہ کر دیا اور قحط[6] کو مار ڈالا یہ سب رب العالمین کی مہربانی تھی ۔

---

۱ ۔ بَذَّہ ، غَلَبہ ، و فاقَہ ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں رصف صاد مہملہ کے ساتھ ہے ۔ میں نے رضف ضاد معجمہ کے ساتھ پڑھ کر ترجمہ کیا ہے ۔ رضف : گرم اور تپے ہوئے پتھر ۔ محاورہ ہے هو علی الرضف وہ بے چین و بے قرار ہے ۔ لفظی ترجمے میں ان دونوں کو تپتے ہوئے پتھروں پر کھڑا کر دوں گا ۔

۳ ۔ الحاضر : الحیّ العظیم ۔ وھو جمع کما یقال حاجٌ للحُجّاج ۔

۴ ۔ إرْتَاحَ اللهُ له برحمته : أنْقَذَهُ من بَلِيَّةٍ ۔

۵ ۔ اسے لُوح ۔ لام پر پیش پڑھیں ۔ اللوح الھواء بین السَّمَاء و الأَرْض ۔

۶ ۔ الضَرّاء : القحط ۔

اصمعی کہتا ہے : خدا کی قسم اس بچے نے میری تسلی کر دی ۔ میں نے ہر ایک کو ایک درہم دیا اور ان کا کلام لکھ لیا ۔

ابو حاتم اصمعی سے روایت کرتا ہے یعنی اصمعی کہتا ہے کہ میں نے ایک بدوی سے اس بارش کے متعلق سوال کیا جو خشک سالی کے بعد ان پر نازل ہوئی تھی ، تو اس نے کہا :

تمہارے رب نے ہمیں مصیبت سے نجات دلائی ۔ بعد اس کے کہ کئی قسم کے گمان مجھ پر غالب آ چکے تھے اور دل میں مایوسی جاگزیں ہو چکی تھی ۔ لہٰذا اللہ نے نوءِ جبہہ کے وقت مشرق[1] کی جہت سے ڈھال جتنا چھوٹا سا بادل کا ٹکڑا پیدا کیا پھر سورج کے اوپر[2] اٹھنے تک یہ اکٹھا ہو گیا ۔ اس وقت مہینے کا آخر تھا ۔ یہاں [۳ : ۳۵۲] تک کہ جب یہ اوپر کو اٹھتے ہوئے اُفق پر بلند ہوا تو اس نے اپنی مطیع باد جنوب کو حکم دیا تو وہ آہستہ آہستہ چلنے لگ پڑی ، پھر اس کے بھی اطراف پھیل گئے ، اس کے کنارے سیاہ ہو گئے ، اس کا وجود اوپر کو اٹھا ، پھر درمیانی حصہ سیاہ ہو گیا ، پھر بادل میں سے پانی ٹپکنے لگا اور پچھلے حصے نے پہلے حصے کو اکسایا ، اس کے بعد اس کی بجلیاں منتشر ہو گئیں اور بجلیوں والے بادل یکے بعد دیگرے آنے لگے اور ان کی گرج کی آواز آنے لگی اس کے بعد اس کے اطراف (پانی کی کثرت کی وجہ سے) ڈھیلے پڑ گئے۔ بہنے والے بادلوں نے ایک دوسرے کو دعوت دی ان کے پانی کے منبعے پھوٹ پڑے چنانچہ زمین ایک طبق کے مانند ہو گئی ۔ اس نے پانی اور بارش برسائی ۔ یہ بارش عام تھی ، اتنی ہوئی کہ کافی ہوئی ۔ اس نے دوبارہ ہموار زمینوں کو پانی دیا اور پست زمینوں پر پانی کھڑا کر دیا ۔ بادل پہاڑوں کے تنگ دروں کو بہا کر لے گیا اور

---

۱ ۔ العین : الشمس ۔
۲ ۔ تـرَجَّلَ : ارتفع ۔
۳ ۔ نسمت الریح هبت هبوبا رُویدًا ۔

نالے بھر دیے ۔ لہٰذا شکر ہے اس خدا کا جس نے ہماری بدی کا بدلہ نیکی سے دیا اور ہمارے ظلم کی جزاء مغفرت سے دی ۔

اسی طرح اس نے عبد الرحمٰن سے اور عبد الرحمٰن نے اپنے چچا سے روایت کیا ہے ، وہ کہتا ہے : میں نے بنی عامر بن لؤی بن صعصعہ کے ایک بدوی کو بارش کی تعریف کرتے ہوئے سنا ۔ اس نے کہا : نَوء غَفر میں شام کے وقت ایسا بادل اٹھا جو زمین سے قریب اور افق کی جانب تھا ۔ ہنستا ہؤا اور چمکتا ہؤا ، پھر نہایت تیزی کے ساتھ کیا ہؤا کہ ہوا کے تمام اطراف اس سے پُر ہو گئے اور اس نے آسمان کو چھپا دیا ۔ اس کے بعد یہ گھنا ہؤا ، پھر تو برتو ہو گیا ۔ اس کے ڈھیر بنے اور پھر سیاہ ہو گیا اور اوپر کو اٹھا اور پھیل[1] گیا ۔ اس کے بعد ہوا نے اسے ہانکا تو اس نے آواز [۳ : ۲۵۵] نکالی ۔ چنانچہ بجلی پے در پے (چمکنے لگی) گرج کی آواز آنے لگی ۔ بادل پھٹنے لگا اور تین دن تک مسلسل متحیر ہو کر زور[2] سے برستا رہا ۔ اس کے پستان پُر تھے ، بوچھاڑ[3] بڑی تیز تھی ، اس بادل کے حصے ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا رہے تھے ۔ پھر ختم[4] ہوتے ہوئے اس نے الوداع کہا ، مگر پھر برسنا بند کر کے تہامہ کی جانب روانہ ہو گیا ۔ اس کی آزمائش قابل تعریف تھی ، حوض پُر ہو چکے تھے ۔ اس کے احسان کا شکریہ ادا کیا گیا اور یہ (سب کچھ) خدا کی مہربانی سے ہؤا ۔

اسی طرح اس نے اپنی سند کے ساتھ بنی الحٰرث بن کعب کے شیخوں سے روایت کیا[5] ہے وہ کہتے ہیں : مذحج کے علاقے میں خشک سالی ہوئی تو انھوں نے گھاس اور پانی تلاش کرنے والے روانہ کر دیے

---

۱ ۔ إذلأمّت الضُحىٰ : إنبَسطت ۔

۲ ۔ هتهمت السحابة بقطرها : أرسَلَتْهُ شديداً ۔

۳ ۔ دُفعُه ، الدُفعَة : الدفقة من المطر ۔

۴ ۔ أنجمت الحرب : إنتهت ۔

۵ ۔ ملاحظہ ہو امالی قالی : ۱ : ۱۷۸ - ۱۸۰ ۔

ہر قبیلے میں سے ایک آدمی تھا ۔ چنانچہ بنو زبید نے ایک رائد (گھاس اور پانی کی تلاش کرنے والا) بھیجا ۔ جُعیفیؔ نے بھی ایک رائد بھیجا نخع نے بھی ایک رائد بھیجا ، جب یہ رائد واپس آئے تو بنی زبید کے رائد سے کہا گیا : کیا خبر ہے ؟ اس نے کہا : میں نے ایک ایسی زمین دیکھی ہے جس کے خطوں میں گھاس اگنا[1] شروع ہو گیا ہے ۔ جہاں[2] جہاں پانی جمع ہو گیا ہے اور ٹپک رہا ہے ، وہاں کی پست زمینیں گھاس سے ڈھکی ہوئی ہیں اور اس کے پانی نے بہنے کی جگہیں ہنس رہی ہیں ۔ یہ وعدہ دیتی ہے اور اپنے وعدے کو پورا کرنے کی خوب اہل ہے ، یہاں کی زمین یہاں کی بارش سے خوش ہے ۔ جُعفی کے رائد سے پوچھا گیا : کیا خبر ہے ؟ اس نے جواب دیا : میں نے ایسی زمین دیکھی ہے جہاں بارش[3] نے اس کے تمام اطراف کو مجتمع کر دیا ہے ۔ پھر وادی کے اطراف میں گھاس اُگ آیا ہے ، وہاں کی سخت زمینیں نرم ہو گئیں لہٰذا اس نے گہرے علاقے نم دار[4] ہیں اور اونچے علاقوں میں بھی بہت پانی ہے ، وہاں کے باغات باقاعدہ منظم ہیں ۔ وہاں کی نرم زمین بہت ہی نرم ہے ، جو وہاں چلے گا اس کے پاؤں دھس جائیں گے ۔ [۳ : ۲۵۶] وہاں کا مویشیوں کا مالک خوش ہے ۔ جس کے پاس کم

---

۱ ۔ أوشمت الارض : اذا بدا فيها نَبتٌ ۔

۲ ۔ نِقاع : اس کا مفرد نقع ہے والنقع : محبس الماء والنقع : الأرض الحُرّة الطين يستنقع فيها الماء ۔

۳ ۔ السماء : المطر ههنا : يريد ان المطر جاد بها فطال النبت فصار المطر كأنه قد جمع اطرافه ۔

۴ ۔ نم دار ہونے سے مراد یہ ہے کہ صحت مند نہیں ۔ ایسے جَوَّخَ الأضواج پڑھیں ۔ بلوغ الارب میں خوخ ہے : جَوَّخَ السيلُ الوادی تجويخاً اذا كسر جَنَبَتَيْه وهو الجوخ وضوج الوادی منعطفه..........و قيل : هو اذا كنت بين جبلين متضايقين ثم اتسع ۔

مال ہے وہ کف افسوس مل رہا ہے ۔ نخعی سے پوچھا گیا : کیا خبر ہے
اس نے کہا : طغیانی کی وجہ سے زمین چھپی ہو گئی ہے ، سبزے کی
کثرت کی وجہ سے (یوں تاریک معلوم ہو رہی ہے) جیسے رات او
آب رواں مسلسل رواں ہیں ۔ وہ مقامات بھی جہاں بارش نہیں ہوئ
سیراب ہو گئے ہیں ، وہاں کی سخت زمینیں نرم ہو گئی ہیں ۔ وہاں کی ریت
جم گئی ہے، چنانچہ جو رائد وہاں جاتا ہے اسے پسند کرتا ہے اور جو چروا
وہاں جاتا ہے اسے بدہضمی ہو جاتی ہے (گھاس کی کثرت کی وجہ سے
وہاں نہ کوئی کنکر (دکھائی دیتا) ہے اور نہ پتھر تپتے ہیں ، جو چروا
جانوروں کو لے کر دور چلا جائے اسے کوئی ڈر نہیں ہوتا اور جو وہا
آتا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا ۔ لہٰذا جو جگہ نخعی نے تلاش کی
بھی انھوں نے اسی کو پسند کر لیا ۔

اس نے اپنے چچا سے اور چچا نے ابن الکلبی سے روایت کیا ہے کہ
ابنۃالخُس" إیادیۃ کی قوم کے تین شخصوں نے اس سے شادی کرنا چاہی
ابنۃ الخُس کو ان کا نسب اور خوبصورتی پسند آئی ۔ مگر اس نے ان کی
عقلوں کی گہرائی معلوم کرنا چاہی لہٰذا اس نے کہا : میں چاہتی ہوں
کہ تم میرے لیے چراگاہ تلاش کر لاؤ ، جب وہ (تلاش کر کے) آ گئے
تو اس نے ان میں سے ایک سے کہا : تو نے کیا دیکھا ہے ؟ اس نے
جواب دیا : میں نے لمبی گھاس بھی دیکھی ہے اور چھوٹی گھاس بھی
کثرت سے بہتا ہؤا پانی بھی دیکھا ہے کہ (اس کی سر سبزی کی وجہ سے
جاہل اسے رات خیال کرنے لگے ۔ ابنۃ الخس نے کہا : تو سر سبز زمین
میں گیا ہے ۔ دوسرے نے کہا : میں نے دیر تک رہنے والی بارش کے
بعد ایک اور دیر تک رہنے والی بارش دیکھی ہے جو ان مقامات
پڑی ہے جہاں حال ہی میں موسم بہار کی پہلی بارش ہو چکی تھی چنانچہ

---

۱ ۔ العِهاد : مواقع الوسمی من الأرض و قال بعضهم : العِهاد الحديثة من الامطار (لسان ع ه د) ۔

بوڑھی اونٹنی بکری[1] کے لیلے سے پہلے ہی سیر ہو جاتی ہے - تیسرے نے کہا : میں نے بہتات سے ترو تازہ گھاس دیکھی ہے جس کی ایک دوسرے کے اوپر کئی تہیں لگی ہوئی ہیں اور وہ اتنی ہوئی ہیں جتنی بنی سعد کی عورتوں کی رانیں ، بوڑھی اونٹنی دوڑتی دوڑتی ہی اس سے سیر ہو جاتی ہے -

[۳ : ۲۵۷] ابو حاتم سے روایت ہے اور اس نے ابو عبیدہ سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ نعمان ایک دن بارش کے بعد نکلا تو اسے ایک اونٹنی پر سوار ایک بدوی ملا - نعمان کے حکم سے اس بدوی کو لایا گیا نعمان نے اس سے پوچھا : تو اپنے پیچھے زمین کو کس حالت میں چھوڑ کر آیا ہے ؟ بدوی نے کہا : کھلی زمینیں سر سبز[2] ہیں - بعض جگہوں پر پانی بہ رہا ہے ، بعض دشوار گزار ہیں ، یہ اپنے پہاڑوں کی وجہ سے اپنی جگہ پر قائم[3] ہیں اور اپنے بوجھوں کو اٹھائے ہوئے ہیں ، نعمان

---

۱ - الفطیمة : الشاة اذا فطمت - کیونکہ گھاس بڑی ہے اس لیے اونٹنی تو ایک ہی جگہ پر کھڑی کھڑی چرتی رہتی ہے اور سیر ہو جاتی ہے مگر لیلہ چھوٹی گھاس تلاش کرتا رہتا ہے - لسان العرب میں ہے : فَسَّرَهُ ثعلب فقال معناه : هذا النَّبْتُ قد علا و طال فلا تدرکه الصغیرة لطوله و بقی منه اسافله فنالته الصغیرة -

۲ - فَیْشح - محمد بہجہ اثری نے اسے فَیْشحاء کی جمع فیح سمجھ کر اس کے معنی '' الواسعة '' تحریر کیے ہیں مگر یہاں صحیح لفظ فَیْشح ہے - لسان العرب میں ہے: الفَیْشحُ خِصْبُ الربیع فی سعة البلادوالجمع فُیُوح -

۳ - بلوغ الارب میں منشوطه بجھاگیا ہے اسے منشوطة (ثاء کے ساتھ) پڑھیں - لسان العرب (ن ث ط) میں ہے : و فی الحدیث : کانت الارض تموج و تمید فوق الماء فنشطها الله بالجبال فصارت لها اوتاداً و فی الحدیث ایضاً کانت الارض هِفّاً فَنَشَطَهَا اللهُ بالجبال أی أَثْبَتَهَا و ثَقَّلَهَا - - - و نَشَطَ الشئی نُشُوطاً : سکن و نَشَطْتُه : سَکَّنْتُهُ - ابن الاعرابی : النثط : التثقیل و منه خبر کعب : ان الله عزوجل لما مدّ الارض ماوت فَنَشَطَهَا بالجبال ای شقها فصارت کا لاوتاد لها و نَشَطَهَا بالا کام فصارت کا لمثقلات لها

نے کہا : میں نے تو تجھ سے سماء (بارش) کے متعلق پوچھا ہے ، بدوی نے کہا : سماء (آسمان) بلند ہے ، اور ستونوں اور طنابوں کے بغیر ہی اوپر کو اٹھا ہوا ہے ، اس کے دن اور رات یکے بعد دیگرے آتے ہیں اور سورج اور چاند باری باری نکلتے ہیں ۔ نعمان نے کہا : میں تم سے یہ نہیں پوچھ رہا ۔ بدوی نے کہا : جو چاہو پوچھ لو ۔ نعمان نے کہا : کیا زمین پر بارش برسی ہے ؟ اس نے کہا : ہاں ، بارش مسلسل تین دن ایک ہی[1] حالت میں برستی رہی ، چنانچہ اس نے زمین کو تر[2] کیا اور خوب[3] تر کیا ، اور اتنی بارش ہوئی کہ ٹخنوں تک پانی آ گیا ۔ اس کے بعد میں اپنی قوم کے علاقے سے نکل کر اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا دیکھا تو بارش مسلسل ہو چکی تھی اور درمیان میں کوئی ایسی زمین نہ تھی جہاں بارش نہ ہوئی ہو ۔ تا آنکہ میں مشار کے مقام پر جا کر اترا ، اب تمام اطراف سے بادل جمع ہو گئے ، اور ایسا سیلاب آیا کہ جس کا بڑا شور اور زور دار آواز تھی چنانچہ اس نے تمام نشانات مٹا دیے ۔ کنوئیں بھر دیے بلند درختوں کو کاٹ ڈالا (جس کی وجہ سے) گھروں میں رہنے والے گھروں کے اندر بند ہو گئے اور مسافر سفر کرنے سے رک گئے پھر جب بادل پھٹے تو (پتا چلا کہ) اس نے کسی کو نفع پہنچایا تھا اور کسی کو نقصان ۔ اس کے بعد جب مجھے ہموار زمینیں سیدھی[4] دکھائی دیں اور پست زمینوں میں راستے واضح ہو گئے اور آسمان کے اطراف سے

---

۱ - لسان میں ہے : أغمطت السماء و اغبطت : دام مطرها ۔ رهواً : افعل هذا رهواً ای ساکنا علی هینتک ۔

۲ - ثَرّى التربة بَلَّهَا و ثَرَّيْتُ الموضع تثرية اذا رششته بالماء و کل ما نَدَّيْتَهُ فقد ثَرَّيْتَهُ ۔

۳ - أرْزَغَ المَطَرُ الارض اذا بَلَّهَا و بالَغَ ولم يَسِل و أرْزَغَ المَطَرُ کان منه مايَبُل الأرض ۔

۴ - إثْلَأَبَّ الشيئ إثْلِئْبَاباً : استقام و قيل : انتصب ، و اتلأبّ الشئ و الطريق : امتدّ و استوى ۔

بادل غائب ہو گیا تو مجھے غاروں کے سوا کوئی جائے پناہ نہ ملی ۔ پھر بجّو کو گھسیٹنے والی (بارش) غائب ہو گئی ، اس نے میدانوں کو سمندر بنا دیا جس میں موجیں تھپیڑے کھا رہی تھیں ، سخت زمینیں گھاس پھوس سے ڈھکی ہوئی تھیں ، وحشی جانور ہر طرف گرے پڑے تھے ۔ [۳ : ۲۵۸] چنانچہ ان مقامات میں چلتا رہا جہاں بارش ہوئی تھی اور پانیوں میں گھستا رہا یہاں تک کہ تمھارے علاقے میں آ گیا ۔

ابو حاتم سے روایت ہے اور ابو حاتم ابو عبیدہ سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ ایک بدوی کچھ حاجیوں کے پاس جا کر ٹھہر گیا اور کہا : اے میری قوم ! میری حالت ظاہر ہے ۔ جس بات نے مجھے تم سے مانگنے پر مجبور کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں کچھ عرصہ تک بارش نہ ہوئی پھر بادل امنڈ آئے اور سفید بادل اُٹھے ۔ پھر بغیر پانی کے بادل سیاہ ہوئے اس کے ابتدائی حصے گرجے ، ہم نے کہا : اب کے سال موسم بہار کی پہلی بارش جلد ہی آ گئی ہے اور اس کی بارش قابل تعریف ہے "۔ پھر اس پر باد شمال چلی اور بادلوں کی ٹکڑیاں بلند ہوئیں اور تو بر تو بادلوں کے ٹکڑے پھٹ گئے ۔ اس کے بعد مسلسل بجلی چمکتی رہی چنانچہ ہم اپنی آنکھوں سے اسے دیکھتے اور دیکھنے والے اسے پاتے تھے ۔ باد جنوب نے اس کا پانی نکال لیا چنانچہ ہمارے قبیلے نے بہت سرعت سے خیمے اکھیڑ کر اس جانب رخ دیا ہم نے اپنے اونٹوں کو چرنے کے لیے وہاں چھوڑ دیا ، یہ مقام مضر صحت مقام تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اونٹ ہلاک ہو گئے ، ہمارا برا حال ہو گیا ، لہٰذا اللہ اس شخص پر رحم کرے جو خوراک کی سخاوت کرے یا نیکی کی طرف رہنمائی کرے ۔

ابو حاتم نے العتبی سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ حجاج نکل کر ہمارے اس علاقے میں[۱] آ گیا ، وہاں اسے کچھ بدوی ملے جو خوراک لینے کے لیے وہاں آئے

---

۱ - الظهر : طريق البر" ۔

تھے - حجاج نے پوچھا : تم نے اپنے پیچھے کیسی بارش چھوڑی ہے - اس پر ان کے آدمی نے کہا : جب ہم مشلل کے مقام پر تھے تو بارش اُتر آئی - بارش کے قطرے اس قدر بڑے تھے - جس قدر زمین پر پاؤں کے پڑنے کی جگہ ہو اور یہ وہ جگہ تھی جہاں سے آگے رمث کا درخت نہیں اُگ سکتا (یعنی میدانی علاقہ ختم ہو گیا تھا) اور اس کے ساتھ ہلکی ہلکی مگر [۳ : ۲۵۹] مسلسل بارش تھی جس میں آواز تھی - اس کے باوجود اس کی نمی[1] مینڈھ تک پہنچ گئی تھی اور اس میں پاؤں ڈوب[2] جاتے تھے - اس کے بعد اور بارش آئی جو اس سے قدرے بہتر تھی اس کا پانی نرم اور ان اونچی زمینوں پر بہتا جو پانی کم[3] جذب کرتی ہیں - پھر جب ہم حضر کے بالمقابل پہنچ گئے تو بہت عمدہ بارش آئی جس نے جوہڑ[4] بھر دیے - اس پر حجاج زیاد بن عمرو العتکی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا : یہ بدوی کیا کہہ رہا ہے ؟ زیاد نے کہا : مجھے کیا معلوم کہ یہ کیا کہہ رہا ہے ، میں تو صرف تلوار اور نیزہ چلانا جانتا ہوں - حجاج نے کہا : بلکہ

---

۱ - بہجہ اثری نے یعضد کے معنی یکسر و یصرم کیے ہیں مگر میرے نزدیک یہ معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے - لسان العرب میں ہے : أَعْضَدَ المَطَرُ و عَضَدَهُ : بَلَغَ ثراه العَضُدَ (و عَضُدُ كل شئ ماشُدَّ حواليه من البناء وغيره كا لصفائح المنصوبة حول شفير الحوض) -

۲ - أصابَ الارض مطر فَرَسَّغَ اى بَلَغَ الماء الرُسغَ - - - - وقيل رَسَّغَ المَطَرُ : كثر حتّى غاب فيه الرُسغَ -

۳ - الزهيدہ : محمد بہجہ اثری نے اس کے معنی حقیرۃ کیے ہیں اور یہ معنی غلط ہیں - لسان العرب میں ہے : وادٍ زهيد قليل الاخذ من الماء - - - - ابن شميل : الزهيد من الأودية القليل الأخذ للماء -

۴ - بلوغ الارب میں الاخاد دال مہملہ کے ساتھ ہے - اسے الأخاذ ذال معجمہ کے ساتھ پڑھیں : لسان العرب میں ہے : والأخاذ : الغُدُرُ وقيل : الاخاذ واحد والجمع آخاذ نادر -

تو تو چپو چلانا اور (جہاز کے) رسے باندھنا بھی جانتا ہے ۔ زمین کو کھودو[۱] ۔ زیاد زمین کو کریدنے لگا اور وہ یہ کہے جا رہا تھا : میں نے وہ وقت بھی دیکھا ہے جب مصعب مجھے ایک لاکھ (درہم) دے رہا تھا اور اب میں حجاج کے سامنے زمین کھود رہا ہوں ۔

عبدالرحمٰن سے مروی ہے اور وہ اپنے چچا سے روایت کرتا ہے ، وہ کہتا ہے کہ ابو مجیب کا بیان ہے اور وہ بنی ربیعہ بن مالک کا ایک بدوی تھا ۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ہم ایک ایسی زمین میں تھے جہاں بارش[۲] نہ ہوئی تھی ۔ خشک سالی[۳] کا دور دورہ تھا ۔ درخت سوکھ رہے تھے ، یہ زمین سخت اور مرتفع علاقے میں تھی ۔ ابھی ہم اسی حالت میں تھے کہ یکایک اللہ تعالی نے بادل بنا دیے جو ابتدا میں گولائی میں تھے ، جن کے مونہوں سے پانی ٹپک رہا تھا ۔ جن کے قطرے موٹے تھے اور خوب برس رہے تھے ۔ یہ بارش نشو و نما دینے والی تھی ۔ اللہ تعالی نے اسے ہمارے لیے رزق بنا کر نازل کیا تھا ۔ اس سے ہمارے اونٹ زندہ ہو گئے اور ہمارے راستے ایک دوسرے سے مل گئے ۔ جب بارش نازل ہوئی تو ہم ایسی بلند جگہ پر تھے جہاں پانی نہ پہنچ سکتا تھا ۔ اس جگہ کے اطراف دور تک چلے گئے تھے ۔ یہ بارش کثرت سے برسی یہاں تک کہ ہم نے دیکھا کہ ہم پانی آسماں اور مقام طلح کے حوضوں کے

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں : اسبح ہے میں نے أسبخ پڑھ کر ترجمہ کیا ہے : حَفَرُوا فأَسْبَخُوا : بلغوا السباخ ، تقول حَفَرَ بِئْرا فأَسْبَخَ اذا انتهى الى سَبِخَةٍ ۔

۲ ۔ عجفاء : جہاں بارش نہ ہوئی ہو ۔ بہجہ اثری نے اس کے معنی : لانبات بہا دیے ہیں اور یہ معنی یہاں غلط ہیں ۔

۳ ۔ بلوغ الارب میں اعسم ہے اسے اعشم شین معجمہ کے ساتھ پڑھیں لسان العرب (ع ج ف) میں ہے و منه قول الرائد و جدت ارضاً عجفاء و شجراً اعشم قد شارف الیبس والبیود ۔

۴ ۔ بلوغ الارب میں غیر السماء والماء ہے مگر لسان العرب (ہرمع) میں مانری عین السماء من الماء ہے ۔

سوا کچھ نہ دیکھ سکتے تھے ۔ سیلاب بلند زمینوں سے ٹکرایا اور وادیوں کو پر کر دیا اور ایسا پر کر دیا کہ کوئی مقام خالی نہ [۳ : ۲٦۰] رہا ۔ ابھی صرف دس دن ہی گزرے تھے کہ ہم نے اس جگہ کو ایک شاداب باغ پایا ۔

عبدالرحمٰن سے مروی ہے اور وہ اپنے چچا سے روایت کرتا ہے ۔ چچا کہتا ہے کہ ایک بدوی نے بجلی دیکھی اور اس نے اپنی بیٹی سے کہا : ذرا دیکھنا کہ یہ کہاں (پڑتی) دکھائی دیتی ہے ۔ بیٹی نے کہا :

أَنَـاخَ بِـذِي بَقَـرٍ بَرْكَـهُ
كَأَنْ عَلَى عَضُـدَيْـهِ كِتَافاً

اس نے اپنا سینہ ذی بقر کے مقام پر جا کر رکھ دیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دونوں بازوؤں کو رسی سے جکڑ دیا گیا ہے

اس نے پھر کہا : لوٹ کر پھر دیکھو ۔ تو بیٹی نے کہا :

نَتَجَتْهُ الصَّبَا وَ مَرَتْهُ الجَنُو
بُ وَ انْتَجَفَتْهُ السَّمَاءُ انْتِجَافَا

باد صبا نے اسے پھیرا اور باد جنوب نے اس کا پانی نکالا اور آسمان نے اس کو بالکل خالی ہی کر دیا

---

۱ ۔ یہ شعر بلوغ الارب میں اسی طرح ہے اور " سماء " کے لفظ سے معنی درست نہیں بنتے ۔ لسان العرب میں سماء کی جگہ الشمال دیا ہے اور وہی درست ہے ۔ یہ شعر لسان العرب میں یوں ہے

مَرَتْـهُ الصَّبَـا وَرَفَتْهَ الجَنُـو
بُ وَ انْتَجَفَتْهُ الشَّمَالُ انْتِجَافَا

إِنْتَجَفَ الشئ : استخرجه يقال إِنْتَجَفَ اذا استخرج أقصى ما في الضرع من اللبن و انتجف الريح السحاب اذا استفرغته ۔

اور اس نے اپنی سند سے اصمعی سے روایت کیا ہے ۔ اصمعی کہتا ہے کہ ایک نابینا بدوی تھا ، اس کی بیٹی کے آگے آگے چل کر اس کی رہنمائی کر رہی تھی ، اپنی تھوڑی سی بکریاں بھی چرا رہی تھی بیٹی نے بادل دیکھا اور کہا : ابّا ! بادل آ گئے ، اس نے کہا : تو اسے کیسا دیکھ رہی ہے ؟ بیٹی نے کہا : جیسے کوئی سیاہ گھوڑی اپنی جل گھسیٹے جا رہی ہو ۔ باپ نے کہا : اپنی بکریاں چرائے جا ، کچھ دیر تک وہ بکریاں چراتی رہی پھر کہا : ابّا : بادل آ گئے ۔ باپ نے کہا : تو اسے کیسا دیکھتی ہے ؟ بیٹی نے کہا : جیسے یہ اس اونٹ کی آنکھ ہو جو ایک جگہ پر نہ چرتا ہو ۔ باپ نے کہا : اپنی بکریاں چرائے جا ۔ وہ پھر کچھ دیر تک بکریاں چراتی رہی۔ پھر کہا ابا بادل آ گیا ۔ باپ نے کہا : تو اسے کیسا دیکھتی ہے ؟ بیٹی نے کہا : یہ پھیل کر سفید ہو گیا ہے ۔ باپ نے کہا : اپنی بکریوں کو کہیں داخل کر لے ۔ اصمعی کہتا ہے : اس کے بعد ایسی بارش آئی جس نے کھیت کی کونپلیں نکالیں اور اسے سر سبز و شاداب کر دیا ۔

اور ابو الفرج اصبہانی نے اغانی[1] میں اپنی سند سے بیان کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ زُھَیر بن جناب الکلبی کا قصہ یہ ہے کہ اس نے لمبی عمر پائی یہاں تک کہ اس کی عقل جاتی رہی ۔ اب وہ بادلوں کی طرح نکل جاتا اور اسے کچھ پتا نہ ہوتا کہ کہاں جا رہا ہے اس کے گھر کی کوئی عورت یا کوئی بچہ اس کے پیچھے جاتا اور اسے واپس لے آتا اور اس سے کہتا : مجھے ڈر ہے کہ کہیں تجھے بھیڑیا نہ کھا لے ۔ تو کہاں جا رہا ہے ؟ چنانچہ ایک دن زھیر نکلا اور اس کے پیچھے اس کی ایک بیٹی بھی جا پہنچی اور اسے واپس لے آئی ۔ جب لوٹا تو شتر مرغ کے بچے کی طرح لڑکھڑاتا ہوا آیا ۔ اور موسم گرما میں ان کے یہاں بادل آئے جس سے ہلکی سی بارش ہو گئی ، اس کے بعد زور[2] کی بارش آئی ، اور

---

۱ - ملاحظہ ہو اغانی : ۱۸ : ۳۰۶ ۔

۲ - بلوغ الارب میں غیث منکر دیا ہے مگر اغانی میں منکر کا لفظ نہیں ہے ۔

اس میں اس نے ایک غیر معروف سی آواز سنی تو کہا : بیٹی ! یہ کیا ہے ؟ بیٹی نے جواب دیا : ایک خوفناک بادل ہے ، اگر گھر [۳ : ۲۶۱] پہنچنے سے پہلے بارش ہو گئی تو ہم تباہ ہو جائیں گے ۔ اس نے کہا : اس کی صفت بیان کرو ۔ بیٹی نے کہا : میں اسے وسیع اور چوڑا دیکھتی ہوں وہ اب پانی کو زیادہ دیر تک برداشت نہیں کر سکتا اور منہ کے بل گرنے کو ہے ۔ اس کا دامن اڑ رہا ہے اور آوازیں آ رہی ہیں یوں اوپر کو اٹھ رہا ہے جس طرح وہ پرندہ اٹھتا ہے جس کے[1] پر ٹوٹ گئے ہوں ۔ اس پر سیاہ چادر[2] کے ٹکڑے سے دکھائی دیتے ہیں اور یہ سیاہ رات کی طرح تاریک ہے اور آگ کے شعلوں کی طرح بجلیاں چمکا رہا ہے ۔ پرندے اس سے دور ہٹ رہے ہیں اور حشرات الارض اس سے بھاگ کر پناہ لے رہے ہیں ۔ زہیر نے کہا : بیٹی ! پیشتر اس کے کہ ہمارا نام و نشان ہی باقی نہ رہے کسی پناہ گاہ میں جلدی سے لے چل ۔ اس فن کے ضمن میں بہت سے اشعار بھی منقول ہیں ہمدانی کی جزیرۃ العرب میں اس قسم کے بہت سے اشعار مرقوم ہیں ، اللہ ہی توفیق دینے والا ہے ۔

اور ان کے علوم میں سے ایک

علم القیافہ اور علم العیافہ

ہے ۔ یاد رکھیں کہ قیافہ کی دو قسمیں ہیں : قیافۃ الاثر (پاؤں کے نشان کو دیکھ کر قیافہ لگانا) ۔ اسے عیافہ بھی کہتے ہیں اور قیافۃ البشر (خد و خال وغیرہ کو دیکھ کر قیافہ لگانا) ۔ رہا عیافہ تو یہ وہ علم ہے جس کے ذریعے نقش قدم کا باہمی مقابلہ کرنے کے لیے انسان کے قدموں اور

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں ینوض نھض الکسیر ہے مگر اغانی میں ینھض نھض الطیر الکسیر ہے ۔

۲ ۔ لسان العرب میں ہے : السیجان : الطیالسۃ السود واحدھا ساج ۔

بھیڑ بکری اور گھوڑے وغیرہ کے سموں کے نشانات کی جستجو کرنے کے متعلق بحث کی جاتی ہے ۔ نقش قدم وہ ہوتا ہے جو ایسی زمین میں جس میں ریت نہ ہو پاؤں کی شکل اختیار کر لیتا ہے ۔ اس علم کا نفع واضح ہے ۔ کیونکہ اس علم کے ذریعے سے قیافہ شناس بھاگے ہوئے انسان اور گم شدہ جانور کو اس کے نقش قدم اور ٹانگوں کے نشان کو تلاش کرکے اپنی بینائی ، خیال اور حافظہ کی طاقت کے ذریعے پا لیتا ہے ۔ یہاں تک کہ بیان کیا جاتا ہے کہ بعض قیافہ شناس جوان اور بوڑھے ، عورت اور مرد ، باکرہ اور شادی شدہ عورت کے نقش قدم میں امتیاز کر لیتے ہیں ۔

قیافۃ البشر میں دو شخصوں کے اعضاء کی ہیئت و صورت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ دونوں شخص نسب ، ولادت اور دیگر حالات اور اخلاق میں باہم شریک اور متحد ہیں ۔ ابو القاسم الاصفہانی نے کتاب الذریعہ میں اس کی مختصراً اور بھی تشریح کی ہے چنانچہ وہ کہتا ہے : قیافہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک میں نقش قدم کی تلاش کے ذریعے قیافہ کیا جاتا ہے اور اسی نقش قدم کے ذریعے راہ رو کا پتا چلایا جاتا ہے ۔ دوسرا قیافہ یہ ہے کہ انسانی ہیئت اور شکل کے ذریعے اس کے نسب کا پتا چلایا جائے ۔ اور عربوں میں سے بنو مُدلج اور بنو لہب قیافہ بشریہ کے ذریعے [۳ : ۲۶۲] استدلال کرنے میں مشہور تھے ۔ ان کو یہ خصوصیت ان کی طبعی مناسبت کی وجہ سے حاصل تھی ، کسی تعلیم و تعلم کی وجہ سے نہ تھی ۔ اصفہانی کہتا ہے : اللہ تعالیٰ نے عربوں کو اس علم کے ساتھ اس لیے مخصوص کیا کہ ان کی عورتیں ان افعال سے باز رہیں جو ان کے نسب میں طعن ، ان کے غیر خالص ہونے اور ان کے بیجوں اور کھیتیوں کے فساد کا سبب بنیں ۔ اس سے ان کے نسب کو محفوظ رکھنا مقصود تھا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نسب کو اس طریق پر محفوظ رکھا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا (اور ہم نے تم کو شعوب اور قبائل بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو) یعنی تاکہ تم ایک دوسرے کی اصل معلوم کرکے ایک دوسرے کو پہچان سکو ۔ بیان ختم ہوا ۔ اسی قسم کی بات کسی فلسفی نے بھی کہی ہے ۔

یہ علم اٹکل اور تخمینے سے حاصل ہوتا ہے ۔ استدلال اور یقین سے
نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ علم درس و تدریس سے حاصل ہوتا ہے
وجہ ہے کہ نہ اب اور نہ قدیم زمانے میں اس فن میں کوئی کتاب ت
کی گئی ۔ آج کل بھی نجد کے بعض عرب قبائل میں قیافہ پایا جاتا ہے
جاتا ہے کہ بنو مرہ کے لوگوں کو سب سے زیادہ علم قیافہ حاصل
بعض ثقہ لوگوں نے جنھوں نے نجد کے علاقے کا سفر کیا ہے بیان کی
کہ اس قبیلے کے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نقش قدم کو دیکھ
دیتے ہیں کہ یہ فلاں اور فلاں کا نقش قدم ہے اور یہ فلاں اور فلاں
کے اونٹ کے پاؤں کا نشان ہے اور یہ نشان قدم ان لوگوں کا ۔
فلاں علاقہ میں نہیں گئے اور یہ وہ لوگ ہیں جو فلاں و فلاں علاقہ
آ رہے ہیں ۔ اور کسی ایک بات میں بھی غلطی نہ کرتے تھے ۔ ہ
سنا ہے کہ ایک بدوی کے گدھے کو چور چرا کر لے گئے اور وہ
کے نشان قدم کے پیچھے پیچھے ہو لیا حتیٰ کہ وہ حیلتہ میں جا پہنچ
وہ اس کی تلاش میں تھا تاآنکہ بہت سے گدھوں کے پاؤں کے نشانات
اسے اپنے گدھے کا نشان مل گیا ۔ اسی طرح وہ متعدد شخصوں کو دیکھ
کہہ دیتے تھے کہ فلاں فلاں کا بیٹا ہے اور فلاں فلاں کا بھائی ہے
فلاں فلاں کا رشتہ دار ہے ۔ اگر کوئی اجنبی شخص ان میں ہوتا تو
بھی بتا دیتے کہ فلاں اجنبی ہے ۔ اہل مکہ میں بھی بعض لوگ ایسے
جو اس علم میں اہل نجد کے لگ بھگ ہیں ، چنانچہ ان میں اکثر
عراقی اور شامی ، مصری اور مدنی اور عربی اور عجمی میں امتیاز کر
ہیں خواہ یہ اپنے (مخصوص) لباس اور اپنی ہیئت میں نہ بھی ہوں
سلسلے میں بہت سی حکایت بیان کی جاتی ہیں اگر یہ حکایات تواتر کو
تک نہ پہنچی ہوتیں تو ہم یہ کہہ دیتے کہ ایسا ہونا تقریباً ناممکن
شریعت میں قیافے کے ذریعے سے بھی فیصلہ کیا جا سکتا ہے ، یہ
حکیمانہ طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے ۔ چنانچہ ایک صحیح حدیث
[۳ : ۲۶۳] ہے کہ مُجزّز اسلمی آیا اور اس نے اسامہ بن زید اور
کو دیکھا ۔ ان دونوں نے ایک کپڑا اوڑھ رکھا تھا اور سروں کو ڈ

رکھا تھا مگر پاؤں کھلے تھے ۔ مجزز اسلمی نے ان کے پاؤں دیکھ کر کہا : یہ پاؤں ایسے ہیں جن کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے ۔ یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے ۔ قیافہ ، کمال دراکی اور کمال ذکاء سے پیدا ہوتا ہے اور اس بات کی دلیل ہوتا ہے کہ قیافہ شناس میں بہت عقل پائی جاتی ہے ۔

اور ان کے علوم میں سے ایک

علم فراست

ہے ۔ اور اس علم میں انسانی ہیئت ، شکل ، رنگ اور اقوال سے اس کے اخلاق ، فضائل اور رذائل کا پتا چلایا جاتا ہے ۔ بعض اوقات یوں بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ایک ایسی صناعت ہے جو انسانی اخلاق اور احوال کو جاننے کے لیے شکاری کا کام دیتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان : إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ (اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو قیافے سے بات معلوم کر لیتے ہیں) اور تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُم (آپ انھیں ان کی علامات سے پہچان جائیں گے) اور وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ (آپ ان کے طرز کلام سے انھیں پہچان لیں گے) میں اس علم کے سچا ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔ اور یہ لفظ فَرَسَ السَّبُعُ الشَّاةَ (درندے نے بکری کا شکار کر لیا) کے محاورے سے لیا گیا گویا فراست معرفت کو جھپٹ لینے کا نام ہے ۔ فراست کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک قسم تو وہ ہے جو انسان کو اپنے دل و دماغ سے حاصل ہوتی ہے ۔ اس کا کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا ۔ یہ ایک قسم کا الہام ہوتا ہے ۔ نہیں ، بلکہ یہ ایک قسم کی وحی ہوتی ہے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان : الْمُؤْمِنُ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللهِ (مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) سے یہی مراد لیا ہے ۔ یہی وہ علم ہے جس کے جاننے والے کو مُرَوَّع اور مُحَدَّث کہا جاتا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : إِنْ كَانَ فِی هٰذِهِ الْأُمَّةِ مُحَدَّثٌ فَهُوَ عُمَرُ (اگر اس امت میں کوئی محدّث ہے تو وہ عمر ہے) اور

اللہ تعالیٰ کے فرمان :

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ
مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا

(کسی انسان کو یہ بات حاصل نہیں کہ اللہ اس سے (بالمشافہہ بات کرے) مگر اس طرح کہ اس کی طرف وحی بھیجے یا پردے کے پیچھے سے بات کرے یا کوئی قاصد فرشتہ بھیج دے)

کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ وحی دل میں بات ڈال دینے سے ہوتی تھی ، اور یہ بات انبیا کا حق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الأَمِينُ عَلَى قَلْبِكَ (روح الامین نے اسے آپ کے دل پر اتارا ہے) کبھی ایسا بیداری کے عالم میں بھی الہام کے ذریعے ہوتا ہے ۔ کبھی خواب میں الہام بخش دیا جاتا ہے ، اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ جُزْءٌ مِن سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النبوة (رؤیائے صادقہ نبوت کے چھیالیس جزؤوں میں سے ایک جزء ہے)

فراست کی دوسری قسم فن اور تعلیم کے ذریعے حاصل ہوتی ہے ۔ یہ مختلف رنگوں ، شکلوں ، مختلف مزاجوں ، اخلاق اور طبیعی افعال میں امتیاز کرنے کی معرفت کا نام ہے ۔ جس شخص کو ان امور کا علم حاصل ہو جائے وہ فراست میں فہم رسا کا مالک ہو جائے گا ۔ اس فن میں بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں ۔ جو شخص ان میں سے مناسب کتابوں کی جستجو کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ ان کتابوں میں مرقوم ہے ، سچ ہے ۔ فراست ایک قسم کا گمان ہے اور یہ عقل کے تابع ہے ۔ [۳ : ۲٦۴] جس قدر عقل زیادہ کامل ہوگی فراست بھی اسی قدر قوی ہوگی ۔ یہی وجہ ہے کہ عربوں کو اس میں اوروں کے مقابلے میں زیادہ وافر حصہ ملا تھا ۔ اس سلسلے میں بہت سے عجیب و غریب واقعات بیان کیے جاتے ۔ ان میں سے ایک واقعہ وہ ہے جس کا ذکر امام ماوردی نے کتاب اعلام النبوہ میں دیا ہے : ماوردی کہتا ہے کہ پہلا شخص جس

نے عدنان کی بزرگی کی بنیاد ڈالی اور جس نے ان کے نام کو بلند کیا معد بن عدنان تھا ۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب بختنصر نے اسے منتخب کر لیا تھا ۔ بخت نصر اس وقت تک دنیا کے کئی ملکوں کا مالک بن چکا تھا ۔ بختنصر نے ممالک عرب پر چڑھائی کے وقت معد بن عدنان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا ۔ لیکن اس کے عہد کے ایک نبی نے تنبیہ کر دی کہ (ایسا نہ کرنا) اس لیے کہ اس کی اولاد میں نبوت ظہور پزیر ہونے والی تھی ۔ چنانچہ بختنصر نے اسے زندہ رہنے دیا ۔ اس کی عزت افزائی کی اور اسے تقویت بخشی ، ازاں بعد معد تہامہ پر اپنی زبردست قوت اور نافذ ہونے والے حکم کی وجہ سے قابض ہو گیا ۔ اسی کے متعلق مہلہل کہتا ہے :

غَنِيَتْ دَارُنَا تِهَامَةَ بِالأَمْـ
ـسِ وَفِيهَا بَنُو مَعَدٍّ حُلُولاً

گزشتہ زمانے میں ہمارے گھر تہامہ میں واقع تھے جبکہ وہاں بنو معد نے ڈیرا ڈال رکھا تھا

اس کے بعد اس کے بیٹے نزار کی وجہ سے ان کی قوت اور بڑھ گئی ۔ اس کے ہاتھ اور پھیل گئے ، ایرانی بادشاہوں کے یہاں بھی اسے سردار مانا جاتا تھا ۔ ایرانی بادشاہ گشتاسب نے اسے بہت پسند کیا ۔ نزار کا اصلی نام خلدان تھا جس کا جسم پتلا دبلا تھا ، لہٰذا بادشاہ نے کہا : (نحیف الجسم) کیا بات ہے ؟ ایرانیوں کی زبان میں نزار کے معنی دبلے کے ہیں ۔ چنانچہ یہ نام اس پر غالب آ گیا اور نزار اس کا نام پڑ گیا ۔ اسی کے متعلق قمعہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان کہتا ہے :

جَدِيثُنَا خَلَفْنَاهُ [1]وطَسْمِيّاً بِأَرْضِهِ
فَأَكْرِمْ بِيَنَاعِيَهْدَ الفَخَارِ فَخَارَا

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں طمسا چھپا ہے اسے طَسْمًا پڑھیں ۔ لیکن ابن دُرَیْد (الاشتقاق : : ۳۰) کہتا ہے : واشتقاق نزار من الشئی النزر وهو القليل من قولهم : اعطاه عطاءاً نَزْراً و أَنْزَرْتُ له العطاء ای اقللته وماءٌ منزورٌ ای قلیل ۔

ہم طسم اور جدیس کی زمینوں میں ان کے جانشین بنے مفاخرت کے وقت ہم کس قدر بزرگ فخر والے ہیں

فَنَحْنُ بَنُو عَدْنَانَ خلدانُ جَدُّنَــا
فَسَمَّاهُ تَسْتَشْفِ الهُمَــامُ نِزَارَا

ہم عدنان کی اولاد ہیں ، خلدان ہمارا دادا ہے ، بادشاہ گشتاسپ نے اس کا نام نزار رکھا تھا

فَسُمِّيَ نِزَاراً بَعْدَ مَــاكَانَ إسْمُهُ
لَــدَى العرب (خَلْدانٌ) بَنُوه خِيَــارَا

ازاں بعد کہ عربوں کے یہاں اس کا نام خلدان تھا اسے نزار کہا جانے لگا ، اس کے بیٹے نیک تھے

نزار کے چار بیٹے تھے ، مُضَر ، ربیعہ ، ایاد اور انمار ۔ جب نزار کی وفات کا وقت آ گیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے کہا : بیٹو ! یہ سرخ خیمہ اور جو کچھ اس کے مشابہ ہے مُضر کا ہے اور یہ سیاہ خیمہ اور جو اس کے مشابہ ہے ربیعہ کا ہے اور یہ خادمہ اور جو اس کے مشابہ ہے ایاد کا ہے اور مشورہ گاہ اور مجلس اور جو کچھ اس کے مشابہ ہے انمار کا ہے ۔ اگر کوئی بات تمھاری سمجھ میں نہ آئے اور تم میں اختلاف پڑ جائے تو تم نجران میں افعی جُرہُمی کے پاس چلے جانا ۔ چنانچہ تقسیم کے بارے میں ان میں اختلاف پڑ گیا اور وہ افعی جُرہُمی کی طرف روانہ ہو گئے ۔ چلتے چلتے مُضر نے دیکھا کہ گھاس کو کسی جانور نے کھایا ہے تو کہا : جس اونٹ نے یہ گھاس کھائی ہے وہ کانا ہے ۔ ربیعہ نے کہا : اس کا سینہ ایک طرف کو جھکا ہؤا ہے ۔ ایاد بولا : وہ دم کٹا ہے ۔ انمار نے کہا : وہ بدکا ہؤا ہے ۔ ابھی تھوڑی دور ہی [۳ : ۲۶۵] گئے تھے کہ انھیں ایک شخص ملا جو اپنی سواری کو تیزی سے لیے جا رہا تھا ۔ اس شخص نے ان سے اونٹ کے متعلق دریافت کیا ۔ مُضَر نے کہا : کیا وہ کانا ہے ؟ اس شخص نے کہا : ہاں ۔ ربیعہ نے

کہا : کیا اس کا سینہ ایک طرف کو جھکا ہؤا ہے ؟ اس نے کہا : ہاں۔
ایاد نے کہا : کیا وہ دم کٹا ہے ؟ اس نے کہا : ہاں۔ انمار نے کہا :
کیا وہ بدکا ہؤا ہے ؟ اس نے کہا : ہاں۔ اللہ کی قسم ! میرے اونٹ کی
یہی صفات ہیں مجھے اس کا پتا بتا دو۔ انھوں نے کہا : اللہ کی قسم !
ہم نے تو اسے دیکھا ہی نہیں۔ اس نے کہا : تم نے اس کی صفت تو
صحیح بیان کر دی ہے پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم نے اسے دیکھا
نہ ہو۔ چنانچہ وہ بھی ان کے ساتھ نجران جا پہنچا ، یہاں تک کہ وہ افعی
جُرہمی کے پاس جا اترے۔ اونٹ والے نے اسے پکار کر کہا ان لوگوں نے
میرا اونٹ لے لیا ہے۔ انھوں نے اس کی صفات تو بیان کر دی ہیں مگر
کہتے ہیں کہ ہم نے اسے دیکھا ہی نہیں۔ افعی جرہمی نے کہا : اونٹ
کو دیکھے بغیر تم نے اس کی صفات کیسے بیان کر دیں ؟ مضر نے جواب
دیا : میں نے دیکھا کہ وہ ایک ہی طرف کی گھاس کھا رہا ہے لہٰذا میں
سمجھ گیا کہ وہ کانا ہے۔ ربیعہ نے کہا : میں نے دیکھا کہ اس کی ایک
اگلی ٹانگ کا نشان تو پورا دکھائی دیتا ہے اور دوسری کا نشان بگڑا ہؤا
ہے لہٰذا میں سمجھ گیا کہ اس کا سینہ ایک طرف کو جھکا ہؤا ہے۔ ایاد
نے کہا کہ میں نے اس کی مینگنیوں کو ساتھ ملا ہؤا دیکھا جس سے میں
سمجھ گیا کہ وہ دم کٹا ہے۔ انمار نے کہا : میں نے دیکھا کہ وہ ایسی
جگہ چر رہا ہے جہاں گھاس گھنی ہے مگر پھر وہاں سے آگے نکل کر
ایسی جگہ چر رہا ہے جہاں گھاس گھنی نہیں ہے۔ لہٰذا میں سمجھ گیا
کہ وہ بدکا ہؤا ہے۔ یہ بیانات سن کر جُرہمی نے اونٹ والے سے کہا
کہ ان لوگوں نے تمھارا اونٹ نہیں لیا۔ کسی اور سے جا کر مطالبہ کرو۔
اس کے بعد جُرہمی نے ان سے پوچھا : تم کون ہو ؟ انھوں نے اسے بتایا
کہ وہ نزار بن معد کے بیٹے ہیں۔ جرہمی نے کہا : تمھاری اس دانشمندی
کے ہوتے ہوئے جسے میں نے دیکھ لیا ہے تمھیں میری ضرورت ہے ؟ اس
کے بعد اس نے ان کے لیے کھانا منگوایا ، انھوں نے بھی کھایا اور اس
نے بھی۔ پھر شراب منگوائی جسے انھوں نے بھی پیا اور اس نے بھی۔
مضر نے کہا : میں نے آج جیسی عمدہ شراب کبھی نہیں دیکھی صرف

نقص یہ ہے کہ (اس کی بیل) قبر پر اگی ہے - ربیعہ بولا : میں نے آج جیسا عمدہ گوشت نہیں دیکھا صرف نقص یہ ہے کہ اس کی پرورش کتیے کے دودھ سے ہوئی ہے - ایاد نے کہا : میں نے آج جیسا سردار نہیں دیکھا صرف نقص یہ ہے کہ اس کی نسبت باپ کی طرف نہیں کسی اور کی طرف ہے اور انمار نے کہا : میں نے آج جیسا کلام نہیں دیکھا جو ہماری حاجت میں ہمارے لیے زیادہ مفید ثابت ہو سکے - جرہمی نے ان کی باتیں سنیں اور اسے ان کی باتوں پر تعجب ہؤا - پھر وہ اپنی ماں کے پاس آیا - اس سے دریافت کیا - ماں نے بتایا کہ وہ ایک بادشاہ کی بیوی تھی ، اس کے یہاں کوئی اولاد نہ تھی ، مجھے یہ بات پسند نہ آئی کہ حکومت ہمارے ہاتھ سے چلی جائے لہٰذا ایک آدمی کو جو بادشاہ کے یہاں مہمان تھا میں نے اسے اپنی ذات پر قدرت دے دی (کہ جو چاہے کرے) اس نے التفات کیا ، حمل قرار پا گیا - جس سے جرہمی پیدا ہؤا - پھر اب جرہمی نے کارندے سے شراب کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا یہ اس انگوروں کی بیل سے تیار کی گئی ہے جو میں نے تمھارے باپ کی قبر پر لگائی تھی - پھر اس نے چرواہے سے گوشت کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا : یہ اس بکری کا گوشت تھا جسے میں نے کتیا کے دودھ پر پرورش کیا تھا کیونکہ جب بکری نے بچہ دیا تھا تو خود مر گئی تھی اور اس کے علاوہ کوئی اور بکری نہ تھی جس نے بچہ دیا ہو ، مضر سے کہا گیا : تو نے یہ کیسے معلوم کر لیا کہ شراب اور اس کی بیل قبر پر تھی - اس نے جواب دیا : مجھے اس کے پینے کے بعد سخت پیاس لگی - ربیعہ سے پوچھا گیا کہ تو [۳ : ۲۶٦] نے یہ کیسے معلوم کر لیا کہ بکری کی پرورش کتیا کے دودھ پر ہوئی ہے - اس نے جواب دیا : مجھے اس سے کتے کی بو آئی تھی - اباد سے پوچھا گیا کہ تو نے یہ کیسے معلوم کر لیا کہ اس شخص کو اپنے باپ کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا کسی اور کی طرف منسوب کیا جاتا ہے - اس نے جواب دیا : کیونکہ میں نے اسے دیکھا کہ جو کام بھی وہ کرتا ہے اس میں تصنّع پایا جاتا ہے - اس کے بعد جرہمی ان کے پاس آیا اور کہا : اپنا قصہ بیان کرو - چنانچہ انھوں نے اپنے باپ نزار کی وصیت

بیان کر دی ۔ اس پر اس نے یہ فیصلہ دیا کہ سرخ خیمہ ، دینار اور سرخ اونٹ تو مضر کے ہیں ۔ چنانچہ انھیں مُضرالحمراء کہا گیا ۔ ربیعہ کو سیاہ خیمہ اور سیاہ گھوڑے دینے کا فیصلہ دیا ۔ لہٰذا انھیں ربیعہ الفرس کہا گیا ۔ ایاد کو سفید بالوں والی خادمہ اور وہ جانور دینے کا فیصلہ دیا جن کی رانوں تک سفیدی ہو اور انمار کو زمین اور درہم دینے کا فیصلہ دیا ۔

یہ فراست جو نزار کی اولاد سے ظاہر ہوئی یہ ان کی ذکاوت اور تیزی فہم کی وجہ سے تھی اور یہ اس بات کی تمہید تھی کہ وہ اپنی فضیلت میں ممتاز ہوں اور وافر عقل کے ساتھ مخصوص ہوں ۔ یہ ان اعزازات کا پیش خیمہ تھا جن کا اللہ نے انھیں عطا کرنے کا ارادہ کیا تھا ۔ ماوردی کا بیان ختم ہؤا ۔

ذرا اس فراست پر غور کریں جو معجزے کی حد تک پہنچنے کو تھی ۔ یہ فراست چھپی ہوئی حقیقتوں تک پہنچنے کا قوی ترین ذریعہ تھی۔ ان عربوں کے کیا کہنے یہ تو ہر عجیب بات کے مظہر تھے ۔

اسلام کے انوار ان کے دلوں پر چمکنے کے بعد یہ فراست ان میں اور زیادہ ہو گئی ۔ چنانچہ انھوں نے اللہ کے اس نور کے ذریعے جو ان کی بصیرت کی آنکھوں میں ودیعت کیا گیا تھا ان غیب کی باتوں کو دیکھ لیا جو ان سے مخفی تھیں ۔ چنانچہ ابن القیّم نے اپنی کتاب مفتاح دار السعادہ میں ذکر کیا ہے کہ امام شافعی قرشی کو اس کا وافر حصہ ملا تھا ۔ چنانچہ حکایت ہے کہ امام شافعی اور امام محمد بن الحسن دونوں نے ایک شخص کو دیکھا ۔ محمد نے کہا : یہ بڑھئی ہے اور شافعی نے کہا : یہ لوہار ہے ۔ اس کے بعد دونوں نے اس شخص سے پوچھا کہ تمھارا کیا پیشہ ہے ۔ اس نے جواب دیا : پہلے لوہار کا کام کیا کرتا تھا مگر اب بڑھئی کا کام کرتا ہوں ۔ اور تو اور آج بھی بہت سے بدوی بادیہ نشین ایسے ہیں جنھیں اس فراست میں سے حصہ میسر ہے ۔ میں نے سنا ہے کہ بہت سے بادیہ نشین ایسے ہیں کہ جب وہ اس بادل کو جس نے اپنا پانی بہا دیا ہو دیکھ کر ہی بتا دیتے ہیں کہ فلاں فلاں علاقے میں بارش

ہوئی ہے ۔ فلاں فلاں وادی میں پانی بہ آیا ہے ۔ فلاں علاقے میں بارش نہیں ہوئی ۔ ابتدا فلاں علاقے سے ہوئی ۔ اور فی الواقع ایسا ہی ہوتا ۔ فراست کی دوسری قسم میں یمنی عربوں کو دیگر عربوں کے مقابلے میں زیادہ وافر حصہ ملا ہے ۔ امام شافعی نے یہ علم انھی سے حاصل کیا تھا ۔ اس فن میں ان سے عجیب و غریب واقعات ظہور پزیر ہوئے ۔ چنانچہ مفتاح دار السعادہ میں ہے کہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں فراست کی کتابوں کی تلاش میں نکلا اور یمن پہنچ گیا ۔ آخر میں نے ان کو لکھا اور جمع [۳ : ۲٦۷] کیا ۔ پھر جب وہاں سے لوٹا تو راستے میں میرا گزر ایک شخص کے پاس سے ہؤا جو اپنے صحن میں دو زانو بیٹھا تھا اور اپنی دونوں پنڈلیوں اور کمر کو کپڑے سے باندھ رکھا تھا ۔ اس کی آنکھیں نیلی اور آگے کو بڑھی ہوئی پیشانی تھی ۔ میں نے اس سے پوچھا : کیا تمھارے پاس اترنے کے لیے کوئی جگہ ہے ؟ اس نے کہا : ہاں ہے ۔ شافعی فرماتے ہیں کہ اس قسم کی صفات فراست کی خبیث ترین قسم ہوتی ہے ۔ اس نے مجھے اپنے یہاں اترنے کو جگہ دی اور میں نے اسے نہایت شریف آدمی پایا ۔ اس نے میرے پاس رات کا کھانا بھیجا ۔ عطریات بھیجیں ۔ جانوروں کے لیے چارہ بھیجا ، بستر اور لحاف بھیجا ۔ میں تمام رات کروٹیں بدلتا رہا (اور بے چینی کی حالت میں کہتا) کہ ان کتابوں کو کیا کروں ۔ صبح ہوئی تو میں نے لڑکے سے کہا : گھوڑے پر زین ڈالو ۔ اس نے زین ڈال دی اور میں سوار ہو کر اس شخص کے پاس پہنچا اور کہا : جب تو مکے آئے اور ذی طوی سے گزرے تو محمد بن ادریس الشافعی کے متعلق لوگوں سے پوچھ لینا ۔ اس پر اس شخص نے کہا : کیا میں تمھارے باپ کا غلام ہوں ؟ میں نے کہا : نہیں ۔ کہنے لگا : کیا مجھ پر تمھارا کوئی احسان تھا ؟ میں نے کہا : نہیں ۔ اس نے کہا : یہ سب کچھ جو گزشتہ رات میں نے تمھارے ساتھ کیا ہے وہ کہاں ہے ؟ میں نے کہا : وہ کیا ہے ؟ اس نے کہا : میں نے تمھارے لیے دو درہم کا کھانا خریدا ۔ اتنے کا سالن خریدا ۔ تین درہم کا عطر خریدا اور دو درہم کا تمھارے جانوروں کے لیے چارا خریدا ، اسی طرح دو درہم بستر اور لحاف کا کرایہ ہؤا ۔ میں

نے کہا : کیا کوئی چیز باقی رہ گئی ہے ؟ اس نے کہا گھر کا کرایہ کیونکہ میں نے خود تو تنگی میں گزارا کیا اور تمہارے لیے وسیع جگہ چھوڑ دی ۔ اس وقت میرا دل ان کتابوں کی وجہ سے خوش ہو رہا تھا ۔ اور جو کچھ اس نے مانگا تھا وہ اسے دے دینے کے بعد کہا : کیا کچھ باقی رہ گیا ہے ؟ اس نے کہا : چلا جا ۔ خدا تجھے رسوا کرے میں نے تم سے بدتر انسان نہیں دیکھا ۔

اسی مذکورہ کتاب میں ربیع سے مروی ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے شافعی کے لیے ایک دینار کی خوشبو خریدی تو انھوں نے مجھ سے کہا : کس سے خریدی ہے ؟ میں نے کہا : اس بھورے اور نیلے رنگ والے سے ۔ انھوں نے کہا : بھورا اور نیلا ، جا اور واپس کر آ ۔

حرملہ سے مروی ہے وہ کہتا ہے : میں نے شافعی کو کہتے ہوئے سنا : ہر اس شخص سے بچتے رہو جس کے جسم میں کوئی عیب ہو کیونکہ وہ شیطان ہے ۔ حرملہ کہتا ہے میں نے ان سے پوچھا : یہ کون ہیں ؟ فرمایا : لنگڑا ، بھینگا وغیرہ ۔ بیان ختم ہؤا ۔

اصفہانی " الذریعہ " میں کہتا ہے : علم الرؤیا بھی فراست میں سے ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے تمام الہامی کتابوں میں اس کی بڑی شان بیان کی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا :

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ ۔

جو خواب ہم نے آپ کو دکھایا اور وہ درخت جسے قرآن میں ملعون قرار دیا گیا ہے ہم نے ان کو لوگوں کے لیے آزمائش بنایا ہے

اور فرمایا :

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا (الآية)

جب اللہ آپ کو خواب میں انھیں کم دکھا رہے تھے (پوری آیت)

اور ابراہیم کے قصے میں فرمایا :

يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ

بیٹا ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں

اور اللہ کا فرمان :

يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَباً

ابا جان میں نے گیارہ ستارے دیکھے ہیں

[۳ : ۲٦٨] خواب نفس ناطقہ کا فعل ہے ۔ اگر اس کی کوئی حقیقت نہ ہوتی تو انسان میں اس قوت کے پیدا کرنے میں کوئی فائدہ نہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس سے بلند و بالا ہے کہ وہ بے کار کام کرے ۔ خواب کی دو قسمیں ہیں ایک اضغاث احلام (خواب پریشان) اور ردی خیالات کے ساتھ نفس کا باتیں کرنا ۔ کیونکہ اس حالت میں نفس موجزن پانی کی طرح ہوتا ہے اور کوئی صورت اختیار نہیں کرتا ۔ دوسری قسم صحیح (خوابوں کی) ہے اور یہ بہت کم ہے ۔ اس کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک قسم تو وہ ہے جس میں کسی قسم کی تاویل کی ضرورت نہیں پڑتی ۔ اسی لیے تو تعبیر کنندہ کے لیے مہارت کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ صحیح اور پریشان خواب میں فرق کر سکے ، تاکہ وہ روحانی اور جسمانی باتوں میں امتیاز کر سکے اور لوگوں کے مختلف طبقات میں فرق کر سکے کیونکہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جنھیں صحیح خواب آتا ہی نہیں ۔ بعض لوگ ایسے ہیں جن کو صحیح خواب آتا ہے ۔ پھر جن لوگوں کو صحیح خواب آتا ہے ۔ ان میں سے بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جنھیں اس بات کے لیے تیار کیا جاتا ہے کہ خواب میں انھیں عظیم اور عالی مرتبہ امور دکھائے جائیں مگر بعض کو یہ امور عطا نہیں کیے جاتے ۔ اسی لیے یونانی کہتے ہیں : تعبیر کنندہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ عوام کے خوابوں کی عبارت کی طرف مشغول نہ ہوں بلکہ داناؤں اور بادشاہوں کے خوابوں میں مشغول ہوں کیونکہ اس خواب کو نبوت میں سے ایک حصہ حاصل ہوتا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : رویائے صادقہ نبوت کے چھیالیس اجزا میں سے ایک جزو ہے ۔

اس علم میں اس علم کے طالب اور اس علم کے مابین مناسبت کا ہونا ضروری نہیں ہے ۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے دانا آدمی بھی اس علم میں مہارت حاصل نہیں کر سکتے اور کئی ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں حکمت اور دیگر علوم میں معمولی سا حصہ ملا ہوتا ہے مگر اس علم میں انہیں عجیب قوت حاصل ہوتی ہے ۔

تعبیر رؤیا میں عربوں سے عجیب و غریب حکایات مروی ہیں جہاں تک کہ مولدین سے بھی مروی ہیں ۔ ابن القیم '' مفتاح دار السعادہ '' میں کہتے ہیں ۔ حکایت ہے کہ مہدی نے ایک خواب دیکھا اور اسے بھول گیا ۔ صبح ہوئی تو وہ اس خواب کی وجہ سے غمناک تھا ۔ اسے ایک آدمی کا پتا دیا گیا جو زجر ، فال اور تعبیر کے فن میں مشہور تھا اور اسے کافی مہارت حاصل تھی ۔ نام اس کا خویلد تھا ۔ جب مہدی اس کے پاس آیا تو اس نے اپنا ارادہ اس پر ظاہر کیا ۔ خویلد نے کہا : اے امیرالمؤمنین ! زجر و فال طلب کرنے والا حرکت کرنے کو ہے ۔ یہ سن کر مہدی کو غصہ آ گیا اور کہا : سبحان اللہ ! تمھاری لوگوں میں شہرت ہے کہ تم عالم ہو لیکن تم خواب کو سمجھ ہی نہیں سکتے اور مہدی نے اپنے ہاتھ اور منہ پر ہاتھ پھیرا اور ہاتھ ران پر مارا ۔ (یہ دیکھ کر) خویلد نے کہا : اے امیرالمؤمنین میں تمھیں بتاتا ہوں کہ تمھارا خواب کیا ہے ۔ مہدی نے کہا : بیان کرو ۔ خویلد نے کہا : تو نے دیکھا ہے کہ جیسے تو ایک پہاڑ پر چڑھ گیا ہے ۔ مہدی نے کہا : واہ واہ اے جادوگر تو سچ کہتا ہے ۔ خویلد نے کہا : اے امیرالمؤمنین ! میں جادوگر نہیں ہوں ۔ بات صرف یوں ہے کہ تم نے اپنا ہاتھ سر پر پھیرا ۔ لٰہذا میں نے فال نکال لی ۔ اور جان گیا کہ سر کے اوپر آسمان کے سوا کچھ اور نہیں ہے ۔ لٰہذا میں نے اس کی تاویل پہاڑ سے کی ۔ پھر تم نے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی تک اتارا لٰہذا اس سے میں نے فال نکالی کہ تم ایک ایسی زمین کی طرف اتر کر آئے ہو جہاں دو نمکین پانی کے چشمے تھے پھر تم دامن کوہ کی طرف اتر کر چلے گئے اور وہاں تمھیں اپنے قبیلے قریش کا [۳ : ۲۶۹] ایک آدمی ملا ۔ کیونکہ اس کے بعد امیرالمؤمنین نے اپنا

ہاتھ اپنی ران پر پھیرا تھا ۔ لہذا میں سمجھ گیا کہ جو شخص تم ۔
ملا ہے وہ تمہارا رشتہ دار ہے ۔ مہدی نے کہا : تو سچ کہتا ہے اور ا
مال دینے کا حکم دیا ۔ یہ بھی حکم دیا کہ جب بھی وہ ملنے کو آ ۔
اسے روکا نہ جائے ۔

اس قسم کی بہت سی حکایات ہیں ۔

اصفہانی کہتا ہے : اور زکانت بھی فراست کی ایک قسم ہے ۔ زکانہ
یہ ہے کہ انسان کسی باطنی فعل کو کسی ظاہری فعل کے ذریعے ۔
موہوم طریقے پر معلوم کر لے ، قیافہ زکانت ہی کی ایک قسم ہے مگر ا
زیادہ دقیق ہے اور اس کا ذکر ہم مع اس کی دو قسموں کے پہلے ک
چکے ہیں ۔ اللہ ہی ہدایت اور توفیق دینے والا ہے ۔

اور ان کے علوم میں سے ایک

علم کہانت اور عرافت

ہے ۔ زمانۂ جاہلیت میں یہ علم عربوں کے یہاں عام تھا ، ان ۔
جھگڑوں اور تنازعات کے فیصلہ کرنے کا دار و مدار اسی علم پر تھا ۔
بہت سے اہل علم نے کہانت سے بحث کی ہے کسی نے بسط سے کام لیا ۔
اور کسی نے اختصار سے ۔ ہم یہاں ان تمام بیانات کا جن کا ہمیں علم ۔
خلاصہ پیش کرتے ہیں ۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں :

کِہَانَت ۔ کاف پر فتحہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں ، بعض کہتے ہیں
کہانت علم غیب کا دعویٰ کرنے کو کہتے ہیں مثلاً ان امور کی خبر دیـ
جو عنقریب دنیا میں واقع ہونے والے ہوں مگر اس میں کسی نہ کسـ
سبب کا سہارا لیا جاتا ہے ۔ اس کی اصل یہ ہے کہ جِنّ فرشتوں ۔
کلام کو چوری سے سن لیتے ہیں اور وہ اس کلام کو کاہن کے کا
میں ڈال دیتے ہیں ۔ لفظِ کاہن کا استعمال عَرّاف کے لیے بھی ہوتا ہے
اس شخص کے لیے بھی جو کنکریاں مار کر (باتیں بتاتا ہے) ، منجـ
کے لیے بھی ۔ اس شخص کے لیے بھی جو کسی اور شخص کے کام
ذمہ لے اور اس کی حاجت روائی کرنے کی کوشش میں لگا رہے ـــ معک

کا مصنف کہتا ہے : کاہن وہ ہے جو امور غیب کا فیصلہ کرے ۔ جامع میں ہے : عرب ہر اس شخص کو جو کسی بات کے واقع ہونے سے پہلے ہی اسے معلوم کر لے کاہن کہتے ہیں ۔ خطابی کہتا ہے : کاہن وہ لوگ ہیں جن کے ذہن تیز، نفس شریر اور طبیعت ناری ہوتی ہے ، لہٰذا ان امور میں مناسبت کی وجہ سے شیاطین ان سے مالوف ہو جاتے ہیں اور ہر اس امر میں جس پر انھیں قدرت حاصل ہوتی ہے یہ شیاطین ان کی مدد کرتے ہیں ۔ ایک فاضل کہتا ہے : جاہلیت میں کہانت عام تھی بالخصوص عرب میں جس کی وجہ یہ تھی کہ ان میں نبوت منقطع ہو چکی تھی ۔ اس کی کئی قسمیں ہیں ، ایک قسم تو وہ ہے جسے کاہن جنّوں سے حاصل کرتے ہیں کیونکہ جن آسمان کی طرف چڑھ کر چلے جاتے یوں کہ وہ ایک دوسرے کے اوپر چڑھتے جاتے تاآنکہ سب سے اوپر والا جن اس مقام کے قریب ہو جاتا جہاں سے وہ کلام سن سکے ۔ وہ اپنے پاس والے کو بتاتا تاآنکہ وہ جن اسے حاصل کر لیتا جو اس کو کاہن کے کانوں میں ڈال دیتا ۔ ساتھ ہی کچھ باتیں اپنی طرف سے بھی اس میں ملا دیتا پھر جب اسلام آیا اور قرآن نازل ہؤا تو آسمان کو شیاطین سے محفوظ رکھا گیا اور ان پر شعلے چھوڑے گئے چنانچہ وہ باتیں جو وہ چوری سے سن لیا کرتے تھے ان میں سے صرف اسی قدر باقی رہ گیا جسے سب سے [۳ : ۲۷۰] اوپر والا اچک لے جاتا ہے اور وہ شعلے کے لگنے سے پہلے ہی نچلے جن کو پہنچا دیتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اسی بات کی طرف اشارہ

إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ

ہاں جو کوئی (فرشتوں کی کسی بات کو) چوری سے جھپٹ لینا چاہے تو جلتا ہؤا انگارا اس کے پیچھے لگے گا

کیا گیا ہے ۔ اسلام سے پہلے کثرت سے واقعات پیش آئے ہیں جن میں کاہن نے صحیح بات کو معلوم کر لیا تھا جیسا کہ ہم عنقریب شِق اور سطیح کے حالات میں بیان کریں گے ۔ لیکن اسلام میں یہ بات بہت ہی شاذ ہو گئی حتٰی کہ قریب قریب ناپید ہو گئی ۔

کہانت کی دوسری قسم وہ ہے جس میں جن اپنے مولا کو ایسی باتیں بتاتا ہے جو اوروں سے مخفی ہوتی ہیں اور وہ ایسی باتیں ہوتی ہیں جن کی بالعموم انسان کو خبر نہیں ہوتی یا صرف انھی لوگوں کو ان کی خبر ہوتی ہے جو اس سے قریب ہوں دور والوں کو نہیں ہوتی ۔ تیسری قسم وہ ہے جس کی بنیاد ظن تخمینے اور اندازے پر ہے ۔ بعض اوقات یوں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ قوت کسی انسان میں ودیعت کر دیتے ہیں مگر ساتھ ہی اس میں (ان لوگوں کی طرف سے) بہت سا جھوٹ بھی شامل ہوتا ہے ۔ چوتھی قسم وہ ہے جس کا دار و مدار تجربے اور عادت پر ہوتا ہے اور انسان گزشتہ واقعات کو سامنے رکھ کر ہونے والے واقعہ کا پتا لگا لیتا ہے ۔ اسی آخری قسم کی بعض باتیں جادو سے مشابہت رکھتی ہیں ۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس قسم کا جاننے والا فال اور کنکر مار کر بات معلوم کرتا ہے ، نجوم سے بھی مدد لے لیتا ہے ۔ امام نَوَوِیؒ صحیح مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں : عربوں میں کہانت تین طرح کی تھی ایک یہ کہ کسی انسان کا کوئی تابع جِنّ ہو جو اسے ان باتوں کی خبر دے جو وہ آسمان سے چھپ کے سن لیتا ہے مگر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ہے یہ قسم ختم ہو چکی ہے ۔ دوسری قسم یہ ہے کہ یہ جِنّ اس انسان کو پیش آنے والے حادثات اور ان واقعات کی خبر دے جو اطراف زمین میں ہونے والے ہوں نیز ان چیزوں کی خبر دے جو اس انسان سے مخفی ہیں خواہ یہ چیزیں قریب ہوں خواہ بعید ، اس قسم کا وجود بعید از قیاس نہیں ہے ۔ معتزلہ اور بعض متکلمین نے ان دونوں قسموں کی نفی کی ہے اور انھیں محال قرار دیا ہے حالانکہ یہ ناممکن نہیں ہیں اور نہ ہی بعید از قیاس ہیں ۔ البتہ یہ لوگ سچ بھی کہتے ہیں اور جھوٹ بھی اور ان کی تصدیق کرنے اور ان کی باتوں کو سننے کے متعلق عام ممانعت کی گئی ہے ۔ تیسری قسم منجموں کی ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کے ضمن میں بعض لوگوں کو ایک قوت عطا کر دیتا ہے لیکن اس میں بالعموم جھوٹ زیادہ ہوتا ہے اسی فن کی ایک قسم ”عرافت“ ہے جس کے جاننے والے کو عراف کہا

جاتا ہے ۔ عرّاف وہ ہے جو ان اسباب و مقدمات کے ذریعے جن کے علم کا اسے دعویٰ ہوتا ہے بعض امور کو معلوم کر لیتا ہے مثلاً زجر اور کنکریاں مارنا ۔ ان تمام قسموں کو کہانت کہا جاتا ہے ۔ شریعت نے انھیں جھوٹا قرار دیا ہے اور ان کی تصدیق کرنے اور ان کے پاس جانے سے منع کیا ہے ۔ بیان ختم ہوا ۔

نووی کی نہی سے مراد یہ حدیث ہے : جو شخص کاہن یا عرّاف کے پاس جائے گا اور اس کی باتوں کو سچا جانے گا ، اس نے ان تمام احکام سے کفر کا ارتکاب کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے ہیں ۔ اس سے منع کرنے کی غالباً حکمت یہ ہے کہ ان کے کلام میں بالعموم جھوٹی باتیں پائی جاتیں ہیں نیز اس لیے کہ ان کی تصدیق کرنے سے وہ دروازہ کھل جاتا ہے جو دوزخ تک پہنچا دیتا ہے ۔ کیونکہ بعض اوقات ان کی تصدیق کرنے [۳ : ۱۷۲] کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان شریعت کو معطل کر دیتا ہے اور اس میں طعن کرنے لگ جاتا ہے ۔ عوام تو خاص طور پر اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور سورج اور چاند کے گرہن کی طرح کی چیزوں کو اس سے اس لیے مستثنیٰ کیا جاتا ہے کہ وہ اس میں شاذ و نادر ہی غلطی کھاتے ہیں بلکہ اگر انھیں حساب لگانے میں پوری مہارت ہو تو وہ اس میں قطعاً غلطی کھاتے ہی نہیں ۔ مگر جن حادثات کی وہ خبر دیتے ہیں ان میں یہ بات نہیں ہوتی ۔ کیونکہ ان کی بنیاد اس وضع یا حالت پر ہوتی ہے جو سیاروں کو یا ستاروں کو ایک دوسرے کے ساتھ ہوتی ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس مقصد کے لیے یہ کافی نہیں ہے (سیارات و ثوابت کے) تمام اوضاع اور ان کے تقاضوں کے متعلق پوری واقفیت رکھنا اللہ تعالیٰ کے سوا جو علّام الغیوب ہے محالات میں سے ہے ۔

ابن خلدون نے اپنے مقدمے میں غیبی مدرکات پر لمبی بحث کی ہے ان میں سے ایک کہانت ہے ۔ کہانت کے متعلق اس نے جو کچھ لکھا ہے یہ ہے : کہانت بھی نفس انسانی کے خواص میں سے ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی نفس میں یہ استعداد پائی جاتی ہے کہ وہ بشری

لبادے کو اتار کر اس روحانیت کی طرف منتقل ہو جائے جو اس سے
بالا ہے ۔ نیز یہ کہ انسان کو اپنی فطرت کے اعتبار سے ایک لمحے کے لیے
صنف انبیا میں شامل ہونے کا موقع مل جاتا ہے ۔ اور یہ بات بھی
ثابت ہو چکی ہے کہ یہ بات انھیں بغیر اکتساب کے مدرکات ، تصورات یا
افعال بدنیہ خواہ وہ کلام کی صورت میں ہوں یا حرکات کی صورت میں ،
کی مدد کی بغیر ہی حاصل ہو جاتی ہے ۔ کسی اور بات کی بھی
مدد اس میں شامل نہیں ہوتی ۔ بلکہ اس میں تو فطرۃً ایک لحظے
میں جو آنکھ جھپکنے کے بہت قریب ہوتا ہے لبادۂ بشریت اتار کر
ملکیت کی طرف منتقل ہونا ہوتا ہے ۔ جب یہ بات اسی طرح ٹھہری اور
یہ استعداد طبیعت بشریہ میں موجود پائی گئی تو تقسیم عقلی سے یہاں
یہ بھی پتا چل جاتا ہے کہ یہاں انسان کی ایک اور قسم بھی ہے جو
صنف اول سے رتبے میں کم ہے ۔ بعینہٖ اسی طرح جس طرح ایک ضد
اپنی کامل ضد کے مقابلے میں ناقص ہوتی ہے ۔ کیونکہ اس ادراک میں کسی
سے مدد نہ لینا ادراک میں مدد لینے کی ضد ہے اور ان دونوں میں بہت
فرق ہے ۔ لہٰذا جب وجود کی تقسیم سے ہمیں یہ حاصل ہؤا کہ یہاں
انسانوں کی ایک اور قسم بھی ہے جن میں فطری طور پر یہ بات پائی
جاتی ہے کہ جب حرکت فکریہ کی خواہش انھیں اکساتی ہے تو ان کی
قوت عقلیہ قصد و ارادہ سے حرکت فکری کرنے لگ جاتی ہے اور یہ
جبیلّی طور پر اس فعل سے ناقص ہے لہٰذا جب اس کی بے بسی اسے
اس سے مانع آتی ہے تو یہ فطری طور پر جزئیہ محسوسہ امور کا یا متخیلہ
امور کا مثلاً شفاف اجسام اور بڑے بڑے جانور اور مسجّع کلام اور ان
پرندوں یا حیوانات کا سہارا لیتی ہے جو اس کے سامنے آ جاتے ہیں ۔
اس کے بعد انسان چاہتا ہے کہ یہ احساس اور تخیل دائم رہے اور وہ
اس سے اس انسانی لبادے کو اتارنے کے معاملے میں مدد چاہتا ہے جس کا
یہ ارادہ کر رہا ہوتا ہے ۔ اور یہ کیفیت بشریت کو الوداع کہنے کے
مشابہ ہوتی ہے ۔ ان میں یہ قوت جو پائی جاتی ہے یہی اس ادراک کی
مبدأ بنتی ہے اور یہی کہانت ہے ، پھر چونکہ یہ [۲ : ۲۷۲] نفوس

فطری طور پر ناقص ہیں اور کمال تک پہنچنے سے قاصر ہوتے ہیں لٰہذا
ان کا ادراک بہ نسبت کلّیات کے جزئیات میں زیادہ ہوتا ہے۔ اسی لیے
ان میں قوت خیال نہایت قوی ہوتی ہے۔ وجہ جس کی یہ ہے کہ یہ
جزئیات کا ادراک کرنے کا آلہ ہے چنانچہ خواب کی حالت ہو خواہ بیداری
کی یہ جزئیات میں مکمل طور پر گھس جاتی ہے اور یہ جزئیات اس کے
پاس حاضر و موجود رہتی ہیں۔ انھیں قوت خیال حاضر کرتی ہے۔ اور یہ
ان کے لیے آئینے کے مانند ہوتی ہے اور اس میں ہمیشہ دیکھتی رہتی ہے۔
کاہن معقولات کا ادراک کرنے میں کمال کی طاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ
اس کی وحی ، وحی شیطانی ہوتی ہے ــ اس صنف کی بلند ترین حالت یہ
ہوتی ہے کہ یہ ایسے کلام سے مدد چاہتے ہیں جس میں سجع اور وزن پایا
جاتا ہو تاکہ یہ صنف حواس سے غافل ہو کر اس میں مشغول ہو جائے
اور اس ناقص اتصال کی اسے کسی قدر قدرت حاصل ہو جائے اور پھر
اس حرکت میں اس کے دل میں خیالات آنے لگیں۔ اس اجنبی کی طرف
سے جو بات اسے تقویت دیتی ہے وہ وہ الفاظ ہوتے ہیں جنھیں یہ زبان
سے بولتا ہے۔ کبھی یہ کلمات سچ اور (واقعہ کے) مطابق ہوتے ہیں
اور کبھی جھوٹ۔ کیونکہ وہ اپنی کمی کو ایسی بات سے پورا کرنا
چاہتا ہے جو اس کی ذات سے بیگانہ مختلف اور غیر موافق ہے۔ لٰہذا
(اس کلام پر) صدق اور کذب دونوں وارد ہوتے ہیں اور اس پر اعتماد
بھی نہیں ہوتا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کاہن ظن اور تخمینے کا
سہارا لیتا ہے تاکہ اپنے زعم کے مطابق یہ کوئی بات معلوم کر سکے
اور سوال کنندہ کے لیے (جواب کو) خوب صورت بنا سکے۔ انھی سجع
کہنے والوں کو خاص طور پر کاہن کہا جاتا ہے کیونکہ یہ دیگر اصناف
سے ارفع ہوتے ہیں۔ اسی قسم کے کلام کے بارے میں نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے : یہ تو کاہنوں کا سا سجع ہے۔ چنانچہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے سجع کو کاہنوں کے ساتھ مختص قرار دیا ہے
جیسا کہ (سجع کا کہانت کی طرف) اضافت کا تقاضا ہے ــ جب
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آزمائش کے طور پر ابن صیاد کے حالات کو

واضح کرنے کے لیے سوال کیا : بات تم تک کیسے پہنچتی ہے ؟
ابن صیاد نے جواب دیا : سچی بھی آتی ہے ، جھوٹی بھی ۔ اس پر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا : تمہارے اس امر میں آمیزش پائی
جاتی ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ نبوت کا
خاصہ سچائی ہے اور اس میں کسی طرح کا جھوٹ نہیں پایا جاتا ۔ کیونکہ
نبوت میں بغیر اس کے کہ کسی اجنبی سے تقویت حاصل کرے یا مدد
طلب کرے ، نبی کی ذات کا اتصال (براہ راست) ملأ اعلیٰ کے ساتھ
ہوتا ہے ۔ مگر کہانت اپنی کمزوری کی وجہ سے چونکہ تصورات اجنبیہ سے
مدد حاصل کرنے کی محتاج ہوتی ہے لہٰذا یہ اجنبی تصورات اس کے
ادراک میں شامل ہوتے ہیں اور جس ادراک کی طرف اس کی توجہ
ہوتی ہے ان کے ساتھ ان کا اشتباہ ہونے لگتا ہے ۔ لہٰذا دونوں باہم خلط
ملط ہو جاتے ہیں ۔ اسی لیے اس میں جھوٹ داخل ہو جاتا ہے ۔ بدیں سبب
اس کا نبوت ہونا محال ہو گیا ۔ ہم نے جو یہ کہا ہے کہ سجع کی حالت
کاہن کی بلند ترین حالت ہوتی ہے ۔ یہ صرف اس لیے کہا ہے کہ سجع کے
معانی بمقابلہ دیگر مغیبات کے مثلاً مرئیات (وہ چیزیں جو دکھائی دیتی
ہیں) اور مسموعات (وہ باتیں جو سننے میں آتی ہیں) سہل تر اور آسان تر
ہوتے ہیں اور معنوی طور پر آسان تر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ
فہم و ادراک سے قریب تر ہے اور اس (حالت) میں کسی چیز کے نہ
سمجھ سکنے کا امکان کم ہوتا ہے ۔

[۳ : ۲۷۳] بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بعثت نبوی صلی اللہ
علیہ وسلم کے وقت شیاطین کو انگاروں سے رجم کیا گیا ۔ چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے یہ کہانت منقطع ہو چکی ہے ۔ شیاطین
کو رجم اس لیے کیا گیا کہ ان کو آسمانوں کی خبروں (پر مطلع ہونے)
سے روک دیا جائے ۔ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے اور کاہن صرف شیاطین
ہی کے ذریعے آسمان کی خبریں معلوم کر سکتے ہیں لہٰذا اس وقت سے
کہانت ختم ہو گئی ۔ مگر اس سے کوئی دلیل قائم نہیں ہوتی — ہم بیان
کر چکے ہیں کہ جہاں کاہن کا علم شیاطین کے ذریعے حاصل ہوتا ہے

وہاں خود ان کی ذات سے بھی حاصل ہوتا ہے ۔ مزید برآں اس آیت سے صرف اسی قدر پتا چلتا ہے کہ شیاطین کو آسمان کی خبروں کی ایک نوع سے روک دیا گیا ہے اور یہ نوع وہ ہے جس کا تعلق بعثت کی خبروں کے ساتھ ہے ۔ دیگر قسم کی خبروں سے نہیں روکا گیا ۔ نیز یہ کہ کہانت صرف نبوت کے آنے پر منقطع ہوئی تھی ، ہو سکتا ہے کہ نبوت کے بعد یہ پھر اپنی پہلی حالت پر لوٹ آئی ہو ۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے ، اس لیے کہ یہ تمام مدرکات بعینہٖ اسی طرح نبوت کے زمانے میں بجھ جاتے ہیں جس طرح ستارے اور چراغ سورج کی موجودگی میں بجھ جاتے ہیں کیونکہ نبوت وہ نور اعظم ہے جس کے ہوتے ہوئے ہر نور مخفی اور مضمحل ہو جاتا ہے ۔ بعض حکما کا خیال ہے کہ کہانت نبوت سے پہلے موجود ہوتی ہے پھر ختم ہو جاتی ہے ۔ اسی طرح ہر نبوت کے ساتھ واقع ہوتا ہے کیونکہ نبوت کے وجود کے لیے ایسی آسمانی وضع کا ہونا ضروری ہے جو اس وجود کی متقاضی ہو اور جب یہ وضع مکمل ہو گی تو وہ نبوت بھی مکمل ہوگی جس پر یہ وضع دلالت کرتی ہے ۔ پھر اگر یہ وضع مکمل نہ ہو گی بلکہ ناقص ہو گی تو یہ اس نوع کی طبیعت کے ایسے وجود کی مقتضی ہو گی جسے یہ ناقص ہی چاہتی ہے اور یہی کاہن کا مفہوم ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ۔ لہذا پیشتر اس کے کہ یہ کامل وضع پوری ہو ناقص وضع واقع ہو جاتی ہے اور کاہن کے وجود کا تقاضا کرتی ہے خواہ ایک ہو خواہ متعدد ۔ پھر جب یہ وضع مکمل ہو جاتی ہے تو کامل طور پر نبی کا وجود بھی اتمام کو پہنچ جاتا ہے اور وہ تمام اوضاع جو اس قسم کی طبیعت پر دلالت کرتے ہیں ختم ہو جاتے ہیں ۔ لہذا نبی کے آنے کے بعد اس قسم کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی — یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب یہ مان لیا جائے کہ بعض فلکی اوضاع اپنے کسی قدر نشانات کا تقاضا کرتے ہیں اور اس بات کو تسلیم نہیں کیا گیا ۔ ہو سکتا ہے کہ وضع اپنی خاص ہیئت کی وجہ سے اس اثر کی مقتضی ہو اور اگر اس کے بعض اجزا ناقص ہوں گے تو یہ قطعاً کسی چیز کا تقاضا نہ کرے گی ۔ یہ نہیں کہ یہ اس اثر کو ناقص

طور پر چاہے گی جیسا کہ حکما نے کہا ہے۔ مزید برآں جب یہ کاہن اسی زمانے میں ہوں گے جس میں نبی ہے تو یہ نبی کی سچائی کو پہچانتے ہوں گے اور اس کے معجزات کی دلالت کو بھی جانتے ہوں گے کیونکہ انھیں نبوت کا کسی قدر وجدان حاصل ہوتا ہے بعینہ اس طرح جس طرح ہر انسان کو نیند کا وجدان ہوتا ہے۔ کاہن میں اس نسبت کو سمجھنے کی قوت سونے والے سے زیادہ قوی ہوتی ہے اور اس بات سے جو چیز انھیں مانع آتی ہے اور انھیں نبی کو جھٹلانے کی ترغیب دیتی ہے وہ صرف یہ قوی خواہش ہوتی ہے کہ کاش یہ نبوت ان کے لیے ہوتی [۳ : ۲۷۴] لہٰذا وہ نبی کی دشمنی کرنے لگ جاتے ہیں جیسا کہ امیہ بن ابو الصلت سے ہوا کیونکہ وہ تو یہی امید لگائے ہوئے تھا کہ وہ نبی ہوگا۔ ایسا ہی ابن صیاد اور مسیلمہ وغیرہ سے ہوا مگر جب ایمان غالب آ جاتا ہے اور یہ آرزوئیں جاتی رہتی ہیں تو یہ نہایت اچھی طرح سے ایمان لے آتے ہیں جیسا کہ طُلیحہ اسدی اور سواد بن قارب کی صورت حال سے ظاہر ہے۔ فتوحات اسلامیہ کے سلسلے میں انھوں نے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے جو ان کے حسن ایمان پر شاہد ہیں۔ جتنا نقل کرنا مقصود تھا ختم ہوا۔

عرافہ کا بیان

کہانت کی دوسری قسم کا نام عرافہ ہے جیسا کہ بہت سے اہل علم کے بیان سے سمجھ میں آتا ہے۔ اصفہانی کتاب الذریعہ میں کہتا ہے: کہانت آئندہ آنے والے امور کے ساتھ مخصوص ہے اور عرافہ گزشتہ امور کے ساتھ۔ کسی نے اس کی یوں تعریف کی ہے: بعض گزشتہ حادثات سے آئندہ آنے والے حادثات پر کسی مناسبت کی وجہ سے یا کسی مخفی مشابہت کی وجہ سے جو ان دونوں کے درمیان ہو یا دونوں میں باہمی اختلاط کی وجہ سے یا باہمی ربط کی وجہ سے بایں طور کہ دونوں ایک ہی امر کے مدلول ہوں یا وہ واقعات جو اب پیش آ رہے ہیں آئندہ آنے والے واقعات کی علّت ہوں استدلال کرنے کو عرافت کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا باہمی ربط کا مخفی ہونا شرط ہے تاکہ سوائے خاص افراد کے کوئی اس کو معلوم نہ کر سکے ۔ اور یہ بات یا تو تجربے سے حاصل ہوتی ہے یا اس حالت کے ذریعے ہوتی ہے جو فطری طور پر ان میں ودیعت کی گئی ہے ۔ عربوں کے یہاں عہد جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی عرافت کثرت سے پائی جاتی تھی ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہارون الرشید کے عہد میں ایک نابینا شخص عرافت میں مشہور تھا ۔ جس بات کے متعلق اس سے دریافت کیا جاتا وہ اس کا پتا اس گفتگو سے لگا لیتا جو حاضرین سوال کے بعد کرتے ۔ ایک دن رشید کے خزانے میں سے بعض چیزیں چرا لی گئیں ۔ رشید نے اس شخص کو بلا بھیجا اور حکم دیا کہ سوال کے بعد کوئی شخص قطعاً کوئی بات نہ کرے ۔ انھوں نے اس حکم کے مطابق عمل کیا ۔ نابینا کان لگائے رہا مگر اس نے کوئی بات نہ سنی ۔ پھر اس نے چٹائی پر ہاتھ پھیرا تو اسے اس میں کھجور کی ایک گٹھلی ملی پھر کہا ۔ تمھارا سوال موتی ، زبرجد اور یاقوت کے متعلق ہے ۔ رشید نے کہا : وہ کہاں ہے ؟ نابینے نے جواب دیا : کنوئیں میں ۔ جیسا اندھے نے کہا تھا ۔ انھوں نے ایسا ہی پایا ۔ رشید اس پر حیران ہؤا اور پوچھا کہ تو نے یہ کیسے معلوم کر لیا ۔ اس نے کہا : مجھے کھجور کی ایک گٹھلی ملی اور کھجور کے درخت کا اندر کا گودا سفید ہوتا ہے اور وہ موتی کی طرح ہے پھر کچی کھجور بن جاتا ہے اور کچی کھجور سبز رنگ کی ہوتی ہے اور زمرد بھی سبز رنگ کا ہوتا ہے پھر وہ تازہ کھجور بن جاتا ہے اور وہ سرخ رنگ کی ہوتی ہے اور یاقوت کا بھی یہی رنگ ہے ۔ اس کے بعد جب تم نے یہ سوال کیا کہ مسروقہ مال کہاں ہے تو میں نے ڈول کی آواز سنی جس سے میں سمجھ گیا کہ یہ کنوئیں میں ہے ۔ رشید کو اس کا طریق استدلال اور اس کی فراست بہت پسند آئی چنانچہ اسے بہت سا مال (بطور انعام) دیا ۔

حکایت ہے کہ ابو معشر اور اس کا ایک ساتھی کسی عرّاف کے پاس گئے اور انھوں نے اس سے کوئی بات دریافت کی عرّاف نے کہا :

تم مجھ سے ایک قیدی کے متعلق دریافت کر رہے ہو ان دونوں نے کہا : کیا وہ رہائی پا لے گا ؟ اس نے کہا ہاں رہائی پا لے گا - اس کے بعد انھوں نے اس سے پوچھا کہ تو نے یہ کیسے معلوم کر لیا ؟ اس نے جواب دیا : جب تم نے مجھ سے سوال کیا تو میری نظر پانی کے ایک مشکیزے پر پڑی جس سے میں سمجھ گیا کہ سوال قیدی کے بارے میں ہے اور جب تم نے اس کی رہائی کے متعلق سوال کیا تو میں نے دیکھا کہ مشکیزہ خالی ہو چکا ہے -

ابن خلدون نے عرافہ اور اسی قسم کی دیگر باتوں سے بحث کی ہے جسے اہل نظر پسند کرتے ہیں شاید ہم اس کا ذکر علم زجر میں کریں -

بعض مشہور کاہنوں اور عرافوں کے مختصر حالات

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے عرب کاہنوں اور عرافوں کے پاس حوادث کے متعلق سوال کرنے جایا کرتے تھے اسی طرح اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کرانے کے لیے بھی ان کے پاس جایا کرتے تھے تاکہ عراف اپنے غیبی ادراک سے انھیں حق بات بتا دیں - اہل ادب کی کتابوں میں اس قسم کے بہت سے بیانات پائے جاتے ہیں ، عہد جاہلیت میں اس جماعت کے کچھ افراد خاصے معروف تھے -

ان میں سے ایک

عزی[1] سلمة الکاہن

ہے - ہشام بن محمد الکلبی نے اپنے باپ سے اور اس کے باپ نے ابو صالح سے اور ابو صالح نے عقیل بن ابی طالب سے روایت کیا ہے ، وہ کہتا ہے کہ عبدالمطلب بن ہاشم حارث بن اُمیہ کا ندیم تھا تاآنکہ

---

۱ - جاحظ (البیان و التبیین : ۱ : ۲۹۰ ، ۳۵۸) کہتا ہے : قالوا : آکھنُ العرب و أسجعھم سلیمةُ بن ابی حیّة و ھوالذی یقال له عُزّی سلمة -

دونوں مفاخرت کا مقدمہ نُفیل بن عبدالعزّٰی کے پاس لے گئے ۔ تو اس نے عبدالمطلب کے حق میں فیصلہ نہ دیا ۔ اس پر دونوں میں جدائی ہو گئی ۔ عبدالمطلب نے ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پائی ۔ ان کی وفات حرب فجار سے پہلے اس جنگ میں ہوئی جو ہوازن کے مابین ہوئی تھی ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں مفاخرت کا مقدمہ عزّٰی سلمۃالکاہن کے پاس لے گئے تھے ۔ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب کا طائف میں ایک چشمہ تھا جسے ذوالھرم کہا جاتا تھا ۔ ثقفیوں نے آ کر [۳ : ۲۷٦] اسے کھود ڈالا ۔ عبدالمطلب اس جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لیے عزّٰی یا نُفیل کے پاس گئے ۔ عبدالمطلب اپنے بیٹے الحٰرث کو ہمراہ لے گئے ۔ ان دنوں اس کے سوا ان کا کوئی اور بیٹا نہ تھا ۔ ثقفی بھی اپنے ساتھی لے کر نکلے ۔ حرب بن امیہ نے عبدالمطلب کی مخالفت میں ان کا ساتھ دیا ، (راستے میں) عبدالمطلب کا پانی ختم ہو گیا ۔ انھوں نے ثقفیوں سے پانی مانگا مگر انھوں نے نہ دیا ۔ عبدالمطلب پیاس کے مارے نڈھال ہو کر موت کے قریب پہنچ گئے ۔ جب عبدالمطلب اپنے اونٹ پر سوار ہونے کے لیے اسے اٹھانے لگے تو اللہ تعالی نے اس کی گردن کے اگلے حصے کے نیچے سے پانی کا ایک چشمہ جاری کر دیا ۔ اس پر عبدالمطلب نے اللہ کا شکریہ ادا کیا اور سمجھ گئے کہ یہ اللہ ہی کی طرف سے ہے ۔ چنانچہ انھوں نے بھی اور ان کے ساتھیوں نے بھی سیر ہو کر پانی پیا اور اپنی ضرورت کے مطابق ساتھ بھی لے لیا ۔ پھر ثقفیوں کا پانی ختم ہو گیا اور انھوں نے عبدالمطلب سے درخواست کی کہ انھیں پانی پینے کو دے ۔ عبدالمطلب نے ان پر مہربانی کی تو اس کے بیٹے الحٰرث نے کہا : میں تو اپنی تلوار (کی نوک) پر یوں جھکوں گا کہ یہ میری پیٹھ سے باہر نکل آئے گی ۔ عبدالمطلب نے کہا : میں انھیں پانی پینے کو ضرور دوں گا ، تو اپنی جان کے ساتھ ایسا نہ کر ۔ چنانچہ عبدالمطلب نے انھیں پانی دیا ۔ پھر روانہ ہو گئے تاآنکہ کاہن کے پاس پہنچ گئے ۔ انھوں نے (کاہن کو آزمانے کے لیے) مشکیزے کی سلائی کے سوراخ میں مکڑی کا سر چھپا رکھا تھا اور اسے اپنے کتے کے پٹے میں

ڈال رکھا تھا ۔ کتے کو سوار کہتے تھے ۔ جب کاہن کے پاس پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ دو گائیں ہیں جو ایک گو سالے کو ہانکے لیے آ رہی ہیں ۔ ہر ایک کا یہی دعوی کہ گوسالہ اس کا ہے ۔ دونوں نے ایک ہی رات بچہ دیا ۔ چیتا ایک بچے کو کھا گیا لہٰذا دونوں باقیماندہ بچے کو[1] پیار کر رہی ہیں ۔ جب یہ دونوں کاہن کے سامنے آ کر کھڑے ہوئے تو کاہن نے کہا : کیا تمھیں معلوم ہے کہ یہ دونوں گائیں کس بات کا ارادہ کر رہی ہیں انھوں نے کہا : نہیں ۔ کاہن نے کہا : اسے (ایک چیتا) لے گیا ہے جس کا جسم مٹیالے رنگ کا ہے ۔ باچھیں زرد ہیں اور دانت گاڑے ہوئے ہیں ۔ چھوٹی کا بڑی کے بچے میں کوئی حق نہیں ۔ لٰہذا اس نے بڑی کے حق میں فیصلہ دے دیا پھر کہا : تمھارا کیا کام ہے ؟ انھوں نے کہا : ہم نے تمھارے لیے ایک چیز چھپا رکھی ہے پہلے اس کے متعلق بتاؤ پھر ہم تمھیں اپنا کام بتائیں گے ۔ اس نے کہا : تم نے میرے (آزمانے) کے لیے ایک چیز چھپا رکھی ہے ۔ جو اڑ کر اونچی گئی پھر نیچے کو آ کر گر پڑی ۔ اس کی وجہ سے زمین میں مختلف رنگ ہیں ۔ انھوں نے کہا نہیں اور وضاحت کرو ۔ اس نے کہا : وہ ایک چیز ہے جو اڑ کر پھیل گئی ۔ اس کی گھسیٹنے والی دم ہے اور آرے کی طرح پنڈلی ہے اور میخ کی طرح سر ہے انھوں نے کہا : نہیں ، اور وضاحت کرو ۔ اس نے کہا : اگر اب صحیح بات نہ کہہ سکوں گا تو کبھی بھی نہ کہہ سکوں گا ، یہ مکڑی کا سر ہے جو ایک مشکیزے کی سلائی کے سوراخ میں رکھ کر پٹے والے سوار کے گلے میں رکھا ہے ۔ انھوں نے کہا : سچ ہے ۔ اب یہ بتاؤ ہمارا جھگڑا کس بات میں ہے ۔ اس نے بتا دیا ۔ انھوں نے اپنا نسب بیان کیا اور اس نے ان کے درمیان اپنا فیصلہ دے دیا اور وہ اس کے فیصلے کو مان کے اپنے اپنے گھروں کو چلے آئے ۔

---

۱ - بلوغ الارب میں توأمان (تاء اور واؤ کے ساتھ) چھپا ہے ۔ اسے ترأمان (تاء اور راء کے ساتھ) پڑھیں ۔

میدانی نے اس قصے کا ذکر عربوں کے قول '' إلاَّدَهٍ فَلاَدَهٍ '' پر بحث کرتے ہوئے کیا ہے۔ میدانی کہتا ہے : ابن الاعرابی نے '' إلاَّدَهَ فَلاَدَهْ '' روایت کیا ہے۔ یوں بھی مروی ہے الاَّ دَهْ فَلاَدَهْ یعنی اگر تو دو نہیں دے گا تو تو دس بھی نہیں دے گا۔ ابو عبید کہتا ہے : یہ مثال انسان اس وقت بیان کرتا ہے جب وہ کہتا ہے کہ میں اتنا اتنا چاہتا ہوں۔ اگر اس سے کہا جائے کہ یہ تو ممکن نہیں تو وہ کہتا ہے تو پھر اتنا اتنا۔ اصمعی کہتا ہے : اس کے معنی ہیں اگر یہ بات[1] اب نہ ہوگی تو پھر کبھی بھی نہ ہوگی ، اس نے یہ بھی کہا ہے کہ مجھے اس کی اصل معلوم نہیں۔

رؤبہ کہتا ہے :

وَ قُوَّلٌ إلاَّدَهٍ فَلاَدَهٍ

اور کہنے والے ہیں کہ اگر آج یہ باز نہ آیا تو پھر کبھی بھی نہ آئے گا

منذری کہتا ہے : کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں : اگر یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔ اس کی مراد یہ ہے کہ یہ در اصل إلاَّدَه فلادَه[2]

---

۱ - لسان العرب میں ہے : ان لم تنلشه الان لم تنله ابداً۔

۲ - لفظ '' دَهْ '' کے ضبط کرنے میں بہت سا اختلاف پایا جاتا ہے۔ زمخشری نے کتاب الامثال میں لکھا ہے کہ دَهْ یا دِهْ فارسی لفظ ہے جس کے معنی مارنے کے ہیں۔ عربوں نے اس لفظ کو اپنے یہاں استعمال کیا ہے۔ اصل بات یوں ہے کہ جس شخص کا کوئی عزیز مارا گیا ہوتا اور پھر اس کی ملاقات قاتل سے ہو جاتی اور وہ اسے کچھ نہ کہتا تو لوگ کہتے إلاَّدَه فلادَهْ یعنی اگر تو اب نہ مارے گا تو کبھی بھی نہ مارے گا۔ مراد یہ ہے کہ ان لم یکن ده فلا یکون ده یعنی اگر اس وقت نہ مارا تو کبھی بھی نہ مار سکو گے۔ پھر کثرت استعمال سے اس شخص کے لیے بھی بولنے لگے جس کے لیے کسی کام کرنے کا موقع آ گیا ہو پھر بھی نہ کرتا ہو۔

ہے۔ [ذال معجمہ کے ساتھ] پھر اسے [دال مہملہ بنا کر] مُعَرَّب کر لیا گیا۔
جس طرح کہتے ہیں یھوذ پھر مُعَرَّب بنا کر یَھُود کہا گیا۔
بعض کہتے ہیں کہ یہ در اصل الآدمی تھا یعنی اگر تو نہ مارے گا
پھر اس پر تنوین لانے کی وجہ سے یاء گر گئی۔ اس کے پہلے اشعار
یہ ہیں:

فَالْيَوْمَ قَدْ نَهْنَهَنِي تَنَهْنُهِي
وَ أَوْلُ حِلْمٍ لَيْسَ بِالْمُسَفَّهِ

مجھے عقل کے زجر کرنے والوں نے منع کیا نیز اس عقل کے لوٹ
آنے نے جسے بیوقوف نہیں کہا جا سکتا

وَ قُوَّلٌ إِلاَّ دَهٍ فَلاَ دَهٍ
وَ حَقَّةٌ لَيْسَتْ بِقَوْلِ التُّرَّهِ

اور کہنے والوں کی ملامت نے (روکا) کہ اگر توبہ نہ کرے گا تو
پھر کبھی بھی توبہ نہ کر سکے گا اور اس حق بات نے جو بیہودہ
بات نہیں ہے

روبہ کہتا ہے: مجھے عقل کے زجر کرنے والوں نے زجر کی۔ نیز
اس عقل کے لوٹ آنے نے جسے بیوقوف نہیں کہا جا سکتا اور قُول نے
یعنی رجوع قُوَّل۔ مراد یہ ہے کہ کہنے والی[1] عورتیں کہتی ہیں کہ
اگر ان اسباب کے ہوتے ہوئے بھی اس نے اب توبہ نہ کی تو پھر یہ
کبھی بھی توبہ نہ کرے گا اور اس کا "وحقة" کہنا مراد و قالة حقة
(حق بات) ہے۔ محاورہ میں حَق اور حقّة ایک ہی معنوں میں مستعمل
ہے، جس طرح أَهْل اور أهلة، اس کی مراد موت اور اس کا قریب آ جانا

---

۱ - آلوسی کا قُوَّل سے مراد عورتیں لینا درست نہیں ہے کیونکہ یہ
قائل کی جمع ہے اور قائل مذکر ہے۔ مزید برآں رجوع کا مضاف
محذوف قرار دینا بھی درست نہیں ہے کیونکہ اس سے معنی میں خلل
پڑتا ہے۔

ہے ۔ بیان ختم ہؤا ۔

عبدالقادر بغدادی کتاب خزانۃ الادب میں یہ اشعار نقل کر کے کہتا ہے : رؤبہ[1] نے ان اشعار میں اپنی جوانی کا ، اور خوبصورت عورتوں کے ساتھ عشقبازی اور مسلسل آرزوؤں کا ذکر کیا ہے ۔ پھر کہتا ہے ۔ جس عشقبازی میں میں پڑا ہؤا تھا اس سے آج چار باتیں مجھے روک رہی ہیں ۔ پہلی تَنَہنُہ ہے اور یہ مُطاوِع ہے نَہنَہتُہ عن کذا فَتَنَہنَہَ کا مراد یہ ہے کہ میں نے اسے اس بات سے روکا اور زجر کی اور وہ رُک گیا یعنی مجھے عقل کے زجر کرنے والوں نے زجر کی دوسری بات اَوْلُ حِلْمٍ ہے یعنی عقل کا لوٹ آنا جیسے بیوقوفی کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا اور تیسری بات یہ کہنے والوں کی ملامت ہے کہ ان اسباب کے ہوتے ہوئے بھی اگر تو توبہ نہ کرے گا تو پھر کبھی بھی توبہ نہ کرے گا ۔ رہا اس کا " و قَوْلٌ " کہنا تو یہاں مضاف محذوف ہے ، اور چوتھی بات " حَقَّة " ہے یعنی خُطَّةٌ حَقَة ، حق بات یہاں موصوف محذوف ہے ۔ اس کی مراد موت اور اس کا قریب آنا ہے ۔ محاورے میں حَقٌ و حقّة دونوں طرح آتا ہے جس طرح أَهْلٌ اور [۳ : ۲۷۸] أهلة کہا جاتا ہے ۔ تُرَّہٌ مفرد اسم ہے جس کے معنی باطل کے ہیں ۔ تُرَّہٌ اور تُرَّهَةٌ دونوں طرح بولا جاتا ہے پہلے کی جمع تَرَارِیہُ ہے اور دوسرے کی تُرَّھات اور رضی کا کہنا کہ دَہْ کی دال پر فتحہ اور ہاء ساکن ہے ۔ آخر تک وہ سارا بیان ہے جو اس نے دیا ہے ۔ یہ اللباب کے شارح اسمٰعیل القالی کا بیان ۔ اس میں کسی قسم کی کمی یا بیشی نہیں کی گئی اور یہ بات واضح ہے کہ جب دَہْ بمعنی اِضرِب (مار) ہو تو یہ اسم فعل ہوگا ، اسم صوت نہ ہوگا ۔ حق بات یہ ہے کہ یہ لفظ فارسی زبان میں گھوڑے وغیرہ کو زجر کرنے کے لیے استعال

---

۱ - ارجوزہ کا پہلا شعر یہ ہے :

لِلّٰہِ دَرُّ الغَانِیَاتِ المُدَّہِ
سَبَّحْنَ وَاسْتَرْجَعْنَ مِنْ تَأَلُّهِی

ہوتا ہے تا کہ وہ تیزی سے چلے یا چلتا جائے۔ یہ لفظ إضْرِبْ (مار) کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا اور یہ بات اب تک ان کے استعمال سے ظاہر ہوتی ہے مگر علما کا اتفاق ہے کہ یہ لفظ إضرِبْ کے معنی میں ہے۔ اس صورت میں ان پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ تو اسم فعل ہؤا اسم صوت تو نہ ہؤا اللباب کا مصنف کہتا ہے: جار اللہ (الز مخشری) نے ذکر کیا ہے کہ دَهْ اونٹوں کو زجر کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے جس طرح ھید اور ھاد اور اس نے اپنی کتاب الامثال میں ذکر کیا ہے کہ [دَهْ۔ بفتحِ دال اور کسرہِ] دال۔ فارسی لفظ ہے جس کے معنی مارنے کے ہیں۔ عربوں نے اسے اپنے کلام میں استعمال کیا ہے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ جس کا کوئی عزیز قتل کر دیا گیا ہو اور اس کی ملاقات قاتل سے ہو جائے اور وہ اس سے کچھ نہ کہے تو اسے کہتے ہیں إلاّ دَهْ فَلاَ دَهْ مراد یہ کہ اگر تو اب اسے نہیں مارے گا تو پھر کبھی بھی نہ مارے گا۔ در اصل یہ عبارت یوں ہے: إن لَم یکُنْ دَهْ فلایکون دَهْ یعنی اگر اس وقت مار کا وجود نہ ہؤا تو پھر کبھی نہ ہوگا پھر اس کا استعمال وسیع ہو گیا اور اسے ہر اس چیز کے لیے استعمال کرنے لگ گئے جس کا وقت آ گیا ہو مگر پھر بھی آدمی اسے کرنے پہ آمادہ نہ ہو مثلاً قرض کا ادا کرنا جبکہ اس کے ادا کرنے کا وقت آ گیا ہو یا کسی حاجت کو انسان طلب کر رہا ہو اور اس کا وقت آ گیا ہو یا اسی قسم کی کوئی اور بات جس میں تاخیر کرنا مناسب نہ ہو۔ القصّہ یہ کہ عربوں کے قول إلاّ دَهٍ فَلاَ دَهٍ کے الفاظ کے ضبط کرنے اور اس کے معنی کی تشریح میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے تمام (ایسے) اقوال میں یہی (مفہوم) تحریر ہے کہ یہ ایک فارسی لفظ ہے جسے مُعَرّب کیا گیا ہے۔ ابو محمد عبداللہ نے جو ابن بری المقدسی کے نام سے مشہور ہے اس بات سے انکار کیا ہے کہ اس مثل میں یہ لفظ عربی لفظ نہیں ہے اس کے خیال میں یہ لفظ دھاء سے صفت مشبّہ ہے جس کے معنی سمجھ کے ہیں اور اس نے مَسْلِک النحاۃ کے اس خیال کی کہ یہ لفظ در اصل عجمی لفظ ہے جو اسم فعل کے معنی میں ہے تردید کی ہے۔

جو بیان اس نے دیا ہے وہ بہت عمدہ بیان ہے ، اس نے اپنے دعویٰ کو مراد سے بڑھ کر ثابت کر دیا ہے اور یہ قول کتاب الخزانہ میں مذکور ہے ۔

اور ان میں سے ایک

شق بن انمار بن نزار

ہے ، یہ شیق نیصف انسان تھا ۔ اس کا ایک ہاتھ ، ایک ٹانگ اور ایک آنکھ تھی ۔ حافظ ابن الجوزی نے ذکر کیا ہے کہ خالد بن عبداللہ الفہری اسی شق کی اولاد میں سے تھا ۔ در اصل یہ نام ایک [۲ : ۲۷۹] حیوان کا نام ہے ، یہ شین کی زیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے ۔ قزوینی کہتا ہے : شق شیطانی مخلوق میں سے ہے جس کی صورت آدھے آدمی کی ہوتی ہے ۔ لوگوں کا خیال ہے کہ نسناس شِق اور آدمی سے مرکب ہو کر بنتے ہیں ۔ نسناس انسان کو سفر کے دوران میں ملتا ہے ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ علقمہ بن صفوان بن امیہ ایک رات روانہ ہؤا اور ایک جگہ پہنچا جہاں اسے شق ملا ۔ علقمہ نے کہا : اے شق میرا تم سے اور تمہارا مجھ سے کیا واسطہ ، اپنی تلوار میان میں ڈال لو کیا اس شخص کو قتل کرو گے جو تجھے قتل نہیں کرے گا ؟ شق نے کہا : آؤ اور جو کچھ تمہاری تقدیر میں لکھا ہے اسے ہمت کے ساتھ برداشت کرو ۔ چنانچہ ہر دو نے ایک دوسرے پر تلوار سے وار کیا اور شق قتل ہو کر گر پڑا ۔

سیرت ابن ھشام میں ابن اسحٰق سے مروی ہے کہ مالک بن نصر لَخَمی نے ایک خوفناک خواب دیکھا تو اس نے اپنی رعیت کے تمام کاہنوں، جادوگروں اور منجّموں کو بلا بھیجا ۔ وہ آئے ۔ اس نے کہا : میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے اور اس سے اتنا ڈرا ہوں کہ اسے برداشت نہیں کر سکتا ۔ انھوں نے کہا : خواب بیان کرو ہم اس کی تعبیر تمھیں بتا دیں گے ۔ مالک نے کہا : اگر میں تمھیں خواب بتا دوں تو جو تعبیر تم اس کی بیان کرو گے میں اس پر مطمئن نہیں ہوں گا ۔

جو شخص میرے بتانے سے پہلے ہی میرے خواب کو معلوم کر لے گا میں اسی کی تعبیر کو صحیح مانوں گا ۔ اس پر انھوں نے ایک دوسرے سے کہا : جو بات بادشاہ چاہتا ہے وہ اسے صرف شق اور سطیح کے پاس ملے گی ۔ جب انھوں نے بادشاہ کو یہ بتایا تو بادشاہ نے کسی کو بھیج کر ان دونوں کو بلا لیا ۔ پھر سطیح سے پوچھا ، اس نے کہا : تم نے دیکھا ہے کہ ایک کوئلہ تاریکی سے نکل کر تہامہ کی زمین میں جا پڑا ہے اور وہاں کی ہر کھوپری والی ہستی کو کھا گیا ہے ۔ بادشاہ نے کہا : تم نے بالکل ٹھیک کہا ہے ۔ اب تمھارے پاس اس کی کیا تعبیر ہے ۔ سطیح نے کہا : میں ان تمام کیڑے مکوڑوں کی قسم کھاتا ہوں جو دونوں سیاہ پتھریلی زمینوں کے درمیان ہیں کہ تمھارے ملک پر حبشی اتریں گے اور اَبْیَنْ اور جَرَش کے تمام درمیانی علاقے پر قابض ہو جائیں گے ۔ اس پر بادشاہ نے کہا : اے سطیح ! تمھارے باپ کی قسم تب تو غضب ہو جائے گا ، ہمیں بہت دکھ ہوگا ۔ یہ کب ہوگا ، کیا میرے ہی زمانے میں ہوگا یا میرے بعد ؟ اس نے کہا : تمھارے زمانے سے کچھ عرصہ بعد ہوگا ۔ ساٹھ یا ستر سال بعد پھر انھیں قتل کیا جائے گا اور وہ بھاگ جائیں گے - بادشاہ نے کہا : ان کو کون قتل کرے گا اور یہاں سے نکالے گا ؟ اس نے جواب دیا ابن ذی یزن جو عدن سے نکل کر آئے گا ، اور وہ یمن میں ایک حبشی کو بھی رہنے نہ دے گا ۔ بادشاہ نے پوچھا : کیا ان کی حکومت ہمیشہ کے لیے ہوگی یا منقطع ہو جائے گی ؟ سطیح نے کہا : نہیں وہ تو منقطع ہو جائے گی ۔ پوچھا : ان کو کون ختم کرے گا ؟ اس نے جواب دیا : [۳ : ۲۸۰] پاک نبی ختم کرے گا جس کے پاس اس کے بلند رب کی طرف سے وحی آئے گی ۔ پوچھا : یہ نبی کن لوگوں میں سے ہوگا ؟ جواب دیا : غالب بن فہر بن مالک بن النضر کی اولاد میں سے ۔ آخر زمانے تک اس کی قوم میں حکومت رہے گی ۔ بادشاہ نے کہا : اے سطیح! کیا زمانہ بھی ختم ہو جائے گا ؟ اس نے کہا : ہاں ۔ اس دن ختم ہوگا جب پہلے اور آخر کے سب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا ۔ نیکو کار

اس دن سعادتمند ہوں گے اور بدکار بد بخت ۔ بادشاہ نے کہا : اے سطیح ! کیا جو کچھ تو کہتا ہے ، سچ ہے ؟ اس نے کہا : ہاں قسم ہے شفق کی ، ابتدائی رات کی تاریکی کی اور صبح کی جب یہ پورے طور پر نمودار ہو کہ جو کچھ میں نے تمھیں بتایا ہے سب سچ ہے ۔

اس کے بعد بادشاہ نے شِق کو بلایا اور اس سے بھی اسی طرح سوال کیا جس طرح سطیح سے کیا تھا ۔ شِق نے کہا : تو نے ایک کوئلہ دیکھا ہے جو تاریکی میں سے نکل کر باغ اور ٹیلے کے درمیان جا پڑا اور اس نے ہر ذی روح کو کھا لیا ۔ جب بادشاہ نے شق کا بیان سنا تو کہا : تو نے بالکل ٹھیک کہا ہے ۔ اب تمھارے پاس اس کی کیا تعبیر ہے ؟ شق نے کہا : میں ان تمام انسانوں کی قسم کھاتا ہوں جو حَرّتین کے درمیان بستے ہیں کہ سیاہ فام لوگ تمھارے ملک میں اتریں گے اور وہ ہر نازک انگلیوں والی پر غالب آ جائیں گے ۔ اَبْیَن سے لے کر نجران تک کے تمام علاقے پر مسلط ہو جائیں گے ۔ اس پر بادشاہ نے کہا : اے شِق ! تمھارے باپ کی قسم یہ بات تو ہمیں غصہ دلانے والی اور درد مند کرنے والی ہے ۔ یہ کب ہوگا ؟ کیا میرے ہی عہد میں یا اس کے بعد ؟ اس نے جواب دیا : بلکہ کچھ مدت کے بعد ہوگا ۔ اس کے بعد تمھیں ایک عظیم الشان شخصیت نجات دلائے گی اور انھیں سخت ترین ذلت کا مزہ چکھائے گی ۔ بادشاہ نے کہا : یہ عظیم الشان شخصیت کون ہے ؟ شق نے کہا : ایک بچہ ہوگا جو نہ کمینہ ہوگا اور نہ کمزور طبیعت ، جو ذی یزن کے گھرانے سے نکلے گا بادشاہ نے پوچھا : کیا یہ ہمیشہ رہے گا یا منقطع ہو جائے گا ۔ اس نے کہا : یہ تو ختم ہو جائے گا اور رسول مرسل اسے ختم کریں گے جو اہل دین اور اہل فضل لوگوں میں حق اور عدل لے کر آئیں گے ۔ اور قیامت تک ان کی قوم میں حکومت رہے گی ۔ بادشاہ نے کہا : یوم الفصل کیا ہے ؟ شق نے جواب دیا : جس دن حاکموں کو جزا دی جائے گی اور آسمان سے آوازیں آئیں گی جسے زندہ اور مردہ دونوں سنیں گے اور پھر ایک مقام پر سب کو جمع کیا جائے گا ۔ اس دن متقی لوگوں کو کامیابی

(حاصل) ہوگی اور نیکیاں ملیں گی ۔ بادشاہ نے کہا ؟ اے شق ! کیا جو کچھ تو کہہ رہا ہے درست ہے ؟ شق نے کہا : ہاں قسم ہے آسمان اور زمین کے مالک کی اور اس تمام نشیب و فراز کے مالک کی جو ان دونوں کے درمیان ہے ، کہ جو کچھ میں نے تمھیں بتایا ہے سچ ہے اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے - اس کا بادشاہ کے دل پر اثر ہؤا کیونکہ اس نے دیکھا کہ شق اور سطیح دونوں کے بیان میں مطابقت پائی جاتی ہے لہٰذا اس نے حبشیوں کے غلبے کے خوف سے اپنے خاندان کے لوگوں کو حیرہ روانہ کر دیا[1] ۔

اور ان میں سے ایک

سطیح[2] بن مازن بن غسان

ہے ۔ سطیح کو اسی طرح لپیٹ دیا جاتا تھا جس طرح کپڑے کو لپیٹ لیا جاتا ہے ۔ اس میں کھوپری کے علاوہ کوئی ہڈی نہ تھی ۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا چہرہ اس کے سینے میں تھا ۔ اس کا نہ سر تھا نہ گردن ، یہ اپنے زمانے کا مشہور ترین کاہن تھا ۔ تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں اس کے بہت سے حالات مندرج ہیں ۔ سَطِیح اورشِق دونوں ایک ہی دن پیدا ہوئے تھے اور دونوں معمّرین میں سے تھے ۔ بہت سے اہل سیر نے کہا ہے اور بعض ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا : جب وہ رات آئی جس میں نبی صلی اللہ علیہ و سلم کی پیدائش ہوئی تو ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ آیا

---

۱ - ابن درید (الاشتقاق : ۵۱۷) کہتا ہے : و من رجالھم [ای رجال بجیلة] شق الکاھن أحد کُھّان الجاھلیة المذکورین کان عمره ثلثمائة سنة ۔

۲ - ابن دُرَید (الاشتقاق : ۳۸۷) کہتا ہے : و منھم [ای من بنی حجر] سطیح الکاھن و ھو ربیع بن ربیعة بن مسعود بن عَدِیّ بن الذِئب وھو الکاھن القدیم وله احادیث و عُمِّر ثلثمائة سنة ، و وُلِد فی أیّام سَیل العَرِم و عاش حتی ادرك ابرویز وله حدیث ۔

اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے ۔ اہل سلطنت کو یہ حادثہ بہت ناگوار گزرا ۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ یمن کے گورنر نے اسے لکھا اور بتایا کہ اسی رات ساوہ کی جھیل کا پانی خشک ہؤا ، اسی طرح سماوہ کے گورنر نے لکھا کہ سماوہ کی وادی اس رات منقطع ہو گئی ۔ طبریہ کے گورنر نے لکھا کہ اس رات بُحَیْرہ طبریہ کا پانی نہیں بہا ۔ فارس کے گورنر نے لکھا کہ اس رات آتش کدے بجھ گئے حالانکہ ایک ہزار سال سے اب تک کبھی نہ بجھے تھے ۔ جب اس قسم کی چٹھیاں مسلسل آنے لگیں تو اس نے اپنا تخت باہر نکالا اور اہل سلطنت کے سامنے ظاہر ہو کر انھیں سارا قصہ سنایا ۔ اس پر موبذان (ایرانیوں کے قاضی) نے کہا : اے بادشاہ ! میں نے اسی رات ایک خوفناک خواب دیکھا ہے ۔ بادشاہ نے کہا : تو نے کیا دیکھا ہے ؟ اس نے جواب دیا : میں نے اکھڑ اونٹ دیکھے ہیں جو عربی گھوڑوں کو کھینچے لیے جا رہے ہیں اور یہ کہ وہ دجلے میں گھس گئے ہیں اور ہمارے ملک میں پھیل گئے ہیں ۔ بادشاہ نے کہا : تو نے بہت بڑی بات دیکھی ہے ۔ اب تو بتا اس کی کیا تعبیر کرتا ہے ؟ اس نے کہا : میرے پاس اس خواب اور اس کی تعبیر کے متعلق کچھ نہیں ہے لیکن آپ اپنے حیرہ کے گورنر کو پیغام بھیجیں کہ وہ اپنے یہاں کا کوئی عالم آپ کے پاس [۳ : ۲۸۲] بھیج دے کیونکہ وہ لوگ حوادث دہر سے باخبر ہیں ۔ اس نے بادشاہ کی طرف عبد المسیح[1] بن بُقَیلہ الغسانی کو بھیجا ۔ جب وہ آیا تو

---

۱ - ابن درید (الاشتقاق : ۴۸۵) نے اس کا نسب یوں بیان کیا ہے : عبد المسیح بن عمرو بن حیان بن بُقَیلۃ پھر لکھا ہے : و کان من المعمّرین جاحظ (البیان والتبیین : ۲ : ۱۴۷) نے یوں دیا ہے : عبد المسیح بن عمرو بن قیس بن حیّان بن بُقَیلۃ الغسانی ۔ اسی نے وہ محل تعمیر کروایا تھا جسے قصر بنی بقیلۃ کہا جاتا ہے ۔ اس وقت اس کی عمر تین سو پچاس سال تھی ۔ اس کے بعد جاحظ نے وہ گفتگو نقل کی ہے جو اس کے اور خالد بن الولید کے مابین ہوئی۔

کسریٰ نے اسے سارا قصہ کہہ سنایا ۔ اس نے کہا : اے بادشاہ ! خدا کی قسم میرے پاس اس خواب اور اس کی تعبیر کے متعلق کوئی چیز نہیں ہے لیکن مجھے ساز و سامان کے ساتھ میرے ماموں کے پاس جس کا نام سطیح ہے روانہ کر دیں ۔ بادشاہ نے کہا : اس کا ساز و سامان تیار کر دو ۔ جب عبد المسیح سطیح کے پاس پہنچا تو وہ دم توڑ رہا تھا ۔ اس نے اسے پکارا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا ۔ اس نے اس سے بات کی مگر پھر بھی کوئی جواب نہ ملا ۔ اس پر عبد المسیح نے یہ اشعار کہے :

أَصَمّ أَمْ يَسْمَعُ غِطْرِيفُ الْيَمَنْ
يَا فَاصِلَ الْخُطَّةِ أَعْيَتْ مَنْ وَمَنْ

کیا یمن کا سردار بہرہ ہو گیا ہے یا سن رہا ہے ، اے مشکل امور کا فیصلہ کرنے والے ، ایسے امور جنھوں نے کئی لوگوں کو عاجز کر دیا

أَتَاكَ شَيْخُ الْحَيِّ مِنْ آلِ سَنَنْ
أَبْيَضُ فَضْفَاضُ الرِّدَاءِ وَالْبَدَنْ

آل سنن میں سے قبیلے کا بوڑھا آدمی تمھارے پاس آیا ہے اور وہ روشن چہرے والا وسیع چادر اور زرہ والا ہے

رَسُولُ قَيْلِ الْعَجْمِ يَهْوِي لِلْوَثَنْ
لَا يَرْهَبُ الرَّعْدَ وَلَا رَيْبَ الزَّمَنْ

وہ عجمیوں کے اس بادشاہ کا ایلچی ہے جو بتوں کو پوجتا ہے وہ نہ رعد سے ڈرتا ہے اور نہ حوادث زمانہ سے

اس پر اس نے سر اٹھایا اور کہا : عبد المسیح تیز رفتار اونٹ پر سوار ہو کر سطیح کے پاس آیا ہے جبکہ وہ قبر میں جانے کو ہے ۔ بنی ساسان کے بادشاہ نے تجھے ایوان کے لرزنے ، آگوں کے بجھ جانے اور قاضی کے خواب کی وجہ سے بھیجا ہے ، اس نے اکھڑ اونٹ دیکھے ہیں

جو عربی اونٹوں کو کھینچے لیے جا رہے ہیں ، یہ وادی میں گھس کر ملک میں پھیل گئے ہیں ، پھر کہا : اے عبد المسیح ! جب تلاوت (قرآن) ظاہر ہو جائے گی اور وادی سماوہ بہنے لگے گی اور لٹھ والا غالب آ جائے گا تو پھر سطیح کے لیے شام شام نہ رہے گا ۔ ان میں سے کچھ بادشاہ اور بیگمات ہوں گی جن کی تعداد اسی قدر ہوگی جس قدر کنگرے گرے ہیں اور جو کچھ ہونے والا ہے ہو کر رہے گا ۔ اس کے بعد کہا :

إنْ كَانَ مُلْكُ بَنِي سَاسَانَ أَفْرَطَهُمْ
فَإِنَّ ذَا الدَّهْرَ أَطْوَارًا دَهَارِيرُ

اگر بنی ساسان کی حکومت نے انھیں سرگشتہ کر دیا ہے (تو انھیں معلوم ہونا چاہیے) کہ یہ زمانہ کئی طور بدلتا ہے اور اس میں کئی گردشیں آتی ہیں

مِنْهُمْ بَنُو الصَّرْحِ بَهْرَامٌ وَإِخْوَتُهُ
وَالهُرْمُزَانِ وَسَابُورٌ وَسَابُورُ

انھی میں سے محل کی اولاد بہرام اور اس کے بھائی ہیں اور دونوں ہرمز ہیں اور سابور (اول) اور سابور (ثانی) ہے

فَرُبَّمَا أَصْبَحُوا يَوْمًا بِمَنْزِلَةٍ
تَهَابُ صَوْلَهُمُ الأُسْدُ المَهَاصِيرُ

کبھی وہ دن تھا کہ ان کی ایسی منزلت تھی کہ ان کے حملے سے شکاری شیر بھی خوف کھاتے تھے

حَثُّوا المَطِيَّ وَجَدُّوا فِي رِحَالِهِمِ
فَمَا يَقُومُ لَهُمْ سَرْجٌ وَلَا كُورُ

انھوں نے اپنی سواریوں کو تیز چلایا اور اپنی منازل کے حصول کی کوشش کی (مگر) اب نہ کوئی زین اپنی جگہ قائم ہے نہ پالان

وَالنَّاسُ اَوْلَادُ عَلَّاتٍ فَمَنْ عَلِمُوا
اَنْ قَدْ اَقَلَّ فَمَحْقُوْرٌ وَ مَهْجُوْرٌ

(دنیا میں) لوگ سوتیلے بھائیوں کی طرح ہیں لہذا جس کے متعلق انھیں معلوم ہو جائے کہ وہ محتاج ہو گیا ہے اسے حقیر سمجھنے لگ جاتے ہیں اور اس سے جدائی اختیار کر لیتے ہیں

وَالْخَيْرُ وَ الشَّرُّ مَقْرُوْنَانِ فِيْ قَرَنٍ
فَالْخَيْرُ مُتَّبَعٌ وَ الشَّرُّ مَحْذُوْرٌ

[۳ : ۲۸۳] خیر اور شر دونوں ایک ہی رسی میں جکڑے ہوئے ہیں لوگ خیر کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور شر سے بچتے ہیں

پھر جب عبد المسیح کسریٰ کے پاس آیا اور اسے (جو کچھ سطیح نے کہا تھا) بتایا ۔ تو کسریٰ نے کہا : (اچھا) یہ سب باتیں تب جا کر ہوں گی جب چودہ بادشاہ ہو چکیں گے اور زمانہ ایک دور لگا چکا ہوگا ۔ مگر سب کے سب چالیس سال کی مدت میں تباہ ہو گئے ۔

فارسیوں کے ہاں '' مَوَابِذہ '' قاضیوں کو کہتے ہیں ، اور '' هَرَابذہ '' ان قاضیوں کے جانشینوں کے مانند ہوتے ہیں ۔ إِصْبَهْبذْ : محافظِ افواج اور امیر الامرا ہے ، اور مہدار : وزیر اعلیٰ ، اور مرَازِبۃ : محافظین سرحد اور والیان سلطنت ۔ سیرت کی کتابوں میں اسی طرح منقول ہے ۔ شق اور سطیح کے ضمن میں بہت سے واقعات ہیں ۔ ابن خلدون اپنے مقدمے میں کہتا ہے ۔ ان دونوں سے جو حکایات مروی ہیں ان میں سے مشہور یہ ہیں : ربیعہ بن مضر کے خواب کی تعبیر اور جن امور کی انھوں نے اطلاع دی یعنی یہ کہ حبشی یمن پر قابض ہو جائیں گے اور ان کے بعد مضر اور یہ کہ قریش میں نبوت محمدیہ کا ظہور ہو گا ۔ اسی طرح موبذان کا خواب اور جب کسریٰ نے عبد المسیح کو سطیح کے پاس بھیجا تو جو تعبیر اس نے اس خواب کی بیان کی اور پھر اس نے اسے نبوت کا حال سنایا اور ایرانی سلطنت کی تباہی کی خبر دی ۔ اور یہ تمام واقعات مشہور ہیں ۔

اور ان میں سے ایک

طریفة الکاھنہ

ہے - یہ طریفہ اپنے عہد کے مشہور ترین کاہنوں میں سے تھی - اسی نے عمرو بن عامر بادشاہ یمن کو اس کی حکومت کے زوال سے آگاہ کیا تھا ، اور اسے مأرب کے بند کی خرابی ، بند میں طغیانی کے آنے اور باغات کی تباہی کی خبر دی تھی اور یہ سب کچھ اس علم کے مطابق تھا جو کہانت کی وجہ سے اسے حاصل ہؤا تھا -

عبد الملک ابن عبدون کے قصیدے کی شرح میں کہتا ہے : سبأ کا علاقہ ، یمن میں ہے وہاں آبادانی اس قدر تھی کہ اس کی مسافت کو طے کرنے کے لیے ایک تیز رفتار سوار کو دو ماہ سے زائد مدت درکار تھی - وہاں کے باشندے ایک دوسرے سے چار ماہ کی مسافت تک آگ لے سکتے تھے - ابتدا میں سب سے پہلا شخص جو یمن سے نکل کر گیا وہ عمرو بن عامر بن مُزَیقِیَاء تھا - اس کے نکلنے کا سبب یہ تھا کہ اس کی بیوی کاہنہ تھی جسے طریفة الخیر کہا جاتا تھا - اس نے خواب میں دیکھا تھا ، کہ ایک بادل ان کے علاقے پر چھا گیا ، پھر گرجا اور چمکا ، پھر بجلی گری اور اس نے ان تمام چیزوں کو جن پر وہ پڑی جلا دیا - اس سے طریفہ سخت گھبرا گئی اور بادشاہ عمرو کے پاس آئی اور کہا : میں نے آج [۳ : ۲۸۴] جیسا دن نہیں دیکھا - اس نے تو میری نیند غائب کر دی ہے - میں نے ایک بادل دیکھا ہے جو گرجا اور چمکا اور خوب شور مچایا اور بجلیاں گرائیں - جس چیز پر بھی گرا اسے جلا دیا ہے - جب اس نے دیکھا کہ اس کے دل پر اس قدر خوف طاری ہو چکا ہے تو اس نے اسے تسلی دی - اس کے بعد عمرو اپنے ایک باغ میں گیا ، اس کے ساتھ دو لونڈیاں تھیں اور طریفہ کے پاس جا پہنچا - وہ نکل کر عمرو کے پاس آئی اور اس کے ساتھ اس کا سنان نامی ایک نوکر بھی چلا آیا - جب یہ گھر سے باہر آئی تو اس کے سامنے تین چھچھوندریں آئیں جو اپنی ٹانگوں پر کھڑی تھیں اور اپنے ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھے تھے

(اور چھچھوندر یربوع کے مانند ایک جانور ہے) طریفہ وہیں کی وہیں اپنے دونوں ہاتھ اپنی دونوں آنکھوں پر رکھ کر کھڑی ہو گئی اور اپنے نوکر سے کہا : جب یہ چھچھوندریں چلی جائیں تو مجھے بتا دینا ۔ جب وہ چلی گئیں تو اس نے طریفہ کو بتا دیا ۔ وہ تیز تیز وہاں سے روانہ ہوگئی ۔ پھر جب وہ جھیل جو عمرو کے باغ میں تھی سامنے آئی تو پانی میں سے ایک کچھوا اچھلا اور سڑک پر پیٹھ کے بل گر پڑا ۔ وہ پلٹنا چاہتا تھا مگر پلٹ نہ سکتا تھا ۔ وہ اپنی دم سے مدد لے رہا تھا اور اپنے پہلوؤں سے مٹی اپنے پیٹ پر ڈال رہا تھا ۔ پیٹ پر پیشاب بھی خوب ڈال رہا تھا ۔ جب طریفہ نے اسے دیکھا تو زمین پر بیٹھ گئی ۔ جب کچھوا پانی میں واپس چلا گیا تو طریفہ بھی چل پڑی اور آخر کار عمرو کے پاس آئی ۔ اس وقت آدھا دن گزر چکا تھا اور سخت گرمی پڑ رہی تھی ۔ دیکھا تو درخت بغیر ہوا کے جھوم رہے تھے ۔ جب عمرو نے طریفہ کو دیکھا تو شرما گیا ، اس نے دونوں لونڈیوں کو ایک طرف چلے جانے کو کہا اور پھر بولا : اے طریفہ ! طریفہ نے اپنی کہانت کے ذریعے معلوم کر کے کہا : قسم ہے نور اور تاریکی کی ، زمین اور آسمان کی درخت تباہ ہونے والے ہیں اور پانی دوبارہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح گزشتہ زمانے میں تھا ۔ عمرو نے کہا : تمھیں یہ کس نے بتایا ہے ؟ طریفہ نے کہا : مجھے چھچھوندروں نے بتایا ہے کہ سخت سال آنے والے ہیں جن میں اولاد باپ سے قطع تعلق کر لے گی ۔ عمرو نے کہا : تو کیا کہہ رہی ہے؟ طریفہ نے کہا : میں نادم ہونے والے کی طرح افسوس سے کہتی ہوں کہ میں نے کچھوے کو دیکھا ہے کہ وہ مٹی چھیل رہا ہے اور خوب پیشاب پھینک رہا ہے ۔ اس کے بعد میں جو باغ میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ درخت بغیر ہوا کے جھوم رہے ہیں ۔ عمرو نے کہا : تو اس میں کیا دیکھتی ہے ؟ بولی : یہ تو بہت ہی سخت مصیبت (کی علامت) ہے جس میں بڑے بڑے حادثات رونما ہوں گے ، بڑی ہی مصیبتیں نازل ہوں گی ۔ عمرو نے کہا : تو تباہ ہو ، وہ کیا ہے ؟ طریفہ نے کہا : ہاں اس میں ہلاکت ہے اور تجھے اس میں سے کچھ حاصل نہ ہو گا ۔ تباہی تو اس کی

جاو میں ہو گی جسے طغیانی لے کر آئے گی ۔ اس پر عمرو اپنے بستر پر سے گر پڑا اور کہا : اے طریفہ ! یہ کیا ہے ؟ طریفہ نے کہا : بہت بڑی مصیبت ہے ، طویل غم ہے ، جانشین کم ہیں ۔ عمرو نے کہا : جو بات تو بیان کر رہی ہے اس کی کیا علامت ہوگی ۔ طریفہ نے کہا : بند پر جا اگر تو وہاں دیکھے کہ چوہے بند کو کثرت سے کھودے جا رہے ہیں اور اپنی ٹانگوں سے بڑے سے بڑے پتھر کو بھی الٹ رہے ہیں تو سمجھ لے کہ پانی بہت زیادہ جمع ہو چکا ہے اور حادثہ رونما ہونے کو ہے ۔ [۳ : ۲۸۵] عمرو نے کہا : تو کیا کہہ رہی ہے ؟ طریفہ نے کہا : اللہ کی طرف سے وعدہ نازل ہو چکا ہے ، باطل باطل ہو گیا ہے ، اور ہم پر ایک مثالی عذاب نازل ہؤا ہے ۔ اے عمرو ! بچے مریں گے تو کسی اور کے تیرے نہیں ۔ جب عمرو نے دیکھا تو چوہا اپنی دونوں ٹانگوں سے اتنی بڑی چٹان کو الٹ رہا تھا جسے پچاس آدمی بھی نہ اٹھا سکیں ۔ اس پر وہ یہ کہتے ہوئے لوٹ پڑا :

أَبْصَرْتُ أَمْرًا عَادَ لِي مِنْهُ أَلَمْ
وَهَاجَ لِي مِنْ هَوْلِهِ بَرْحُ السَّقَمْ

میں نے ایک ایسی بات دیکھی ہے جس کے باعث مجھے پھر سے درد ہونے لگا ہے اور اس کے خوف سے میری شدید بیماری بھڑک اٹھی ہے

مِنْ جُرُذٍ كَفَحْلِ خِنزِيرِ الأَجَمْ
أَوْ كَبْشِ صِرْمٍ مِنْ أَفَاوِيقِ الغَنَمْ

(میں نے) کچھ چوہے (دیکھے ہیں) جو گھنے جنگل کے نر سؤروں کی طرح ہیں یا بہترین بھیڑ بکریوں کے گلے کے مینڈھے کی طرح ہیں

يَسْحَبُ قُطْرًا مِنْ جَلَامِيدِ العَرِمْ
لَهُ مَخَالِيبُ وَأَنْيَابٌ قَضِمْ

یہ چوہے بند کے پتھروں کے ایک حصے کو گھسیٹ کر لے جاتے ہیں ان کے پنجے ہیں اور کاٹنے والے دانت ہیں

مَاَفَاتَہ، سَحْلاً مِنَ الصَّخْرِ قَصَمْ

جو پتھر رگڑنے میں رہ جاتے ہیں اسے یہ توڑ ڈالتے ہیں

اس کے بعد طریفہ نے کہا : میں نے جس بات کا تم سے ذکر کیا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ تو بیٹھ جائے اور حکم دے کہ ایک شیشے کا برتن تمھارے سامنے رکھ دیا جائے ۔ ہوا اسے وادی کے ہموار میدان اور پتھریلی زمینوں میں سے بطحاء کی مٹی سے بھر دے گی ۔ تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ جنت سایہ دار ہوگی وہاں نہ سورج داخل ہو سکے گا اور نہ ہوا ۔ اس پر عمرو نے حکم دیا اور ایک شیشے کا برتن اس کے سامنے رکھ دیا گیا ۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ یہ برتن مٹی سے بھر گیا ۔ عمرو نے اس کی اطلاع طریفہ کو کر دی اور کہا : یہ تباہی جو بند میں پیدا ہوگی کب ہوگی ؟ طریفہ نے کہا : آج سے سات سال کے اندر ۔ عمرو نے کہا : کون سے سال میں ؟ طریفہ نے جواب دیا : اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے اور اگر کوئی جانتا ہوتا تو مجھے ضرور اس کا علم ہوتا ۔ ان سات سالوں میں جو رات بھی مجھ پر گزرے گی میں یہی خیال کروں گا کہ یہ بند کل صبح یا کل شام تک تباہ ہو جائے گا ۔ اس کے بعد عمرو نے خواب میں بند کی طغیانی کا منظر دیکھا ۔ اس سے کہا گیا کہ اس کی علامت یہ ہے کہ کھجور کے درخت کی ٹہنیوں میں تجھے کنکریاں نمودار ہوتی دکھائی دیں ۔ اور جب اس نے کھجور کے درخت کو دیکھا تو اس نے ان میں کنکریاں پائیں اس سے یہ سمجھ گیا کہ اب بند کی طغیانی واقع ہونے والی ہے اور ان کا ملک ویران ہونے کو ہے ۔ مگر اس نے یہ بات چھپائے رکھی ، البتہ اس نے اپنی ہر اس چیز کو جو مارب کی زمین میں تھی بیچنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور اس بات کا ارادہ کر لیا کہ وہ اور اس کی اولاد سب وہاں سے نکل جائیں گے ۔ پھر اسے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ کہیں لوگ اس سے برا نہ مانیں لٰہذا اس نے اپنے ایک بیٹے کو حکم دیا کہ جب وہ اسے کسی کام کے لیے بلائے تو وہ اکڑ جائے اور یہ کہ وہ

ایسا فعل بھری مجلس میں کرے اور جب باپ [۳ : ۲۸۶] اسے چپت لگائے تو وہ بھی ہاتھ اٹھا کر باپ کو چپت لگا دے ۔ اس کے بعد عمرو نے ایک دعوت کی اور مأرب والوں کو پیغام بھیجا کہ عمرو نے ضیافت کا اہتمام کیا ہے ۔ یہ دن (اس کے لیے) بزرگی اور ناموری کا دن ہے ، لہذا تم اس کے دسترخوان پر آؤ ۔ جب لوگ کھانا کھانے کے لیے بیٹھ گئے تو وہ بیٹا بھی عمرو کے پاس بیٹھ گیا جیسے عمرو نے حکم کر رکھا تھا ۔ عمرو کوئی کام کرنے کو کہتا تو بیٹا اکڑ جاتا ۔ عمرو نے ہاتھ اٹھایا اور بیٹے کو چپت لگائی ۔ بیٹے نے بھی ایسا ہی کیا ۔ اس بیٹے کا نام مالک تھا ۔ اس پر عمرو نے چلا کر کہا : عمرو کا فخر اور خوشی کا دن ہو اور ایک بچہ اس کے چہرے پر چپت لگا دے اور قسم کھا کر کہا کہ میں تو اسے ضرور قتل کروں گا ۔ لوگ التجا[1] کرتے گئے تاآنکہ عمرو نے اسے چھوڑ دیا اور کہا : خدا کی قسم میں اس مقام پر نہ رہوں گا جہاں میرے ساتھ یہ برتاؤ کیا گیا ہو ۔ میں ضرور اپنا مال بیچ ڈالوں گا تاکہ یہ میرے بعد کسی چیز کا وارث نہ بن سکے ۔ لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا : عمرو کے غصے کو غنیمت سمجھو اور پیشتر اس کے کہ وہ بیٹے سے راضی ہو جائے اس کا مال خرید لو ۔ چنانچہ لوگوں نے عمرو کا وہ تمام مال خرید لیا جو مارب میں تھا ۔ ہوتے ہوتے لوگوں میں بند کے پھوٹ جانے کے متعلق کسی قدر وہ باتیں بھی پھیل گئیں جن کا علم عمرو کو تھا ۔ چنانچہ ازد کے کچھ لوگوں نے بھی اٹھ کے اپنا مال بیچ ڈالا ۔ جب بہت سے لوگوں نے مال بیچنا شروع کر دیا تو لوگوں نے (حقیقت) کے متعلق ٹوہ[1] لگانی شروع کر دی اور مال خریدنا بند کر دیا ۔ جب عمرو کے پاس اس کا سرمایہ اکٹھا ہو گیا تو اس نے لوگوں کو طغیانی کا قصہ بتایا اور وہاں سے نکل گیا ۔ اس کے نکل جانے کی وجہ سے بہت سے اور لوگ بھی وہاں سے نکل گئے اور

---

۱ رَغِبَ اِلَیْہِ : اِبْتَہَلَ ۔

۱ ۔ استنکرأمراً یجھلہ : اِسْتَفْہَمَہ ۔

جا کر بنو عکّ کی سر زمین میں ڈیرے ڈال دیے ۔ بنو عکّ نے ان
جنگ کی تو یہ وہاں سے چل دیے ، پھر دونوں میں صلح ہوگئی لہٰذا
وہیں رہ پڑے تاآنکہ عمرو مر گیا ۔ ہوتے ہوتے یہ لوگ مختلف شہرو
میں پھیل گئے ۔ بعض شام چلے گئے یہ جفنہ عمرو بن عامر کی اولاد تھے
بعض یثرب چلے گئے یہ اوس اور خزرج قبیلوں کی اولاد تھے ، ان دونو
کا باپ حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر تھا ۔ اور اَزْدِ سراۃ سراۃ
چلے گئے اور اَزْد عمان عمان کو اور مالک بن فہم عراق کو چلا گیا
عمرو سے تھوڑا ہی عرصہ بعد طیئی بھی یمن کی زمین سے نکلے اور اجأ ا
سَلْمٰی (پہاڑیوں) پر اترے ۔ اور ربیعہ بن حارثہ بن عامر بن عمرو
اولاد تہامہ میں اتری ۔ انھیں خزاعہ اس لیے کہا گیا کہ وہ اپنے بھائیو
سے کٹ گئے تھے ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بند پر طغیانی نازل کر د
جس نے بند کو گرا دیا ۔ اسی کے بارے میں اعشٰی میمون بن قی
کہتا ہے :

وَفِي ذَالِكَ[1] لِلمُؤتَسِي أُسْوَةٌ
وَمأرَبَ عَفَّى عَلَيْهَا العَرِمُ[2]

اس میں تسلی حاصل کرنے والوں کے لیے تسلی ہے اور مأرب (کے
واقعہ میں) جسے بند کی طغیانی نے تباہ کر دیا تھا

رُخَامٌ بَنَتْهُ لَهُمْ حِمْيَرٌ
إذَا جَاءَ مَوَّارُهُ لَمْ يَرِمْ

یہ بند سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا اور حمیر نے اسے بنایا تھا جب
موجزن طغیانی آیا کرتی تو یہ اپنی جگہ سے نہ ہٹتا تھا

---

۱ - تصحیح سیرۃ ابن ہشام سے کی گئی ہے بلوغ الارب م
ذلک ہے ۔

۲ - العَرِم یعنی سیل العرم ۔

فَأَرْوَى الزُّرُوْعَ وَ أَعْنَابَهَا
عَلَى سَعَةٍ[1] مَاؤُهُم إِذْ قُسِمْ

جب ان کا پانی وسیع پیمانے پر تقسیم ہوتا تو یہ ان کے کھیتوں اور انگوروں کے باغات کو سیراب کرتا

فَصَارُوْا أَيَادِيَ مَا يَقْدِرُوْ
نَ مِنْهُ عَلَى شُرْبِ طِفْلٍ فُطِمْ

پھر یہ سب تتر بتر ہوگئے اور انھیں اس قدر پانی پر بھی قدرت نہ تھی جس قدر کہ وہ بچہ پیتا ہے جس کا دودھ چھڑایا گیا ہو

[۳ : ۲۸۷] ضرب المثل میں عربوں کے قول "تَفَرَّقُوا أَيَادِيَ سَبَا" (وہ قوم سبا کی نعمتوں کی طرح تتر بتر ہو گئے) پر بحث کرتے ہوئے میدانی نے ذکر کیا ہے کہ فروہ بن مُسَيْك سے روایت ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا : یا رسول اللہ ! مجھے سباء کے متعلق بتلائیں کیا وہ آدمی تھا یا عورت ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : وہ عربوں میں سے ایک آدمی تھا جس کے دس بیٹے تھے جن میں سے چھ یمن کو چلے گئے اور چار شام کو ۔ جو یمن کو گئے ان کے نام یہ ہیں اَزْد ، کِنْدَہ ، مَذحِجْ ، اشعرون ، اور آنمار اور انھی میں سے بَجِيْلَہ بھی ہے اور جو شام کو گئے وہ عاملہ[2] غَسَّان ، لَخَم اور جُذَام ہیں ۔ انھی لوگوں پر بند کی طغیانی نازل ہوئی تھی ۔ واقعہ یوں

---

۱ - بلوغ الارب اور مروج الذھب میں ساعة ہے اس سے صحیح مفہوم نہیں بنتا ۔ سیرۃ ابن ھشام میں سعة ہے اور اسی کو لے کر ترجمہ کیا گیا ہے ۔

۲ - عاملہ حارث بن عدی کی بیوی کا نام تھا ۔ جس کے زُہد اور معاویہ دو بیٹے تھے مگر یہ والدہ کے نام پر مشہور ہو گئے (الاشتقاق : ۳۷۳) ۔

ہے کہ سبأ کی زمین میں یمن کی شیحٔر نامی ایک وادی سے پانی آتا تھا ۔ انھوں نے دو پہاڑوں کے درمیان بند باندھ دیا اور پانی کو روک لیا ۔ اس بند میں انھوں نے ایک دوسرے کے اوپر تین دروازے بنائے ۔ وہ (پہلے) سب سے اوپر والے دروازے سے پانی لیتے پھر دوسرے دروازے سے پھر تیسرے سے ۔ اس سے ان کے یہاں سرسبزی اور دولت کی فراوانی ہوئی ۔ پھر جب انھوں نے رسولوں کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے چوہے بھیج دیے جنھوں نے اس بند میں سوراخ کر دیے ۔ حتیٰ کہ یہ بند ٹوٹ گیا جس سے پانی ان کے دونوں (طرفوں کے) باغوں میں گھس گیا اور انھیں غرق کر دیا اور ان کے گھر طغیانی میں دفن ہو گئے ۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان :

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ

ہم نے بند کی طغیانی ان پر بھیجی

سے یہی مراد ہے ۔ عَرِم عَرِمَۃ کی جمع ہے جس کے معنی اس بند کے ہیں جو پانی کو روک دے ۔ ابن الاعرابی کہتا ہے : عرم اس طغیانی کو کہتے جس کے (مقابلہ کی) کوئی طاقت نہ رکھتا ہو ۔ اور قتادہ اور مُقاتل کہتے ہیں : عرِم نام ہے وادی سبأ کا ۔

اس کے بعد میدانی نے ابن الکلبی سے اور ابن الکلبی نے ابو صالح سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ طریفہ کاہنہ نے اپنی کہانت سے یہ دیکھ لیا تھا کہ مارب کا بند عنقریب تباہ ہونے کو ہے اور یہ کہ عنقریب سخت سیلاب آئے گا اور دونوں (طرفوں کے) باغوں کو ویران کر دے گا ۔ اس پر عمرو بن عامر نے اپنا تمام مال بیچ ڈالا تھا اور اپنی قوم کو لے کر روانہ ہو گیا حتیٰ کہ وہ لوگ مکے پہنچ گئے اور مکے اور اس کے اردگرد کے علاقے میں مقیم ہو گئے ۔ پھر انھیں بخار ہو گیا وہ اس سے پہلے ایسے علاقے میں تھے جہاں انھیں یہ معلوم ہی نہ تھا کہ بخار کیا چیز ہے ۔ لہٰذا انھوں نے طَریفہ کو بلوایا اور اس کے پاس بخار کی شکایت کی ۔ طریفہ نے کہا : مجھے بھی یہی بخار ہو گیا ہے جس کی تم شکایت کر رہے ہو اور یہ ہم میں جدائی ڈالنے والا ہے ۔ انھوں نے کہا :

تو پھر تو ہمیں کیا کرنے کا حکم کرتی ہے ؟ اس نے کہا : تم میں سے
جو شخص دور کا ارادہ رکھنے والا اُور مضبوط اونٹ والا اور نئے مشکیزے
والا ہو اسے عمان کے بلند محل کو چلے جانا چاہیے ۔ یہ لوگ اَزْد عُمان
تھے ۔ پھر کہا : تم سے جو لوگ قوت برداشت رکھتے ہوں اور (اپنے اوپر)
جبر کر سکتے ہوں اور زمانے کی سختیوں پر صبر کر سکتے ہوں وہ بطن
مُرْ کے اندر اراک میں چلے جائیں ۔ یہ خُزاعہ کے لوگ تھے ۔ پھر کہا :
تم میں سے جو لوگ دلدل میں مضبوط گڑے ہوئے پہاڑوں کو چاہتے ہوں
ایسے پہاڑ جو قحط سالی میں کھانا کھلائیں تو یہ لوگ یثرب چلے جائیں
جہاں نخلستان ہیں ۔ یہ اوس اور خزرج تھے ۔ پھر کہا : تم میں سے جو
لوگ شراب اور خمیری روٹی کے طالب ہوں ، ملک چاہیں ۔ لوگوں کو
قیدی بنانے کے خواہاں ہوں ، مخمل اور ریشم پہننا چاہتے ہوں انھیں
بُصریٰ اور غویر چلا جانا چاہیے ۔ یہ دونوں علاقے شام کی زمین میں ہیں
[۳ : ۲۸۸] اور جو لوگ وہاں جا کر آباد ہوئے وہ غسان کی شاخ آل
جَفْنہ تھے ۔ پھر کہا : تم میں سے جو شخص باریک کپڑے ، اصیل
گھوڑے ، ازقوں کے خزانے اور بہایا ہؤا خون چاہتا ہو اسے عراق کی زمین
میں چلے جانا چاہیے اور جو لوگ وہاں جا کر آباد ہو گئے وہ آل جذیمۃ
الابرش تھے ۔ یہ وہی لوگ تھے جو حِیرَہ میں تھے اور آل مُحرِّق
(کہلاتے تھے) ۔

(اس بیان سے) ہمارا مقصد یہ ہے کہ طریفہ اپنے زمانے کے مشہور
کاہنوں میں سے تھی ۔ اس کے بہت سے واقعات منقول اور تعجب خیز باتیں
مشہور ہیں ۔

اور ان میں سے ایک

زبراء الکاہنہ

ہے ۔ یہ عربوں کے مشہور کاہنوں میں سے تھی ۔ اس کی باتوں کا
لوگوں کے دلوں پر اثر ہوتا تھا ۔ اس سلسلے میں اس کے مُحیّر العقول
واقعات بیان کیے جاتے ہیں ۔

قالی نے اپنی امالی[1] میں ابوبکر سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ہمیں سکن بن سعید نے محمد بن عباد سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا اس نے ابو مِخنَف سے ابو مِخنَف نے علمائے قضاعہ کے کچھ شیوخ سے۔ وہ کہتا ہے: قُضَاعہ کے تین چھوٹے قبیلے شِحر اور حضر موت کے درمیان۔ ایک دوسرے کے پڑوس میں رہتے تھے۔ قبیلوں کے یہ نام ہیں: بنو ناعب، بنو داہن، اور بنو رئام۔ بنو رئام تعداد میں سب سے کم تھے مگر جنگ میں سب سے زیادہ دلیر تھے۔ بنو رئام کے یہاں ایک بڑھیا تھی جس کا نام خُوَیلِہ تھا۔ خویلہ کی زبراء نامی ایک لونڈی تھی جس کا باپ عرب مگر ماں غیر عرب تھی۔ خُوَیلہ کے پاس چالیس آدمی آیا کرتے تھے اور یہ سب کے سب اس کے مَحرم تھے۔ کچھ بھائیوں کی اولاد میں سے تھے اور کچھ بہنوں کی۔ خُوَیلہ خود بانجھ تھی۔ بنو ناعب اور بنو داہن دونوں بنو رئام کے خلاف ایک دوسرے کے معاون تھے۔ ایک روز بنو رئام ایک شادی کی تقریب میں اکٹھے ہوئے۔ ان کی تعداد ستر تھی اور یہ ستر کے ستر بہادر اور جنگجو تھے۔ انھوں نے کھانا کھایا اور شراب پینے لگے۔ زبراء کاہنہ تھی اس نے خُوَیلہ سے کہا: میرے ساتھ اپنی قوم کے پاس چلو تاکہ میں انھیں آگاہ کر دوں۔ خویلہ زبراء پر سہارا کیے ہوئے آئی۔ اسے دیکھتے ہی سب لوگ تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ خویلہ نے کہا: اے جگر گوشو! اور اے بچو جو ایک دوسرے کے ہمسر ہو اور جو حاسدوں کے لیے غم کا باعث ہے یہ زبراء ہے۔ یہ تمھیں تاریکی کے دور ہونے سے پہلے کچھ باتیں بتانا چاہتی ہے اور بہت ہی بری مصیبت کی خبر دینا چاہتی ہے۔ اس کی بات کو سنو۔ انھوں نے کہا: اے زبراء تو کیا کہتی ہے: اس نے کہا: قسم ہے سخت تاریک رات کی، اور خالی فضا کی، روشن صبح کی، رات کو طلوع ہونے والے [۳ : ۲۸۹] ستارے کی، بارش برسانے والے بادل کی کہ وادی کے درخت دھوکا دے رہے ہیں اور ٹیڑھے دانت پیسے جا رہے ہیں۔ یہ کہ ٹیلوں کے

---

۱ - ملاحظہ ہو امالی قالی : ۱ : ۱۲۵ - ۱۲۸ -

پنھر اولاد کی موت کی خبر دے رہے ہیں جس سے تمھیں کوئی چھٹکارے کی جگہ نہ مل سکے گی ۔ ان کا ٹکراؤ ایک اترنے والی اور بد مست قوم سے ہو گیا ۔ (زبراء کی گفتگو سن کر) انھوں نے کہا : تیز رفتار ہوا ہے ، جس کی کشادہ جگہ کے دونوں کنارے ایک دوسرے سے دور ہیں ۔ زبراء نے ایک ناممکن[۱] بات کہی ہے ۔ اس پر زبراء نے کہا : اے زبردست لوگوں کے بیٹو ! خدا کی قسم مجھے تو ان لوگوں کی بو آ رہی ہے جنھوں نے زرہیں پہن رکھی ہیں ۔ یہ سن کر ان میں سے ایک نوجوان نے جس کا نام ہُذَیل بن مُنقِیذ تھا کہا : گندی بڑھیا تجھے اپنی بغلوں کی بو کے سوا کوئی اور بو نہیں آ رہی ۔ اس پر زبراء واپس چلی گئی ۔ ان کے سن رسیدہ لوگ وہم میں مبتلا ہو گئے چنانچہ چالیس آدمی وہاں سے چل دئے صرف تیس باقی رہ گئے اور وہ اسی جگہ پر سو گئے جہاں انھوں نے شراب پی تھی ۔ بنو داہن اور بنو ناعب نے شبخون مار کر تمام افراد کو قتل کر دیا ۔ صبح ہوئی تو خُوَیلہ آئی اور وہاں آ کر کھڑی ہو گئی جہاں وہ قتل کیے ہوئے پڑے تھے ۔ اس کے بعد اس نے ان کی چھنگلیوں کو کاٹ کر ان کا ہار بنایا اور اپنی گردن میں ڈالا اور وہاں سے روانہ ہو گئی تاآنکہ مرضاویٰ بن سَعْوہ مُہری کے پاس پہنچی ۔ مرضاویٰ اس کا بھانجا تھا خُویلہ نے اس کے صحن میں اپنا اونٹ بٹھایا اور یہ اشعار کہے :

يَاخَيْرَ مُعْتَمَدٍ وَأَمْنَعَ مَلْجَأٍ
وَأَعَزَّ مُنْتَقِمٍ وَأَدْرَكَ طَالِبٍ

اے بہترین قابل اعتماد شخص اور سب سے زیادہ محفوظ جائے پناہ
اے قوی ترین انتقام لینے والے اور اے وہ شخص جو کینہ طلب

---

۱ - نتوج : وہ جانور جو حمل کی حالت میں ہو - ابلق : نر ہوتا ہے - لہٰذا نر حمل کی حالت میں نہیں ہو سکتا لہٰذا ناممکن بات کے لیے اسے استعمال کرتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں :

طَلَبَ الأَبْلَقَ العَقُوقَ فَلَمَّا
لَمْ يَنَلْهُ أَرَادَ بَيْضَ الأَنُوقِ

کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ کینہ کو پا لینے والا ہے

جَاءَتْکَ وَافِدَةُ الثُّکَالیٰ تَغْتَلِی
بِسَوَادِهَا فَوْقَ الْفَضَاءِ النَّاضِبِ

تمھارے پاس میں ان لوگوں کی طرف سے نمائندہ بن کر آئی ہوں جن کی اولاد ماری گئی ہے اور میں اپنے جسم کو دور دراز مکان پر دور پھینک رہی ہوں (یعنی دور دراز کا سفر طے کرکے آئی ہوں)

عَیْسَرَانَةٌ سُرُحُ الْیَدَیْنِ شِمِلَّةٌ
عُبُرًا لِهَوَاجِرِ کَالْهَیْضَبِ الْخَاضِبِ

[۳ : ۲۹۰] (جس اونٹنی پر میں سوار ہو کر آئی ہوں وہ) گورجز کی طرح مضبوط ہے ۔ اس کے دونوں ہاتھ آسانی سے چلتے ہیں ، تیز رفتار ہے دوپہر کے وقت سفر کرنے پر قادر ہے اور اس شتر مرغ کی طرح قوی ہے جس کی پنڈلیاں اور پر رنگین ہو گئے ہوں

هٰذِی خَنَاصِرُ أُسْرَتِی مَسْرُوْدَةٌ
فِی الْجِیْدِ مِنِّی مِثْلُ سِمْطِ الْکَاعِبِ

میری گردن میں میرے خاندان کے لوگوں کی چھنگلیاں یوں پروئی ہوئی ہیں جس طرح ایک نوجوان اور ابھرے ہوئے سینے والی لڑکی کا ہار ہو

عِشْرُوْنَ مُقْتَبِلًا و شَطْرُ عَدِیدِهِمْ
صُیَّابَةٌ مِالْقَوْمِ غَیْرُ أَشَائِبِ

یہ بیس اُبھرتی جوانی والے تھے اور اس تعداد کا نصف (یعنی دس کل تیس ہوئے) یہ لوگ خالص اس قوم میں سے تھے ، مخلوط النسب نہ تھے (خالص النسب ، عالی خاندان لوگ تھے)

طَرَقَتْهُمُ أُمُّ اللُّهَیْمِ فَأَصْبَحُوْا
تَسْتَنُّ فَوْقَهُمْ ذُیُولُ حَوَاصِبِ

مصیبت نے رات کو انہیں آ دبوچا اور پھر ان کی یہ حالت ہو گئی
کہ کنکر برسانے والی ہواؤں کے دامن ان پر چلتے تھے

جَزَراً لِعَافِيَةِ الخَوَامِعِ بَعْدَمَا
كَانُوا الغِيَاثَ مِنَ الزَّمَانِ اللاَّحِبِ

یہ لوگ خوراک تلاش کرنے والے بجوؤں کی خوراک (بن گئے) بعد
ازاں کہ یہ تباہ کار زمانے کی تباہی کے خلاف فریاد رسی کیا کرتے تھے

قَسَمَتْ رِجَالُ بَنِي أَبِيهِمْ بَيْنَهُمْ
جُرَعَ الرَّدَى [1] بِمَخَارِصٍ وَقَوَاضِبِ

ان کے باپ کے بیٹوں نے ان کے درمیان نیزوں اور تلواروں کے ساتھ
ہلاکت کے گھونٹ تقسیم کیے

[2] فَابْرِدْ [3] غَلِيلَ خُوَيْلَةَ الثَّكْلَى الَّتِي
رُمِيَتْ بِأَثْقَلَ مِنْ صُخُورِ الصَّاقِبِ

لہٰذا تو خویلہ کے غم کی روایت کو ٹھنڈا کر جس کے اعزہ
قتل ہو چکے ہیں اور جس پر صاقب پہاڑ کے پتھروں سے بھی زیادہ
بھاری مصیبتیں نازل ہوئی ہیں

---

۱ - محمد بهجة اثری نے امالی قالی سے نقل کرتے ہوئے " مخارص " کے
معنی اس بڑی چھری کے کیے ہیں جو درانتی کی طرح ہو اور جس سے
درخت کاٹا جاتا ہو مگر البکری نے ان معنوں کو یہاں غلط قرار
دیا ہے - البکری (التنبیہ : ۵۰ - ۵۱) کہتا ہے : انما المخارص هنا
الرماح وهي الخُرصان و واحد المخارص مِخرَص قال حميد الارقط :

بَعَضُّ مِنهَا الظَّلَفَ الدَّئِيَّا
عَضَّ الثقافِ المِخرَصَ الخَطِّيَّا

۲ - بلوغ الارب میں فابُرد - راء پر ضمہ ہے - اسے فابرِد پڑھیں -
۳ - غلیل : حرارة الحزن او الحب -

وَتَلافَ قَبْلَ الفَوْتِ[۱] ثَأرِي إِنَّهُ
عَلِيقٌ بِثَوْبَيْ دَاهِنٍ أَوْ[۲] نَاعِبِ

ہاتھ سے موقع چلے جانے سے پہلے ہی میرے بدلے کا تدارک کر لو
کیونکہ یہ داہن اور ناعب کے کپڑوں کے ساتھ لٹکا ہوا ہے

(یہ سن کر) اس نے کہا : مرثدوی پر کھانا پینا اور بیوی کے پاس جانا نیز گوشت اور شراب اس وقت تک حرام ہے جب تک وہ داہن اور ناعب سے اسی قدر آدمی قتل نہ کر دے جس قدر رئام میں سے قتل ہوئے ہیں ۔ اس کے بعد اس نے کہا :

أَخَالَتَنَا سِرُّ النِّسَاءِ مُحَرَّمٌ
عَلَيَّ وَتَشْهَادُ النَّدَامَى عَلَى الخَمْرِ

اے خالہ ! عورتوں کی طرف متوجہ ہونا اور شراب کے (دور پر) ندیموں کے پاس موجود ہونا مجھ پر حرام ہے

كَذَاكَ وَأَفْلاذُ الفَئِيدِ وَمَا ارْتَمَتْ
بِهِ بَيْنَ[۳] جَالَيْهَا الوَنِيَّةُ مِنْ قِدْرِ

اسی طرح بھنے ہوئے گوشت کے ٹکڑے اور وہ بوٹیاں جنھیں دیگ اپنے دونوں اطراف میں پھینکے (مجھ پر حرام ہیں)

لَئِنْ لَمْ أُصَبِّحْ دَاهِنًا وَلَفِيفَهَا[۴]
وَنَاعِبَهَا جَهْرًا بِرَاغِيَةِ البَكْرِ

اگر میں صبح کے وقت داہن اور ان کے دوستوں اور ناعب پر علی الاعلان تباہی نہ لے آؤں

---

۱ - تصحیح امالی سے کی گئی ہے بلوغ الارب میں " الموت " ہے ۔
۲- یہاں پر " أوْ " بمعنی " و " ہے ۔
۳ - تصحیح امالی سے کی گئی ہے بلوغ الارب میں " بنی " ہے ۔
۴ - اللفیف : الصدیق ۔

فَوَارِیْ بَنَانَ الْقَوْمِ فِی غَامِضِ الثَّرَیٰ
وَصُوْرِیْ إِلَیْکَ مِنْ قَنَاعٍ وَمِنْ سِتْرٍ

[۳ : ۲۹۱] اپنی قوم کی انگلیوں کے پوروں کو پست زمین کی مٹی میں دفن کر دو اور برقع اور پردہ نیچے کو کر دو

فَإِنِّی زَعِیْمٌ أَنْ أُرَوِّیَ هَامَهُمْ
وَأُظْمِیْ هَامًا مَا اشْتَرَی اللَّیْلُ بِالْفَجْرِ

کیونکہ میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ میں (تمھاری قوم کے مقتولین کی) کھوپریوں کو (دشمن کے خون سے) سیراب کروں گا اور (دشمنوں کو قتل کرکے) ان کی کھوپریوں کو ابدالدھر تک پیاسا چھوڑ دوں گا

اس کے بعد مرضاوی اپنی قوم میں سے گھوڑ سواروں کی ایک جماعت لے کر نکلا اور داہن اور ناعب پر رات کو حملہ کرکے انھیں تہ تیغ کیا ۔ اور ان میں سے ایک

خنافر بن التوأم الحمیری

ہے ۔

القالی نے اپنی امالی[1] میں ابوبکر سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے ، وہ کہتا ہے کہ مجھ سے میرے چچا نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ۔ اس نے کلبی سے اور کلبی نے اپنے باپ سے ۔ وہ کہتا ہے : خنافر بن توأم الحمیری کاہن تھا ۔ اسے اللہ تعالیٰ نے بھرپور جسم اور وسیع مال عطا کیا تھا ۔ نیز یہ کہ یہ سرکش تھا ۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یمن کے وفد آنے اور اسلام غالب آ گیا تو اس نے بنو مراد کے اونٹوں پر حملہ کیا اور سب کو ہانک کر لے گیا ۔ پھر اپنے مال اور اہل و عیال کو لے کر وہاں سے نکل گیا اور شیحر چلا گیا ۔ وہاں یہ

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو امالی قالی ؛ ۱ : ۱۳۲ - ۱۳۵ ۔

جودان بن یحییٰ الفیرضیمی[1] کا حلیف بن گیا ۔ جودان سردار اور طاقتور انسان تھا ۔ خنافر شیحڑ کی وادیوں میں ایک ایسی وادی میں جا اترا جو زرخیز تھی اور جہاں گھنے درخت مثلاً پیلو ، بیری وغیرہ اور جنگلات تھے ۔

خُنَافر کہتا ہے : میرا تابع جن جاہلیت میں کسی وقت بھی مجھ سے غائب نہ ہوتا تھا ۔ جب اسلام پھیل گیا تو مدت دراز تک یہ گم رہا ۔ اس سے مجھے فکر دامن گیر ہوئی ۔ ایک رات جب میں اس وادی میں سویا ہؤا تھا تو یہ عقاب کی طرح لپکا اور کہا : اے خنافر ! میں نے کہا : شیصار ہو ؟ اس نے کہا : جو میں کہتا ہوں سنو ۔ میں نے کہا : کہو میں سنوں گا ۔ اس نے کہا : اسے یاد رکھنا تمھیں فائدہ ہوگا ۔ ہر مدت کی انتہا ہے اور ہر غایت والی چیز اپنی غایت کو پہنچ جائے گی ۔ میں نے کہا : ٹھیک ہے ۔ پھر کہا : ہر مال و دولت ایک مدت تک رہتی ہے اس کے بعد تغیرات اس پر مقدر کر دیے جاتے ہیں ۔ تمام مذاہب منسوخ ہو گئے ہیں اور تمام ملتیں اپنی حقیقت کی طرف لوٹ آئی ہیں ۔ تو ایسا دوست ہے جس سے نیکی کی جاتی ہے اور میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں ۔ میں [۳ : ۲۹۲] نے شام کے علاقے میں آل عُذام کے کچھ لوگ دیکھے ہیں جو حاکموں پر حاکم ہیں اور جو بڑا بارونق کلام پڑھتے ہیں ۔ یہ کلام نہ تو تالیف شدہ اشعار ہیں اور نہ تکلف سے کہا گیا سجع ۔ میں نے جو کان لگایا (تاکہ اسے سن سکوں) تو مجھے ڈانٹ دیا گیا ۔ میں نے ایک بار پھر سننا چاہا مگر پھر مجھے روک دیا گیا ۔ میں نے کہا : یہ منسناہٹ کیسی ہے ؟ اور یہ کس کی طرف منسوب ہو رہے ہیں ۔ انھوں نے کہا : ایک بہت بڑا خطاب ہے جو غالب بادشاہ یعنی اللہ کی طرف سے آیا ہے ۔ اے شصار سب سے سچی باتیں سنو اور واضح ترین نشانات کا اتباع کرو ۔ جب تم آگ کی گرمی سے بچ سکو گے ۔ میں نے کہا : یہ کیسا کلام ہے ؟ انھوں نے کہا : یہ کفر اور ایمان میں فرق کرنے والا ہے ۔ قبیلۂ مضر سے

---

۱ ۔ الفرضمی : فیرضِم ۔ مثل زبرج ۔ کی طرف منسوب ہے ۔ فیرضِم سہرہ بن حیدان کے ایک بطن کا باپ کا تھا ۔

ملق رکھنے والے ایک رسول ہیں جو شہر کے رہنے والے ہیں ۔ انھیں
بعوث کیا گیا ہے اور وہ غالب آ گئے ہیں ۔ اور وہ روشن کلام لے کر
ئے ہیں ۔ انھوں نے ان طریقوں کو واضح کر دیا ہے جو سٹ چکے تھے ۔
ں کلام میں عبرت حاصل کرنے والے کے لیے نصیحت ہے اور جو برے
موں سے باز آ جائے اس کے لیے یہ جائے پناہ ہے ۔ اس کی تالیف بڑی
بتوں سے ہوئی ہے ۔ میں نے کہا : قبیلہ مُضَر میں سے یہ مبعوث کون
ہے ؟ اس نے کہا : وہ خیرالبشر احمد ہیں ۔ اگر تو ان پر ایمان لے آئے گا
و تجھے خیر حاصل ہوگی اور اگر تو نے مخالفت کی تو تجھے جہنم میں
ھونکا جائے گا ۔ اے خُنافر ! میں تو ایمان لے آیا ہوں اور جلدی سے
مہارے پاس آیا ہوں ۔ لہٰذا تجھے چاہیے کہ تو ہر نجس[1] کافر سے علٰحدہ
ہے اور ہر مومن طاہر کا ساتھ دے ۔ ورنہ میرے اور تمھارے درمیان
ندائی ہو جائے گی اور پھر ملاقات نہ ہوگی ۔ میں نے کہا : میں اس دین
و کہاں ڈھونڈوں ؟ اس نے جواب دیا : سیاہ پتھروں والی زمین میں اور
انی لوگوں میں جو پانی اور مٹی والے ہیں ۔ میں نے کہا : وضاحت کرو ۔
ں نے کہا : یثرب جہاں نخلستان ہیں چلا جا ۔ اور اس سیاہ پتھروں والے
لاقے میں چلا جا جہاں کی زمین سنگلاخ ہے ۔ وہاں صاحب قدرت اور
احب فضیلت لوگ ہیں ۔ غمخواری کرنے والے اور سخاوت کرنے والے
رگ ہیں ۔ اس کے بعد شصار تنہسک گیا ۔ میں رات بھر ڈرتا رہا اور
بح کا منتظر رہا ۔ جب روشنی چمکی تو میں اپنی سواری پر سوار ہوا ۔
نے غلاموں کو خبر دی اور اپنے اہل و عیال کو لے کر روانہ ہو گیا
آنکہ میں جنوف پہنچا ۔ وہاں اونٹوں کے نر و مادہ بچوں سمیت سالکوں
و واپس کر دیے اور صنعا کا ارادہ کر کے وہاں سے چل دیا ۔ وہاں رسول
لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کے امیر معاذ بن جبل سے ملا اور ان کے
اتھ پر بیعت اسلام کی ۔ معاذ نے مجھے قرآن کی چند سورتیں سکھائیں اور
لہ نے مجھ پر یہ احسان کیا کہ گمراہی کے بعد میں ہدایت پا گیا اور

---

[1] ۔ نجس کا لفظ بلوغ الارب میں نہیں مگر امالی میں موجود ہے ۔

جہالت کے بعد مجھے علم حاصل ہو گیا ۔ میں نے اس امر کے بارے میں یہ اشعار کہے :

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللهَ عَادَ بِفَضْلِهِ
وَأَنْقَذَ مِنْ لَفْحِ الزَّخِيخِ خُنَافِرَا

[۳ : ۲۹۲] کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر اپنی مہربانی کی اور خنافر کو آگ میں جھلسے جانے سے بچا لیا

وَكَشَّفَ لِي عَنْ جَحْمَتَيَّ عَمَاهُمَا
وَأَوْضَحَ لِي نَهْجِي وَقَدْ كَانَ دَاثِرَا

اور میری دونوں آنکھوں سے ان کی گمراہی کو دور کر دیا اور میرا طریقہ میرے لیے واضح کر دیا حالانکہ وہ مٹ چکا تھا

دَعَانِي شِصَارٌ لِلَّتِي لَوْ رَفَضْتُهَا
لَأُصْلِيتُ جَمْرًا مِنْ لَظَى الهَوْبِ وَاهِرَا

شصار نے مجھے اس ملت کی طرف دعوت دی جسے اگر میں چھوڑ دیتا تو میں آگ کے سخت گرم شعلوں کے انگاروں میں جھونک دیا جاتا

فَأَصْبَحْتُ وَالْإِسْلَامُ حَشْوُ جَوَانِحِي
وَجَانَبْتُ مَنْ أَمْسَى عَنِ الحَقِّ نَائِرَا

پھر میری یہ حالت ہو گئی کہ میری پسلیوں کے اندر اسلام ہی اسلام بھرا ہؤا تھا اور میں ان لوگوں سے الگ رہا جو حق سے نفرت کرتے ہوں

وَكَانَ مُضِلِّي مَنْ هُدِيتُ بِرُشْدِهِ
فَلِلَّهِ مُغْوٍ عَادَ بِالرُّشْدِ آمِرَا

(یہ شصار) جس کی راہنمائی سے مجھے ہدایت ملی وہی (پہلے) مجھے گمراہ کرنے والا تھا ، خدا ایسے گمراہ کرنے والے کا بھلا کرے جو پھر ہدایت کا حکم درنے والا ہو گیا

نَجَوْتُ بِحَمْدِ اللهِ مِنْ كُلِّ قُحْمَةٍ
تُؤَرِّثُ هُلْكًا يَوْمَ شَايَعْتُ شَاصِرَا

جس دن میں نے شاصر (شصار) کا ساتھ دیا میں بحمداللہ ہر ایسی مصیبت سے نجات پا گیا جو ہلاک کر دے

وَقَدْ أَمِنَتْنِي بَعْدَ ذَاكَ يُحَابِرُ
بِمَا كُنْتُ أَغْشَى الْمُنْدِيَاتِ يُحَابِرَا

مزید برآں قبیلہ یحابر نے مجھے امن دیا کیونکہ میں قبیلہ یحابر کے ساتھ رسوا کن معاملہ کیا کرتا تھا

فَمَنْ مُبْلِغٌ فِتْيَانَ قَوْمِي أَلُوكَةً
بِأَنِّيَ مِنْ أَقْتَالِ مَنْ كَانَ كَافِرَا

میری قوم کے نوجوانوں کو کون میرا یہ پیغام پہنچانے گا کہ میں کافروں کا دشمن ہوں

عَلَيْكُمْ سَوَاءَ الْقَصْدِ لَا فُلَّ حَدُّكُمْ
فَقَدْ أَصْبَحَ الْإِسْلَامُ لِلْكُفْرِ قَاهِرَا

تم درمیانی راہ اختیار کرو خدا کرے تمھاری تیزی کند نہ ہو کیونکہ اسلام کفر پر غالب آ چکا ہے

اور انھی میں سے

مصاد بن مذعور القینی کی سہلیاں

ہیں ـــ ابوبکر[۱] بن دُرَید سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ عباس بن ھشام سے روایت کرتے ہوئے سکن بن سعید نے ہم سے بیان کیا اور عباس نے اپنے باپ سے ۔ وہ کہتا ہے : مُصَاد بن مذعور القینی ایک سردار تھا یہ اپنی قوم سے ایک مدت تک مرباع (مال غنیمت کا

۱ - ملاحظہ ہو امالی قالی : ۱ : ۱۳۱ - ۱۳۵ -

چوتھائی حصہ) لیتا رہا ۔ یہ بڑا مال دار شخص تھا ۔ اس کے کچھ اونٹ بھاگ گئے ، یہ ان کی تلاش میں نکلا ۔ مصاد کہتا ہے کہ جب میں ان کی تلاش میں مصروف تھا تو ایک گھنے درختوں والی وادی میں اترا ، وہاں گھنا سایہ تھا ۔ میں تھکان سے چُور ہو چکا تھا ۔ چنانچہ اپنی اونٹنی کو ایک درخت کے سائے میں بٹھا دیا اور پالان اتار دیا ، پھر اونٹ کا اگلا پاؤں باندھ دیا اور چادر لپیٹ کر لیٹ گیا ۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ موتیوں کی طرح (چمک دمک [۳ : ۲۹۴] کرتی ہوئی) چار لڑکیاں چوپائے چرا رہی ہیں ۔ جب مجھے اونگھ آ گئی تو وہ آ کر میرے قریب بیٹھ گئیں ہر ایک کے ہاتھ میں کنکریاں تھیں جنھیں وہ الٹ پلٹ رہی تھیں ۔ پھر ان میں سے ایک نے لکیر کھینچی اور فال نکال کر کہا : اے عرّاف کی بیٹیو ! اس بلند اونٹ والے ، موٹی چادر والے ، ہلکے جسم والے کے متعلق کچھ کہو ، پھر دوسری نے کنکر مار کر فال نکالی اور کہا : اس کے بڑی کوہانوں والے مضبوط اونٹ گم ہو گئے ہیں ان میں سے تین تو موٹی کوہان والے ہیں اور چار کا دودھ منقطع ہو چکا ہے ۔ جو لاغر ہیں ان کا دودھ کم ہو گیا ہے ۔ اس کے بعد تیسری نے کنکر مار کر فال نکالی اور کہا : یہ اونٹ پہاڑ کی چوٹی پر چرتے رہے ہیں پھر اتر کر اس جوہڑ پر آئے ہیں جو جمی ہوئی ریت اور پتھریلی زمین کے درمیان واقع ہے ۔ پھر چوتھی نے کہا : اسے اتر کر وسیع اور پست زمین میں چلا جانا چاہیے پھر وہاں سے اس صحرائی فضا میں جا نکلنا چاہیے جو سدیشر اور اُسلَح کے درمیان واقع ہے ، وہاں پتھریلی اور ریتلی زمین کے موڑ پر اس کے اونٹ چر رہے ہوں گے ۔ مصاد کہتا ہے میں اٹھ کر اپنے اونٹ کی طرف گیا ۔ اس پر پالان باندھا اور سوار ہو گیا ۔ اللہ کی قسم میں نے نہ تو ان سے یہ پوچھا کہ وہ کون ہیں اور نہ یہ پوچھا کہ وہ کس قبیلے میں سے ہیں ۔ جب میں نے (روانہ ہوتے ہوئے) ان کی طرف پشت کی تو ایک نے کہا : اگر اس نے جستجو میں سرگرمی دکھائی تو پھر یہ نہایت قابل تعریف شخص ہوگا ۔ اس کے سوا اس کے پاس کوئی اور مال بھی نہیں ہے اور یہ عنقریب لوٹ آئے گا ۔ خدا کی قسم !

میں اس کے ان الفاظ سے گھبرا گیا اور میں نے کہا : یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ میں اپنی وادی میں پانچ سو اونٹوں کی کثیر تعداد چھوڑ کر آیا ہوں ۔ اس کے بعد میں سوار ہو کر اس سمت کو ہو لیا جس کی صفت انھوں نے بیان کی تھی حتٰی کہ میں اس جگہ پہنچ گیا ، دیکھا تو میرے اونٹ چر رہے ہیں ۔ میں نے ان کی پشتوں پر کوڑے مارے اور (انھیں لے کر) اس وادی کے قریب پہنچ گیا جہاں میرے اونٹ تھے ۔ دیکھا تو چرواہے واویلا کر رہے ہیں ۔ میں نے کہا : تمھیں کیا ہوا ؟ انھوں نے کہا : قبیلہ بہراء نے تمھارے اونٹوں پر غارت ڈالی اور سب کے سب اونٹ لے گئے ہیں ۔ لہٰذا خدا کی قسم جب رات ہوئی تو میرے پاس [۳ : ۲۹۵] ان اونٹوں کے سوا کچھ نہ تھا ۔ اللہ نے ان کی پیشانیوں میں برکت ڈال دی اور آج میں بنی القین میں سب سے زیادہ مال دار شخص ہوں ۔ اسی واقعے کے متعلق میں نے یہ اشعار کہے ہیں :

هُوَ الدَّهْرُ آسٍ تَارَةً ثُمَّ جَارِحٌ
سَوَانِحُهُ مَبْثُوثَةٌ وَ الْبَوَارِحُ

یہ زمانہ ہے کبھی یہ زخموں کو درست کر دیتا ، کبھی پھر سے زخم لگا دیتا ہے اس کی برکت اور نحوست دونوں لوگوں میں پھیلی ہوئی ہیں

فَبَيْنَا الْفَتَى فِي ظِلِّ نَعْمَاءَ غَضَّةٍ
تُبَاكِرُهُ أَفْيَاؤُهُ وَ تُرَاوِحُ

ابھی انسان تر و تازہ نعمتوں کے سائے میں بیٹھا ہوتا ہے کہ اس کا سایہ صبح اور شام اس کے پاس آ جاتا ہے

إِلَى أَنْ رَمَتْهُ الْحَادِثَاتُ بِنَكْبَةٍ
تَضِيقُ بِهِ مِنْهَا الرِّحَابُ الْفَسَائِحُ

ہوتے ہوتے حوادث اس پر ایسی مصیبت لے آتے ہیں جن کی وجہ سے وسیع میدان بھی اس شخص کے لیے تنگ معلوم ہوتے ہیں

فَأَصْبَحَ نِضْوًا لَا يَنُوءُ كَأَنَّمَا
بِأَعْظُمِهِ مِمَّا عَرَاهُ الْقَوَادِحُ

چنانچہ وہ لاغر ہو جاتا ہے اور اٹھ نہیں سکتا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو مصیبت اسے لاحق ہوئی ہے اس کی وجہ سے اس کی ہڈیوں کو گھن لگ گیا ہے

فَمَا خِلْتُنِي مِنْ بَعْدِ عَرْجٍ عُكَامِسٍ
أُقَسِّسُ[1] أَذْوَادًا وَ هُنَّ رَوَازِحُ

میرا خیال نہ تھا کہ پانچ سو اونٹوں کی کثیر تعداد کے بعد میں چند لاغر اونٹوں کو چراؤں گا

حَدَابِيرُ مَا يَنْهَضْنَ إِلَّا تَحَامُلًا
شَوَاسِفُ عُوجٌ أَسْأَرَتْهَا الْجَوَائِحُ

یہ اونٹ اس قدر لاغر ہو چکے ہیں کہ کبڑے ہو گئے ہیں اور نہایت مشقت سے اٹھ سکتے ہیں - یہ لاغر اور ٹیڑھے ہیں جو مصیبتوں کے بچے کھچے ہیں

فَيَا وَاثِقًا بِالدَّهْرِ كُنْ غَيْرَ آمِنٍ
لِمَا تَنْتَضِيهِ الْبَاهِضَاتُ الْفَوَادِحُ

اے زمانے پر اعتماد کرنے والے ان بھاری حادثات کی تلواروں سے بے خوف نہ ہو کیونکہ یہ انھیں میان سے نکال لیتے ہیں

فَلَسْتَ عَلَى أَيَّامِهِ بِمُحَكَّمٍ
إِذَا فَغَرَتْ فَاهَا الْخُطُوبُ الْكَوَالِحُ

---

۱ - بہجہ اثری نے اقسس کے معنی اتبع بیان کیے ہیں مگر یہ معنی اس مقام پر چسپاں نہیں ہوتے یہاں قَسَّ الابل و قَسَّسُوا : أَحْسَنُوا رَعْيَهَا کے معنی چسپاں ہوتے ہیں اور میں نے یہی معنی کیے ہیں -

کیونکہ جب سخت حادثات اپنا منہ کھول لیتے ہیں تو پھر اس
بانے کے دنوں پر تیرا حکم نہیں چل سکتا

سُجِيرُكَ مِنهُ الصَّبرُ إن كُنتَ صَابِراً
وَإلاَّ كَمَا يَهوِي العَدُوُّ المُكَاشِحُ

گر تو صبر کرے تو یہ صبر تجھے اُس زمانے سے پناہ دے
کتا ہے ورنہ تو اس طرح تباہ ہو گا جس طرح عداوت رکھنے والا
شمن تباہ ہوتا ہے

اور ان میں سے ایک

سلمى الهمدانية الحميريه

ہے ۔ ابو علی قالی نے اپنی امالی میں ابوبکر سے روایت کیا ہے
کہتا ہے : محمد بن عباد سے روایت کرتے ہوئے ہمیں سکن بن سعید
تلایا اور محمد بن عباد نے ابن الکلبی سے ۔ ابن الکلبی کہتا ہے :
کے حریم نامی ایک شخص نے عمرو بن بَرّاقہ الهمدانی کے اونٹوں
گھوڑوں پر غارت ڈالی اور انہیں ہانک کر لے گیا ۔ عمرو سلمٰی
اس [۳ : ۲۹٦] آیا ۔ سلمٰی ان کے سردار کی بیٹی تھی اور وہ
کی رائے کے مطابق عمل کیا کرتے تھے ۔ عمرو نے سلمٰی کو بتایا
حریم مرادی اس کے اونٹوں اور گھوڑوں کو لوٹ لے گیا ہے ۔ سلمٰی
کہا : قسم ہے ہلکی اور تیز چمک کی ، شفق کی جو چونے کے پتھروں
رح ہو ، پہاڑ کی چوٹی کی اور دامن کوہ کی بیشک حریم بڑا طاقتور
، ہے ۔ صاحب فضیلت سردار ہے ، محفوظ قلعے والا ہے ۔ البتہ
الہٰی اس کی کسی غلطی کو پکڑ لے گی جس کی تلافی دیر سے
کرے گی ۔ لہٰذا تو بھی غارت ڈال ۔ حملے سے ہرگز رو گرداں نہ ہو ۔
ہ عمرو حملہ کر کے حریم کی ہر چیز ہانک کر لے آیا ۔ اس کے بعد
عمرو کے پاس یہ درخواست لے کر آیا کہ عمرو اسے لوٹے ہوئے

مال کا کچھ حصہ واپس کر دے مگر عمرو نے ایسا نہ کیا اور حریم واپس چلا گیا ۔ اس پر عمرو[1] نے ایک قصیدہ کہا جس کا ایک شعر یہ ہے :

تَقُولُ سُلَیْمٰی لَا تَعَرَّضْ لِتَلْفَةٍ
وَ لَیْلُکَ عَنْ لَیْلِ الصَّعَالِیْکِ نَائِمُ

سلیمٰی کہتی ہے کہ ہلاکت کے منہ میں نہ جا جب کہ تو رات بھر سویا رہتا ہے اور ڈاکوؤں کی رات سے غافل ہے

اور ان میں سے ایک

عفیراء الکاهنه الحمیریه

ہے ۔ عربوں کے حالات بیان کرنے والوں نے اس عُفَیراء کے حیرتناک اور عجیب و غریب واقعات بیان کیے ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جس کا ذکر محمد بن ظفر نے اپنی کتاب " خیرالبشر بخیر البشر " میں کیا ہے وہ کہتا ہے : روایت ہے کہ مرثد بن عبد کلال ایک جنگ سے بہت سا مال غنیمت حاصل کر کے لوٹا ۔ عربوں کے سردار ، شعرا اور خطیب اسے مبارکباد دینے کے لیے آئے ۔ اس نے آنے والوں کو باریاب کیا اور بہت سا مال بھی دیا ۔ ان کے آنے سے اسے بہت خوشی ہوئی ، ابھی یہ خوشی منائی ہی جا رہی تھی کہ وہ ایک دن جو سویا تو اس نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا ، خواب کے عالم میں بہت ڈرا ۔ مگر جب بیدار ہؤا تو خواب بھول گیا اور ایک بات بھی خواب کی یاد نہ رہی مگر اس خواب کا خوف اس کے دل میں قائم رہا جس سے اس کی

---

۱ ۔ عمرو بن بَرّاقہ یا ابن براق جیسا کہ اغانی میں ہے ۔ عربوں کے تیز دوڑنے والوں میں سے تھا ۔ تأبط شراً نے اپنے ایک قصیدے میں اس کا ذکر کیا ہے :

لَیْلَةَ صَاحُوْا وَ اَغْرَوْا بِیْ سِرَاعَهُمْ
بِالْعَیْکَتَیْنِ لَدٰی مَعْدٰی ابْنِ بَرَّاقٍ

خوشی غم میں بدل گئی اور آنے والوں سے چھپ کر بیٹھ گیا ۔ یہاں تک کہ آنے والوں کو اس کے متعلق بدگمانی ہونے لگی ۔ اس کے بعد اس نے کاہنوں کو اکٹھا کیا ۔ ایک ایک کر کے ہر کاہن کے ساتھ خلوت میں بات کی اور کہا : پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ میں تم سے کیا پوچھنا چاہتا ہوں ۔ کاہن جواب دیتا کہ میرے پاس اس کا علم نہیں ہے یہاں تک کہ کوئی بھی ایسا کاہن نہ تھا جسے وہ جانتا ہو اور اس نے اس سے یہ سوال نہ کیا ہو ۔ اس سے اس کی بے چینی دگنی ہو گئی اور وہ عرصے تک بے خوابی کی حالت میں رہا ۔ مرثد کی والدہ کاہنہ تھی ۔ ماں نے کہا : اے بادشاہ ! [۳ : ۲۹۷] خدا کرے تجھ سے ایسی بات سرزد نہ ہو جس کی وجہ سے لوگ تجھے لعنت کریں ۔ کاہن عورتیں تمھارے سوال کو بہتر طور سے معلوم کر سکتی ہیں کیونکہ جو جِنّ کاہن عورتوں کے تابع ہوتے ہیں وہ ان جنّوں کے مقابلے میں جو کاہن مردوں کے تابع ہوتے ہیں زیادہ مہربان اور زیادہ سمجھ دار ہوتے ہیں ۔ چنانچہ اس نے کاہن عورتوں کو بلانے کا حکم دیا ۔ اس نے ان سے بھی اسی طرح سوال کیا جس طرح کاہنوں سے کیا تھا ، مگر جس بات کا علم یہ چاہتا تھا اس کا علم اس نے ان کے پاس بھی نہ پایا ۔ جب یہ اپنی جستجو میں مایوس ہو گیا تو اسے تسکین ہو گئی ۔ اس کے بعد (ایک روز) یہ شکار کے لیے گیا اور شکار کی تلاش میں دور نکل گیا ، اپنے ساتھیوں سے الگ ہو گیا ۔ وہاں پہاڑی مکانات میں سے کچھ مکانات اسے دکھائی دیے ۔ یہ دوپہر کی گرمی سے جھلس چکا تھا لہٰذا ان گھروں کی طرف ہو لیا اور ایک الگ تھلگ گھر کا رخ کیا ۔ اس گھر سے ایک بڑھیا نکلی اور کہا : فراخی وُسعت ، امن اور آرام کے ساتھ اترو اور اس پیالے کے ساتھ اترو جسے خوب اچھی طرح ہلا کر بھرا گیا ہو اور دودھ سے بھرے ہوئے چمڑے کے کُپّے کے ساتھ اترو ۔ بہرحال یہ اپنے گھوڑے سے اتر کر گھر میں داخل ہوگیا ۔ جب یہ دھوپ سے سائے میں آیا گیا اور اس پر ہوائیں چلیں تو اسے نیند آ گئی ۔ پھر جب اٹھا تو دوپہر ختم ہو چکی تھی ۔ یہ بیٹھ کر آنکھیں ملنے لگا ۔ کیا دیکھتا ہے کہ اس کے سامنے ایک

نوجوان لڑکی ہے کہ اس جیسا قد اور حسن دیکھنے میں نہ آیا تھا ۔ اس نے کہا : اے عظیم بادشاہ ! خدا کرے تجھ سے ایسی بات سرزد نہ ہو جس کی وجہ سے تو لعنت کا سزاوار بنے کیا تجھے کھانے کی اشتہا ہے ؟۔ جب اس نے دیکھا کہ اس نے اسے پہچان لیا ہے تو یہ سخت ڈرا اور اسے جان کے لالے پڑ گئے مگر خاموش رہا ۔ لڑکی نے کہا : ڈرنے کی کوئی بات نہیں ، تم پر تمام مخلوق مہربان ہو۔ تمھاری بزرگی عالیشان ہے اور تمھاری وجہ سے ہمارا بھی وافر حصہ ہو گا ۔ اس کے بعد اس لڑکی نے ثرید ، سوکھا گوشت اور حیس (کھجور ، پنیر اور گھی سے بنا ہؤا کھانا) پیش کیا اور کھڑی مکھیاں ہٹاتی رہی تاآنکہ اس نے کھانا کھا لیا ۔ اس کے بعد اس نے اسے خالص دودھ اور دہی پینے کو دیا ۔ اس نے جتنا دل چاہا پیا اور یہ اسے آتے اور جاتے ہوئے غور سے دیکھنے لگا ، لڑکی نے اپنے حسن سے اس کی آنکھیں اور دل عشق سے معمور کر دیا ۔ چنانچہ اس نے کہا : اے لڑکی ! تمھارا کیا نام ہے ؟ اس نے جواب دیا : میرا نام عُفَیراء ہے ۔ اس نے پھر کہا : اے عُفَیراء تم نے مسلک ہمام کتہ کر کس کو پکارا ہے ؟ اس نے جواب دیا : عظیم الشان مرثد کو جس نے کاہن عورتوں اور کاہن مردوں کو ایک سخت مشکل کام کے لیے اکٹھا کیا ۔ جس تک جنّوں کی بھی رسائی نہ تھی ۔ اس نے کہا : اے عُفَیراء ! کیا تم اس مشکل کو جانتی ہو ؟ اس نے کہا : اے بادشاہ ! ہاں جانتی ہوں یہ ایک خواب ہے جو بیہودہ خواب نہیں ہے ۔ بادشاہ نے کہا : اے عفیراء ! تم نے بات کو پا لیا ہے ۔ یہ خواب کیا ہے ؟ اس نے کہا : تم نے بگولے [۳ : ۲۹۸] دیکھے ہیں جو یکے بعد دیگرے آ رہے تھے ۔ ان میں چمکدار شعلے تھے ، ان کا دھواں اٹھ رہا تھا ، ان کے پیچھے پیچھے ایک زور سے بہنے والا دریا آ رہا تھا ، جو باتیں تم نے سنیں ان میں سے ایک پکارنے والے ، علی الاعلان کہنے والے کو یہ صدا دیتے ہوئے سنا ہے کہ گھاٹ کی طرف آؤ ۔ چنانچہ جس نے گھونٹ گھونٹ پیا وہ سیر ہو گیا اور جس نے منہ لگا کر پیا غرق ہو گیا ۔ بادشاہ نے

کہا : یہی میرا خواب ہے ، اے عفیراء اس کی کیا تعبیر ہے ؟ اس نے جواب دیا : بگولے قوم تُبّع کے بادشاہ ہیں ، نہر سے مراد وسیع علم ہے ۔ داعی شفاعت کرنے والا نبی ہے ۔ گھونٹ بھرنے والے سے مراد تابعداری کرنے والا دوست ہے ، کارع : جھگڑنے والا دشمن ۔ اس پر بادشاہ نے کہا : اے عفیراء ! کیا یہ نبی امن کا نبی ہو گا یا جنگ کا ۔ اس نے جواب دیا : میں آسمان کو بلند کرنے والے اور بادلوں سے پانی برسانے والے خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ وہ خونوں کو رائیگاں کر دے گا اور شریف زادیوں کو لونڈیوں کی طرح کمر بند پہنائے گا ۔ بادشاہ نے کہا : یہ نبی کن امور کی طرف دعوت دے گا ۔ اے عفیراء ! اس نے جواب دیا : نماز اور روزے کی طرف ، صلہ رحمی کی طرف ، بتوں کو توڑنے کی طرف ، جوئے کے تیروں کو معطل کرنے کی طرف اور گناہوں سے پرہیز کرنے کی طرف ۔ پھر بادشاہ نے کہا : اے عفیراء ! جب یہ اپنی قوم کو قتل کر دے گا تو اس کے مددگار کون ہوں گے ؟ اس نے جواب دیا : اس کے مددگار یمنی سردار ہوں گے جو اس نبی کی بدولت خوش قسمت ہو جائیں گے ۔ وہ نبی انھیں چڑھائی کرنے کا حکم دے گا اور یہ چڑھائی کر دیں گے اور وہ نبی ان مددگاروں کے ذریعے سخت زمین کو بھی نرم زمین بنا دے گا ۔ وہ لوگ اس کے انصار کہلائیں گے ۔ اس پر بادشاہ سر نیچا کر کے دل میں اس لڑکی سے شادی کرنے کے متعلق سوچنے لگا ، تو لڑکی نے کہا : اے بادشاہ ! خدا کرے تجھ سے ایسی بات سرزد نہ ہو جس کی وجہ سے تو لعنت کا مستوجب ہو میرا تابع جن بڑا غیرت مند ہے اور میرے حکم کو برداشت کرتا ہے ۔ مجھ سے شادی کرنے والا تباہ ہو جائے گا ، مجھ سے عشق کرنا ہلاکت ہے ۔ یہ سن کر بادشاہ اٹھا ، اپنے اصیل گھوڑے کی پشت پر کود کر بیٹھ گیا اور روانہ ہو گیا ۔ ازاں بعد اس نے عفیراء کے پاس ایک سو بڑی کوہان والی اونٹنیاں بھیجیں ۔

محمد بن ظفر کہتا ہے : أَوْغَلَ فی طلبِ الصَّیدِ : یعنی پورا زور لگایا اور دور نکل گیا ، اور وغول : کسی چیز میں زور سے داخل

ہوتا ہے اور ذرّی جبَل ، [ذال معجمہ پرفتحہ]۔ مکان ، اور المُدعَثعَة: جسے زور سے بھر دیا گیا ہو پھر اسے ہلایا جائے تاکہ جو چیز اس میں ڈالی گئی ہو بیٹھ جائے اور اس برتن کو پھر سے بھر دیا جائے عُلبَة : [عین مہملہ پر ضمہ اور لام ساکن] ۔ کھال سے بنا ہؤا برتن ۔ الاَرْواح : ہوائیں ، صَرِیف : خالص دودھ جو دوہتے وقت نکلتا ہے جو پستانوں سے نکلتے ہی پینے والے کو دے دیا جائے۔ ضَرِیب : جما ہؤا دودھ (دہی) ۔ و بَعُدَ عنھا الجانُ : یعنی اس سے علٰحدہ رہے اور اس کی تاب نہ لا سکے اور اَعَاصِیر زوابع : یہ وہ ہوائیں ہوتی ہیں جو مٹی [۳ : ۲۹۹] اڑاتی ہیں اور پھر اسے ہوا میں اوپر کو لے جا کر اسے چکر دیتی ہیں اور ساطع : یعنی اوپر کو اٹھنے والا ۔ ودعاء ذی جرس صادع : جرس : آواز اور الشارع : دریا کے کنارے کا وہ مقام جہاں سے دریا میں داخل[1] ہوتے ہیں ۔ وجارع : یعنی جس نے گھونٹ گھونٹ کر کے پیا اس میں رہا ۔ وکارع : یعنی جس نے زیادہ پیا غرق ہو گیا ۔ اور تبابع تُبَّعْ کی جمع ہے اور تُبَّع یمن کے بادشاہوں کا لقب ہے اور یہ لفظ اتّباع سے لیا گیا ہے اس لیے کہ ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کے بعد آتا تھا ۔ العماء : بادل کو کہتے ہیں ۔ مُسْتَطِیق العَقَائِل : عقائل : شریف زادیاں یعنی وہ انھیں قیدی بنا لے گا اور وہ لونڈیوں کی طرح خدمت گزاری کے لیے اپنی کمروں پر کمر بند باندھ لیں گی ۔ الاعضاد سے مراد انصار ہیں ۔ الغطاریف : سردار ، اور تغطرف کے معنی تکبر کے ہیں اور یدمث : ہموار کر دے گا ، ویؤاسر نفسه : اس سے مراد دل میں دو متضاد راؤں کا ایک دوسرے کی مدد کرنا ہے ، و جال فی صھوة جواده : جال : یعنی کودا اور الصھوة : گھوڑے کی پیٹھ کی وہ جگہ جہاں سوار بیٹھتا ہے ، اور الکوماء : بڑی کوہان والی اونٹنی ۔

---

۱ - بلوغ الارب میں الداخل چھپا ہے اسے المَدّاخل پڑھیں ۔

اور ان میں سے ایک

سواد بن قارب الدوسی

ہے - ابو بکر بن دُرَید[1] روایت کرتا ہے - وہ کہتا ہے : مجھ سے میرے چچا حسین نے اپنے باپ ابن الکلبی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا - اس نے ذیّال بن نفر سے ، اس نے الطر مّاح بن حکیم سے ، طیرمّاح کہتا ہے : قبیلۂ طی میں سے پانچ صاحب عقل و صاحب رائے لوگ نکلے ہیں انھی میں سے بُرج[2] بن مُسہر تھا اور یہ مُعمرین میں سے تھا - انیف[3] بن حارثہ بن لاَم ، حاتم طائی کا باپ عبداللہ بن سعد بن الحشرج اور عارق شاعر ، اور مرۃ بن عبد رُضیٰ - یہ سب سواد بن قارب کے پاس اس کے علم کا امتحان لینے جا رہے تھے - جب سرَاۃ کے قریب پہنچے تو انھوں نے کہا : ہم میں سے ہر شخص کوئی نہ کوئی چیز چھپا لے اور ساتھی تک کو نہ بتائے (کہ کیا چیز چھپا رکھی ہے) تاکہ ہم اس سے اُس چیز کے متعلق سوال کر سکیں - اگر اس نے صحیح بتایا تو ہمیں اس کے علم کا پتا چل جائے گا اور اگر غلط بتایا تو چلے آئیں گے - چنانچہ ہر شخص نے کوئی نہ کوئی چیز چھپالی اور پھر سواد کی طرف روانہ ہو گئے اور انھوں نے اسے اونٹ اور حیرہ کے عجائبات بطور تحفہ کے پیش کیے - سواد نے ان کے لیے ایک خیمہ نصب کیا اور ان کے لیے اونٹ ذبح کئے - تین راتیں گزرنے کے بعد اس نے انھیں بلایا۔ وہ آئے - برج نے گفتگو شروع کی، وہ ان میں عمر میں سب سے بڑا تھا ، چنانچہ

---

۱ - ملاحظہ ہو امالی قالی : ۲ : ۲۹۰ - ۲۹۳ اور الروض الانف : ۱ : ۱۳۹ - ۱۴۱ - سہیلی کہتا ہے کہ ابن الکلبی کے سوا دوسرے لوگوں نے سواد بن قارب کو السدوسی کہا ہے -

۲ - بُرج بن مسہر بن بن الجلاس - معمرین میں سے تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہؤا -

۳ - یہ اوس بن حارثہ بن لاَم کا بھائی ہے -

اس نے کہا : خدا کرے بادل بارش برسائیں تمھارے صحن میں فارغ البالی ہو ، اور تمھیں وسیع نعمتیں کثرت سے حاصل ہوں - ہم بڑے خوش بخت ہیں ، باغات اور جاری پانیوں کے مالک ہیں - بہت سے چوپایوں کے والی ہیں ، ہم بادشاہوں کے قرابت دار ہیں اور میدان جنگ کے شہسوار - اس کی مراد بطریق توریہ بکر بن وائل سے تھی - اس کے بعد سواد نے کہا : قسم ہے آسمان اور زمین کی ، کثیر پانی اور قلیل پانی کی ، قرض اور ہبہ کی ، بیشک تم لوگ طول طویل ٹیلوں والے ہو اور طویل نخلستانوں والے ہو - ٹھوس پتھروں والے ہو ، لمبے اجأ پہاڑ سے اور لمبی گردن والے سلمیٰ پہاڑ سے ہو ، انھوں نے کہا ہم ایسے ہی ہیں - ہم میں سے ہر ایک نے تمھارے امتحان کے لیے ایک چیز چھپا رکھی ہے - تم اس شخص کا نام مع چھپائی ہوئی چیز کے بتاؤ - سواد نے برج سے کہا : میں روشنی اور تاریکی کی ، ستاروں اور آسمان کی سورج کے طلوع اور غروب ہونے کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تو نے سرخ درخت کے گابے میں جُوجے کا ناخن پالان کی ایک جانب کے تسمے کے نیچے چھپایا ہے - اس نے کہا : تو نے اس بیان میں کوئی غلطی نہیں کھائی، اب بتاؤ میں کون ہوں ؟ اس نے کہا : تو برج بن مسہر ہے، تو محتاجوں کی پناہ ہے اور ان لوگوں کا فریاد رس ہے جو تنگی میں ہوں - اس کے بعد اُنَیف بن حارثہ اٹھا اور اس نے کہا : جو چیز میں نے چھپا رکھی ہے وہ کیا ہے اور میرا نام کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا : میں بادل اور مٹی کی ، پست اور اونچی زمینوں کی اور کثیر التعداد چوپاؤں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تو نے تراشہ ناخن کا ایک ٹکڑا اور تیر کا ہر سوکھی ہوئی نہر کے مٹی کے ڈھیلے میں چھپا رکھا ہے - اس نے کہا : تو نے ذرا بھر بھی غلط نہیں کہا : میں کون ہوں ؟ اس نے جوابدیا : اُنَیف جو مہمان کی ضیافت کرنے والا، تلوار کو کام میں لانے والا اور موسم سرما کے ساتھ ملا دینے والا ہے - اس کے بعد عبداللہ بن سعد [۳ : ۳۰۱] اٹھا اور کہا : وہ کیا چیز ہے جسے میں نے چھپا رکھا ہے اور میرا نام کیا ہے ؟ سواد نے کہا : میں ان اونٹوں کی قسم کھاتا

ہوں جو دور چر رہے ہوں اور قریب رہنے والی بھیڑ بکریوں کی ، سخت اور ہموار زمین پر سوار ہو کر چلنے والے کی اور کوشش سے لڑنے والے کی ، کہ تو نے ٹہنی کا وہ چھلکا جسے منہ میں چبا کر پھینک دیا جاتا ہے ایک نرم اور پرانے کوڑے[1] میں یا نرم چمڑے میں چھپا رکھا ہے۔ اس نے کہا : تو نے ایک حرف بھی غلط نہیں کہا ۔ اب یہ بتاؤ کہ میں کون ہوں ؟ اس نے کہا : تو سخی سعد کا بیٹا ہے ۔ تیرے عطیے بہت ہیں ، تیری جنگ سخت ہوتی ہے اور تیرا ستون طویل ہوتا ہے (خیمہ اونچا ہوتا ہے) اور تمھارے گھرانے کو کوئی نہیں پہنچ سکتا ۔ اس کے بعد عارق اٹھا اور کہا : وہ کیا چیز ہے جو میں نے چھپا رکھی ہے اور میرا نام کیا ہے ؟ سواد نے کہا : میں قسم کھاتا ہوں زمین اور آسمان کی درمیانی ہوا کی ، بہائے ہوئے پانی اور وسیع فضا کی کہ تو نے سرخی مائل سفید ہرن کے بچے کی کھال کو سرخ چمڑے کے ٹکڑے میں رکھ کر لاغر اور زخمی اونٹ کے ناف کے نیچے چھپایا ہے ۔ اس نے کہا : تو نے کوئی بات بھی غلط نہیں کہی ۔ اب بتا میں کون ہوں ؟ اس نے کہا تو عارق ہے جس کی زبان تیز ہے اور دل ذکی ہے ، جس کی دھار کاٹنے والی ہے ، اپنے جانوروں کی حفاظت کرنے والا ہے ، اور لوٹ مار کو جائز قرار دینے والا ہے ۔ اس کے بعد مرّہ بن عبد رُضی اٹھا اور کہا : میں نے کیا چیز چھپا رکھی ہے اور میرا کیا نام ہے ؟ سواد نے کہا : میں آسمانوں اور زمینوں کی ، برجوں اور انواء کی تاریکی اور روشنی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تو نے ایک جوں کو بوسیدہ ہڈی میں رکھ بالوں کی چھوٹی کنگھی کے نیچے چھپا رکھا ہے اس نے کہا : تو نے کوئی بات غلط نہیں کہی اب بتا میں کون ہوں ؟ اس نے کہا : تو مُرّہ ہے جو (حملہ کرنے کے لیے) بہت جلد

---

۱ ۔ قطیع : کوڑا ، چمڑے کا کوڑا ۔ محمد بہجہ اثری نے قطیع کی یوں تشریح کی ہے القطیع : الطائفہ من الغنم والنعم مگر میرے نزدیک یہ معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے ۔

پلٹتا ہے ، اور جو دیر میں بھاگتا ہے اور مستحکم قوت کا مالک ہے ۔
ان سب نے کہا : اب بتا ہم نے تمھارے پاس آتے ہوئے راستے میں کیا
دیکھا ہے ؟ اس نے کہا : قسم ہے اس ناظر (خدا) کی جو ہمیں وہاں سے
[۳ : ۳۰۲] دیکھتا ہے جہاں سے ہم اسے نہیں دیکھ سکتے اور جو
مناجات سے پہلے ہی سن لیتا ہے اور جو ان باتوں کو بھی جانتا ہے
جن کی ہمیں سمجھ نہیں، ایک گھنے درخت کی ٹہنیوں میں سفید دم والا
عقاب تمھارے سامنے آیا تھا ۔ جو ایک عضو اٹھائے ہوئے تھا ۔ تمھیں شک
گزرا کہ یہ عضو ہاتھ ہے یا ٹانگ ۔ انھوں نے کہا : ایسا ہی ہے ، اس
کے بعد کیا ہؤا ؟ اس نے کہا : سورج طلوع ہونے سے پہلے تمھارے
سامنے ایک پانی پر جہاں اونٹوں نے پیشاب کر دیا تھا ۔ ایک لمبا بھیڑیا
آیا تھا ۔ انھوں نے کہا : پھر کیا ہؤا ؟ اس نے کہا : ایک بکرا
جس کے دونوں سینگ ایک دوسرے سے دور دور تھے ۔ پتھریلی
زمین کی طرف گیا اور ایک نیلے بچے نے اسے تیر مارا جو اسے کندھے
اور کہنی کے درمیان لگا انھوں نے کہا : تو سچ کہتا ہے ۔ اور تو ان
تمام لوگوں سے بہتر علم رکھتا ہے جنھیں زمین اٹھائے ہوئے ہے اس
کے بعد وہ اس کے پاس سے چلے آئے ، اسی عالم میں عارق نے یہ
اشعار کہے :

أَلاَ لِلّٰهِ عِلْمٌ لاَ يُجَارَى
إِلَى الغَايَاتِ فِي جَنْبَيْ سَوَادِ

سواد کے دونوں پہلوؤں کے درمیان جو علم ہے اس کے کیا کہنے
منتہائے مقصود کو پہنچنے کے معاملے میں اس کے علم کا کوئی
مقابلہ نہیں کر سکتا

أَتَيْنَاهُ نُسَائِلُهُ امْتِحَاناً
وَ نَحْسَبُ أَنْ سَيَعْمُدُ بِالعِنَادِ

ہم امتحان کے طور پر کچھ باتیں پوچھنے کے لیے اس کے پاس آئے
اور ہم یہ خیال کرتے تھے کہ وہ ہماری مخالفت کا ارادہ کرے گا

فَأَبْدَى عَنْ خَفِيٍّ مُخَبَّاتٍ
فَأَضْحَى سِرُّهَا لِلنَّاسِ بَادِيْ

اس نے چھپائی ہوئی چیزوں کے راز ظاہر کر دیے ، ان کا بھید لوگوں پر ظاہر ہو گیا

حُسَامٌ لَا يَلِيقُ وَلَا يُشْأَتَى
عَنِ الْقَصْدِ الْمُيَمَّمِ وَالسَّدَادِ

وہ ایک تلوار ہے جو کسی کو نہیں چھوڑتی اور نہ ہی اسے اس بات سے جس کا وہ ارادہ کر لے ہٹایا جا سکتا ہے اور نہ ہی حق بات سے

كَأَنَّ خَبِيئَنَا لَمَّا انْتَجَيْنَا
بِعَيْنَيْهِ يُصَرِّحُ أَوْ يُنَادِي

یوں معلوم ہوتا ہے کہ جب ہم نے آہستہ سے کان میں بات کہی اس وقت ہماری چھپائی ہوئی چیز اس کی آنکھوں کے سامنے تھی اور وضاحت سے بات کہہ رہی تھی یا پکار رہی تھی

فَأُقْسِمُ بِالْعَتَائِرِ حَيْثُ فَلْسٌ
وَمِنْ نُسُكِ الْأُقَيْصِرِ مِلْعِيَادِ

میں بتوں کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانوروں کی قسم کھاتا ہوں اس مقام پر جہاں فلس بت ہے اور ان جانوروں کی جنھیں مخلوق اُقیصر بت کے لیے ذبح کرتے ہیں

لَقَدْ حُزْتَ الْكَهَانَةَ عَنْ سَطِيحٍ
وَشِقٍّ وَالْمُرَفَّلِ مِنْ إِيَادِ

کہ تو نے یقیناً سطیح کی ساری کہانت حاصل کر لی ہے اور شق کی اور قبیلہ ایاد کے مرفّل کی

سواد بن قارب کے اسلام لانے کا سبب اور اس کی عجیب و غریب داستان

سواد بن قارب اپنے وقت کا سب سے بڑا عالم اور کہانت اور شاعری میں سے زیادہ مشہور تھا اور بزرگیوں کے تمام کاموں میں سے زیادہ قدرت رکھتا تھا ۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر [۳ : ۳۰۲] ہؤا اور اسلام لایا ۔ اس کا خادم جن تین راتیں اونگھنے کے حالت میں اس کے پاس آ کر ٹھوکر مارتا اور کہتا تھا : اے سواد بن قارب اٹھو اور عقل سے کام لو اگر تم میں عقل ہے ، قبیلہ لؤی بن غالب میں سے ایک نبی مبعوث ہؤا ہے ۔ ثقہ لوگوں کی ایک جماعت نے اس قصے کا تفصیلی ذکر کیا ہے ۔ ان میں سے امام ماوردی نے بھی اپنی کتاب اعلام النبوہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۔ ماوردی اپنی سند سے کہتے ہیں : ایک دن جب عمر بن الخطاب بیٹھے ہوئے تھے تو ایک آدمی آپ کے پاس سے گزرا ۔ [کسی نے آپ سے کہا : اے امیرالمؤمنین کیا آپ اس شخص کو جو گزر گیا ہے جانتے ہیں ؟] آپ نے فرمایا : یہ کون ہے ؟ انھوں نے کہا : یہ سواد بن قارب ہے جو اہل یمن میں سے ہے ۔ اس کا ایک خادم جن" ہؤا کرتا تھا ۔ عمر نے اسے بلا بھیجا ۔ (جب وہ آیا تو) کہا : کیا تو سواد بن قارب ہے ؟ اس نے جواب دیا : ہاں اے امیرالمومنین ! پھر کہا : کیا تو ہی وہ شخص ہے جس کے پاس خادم جن" نے آ کر نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ظاہر ہونے کی خبر دی تھی ؟ اس نے کہا : ہاں ، اے امیرالمؤمنین ! ایک رات میں خواب اور بیداری کی درمیانی حالت میں تھا کہ میرا خادم جین" میرے پاس آیا ، مجھے ٹھوکر ماری اور کہا : اے سواد بن قارب اٹھو اور میری بات سنو ، اگر تم میں عقل ہے تو عقل سے کام لو ۔ لؤی" بن غالب میں سے ایک رسول مبعوث ہؤا ہے جو لوگوں کو اللہ تعالی اور اس کی عبادت کی طرف بلاتا ہے اور اس نے یہ اشعار کہے :

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ تَطْلَابِهَا
وَ شَدِّهَا الْعِيْسَ بِأَقْتَابِهَا

مجھے جنّوں پر اور ان کی تلاش پر تعجب ہوتا ہے اور ان کے پالانوں کے ساتھ اونٹوں کو باندھنے پر

تَهْوِيْ إِلَى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدٰى
مَا صَادِقُ الْجِنِّ كَكَذَّابِهَا

یہ ہدایت کی تلاش میں تیزی سے مکے کو جا رہے ہیں سچے جنّ جھوٹے جنوں کی طرح نہیں ہو سکتے

فَارْحَلْ إِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ
لَيْسَ قُدَّامُهَا كَأَذْنَابِهَا

لٰہذا تم کوچ کر کے بنی ہاشم کے چیدہ لوگوں کی طرف چلو ۔ ان کے اگلے پر (یعنی سردار) ان کی دُموں (تابع لوگوں) کی طرح نہیں ہو سکتے

میں نے اس سے کہا : مجھے چھوڑ دو کیونکہ مجھے اونگھ آ رہی ہے ، غرضیکہ اس کے کہنے پر میں نے سر نہ اٹھایا ۔ جب دوسری رات آئی تو وہ پھر آیا مجھے اپنے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور کہا : اے سواد بن قارب ! اٹھو اور میری بات سنو اور اگر تم میں عقل ہے تو اس سے کام لو ، لؤیؓ بن غالب میں سے ایک رسول مبعوث ہؤا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہے ، پھر اس نے یہ کہنا شروع کیا :

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ تَخْبَارِهَا
وَ شَدِّهَا الْعِيْسَ بِأَكْوَارِهَا

مجھے جنوں پر اور ان کے بیان پر تعجب آتا ہے اور پالانوں کے ساتھ اونٹوں کو باندھنے پر

تَهْوِيْ اِلىٰ مَكَّةَ تَبْغِي الهُدٰى
مَا مُؤْمِنُو الجِنِّ كَكُفَّارِهَا

یہ مکے کی جانب ہدایت کی تلاش میں تیزی سے جا رہے ہیں مومن
جن کافر جنّوں کی طرح نہیں ہیں

فَارْحَلْ اِلىٰ الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ
بَيْنَ رَوَابِيْهَا وَ اَحْجَارِهَا

تو کوچ کر کے بنی ہاشم کے چیدہ لوگوں کی طرف چل جو ٹیلوں
اور پتھروں کے درمیان رہتے ہیں

میں نے کہا : مجھے چھوڑ دو کیونکہ مجھے اونگھ آ رہی ہے اور اس بات پر میں نے سر نہ اٹھایا ۔ جب تیسری رات ہوئی تو وہ پھر آیا اور مجھے اپنے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور کہا : اے سواد بن قارب اٹھو اور میری بات سنو اور اگر تم میں عقل ہے تو اس سے کام لو ، لؤی بن غالب میں سے ایک رسول مبعوث ہؤا ہے جو اللہ تعالی اور اس کی عبادت [۳ : ۳۰۴] کی طرف دعوت دیتا ہے ، پھر اس نے یوں کہنا شروع کیا :

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَ تَجْسَاسِهَا
وَ شَدِّهَا العِيْسَ بِاَحْلَاسِهَا

مجھے جنّوں پر اور ان کا خبروں کو معلوم کرنے پر تعجب ہوتا ہے
نیز اونٹوں کو مع ان کے ٹاٹوں کے باندھنے پر تعجب ہوتا ہے

تَهْوِيْ اِلىٰ مَكَّةَ تَبْغِي الهُدَى
مَا خَيِّرُو الجِنِّ كَاَنْجَاسِهَا

ہدایت کی تلاش میں یہ مکے کی طرف تیزی سے جا رہے ہیں نیک اور
پلید جن ایک جیسے نہیں ہو سکتے

فَارْحَلْ اِلىٰ الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ
وَ اسْمُ بِعَيْنَيْكَ اِلىٰ رَاسِهَا

لہٰذا تو کوچ کر کے بنی ہاشم کے چیدہ لوگوں کے پاس جا اور آنکھیں اٹھا کر ان کے سردار کو دیکھو

سواد کہتا ہے کہ صبح ہوئی تو اللہ تعالی نے میرے دل کو اسلام کے لیے صاف کر دیا تھا میں نے اپنی اونٹنی پر پالان ڈالا اور مدینے پہنچا۔ دیکھا تو وہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب موجود تھے ۔ میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ ! میرا بیان سنیے ۔ آپ نے فرمایا : کہو ، اس پر میں نے یوں کہنا شروع کیا :

أَتَانِي رَئِيِّي بَعْدَ هَدْءٍ وَرَقْدَةٍ
وَلَمْ أَكُ فِيمَا قَدْ بَلَوْتُ بِكَاذِبِ

میرا خادم جِنّ میرے پاس سکون چھا جانے اور سوتا پڑ جانے کے بعد آیا ، جس چیز کا میں نے تجربہ کیا ہے اس ضمن میں میں جھوٹ نہیں بولنے کا

ثَلَاثَ لَيَالٍ قَوْلُهُ كُلَّ لَيْلَةٍ
أَتَاكَ رَسُولٌ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ

وہ تین راتیں آتا رہا ہر رات یہی کہتا رہا کہ لؤیّ بن غالب میں سے ایک رسول تمھارے پاس آیا ہے

فَشَمَّرْتُ عَنْ ذَيْلِي الْإِزَارَ وَوَسَّطَتْ
بِيَ الذِّعْلِبُ الْوَجْنَاءُ بَيْنَ السَّبَاسِبِ

لہٰذا میں نے (اس بات کے لیے) دامن چن لیا اور ایک تیز رفتار مضبوط اونٹنی مجھے لے کر بیابانوں میں گھس گئی

فَأَشْهَدُ أَنَّ اللهَ لَا شَيْءَ غَيْرُهُ
وَأَنَّكَ مَأْمُونٌ عَلَى كُلِّ غَائِبِ

لہٰذا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہی خدا ہے کوئی اور چیز خدا نہیں اور یہ کہ آپ ہر غائب بات پر معتمد علیہ ہیں

وَ أَنَّکَ اَدْنَی الْمُرْسَلِیْنَ وَ سِیْلَۃً
إِلَی اللہِ یَا ابْنَ الاکْرَمِیْنَ الاَطَایِبِ

اور یہ کہ آپ تمام انبیا کے مقابلے میں اللہ تک پہنچنے کا قریب ترین وسیلہ ہیں اے ذی عزت اور پاک لوگوں کی اولاد

فَمُرْنَا بِمَا یَأْتِیْکَ یَاخَیْرَ مُرْسَلٍ
وَإِنْ کَانَ فِیْمَا جِئْتَ شَیْبُ الذَّوَائِبِ

اے بہترین مُرسل جو احکام (اللہ کی طرف سے) آپ کے پاس آتے ہیں ان (کے کرنے کا) ہمیں حکم دیجیے خواہ ان میں ہمارے بال بھی کیوں نہ سفید ہو جائیں

وَ کُنْ لِیْ شَفِیْعاً یَوْمَ لَاذُو شَفَاعَۃٍ
بِمُغْنٍ فَتِیْلاً عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبٍ ..

یا رسول اللہ ! آپ اس دن میرے شفیع ہونا جس دن کوئی اور سفارشی سواد بن قارب کو ذرہ بھر بھی فائدہ نہ پہنچا سکے گا

(الرَّئِی : خادم جِنّ : الھَدْء : سکون : الذِعْلِب : [ذال کے نیچے کسرہ عین ساکن اور لام کے نیچے کسرہ] : تیز رفتار اونٹنی : الوَجْنَاء: مضبوط : السَبَاسِبَ : سَبْسَب کی جمع ، بیابان میرے ان اشعار کو سن کر رسول اللہ تعالی علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ بہت خوش ہوئے یوں کہ خوشی کے آثار ان کے چہروں پر دکھائی دے رہے تھے - راوی کہتا ہے : حضرت عمر اچھل کر ان سے چمٹ گئے اور کہا : میں چاہتا تھا کہ یہ قصہ تم سے سنوں - کیا آج بھی تمھارا خادم جِن تمھارے پاس آتا ہے ؟ اس نے جواب دیا : جب سے قرآن پڑھنا شروع کیا ہے وہ نہیں آتا - ان جنّوں کے عوض میں اللہ کی کتاب بہت اچھا عوض ہے -

اس کے حالات کے متعلق مفصل بحث الاستیعاب اور اصابہ میں مرقوم ہے -

اور ان میں سے ایک

فاطمہ بنت مرالخثعمیہ

[۳ : ۳۰۵] ہے۔ یہ ایک کاہنہ تھی جو مکے میں رہا کرتی تھی۔ کہانت کے بارے میں اس کے حوالے سے عجیب عجیب باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ عربوں کے یہاں مشہور ضرب الامثال میں سے ایک مثل یہ ہے :

قَدْ کَانَ ذٰلِکَ مَرَّۃً فَالْیَوْمَ لَا

یہ بات کبھی تھی مگر آج نہیں ہے

میدانی کہتا ہے : یہ مثل سب سے پہلے فاطمہ بنت مرالخثعمیہ نے کہی۔ وہ کہتا ہے : اس نے کتابیں پڑھ رکھی تھیں۔ (ایک بار) عبدالمطلب آئے۔ ان کے ساتھ ان کا بیٹا عبداللہ بھی تھا۔ عبدالمطلب عبداللہ کی شادی آمنہ بنت وھب بن عبد مناف بن زھرہ بن کلاب کے ساتھ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ان کا گزر فاطمہ کے پاس سے ہؤا اور یہ مکے میں تھی۔ اس نے عبداللہ کے چہرے میں نور نبوت دیکھ لیا تو عبداللہ سے کہا : اے نوجوان تو کون ہے ؟ انھوں نے جواب دیا : میں عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہوں۔ اس نے کہا : کیا تو مجھ سے ہم آغوش ہوگا۔ میں تجھے ایک سو اونٹ دوں گی۔ عبداللہ نے جواب دیا :

أَمَّا الْحَرَامُ فَالْمَمَاتُ دُوْنَہٗ
وَالْحِلُّ لَا حِلَّ فَاَسْتَبِیْنَہٗ

مر جاؤں گا مگر حرام کام نہ کروں گا ، حلال تو اس وقت حلال نہیں کہ اس کی وضاحت چاہوں

فَکَیْفَ بِالْاَمْرِ الَّذِیْ تَنْوِیْنَہٗ

لہٰذا جس بات کا تو ارادہ کرتی ہے وہ کیسے ہو سکتی ہے

اور وہ اپنے باپ کے ساتھ چل دیے۔ انھوں نے اس کی شادی آمنہ سے کر دی۔ عبداللہ آمنہ کے پاس ایک دن اور رات رہے اور وہ نبی اکرم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ماں بننے لگیں ۔ اس کے بعد عبداللہ واپس چلے آئے ۔ ان کے دل نے انھیں اونٹوں کا لالچ دیا اور فاطمہ کے پاس آئے مگر انھوں نے دیکھا کہ اب اسے وہ خواہش نہیں ہے ۔ انھوں نے اس سے کہا کیا جو بات تو نے کبھی کہی تھی اس کی خواہش اب بھی ہے ۔ فاطمہ نے جواب دیا : یہ بات کبھی تھی مگر آج نہیں ہے اور اس نے یہ الفاظ ضرب المثل بنا دیے ۔ یہ مثل ندامت اور جرم کرنے کے بعد توبہ کرنے کے موقع پر بولی جاتی ہے ۔ اس کے بعد اس نے کہا : تو نے میرے پاس سے چلے جانے کے بعد کیا کچھ کیا ؟ عبداللہ نے کہا : میرے باپ نے میری شادی آمنہ بنت وھب سے کر دی ۔ لہٰذا میں اس کے پاس تھا ۔ اس پر فاطمہ نے کہا : میں نے تمھارے چہرے میں نور نبوت دیکھا تھا لہٰذا میں نے چاہا کہ یہ مجھ میں آ جائے مگر اللہ نے نہ مانا اور اسے وہاں رکھا جہاں اللہ نے پسند کیا اور کہا :

بَنِي هَاشِمٍ قَدْ غَادَرَتْ مِنْ أَخِيكُم
أَمِينَةُ إِذْ لِلْبَاهِ يَعْتَلِجَانِ

اے بنی ھاشم آمنہ نے تمھارے ایک فرد سے بچہ لے لیا درآنحالیکہ دونوں عالم شوق میں بے قراری کے ساتھ ہمکنار تھے

كَمَا غَادَرَ الْمِصْبَاحَ بَعْدَ خُبُوِّهِ
فَتَائِلُ قَدْ مِيثَتْ لَهُ بِدِهَانِ

جس طرح چراغ کے بجھ جانے کے بعد اسے بتیاں چھوڑ جاتی ہیں جنھیں تیل میں بھگویا گیا ہوتا ہے

وَمَا كُلُّ مَا نَالَ الْفَتَى مِنْ نَصِيبِهِ
بِحَزْمٍ وَلَا مَا فَاتَهُ بِتَوَانِ

انسان جو کچھ اپنے نصیبے میں سے حاصل کرتا ہے وہ اس کی دانشمندی کی وجہ سے نہیں ہوتا اور نہ ہی جو کچھ اس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے اس کی سستی کی وجہ سے نکلتا ہے

فَأَجْمِلْ إِذَا طَالَبْتَ أَمْراً فَإِنَّهُ
سَيَكْفِيكَهُ جَدَّانِ يَصْطَرِعَانِ

لہذا جب کوئی چیز مانگے تو احسن طریقے پر مانگ کیونکہ اس کام کو دو بخت تمھاری طرف سے کر دیں گے جو باہم کشتی لڑ رہے ہیں

نیز اس نے کہا :

إِنِّي رَأَيْتُ مُخِيلَةً نَشَأَتْ
فَتَلَأْلَأَتْ بِحَنَاتِمِ القَطْرِ

میں نے دیکھا کہ ایک بادل اٹھا اور بارش کے سیاہ بادلوں میں چمکا

لِلّٰهِ مَا زُهْرِيَّةٌ سَلَبَتْ
مِنْكَ الَّذِي اسْتَلَبَتْ وَمَا تَدْرِي

[۴ : ۳۰۶] اس چیز کے کیا کہنے جسے تم سے قبیلۂ زُھرہ کی (آمنہ نامی) عورت نے چھین لیا ہے اور اسے اس کا علم ہی نہیں ہے

امام ماوردی نے بھی اپنی کتاب اعلام النبوۃ میں یہ قصہ بیان کیا ہے اور اس میں کسی قدر اضافہ بھی کیا ہے ۔ اس کے ” بعد خبوۃ “ کہنے کا مفہوم ہے : بجھنے کے بعد ، المخیلة : وہ بادل جس سے بارش کی امید ہو ۔ صحاح کا مصنف کہتا ہے : وقد خَالَتِ السحاب و أَخْيَلَتْ و خَايَلَتْ جب اس سے بارش کی امید ہو اور جب تو اسے دیکھے کہ یہ بادل بارش برسانے والا ہے تو کہیں گے : قد أَخْلَتُ السَّحَابَ و أَخْيَلْتُهَا اور حناتم : سیاہ بادل : کیونکہ عربوں کے ہاں سیاہی سے سبزی مراد ہوتی ہے اور حنتم : سبز مٹکا ۔ اور زهرية : زھرہ کی طرف منسوب ہے جو قریش کا ایک قبیلہ ہے اور یہ کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر کی ایک عورت کا نام ہے جس کی طرف اس کی اولاد منسوب ہوئی ۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خالو قبیلہ ہے ۔

کاہن بہت سے ہیں ۔ ان کا بالاستیعاب ذکر کرنے اور ان حالات کہ

جو ان کے متعلق مروی ہیں مفصل بیان کرنے اور جو سجع اور رجز انھوں نے کہے ان سب کے لیے ایک بڑی کتاب کی ضرورت ہے ۔ اصفہانی کہانت پر بحث کرتے ہوئے کہتا ہے : یہ علم عربوں میں بہت تھا اور آخری شخص جو کاہن پائے گئے اور جن کے متعلق عجیب و غریب حالات بیان کیے گئے ۔ سطیح اور سواد بن قارب تھے ۔ وہ کہتا ہے : عربوں کے یہاں کہانت کا وجود نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزات کا ایک سبب بنا ۔ ان واقعات کے اعتبار سے جن کی خبر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دیا کرتے تھے ۔ اور جو واقعات یہ ترغیب دیتے ہیں کہ اُن کا اتباع کیا جائے ۔

عرّاف

ابن خلدون اپنے مقدمے میں کہتا ہے : رہے العرافون ۔ تو عربوں میں بہت سے عرّاف تھے ۔ جن کا ذکر شعرا نے اپنے اشعار میں کیا ہے ۔ ایک کہنے والا کہتا ہے :

فَقُلْتُ لِعَرَّافِ الْيَمَامَةِ دَاوِنِي
فَإِنَّكَ إِنْ دَاوَيْتَنِي لَطَبِيبُ

میں نے یمامہ کے عرّاف سے کہا : میرا علاج کرو کیونکہ اگر تو نے میرا علاج کر دیا تو تو طبیب سمجھا جائے گا

ایک اور کہتا ہے :

جَعَلْتُ لِعَرَّافِ الْيَمَامَةِ حُكْمَهُ
وَ عَرَّافِ نَجْدٍ إِنْ هُمَا شَفَيَانِي

میں نے عرّاف یمامہ اورعرّاف نجد سے کہا کہ حکم دو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اگر وہ دونوں مجھے شفا دے سکتے ہیں

فَقَالاَ : شَفَاكَ اللهُ ! و اللهِ مَالَنَا
بِمَا حُمِّلَتْ مِنْكَ الضُّلُوعُ يَدَانِ

ان دونوں نے کہا : خدا تمھیں شفا دے ۔ خدا کی قسم جو بیماری
تمھاری پسلیوں کے اندر ہے اس کا علاج کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے

[۳ : ۳۰۷] عرّاف الیمامہ کا نام رباح بن عجلہ ہے ۔ اور عرّاف نجد کا الابلق الاسدی ۔ بیان ختم ہوا ۔

بعض عرب کاہن کو عرّاف بھی کہتے ہیں ۔ بعض اس لفظ کو طبیب کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں ۔ الخطابی سنن ابی داؤد کی شرح میں کہتا ہے : کاہن وہ شخص ہے جو علم غیب کے مطالعے کا مدعی ہو اور لوگوں کو ہونے والے امور کی خبر دیتا ہو ۔ عربوں میں کاہن پائے جاتے تھے جن کا یہ دعویٰ ہوتا تھا کہ وہ بہت سی باتیں جانتے ہیں ۔ بعض ان میں سے یہ خیال کرتے تھے کہ ان کا ایک خادم اور تابع جن ہے جو انھیں خبریں بتاتا ہے ۔ اور بعض کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ معاملات کو اس فہم کے ذریعے جو انھیں دیا گیا ، پا جاتے ہیں ۔ خطابی کہتا ہے : ان میں سے بعض کو عرّاف کہا جاتا تھا اور عرّاف وہ شخص ہوتا جس کا یہ دعویٰ ہوتا کہ وہ بعض اسباب کے ذریعے باتوں کو جان لیتا ہے اور ان کے ذریعے ان کے محل وقوع کا پتا چلا لیتا ہے ۔ مثلاً کوئی چیز جو چرا لی گئی ہو ۔ چنانچہ عرّاف جس شخص پر چوری کا گمان ہوتا اس کو پہچان جاتا ۔ اور کسی عورت کو بدکاری سے متہم کیا جاتا تو عرّاف بدکار کو معلوم کر لیتا ، اسی قسم کے اور امور ۔ بعض عرب منجم کو بھی کاہن کہتے تھے اور حدیث میں ان تمام لوگوں کے پاس جانے کی ممانعت پائی جاتی ہے ، نیز ان کے قول کی طرف رجوع کرنے اور ان امور کی جن کا انھیں دعویٰ ہے تصدیق کرنے کی ممانعت پائی جاتی ہے اور بعض عرب ، طبیب کو بھی کاہن کہتے تھے اور بسا اوقات اسے عراف کہہ کر پکار لیتے تھے ۔ ابو ذؤیب کہتا ہے :

یَقُولُونَ لِی : لَوکَانَ بِالرَّمْلِ لَمْ یَمُتْ
نَشِیبَةُ و الکُهَّانُ یَکْذِبُ قِیلُهَا

وہ لوگ مجھ سے کہتے ہیں : اگر رمل میں ہوتا تو نشیبہ نہ مرتا

حق یہ ہے کہ کاہنوں کی بات جھوٹی ہوتی ہے

ایک اور شاعر کہتا ہے :

جَعَلْتُ لِعَرّافِ الیمامۃ البیت

یہ ان امور میں شامل نہیں جن سے منع کیا گیا ہے ۔ صرف نام کا مغالطہ ہے ۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طب کو (حق) ثابت کیا ہے اور علاج اور دوا کرنا جائز قرار دیا ہے ۔

اور ان کے علوم میں سے ایک

علم الزجر و العیافہ

بھی ہے ۔ حیوانات کی آوازوں ، ان کی حرکتوں اور دیگر احوال کی مدد سے حوادث پر استدلال کرنے اور غائب چیزوں کو معلوم کرنے کا نام علم الزجر و العیافہ ہے ۔ ابن خلدون کہتا ہے : کسی پرندے کے سامنے آنے یا کسی جانور کے سامنے آ جانے سے اور پھر ان کے غائب ہو جانے کے بعد ان میں غور کرنے سے جو غیب کی باتیں بعض لوگوں سے ظاہر ہوتی ہیں وہ زجر ہے ۔ یہ نفس کے اندر کی ایک طاقت ہوتی ہے ، جو ان مرئی یا مسموع چیزوں کے بارے میں جن کو وہ معلوم کرنا چاہتا ہے مشتاق ہونے اور فکر کرنے پر برانگیختہ کرتی ہے ۔ اس کی قوۃ متخیلہ زور دار ہوتی ہے ، اور ان چیزوں کی مدد سے جنھیں اس نے دیکھا یا سنا [۳ : ۳۰۸] ہو کریدنے پر اکساتی ہے جس سے یہ کسی قدر ادراک حاصل کر لیتا ہے جس طرح کہ نیند میں قوۃ متخیلہ کرتی ہے اور جب حواس ساکن ہو جاتے ہیں تو یہ بیداری کے عالم میں محسوس اور مرئی کے درمیان واسطہ بنتی ہے اور ان چیزوں کے ساتھ اسے اکٹھا کر لیتی ہے جنھیں اس نے سمجھا ہو ، اسی سے خواب آتے ہیں ۔ بیان ختم ہوا ۔

اس علم کو عرب سب سے بہتر جانتے تھے اور اسی پر ان کے افعال کا دار و مدار تھا ۔ اور یہی ان کی حرکات و سکنات کا قانون تھا ۔ اس

سلسلے میں ان سے وہ روایات بیان کی جاتی ہیں جو عقلمندوں کو حیران کر دیں ۔

ابن القیم کتاب مفتاح دارالسعادہ میں کہتا ہے : بنی تغلب کی جنگ کے بارے میں مروی ہے کہ تیم اللات نے اپنے بیٹوں کو اپنے مال کی تلاش میں بھیجا ۔ جب شام ہوئی تو اس نے ہوا کی سرسراہٹ سنی تو بیوی سے کہا : دیکھو بادل کہاں سے ابھرے ہیں اور یہ ہوا کہاں سے اٹھی ہے ؟ بیوی نے واقعہ بتایا ۔ اس نے کہا : اللہ کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ ہوا پتھروں کو لڑھکا رہی ہے ، نشان کو مٹا رہی ہے ۔ جب اس کے بیٹے اس کے پاس آئے تو اس نے ان سے کہا : تمھیں کیا کچھ ملا ؟ انھوں نے کہا : ہم تمھارے پاس سے روانہ ہوئے ۔ جب شعثمین کے ریت کے ٹیلے پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سرخی مائل سفید ہرن ریت کے ٹیلے پر بیٹھے ہوئے ہیں ۔ پھر کہا : تمھاری ہوا کونسی تھی ؟ ناطح تھی یا دابر ، یا بارح یا سانح ؟ انھوں نے کہا : ناطح ۔ (سامنے سے آنے والی) تھی ۔ اس کے بعد اس نے اپنے دل سے بات کرتے ہوئے کہا : اے تیم اللات ! شعثمین کا ریت کا ٹیلا ۔ (شعثم بہت بوڑھے آدمی کو کہتے ہیں) اور تو بنی بکر کا شعثم ہے اور وہ پھر ریت میں بیٹھنے والیاں اور پھر ہوا سامنے سے آئی اور بائیں ہاتھ کو نکل گئی ۔ اس نے کہا : پھر کیا ہؤا ؟ انھوں نے کہا : اس کے بعد ہم نے ایک بھیڑیا دیکھا جس نے اپنے منہ سے زبان نکال رکھی تھی وہ اکڑ رہا تھا اور اس کے بال کھڑے تھے ۔ اس پر اس نے کہا : اکڑنے والا ، بھڑکنے والا ، ملامت کرنے والی زبان والا اپنی پشت کا محافظ اس کا ارادہ خون بہانے کا ہے اور وہ کوڑیالے سانپوں کا کوڑیالہ سانپ ہے اس کی مراد مہلہل سے تھی ۔ کہا : پھر کیا ہؤا ؟ انھوں نے جواب دیا : پھر ہم نے ہوا اور بادل دیکھا ۔ اس نے کہا : کیا بارش بھی ہوئی ؟ انھوں نے کہا : ہاں ہوئی ۔ اس نے کہا : کیا بجلی کے ساتھ ؟ انھوں نے کہا : ایسا ہی ہؤا ۔ پھر کہا : کیا پانی بہا تھا ؟ انھوں نے کہا : ہاں ۔ اس پر اس نے کہا : یہ بہنے والا خون اور تیز تلواریں ہیں ۔ اس نے کہا : پھر کیا ہؤا ؟ انھوں نے کہا : اس

کے بعد ہم صنعاء کے قلعے پر چڑھ گئے پھر فاران کے ٹیلے سے نیچے اترے ۔
اس نے کہا : کیا تم برابر تھے یا کم و بیش ؟ انھوں نے کہا : برابر ہی
تھے ۔ اس نے پوچھا : تمھارا آسمان کیسا تھا ؟ انھوں نے جواب دیا :
ابر آلود ۔ کہا تمھاری ہوا کونسی تھی ؟ انھوں نے جواب دیا : سامنے
آنے والی ۔ کہا : جس فوج سے تمھاری مڈ بھیڑ ہوئی اس کا کیا ہؤا ؟
انھوں نے کہا : ہم نے بھاگ کر اپنی جان بچا لی اور وہ ہمارے پیچھے
دوڑے ۔ کہا : پھر کیا ہؤا ؟ انھوں نے کہا : ہم نے دیکھا کہ ایک
عقاب ایک دوسرے عقاب پر جھپٹا پھر دونوں گتھم گتھا ہوئے اور زمین
پر آ گرے ۔ اس نے کہا : یہ ایک فوج ہے جس نے دوسری فوج کا قصد
کیا وہ ضرور ان سے ملیں گے ۔ کہا : پھر کیا ؟ انھوں نے جواب دیا :
ہم نے ایک درندے کو دوسرے درندے پر سوار دیکھا اور وہ اسے
دانتوں سے کاٹ رہا تھا اور اس میں جان باقی تھی مرا نہ تھا ۔ اس پر اس
نے کہا : مجھے چھوڑ دو ۔ یاد رکھو خدا کی قسم یہ بنی وائل کا ایک
قبیلہ ہے جو طاقت اور محافظت کے بعد پچھاڑا جائے گا ، کھایا جائے گا
قتل کیا جائے گا ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہی تیم اللات ایک دن خارش
[۳ : ۳۰۹] زدہ اونٹ کے پاس سے گزرا ، اونٹ پر تین کوے بیٹھے تھے ۔
اس نے اپنے بیٹوں سے کہا : عنقریب تم ایک مقتول کے پاس جا کر کھڑے
ہو گے ۔ پھر ایسا ہی ہؤا اور تھوڑے عرصے کے بعد وہ مارا گیا ۔ علقمہ
کے وہ الفاظ جو اس نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ چلتے ہوئے کہے تھے اسی
طرح کے ہیں ۔ وہ رات کے وقت ایک بوڑھے شخص کے پاس سے گزرے
تھے تو انھوں نے کہا : تمھاری ملاقات ایک شیخ فانی سے ہوئی ہے ۔ جو
زمانے پر غالب آنا چاہتا ہے اور زمانہ اس پر ۔ یہ تمھیں یہ بتا رہا ہے کہ
تمھاری ملاقات عنقریب ایک ایسی قوم سے ہوگی جو ضعیف و کمزور
ہوگی ۔ اس کے بعد اس کی ملاقات ایک درندے سے ہوئی یہ بھت
بے دھڑک تھا ۔ اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا تھا ۔ اس کے بعد اس نے
ایک کوا دیکھا جو اپنا سینہ جھاڑ رہا تھا ۔ اس پر اس نے کہا : تمھیں
خوشخبری ہو ۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ یہ تمھیں بتا رہا ہے کہ تم

اپنے گھر میں مطمئن ہو کر بیٹھ گئے ہو ؟ اور ایسا ہی ہؤا ۔

اور مدائنی نے ذکر کیا ہے وہ کہتا ہے : قبیلہ لِہْب کا ایک فرد گھر سے اپنے کسی کام کے لیے نکلا ، یہ قبیلہ لِہْب [۱] فال نکالنے میں ماہر تھا ۔ اس شخص کے پاس دودھ کا ایک مشکیزہ بھی تھا ۔ وہ شخص دن کے ابتدائی حصے میں چلتا رہا پھر اسے پیاس لگی تو اس نے دودھ پینے کے لیے اپنے اونٹ کو بٹھایا ، دیکھا تو ایک کوا کائیں کائیں کر رہا ہے۔ اس پر اس نے اپنے اونٹ کو اٹھایا اور روانہ ہو گیا ۔ پھر جب پیاس نے اسے نڈھال کر دیا تو اس نے اونٹ کو بٹھایا تا کہ دودھ پی لے ۔ کوے نے پھر کائیں کائیں کی اس نے پھر اپنی سواری کو اٹھایا ۔ پھر تیسری بار کوا بولا اور مٹی میں الٹا پلٹا ہونے لگا ۔ اس پر اس نے مشکیزے پر اپنی تلوار ماری دیکھا تو اس کے اندر ایک بڑا سیاہ ناگ تھا ۔ ازاں بعد وہ روانہ ہو گیا ۔ دیکھا کہ ایک بیری کے درخت پر کوا ہے ۔ اس نے کوے کو آواز ماری کوا اڑ کر سلمہ (ایک خار دار درخت) پر جا بیٹھا ۔ اس نے پھر آواز ماری اور وہ پتھر پر جا بیٹھا ۔ یہ پتھر کے پاس گیا ، دیکھا تو درخت کے نیچے خزانہ تھا ۔ جب یہ شخص اپنے باپ کے پاس لوٹ کر آیا تو اس نے پوچھا : تو نے کیا کچھ کیا ؟ اس نے کہا : میں دن کے ابتدائی حصے میں چلتا رہا اس کے بعد میں نے (دودھ) پینے کے لیے اونٹ کو بٹھایا ، دیکھا تو ایک کوا کائیں کائیں کر رہا تھا ۔ باپ نے کہا : اونٹ کو اٹھا دے ورنہ تو میرا بیٹا نہیں ہے ۔ بیٹے نے کہا : میں نے اسے اٹھایا پھر پینے کے لیے بٹھایا ۔ کوا پھر بولا اور مٹی میں پلٹنے لگا ۔ باپ نے کہا : مشکیزے پر تلوار مار ورنہ تو میرا بیٹا نہیں ہے ۔ بیٹے نے کہا : میں نے ایسا ہی کیا ، دیکھا تو ایک بڑا کالا ناگ تھا ۔ باپ نے کہا : پھر کیا ہؤا ؟ بیٹے نے کہا : اس کے بعد میں نے ایک بیری کے درخت پر ایک کوا بیٹھا دیکھا ۔ باپ نے کہا : اسے اڑا دے ورنہ تو میرا بیٹا نہیں ہے ۔

---

۱ - ابن دُرَید (الاشتقاق : ۴۹۱) کہتا ہے : ومنهم بنو لِهْبٍ وهم اعيف العرب و از جرهم للطير ۔

اس نے کہا : میں نے اسے اڑا دیا اور وہ سلمہ کے درخت پر جا بیٹا ۔ باپ نے کہا : اسے اڑا دے ورنہ تو میرا بیٹا نہیں ہے ۔ بیٹے نے کہا : میں نے اسے اڑا دیا تو وہ ایک پتھر پر جا بیٹھا ۔ باپ نے کہا : مجھے بتا کہ تجھے کیا ملا ، بیٹے نے بتا دیا ۔

مدائنی نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ایک بدوی کے کچھ اونٹ اور ایک خادم گم ہو گیا اور وہ ان دونوں کی تلاش میں نکل کھڑا ہؤا ۔ حتیٰ کہ جب سورج تیز ہو گیا اور دن گرم ہو گیا تو اس کا گزر ایک آدمی کے پاس سے ہؤا جو اونٹنی دوہ رہا تھا ۔ وہ کہتا ہے : میرا خیال ہے کہ وہ بنی اسد میں سے تھا ۔ اس نے اس سے اپنی گم شدہ چیز کے متعلق پوچھا ۔ اس نے کہا : نزدیک آ جاؤ اور دودھ پیو اور میں تمھیں تمھاری گمشدہ چیز کا بھی پتا دے دوں گا ۔ وہ کہتا ہے : اس نے (دودھ) پی لیا ۔ اس کے بعد اس نے کہا : جب تو گھر سے نکلا تھا تو کیا کچھ سنا تھا ؟ اس نے کہا : بچوں کا رونا اور کتوں کا بھونکنا ، مرغوں کا [۳ : ۳۱۰] آواز نکالنا اور بکریوں کا ممیانہ ۔ اس نے کہا : (یہ باتیں) تجھے گھر سے روانہ ہونے سے منع کر رہی ہیں ۔ پھر کیا ہؤا ؟ کہا : پھر دن چڑھا تو ایک بھیڑیا سامنے آیا ۔ اس نے کہا : کمانے والا اور فتحیاب ہے ۔ پھر کیا ہؤا ؟ کہا : اس کے بعد ایک مادہ شتر مرغ سامنے آئی ۔ اس نے کہا : پروں والی ہے اور اس کا نام اچھا ہے ۔ کیا تو گھر میں کوئی مریض چھوڑ آیا ہے جس کی عیادت کی جا رہی ہو ؟ کہا : ہاں ! اس نے کہا : گھر واپس جاؤ تمھارے اونٹ اور خادم ان کے پاس موجود ہیں ۔ اس پر یہ واپس چلا آیا اور ان دونوں کو وہاں پایا ۔

ابو خالد القیمی نے ذکر کیا ہے ۔ وہ کہتا ہے : میں ضمانت پر اونٹ لے کر بصرے کے باہر انھیں چرایا کرتا تھا ۔ کوئی انھیں ہانک کر لے گیا میں ان کے نشان قدم پر پیچھے پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ قادسیہ پہنچ گیا ۔ پھر نشانات غلط سلط ہو گئے تو میں نے کہا : اگر کوفہ چلا جاؤں اور وہاں ان کو ڈھونڈوں (تو شاید مل جائیں) ۔ چنانچہ میں کناسہ پہنچ گیا ۔ دیکھا تو لوگ عراف یمامہ کے پاس اکٹھے ہو رہے ہیں ۔ لہٰذا میں

بھی ٹھہر گیا ۔ اس کے بعد میں نے اسے کہا : میری حاجت بیان کرو ۔ تو اس نے کہا :

بِعَيْدَۃٌ اَشْطَانُ الْهَوٰی جَمْعُ مِثْلِهَا
عَلَى الْعَاجِزِ الْبَاغِي الْغِنٰی ذُوتَكَاثُفٍ

ان کی خواہش کی رسیاں بہت دور جا چکی ہیں اس قدر اونٹوں کا
ایک کمزور آدمی کے پاس ہونا جو مالدار بننا چاہتا ہو بڑی چیز ہے

تجھے واپس جانا چاہیے ۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ اونٹ شام میں اپنے ایک چچازاد بھائی کے پاس مل گئے پھر میں نے ان اونٹوں کے متعلق ان کے مالکوں سے مصالحت کر لی ۔

اور مدائنی کہتا ہے : سواد عراق میں ایک زاجر تھا جسے سھر کہا جاتا تھا ۔ ایک گورنر کو اس کی خبر دی گئی تو وہ اس کے زجر کی تکذیب کرنے لگا ۔ اس کے بعد اس گورنر نے زاجر کو بلا بھیجا جب وہ آ گیا تو اس نے کہا : میں نے فلاں جگہ اپنی بھیڑ بکریاں بھیجی ہیں ذرا دیکھو ! آیا وہ وہاں پہنچی ہیں یا نہیں ؟ اور گورنر کو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ ان بکریوں اور گھاس کے درمیان ایک مرحلے کا فاصلہ ہے ۔ زاجر نے اپنے لڑکے سے کہا : باہر جاؤ اور دیکھو تجھے کیا چیز سنائی دیتی ہے ۔ مدائنی کہتا ہے : اور گورنر اپنے نوکر سے کہہ رہا تھا کہ وہ گھر کی ایک جانب چھپا رہے اور گیدڑ کی طرح چلائے ۔ زاجر کا نوکر آواز سننے کے لیے باہر گیا تو گورنر کا نوکر چیخا ۔ لہٰذا وہ زاجر کے پاس واپس چلا آیا اور جو کچھ اس نے سنا تھا اسے بتا دیا ۔ زاجر نے گورنر سے کہا : یہ مال تمھارے ہاتھوں سے چلا گیا ۔ ان پر ڈاکہ ڈالا گیا ہے اور ڈاکو انھیں ہانک کر لے گئے ہیں ۔ راوی کہتا ہے : اس پر گورنر ہنسا اور کہا : میرے پاس تو یہ خبر آئی ہے کہ یہ اپنے مقام پر پہنچ گئی ہیں اور چیخنے والا تو دراصل میرا نوکر ہے ۔ زاجر نے کہا : اگر چیخنے والا گیدڑ تھا تب تو بھیڑ بکریاں جاتی رہی ہیں اور اگر چیخنے والا تمھارا نوکر تھا تو پھر چرواہا بھی جاتا رہا ہے ۔ وہ کہتا ہے : اس کے بعد اسے

خبر ملی کہ بھیڑ بکریاں جاتی رہی ہیں اور چرواہا قتل کر دیا گیا ہے ۔

العکلی نے ذکر کیا ہے کہ وہ نو آدمیوں کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ ہؤا ۔ وہ خود دسواں تھا تاکہ صحیح راستہ پا لیں ۔ اس نے بکائن کے درخت پر کوا دیکھا تو کہا : لوگو ! اس سفر میں تمہیں قتل کر دیا جائے گا ۔ لہذا باز آؤ ، لوٹ جاؤ ، انھوں نے اس کی بات نہ مانی یہ اپنی کمان لے کر واپس چلا آیا ، وہ نو کے نو قتل کر دیے گئے ۔ چنانچہ اس نے یہ اشعار کہے :

رَأَيْتُ غُرَاباً وَاقِعاً فَوْقَ بَانَةٍ
يُنَتِّفُ أَعْلَى رِيشِهِ وَيُطَايِرُهْ

[۳ : ۲۱۱] میں نے بکائن کے درخت پر ایک کوے کو اترتے ہوئے دیکھا وہ اپنے اوپر کے حصے کے پروں کو زور سے حرکت دے رہا تھا اور اڑنے کا طور اختیار کر رہا تھا

فَقُلْتُ : غُرَابٌ فَاغْتِرَابٌ مِنَ النَّوَى
وَبَانٌ فَبَيْنٌ مِنْ حَبِيبٍ يُجَاوِرُهْ

میں نے کہا : غراب سے مراد دور دراز کے سفر کی غربت ہے اور بان سے مراد پاس کے دوست کی جدائی ہے

فَمَا أَعْيَفَ الْعُكْلِيَّ لاَ دَرَّ دَرُّهُ
وَأَزْجَرَهُ لِلطَّيْرِ لاَ عَزَّ نَاصِرُهْ

خدا اس عکلی کا بھلا نہ کرے یہ کس قدر (صحیح) فال نکالنے والا ہے اور پرندوں کو اڑا کر کس قدر صحیح قیافہ لگاتا ہے خدا کرے اس کا مددگار قوی نہ ہو

کُثَیِّر عزّہ کے متعلق ذکر کیا گیا ہے کہ وہ مصر جانے کے ارادے سے روانہ ہؤا ۔ اس لیے کہ عزّہ مصر میں تھی ۔ اسے نہد کا ایک بدوی ملا تو اس نے کہا : کہاں کا ارادہ ہے ؟ اس نے کہا : مصر میں عزّہ کے پاس جا رہا ہوں ۔ اس نے کہا : تو نے اپنے سامنے کیا دیکھا

تھا ؟ اس نے کہا : میں نے ایک کوے کو بکائن کے درخت پر اترے دیکھا اور وہ اپنے پر نوچ رہا تھا ۔ اس پر اس نے کہا : عزّہ مر چکی ہے ۔ یہ اس سے رخصت لے کر روانہ ہو پڑا اور مصر جا پہنچا ، اس وقت لوگ عزّہ کے جنازے سے واپس آ رہے تھے ۔ اس پر کُثیّر نے یہ اشعار کہے :

فَأَمَّــا غُرَابٌ فَاغْتِرَابٌ وَ غُرْبَةٌ
وَبَانٌ فَبَيْنٌ مِنْ حَبِيْبٍ تُعَاشِرُهُ

غراب سے مراد وطن سے جدائی اور مسافرت ہے اور بان سے مراد اس محبوب کی جدائی ہے جس سے تمھارا میل جول ہے

کُثیّر کے متعلق یہ بھی مروی ہے کہ عزّہ کے بعد وہ اپنی قوم کی ایک عورت پر عاشق ہو گیا جسے اُم الحُوَیرث کہا جاتا تھا ۔ یہ عورت نہایت خوبصورت اور بڑی مالدار تھی ۔ اس عورت نے کثیر سے کہا : جا اور جا کر مال حاصل کر جب میں تم سے شادی کروں گی ۔ کُثیر یمن کی طرف چلا گیا وہاں کا حاکم بنی مخزوم کا ایک شخص تھا یہ ابھی راستے ہی میں تھا کہ اس کے سامنے سے ہرنوں کی ایک ڈار گزری ۔ یہ چلتا گیا ۔ اس کے بعد کائیں کائیں کرتا ہؤا ایک کوا سامنے آیا ۔ یہ کوا مٹی کرید کر اپنے سر پر ڈالتا تھا ۔ پھر کُثیر اَزْد پھر بنی لِهْب کے ایک قبیلے کے پاس آیا اور لِهْب عرب بھر میں فن زجر میں ماہر ترین ہیں ۔ ان کے یہاں ایک بوڑھا آدمی تھا جس کے دونوں ابرو اس کی آنکھوں پر گر چکے تھے ۔ اس نے تمام واقعہ اس کے سامنے بیان کیا ۔ اس نے کہا : اگر تو سچ کہتا ہے تو یہ عورت مر چکی ہے یا اس نے بنی کعب کے کسی شخص سے شادی کر لی ہے ۔ اس سے کُثیّر مغموم ہؤا اور اسے استسقا کی بیماری لاحق ہو گئی اور یہی اس کی موت کا باعث بن گئی ۔ پھر اس نے اس واقعے کے متعلق یہ اشعار کہے :

تَيَمَّمْتُ لِهْبًا أَبْتَغِي العِلْمَ عِنْدَهُمْ
وَقَدْ رُدَّ عِلْمُ العَائِفِيْنَ إِلَى لِهْبٍ

میں نے معلومات حاصل کرنے کے لیے بنی لہب کا قصد کیا تمام
فال نکالنے والوں کا علم بنی لہب کو دے دیا گیا ہے

فَتَيَمَّمْتُ شَيْخاً مِنْهُمْ ذُوْ أَمَانَةٍ
بَصِيْراً بِزَجْرِ الطَّيْرِ مُنْحَنِيَ الصُّلْبِ

پھر میں ان کے ایک امانت دار بوڑھے کے پاس گیا جو پرندوں سے
فال نکالنے میں ماہر تھا اور اس کی پشت ٹیڑھی ہو چکی تھی

فَقُلْتُ لَهُ : مَاذَا تَرَى فِيْ سَوَانِحٍ
وَ صَوْتِ غُرَابٍ يَفْحَصُ الأَرْضَ بِالتُّرْبِ

میں نے اس سے کہا : تمھارا سامنے آنے والے جانوروں کے متعلق کیا
خیال ہے اور کوے کی آواز کے متعلق جو زمین سے مٹی کرید رہا تھا

فَقَالَ : جَرَى الطَّيْرُ السَّنِيْحُ بِبَيْنِهَا
وَنَادَى غُرَابٌ بِالفِرَاقِ وَبِالسَّلْبِ

اس نے کہا : سامنے آنے والا پرندہ اس کی جدائی کا حکم لے کر چلا
ہے اور کوے نے فراق اور لٹ جانے کی آواز دی ہے

فَإِنْ لَمْ تَكُنْ مَاتَتْ فَقَدْ حَالَ دُوْنَهَا
سِوَاكَ حَلِيْلٌ بَاطِنٌ مِنْ بَنِيْ كَعْبِ

اگر یہ مری نہیں تو بنی کعب میں سے تمھارے سوا کوئی اور پیارا
خاوند تمھاری راہ میں حائل ہو گیا ہے

بنی اسد کا ایک شخص کہتا ہے : میں نے اپنی چچا زاد بہن سے شادی کی ۔ اس کے بعد میں اس کے پاس جانے کے ارادے سے گھر سے نکلا تو مجھے کتے کی سی ایک چیز ملی جس کی زبان منہ کی ایک جانب [۳ : ۳۱۲] باہر لٹک رہی تھی ۔ میں نے کہا : رب کعبہ کی قسم ! تو نے مجھے ڈرا دیا ہے اس کے بعد میں ان لوگوں کے پاس آیا مگر بیوی تک نہ پہنچ سکا ۔ اس کے گھر والوں نے مجھ سے جھگڑا کیا ۔ میں ان

کے پاس سے چلا آیا اور تین دن انتظار کیا ۔ پھر خیال آیا اور میں (دوبارہ) ان کی طرف چل پڑا ۔ راستے میں مجھے ایک کتیا ملی جس کے پستانوں سے دودھ ٹپک رہا تھا ۔ اس پر میں نے کہا : رب کعبہ کی قسم ! میں نے اپنا مقصد پا لیا ۔ میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہو گئی جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا ۔ پھر اور حمل ، پھر اور ۔ یہاں تک کہ اس نے بہت سے بچے جنے ۔

اس سلسلے میں جو حکایات ثقہ لوگوں نے روایت کی ہیں (وہ اس قدر ہیں) کہ اس قسم کی مختصر کتابیں (ان کے بیان کی) متحمل نہیں ہو سکتیں ۔

عربوں کے یہاں پرندوں سے فال لینے کی کیفیت

ابن قیّم اپنی کتاب مفتاح دار السعادہ میں سانح ، بارح ، اور ناطح پرندوں کو ماننے والوں سے بحث کرتے ہوئے کہتا ہے : اس کی حقیقت یہ ہے کہ عرب پرندوں اور وحشی جانوروں کو فال لینے کی غرض سے آواز دیتے اور ان کو اڑاتے تھے چنانچہ جو دائیں جانب کو ہو لیتا وہ اس کا نام سانح رکھتے ۔ جو بائیں جانب کو جاتا اسے بارح کہتے ، جو سامنے سے آتا وہ ناطح کہلاتا اور جو پیچھے سے آتا وہ قعید کہلاتا ۔ بعض بارح کو منحوس خیال کرتے ہیں اس لیے کہ جب تک اس کی طرف مڑا نہ جائے اسے تیر مارنا ممکن نہیں ہے ۔ سانح کو برکت والا سمجھتے ، مگر بعض عرب اس کے برعکس خیال کرتے ہیں ۔

مدائنی کہتا ہے : میں نے رؤبہ بن العجّاج سے سوال کیا : سانح کیا ہے ؟ اس نے کہا : جو اپنی دائیں جانب کو تمھاری طرف کر لے ۔ وہ کہتا ہے : میں نے کہا : پھر بارح کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا : جو اپنی بائیں جانب کو تمھاری طرف کر لے ۔ وہ کہتا ہے : جو تمھارے سامنے سے آئے وہ ناطح اور نطیح ہے ، اور جو تمھاری پشت کی طرف سے آئے وہ قاعد اور قعید ہے ، المفضل الضبی سے منقول ہے کہ بارح وہ ہے جو تمھاری دائیں جانب سے تمھارے پاس آئے اور تمھاری

بائیں جانب کو جانا چاہتا ہو اور سانح جو بائیں جانب سے آئے اور دائیں جانب سے گزر جائے۔ عربوں کا اختلاف صرف ان کے مراتب اور طریقوں میں ہے اس لیے کہ یہ سب محض تخیلات ، اٹکل اور تخمینے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ۔ جو شخص کسی چیز سے برکت حاصل کرے گا وہ اس کی تعریف کرے گا اور جو کسی چیز کو منحوس سمجھے گا وہ اس کی مذمت کرے گا ۔ پرندوں سے بد فالی لینے کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اہل یمن سانح کو بابرکت اور بارح کو منحوس سمجھتے ہیں ۔ مگر اہل عالیہ اس کے برعکس ہیں — ابن الاثیر کی کتاب النہایہ میں ہے : پرندوں کو اڑانا یہ ہے کہ ان سے برکت یا نحوست کا شگون لیا جائے ۔ اور ان کے اڑنے سے فال لی جائے مثلاً سانح اور بارح [۲ : ۳۱۳] یہ بھی کہانت اور عیافت کی ایک قسم ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ زجر کہانت کی قسم نہیں ہے بلکہ کہانت کی طرح کی ایک چیز ہے اور اس کی ظاہری عبارت سے یہ وہم گزرتا ہے کہ یہ اور عیافت دونوں مترادف الفاظ ہیں ۔ اس کی یہ بات بھی تسلیم نہیں کی جاتی ۔ ہر پرندے سے فال لی جاتی ہے سوا گدھ کے ۔ کمیت ایک شخص کی ہجو میں کہتا ہے :

أَنْشَأْتَ تَنْطِقُ فِي الأُمُوْ
رِ كَوَاغِدِ الرَّخَمِ الدَّوَائِرْ

تو نے معاملات میں چکر لگانے والے گدھوں کے خادم کی طرح گفتگو کرنی شروع کر دی ہے

إِذْ قِيلَ يَا رَخَمُ انْطِقِي
فِي الطَّيْرِ إِنَّكِ شَرُّ طَائِرْ

جب کہا گیا : اے گدھ پرندوں کے بارے میں بولو تو ایک برا پرندہ ہے

فَأَتَتْ بِمَا هِيَ أَهْلُهُ
وَالعِيُّ مِن شَلَلِ المُجَاوِرْ

اس نے وہی کام کیا جس کا وہ اہل تھا اور غیر قادر الکلام ہونے
کا سبب پڑوسی کے کا شلؔ ہونا ہوتا ہے

ایک مثال ہے إِنْطِقِيْ يَا رَخَمُ إِنَّكِ مِنْ طَيْرِ اللهِ (اے گدھ بول کیونکہ تو اللہ کے پرندوں میں سے ہے)

کہا جاتا ہے کہ اس کی اصل یہ ہے کہ کسی پرندے نے آواز پیدا کی تو گدھ نے بھی آواز نکالی۔ استہزاءً اس سے کہا گیا: تو اللہ کے پرندوں میں سے ہے لٰہذا تو بھی بول۔ یہ مثال اس شخص کے لیے بولی جاتی ہے جس کی طرف نہ کوئی متوجہ ہو اور نہ کوئی اس کی بات سننا چاہتا ہو۔ رخمہ خلقت میں گدھ سے ملتا جلتا ایک پرندہ ہے جس کے جسم پر نقطے ہوتے ہیں۔ اسے اَنُوق بھی کہا جاتا ہے جمع اس کی رَخَمٌ آتی ہے اور یہ کلمہ جنس کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

عربوں میں سے جو لوگ زجر اور عیافت میں مشہور تھے

عربوں کی ایک جماعت اس فن میں مشہور تھی ، مثلاً عرّاف الیمامہ ابلق الاسدی ، الاجلح ، اور عروہ بن یزید وغیرہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ اسی فن کے ذریعے وہ فیصلہ کیا کرتے تھے ، اسی کے ذریعے کام کرتے ، ان تمام امور میں جن میں وہ رد و بدل کرتے تھے اسی فن کے ذریعے کرتے تھے ، پیش قدمی کرتے خواہ پیچھے ہٹتے۔ امن ، خوف ، فراخی ، تنگی ، جنگ اور صلح کی حالت میں بھی اسی کے ذریعے تصرف کرتے۔ اگر ان کی فال سے کامیابی ہوتی تو ان کی تعریف کرتے اور اس اس پر ہمیشہ کاربند رہتے اور اگر اس میں ہلاک ہو جاتے تو اسے چھوڑ دیتے اور اس کی مذمت کرتے۔ جو شخص عربوں کے یہاں عمدہ فال نکالنے اور اس کے طریقوں میں مشہور ہو جاتا یہاں تک کہ لوگ اپنے حادثات کے متعلق ان سے سوال کرنے کے لیے آتے اور ان کاموں کے متعلق دریافت کرنے کو آتے جن کی انہیں امید ہوتی ، اسے عائف اور عرّاف کہا

جاتا ۔ اسی طرح ایسے زاجر بھی کہا جاتا تھا ۔ میں اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی قوت کی مدد سے بعض ان لوگوں کے کچھ حالات ،مختصر طور پر بیان کروں گا جن تک میری رسائی ہو سکتی ہے ۔

ان میں سے ایک

حسل بن عامر بن عمیرة الہمدانی

ہے ۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ عامر نے اپنے دو بیٹوں حسل اور غاجنہ کو تجارت کے لیے بھیجا ۔ حسل سے بنی اسد کے کچھ لوگوں کی ملاقات ہوئی جنھوں نے اس کا مال لے لیا اور اسے قید کر دیا ۔ غاجنہ کچھ دن سفر میں رہا پھر اسے [۳ : ۳۱۳] تجارت کے مقام پر پہنچنے سے پیشتر راستے ہی میں کچھ مال مل گیا ، یہ اسے لے کر واپس چلا آیا اور اس کے متعلق یہ اشعار کہے :

كَفَانِى اللهُ بَعْدَ السَّيْرِ اِمْرَتِى
رَأَيْتُ الخَيْرَ فِى السَّفَرِ القَرِيْبِ

سفر میں روانگی کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے سفر کی مصیبت سے بچا دیا کیونکہ میں نے قریب ہی کے سفر میں مال دیکھ لیا

رَأَيْتُ البُعْدَ فِيهِ شَقْوَى وَنَأْى
وَوَحْشَةُ كُلِّ مُنْفَرِدٍ غَرِيْبِ

میں نے دیکھا کہ دور کے سفر میں بدبختی اور جدائی ہے اور ہر اکیلے مسافر کے لیے تنہائی ہے

فَأَسْرَعْتُ الاِيَابَ بِخَيْرِ حَالٍ
اِلَى حَوْرَاءَ خُرْعُبَةٍ لَعُوْبٍ

میں اچھی حالت میں جلدی سے خوب صورت سیاہ آنکھوں والی نازک اندام اور شوخ ادا بیوی کے پاس چلا آیا

وَ اِنِّی لَتَثْنِینِی اِذَا مَا
رَحَلْتُ مَشُوحٌ شَحَّاجٌ[۱] نَعُوبُ

جب سفر کو نکلتا ہوں تو مجھے شور مچانے والے کائیں کائیں کرنے والے کوّے کا سامنے آ جانا اپنے ارادے سے موڑ نہیں سکتا

(صحاح میں ہے: حَوَرَ: آنکھ کی سفیدی کا خوب سیاہ ہونا اور امرأة حوراء: وہ عورت جس میں یہ وصف واضح طور پر پایا جاتا ہو اور جارية خُرعُبَة، و خُرعُوبَة: باریک ہڈیوں والی نازک اندام لڑکی ، اور بعیر[۲] شَحَّاج: جو اپنے پاؤں سے زمین کو چھیل ڈالے)

جب یہ گھر واپس پہنچا تو گھر والوں نے خوشی منائی اور حسل کا انتظار کرنے لگے ۔ جب وہ وقت آ گیا جس وقت اس کے آنے کا دستور تھا اور وہ نہ پہنچا تو انھیں اس کے متعلق شک گزرنے لگا ۔ اس کے باپ نے اس کا ایک بھائی جس کا نام شاکر تھا اور اس کی

---

۱ ۔ آلوسی نے یہ لفظ سحّاج [سین مہملہ کے ساتھ] لکھا ہے اور اسی کو درست سمجھتے ہوئے آگے چل کر اس کی تشریح یوں کی ہے: بعیر سحّاج: یَسْحَجُ الارض بخُفّه ای یقشر۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آلوسی شعر کا مطلب نہیں سمجھ سکا اور پھر نَعُوب کے لفظ کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے ورنہ آلوسی یہ تشریح نہ کرتا ۔ درست لفظ شحّاج ہے ۔ [شین معجمہ کے ساتھ] ۔ اور نعوب کا لفظ اس کی تائید کرتا ہے ۔ تعجب کی بات ہے کہ آلوسی نے جہاں کہیں بھی اشعار کی اپنی تشریح پیش کی ہے ضرور ٹھوکر کھائی ہے جس سے آلوسی کی زباندانی پر شبہ گزرتا ہے ۔

۲ ۔ ذرا ملاحظہ ہو کہ ان معنوں کو اصل معنی کے ساتھ کیا مناسبت ہے ۔ عرب کوّے کی کائیں کائیں سے نیک و بد فال لیتے ہیں نہ کہ اونٹ کے زمین کو چھیلنے سے ۔

(حقیقی) ماں میں سے نہ تھا اس کی تلاش میں اور اس کے متعلق دریافت کرنے کے لیے بھیجا ۔ جب شاکر اس علاقے کے قریب پہنچا جہاں حیسٔل تھا اور حسل عائف تھا پرندوں سے فال لیا کرتا تھا تو اس نے کہا :

تُخبِرُنِیْ بِالنَّجَاۃِ القَطَاۃُ
وَ قَولُ الغُرَابِ بِہَا شَاہِدُ

بھٹ تیتر مجھے نجات پانے کی خبر دے رہا ہے اور کتوے کے الفاظ اس کے شاہد ہیں

یَقُولُ : أَلَا قَدْ دَنَا نَازِحٌ
فِدَاءٌ لَہُ الطَّرِیفُ و التَّالِدُ

وہ کہہ رہا ہے کہ دور کا آدمی قریب آ گیا ہے اس پر میرا جدید و قدیم مال قربان ہو

أَخٌ لَمْ تَکُنْ اُمُّنَا اُمَّہُ
و لٰکِنْ اَبُونَا أَبٌ وَاحِدُ

یہ ایک بھائی ہے جس کی ماں ہماری ماں نہیں ہے لیکن ہمارا باپ تو ایک ہی ہے

تَدَارَکَنِیْ رَأْفَۃُ حَاتِمٍ[۱]
فَنِعْمَ الْمُرَبَّبُ وَ الشَّوَالِدُ

حاتم نے رحمت کی وجہ سے مجھے بچا لیا وہ اچھا تربیت کرنے والا اور اچھا والد ہے

اس کے بعد شاکر نے اس کے متعلق لوگوں سے پوچھا اور اسے

---

۱ - بلوغ الارب میں " حاتم " ہی ہے حالانکہ پہلے " عامر " دے چکا ہے ۔ اس صورت میں فرائد اللآل کی روایت کہ اس کا نام حاتم بن عمیرۃ ہے درست ہونی چاہیے -

ی جگہ کا پتا دیا گیا تو اس نے قید کرنے والے سے اسے چالیس
ے دے کر خرید لیا ۔ جب وہ اسے لے کر واپس آیا تو اس کے باپ
س سے کہا :

إسْعَ بِجَدِّكَ لا بِكَدِّكَ

نے بخت اور نصیبے کے ساتھ کوشش کر اور اپنی کد و کاوش کے
اتھ کوشش نہ کر

اور یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے

اور ان میں سے ایک

ابو ذؤیب الہذلی الشاعر

ہے ۔ اس کا احوال جو اسی کی روایت سے بیان کیا جاتا ہے یہ ہے
ہ کہتا ہے : ہمیں خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ہیں ۔ اس سے مجھے سخت غم لاحق ہؤا اور میں نے ایک لمبی رات
ی جس کی تاریکی کا پردہ چاک [۳ : ۳۱۵] ہونے میں نہ آتا تھا ۔
جس کا نور طلوع ہی نہ ہوتا تھا ۔ میں رات بھر اس کی لمبائی کی
ہ جھیلتا رہا یہاں تک کہ جب سحر کا وقت ہؤا اور میری آنکھ
گئی تو ایک غیبی آواز دینے والے نے مجھے آواز دی ۔ وہ یہ کہہ
ا :

خَطْبٌ أَجَلُّ أَنَاخَ بِالإِسْلَامِ
بَيْنَ النَّخِيلِ و مَقْعَدِ الآطَامِ

یک بہت بڑی مصیبت اسلام پر نازل ہوگئی ہے نخلستان اور
حلات کے بیٹھنے کی جگہ کے درمیان

قُبِضَ النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ فَعُيُونُنَا
تَذْرِي الدُّمُوعَ عَلَيْهِ بِالأَسْجَامِ

نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور ہماری آنکھیں ان پر
کثرت سے آنسو بہا رہی ہیں

ابو ذؤیب کہتا ہے : میں گھبرا کر نیند سے اٹھا اور آسمان کی طرف دیکھا ، مجھے سعد الذابح کے سوا کوئی اور ستارہ دکھائی نہ دیا۔ اس کی تأویل میں نے یہ کی کہ عربوں میں قتل واقع ہو گا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یا تو وفات پا چکے ہیں یا بیماری کی وجہ سے پانے والے ہیں ۔ چنانچہ میں اپنی اونٹنی پر سوار ہؤا اور چل دیا ۔ جب صبح ہوئی تو میں نے تلاش کیا کہ کوئی چیز مل جائے تاکہ میں اس سے فال نکال سکوں آخر ایک خارپشت (شیھم نر خارپشت کو کہتے ہیں) سامنے آیا اس نے ایک سانپ کو پکڑ رکھا تھا (صِل سے مراد سانپ ہے) سانپ خارپشت کو لپٹا جا رہا تھا اور خارپشت اسے دانتوں سے کاٹ رہا تھا یہاں تک نہ اس نے اسے کھا لیا ۔ اس سے میں نے فال نکالی اور کہا : شیھم ۔ شئی ھم (اہم شے) ہے اور سانپ کا لپٹنا یہ ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے جانشین کے خلاف ہو کر حق سے پھر جائیں گے ۔ اس کے بعد میں نے سانپ کو خارپشت کے کھا جانے کی تاویل نکالی کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد جانشین بنے گا وہ اس معاملے پر غالب آ جائے گا ۔ اس پر میں نے اپنی اونٹنی کو تیز کیا یہاں تک کہ جب میں غابہ میں پہنچا تو میں نے ایک پرندے دو اڑا کر فال لی ، اس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی اور دائیں جانب سے جانے والا کوا چلایا ، اس نے بھی اسی قسم کی بات کہی ، میں نے اللہ سے ان چیزوں کے شر سے پناہ مانگی جو راستے میں میرے سامنے آئی تھیں ۔ پھر میں مدینے آیا اور وہاں لوگ اس طرح زور زور سے رو رہے جس طرح حاجیوں کا احرام باندھتے ہوئے تلبیہ کرتے وقت شور ہوتا ہے ۔ میں نے کہا : کیا بات ہے ؟ انھوں نے کہا : رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں ۔ میں مسجد کی طرف آیا اور اسے خالی پایا ۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر کے دروازے پر آیا

میں نے دروازہ بند پایا اور کہا گیا : آپ پر کپڑا ڈال دیا گیا ہے اور آپ کے گھر والے آپ کے پاس ہیں - میں نے پوچھا : لوگ کہاں ہیں ؟ کہا گیا : بنی ساعدہ کے چھپر میں ہیں اور انصار کے پاس گئے ہیں - میں چھپر میں پہنچا ، وہاں میں نے ابوبکر ، عمر ، ابو عبیدہ بن جرّاح اور قریش کے کچھ لوگوں کو پایا ، میں نے انصار کو بھی دیکھا ، ان میں سعد بن عبادہ تھے ، انھی میں ان کے شاعر حسان بن ثابتؓ اور کعب بن مالکؓ تھے - پھر میں قریش سے جا ملا - انصار نے تقریر کی اور لمبی چوڑی تقریر کی ، اس کا جواب بھی لمبا ملا - پھر ابوبکرؓ نے تقریر کی - اس شخص کے کیا ہی کہنے - یہ لمبی بات نہیں کرتے اور انھیں اس بات کا علم ہے کہ قطعی باتیں کس کس محل پر کہی جاتی ہیں - خدا کی قسم آپ نے ایسی تقریر کی کہ جو کوئی بھی سن لیتا آپ کا مطیع ہو جاتا اور آپ کی طرف مائل ہو جاتا - اس کے بعد عمر نے [۳ : ۳۱۶] ان سے کم تقریر کی - پھر ابوبکر سے کہا : اپنا ہاتھ بڑھائیے تا کہ میں آپ کی بیعت کروں - آپ نے ہاتھ بڑھایا اور عمر نے بیعت کی ، دوسرے لوگوں نے بھی بیعت کر لی - اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس چلے آئے اور میں بھی آپ کے ساتھ واپس چلا آیا - ابو ذؤیب کہتا ہے : میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں موجود تھا اور دفن کے وقت بھی موجود تھا -

اور ان میں سے ایک

جابر بن عمرو المازنی

ہے - اس کا قصہ یہ ہے کہ ایک دن یہ راستے میں چلا جا رہا تھا کہ اس نے دو آدمیوں کے پاؤں کے نشان دیکھے ، جابر فال نکالنے والا اور قیافہ شناس تھا - چنانچہ اس نے کہا : میں دو آدمیوں کے پاؤں کے نشان دیکھ رہا ہوں ان کا حرص شدید ہے اور ان کا لُوٹا ہؤا مال بہت ہے ، " تلوار کی میان لے کر بھاگ جانا عقلمندی ہے " اس کے بعد وہ وہاں سے چل دیا یعنی جو بھاگ نکلتا ہے اور اس کے ساتھ اس کی تلوار کی میان ہوتی ہے حالانکہ تلوار اس کے ہاتھ سے کھوئی جا چکی ہے ، زیادہ

عقلمند ہے بہ نسبت اس شخص کے جو میان بھی کھو دے[1] ۔ شاعر کہتا ہے :

أُقَاتِلُ حَتَّى لاَ أَرَى لِيْ مُقَاتِلاً
و أَنْجُو إِذَا لَمْ يَنْجُ إِلاَّ المكَيِّسُ

میں اس وقت تک جنگ کرتا رہتا ہوں جب تک کوئی لڑنے والا نہ رہے اور میں اس وقت بھاگ کر نکل جاتا ہوں جب صرف دانا ہی بھاگ کر نکل جاتا ہے

اور ان میں سے ایک

جندب بن العنبر بن عمرو بن تمیم

ہے ۔ المفضّل کہتا ہے : یہ جُنْدُب نہایت بدصورت مگر بہادر شخص تھا ، یہ اور سعد بن زید مناة دونوں شراب پینے کے لیے بیٹھے ، جب شراب کا اثر دونوں پر ہوا تو جندب نے سعد کو مزاح کے طور پر کہا : اے سعد ! دودھ والی اونٹنی کا دودھ پینا ، دیر تک ہمکنار رہنا ، اور خوب مزاح کرنا تمھیں جنگ کرنے ، نیزوں سے لڑنے اور مضبوط سموں والے گھوڑوں کو دوڑانے کی نسبت زیادہ پیارا ہے ۔ سعد نے کہا : اللہ کی قسم تو جھوٹ کہہ رہا ہے میں تو نیزے کی بھال کو کام میں لاتا ہوں اور بھر پور جوان اونٹ کو ذبح کرتا ہوں اور کہنے والے کو خاموش کر دیتا ہوں ۔ جُنْدُب نے کہا : تجھے معلوم ہے کہ اگر تو خوفزدہ ہوگا تو فورا مجھے بلانے گا اور میرے بدلے میں کسی اور کو نہ چاہے گا [۳ : ۳۱۷] اور تو مجھے یقیناً بہادر پانے گا ۔ میں بڑے

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں طباعت کی غلطی سے بقراب کیس چھپا ہے ۔ اسے بقــراب آ کیس پڑھیں ۔ پھر ممن أيقيت الــقــراب چھپا ہے ۔ اسے ممن يُضيِّيت القــراب پڑھیں ۔ طباعت میں اکیس کا الف نیچےکی سطر میں چلا گیا ہے ۔

مشکل کاموں کو کر گزرتا ہوں ، شریف زادی کی حفاظت کرتا ہوں اور ان تمام امور کی حفاظت کرتا ہوں جن کی حفاظت کرنا مجھ پر لازم ہے -
اس پر سعد کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا :

هَلْ يَسُودُ الفَتَى إِذَا قَبُحَ الوَجْهُ
وَ أَمْسَى قِرَاهُ غَيْرُ عَتِيدٍ

جب کوئی انسان بدصورت ہو اور اس کی ضیافت بھی لوگوں کے لیے تیار نہ ہو تو کیا ایسا شخص سردار بن سکتا ہے

وَ إِذَا النَّاسُ فِي النَّدِيِّ رَأَوْهُ
نَاطِقًا قَالَ قَوْلَ غَيْرِ سَدِيدٍ

اور جب لوگ اسے مجلس میں بولتے ہوئے دیکھ لیں تو یہ نا درست باتیں کہے

جُندُب نے جواب دیا :

لَيْسَ زَيْنُ الفَتَى الجَمَالُ و لٰكِنْ
زَيْنُهُ الضَّرْبُ بِالحُسَامِ التَّلِيدِ

انسان کی زینت خوب صورتی نہیں ہے بلکہ اس کی زینت یہ ہے کہ وہ موروثی قاطع تلوار چلائے

إِنْ يُنِلْكَ الفَتَى فَزَيْنٌ وَ إِلاَّ
رُبَّمَا ضَنَّ بِاليَسِيرِ العَتِيدِ

اگر انسان تجھے کچھ عطا کرے تو یہ اس کے لیے زینت ہے ورنہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان معمولی سی موجود چیز پر بھی بخل کرتا ہے

سعد نے کہا اور وہ عائف بھی تھا : یاد رکھو اللہ کی قسم عَرِیشَہ اور دَهیشَتَہ کے درمیان تجھے نیزے کے زخم لگا کر قید کر لیا جائے گا۔ میرے پرندوں نے مجھے خبر دی ہے کہ میرے سوا کوئی اور شخص

تمہاری فریاد کو نہ آئے گا ۔ اس پر جندب بولا : ایسا ہرگز نہ ہوگا
توتو بزدل ہے ، تو نیزوں کی جنگ کو ناپسند کرتا ہے ۔ گانے والی لونڈیوں
سے محبت رکھتا ہے ۔ اس پر دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے
دونوں نے کچھ عرصہ گزارا اس کے بعد جُندُب اپنے گھوڑے پر سوا
ہو کر شکار کی تلاش میں نکلا اور بنی تمیم کی ایک لونڈی کے پاس
پہنچا ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دراصل جرہم میں سے تھی ۔ اس نے اس سے
کہا : تجھے برضا و رغبت مجھے اپنے اوپر قدرت دینی چاہیے ورنہ تجھے
مجبور کر کے مغلوب کر لیا جائے گا ۔ لونڈی نے کہا : ذرا ٹھہر جاؤ
کیونکہ انسان اپنی حماقت کی وجہ سے اس مشکیزے میں سے پینا
چاہتا ہے جس کا منہ اس نے نہیں باندھا ہوتا ۔ اس کے بعد وہ اپنے
گھوڑے سے اتر کر بے باکانہ اس کی طرف گیا ۔ جب اس کے قریب پہنچا
تو اس نے ایک ہی ہاتھ کے ساتھ اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ لیا
اور مرژونے لگ پڑی حتٰی کہ ان کی یہ حالت کر دی کہ وہ انہیں ہلا
بھی نہ سکتا تھا ۔ اس کے بعد اس نے اس کے گھوڑے کی باگ سے اس
کی مشکیں باندھ دیں اور اپنی بکریوں سمیت اسے لے کر روانہ
ہو گئی ۔ ساتھ ہی ساتھ گانا بھی گائے جا رہی تھی ، جس کے بول تھے :

لَا تَأْمَنَنَّ بَعْدَهَا الوَلَائِدَا
فَسَوْفَ تَلْقَى بَاسِلاً مُوَرِّدَا

اس واقعہ کے بعد لونڈیوں سے بے خوف نہ ہونا کیونکہ تو عنقریب
ایک بہادر اور سرکشی سے ملاقات کرے گا

وَحَيَّةً تُضْحِي لِحَيٍّ رَاصِدَا

اور ایک سانپ سے ملے گا جو دوسرے سانپ کی گھات میں
ہو گا

راوی کہتا ہے : پھر وہ سعد کے پاس سے گزرا ، سعد اس وقت
اپنے اونٹوں میں تھا اور کہا : اے سعد ! میری مدد کرو سعد نے کہا
بزدل فریاد کو نہیں آیا کرتا ۔ جندب نے کہا :

يَا أَيُّهَا الْمَرْءُ الْكَرِيمُ الْمَشْكُومُ
انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومُ ۔

[۳ : ۲۱۸] اے کریم انسان جسے نیک جزا دی گئی ہے تو اپنے بھائی کی ہر حالت میں مدد کر خواہ وہ ظالم ہو خواہ مظلوم

اس پر سعد اس کی طرف آیا اور اسے چھڑا لیا ۔ پھر کہا : اگر لوگ یہ نہ کہتے کہ اس نے ایک عورت کو قتل کیا ہے تو میں تمھیں قتل کر دیتا ۔ اس لونڈی نے جواب دیا : ایسا ہرگز نہ ہوگا ۔ تمھاری مال جھوٹی نہیں ہو سکتی ۔ تمھارے سوا دوسرے شخص سچے نہیں ہو سکتے ۔ اس نے کہا : تو سچ کہتی ہے ۔

اس کا انصراخاك الخ کہنا یہ ایک مثل ہے ۔ مراد یہ ہے کہ اگر تو اس کا مخالف ہے تو ظالم ہونے کی صورت میں تو اس کی مدد کر اور اگر وہ اپنے مقابل کی طرف سے مظلوم ہے جب بھی اس کی مدد کر یعنی خواہ تو کسی حالت میں بھی ہو اس کی مدد نہ چھوڑ ۔

اور ان میں سے ایک

مرة الاسدی

ہے ۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ اس کی بیوی اپنے زمانے کی خوب صورت ترین عورتوں میں سے تھی ۔ مگر وہ اس کے پاس سے کئی سال تک غیر حاضر رہا ۔ چنانچہ وہ اپنے ایک سیاہ فام غلام کو جو اس کے جانور چرایا کرتا تھا چاہنے لگ گئی ۔ جب اس نے غلام کا رُخ کیا تو اپنی ذات کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی : اے نفس ! جوانی کی امنگ میں کوئی بھلائی نہیں کیونکہ یہ شریف زادی کو رسوا کرتی اور عار کا سبب بنتی ہے ۔ لہذا کچھ عرصے تک اس نے اس سے منہ موڑے رکھا ۔ ازاں بعد پھر اس کی طرف متوجہ ہوئی مگر پھر کہنے لگی : اے نفس ! وہ موت جو راحت دلانے رسوائی اور برائی کے ارتکاب سے بہتر ہے ۔

عار اور بدنامی کے لباس سے پرہیز کر ، اندرونی لباس کی برائی سے اور بیرونی لباس کی ذلت سے پرہیز کر ۔ اس کے بعد پھر وہ اس کی طرف راغب ہوئی اور کہا : اگر ایک بار ہو جائے (تو کوئی مضائقہ نہیں) کیونکہ بری خصلت کی اصلاح بھی تو کی جا سکتی ہے ۔ لوٹ آنے والے کی بھی عزت کی جاتی ہے ۔ اس کے بعد وہ ارادے کے ضمن میں جرأت کر کے غلام سے کہنے لگی : آج رات میرے گھر آنا ۔ غلام آیا اور اس نے رات اس کے یہاں بسر کی ۔ اس کا خاوند بڑا فائق عائف تھا ، ایک عرصے تک غیر حاضر رہنے کے بعد واپس آ گیا ۔ اب جس وقت وہ کھانا کھا رہا تھا تو ایک کتوے نے کائیں کائیں کی اور اس نے بتایا کہ اس کی بیوی نے آج تک بدکاری نہیں کی اور اگر کرے گی تو صرف آج کی رات کرے گی ۔ مرّہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور تیزی سے چلا اس امید پر کہ اگر اسے یہ معلوم ہوگیا تو وہ بیوی کو کبھی نہ چھوڑے گا ، چنانچہ وہ وہاں پہنچ گیا اس وقت غلام (شبِ وصل گزار کے) اٹھ کھڑا ہوا تھا ۔ اور عورت کو ندامت کا احساس تھا اور وہ کہہ رہی تھی " خیر قلیل و فضحتُ نفسي " تھوڑی سی خوشی کے لیے میں نے اپنے آپ کو رسوا کر دیا ہے) مُرّہ نے یہ الفاظ سن لیے۔ اب مرہ اس کے پاس آیا اور وہ غصے کے مارے کانپ رہا تھا ۔ بیوی نے کہا : تو کیوں کانپ رہا ہے ۔ مرہ نے اس خیال سے کہ اسے بتا دے کہ اسے معلوم ہوگیا ہے ، کہا : "خیرٌ قلیل" المثل ۔ بیوی نے ایک آہ بھری اور مر گئی اس پر مرّہ نے کہا :

لَحَى اللهُ رَبُّ النَّاسِ فَاقِرَ مَيِّتَةٍ
وَأَهْوَنُ بِهَا مَفْقُودَةً حِينَ تُفْقَدُ

خدا جو لوگوں کا رب ہے فاقرہ پر جو مر چکی ہے لعنت کرے اور اب جب یہ کھو گئی ہے تو ہمارے لیے یہ نہایت ہی ذلیل و حقیر کھو جانے والی عورت ہے

لَعَمْرُكِ مَا تَعْتَادُنِي مِنْكِ لَوْعَةٌ
وَلَا أَنَا مِنْ وَجْدٍ عَلَيْكِ مُسَهَّدُ

[۳ : ۳۱۹] تمہاری جان کی قسم تمہارے عشق کی سوزش دوبارہ مجھ کو نہ ہوگی اور نہ ہی میں تمہارے عشق میں بیدار رہوں گا

اس کے بعد اٹھ کر غلام کی طرف گیا اور اسے قتل کر دیا۔ فاقرہ[1] کے معنی مصیبت و بلا کے ہیں۔

اولحا اللہ : خدا برا کرے ، خدا لعنت کرے اور المارد[2] کے معنی سرکش کے ہیں۔

عربوں میں سے وہ لوگ جو زجر اور فال کے منکر ہیں

عربوں میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو زجر اور اس قسم کی باتوں کا اپنی عقل کے اعتبار سے انکار کرتے ہیں۔ اپنی دور بینی کی وجہ سے اس کے اثر کو باطل قرار دیتے ہیں ، اور ان لوگوں کو برا کہتے ہیں جو اس سے دھوکا کھائیں یا اپنے معاملات میں اس پر بھروسا کریں اور اس کی تاثیر کا خیال کریں ، ان میں سے ایک ضابئی بن الحٰرث ہے اور اس نے اس امر کے متعلق یہ اشعار کہے :

وَمَاعَاجِلَاتُ الطَّيْرِ تُدْنِي مِنَ الفَتَى
نَجَاحًا وَلَا عَنْ رَيْثِهِنَّ يَخِيبُ

جلدی سے اڑنے والے پرندے کامیابی کو انسان کے قریب نہیں

---

۱ - محمد بہجہ اثری نے یہاں خود ہی اپنے استاد کی غلطی کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ فاقرہ مُرّہ کی بیوی کا نام ہے اور شعر میں ترخیم واقع ہوئی ہے۔ داہیہ کے معنی یہاں درست نہیں ہیں۔

۲ - یہاں مارد بمعنی فائق کے ہیں مَرَدَ : جاوَزَ حدّ امثالہ او بلغ غایۃً یخرج بھا من جملتھم۔

کر دیتے اور نہ ہی ان کے دیر کر دینے کی وجہ سے وہ نا کام ہوتا ہے

وَ رُبَّ اُمُوْرٍ لَا تَضِيْرُكَ ضَيْرَةً
وَ لِلْقَلْبِ مِنْ مَخْشَاتِهِنَّ وَجِيْبُ

اور بہت سے امور ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے خوف سے تمھارا دل دھڑک رہا ہوتا ہے مگر وہ تمہیں قطعاً کوئی نقصان نہیں پہنچاتے

وَلَا خَيْرَ فِيْمَنْ لَا يُوَطِّنُ نَفْسَهُ
عَلَى نَائِبَاتِ الدَّهْرِ حِيْنَ تَنُوْبُ

جو شخص زمانے کی مصائب پر جب وہ نازل ہو جائیں اپنے آپ کو ان کے برداشت کرنے کے لیے آمادہ نہیں رکھتا اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے

اس کا وماعاجلات الطیر الخ کہنے کا مطلب ، مبرد ، کامل میں کہتا ہے ۔ شاعر کہتا ہے : جب نیک فال کے پرندے جلدی نہ کریں تو اس کی وجہ سے بھلائی اس سے دور نہیں ہو سکتی اور نہ ہی یہ کہ جب یہ دیر کر دیں تو وہ نا کام ہو ۔ لہذا نہ تو جلدی کرنے والا بھلائی لے کر آتا ہے اور نہ دیر سے آنے والے نیکی کو اس سے دور کر دیتے ہیں ۔ اسے وہی ملتا ہے جو اس کی تقدیر میں ہوتا ہے ۔ عرب سانح کو فال کے لیے اڑاتے ہیں اور اسے برکت والا سمجھتے ہیں ۔ بارح کو ناپسند کرتے اور منحوس سمجھتے ہیں ، سانح وہ پرندہ ہے جو تمھاری بائیں جانب ہو اور شکاری کو (نشانہ نہ لگانے کا) موقع دے اور بارح وہ ہے جو تمھاری دائیں جانب سے آئے اور شکاری کو موقع نہ دے ہاں اگر اس طرف مڑے (تب موقع مل سکتا ہے) ۔

شاعر کہتا ہے :

لَا يَعْلَمُ الْمَرْءُ لَيْلًا مَا يُصَبِّحُهُ
إِلَّا كَوَاذِبُ مِمَّا يُخْبِرُ الْفَالُ

انسان کو رات کے وقت یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ صبح کو
اس پر کیا گزرے گی سوا ان جھوٹی خبروں کے جس کی خبر فال
دیتی ہے

وَالفَالُ وَالزَّجرُ وَالکُہَّانُ کُلُّہُم
مُضَلِّلُونَ وَ دُونَ الغَیبِ اَقفَالُ

فال، زجر اور کاہن سب گمراہ ہیں اور امور غیب کے سامنے تو تالے
لگے ہوئے ہیں

اور ابن خلف کہتا ہے : جب انسان اپنے گھر سے نکلے اور پرندوں
سے فال لینا چاہے تو جو پرندے دیکھتے ہی گزریں گے وہ عاجلات الطیر
کہلائیں گے اور اگر پرندے دیر کر دیں اور یہ ان کا انتظار کرتا رہے
تو کہیں گے رَائِثۃ یعنی انہوں نے دیر کر دی ۔ پہلی قسم کو عربوں
کے ہاں محمود سمجھا جاتا ہے اور دوسری کو مذموم ۔ شاعر کہتا ہے :
پرندے کے جلدی[1] سے اڑ جانے میں کامیابی نہیں پائی جاتی جیسا کہ
[۳ : ۳۲۰] وہ لوگ کہتے ہیں جو پرندوں سے فال لیتے اور نہ ہی
ان کے دیر کر دینے میں ناکامی مضمر ہے ۔

ان اشعار میں عربوں کے عقیدے کی تردید کی گئی ہے

اور ان میں سے ایک المُرَقِش ہے اور یہ ایک قدیم شاعر ہے ۔
اس کے اشعار میں سے یہ شعر ہیں :

وَ لَقَد غَدَوتُ وَ کُنتُ لاَ
اَغدُو عَلَی وَاقٍ و حَاتِم

میں صبح کے وقت نکلا اور میں کوّے اور کالے فراق کے کوّے
کے ہوتے صبح کو نہ نکلا کرتا تھا

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں الطائر الطیر الطیران چھپا ہے اسے الطائر
الطیران پڑھیں ۔

فَـاِذَا الاَشَائِـمُ كَالاَيَـا
مِنِ وَالاَيَامِنُ كَالاَشَائِمُ

مگر میں نے دیکھا کہ منحوس پرندے برکت والے پرندوں کی طرح ہیں اور برکت والے منحوسوں کی طرح

وَكَذَاكَ لَاخَيْرٌ وَلَا
شَرٌّ عَلَى اَحَدٍ بِدَائِمْ

اسی طرح کوئی بھلائی یا کوئی شر کسی انسان کے لیے ہمیشہ نہیں رہتی

لَايَمْنَعَنَّكَ مِنْ بِغَا
ءِ الْخَيْرِ تَعْقَادُ التَّمَائِمْ

تعویذوں کا باندھ دینا تمھیں نیکی یا مال و دولت کی تلاش سے نہ روک رکھے

قَدْ خُطَّ ذٰلِكَ فِى السُّطُوْ
رِ الاَوَّلِيَّاتِ الْقَدَائِمْ

یہ بات ابدی اور قدیم سطروں میں لکھی جا چکی ہیں

ان میں سے ایک " جہم السُّہذلیٰ " ہے ۔ وہ اپنے ایک قصیدے میں جس میں وہ پرندوں سے دو فال لینے والے اشخاص کی تردید کرتا ہے کہتا ہے :

يَظُنَّانِ ظَنًّا مَرَّةً يُخْطِئَانِهِ
وَاُخْرٰى عَلَى بَعْضِ الَّذِىْ يَصِفَانِ

کبھی تو وہ خیال کرتے ہیں اور اس میں وہ غلطی کھا جاتے ہیں اور دوسری مرتبہ واقعہ کسی قدر ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ وہ بیان کرتے ہیں

قَضَى اللّٰهُ اَنْ لَايَعْلَمَ الْغَيْبَ غَيْرُهُ
فَفِىْ اَىِّ اَمْرِ اللّٰهِ يَمْتَرِيَانِ

اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ اس کے سوا کسی کو غیب کا علم نہ ہوگا اب یہ اللہ کے کس حکم میں شک کرتے ہیں

انھی میں سے ایک ضابئی بن الحٰرث البُرجمُی ہے چنانچہ وہ اپنے اشعار میں کہتا ہے :

وَمَا أَنَا مِمَّنْ يَزْجُرُ الطَّيْرَ هَمُّهُ
أَصَاحَ غُرَابٌ أَمْ تَعَرَّضَ ثَعْلَبُ

میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو پرندوں سے فال لیتے ہیں اور ان کا اہتمام اسی میں ہوتا ہے کہ آیا کوّا چلاّیا ہے یا لومڑ سامنے آیا ہے

وَلَا السَّانِحَاتُ البَارِحَاتُ عَشِيَّةً
أَمَرَّ سَلِيمُ القَرْنِ أَمْ مَرَّ أَعْضَبُ

(اور نہ ان لوگوں میں سے ہوں جن کا اہتمام) شام کے وقت سانح اور بارح پرندے ہوں اور نہ یہ کہ آیا سالم سینگ والا گزرا ہے یا سینگ کٹا

ایک اور کہتا ہے اور وہ لبید ہے :

لَعَمْرُكَ مَا تَدْرِي الطَّوَارِقُ بِالحَصَى
وَلَا زَاجِرَاتُ الطَّيْرِ مَا اللهُ صَانِعُ

تمھاری جان کی قسم کنکر مار کر فال نکالنے والیاں اور پرندوں سے فال نکالنے والیاں یہ نہیں جانتیں کہ اللہ کیا کرنے والا ہے

اور انھی میں سے الرقّاص الکلبی ہے ۔ یہ زجر کا منکر تھا اور اسے باطل خیال کرتا تھا ۔ اسی کا یہ شعر ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ شعر خثیم بن عدی کا ہے :

وَجَدْتُ أَبَاكَ الخَيْرَ بَحْراً بِنَجْدَةٍ
بَنَاهَا لَهُ مَجْداً أَشَمُّ قُمَاقِمُ

میں نے تمھارے نیک باپ بحر کو اس بہادری کی صفت کا مالک پایا جس کی بنیاد بزرگی کے طور پر اونچی ناک والے ایک سردار نے اس کے لیے رکھی تھی

وَلَيْسَ بِهَيَّابٍ إِذَا شَدَّ رَحْلَهُ
يَقُولُ عَدَانِي الْيَوْمَ وَاقٍ وَحَاتِمُ

[۳ : ۳۲۱] اور جب (سفر کے لیے) وہ اپنا پالان باندھ لیتا ہے تو ڈرتا نہیں ہے اور نہ ہی وہ یہ کہتا ہے کہ آج میرے آگے سے کتوا اور وہ بھی جدائی کا کتوا گزر گیا ہے

وَلَكِنَّهُ يَمْضِي عَلَى ذَاكَ مُقْدِمًا
إِذَا صَدَّ عَنْ تِلْكَ الْهَنَاةِ الْخُثَارِمُ

لیکن وہ اس کے باوجود آگے بڑھتا چلا جاتا ہے خواہ کوئی فال لینے والا شخص ان چیزوں سے روک ہی کیوں نہ رہا ہو

خُثَارِم کا لفظ عُلَابِط کی طرح ہے جس کے معنی فال لینے والے کے ہیں

انھی میں سے ایک النّابغہ ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ وہ اور زیاد بن سیار کسی پر چڑھائی کرنے کے ارادے سے نکلے۔ زیاد نے مکڑی دیکھی تو کہا : رنگ برنگ کی جنگ ہوگی اور واپس چلا گیا۔ نابغہ نے سفر جاری رکھا۔ جب غنیمت کا مال لے کر لوٹا تو کہا :

يُلَاحِظُ طَيْرَةً أَبَدًا زِيَادٌ
لِتُخْبِرَهُ وَمَا فِيهَا خَبِيرُ

زیاد ہمیشہ پرندوں کو دیکھتا رہتا ہے تاکہ وہ اسے کچھ بتائیں حالانکہ ان میں کوئی بھی جاننے والا نہیں ہے

أَقَامَ كَأَنَّ لُقْمَانَ بْنَ عَادٍ
أَشَارَ لَهُ بِحِكْمَتِهِ مُشِيرُ

یہ اپنے گھر ہی میں ٹھہرا رہا جیسے کہ لقمان بن عاد کو کسی
مشیر نے دانائی کی بات کا مشورہ دیا ہو

تَعَلَّمْ أَنَّهُ لَا طَيْرَ إِلَّا
عَلَى مُتَطَيِّرٍ وَهُوَ الثَّبُورُ

یاد رکھو کہ جو پرندہ ہے وہ فال لینے والے ہی کے خلاف جاتا ہے
اور یہی ہلاکت ہے

بَلَى شَيْءٌ يُوَافِقُ بَعْضَ شَيْءٍ
أَحَايِيْنًا وَ بَاطِلُهُ كَثِيْرٌ

البتہ بعض اوقات کچھ باتیں کسی قدر واقع کے مطابق ہو جاتی ہیں
مگر غلط باتیں تو بہت ہوتی ہیں

شریعت محمدیہ نے امت کو فال کے متعلق تسلی بخش احکام بتا دیے ہیں ۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شگون کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا : یہ ایک ایسی چیز ہے جسے تم میں سے بعض انسان محسوس کرتے ہیں مگر ایسا نہ ہو کہ یہ ان کو اپنے مقصد سے روک دیں ۔ شارحین حدیث نے بیان کیا ہے کہ پرندے کے دائیں یا بائیں جانب سے آنے میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جو ان امور کی مقتضی ہو جن پر ان کا اعتقاد ہے ۔ یہ تو ایسی چیز میں جس کی کوئی حقیقت نہیں اس میں لگ جانے سے اپنے آپ کو تکلیف دینا ہے کیونکہ پرندہ نہ تو بول سکتا ہے اور نہ اس میں کوئی عقل ہے کہ اس کے کسی فعل سے کسی مقصد کے مفہوم پر استدلال کیا جائے اور ان مقامات سے علم کو تلاش کرنا جہاں علم کا وہم و گمان ہی نہیں ہو سکتا ایسا کرنے والے کی جہالت ہے ۔ زمانۂ جاہلیت کے بھی بعض عقلمند افراد شگون کے منکر تھے ۔ اور فال نہ لینے کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے ۔ بیشتر عرب شگون لیا کرتے اور اس پر اعتماد کیا کرتے تھے ۔ بالعموم یہ فال درست نکل آتی تھی کیونکہ شیطان ایسے

خوب صورت بنا کر پیش کرتا تھا ۔ بہت سے مسلمانوں میں اس کے آثار اب تک باقی ہیں ۔ بد شگون اور نیک شگون کے معاملے سے بحث کرنا اور اس بات سے بحث کرنا کہ ان دونوں میں کیا فرق ہے ، ابھی باقی ہے ، اور ایک کے حرام ہونے اور دوسرے کے جائز ہونے کا سبب حدیث کی کتابوں کی شرحوں میں مرقوم ہے ۔ عرب قبائل کے یہاں عہد جاہلیت میں ایک عجیب بات یہ پائی جاتی تھی کہ وہ اپنی لڑکیوں کی شادی صرف ان لوگوں سے کرتے تھے جن میں چند صفتیں پائی جاتی ہوں ۔ مثلاً یہ کہ وہ زجر اور عیافت کا علم رکھتا ہو کیونکہ یہ علم ان کے یہاں اعلیٰ صفت سمجھی جاتی تھی ۔ چنانچہ میدانی کی مجمع الامثال میں المفضل الضبی سے مروی ہے کہ ابن اروی الکلاعی یمن سے شام کی طرف تجارت کی غرض سے گیا اور کچھ دنوں تک چلتا رہا ۔ اس کے بعد وہ اپنے ساتھیوں سے ایک طرق ہٹ گیا اور ایک بے آب [۳ : ۳۲۲] و گیاہ بیابان میں اکیلا رہ گیا ۔ ہوتے ہوتے وہ ایک ایسی قوم کے پاس جا پہنچا جن کے متعلق اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہیں ۔ دریافت کرنے پر معلوم ہؤا کہ قبیلۂ ہمدان میں سے ہیں ۔ یہ ان کے یہاں اتر پڑا ۔ یہ خوش رُو اور ظریف انسان تھا ۔ ان کی ایک عورت جسے عَمرہ بنت مُسبَیّع کہا جاتا تھا اس پر عاشق ہوگئی ۔ یہ بھی اس پر عاشق ہوگیا ۔ ابن اروی نے اس کے گھر والوں سے اس کا رشتہ مانگا ۔ ابن اروی کا نام الضّب تھا ۔ قبیلۂ ہمدان شاعر یا عائف یا اس شخص کے سوا جو پانی کے چشموں سے واقف ہو کسی اور سے شادی نہ کیا کرتے تھے ۔ انھوں نے اس سے ان امور کے متعلق پوچھا مگر اسے کوئی چیز نہ آتی تھی ۔ لٰہذا انھوں نے شادی سے انکار کر دیا ۔ یہ اپنی درخواست پر مصر رہا تاآنکہ وہ مان گئے اور اس نے عمرہ سے شادی کر لی ۔ اس کے بعد عربوں کے ایک قبیلے نے ان پر غارت ڈالنے کا ارادہ کیا ، اور انھوں نے الضب سے بد شگونی لی اور اسے اور اس کی بیوی کو ایّام کے دوران میں نکال باہر کیا ۔ دونوں روانہ ہوگئے ، الضب کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا ۔ یہ ایک دن اور ایک رات چلتے رہے ۔ آگے ایک چشمہ تھا ان کا خیال

تھا کہ صبح ہوتے ہی وہاں پہنچ جائیں گے ۔ عمرہ نے کہا ، یہ مشکیزہ مجھے غسل کرنے کے لیے دے دو کیونکہ ہم چشمے کے قریب تو پہنچ ہی چکے ہیں ۔ اس نے مشکیزہ اسے دے دیا ۔ عمرہ نے جس قدر پانی مشکیزے میں تھا اس سے غسل کیا مگر پانی کافی نہ ہؤا ۔ پھر صبح کو چشمے پر جو پہنچے تو اسے خشک پایا ، انھیں پیاس لگ رہی تھی اس پر الضّب نے کہا :

لَا مَاءَكِ أَبْقَيْتِ وَ لَا حِرَكِ أَنْقَيْتِ

نہ ہی تو نے پانی باقی چھوڑا اور نہ اندام پاک کیے

اس کے بعد وہ چشمے کے بالمقابل ایک درخت کے سائے میں لیٹھ گئے ، اب الضّب نے یہ اشعار کہے :

تَاللهِ مَا طَلَّةٌ أَصَابَ بِهَا
بَعْلًا سِوَى قَوَارِعِ العَطَبِ

خدا کی قسم ! وہ بیوی جس کی آفت کو زمانہ خاوند پر لے آئے ہلاک کرنے والی مصیبتوں کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتی

وَ أَيُّ مَهْرٍ يَكُونُ أَثْقَلَ مِمَّا
طَلَبُوهُ إِذْنٌ مِنَ الضَّبِّ

جو مہر انھوں نے الضّب سے طلب کیا اس سے بھاری مہر اور کیا ہو سکتا ہے

أَنْ يَعْرِفَ المَاءَ تَحْتَ صُمِّ الصَّفَا
وَ يُخْبِرَ النَّاسَ مَنْطِقَ الخُطُبِ

یہ کہ وہ ٹھوس پتھروں کے نیچے پانی کو معلوم کر سکتا ہو اور لوگوں کو کبوتروں کی بولیاں بتاتا ہو

أَخْرَجَنِي قَوْمُهَا بِأَنْ الرَّحْىٰ
دَارَتْ بِشُؤْمٍ لَهُمْ عَلَى القُطُبِ

اس کی قوم نے مجھے نکال باہر کیا ہے کیونکہ (جنگ کی) چکی
قطب کے گرد نحوست کے ساتھ گردش کرنے لگی ہے

جب اس کی بیوی نے اشعار سنے تو خوش ہوئی اور کہا : میری قوم کی طرف واپس چل کیونکہ تو شاعر ہے ۔ لہذا دونوں واپس روانہ ہوگئے جب وہاں پہنچے تو قوم ان کی طرف بڑھی تاکہ دونوں کو مارے اور واپس کر دے ۔ الضب نے کہا : پہلے میرے اشعار سن لو پھر مجھے قتل کر دینا ۔ چنانچہ اس نے انہیں اپنے اشعار سنائے اور قتل سے بچ گیا اور پھر ان کے یہاں خود ان کے بعض لوگوں سے زیادہ محبوب ہو گیا ۔

فرزدق کہتا ہے :

وَكُنْتُ كَذَاتِ الحَيْضِ لَمْ تُبقِ مَاءَهَا
وَلَا هِيَ مِنْ مَاءِ العَذَابةِ طَاهِرُ

میری مثال اس ایام والی عورت کی سی تھی جس نے نہ تو پانی بچایا اور نہ ہی پانی سے پاک ہوئی

کنکروں کو ایک دوسرے سے مارنا اور لکیر کھینچنا وغیرہ امور

[۳ : ۳۲۳] عربوں کے یہاں بہت سی باتیں ایسی پائی جاتی تھیں جن کے ذریعے وہ اپنے خیال کے مطابق امور غیبیہ معلوم کر لیتے تھے مثلاً کنکروں کو ایک دوسرے سے ٹکرانا ، لکیر کھینچنا اور دانے وغیرہ ۔ یہ تمام امور کہانت میں شمار ہوتے ہیں جیسا کہ اہل علم نے ثابت کیا ہے ۔ طرق (کنکریوں کا مارنا) کے مخصوص طریقے ہیں ۔ کیونکہ جب کاہن سے کسی حادثے کے متعلق سوال کیا جاتا ہے تو وہ کچھ کنکریاں جو اس نے اپنے پاس تیار رکھی ہوتی ہیں نکالتا ہے اور انہیں ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے ، اس سے اس پر کچھ ایسے امور ظاہر ہو جاتے جن

سے وہ سائل کا جواب معلوم کر لیتا ۔

خط کا طریقہ جیسا کہ ابن الاعرابی نے نقل کیا ہے یہ ہے وہ کہتا ہے: کاہن بیٹھ جاتا ہے اور ایک لڑکے کو جو اس کے سامنے ہوتا ہے حکم دیتا ہے اور وہ ریت یا مٹی پر کچھ خطوط کھینچ دیتا ہے ۔ وہ یہ کام بڑی پھرتی اور جلدی سے کرتا ہے تاکہ یہ خطوط گنے اور شمار نہ کیے جا سکیں ۔ اس کے بعد وہ اسے حکم دیتا ہے اور وہ دو دو کر کے خطوط مٹاتا جاتا ہے ، ساتھ ساتھ یہ الفاظ کہتا جاتا ہے "اِبْنَیْ عِیَانْ اِسْرَعَا الْبَیَانَ" (اے معاینہ کے دو بیٹو جلدی سے بیان کرو) اگر آخر میں دو خط بچ جائیں تو یہ کامیابی کی علامت ہے اور اگر ایک خط باقی بچے تو یہ ناکامی اور محرومی کی علامت ہے ۔ میں نے کسی ادب کی کتاب میں دیکھا ہے کہ کسی راجز نے جندب اور یہ ایک قسم کی مکڑی ہے ۔ کی صفت میں کہا ہے :

يَخْجِلُ فِيهَا مِقْدَرُ الحَجُول،
يَمْشِيَا عَلَى شِقَّيْهِ كَالْمَشْكُول،

یہ مکڑی گھر کے اندر ایک ٹانگ پر کودتی ہے اور یہ بہت ہی کودنے والی اور ایک ٹانگ پر چلنے والی ہے درآنحالیکہ یہ ایک پہلو پر اس طرح اکڑ کر چلتی ہے جس طرح وہ چلتا ہے جس کی ٹانگیں دھاگے سے باندھ دی گئی ہوں

يَخُطُّ لَامَ أَلِفٍ مَوْصُول،
وَالزَّايَ وَالرَّا أَيَّمَا تَهْلِيل، [1]

یہ لام اور الف ملا ہوا لکھ رہی ہے اور زاء اور راء اور یہ کیا ہی عمدہ خط ہے

خَطُّ يَدِ المُسْتَطْرِقِ المَسْئُول،

جیسے اس کاہن کا ہاتھ خط کھینچتا ہے جس سے کوئی بات پوچھی گئی ہو

---

[1] ہَلَّلَ الكَاتِبُ : كَتَبَ الكِتَابَ ۔

یعنی یہ لام الف اس طرح کھینچتا ہے جس طرح وہ کاہن کھینچتا ہے جس سے کسی غیب کی بات کا سوال کیا گیا ہو اور المستطرق اس شخص کو کہتے ہیں جو غیب کی باتیں معلوم کرتا ہے چنانچہ جب اس سے کوئی بات پوچھی جاتی ہے تو وہ مٹی میں لکیریں کھینچ کر دیکھتا ہے۔ بعض کہتے ہیں: مستطرق اس کاہن کو کہتے ہیں جو کنکروں کو ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے۔

سنن ابی داؤد میں عطاء بن یسار سے مروی ہے اور وہ معاویہ بن الحکم السلمی سے روایت کرتے ہوئے کہتا ہے: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے (بعض افراد) خط کھینچتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ایک نبی خط کھینچا کرتے تھے جس کا خط اس نبی کے خط کے مطابق ہوگیا تو یہ وہی ہے۔ اس سے ایک احتمال یہ نکلتا ہے کہ اس کے معنی زجر کے ہیں تا کہ لوگ اس سے باز رہیں۔ کیونکہ جو لوگ اس نبی کے بعد ہوں گے ان کی لکیریں اس نبی کی لکیروں [۳ : ۳۲۴] کے مطابق نہیں ہو سکتیں اور نہ ہی ان میں ویسی صحت پائی جا سکتی ہے جو نبی کی لکیروں میں تھی۔ کیونکہ یہ تو اس نبی کا معجزہ اور آیت تھی۔ بعد کے آنے والے لوگوں کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا کہ وہ اس خصوصیت کو حاصل کرنے کی خواہش میں ایسا طریقہ اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان:

أَوْ أَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ

(یا کوئی علم جس کی روایت چلی آئی ہو)

کی تشریح میں بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ اس علم سے مراد وہ علم ہے جسے آج کل علم الرمل کہتے ہیں اور یہ سب کچھ کہانت میں شامل ہے ـــ

ابن خلدون اپنے مقدمے میں کہتا ہے: ہم نوع انسانی میں ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جو ہونے والے امور کی اطلاع وقوعہ سے پہلے دے دیتے ہیں وہ ایسا اس طبیعت کی وجہ سے کر سکتے ہیں جس کی بنا پر ان کی صنف دیگر انسانوں سے ممتاز ہوتی ہے۔ اس کام کے لیے وہ نہ تو کسی

صنعت کو اختیار کرتے ہیں اور نہ ہی اس پر وہ کسی علم کے ذریعے استدلال کرتے ہیں ۔ مثلاً علم نجوم وغیرہ ۔ ہم اس بات میں ان کے حواس کو اس فطرت کے عین مطابق پاتے ہیں جس پر ان کی تخلیق ہوئی ہے ۔ اس کی مثال عارفین کی ہے اور ان لوگوں کی سی جو شفاف اجسام میں سے دیکھتے ہیں مثلاً آئینہ اور پانی کا طشت اور وہ لوگ جو حیوانات کے دل ، جگر اور ہڈیوں کو دیکھتے ہیں ۔ نیز پرندوں اور درندوں سے شگون لینے ، اور کنکر (باہم) ٹکرانے والے اور دانوں مثلاً گندم اور گٹھلیوں سے فال نکالنے والے ۔ یہ تمام باتیں عالم انسان میں موجود ہیں کسی کے لیے ان سے انکار کرنے اور نہ ماننے کی گنجائش نہیں ۔ اسی طرح دیوانوں کا حال ہے کہ ان کی زبان پر غیب کی چند باتیں چڑھا دی جاتی ہیں اور وہ انہے لوگوں کو بتا دیتے ہیں ۔ یہی حال سوئے ہوئے شخص کا ہے ابتدائی نیند میں مردوں کا بھی جو ابھی تازہ تازہ ہوں ، وہ بھی غیب کی باتیں بتا دیتے ہیں ۔ اسی طرح صوفیا میں سے اہل ریاضت لوگ ہیں ، امور غیب میں انھیں خاص حس حاصل ہوتی ہے اور یہ کرامت کے طور پر لوگوں میں مشہور ہے ۔ ابن خلدون کہتا ہے : ہم ان تمام ادراکات سے بحث کریں گے ۔

ہم کہانت سے شروع کرتے ہیں پھر ایک ایک کر کے آخر تک سب کا ذکر کریں گے اور پیشتر اس کے کہ ان سے بحث کریں مقدمے کے طور پر نفس انسانی کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ یہ ان تمام قسموں میں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے کسی طرح غیب کے ادراک کی استعداد پیدا کر لیتے ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نفس انسانی ایک روحانی ذات ہے جو دیگر روحانیات میں سے بالقوۃ موجود ہے اور یہ قوۃ سے فعل کی طرف بدن اور بدن کے احوال کے ذریعے آتی ہے ۔ اس قدر بات کا ادراک تو ہر کوئی کر لیتا ہے اور ہر وہ چیز جو بالقوۃ ہو اس کا مادہ اور اس کی صورت ہوتی ہے ۔ اس نفس کی وہ صورت جس سے اس کا وجود مکمل ہوتا ہے وہی ادراک اور تعقل ہے ۔ لہذا یہ پہلے تو بالقوۃ پائی جاتی ہے اور اس میں ادراک اور

کلی اور جزئی صورت کے قبول کرنے کی استعداد ہوتی ہے ، اس کے بعد اس کا نشو و نما اور وجود بدن اور ان چیزوں کی مصاحبت کی وجہ سے جو اسے مدرکات محسوسہ کا عادی بناتی ہیں بالفعل مکمل ہو جاتا ہے نیز ان کلی معانی کی مصاحبت کی وجہ سے جنھیں وہ ان ادراکات سے حاصل کرتی ہے لہذا وہ بار بار صورت کو معلوم کر لیتی ہے یہاں تک کہ اسے [۳ : ۳۲۵] ادراک اور تعقل ذہنی بالفعل حاصل ہو جاتا ہے اور اس کی ذات کی تکمیل ہو جاتی ہے ۔ نفس ہیولیٰ کی طرح باقی رہ جاتا ہے اور صورتیں ایک ایک کر کے اس پر ادراک کے ساتھ باری باری آتی ہیں ۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ بچہ ابتدائے آفرینش میں اس ادراک کی قدرت نہیں رکھتا جو بذات خود نفس میں پایا جاتا ہے نہ خواب کے ذریعے ، نہ کشف کے ذریعے اور نہ کسی اور طریقے سے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نفس کی صورت جو درحقیقت اسی کی ذات ہے ۔۔ اور یہی ادراک اور تعقل ہے ۔ ابھی تک مکمل نہیں ہوئی ہوتی ۔ بلکہ یہ ابھی کلیات کا بھی پوری طرح انتزاع نہیں کر سکتی ہوتی ۔ اس کے بعد جب اس کی ذات کی تکمیل بالفعل ہو جاتی ہے تو جب تک یہ بدن کے ساتھ رہتی ہے اسے دو قسم کا ادراک حاصل ہوتا ہے ایک وہ ادراک جو آلاتِ جسم کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور اسے بدنی حواس کی طرف لے جاتا ہے اور دوسرا وہ ادراک جسے یہ بذاتِ خود اور بغیر کسی واسطے کے حاصل کرتا ہے اور یہ نفس بدن حواس اور ان چیزوں میں گھسے ہوئے ہونے کی وجہ سے جو اسے اپنی طرف مشغول کیے رکھتی ہیں اس سے چھپا رہتا ہے ۔ کیونکہ حواس اس جسمانی ادراک کی وجہ سے جس پر اس کی تخلیق ہوئی ہے اسے ہمیشہ ظاہر کی طرف کھینچتے رہتے ہیں اور بعض اوقات ظاہر سے باطن کے اندر جا گھستے ہیں ۔ اس سے ایک لحظے کے لیے بدن کا حجاب اٹھ جاتا ہے اور یہ یا تو اس خاصیت کی وجہ سے ہوتا ہے جو عام انسانوں میں پائی جاتی ہے مثلاً نیند یا اس خاصیت کی وجہ سے ہوتا ہے جو بعض (خاص) انسانوں میں پائی جاتی ہے مثلاً کہانت یا کنکروں کو (باہم) مار کر فال نکالنا ، یا ریاضت کی وجہ سے ہوتا ہے جس طرح صوفیا

کو ہوتا ہے ۔ اس وقت نفس کی توجہ ملأ اعلٰی کی ان ذاتوں کی طرف ہوتی ہے جو اس سے بالا ہیں اور یہ اس لیے ہوتا ہے کہ اس کے اور ان کے افق کے وجود میں اتصال پایا جاتا ہے اور ملأ اعلٰی کی یہ ذاتیں روحانی ہیں ۔ یہ محض ادراک اور بالفعل عقول ہیں ۔ ان میں موجودات کی صورتیں اور ان کے حقائق پائے جاتے ہیں ۔ لہٰذا ان صورتوں میں سے کچھ صورتوں کا ظہور نفس میں ہو جاتا ہے اور نفس ان کے علوم اخذ کر لیتا ہے ۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان صورتوں کو جو ادراک میں آتی ہیں قوّت خیالیہ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں اور پھر یہ قوّت خیالیہ انہیں ایسے سانچوں میں ڈھال لیتی ہے جن کی وہ عادی ہو چکی ہوتی ہے ۔ اس کے بعد جو کچھ حسّ نے حاصل کیا ہوتا ہے خواہ وہ مجرّد ہو خواہ سانچوں میں یہ ان کی طرف رجوع کرتی ہے اور ان کو خبر دیتی ہے ۔ اس ادراک غیبی کے لیے نفس کی استعداد کی یہی تشریح ہے ـــ ابن خلدون کہتا ہے : جو وعدہ ہم نے کیا تھا کہ ہم اس کی صنفوں کی تشریح کریں گے ۔ اب ہمیں اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے ۔ جو لوگ شفاف اجسام میں دیکھتے ہیں مثلاً آئینہ ، پانی کے طشت ، حیوانات کے دل ، ان کے جگر اور ہڈیاں اور وہ لوگ جو کنکر مارنے والے ہیں اور دانے پھینکنے والے ہیں یہ سب کاہنوں کے زمرے میں شمار ہوتے ہیں مگر ان کا کہانت کے اعتبار سے اپنی اصل خلقت میں رتبہ کم ہے ، اس لیے کہ کاہن کو حسّ کا پردہ اٹھانے میں زیادہ زور لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ برخلاف ان لوگوں کے کہ انہیں زور لگانا پڑتا ہے کیونکہ تمام مدارک حسیّتہ ایک نوع کے اندر منحصر ہو کر رہ جاتی ہیں ۔ ان مدارک حسیّتہ میں سب سے افضل بصر ہے ۔ یہ بصر بسیط مرئی چیز پر لگی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کا وہ مدرک ظاہر ہو جاتا ہے جو اسے اس مرئی چیز کی خبر دیتا ہے ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان امور کا مشاہدہ ان چیزوں [۳ : ۳۲۶] کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے یہ آئینے کی سطح میں دیکھتے ہیں ۔ حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے بلکہ یہ مسلسل آئینے کی سطح میں دیکھتے رہتے ہیں تاآنکہ یہ بصر سے غائب

ہو جاتے ہیں - پھر ان کے اور آئینے کی سطح کے درمیان بادل کی طرح کا ایک پردہ ظاہر ہوتا ہے جس میں ان کی صورتوں کی تصویر آ جاتی ہے اور یہی وہ چیزیں ہیں جن کا وہ ادراک کرتے ہیں - پھر ان امور کی وجہ سے جن کی معرفت کی طرف یہ توجہ دیتے ہیں خواہ وہ نفی میں ہو خواہ اثبات میں یہ لوگوں کو مقصود کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں - گویا جس صورت میں خود انھوں نے ادراک کیا ہوتا ہے اسی صورت میں اوروں کو بتا دیتے ہیں - رہا آئینہ اور وہ صورتیں جن کا آئینے میں ادراک ہوتا ہے ان کا ادراک یہ اس حالت میں نہیں کر سکتے - بلکہ اس سے ان کے لیے ادراک کی ایک اور قسم پیدا ہوتی ہے - اور وہ ایک نفسانی چیز ہوتی ہے جس کا ادراک بصر سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ حِس کا مدرک نفسانی اس کی شکل اختیار کر لیتا ہے جیسا کہ مشہور ہے - اسی قسم کی حالت ان لوگوں کے سامنے پیش آتی ہے جو حیوانات کے دلوں ، ان کے جگروں کو دیکھتے ہیں اور وہ جو پانی اور طشت اور اسی قسم کی اور چیزوں کو دیکھتے ہیں — ابن خلدون کہتا ہے : ان لوگوں میں سے ہم نے ایسے افراد کو بھی دیکھا ہے جو حِس کو صرف دھونی کے ساتھ مشغول کر لیتا ہے اور پھر منتروں کے ساتھ تاکہ ان میں استعداد پیدا ہو جائے اس کے بعد اپنے ادراک کے مطابق اوروں کو بتاتا ہے اور لوگوں کا خیال ہے کہ یہ لوگ ہوا میں ان مجسم صورتوں کو دیکھ لیتے ہیں جو مثال اور اشارے کے طور پر ان حالات سے مشابہت رکھتی ہیں - جن کے ادراک کی طرف یہ توجہ دیتے ہیں — یہ لوگ جب حواس سے غائب ہو جاتے ہیں تو یہ حالت پہلے لوگوں کے مقابلے میں ان کے لیے زیادہ خفیف و لطیف ہوتی ہے — دنیا ایک اُعجُوبہ ہے ، اس کے بعد اس نے زجر کا ذکر کر کے بیان کیا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ دیوانے غیب کی باتیں بتا دیتے ہیں - پھر کہتا ہے : اب لیں ان عرّافوں کو جن کا تعلق اس ادراک کے ساتھ ہوتا ہے حالانکہ انھیں یہ اتصال حاصل نہیں ہوتا تو یہ اپنے تخیل کو اس بات پر مسلط کر دیتے ہیں جس کی طرف یہ توجہ دیتے ہیں اور اس اتصال اور ادراک کی ان مبادی پر بنا

رکھتے ہوئے جن کا خیال ان کے ذہن میں آتا ہے وہ ظن اور تخمینہ لگانا شروع کر دیتے ہیں اور اس طریقے سے غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں ، حالانکہ یہ غیب دانی نہیں ہے ـ بہرحال ان امور کے حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے ـ ابن خلدون کہتا ہے : المسعودی نے مروج الذہب میں ان امور سے بحث کی ہے لیکن وہ نہ تو حقیقت تک پہنچا ہے اور نہ صحیح بات کہی ہے ۔ مسعودی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ علوم میں راسخ القدم ہونے سے بہت دور تھا چنانچہ جو کچھ اس نے اہل و نااہل لوگوں سے سنا ہوتا ہے نقل کر دیتا ہے ۔ اس کے بعد اس نے ذکر کیا ہے کہ عرب ان علوم کو کس قدر معتبر سمجھتے اور ان پر کس قدر زور صرف کیا کرتے تھے ـ نیز ان لوگوں کا بھی ذکر کیا ہے جو عربوں میں ان امور کے سلسلے میں مشہور تھے ۔ رہا یہ کہ جو کچھ متصوفہ سے صادر ہوتا ہے وہ کیا ہے تو اس کی حقیقت کا بیان بہت لمبا ہے ۔

اور ان کے علوم میں سے ایک

علم الطب

[۳ : ۳۲۷] ہے ۔ عربوں کو علم طب میں وافر دستگاہ حاصل تھی ۔ یہ علم بالعموم اُس تجربے پر موقوف تھا جو چند اشخاص تک محدود تھا اور جو قبیلے کے بوڑھے مردوں اور بوڑھی عورتوں سے وراثۃً ان کے پاس چلا آتا تھا ۔ بعض لوگ جڑی بوٹیوں ، نباتاتی دواؤں اور غذاؤں کے ذریعے صحت یاب ہو جاتے تھے ، اکثر لوگوں کو ان چیزوں کے استعمال سے فوری صحت ہو جاتی مگر یہ طریق علاج نہ تو کسی طبعی قانون پر مبنی تھا اور نہ مزاج کی مطابقت پر ۔ آج بھی بادیہ نشین عربوں کے یہاں اس قسم کے بہت سے لوگ پائے جاتے ہیں ۔ اس سلسلے میں ہم تک ان کے متعلق عجیب و غریب باتیں پہنچی ہیں ۔ جس کی روایت ان معتبر لوگوں نے کی ہے جنھوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہے ۔ یہی صورت زخموں اور آفت زدہ لوگوں کے علاج کی ہے ۔ بعض لوگ وہ ہیں جو بیماریوں کا علاج ‘‘ داغ ’’ دینے سے کرتے ہیں اور انھیں کم سے کم وقت میں

بیماری سے صحت حاصل ہو جاتی ہے ۔ اسی طرح عربوں کو چوپایوں مثلاً گھوڑے ، خچر ، گدھے ، اونٹ وغیرہ کے علاج کا مکمل علم حاصل تھا اور انھیں ان کی تربیت کرنے کا بہترین طریقہ معلوم تھا کہ دیگر اقوام اس علاج میں ان کی برابری نہیں کر سکتیں ۔ یہ سب کچھ عربوں کے متعلق مشہور اور مسلّم ہے — ان فنون میں سے جو کچھ متقدمین کے پاس عربوں سے پہنچا ہے اس کو انھوں نے بہت سی کتابوں میں مدوّن کر دیا ہے — جاہلیت میں عربوں کے بہت سے طبیب ایسے تھے جو اس علم میں مہارت کی وجہ سے مشہور تھے اور اس فن میں سرکردہ ہونے کی وجہ سے موصوف تھے ، ماسوا ان طبیبوں کے جو یمن میں اور تَبَابِعَہ کے پاس تھے کیونکہ ان کی تعداد اس قدر ہے کہ ان کا شمار کرنا ممکن نہیں ۔ لقمان کا مقام اور جس مہارت کو وہ پہنچا ایک مشہور بات ہے ۔ ہم صرف ان طبیبوں کا ذکر کریں گے جو اسلام کے آنے سے تھوڑا عرصہ پہلے مُضَر اور ان کے پڑوسیوں کے یہاں تھے ۔

ہم انشاء اللہ ان میں سے چند ایک کا ذکر اور ان کے کسی قدر حالات اور اس فن میں مختصر سی باتیں بیان کریں گے تا کہ یہ باتیں ان لوگوں کے لیے جو اس امر کے بارے میں متردد ہیں اور اسے ناممکن سمجھتے ہیں ایک طرح کا نمونہ اور واضح دلیل بن جائیں ۔ (ظاہر ہے کہ) اللہ کا فضل کسی ایک شخص تک محدود نہیں ہے ۔

مشہور عرب اطبا

[۳ : ۳۲۸] ان میں سے

الحرٰث بن کلدة الثقفی[1]

ہے ۔ ابن ابی أصیبعہ[2] (م ۶۶۹ھ) اپنی کتاب عیون الانبیاء

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو کتاب الاشتقاق مع حاشیہ کے : ۳۰۵ اور کَلَدَہ کو کاف اور لام کی زبر کے ساتھ پڑھیں ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں ابن اصیبعۃ ہے اسے ابن ابی اصیبعۃ پڑھیں ۔

فی طبقات الاطبا میں کہتا ہے : یہ حٰرث طائف کا رہنے والا تھا اس نے کئی ملکوں کا سفر کیا ۔ علم طب سیکھا اور بیماری اور اس کا علاج معلوم کیا ، یہ ساز بھی بجایا کرتا تھا اور اس فن کو اس نے فارس اور یمن میں سیکھا تھا ۔ یہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، ابوبکرؓ ، عمرؓ ، عثمانؓ ، علی بن ابی طالبؓ اور امیر معاویہ کے زمانے تک زندہ رہا ۔ معاویہ نے اس سے کہا : حارث ! طب کیا چیز ہے ؟ اس نے جواب دیا : أَزْم یعنی بھوک ۔ اس امر کا ذکر ابن جلجل نے کیا ہے ۔ جوھری صحاح میں کہتا ہے : ازم کے معنی رکنے کے ہیں محاورے میں کہتے ہیں أَزَمَ الـرجُـلُ عـَنِ الشـَّيْئِ : وہ آدمی اس چیز سے رک گیا ، اور ابو زید کہتا ہے : أَزْم اس شخص کو کہتے ہیں جو بات کرتے وقت اپنے دونوں ہونٹوں کو ملا دے ۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الحٰرث بن کَلَدہ سے بیماری[1] کے متعلق دریافت کیا تھا تو اس نے کہا تھا : الازم یعنی پرہیز کرنا ۔ ابن ابی اصیبعہ کہتا ہے کہ یہ عربوں کا طبیب تھا ۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار وہ مکے میں بیمار پڑ گئے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیادت کے لیے تشریف لائے تو آپ نے فرمایا : اس کے لیے الحٰرث بن کَلَدہ کو بلاؤ ۔ وہ طبیب ہے ، جب الحٰرث عیادت کے لیے آیا اور اس نے غور کرنے کے بعد کہا : اسے کوئی تکلیف نہیں اس کے لیے فَریقَہ[2] تیار کرو اور فریقہ عجوہ قسم کی کھجور اور میتھی دونوں کو ملا کر اور پکا کر تیار کیا جائے ۔ اسے سعد نے گھونٹ گھونٹ کر کے پیا اور صحت یاب ہوگئے ۔ حارث نے بہت سے لوگوں کا علاج کیا ۔ اسے عربوں کی عادات اور ان چیزوں کا علم تھا جن کی علاج میں ضرورت ہوتی ہے ۔ اور علم طب وغیرہ کے متعلق اس کے اقوال عمدہ ہیں ۔

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں داء (بیماری) ہی ہے ۔ اسے میرے نزدیک دواء ہونا چاہیے کیونکہ ” پرہیز “ بیماری نہیں ہے بلکہ علاج ہے ۔

۲ ۔ کھجور اور میتھی سے تیار کیا ہوا کھانا ۔

ان میں ایک یہ ہے کہ یہ کسریٰ انو شروان کے پاس گیا ، اس نے حاضر ہونے کی اسے اجازت دی جب اس کے سامنے سیدھا کھڑا ہوا کسریٰ نے کہا : تو کون ہے ؟ اُس نے جواب دیا : میں الحٰرث بن [۳ : ۳۲۹] کَلَدَة الثقفی ہوں ۔ اس نے کہا : تیرا پیشہ کیا ہے ؟ اس نے کہا : طب ۔ اس نے کہا : کیا تو بدوی ہے ؟ اس نے کہا : ہاں خالص بدوی اور ان میں سے افضل گھرانے کا ہوں ۔ اس نے کہا : عرب اپنی جہالت ، ضُعف ، عقل اور بری غذاؤں کی موجودگی میں طبیب کو کیا کریں گے ؟ اس نے جواب دیا : اے بادشاہ ! جب عربوں کی یہ صفات ٹھہریں تو انھیں اس شخص کی زیادہ ضرورت ہے جو ان کی جہالت کی اصلاح کرے ، ان کی کجی کو سیدھا کرے ، ان کے بدنوں کی (درستی کی) تدبیر کرے اور ان کے جنسی سیلان کو اعتدال میں رکھے ، اس لیے کہ عقلمند تو بذات خود ان امور سے واقف ہوتا ہے ۔ کسریٰ نے کہا : جو چیزیں تو ان عربوں کے پاس لاتا ہے انھیں یہ کیسے پہچان لیتے ہیں ؟ اگر یہ حلم سے آگاہ ہوتے تو جہالت کی طرف منسوب نہ ہوتے ؟ اس نے کہا : بچے سے پہلے پیار کی باتیں کی جاتی ہیں ۔ پھر اس کا علاج کیا جاتا ہے ، سانپ پر پہلے منتر پڑھا جاتا ہے ، پھر اسے پکڑا جاتا ہے پھر کہا : اے بادشاہ ! عقل بھی اللہ کی تقسیم ہے اللہ تعالی نے اسے بندوں میں رزق کی طرح تقسیم کر رکھا ہے لہٰذا ہر ایک نے اپنی قسمت حاصل کر رکھی ہے ۔ اللہ تعالی نے بعض لوگوں کو خصوصیت بخشی اور انھیں زیادہ دیا چنانچہ بعض لوگ مالدار ہیں اور بعض مفلس ، بعض جاہل ہیں اور بعض عالم ، بعض عاجز ہیں اور بعض دانشمند اور یہ (سب کچھ) طاقتور اور جاننے والے خدا کا اپنا اندازہ ہے ۔ کسریٰ کو اس کا کلام پسند آیا ۔ پھر کہا : تجھے عربوں کے کون سے اخلاق اچھے لگتے ہیں ؟ اور ان کے کون سے طریقے اور کون سی خصلتیں پسند ہیں ؟ حارث نے جواب دیا : اے بادشاہ ! ان کے نفس سخی ، دل جری" لغت فصیح ، زبان بلیغ ، نسب صحیح اور حسب شریف ہیں ۔ ان کے منہ سے گفتگو اس طرح نکلتی ہے جس طرح تیر انداز

نبشہ درخت کی بنی ہوئی کمان سے تیر نکل کر جاتا ہے ۔ یہ کلام
ع کی ہوا سے زیادہ شیریں اور جاری اور نفیس پانی سے زیادہ ملائم ہے
، لوگ) قحط سالی میں کھانا کھلاتے ہیں اور جنگ میں کھوپریاں
تے ہیں ، نہ ان کی عزت (کو بٹہ لگانے) کا قصد کیا جا سکتا ہے ،
ان کے پناہ گزین پر ظلم کیا جا سکتا ہے ۔ نہ کوئی ان اشیا کو
ٹ سکتا ہے جو ان کی زیر حفاظت ہیں اور نہ ان کے شریف آدمی
ـ ذلیل کیا جا سکتا ہے ۔ وہ لوگوں کی کسی فضیلت کو تسلیم نہیں
تے سوا اس بڑے بادشاہ کے جس کے ساتھ کسی اور کا قیاس نہیں
یا جا سکتا اور جس کا ہم پلہ نہ رعایا میں سے کوئی شخص ہو سکتا
، اور نہ کوئی بادشاہ ۔

راوی کہتا ہے : اس پر کسریٰ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور جو کلام
، نے الحارث سے سنا تھا اس کی وجہ سے ریاضت حلم کی تابندگی اس
چہرے پر جلوہ گر ہو پڑی ۔ چنانچہ اپنے ہم نشینوں سے کہا :
، نے اس شخص کو ٹھوس پایا ہے ۔ یہ اپنی قوم کا مدح خواں ہے ۔
کی فضیلت[1] بیان کرتا ہے اور جو الفاظ یہ کہہ رہا ہے سچ ہیں ۔
، یہ ہے کہ عقلمند شخص وہی ہوتا ہے جسے تجربوں نے پختہ کار
دیا ہو ۔ اس کے بعد کسریٰ نے اسے بیٹھ جانے کا حکم دیا اور وہ
ھ گیا ۔ پھر کہا : طب میں تمھاری کہاں تک نظر ہے ؟ اس نے کہا :
، ۔ اس نے کہا : طب کی جڑ کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا : پرہیز ،
، نے کہا : پرہیز کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا : دونوں ہونٹوں کو
ر میں رکھنا اور ہاتھوں کے ساتھ نرمی کرنا ۔ اس نے کہا : تو نے
صحیح کہا ہے (اب بتاؤ) بدترین بیماری کیا چیز ہے ؟ اس نے جواب
ا : کھانے پر کھانا داخل کرنا یہی وہ بات ہے جو مخلوق کو فنا کرتی
، اور جنگل کے اندر درندوں کو ہلاک کرتی ہے ۔ اس نے کہا :

---

۱ - بلوغ الارب میں باطقا ۔ [باء تحتانیہ کے ساتھ چھپا ہے] ۔ اسے ناطقاً
[نون فوقانیہ کے ساتھ] پڑھیں ۔

وہ کون سا انگارا ہے جس سے بیماریاں بھڑک[1] اٹھتی ہیں ؟ اس نے جواب دیا : یہ بد ہضمی ہے ۔ اگر پیٹ میں رہ جائے تو مار ڈالتی ہے اور اگر حل ہو جائے تو بیمار کر دیتی ہے ۔ بادشاہ نے کہا : تو سچ کہتا ہے ۔ تو سینگھیاں لگوانے کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟ اس نے کہا : (سینگھیاں اس وقت لگوانی چاہییں جب) چاند ناقص ہو رہا ہو اور ایسے دن (لگوانی چاہییں جس دن) مطلع صاف اور ابر نہ ہو اور طبیعت اچھی ہو ، رگیں ساکن ہوں ۔ ایسے وقت جب تجھے فوری خوشی حاصل ہوئی ہو اور غم تجھ سے دور ہو ۔ کسریٰ نے کہا : حمام میں جانے کے متعلق تو کیا کہتا ہے ؟ حارث نے جواب دیا : سیری کی حالت میں حمام میں نہ جانا ، نہ بیوی سے مستی کی حالت میں ہمکنار ہونا ، نہ رات کے وقت ننگا کھڑا ہونا ، نہ غصے کی حالت میں کھانا کھانے کے لیے بیٹھنا ، اپنی ذات سے نرمی کرنا اس سے حالت اچھی رہے گی ۔ کم کھانا کھانا ، مزے کی نیند آئے گی ، اس نے کہا : تو دواء کے متعلق کیا کہتا ہے ؟ جواب دیا : جب تک تو تندرست ہے دوا سے پرہیز کر ، اور اگر کوئی بیماری زور پکڑ جائے تو اسے ایسی دوا سے کاٹ جو اسے جڑ پکڑ جانے سے پہلے ہی روک دے کیونکہ بدن کی مثال زمین کی ہے اگر تو اس کی اصلاح کرے گا تو یہ آباد ہوگی اور اگر چھوڑ دے گا تو ویران ہو جائے گی ۔ اس نے کہا : تو شراب کے متعلق کیا کہتا ہے ؟ اس نے جواب دیا : سب سے عمدہ شراب وہ ہے جو خوشگوار ہو ، اور سب سے رقیق وہ ہے جو زود ہضم ہو ، اور شیرین ترین وہ ہے جو زیادہ لذیذ ہو ، خالص شراب نہ پینا ورنہ یہ سر درد بھی پیدا کرے گی اور دیگر کئی قسم کی بیماریاں بھی پیدا کرے گی ۔ کہا : پھر کون سا گوشت بہترین ہے ؟ جواب دیا : جوان دُنبے کا اور سوکھا ہوا نمکین گوشت کھانے والے کے لیے مہلک ہے اونٹنی اور گائے کے گوشت سے پرہیز کرنا ،

---

۱ - بلوغ الارب میں تصطلم ہے ۔ اس سے کوئی معنی نہیں بنتے اسے تضطرم پڑھیں ۔

اس نے کہا : میوہ جات کے متعلق تو کیا کہتا ہے ؟ اس نے جواب دیا : جب ان کا موسم آ رہا ہو اور ان کا اصلی وقت ہو تو کھا اور جب ان کا موسم جا رہا ہو اور پیٹھ پھیر دے اور ان کا زمانہ گزر جائے تو چھوڑ دے ۔ بہترین پھل انار اور لیموں ہے اور بہترین خوشبودار پھول گلاب اور بنفشہ ہے ۔ بہترین ترکاری کاسنی اور خس (کاہو) ہے ۔ کسریٰ نے پوچھا : تم پانی پینے کے متعلق کیا کہتے ہو ؟ حارث نے جواب دیا : یہ تو بدن کی حیات کا سبب ہے اسی سے بدن کا قیام ہے جو ضرورت کے مطابق پیا جائے وہ مفید ہے اور نیند کے بعد پانی پینا نقصان دہ ہے ۔ بہترین پانی وہ ہے جو خوشگوار ہو اور رقیق ترین وہ ہے جو صاف ترین ہو اور بڑے اور ٹھنڈے خالص پانی کے دریاؤں میں سے لیا گیا ہو اس میں گھنے[1] جنگلوں اور ٹیلوں کا پانی نہ ملا ہو ، دریاؤں کی ہموار زمین سے اترتا ہو ، کنکریوں اور بڑے سنگریزوں میں بہتا ہؤا بلند زمینوں میں جاتا ہو ۔ کسریٰ نے کہا : اس کا ذائقہ کیا ہونا چاہیے ، اس نے جواب دیا : اس کا ذائقہ وہم میں نہیں آ سکتا مگر یہ حیات سے مشتق ہے ۔ کسریٰ نے کہا : اس کا کیا رنگ ہے ؟ حارث نے کہا : اس کا رنگ لوگوں کی آنکھوں میں مشتبہ ہے کیوں کہ جس برتن یا مقام میں یہ ہوتا ہے وہی رنگ اختیار کر لیتا ہے ، کسریٰ نے کہا : بتاؤ انسان کی اصل کیا ہے۔ حارث نے جواب دیا : انسان کی اصل وہی ہے [۳ : ۳۳۱] جہاں سے پانی پیتا ہے یعنی اس کا سر ۔ کسریٰ نے کہا : آنکھوں میں جو نور پایا جاتا ہے یہ کیا چیز ہے ؟ حارث نے جواب دیا : یہ تین چیزوں سے مرکب ہے ، سفیدی چربی ہے اور سیاہی پانی ہے اور جو چیز دیکھتی ہے وہ ہوا ہے ۔ اس نے کہا : یہ بدن کتنی چیزوں

---

۱ ۔ محمد بہجہ اثری نے آجام کے معنی " قلعے " دیا ہے مگر یہ معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے یہاں آجام جمع الجمع ہے أَجَمَة کی ۔ بہجہ اثری نے اسے أجُم کی جمع سمجھا ہے اسی لیے غلطی کھائی ہے ۔

پر پیدا کیا گیا ؟ اس نے جواب دیا : چار طبیعتوں پر - مرۃ السوداء پر اور یہ بارد اور یا بس ہے مرۃ الصفراء پر اور یہ گرم اور خشک ہے - اور خون پر اور یہ گرم اور تر ہے اور بلغم پر اور یہ سرد اور تر ہے کسریٰ نے سوال کیا : انسان کی ترکیب ایک ہی طبیعت سے کیوں نہیں ہوئی ؟ اس نے جواب دیا : اگر انسان ایک ہی طبیعت سے بنایا گیا ہوتا تو یہ نہ کھاتا ، یہ نہ پیتا - نہ بیمار ہوتا اور نہ ہلاک ہوتا - کہا : اور دو طبیعتوں سے کیوں نہیں بنایا گیا ؟ اگر انھی دو پر ہی اکتفا کی جاتی ؟ جواب دیا : یہ نہیں ہو سکتا - کیونکہ یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں جو باہم لڑتی رہتی ہیں - کہا : پھر تین سے ؟ جواب دیا : یہ بھی درست نہیں کیونکہ دو موافق اور ایک مخالف میں صلاحیت نہیں ہو سکتی چار طبیعتوں کا ہونا ہی اعتدال ہے اور اسی سے بدن کا قیام ہے - کسریٰ نے کہا : حار اور بارد کو جامع الفاظ میں مختصراً بیان کرو ؟ اس نے جواب دیا : ہر میٹھی چیز گرم ہے ، ہر ترش چیز ٹھنڈی ہے اور ہر تیز ذائقے والی چیز گرم ہے اور ہر کڑوی چیز معتدل ہے ، اور کڑوی چیزوں میں گرم بھی ہیں اور ٹھنڈی بھی - کسریٰ نے کہا : وہ کونسی بہترین چیز ہے جس سے میرّۃ الصفراء کا علاج کیا جائے ؟ حارث نے جواب دیا : ہر ٹھنڈی اور نرم چیز - کہا : مِرّۃ السوداء کا ؟ کہا : ہر گرم اور نرم چیز - کہا : بلغم کا ؟ کہا : ہر گرم اور خشک چیز - کہا : پھر خون کا ؟ جواب دیا : جب زیادہ ہو جائے تو اس کا نکال دینا اور جب گرم ہو جائے تو ٹھنڈی اور خشک اشیا کی ذریعے اسے مدھم کرنا - کہا : تو ریاح کا ؟ جواب دیا : نرم حقنے سے اور گرم اور نرم تیلوں سے - کہا : کیا تو حقنے کا حکم دیتا ہے ؟ کہا : ہاں میں نے حکما کی کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ حقنہ پیٹ کو صاف کر دیتا ہے اور بیماریوں کو اس سے دور کر دیتا ہے - اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جس نے حقنہ کیا ہو اور پھر وہ بوڑھا ہو جائے ، یا اس کے یہاں اولاد نہ ہو ، اور تمام تر جہالت یہ ہے کہ انسان وہ چیز کھائے جس کی مضرت کا اسے علم ہو اور

وہ اس چیز کی خواہش کو اپنے بدن کے آرام پر ترجیح دیتا ہو ۔ کہا : پرہیز کیا چیز ہے ؟ کہا : ہر بات میں میانہ روی ، کیونکہ مقدار سے زیادہ کھانے سے روح کا میدان، تنگ ہو جاتا ہے اور اس سے روح کے مسام بند ہو جاتے ہیں ۔ کہا : تو عورتوں اور عورتوں کے پاس جانے کے متعلق کیا کہتا ہے ؟ کہا : کثرت ہم آغوشی بری چیز ہے ، سن رسیدہ عورت کی ہم آغوشی سے پرہیز کرو کیونکہ اس کی مثال ایک پرانے اور بوسیدہ مشکیزے کی سی ہے ، جو تمھاری قوت کو کھینچ لیتی ہے اور تمھارے بدن کو بیمار کر دیتی ہے ، اس کا پانی سم قاتل ہے ، اور اس کا سانس فوری موت ۔ وہ تم سے سب کچھ لے لیتی ہے ، اور تمھیں تھوڑا سا بھی نہیں دیتی ، نوجوان عورت کا پانی میٹھا اور خوش گوار ہوتا ہے اس سے بغل گیر ہونا دل خوش کن ادا ہے اس کا منہ ٹھنڈا ہے اور اس کا لعاب دہن میٹھا اور خوشبو عمدہ ہے ۔ اندام تنگ ہے ، جو تمھاری قوت میں اضافہ اور نشاط میں مزید نشاط پیدا کرتی ہے ۔ کہا : عورتوں میں سے کس کی طرف دل زیادہ مائل ہوتا ہے اور کسے دیکھ کر آنکھ زیادہ خوش ہوتی ہے ؟ کہا : جب تو اسے پا لے تو وہ لمبے قد والی ، بڑے سر والی چوڑے ماتھے والی ، تھوڑی سی جھکی ہوئی ناک والی ، سرمیلی آنکھوں والی ، سیاہی مائل ہونٹوں اور مسوڑھوں والی ، صاف رخسارے والی ، چوڑے سینے والی ، جس کا سینے سے اوپر کا حصہ خوبصورت ہو ۔ جس کے رخسارے پتلے اور ہونٹ سیاہی مائل ہوں ، جس کے دونوں ابرو باہم ملے ہوئے ہوں ، پستان ابھرے ہوئے ہوں ، پتلی کمر اور پتلے پاؤں ہوں ، سفید ہو ، بھرپور اور گھنگریلے بال ہوں ، تر و تازہ اور پتلی اور نازک کھال والی ہو جسے تو تاریکی میں چمکدار چاند خیال کرے ، مسکرائے تو گل بابونہ کی طرح دانت ظاہر ہوں ، ہونٹ ارغوانی رنگ کے ہوں ۔ ایسی معلوم ہوتی ہو جیسے کوئی چھپایا ہؤا انڈا ہو ، مکھن سے زیادہ نرم ہو ، شہد سے زیادہ شیریں ہو ، فردوس اور خلد سے بھی زیادہ پاک و صاف ہو ۔ یاسمین اور گلاب سے بھی زیادہ تیز خوشبو ہو ۔ تجھے اس کے قریب جانے سے فرحت حاصل ہو اور اس کے

ساتھ ہم خلوت ہونا خوشی کا باعث ہو ۔ راوی کہتا ہے : اس پر کسریٰ ہنسا ۔ یہاں تک کہ اس کے دونوں کندھے پھڑکنے لگ پڑے ۔ کہا : ملاقاتِ خلوت کا کونسا وقت بہتر ہوتا ہے ؟ کہا : جب رات واپس جا رہی ہو اور پیٹ زیادہ خالی ہو ، نفس زیادہ پر سکون ہو ، دل زیادہ خواہشمند ہو ، رحم زیادہ گرم ہو اور اگر تو دن کے وقت اس سے حظ اٹھانا چاہے تو تمھاری آنکھیں اس کے چہرے کی خوبصورتی کے مزے لیتی رہیں گی ۔ تمھارا منہ اس کے حسن کے پھلوں کو چنتا رہے گا ۔ تمھارے کان اس کے الفاظ کی شیرینی کو محفوظ رکھیں گے اور تمام کے تمام جوارح اس کی طرف مائل ہو کر سکون پالیں گے ۔ کسریٰ نے کہا : اے بدوی ! بہت خوب ، تجھے اللہ نے علم دیا ہے اور تجھے اللہ نے حاضر فہم و ذکا سے نوازا ہے ۔ کسریٰ نے اسے خوب خوب انعام دیا ، اور حکم دیا کہ جو باتیں اس نے کہی ہیں ان کو لکھ لیا جائے ۔

اور الواثق باللہ اپنی کتاب ”البستان“ میں کہتا ہے : کہ الحٰرث بن کلدہ ایک قوم کے پاس سے گزر رہا تھا ، وہ لوگ اس وقت دھوپ میں کھڑے تھے ۔ حارث نے کہا : سائے میں ہو جاؤ کیونکہ سورج کپڑے کو بوسیدہ کرتا اور بدبو[1] پیدا کرتا ، رنگ بدل دیتا اور پوشیدہ بیماری کو برانگیختہ کر دیتا ہے ۔

حارث کے ملفوظات میں سے ہے : [2]ٹھونس کر کھانا بیماری کا گھر ہے ، پرہیز ہر دوا کی اصل ہے ۔ ہر بدن کو اس چیز کا عادی بناؤ جس کا وہ عادی ہو سکے ۔ [۳ : ۳۳۳]

بعض کہتے ہیں کہ یہ الفاظ عبدالملک بن ابجر نے کہے تھے ۔ بعض لوگوں نے یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیے ہیں اور اس کے ابتدائی الفاظ یوں ہیں : المیعدۃ بیت الدّاء (معدہ بیماری کا

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں تنقل ہے اسے تُستَثفِل (ت ف ل) پڑھیں ۔ اَتثفلتہ : صیّرتہ ریحتہ مُنتِنًا

۲ ۔ ایک روایت یوں ہے : المیعدۃ بیت الدّاء ۔

گھر ہے) اور یہ بطنہ کے لفظ کے مقابلے میں زیادہ بلیغ ہے۔
امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا : جو زندہ رہنا چاہتا ہو حالانکہ (انسان کے لیے) بقاء نہیں ہے تو اسے اچھی غذا رکھنی چاہیے - رات کے کھانے کے بعد چلنا چاہیے اور رات آنے سے پہلے ہی بیت الخلاء سے ہو آنا چاہیے - ٹھونس کر کھانے کے بعد حمام میں جانا بدترین بیماری ہے - موسم گرما میں ایک بار حمام میں چلا جانا موسم سرما میں دس بار جانے سے بہتر ہے - رات کے وقت سوکھا ہؤا گوشت کھانا فنا کا مددگار ہے اور بوڑھی عورت سے ہم خلوت ہونا زندہ لوگوں کی عمروں کو تباہ کر دیتا ہے -
اس مقولے کے بعض الفاظ حارث بن کلدہ سے بھی مروی ہیں اور ان میں یوں بیان کیا گیا ہے: جو درازی عمر کا بمسرت خواہاں ہو - یہ الگ بات ہے کہ درازی عمر کوئی چیز نہیں اسے رات کا کھانا دیر[1] سے کھانا چاہیے اور صبح[2] کا کھانا جلدی کھانا چاہیے اور قرض کم رکھنا چاہیے اور عورتوں سے کم کم ملنا چاہیے اور فلیکشر کے معنی فلیؤخر (تاخیر کرے) اور رداء سے مراد قرض ہے - قرض کو رداء اس لیے کہا گیا کہ عربوں کا کہنا ہے ھو فی عنقی و فی ذمتی (وہ میری گردن میں ہے اور میرے ذمے ہے) چونکہ گردن چادر کی جگہ ہے اس لیے دَین (قرض) کو رداء[3] کہا گیا -

---

۱ - بلوغ الارب میں فَلْیُکَثِّر ہے اور آلوسی نے خود اس کی تشریح فلیؤخر سے کی ہے - اس صورت میں یہ اَکثرَی الاَمرَ : اَخَّرَہٗ سے لیا گیا ہے مگر میرے نزدیک درست لفظ فَلْیُبَکِّر یا فلیُبَکِّر ہے - پہلے وقت میں کوئی کام کرنا اور یہاں پہلے وقت میں کھا لینا مراد ہے -

۲ - بلوغ الارب میں الغذاء - [ذال معجمہ کے ساتھ] ہے اسے الغَدَاء - [دال مہملہ کے ساتھ] پڑھیں - غَدَاء : صبح کا کھانا -

۳ - الرداء : الدین و العیال' یقال ھو خفیف الرداء ای قلیل الدین و العیال - آلوسی نے صرف آدھا مفہوم دیا ہے -

یہ مقولہ ایک اور طریقے پر بھی مروی ہے اور اس میں " تعجیل العشاء " ہے (رات کا کھانا جلدی کھا لینا) ہے اور یہ زیادہ درست[1] ہے۔ اور ابو عوانہ نے یوں روایت کیا ہے: وَلْیُعَجِّلِ الْعَشَاءَ وَلْیُخَفِّفِ الرِّدَاءَ وَلْیُقِلَّ الْجِمَاعَ (اسے شام کا کھانا جلدی کھا لینا چاہیے ، قرض اور عیال کم ہونا چاہیے اور ہم آغوشی کم کرنی چاہیے) - حرب بن محمد نے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا ۔ وہ کہتا ہے کہ حرث بن کلدہ نے کہا : چار چیزیں بدن کو گرا دیتی ہیں - ٹھونس کر کھانے کے بعد ہمکنار ہونا ، پیٹ بھر کر کھانا کھانے کے بعد حمام میں جانا ، سوکھا ہؤا گوشت کھانا اور بوڑھی عورت کے ساتھ ہم خلوت ہونا ۔

داؤد بن رشید نے عمرو بن عوف کے حوالے سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ جب الحرث بن کلدہ کی وفات کا وقت آ گیا تو لوگ اس کے پاس اکٹھے ہو گئے اور کہا : ہمیں حکم کر جاؤ تاکہ تمھارے بعد ہم اس پر عمل پیرا رہیں ۔ اس نے کہا : نوجوان عورت کے سوا کسی عورت سے شادی نہ کرنا اور پھلوں کو صرف اسی وقت کھانا جب ان کے پکنے کا وقت ہو ، اور جب تک تمھارا بدن بیماری کو برداشت کر سکے علاج نہ کرنا اور ہر ماہ چونہ استعمال کیا کرنا کیونکہ اس سے بلغم پگھل جاتی ہے ۔ مِرَّہ کو ہلاک کرتا ہے اور گوشت اُگاتا ہے ۔ جب تم صبح[2] کا کھانا کھا لو تو کھانے کے بعد سو جاؤ اور شام کا کھانا کھا لو تو چالیس قدم ضرور چلو ۔

حارث کا یہ بھی کلام ہے : جب تک تم دور ہٹا سکو دوا کو دور ہٹائے رکھو اور صرف مجبور ہو کر پیو کیونکہ دوا اگر ایک چیز کی

---

۱ - مگر فلیبکر جیسا کہ میں نے تجویز کیا ہے ۔ پڑھنے سے دونوں روایتیں ہم معنی ہوں گی ۔

۲ - بلوغ الارب میں تغذی ہے اسے تغدّی پڑھیں اسی طرح علی اثر غداله پڑھیں یعنی دونوں جگہ دال مہملہ کے ساتھ ۔

اصلاح کرتی ہے تو اسی قدر کوئی خرابی بھی پیدا کر دیتی ہے ۔
سلیمان بن جلجل کہتا ہے : ہمیں حسن بن حسین نے بتایا وہ کہتا ہے ہمیں سعید بن الاموی نے بتایا وہ کہتا ہے ہمیں میرے چچا محمد بن سعید بن عبدالملک بن عمیر نے بتایا وہ کہتا ہے : بنی ثقیف کی شاخ بنی [۲ : ۳۲۴] کُنّہ کے دو بھائی تھے جنھیں ایک دوسرے سے محبت تھی ان سے بہتر الفت کسی میں نہ دیکھی گئی تھی بڑا سفر کر گیا اور چھوٹے کو اپنی بیوی کے متعلق بہت کچھ تلقین کر گیا ۔ ایک روز اتفاقاً اس کی نگاہ اس بیوی پر پڑ گئی تو وہ اس پر عاشق ہو گیا اور اس مرض عشق کے باعث لاغر ہو گیا ۔ اس کا بھائی آیا اور اس نے طبیبوں کو بلایا مگر کسی کو اس کے مرض کا پتا نہ چلا یہاں تک کہ وہ الحرث بن کلدہ کو لے آیا ۔ حرث نے کہا : میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کی آنکھیں چھپی ہوئی ہیں ۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کونسی بیماری ہے ۔ میں ابھی اس کا تجربہ کرتا ہوں اسے نبیذ پلا دو جب نبیذ نے اس پر اثر کیا تو اس نے کہا :

أَلاَ رِفْقاً أَلاَ رِفْقاً
قَلِيلاً مَا أَكُونَنَّهْ

مجھ پر مہربانی کرو ، مہربانی کرو تھوڑی دیر کے لیے ۔ خدا کرے میں ہوتا ہی نہ

أَلِمَّا بِيْ عَلَى الأَبْيَا
تِ بِالخَيْفِ أَزُرْهُنَّهْ

مجھے لے کر ان گھروں پر جا کر اترو جو خیف میں ہیں تاکہ میں ان کی زیارت کر لوں

غَزَالاً مَا رَأَيْتُ الْيَوْ
مَ فِيْ دُوْرِ بَنِيْ كُنَّهْ

میں ہرنی (کی زیارت کر لوں) جسے میں نے آج بنی کنہ کے گھروں میں نہیں دیکھا

أَسِيلُ الخَدِّ مَرْبُوبٌ
وَفِيْ مَنْطِقِهِ غُنَّهْ

یہ لمبے رخسارے والی ہے - پرورش کردہ ہے ؛ اس کی گفتار میں غُنَّہ (ناک کی آواز) پایا جاتا ہے

اس پر لوگوں نے کہا : تو عرب بھر کا سب سے بڑا طبیب ہے - پھر کہا : اسے اور نبیذ دو - جب نبیذ نے اثر کیا تو کہا :

أَيُّهَا الجِيرَةُ اسْلَمُوْا
وَقِفُوْا كَيْ تُكَلَّمُوْا

اے پڑوسیو ! تم سلامت رہو ٹھہر جاؤ تاکہ تم بات کر سکو

وَتَقْضُوا لُبَانَةً
وَتُحَيُّوا وَتَنْعَمُوا

اور تم اپنی مراد اور حاجت کو پورا کر سکو تم سلام کر لو اور انْعِمْ صَبَاحاً کہہ لو

خَرَجَتْ مُزْنَةٌ مِنَ
البَحْرِ رَيَّا تُجَمْجِمُ

سمندر میں سے ایک بادل اٹھا جو پانی سے پر تھا وہ کچھ کہہ رہا تھا مگر اس کی بات سمجھ میں نہ آ رہی تھی

هِيَ مَا كَنَّتِي وَتَزْ
عَمُ أَنِّي لَهَا حَمُوْ

یہ میری بھاوجہ ہے اور وہ خیال کرتی ہے کہ میں اس کا دیور ہوں

اس پر اس کے بھائی نے اسے طلاق دے دی اور کہا : بھائی اس سے شادی کر لو ، اس نے جواب دیا : خدا کی قسم میں اس سے شادی نہ کروں گا ، چنانچہ وہ مر گیا اور اس نے اس سے شادی نہ کی -

حرث بن کلدہ کی طب میں ایک کتاب کتاب المحاورہ ہے جس میں

ان سوالات و جوابات کا ذکر ہے جو اس کے اور کسریٰ انو شروان کے مابین ہوئے تھے -

اور ان میں سے ایک

النضر بن الحرث بن كلدة الثقفی

[۳ : ۳۳۵] ہے - النضر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خالہ کا بیٹا تھا - اس نے اپنے باپ کی طرح کئی ملکوں کا سفر کیا تھا - مکے اور دیگر مقامات میں فضلا اور علما سے ملا تھا - یہودی علما اور کاہنوں سے بھی اس کا میل جول رہا تھا - اس نے علوم قدیمہ میں مشغول ہو کر جلیل القدر باتیں حاصل کر لی تھیں اور اسے علوم الفلاسفہ اور حکمت کے اجزا کے متعلق بھی معلومات حاصل تھیں - اس نے اپنے باپ سے طب وغیرہ علوم جن کا اسے علم تھا سیکھے تھے - نضر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں ابو سفیان کا ساتھ دیا کرتا تھا - اس لیے کہ یہ ثقفی تھا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : قریش اور انصار باہم حلیف ہیں - بنو اُمیہ اور ثقیف باہم حلیف ہیں - نضر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت ایذا دیا کرتا ، آپ سے حسد کرتا تھا اور آپ کے متعلق بہت سی باتیں کہتا رہتا تھا تاکہ اہل مکہ کے سامنے آپ کی تحقیر کرے اور تاکہ اپنے زعم کے مطابق جو کلام و احکام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں انھیں باطل کر دے - اسے اپنی بدبختی کی وجہ سے یہ معلوم نہ تھا کہ نبوت بہت بڑی چیز ہے ، سعادت زیادہ قدر و قیمت والی ہے - اللہ تعالیٰ کی عنایت بہت بڑی ہے ، وہ امور جو تقدیر میں لکھے جا چکے ہیں زیادہ پائیدار ہیں - نضر کا یہ خیال تھا کہ وہ اپنی معلومات ، اپنے فضائل اور حکمت کی وجہ سے نبوت کی مخالفت کر سکے گا - کجا رام رام کجا ٹائیں ٹائیں ، کجا پستی اور کجا بلندی ، کجا بدبخت اور کجا سعادتمند -

جب بدر کا دن آیا اور مسلمان اور مشرکین قریش آمنے سامنے ہوئے

تو مشرکین کا سالار ابو سفیان تھا اور ان کی تعداد نو سو سے ہزار کے درمیان تھی ۔ مسلمان اس دن تین سو تیرہ تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی مدد کی اور نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام کو فتح دی ۔ مشرکین کو شکست ہوئی اور قریش کے کئی سردار قتل ہو گئے ۔ مشرکین کی ایک جماعت قید ہو گئی ۔ پھر بعض نے تو (فدیہ ادا کرکے) اپنے آپ کو آزاد کرا لیا اور بعض کے قتل کر دینے کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے دیا ۔ قیدیوں میں عقبہ بن ابی مُعَیط اور نضر بن الحٰرث بن کلدہ بھی تھے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر سے واپسی پر ان دونوں کو قتل کر دینے کا حکم دیا ۔ کہا جاتا ہے کہ عقبہ بن ابی مُعَیط کو قید ہی میں قتل کر دیا گیا ۔ آپ نے عاصم بن ثابت بن ابی الافلح کو حکم دیا تھا اور اس نے اس کی گردن اڑا دی تھی ۔ پھر بدر سے آنے اور جب صفراء پہنچے تو النضر بن الحٰرث بن کلدہ الثقفی کو جو بنی عبدالدار میں سے تھا قتل کیا ۔ آپ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اس کی گردن اڑانے کا [۳ : ۳۳۶] حکم دیا تھا ۔ اس پر اس کی بہن قتیلہ بنت الحٰرث نے یہ اشعار کہے تھے :

أَيَا رَاكِباً إِنَّ الأُثَيْلَ مَظِنَّةٌ
مِنْ صُبْحِ خَامِسَةٍ وَأَنْتَ مُوَفَّقُ

اے سوار ہمارا خیال ہے کہ پانچویں رات کی صبح کو اثیل پہنچ جائیں گے بشرطیکہ خدا تجھے توفیق دے

بَلِّغْ بِهِ مَيْتاً فَإِنَّ تَحِيَّةً
مَا إِنْ تَزَالُ بِهَا الرَّكَائِبُ تَخْفِقُ

جو میت وہاں ہے اسے میرا سلام پہنچا دو کیونکہ سواریاں ہمیشہ سلام لے کر حرکت کرتی رہتی ہیں

مِنِّي إِلَيْهِ وَعَبْرَةٌ مَسْفُوحَةٌ
جَادَتْ لِمَائِحِهَا وَأُخْرَى تَخْنُقُ

اور بہائے ہوئے آنسو (پہنچا دو) (ایک آنکھ تو) پانی بھرنے والے کے لیے پانی کی سخاوت کرتی ہے اور دوسری اپنے مقصد میں ناکام رہتی ہے

فَلْيَسْمَعَنْ النَّضْرُ إنْ نَادَيْتَهُ
إنْ كَانَ يَسْمَعُ مَيِّتٌ أو يَنْطِقُ

اگر تو اسے پکارے گا تو نضر ضرور سنے گا بشرطیکہ مردہ سنتا اور بولتا ہو

ظَلَّتْ سُيُوفُ بَنِي أَبِيهِ تَنُوشُهُ
لِلّهِ أرْحَامٌ هُنَاكَ تُمَزَّقُ

اس کے باپ کے بیٹوں کی تلواریں دن بھر اسے نوچتی رہیں ان رشتہ داریوں کے کیا کہنے جو وہاں ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی تھیں

صَبْراً يُقَادُ إلَى الْمَنِيَّةِ مُتْعَباً
رَسْفَ الْمُقَيَّدِ وَهْوَ عَانٍ مُوثَقُ

اسے قید کرکے موت کی طرف لے جایا جا رہا تھا حالانکہ وہ تھکا ہوا تھا اور وہ اس طرح (آہستہ آہستہ) چل رہا تھا جس طرح وہ قیدی چلتا ہے جس کے پاؤں میں بیڑیاں ہوں اور اسے رسیوں سے جکڑا گیا ہو

أمُحَمَّدٌ ولأَنْتَ نَسْلُ نَجِيبَةٍ
فِي قَوْمِهَا وَالْفَحْلُ فَحْلٌ مُعْرِقُ

اے محمد ! تو یقیناً قوم کی شریف زادی کا بیٹا ہے اور (اس شریف زادی کا) خاوند بھی خاندانی خاوند ہے

مَا كَانَ ضَرَّكَ لَوْ مَنَنْتَ وَرُبَّمَا
مَنْ الْفَتَى وَهْوَ الْمَغِيظُ الْمُحْنَقُ[1]

آپ کا کیا حرج ہوتا اگر آپ احسان کر دیتے بعض اوقات انسان غصے اور کینے سے بھرے ہوئے ہونے کے باوصف احسان کر دیتے ہیں

---

۱ - بلوغ الارب مُحْنَق - بفتح نون - ہے اسے مُحْنِق - بالکسر پڑھیں - یقال : أحْنَقَ الرَّجُلُ : حَقِدَ حِقْدًا لا يَنْحَلُّ - لہذا مُحْنِق آنے گا -

وَالنَّضْرُ أَقْرَبُ مَنْ أَخَذْتَ بِزَلَّةٍ
وَأَحَقُّهُمْ إِنْ كَانَ عِتْقٌ يُعْتَقُ

جن لوگوں کو آپ نے غلطی کی وجہ سے پکڑا ہے ان میں سے نضر سب سے زیادہ قریب تھا (کہ آپ اسے پکڑیں) اور اگر کسی کو آزاد کیا جانا تھا تو وہ آزاد کیے جانے کا سب سے زیادہ حق دار تھا

لَوْ كُنْتَ قَابِلَ فِدْيَةٍ لَفَدَيْتُهُ
بِأَعَزِّ مَا يَفْدِي بِهِ مَنْ يُنْفِقُ

اگر آپ فدیہ قبول کرتے تو میں اس کے فدیے میں ہر وہ عزیز ترین چیز پیش کرتی جسے خرچ کرنے والا فدیے میں پیش کرتا ہے

ابو الفرج اصبہانی کہتا ہے : ہمارے پاس یہ خبر پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے فرمایا : ''اگر اسے قتل کرنے سے پہلے میں یہ اشعار سن لیتا تو اسے قتل نہ کرتا۔'' چنانچہ کہا جاتا ہے کہ قتیلہ کے اشعار نہایت شریفانہ اور پارسایانہ تھے ۔ آبرو کو محفوظ رکھنے والے اور حلیمانہ تھے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلٰوۃ و السلام نے النضر بن الحارث کے قتل کرنے میں تاخیر کر دی ، تاآنکہ آپ صفراء پہنچ گئے ۔ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ اس امر پر غور کرنا چاہتے تھے ۔ پھر جب آپ نے مناسب یہی سمجھا کہ اسے قتل کر دیا جائے تو آپ نے اسے قتل کرا دیا ۔

اور ان میں سے ایک

ابن[1] حذیم

[۳ : ۳۳۷] ہے ۔ ابن حِذْیم کو علم طب میں ید طُولیٰ حاصل تھا ، اسے اس فن میں بڑی مہارت حاصل تھی ، زمخشری المستقصیٰ میں کہتا ہے : ابن حِذْیم ایک شخص ہے جو اَطِبّاء عرب میں سے تھا ۔

---

۱ - بہجہ اثری لکھتے ہیں کہ جرجی زیدان نے اسے ابن حزیم [زاء کے ساتھ] لکھا ہے اور یہ غلط ہے ۔ ابن دُرَید (الاشتقاق : ۱۱۸) کہتا ہے : و الحِذْیَمُ فِعْیَلٌ ۔

اور ابو الندی کہتا ہے : ابن حذیم تمم الرباب کا ایک شخص ہے۔ اور یہ عربوں کا سب سے بڑا طبیب تھا۔ طب میں اس کا رتبہ الحٰرث بن کلدہ سے بھی بڑا تھا۔ اور ابن الاثیر المرصع میں کہتا ہے :

حذیم قدیم زمانے میں ایک شاعر تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک ماہر طبیب تھا۔ جو طب میں ضرب المثل بن گیا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے داغ کے ذریعے علاج کرنے کے معاملے میں ابن حذیم سے بھی زیادہ ماہر۔

میدانی عربوں کے قول أطَبُّ من حِذْيَم سے بحث کرتے ہوئے کہتا ہے : یہ شخص طب میں اپنی مہارت کی وجہ سے مشہور تھا۔ اس نے ابو الندی کا وہ قول نقل کیا ہے جس میں اس نے اسے ابن کَلَدہ پر فضیلت اور ترجیح دی ہے۔ اہل لغت بھی یہی کہتے ہیں۔ شعرا نے اپنے اشعار میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس کی بڑی تعریف کی ہے۔ ان شعرا میں سے ایک اوس بن حجر ہے کیونکہ اس نے اس کا ذکر اپنے ایک قصیدے میں کیا ہے جو اس نے بنی الحٰرث بن سَدُوس بن شیبان کے متعلق کہا تھا۔ بنی الحٰرث دیہات کی ایک بستی کے رہنے والے تھے اور اہل دِۃ نے اس کی بکریاں آپس میں تقسیم کر لی تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ بنو حنیفہ اور بنو سحیم نے تقسیم کی تھیں۔ اوس بن حجر نے عمرو بن المنذر بن ماء السماء کو ان کے خلاف اکسایا تھا اور بعد میں جب ان کے پڑوس میں جا کر رہنے لگا تو انہوں نے اس کی بکریاں آپس میں تقسیم کر لیں۔ اس کے کلام میں سے ذیل کے شعر بھی ہیں۔

فَهَلْ لَكُمْ فِيهَا إِلَيَّ فَإِنَّنِي
طَبِيبٌ بِمَا أَعْيَا النِّطَاسِيَّ حِذْيَمَا

کیا تم ان بکریوں کو مجھے واپس دینے کا ارادہ رکھتے ہو کیونکہ میں ان بیماریوں کو سمجھنے میں ماہر ہوں جو حذیم جیسے ماہر طبیب کو بھی عاجز کر دیں

فَاُخْرِجَكُمْ مِنْ ثَوْبٍ شَمْطَاءَ عَارِكٍ
مُشْتَهِرَةٍ بَلَّتْ أَسَافِلَهُ دَمًا

[۳ : ۳۳۸] تاکہ میں تمھیں سفید بالوں والی مبتلائے ایّام کے کپڑوں سے نکال لوں ایسی عورت جس کا معاملہ لوگوں پر واضح ہو چکا ہے اور اس کے کپڑوں کا نچلا حصہ خون آلود ہو

وَ لَوْ كَانَ جَارٌ مِنْكُمْ فِي عَشِيرَتِي
إِذًا لَرَأَوْا لِلْجَارِ حَقًّا وَ مَحْرَمًا

اور اگر تمھارا پناہ یافتہ شخص میرے قبیلے میں ہوتا میرے قبیلے والے اس پناہ یافتہ کے حق اور حرمت کا لحاظ رکھتے

وَلَوْ كَانَ حَوْلِي مِنْ تَمِيمٍ عِصَابَةٌ
لَمَا كَانَ مَالِي فِيكُمْ مُتَقَسَّمَا

اور اگر میرے گرد بنی تمیم کی کوئی جماعت ہوتی تو میرا مال تم میں تقسیم نہ ہوتا

أَلاَ تَتَّقُونَ اللهَ إِذْ تَعْلِفُونَهَا
رَضِيخَ النَّوَى والعُضَّ حَوْلاً مُجَرَّمًا

کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے جب تم میری بکریوں کو کوٹی ہوئی گٹھلیاں اور جَو سال بھر چارہ کے طور پر دیتے رہے

وَ أَعْجَبَكُمْ فِيهَا أَغَرُّ مُشَهَّرٌ
تِلاَدٌ إِذَا نَامَ الرَّبِيضُ تَغَمْغَمَا

اور تمھیں ان میں سے ایک سفید بکرا جو سب سے نمایاں تھا اور قدیم مال میں سے تھا پسند آ گیا جب بکریاں سو جاتیں تو یہ غیر واضح آواز نکالتا رہتا

اس کا فهل لکم فیها الخ کہنا - مفضل بن سلمہ الفاخر میں اور ابن الانباری الزاهر میں کہتا ہے : طب کے معنی سمجھ اور مہارت کے

ہیں ۔ طبیب کو طبوب کہا گیا اس کے علم اور مہارت کی وجہ سے ۔ اس امر پر اس نے بھی شعر پیش کیا ہے ۔ اور آعتَیاءُ الشئی اس وقت بولتے ہیں جب کسی کو صحیح صورت کا پتا نہ چل سکے اور النطاسی ۔ [بکسر نون] ۔ ابن السکیت کہتا ہے : وہ عالم شخص جس کی نگاہ معاملات کے ضمن میں تیز ہو ۔ ابو عبیدہ کہتا ہے : اور النَطّاسی ۔ [نون پر زبر کے ساتھ] ۔ بھی مروی ہے ۔ جوہری کہتا ہے : تَنَطَّس کے معنی پاک ہونے میں مبالغہ سے کام لینا ہے اور وہ شخص جو معاملات میں دقیق نظر کا مالک ہو اور ان کا پورا پورا علم رکھتا ہو ۔ ایسے مُتَنَطِّس کہتے ہیں ۔ اسی لیے معالج کو نِطِّیس بروزن فِسِّیق ۔ کہا جاتا ہے ۔ نطاسی کی نون پر زبر بھی ہے اور زیر بھی ۔ مراد یہ ہے کہ میں ماہر طبیب ہوں اور اس بیماری کو سمجھتا ہوں جس کی دوا اور علاج کرنے سے اطبا عاجز آ گئے ہوں ۔ اور فیھا کی ضمیر کا مرجع مِعْزٰی ہے ۔ یہاں مضاف محذوف ہے یعنی عبارت یوں ہے فَہَلْ لکُمْ سہْلٌ فی ردِّ المِعْزٰی اِلَیّ (کیا تمھیں ان بکریوں کو مجھے واپس دینے کی خواہش ہے) اور اس کا کہنا : فھل لکم فی ثَوْب شمِطاء[1] الخ ۔ شمطاء وہ عورت جس کے سر میں شَمَط ہو ، شمط ۔ [شین اور میم دونوں پر زبر] ۔ سر میں سفید و سیاہ بالوں کا ملا جلا ہونا ۔ مرد کو اشمط کہتے ہیں اور عارك : ایّام والی عورت ، شھرۃ : کسی بات کا واضح ہونا ۔ شاعر کہتا ہے : کیا تمھارا میری بکریاں واپس دینے کا کوئی ارادہ ہے تاکہ میں تمھیں ایک ایسی بری عار سے نکال لوں جو تمھاری عزتوں کو اس طرح آلودہ اور میلا کر رہی ہے جس طرح ایّام والی عورت اپنے کپڑے کو خون آلود کر لیتی ہے ۔ اور پھر میں اس کپڑے کو دھو ڈالوں ، یہ مثال کے طور پر کہا ہے ۔ اور اس کا الا تتقون اللہ الخ کہنے سے مراد یہ ہے کہ اگر تم نے ان کو

---

۱ ۔ شعر میں : فاخر جکم من ثوب شمطاء ہے ۔ فھل لکم فی ثوب شمطاء نہیں ہے ۔

چرایا نہیں ہے تو پھر تم انھیں کیوں چارا ڈال رہے ہو مراد یہ ہے کہ [۳ : ۳۳۹] انھیں واپس کر دو اور چارا نہ ڈالو - اور رَضیِخ - ضاد اور خاء دونوں معجمہ ہیں - کوٹا ہؤا - یوں کہتے ہیں : رَضَخْتُ الحَصٰی و النوی : میں نے کنکر اور گٹھلی کو توڑا - اور العُشُف - عین مہملہ پر ضمّہ اور ضاد معجمہ مشدّد - ابن السکیت کہتا ہے یہ برسیم کی قسم کا جانوروں کا چارا ہے - جوھری کہتا ہے : یہ شہریوں کا چارا ہے مثلاً کھلّی اور کوٹی ہوئی گٹھلیاں - اور مُجَرَّم - [جیم کے ساتھ] - بروزن اسم مفعول - پورا ، کامل ، اور اس کا وأعجبکم فیھا آغرّ الخ کہنا - ابن السکیت کہتا ہے : اغر کے معنی سفید کے ہیں اور تلاد : قدیم مال اور رَبِیْض سے یہاں مراد بکریاں ہیں - اس کے تغمغما کہنے سے اس کی مراد سفید (بکرے سے) ہے ، اور غمغمہ : اس کی چستی ، مراد یہ ہے کہ یہ بکرا سوتا نہیں ہے - شاعر تعریضا ان لوگوں پر بہتان لگا رہا ہے -

ابن ابی[1] اُصَیبعہ نے اپنی کتاب طبقات میں بہت سے عرب طبیبوں کا ذکر کیا ہے -

ان چند بیماریوں کے نام جن کا ذکر عربوں نے کیا ھے

جو شخص لغت کی کتابوں میں تلاش کرے گا اسے بہت سی ایسی بیماریاں مل جائیں گی جن کا ذکر قدیم عربوں نے کیا ہے اور ان کے لیے انھوں نے بہت سے نام وضع کر رکھے ہیں - ہم یہاں صرف چند ایک کا ذکر کریں گے تاکہ یہ اس بات کی دلیل ہو کہ عربوں کو اس فن میں کس قدر معلومات حاصل تھیں -

الحُمّٰی (بخار) - اُمّ مِلْدَم کنیت - یہ وہ حرارت ہوتی ہے جو

---

۱ - یہاں پر پھر آلوسی نے ابن اصیبعہ دیا ہے - حالانکہ صحیح نام ابن ابی اصیبعۃ ہے -

اخلاط کے تعفن سے پیدا ہوتی ہے ۔ جب تو حُم ّ حُمّٰی وّاحدۃ کہے گا تو حُمّٰی پر تنوین نہیں آئے گی ۔ جسے بخار ہو اسے محمُوم کہیں گے اور حُم ّ حُمَّیَیْنِ وَثَلاَثًا (اسے دو یا تین بار بخار ہوا ہو) حُمّٰی کی کئی قسمیں ہیں ۔ بولتے ہیں : فُلاَنٌ یُحَمُّ الغِبّ[۱] (فلاں کو باری کا بخار ہو گیا ہے) جب ایک دن بخار آئے اور ایک دن نہ آئے ۔ اور رِبع یہ ہے کہ ایک دن بخار ہو اور دو دن نہ ہو اور جسے چوتھے دن کا بخار ہو وہ مَرْبُوْع ہے ، بعض اوقات اُرْبِعَ بھی بولتے ہیں اسے رِبع کے سپرد کر دیا گیا ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حُمّٰی الرِّبع وہ بخار ہے جو پہلی باری اور دوسری باری میں دو دن کا وقفہ ڈالتا ہے اور پھر چوتھے دن ہوتا ہے اور جو لوگ باری کے دن اور آرام کے دن کو ایک مستقل دور شمار کرتے ہیں وہ اسے (رِبع کی بجائے) المثلثہ کہتے ہیں اور (فُلاَنٌ) یُحَمُّ الصَّالِبَ یعنی وہ بخار جس کے ساتھ سر درد بھی ہو ۔ نَافِض اور رَاجِف اس بخار کو کہتے ہیں جو لرزے کے ساتھ آئے (اس کے لیے یوں بولتے ہیں) قَدْ نَفَضَتْهُ الحُمّٰی (اسے لرزے کے ساتھ بخار آیا) اور (کہتے ہیں) (فُلاَنٌ) یُحَمُّ حُمّٰی مُغْبِطَۃً و مُرْدِمَۃً یعنی دائمی بخار جو ٹوٹتا ہی نہیں ۔ اسے الحُمّٰی المُطْبِقَۃ بھی کہا جاتا ہے ۔ بخار کی ایک قسم حُمَّی الشُّرُوْح اور حُمّٰی الیِدّق ہے ۔

سُبَات : یہ ہے کہ بیمار کو بخار میں غشی آ جائے لہٰذا اس حالت میں اسے المُغْمٰی علیہ اور مُتَغَشِّی علیہ کہیں گے اور اگر بخار کے ساتھ برسام (pleurisy) بھی ہو تو مریض کو مُوْمٌ کہیں گے ۔ وَعْک بھی بخار کو کہتے ہیں اور (فُلاَنٌ) قَدْ وُعِکَ (فلاں کو بخار ہو گیا ہے) ۔ مریض کو "مَوْعُوْك" کہیں گے ۔ اسی طرح وِرْدٌ ہے ۔ مریض مَوْرُوْد ہے ۔ وِرْد : بخار کا دن اور قِبلہ وہ باری کا دن جس

۱ ۔ بلوغ الارب میں الغِیبُ [باء کی ضمہ کے ساتھ] ہے ۔ حالانکہ فلان مفعول ما لم یسم فاعلہ ہے اور الغب مفعول ۔

روز چوتھے کا بخار آئے ۔ کہتے ہیں قَدْ غَبَّتْ الحُمّٰی (باری سے بخار آیا) اور فلان شاكٍ اور بہٖ شَكَاةٌ (فلاں بیمار ہے) اور (فُلاَنٌ) مُوَصَّمٌ : وہ شخص جو بدن ٹوٹتا ہؤا محسوس کرے ۔ وَصِبٌ (مریض) جیسے درد ہوتا ہو ۔ مُتَشَوِّكٌ : جسے مرض نے لاغر کر دیا ہو ۔ مُشْبَتٌ : جو صاحب فراش ہوگیا ہو ۔ نَضِبٌ : جسے بیماری کی وجہ سے نیند نہ آتی ہو ۔ المُسْتَنْهَاضُ : جو رو بصحت ہو جانے کے بعد پھر سے بیمار ہو جائے ۔ سب سے پہلے جب بخار محسوس ہوتا ہے تو اسے مَسّ الحُمّٰی اور رَسّ الحُمّٰی کہتے اور اگر ساتھ سردی بھی محسوس ہو تو اسے عُرَوَاء کہتے ہیں ۔ اور اگر بخار میں پسینہ آئے تو رُحَضَاء کہتے ہیں اور وَجَدَ رَمْضَةً و سَلِيلَةً (وہ جلن محسوس کر رہا ہے اور اس کا بدن ٹوٹ رہا ہے) جلن اور اعضاء شکنی کی وجہ سے ۔

بیماریوں میں سے ایک بیماری یرقان ہے ، یہ ایک ایسی بیماری ہے جس سے انسان کا رنگ زرد[1] ہو جاتا ہے ۔ صُدَاع : سر درد ، شقیقۃ : آدھے سر کا درد ، سُعَال : سینے کا درد (کھانسی) اور زکام : دماغ کے دو زائد ٹکڑوں سے جو فضلات ٹپکتے ہیں ان کا باہر نکلنا ، یہ نزلہ کی نسبت خاص چیز ہے کیونکہ مطلق طور پر جو (پانی) بہتا ہے اسے نزلہ[2] کہتے ہیں ۔ زَحِيرٌ (پیچش) : یہ انتڑیوں کی بیماریوں میں سے ہے اور یہ میعٰی مُستقیم کی حرکت ہوتی ہے جو اضطراری طور پر بُراز کو نکالنے پر مجبور ہوتی ہے ۔ الحُصْرُ (قبض) : پیٹ کا رک جانا اور یہ پیشاب[3] کی نالی میں پتھر کی طرح کی ایک چیز ہوتی ہے ۔ حكّة (خشک خارش) : جلد کی سطح کا چھونے میں متغیر ہو جانا جس کے ساتھ جلن بھی ہو اور جب کھجلایا جائے تو لذت محسوس ہو ۔ بعض لوگ

---

۱ - یرقان کی ایک قسم میں جسم سیاہ بھی ہو جاتا ہے ۔
۲ - لیکن اطبا نے اس کی تعریف اور طرح سے کی ہے ۔
۳ - یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ سکی ۔

حُکّۃ اور جرب (خارش) میں امتیاز نہیں کرتے ۔ حَصِف (گرمی دانے) : یہ کانٹے دار مختلف شکل کی پھنسیاں ہیں ۔ حَصْبَۃ (خسرہ) چیچک کی طرح کی ایک بیماری ہے جس سے کھال سرخ ہو جاتی ہے ۔

حُمْرَۃ : (سرخ باد) گرم شفاف اور چمکیلا ورم ہوتا ہے جسے آسانی سے دبایا جا سکتا ہے اور دبانے سے اس کی رنگت سفید ہو جاتی ہے اور پھر سرخ ہو جاتا ہے ۔ جُدْرِی (چیچک) یہ عام وبائی امراض میں سے ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ یہ ایک اُبھار ہوتا ہے جو بالعموم گول ہوتا ہے پھر مدھم پڑ جاتا ہے ۔ چیچک کی ایک قسم میں دانے متصل ہوتے ہیں اور ایک میں منفصل (الگ الگ) شری : (پتی اچھلنا) یہ کھال اور گوشت کے درمیان کی پھنسی ہوتی ہے ، بولنے میں شَرِیَ شَرًی بولیں گے ۔ حُمَاق : موتیا و سیتلا چیچک کی طرح کی ایک چیز ہوتی ہے جو انسان کو لگ جاتی ہے ۔ حُمِقَ اسے حُمیقاء[1] کی بیماری لگ گئی ۔ قُوَباء : (داد) ایک پھنسی ہے جس کے اوپر سے کھال پھٹ جاتی ہے یعنی جڑ سے ہی دٹ جاتی ہے ۔ ثُؤلُول : (مَسّے) جو جلد کے اوپر نکل آتے ہیں اور جلدی سے درست نہیں ہوتے ۔ ثُؤلُول کی جمع ثآلیل ہے ۔ جَرَب : (خارش) یہ ان عام امراض میں سے ہے جو جلد کی سطح میں ظاہر ہوتی ہیں ۔ عَرّ : سفید خارش ، جُذَام : مشہور بیماری ہے اور یہ لفظ جذم سے لیا گیا ہے جس کے معنی کاٹنے کے ہیں ۔ اس کا یہ نام اس لیے پڑا کہ یہ عضو کو کاٹ ڈالتی ہے یا نسل کو کاٹ ڈالتی ہے یا عمر کو ، اسے [2]داء الأسد بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں انسان کی شکل شیر کی سی ہو جاتی ہے [۳ : ۳۴۱] یا اس لیے کہ یہ بیماری شیر کو لگتی ہے یا اس لیے کہ یہ بیماری شیر کے بدن پر حملہ کرتی ہے ۔ داء الثعلب : بالوں کا کم ہو

---

۱ ۔ حُمَاق ، حَمَاق ، حَمَقِیق ، حُمَیقَی اور حُمَیقَاء سب ایک ہی چیز ہیں ۔

۲ ۔ جذام کو اردو میں کوڑھ کہتے ہیں ۔ اسے داء السَبُع ، سرطان عام اور مرض کبریٰ بھی کہا جاتا ہے ۔

جانا یا بالوں کا جاتا رہنا یا بالوں کے اگنے کی جگہ کا فاسد ہو جانا ۔ اسے داء الحیّۃ بھی کہتے ہیں ۔ اس مرض کا یہ نام اس لیے پڑا کہ یہ بیماری انھی دو جانوروں (لومڑ اور سانپ) کو لگتی ہے یا اس لیے کہتے ہیں کہ لومڑ کھیت میں پلٹ پلٹ کر اسے خراب کر دیتا ہے ۔ اسی طرح یہ بیماری بالوں کا حال کرتی ہے اور بال بدن کا کھیت ہے ۔ داء الفیل : (ہاتھی پوڑ) یہ ایک بیماری ہے جو ٹانگوں کو لگ جاتی ہے اور ٹانگیں گھٹنے سے لے کر آخر تک سوج جاتی ہیں ۔ اس کا یہ نام اس لیے پڑا کہ یہ ہاتھی کو لگتی ہے یا اس لیے کہ اس بیماری میں انسان کی ٹانگ ہاتھی کی ٹانگ کی طرح ہو جاتی ہے ۔ دُوّار (چکر آنا) دوار یہ ہے کہ انسان یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اپنے جملہ اجزا کے ساتھ چکر لگا رہا ہے یا یہ کہ جگہ اس کے گرد چکر لگا رہی ہے ۔ وَباء : ہوا میں تغیر پیدا ہو جانا جس کی وجہ سے یہ صحت کے اعتدال سے نکل جاتی ہے اور مرض پیدا کرتی ہے ۔ ہیضہ : اسے فضجہ بھی کہتے ہیں ۔ یہ پیٹ کی بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے جس سے قےیٔ اور اسہال ہو جاتا ہے ۔ جوہری کہتا ہے : ھَاضَنِی الشَّئُی جب وہ چیز تمھیں تمھاری بیماری کی طرف لوٹا دے اور کہا جاتا ہے : بِالرَّجُلِ ھَیْضَۃٌ جب اسے قیئی اور دست آتے ہوں ۔ نَمْلَۃ : یہ چھوٹی چھوٹی پھنسیاں ہوتی ہیں جن میں تھوڑا سا ورم بھی پایا جاتا ہے ۔ پھر یہ قرحہ بن جاتا ہے اور آگے بڑھتا ہے اور پھیلتا جاتا ہے ۔ اطبا اسے ذباب کہتے ہیں ۔ مجوسی کہتے ہیں : جب کسی کے یہاں بہن سے بچہ پیدا ہو پھر وہ نملہ کے بیمار پر خط کھینچے تو مریض شفایاب ہو جاتا ہے ۔ شاعر کہتا ہے :

وَلَا عَیْبَ فِیْنَا غَیْرُ عِرْقٍ لِمَعْشَرٍ
کِرَامٍ وَاِنَّا لَا نَخُطُّ عَلَی النَّمْلِ

ہم میں اگر کوئی عیب ہے تو صرف یہی ہے کہ ہم شریف قوم کے

خاندان میں سے ہیں نیز یہ کہ ہم نملہ کے بیمار پر لکیر نہیں کھینچتے[۱]

نملہ گھوڑے کے عیبوں میں سے ایک عیب کا نام ہے ۔ یہ گھوڑے کے سم کا ایک چیر ہوتا ہے جو سم کے اوپر سے شروع ہو کر سم کے اگلے حصے تک چلا جاتا ہے اور جب گھوڑا چین سے نہ رہے تو بولتے ہیں : فَرَسٌ نَمِیلُ القَوَائِمِ ۔ جنون : ایک بیماری ہے جس سے عقل زائل ہو جاتی ہے یا جس سے عقل چھپ جاتی ہے یہاں تک کہ ناقص ہو جاتی ہے یا انسان تمیز اور شعور کھو بیٹھتا ہے ۔ یہ یا تو مسلسل رہتی ہے یا کبھی کبھی منقطع ہو جاتی ہے ۔ مقررہ میعاد کے لیے یا غیر مقررہ وقت کے لیے ۔

بَیْضَہ[۲] : درد سر کی ایک قسم ہے ۔ ایک قول کے مطابق یہ تمام سر کا درد ہوتا ہے اور ایک قول کے مطابق خاص طور پر وہ درد جو صرف سر کے درمیانی حصے میں ہو ۔

خَدَر (بے حِس ہو جانا) فالج اور افلاج یہ سب قریب قریب بیماریاں اور مشہور ہیں ۔

بُثُور (پھنسیاں) اس کا مفرد بَثْرَۃ ہے ۔ اس سے مراد کھال کا گل سڑ جانا یا مخصوص صورت میں اس کا ابھر آنا ہے ۔

حَزَاز (بِفا ۔ یا ۔ بُھوسی جھڑنا) یہ سر کے ظاہری امراض میں سے ہے یہ کھردرا پن ہوتا ہے جو الگ الگ ہوتا ہے اور بُھوسی کی طرح چھلکے بن کر سر سے جھڑتا ہے ۔ بعض اوقات اسے قوباء کی مختلف قسموں کے لیے بھی بولا جاتا ہے ۔

حَدَبَہ : مہرہ ہائے پشت میں بعض مہروں کا اپنی اصلی حالت سے کسی خلط وغیرہ کی وجہ سے باہر نکل آنا اور پھر ظاہر ہو جانا ۔

---

۱ - کیونکہ نملہ پر لکیر کھینچنے والے وہی ہو سکتے ہیں جو حقیقی ہمشیرہ کے ساتھ شادی کرے اور ہمشیرہ کے ساتھ شادی کرنے والے صرف مجوسی ہی ہیں لہٰذا مراد یہ ہے کہ ہم مجوسی نہیں ہیں ۔

۲ - اسے خوذہ بھی کہتے ہیں ۔

طَرَش : قُوّت سمع کا ناقص یا زائل ہو جانا ۔ صَمَم کی بھی یہی کیفیت ہے ۔
طَلْق : (دردِ زہ) وضع حمل کے ارادے کے وقت مزاج کا بدل جانا ۔
جُشَاء : (ڈکار) جب معدے کی کوئی حالت اپنی اصلی حالت پر نہ رہے تو اس وقت یہ معدے کا ایک مرض ہوتا ہے ۔
بَاسُور : یہ غیر فطری بڑھوتری ہوتی ہے جسے ضعیف قوّتیں غیر طبیعی طریقے پر جذب کرکے اندرونی پست مقامات کی طرف لے جاتی ہیں ۔ مثلاً ناک ، رحم اور مقعد کا اندرونی حصہ ۔ جب اسے بغیر اضافت کے بولا جاتا ہے تو اس سے بالعموم مراد باسور المقعد (بواسیر) لی جاتی ہے اور اگر دوسری قسم مراد ہو تو اسے مقیّد کرکے بولا جاتا ہے (مثلاً بواسیر الأنف ، بواسیر الرحم) ۔

نَاسُور : ایک رگ ہے جس میں سے دائمی طور پر زخم پھٹتا رہتا ہے ۔
بَہَق : یہ برص کی طرح کی ایک بیماری ہوتی ہے ۔ سیاہ بہق کو بہت سے لوگ قوابی ، حزازہ اور تعطیش کہتے ہیں اور سفید بہق (چھیپ) کو وَضَح کہتے ہیں ۔ ابتدائی کتابوں میں ہے : و بہ بَہَق یعنی نکتہ کی طرح غیر خالص سفیدی ہے اور بَرَص اس وقت ہوتی ہے جب کھال سے چھلکے اتریں اور خالص سفید کھال ہو ۔ جب برص کی طرح سفیدی ہو تو یوں بولتے ہیں : بِہِ بَرَشٌ ۔ برص کی یوں تشریح کی گئی ہے کہ یہ رنگ کا بدل کر غیر طبعی طور پر سفید و سیاہ ہونا ہے ۔

کَلَفِ : (چھائیں) وہ گدلا پن جو چہرے پر چھا جاتا ہے ۔
مَغَس اور مَغَص : انتڑیوں میں درد اور ٹیس کا اٹھنا ۔
ذُبَحَة ، خُنَاق ۔ یہ خون کا جوش مارنا اور اس کا غلبہ ہے ۔
استسقاء ۔ یہ جگر یا تلی کی بیماریوں میں سے ہے اور یہ نام ان اخلاط کو دیا جاتا ہے جو خراب ہو جائیں ۔

اغماء ۔ یہ اندرونی امراض میں سے ہے اس کی دو قسمیں ہیں عام اور خاص ۔ درحقیقت یہ بدن یا کسی عضو کا اپنے معہود فعل سے عاجز آ جانا

ہے ۔ مثلاً تھکان اور یہ اس چیز کی وجہ سے ہوتا ہے جو اس پر آ کر گرتی ہے ۔

اِختلاج ۔ یہ عضو یا بدن کی غیر ارادی حرکت ہوتی ہے جس کا سبب کوئی فاعل ہوتا اور یہ فاعل بخارات بھی ہوتے ہیں ۔ یا یہ فاعل مادی ہوتا ہے ۔ مثلاً تبخیر پیدا کرنے والی غذا ، یا یہ فاعل صوری ہوتا ہے اور یہ دونوں کا اجتماع ہے ۔ یا یہ فاعل اصلاح کرنے والا ہوتا ہے اور یہ مادہ کا خارج ہونا ہے ۔

بَخَر ۔ یہ منہ کی بو یا بدن کی بو کا متغیر ہو جانا ہے جس کا سبب اخلاط کا متعفن ہونا ہے ۔

فُواق : وہ حالت جو نزع کے وقت انسان پر طاری ہوتی ہے ۔ اسی طرح یہ لفظ اس ہوا کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے جو سینے سے اوپر کو چڑھتی ہے (ہچکی) ۔ [۳ : ۳۴۳]

ثُوَباء ۔ (جمائی) اس طرح سانس لینا کہ تو انگڑائی لیتے ہوئے اور سستی کے ساتھ منہ کو کھولے ۔

جُشَاءہ (ڈکار) ۔ پیٹ بھر کر کھانے سے یا پانی سے سیر ہوتے ہوئے سینے سے سانس آنا ۔

قلَس ۔ وہ قے جو امتلاء کے ہوتے ہوئے حلق سے باہر آ جاتی ہے ۔

وغیرہ وغیرہ امراض جن کا بالاستیعاب ذکر کرنا طوالت کا باعث ہوگا ۔ عرب ان بیماریوں اور اسی قسم کی دوسری بیماریوں کا علاج ان جڑی بوٹیوں کے ذریعے کیا کرتے تھے جو ان کے تجربے میں آ چکی تھیں یا داغ دینے کے ذریعے کرتے یا منتر سے کرتے تھے اور کتاب ”زادالمعاد“ اور ”الداء و الدواء“ میں اس کی تفصیل موجود ہے ۔ جس قدر ہم نے نقل کر دیا ہے اس سے ہمارا مقصد یہ بتانا ہے کہ عرب اس جلیل القدر علم سے بھی غافل نہ تھے ۔ البتہ انھیں اس فن میں پختہ کاری حاصل نہ تھی اور یہی ہر اس شخص کی حالت ہوتی ہے جو شہریت تک اور اس

کے تقاضوں کی گہرائیوں تک نہ پہنچا ہو ۔ مقدمہ ابن خلدون میں اس موضوع سے مفید بحث کی گئی ہے ۔ اللہ ہی ان امور کی توفیق دینے والا ہے جو اسے راضی کر دیں ۔

اور ان کے علوم میں سے ایک

علم الریافہ

ہے ۔ ایسے علامات کے ذریعے جو پانی کے وجود پر دلالت کریں ۔ زمین سے پانی نکالنے کی معرفت کا نام علم الریافہ ہے ۔ چنانچہ انسان محض مٹی کو سونگھ کر پانی کا قریب یا بعید ہونا معلوم کر لیتا ہے یا کسی اس نباتات کو سونگھ کر جو اس مٹی میں ہو ۔ یا کسی خاص حیوان کی حرکت کے ذریعے اور یہ علم فراست کی ایک شاخ ہے اور یہ فراست اب بھی نجد کے بعض بدویوں میں پائی جاتی ہے ۔ بعض معتبر آدمیوں نے مجھے بتایا ہے کہ اس نے بعض ایسے لوگوں کو دیکھا ہے ، وہ کہتا ہے : یہ لوگ اپنا کان زمین پر رکھ کر پانی کے پائے جانے یا نہ پائے جانے ، پانی کے قریب ہونے یا بعید ہونے کے متعلق جو کچھ بھی انھیں معلوم ہوتا بتا دیتے ، اور جب کھودا جاتے تو بعینہ اسی طرح نکلتا ہے جس طرح انھوں نے بیان کیا تھا ۔ جن لوگوں کو یہ علم آتا ہے انھیں عرب آج کل نَصَّات کہتے ہیں ۔ جن لوگوں میں اس قوت کی استعداد نہیں پائی جاتی ان کے لیے اس کا انکار کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ ہر امت ، ہر قبیلے اور ہر فرد کو بعض معاملات میں خصوصیت عطا کی گئی ہے ، جو اللہ کی دین ہے اور اس کا ان پر فضل و احسان ہوتا ہے ۔ خواہ وہ علوم ہوں ، صنائع ہوں ، معرفت ہو ، اخلاق ہوں ، سیرت ہو ، محاسن ہوں یا قبائح ہوں ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہزاروں انسان ایک ہی فن کو حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ایک ہی علم کا مطالعہ کرتے ہیں مگر ان میں سے ایک آدھ ہی اس فن میں مہارت حاصل کرتا ہے ہر شخص پر اس کی استعداد کے مطابق ہی اللہ کا فیضان ہوتا ہے ۔

اور ان کے علوم میں سے ایک

صحراؤں میں راستہ معلوم کرنے کا علم

[۴ : ۳۴۴] ہے ۔ یہ ایک ایسا علم ہے کہ بدون اس کے کہ کوئی محسوس علامات ظاہری یا مخفی طور پر اس پر دلالت کر رہی ہوں ۔ جگہوں کے حالات صرف قوت شامہ کے ذریعے معلوم کیے جاتے ہیں ۔ اس علم کو سوا ان لوگوں کے جنھیں اس کی مشق ہو کوئی نہیں جان سکتا مثلاً مٹی کی بو ، ثابت ستاروں کی سمت اور منازل قمر سے استدلال کرنا ۔ کیونکہ ہر علاقے کی زمین کی خاص بو ہوتی ہے اور ہر ستارے کی ایک سمت ہوتی ہے جس سے راستہ معلوم کیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا
بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔

(خدا وہ ہے جس نے تمھارے لیے ستارے بنائے تاکہ تم خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کر سکو)

اور اس علم کا بہت بڑا اور واضح فائدہ ہے ورنہ قافلے ہلاک ہو جائے ۔ فوجیں راستے سے بھٹک جائیں اور صحراؤں اور چٹیل میدانوں میں تباہ ہو جائیں ۔ چونکہ عربوں کو معرفت کواکب ، انواء ، ہواؤں کے چلنے کے راستوں اور ان کی صفات کا پورا علم حاصل تھا اور چونکہ یہ صحراؤں اور چٹیل میدانوں میں رواں رہتے تھے ، اس لیے انھیں تمام لوگوں سے بڑھ کر اس علم کی معرفت حاصل تھی ۔ یہاں مثال کا دینا ضروری ہے تاکہ ان لوگوں کو جو اس موضوع کا مطالعہ کریں عربوں کے راستے معلوم کرنے اور استدلال کرنے کی کیفیت معلوم ہو جائے ۔ چنانچہ جب کوئی شخص مکے کی طرف سفر کرنے کا ارادہ کرتا تو وہ اس ستارے کو دیکھتا جس کی رہنمائی سب سے زیادہ مضبوط اور قوی ہے یعنی قطب شمالی کو ، اس لیے کہ یہ ستارہ اپنی جگہ

سے نہیں ہٹتا ۔ اور ہر شخص اسے پہچان سکتا ہے لیکن ہر ملک کے اعتبار
سے اس کے جاننے کا طریقہ مختلف ہوتا ہے ۔ چنانچہ جو مسافر عراق اور
ماوراء النہر سے مکے کا قصد کرے وہ اسے اپنے دائیں کان کے پیچھے
رکھے گا اور مصر میں بائیں کان کے پیچھے اور یمن میں اپنے سامنے
مگر بائیں جانب کی طرف اور شام میں اپنے پیچھے ۔ بعض کہتے ہیں کہ
دمشق اور اس کے قریبی علاقوں میں تھوڑا سا مشرق کی جانب ہٹ جائے گا
قطبی ستارے کے بعد جُدی اور فرقدان آتے ہیں ۔ قطب شمالی مخفی
ستارہ ہے جس کے گرد ستارے چکر لگاتے ہیں جس طرح چکی کی کیل
ہوتی ہے یا جس طرح مچھلی ہوتی ہے اس کی ایک جانب فرقدان ہوتے ہیں
اور دوسری جانب جدی ، اور فراشہ کے وسط میں قطب ہوتا ہے جو اپنی
جگہ سے نہیں ہٹتا اور تاریک رات میں اسے صرف وہی شخص دیکھ
سکتا ہے جس کی بینائی تیز ہو ۔ قطب کا پتا جدی اور فرقدان سے چلتا ہے
کیونکہ یہ ان دونوں کے درمیان ہوتا ہے اور جدی وہ ستارہ ہے جو
بنات نعش الصغری کی ایک جانب ہوتا ہے ۔ بنات نعش الصغری کے سات
ستارے ہیں ، چار تو ٹیڑھی سی شکل کے ہیں جنھیں نعش کہا جاتا ہے ۔
ان میں سے دو ستارے جو چمکدار ہیں وہ فرقدان کہلاتے ہیں ۔ تین
ٹیڑھی لکیر پر ہیں اور بنات کہلاتے ہیں ۔ ان تینوں کے ایک کنارے پر
ایک چمکدار ستارہ ہے جس کا نام جدی ہے لہٰذا قطب جدی اور
فرقدان کے درمیان ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے ۔

[۳ : ۳۴۵] اور جو عرب مکے کو جانے کا ارادہ رکھیں وہ مجرّہ
(کہکشاں) سے راہنمائی حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ موسم سرما میں یہ
ابتدائی رات میں آسمان پر انسان کے بائیں کندھے پر شرقاً و غرباً پھیلی
ہوئی ہوتی ہے بشرطیکہ وہ مشرق کی جانب متوجہ ہو ۔ پھر آخری رات
میں انسان کے دائیں کندھے پر شرقاً و غرباً پھیل جاتی ہے ۔ لیکن موسم
گرما میں یہ وسط آسمان پر ہوتی ہے لیکن اس کی راہنمائی مذکورہ بالا
ستاروں کی راہنمائی کے مقابلے میں کمزور ہے ۔ اور مجرّہ (کہکشاں)
(the milky way) کثیر التعداد چھوٹے چھوٹے ایک دوسرے کے

قریب اور جمگھٹا بنے ہوئے ستارے ہیں جن میں حس کے ذریعے امتیاز نہیں کیا جا سکتا بلکہ ان کے چھوٹے اور نہایت کثیف ہونے کی وجہ سے یہ ایسے دکھائی دیتے جیسے بادل چھائے ہوئے ہوتے ہیں بعض نے کسی اور طرح بھی ان کی تشریح کی ہے۔

جن ستاروں سے کعبے کی راہ معلوم کی جاتی ہے ان میں سے سورج اور چاند ہیں۔ ان دونوں کی اٹھائیس منزلیں ہیں۔ اسی طرح ان منزلوں سے بھی راہنمائی حاصل کی جا سکتی جو ان کے ساتھ ملی ہوئی یا قریب ہیں اس لیے کہ یہ سب کی سب مشرق سے طلوع ہوتی اور مغرب میں غروب ہوتی ہیں۔ چنانچہ ہلال ابتدائے ماہ سے تین راتوں تک سورج غروب ہونے کے وقت مکے کو جانے والے کی دائیں جانب ہوگا۔ تیسری رات غروب شمس کے وقت سامنے ہوگا۔ دسویں رات عشا کے وقت اور سرخی کے غروب ہو جانے کے بعد کعبے کی سمت میں ہوگا اور بائیسویں رات طلوع فجر کے وقت بھی کعبے کی سمت میں ہوگا۔ یہ تمام تقریبی بیان ہے (تحقیقی نہیں)۔

اور جن چیزوں سے راہ معلوم کی جاتی ہے ان میں سے ہوائیں ہیں۔ صحراء میں ان سے راستے کا پتا چلانا مشکل ہوتا ہے۔ رہا پہاڑوں اور مکانات کے درمیان تو وہاں ہوائیں چکر لگتی اور سمت بدلتی رہتی ہیں لہٰذا ان سے راستے کا پتا نہیں چل سکتا۔

اور بڑے پہاڑ بھی ان چیزوں میں سے ہیں جن سے کعبے کی راہ معلوم کی جاتی ہے یہ سب کے سب مکے کو جانے والے کے دائیں سے بائیں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی راہ نمائی قوی" اور حس کے ذریعے حاصل کی جا سکتی ہے لیکن چونکہ مکے کو جانے والے کو شبہ ہو جاتا ہے کہ ان پھیلے ہوئے پہاڑوں کو پیچھے کی طرف رکھے یا سامنے کی طرف اس لیے یہ دلالت کمزور پڑ جاتی ہے۔ لہٰذا دو لحاظ سے راہنمائی ہوتی ہے اور دو لحاظ سے شبہ پڑتا ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب اسے پہاڑ کی جہت معلوم نہ ہو اور اگر جانتا ہو تو اسے پہاڑوں کو پشت کی جانب رکھنا چاہیے اس لیے کہ پہاڑوں کا منہ کعبے کی طرف ہے اور

پہاڑ کا منہ پہاڑ کا وہ حصہ ہے جس طرف اس کی چڑھائی ہو وغیرہ وغیرہ ۔
یہ راہ نمائی حاصل کرنے کے مامور ہیں ۔ خواہ انسان کسی بھی جہت کا ارادہ رکھتا ہو ۔

عربوں میں سے جو لوگ راستوں سے ناواقف ہوتے ان کے لیے یہ چیز بہت بڑا عیب سمجھی جاتی تھی اور ایسے لوگوں کو وہ برا سمجھتے تھے۔ یہ سب امور اس لیے تھے کہ وہ اپنے دشمنوں کے غلبے اور ان کی دست درازی سے بچاؤ کر سکیں ۔ سیدھی راہ کی طرف اللہ ہی راہ نمائی کرنے والا ہے ۔

گھوڑوں کی بیماریوں ، ان کی دواؤں ، ان کے عیوب اور محاسن کے متعلق عربوں کا علم

[۳ : ۳۴۶] اس کتاب کے جزو ثانی کے آخر میں ہم اس کے متعلق مختصر سی بحث کر چکے ہیں اور چونکہ ہم ان کے علوم شمار کر رہے ہیں اور ان کے فطری علوم کا ذکر کر رہے ہیں لہذا ضروری ہوگیا کہ ہم دوبارہ پہلے کے مقابلے میں ذرا زیادہ بسط سے بحث کریں ۔ یاد رکھو کہ عرب گھوڑوں کی شان اور ان کے حالات کو جاننے میں اس حد تک دراک تھے کہ کوئی اور اس حد تک نہ پہنچا تھا ۔ شاید اب بھی یہ علم عربوں کے بعض افراد میں باقی رہ گیا ہو اور وہ بیابانوں اور میدانوں میں چکر لگاتے ہوں اور گھوڑوں کی بیماریوں اور ان کا علاج اس طرح جانتے ہوں جس طرح کوئی ماہر اور پختہ کار شخص جانتا ہے ۔ اس فن میں عربوں کا قدم راسخ تھا اور انھیں یدطولیٰ حاصل تھا ۔ قابل اعتماد راویوں نے ان کے متعلق عجیب و غریب خبریں بیان کی ہیں جن کو سن کر کان لذت حاصل کرتے ہیں ۔ اس علم کے ضمن میں جو کچھ عربوں کی بابت سامنے آیا اور گھوڑوں کی بیماریوں اور دیگر جانوروں کی جوکچھ انھوں نے تشخیص کی ہے ۔ ان سب معلومات کو مع ان کے طریق علاج کے نہایت مکمل اور واضح شکل میں جمع کر دیا گیا ہے ۔

مجھے اس کا ایک نسخہ جس کا خط ناقص ہے اور اغلاط سے بھی محفوظ نہیں ہے مدرسہ احمدیہ جو بغداد محروسہ کے مدارس میں سے ایک مدرسہ ہے کی لائبریری میں ملا ہے۔ میں نے اس کا غور سے مطالعہ کیا ہے اور اس میں سے کچھ قیمتی موتی اور عمدہ فوائد چن لیے ہیں۔ اس فن میں قدیم و جدید بہت سی کتابیں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے جس کتاب کی ترتیب بہترین ہے اور جو سب سے زیادہ مکمل ہے وہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب الاسکافیؒ کی کتاب الخیل ہے کیونکہ اس نے اس کتاب میں کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی جس کا تعلق گھوڑوں اور دیگر چوپایوں کے ساتھ ہو۔ اس نے ان کے چند عیوب اور محاسن کا ذکر اس کتاب کے دو بابوں میں کیا ہے۔ چونکہ یہ باب نہایت مفید باب میں لہذا میں نے قارئین کے لیے ثواب اور مغفرت حاصل کرنے کی امید میں ان کی تلخیص کر دی ہے۔

عیوب الخیل

گھوڑوں کے عیوب کی تعداد کا شمار نہیں جا سکتا اور نہ ہی ان کی حد معلوم کی جا سکتی ہے کیونکہ ان کے ہر عضو کو کسی نہ کسی عیب یا خوبی کا لاحق ہونا ممکن ہے مگر جس قدر عیوب کے نام عربوں کی طرف سے ثابت ہیں وہ ایک سو ہیں۔ چوبیس عیب گھوڑوں کی چال میں ہیں۔ چھپن خلقت میں اور بیس وہ جو بعد میں پیدا ہو جاتے ہیں اب چال کے عیوب کو لیجیے تو ان میں ایک عیب طَمُوح ہے۔ طموح اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو [۳ : ۳۸۶] اپنی نگاہیں اوپر کو اٹھائے رکھے اور اس بات کی پروا نہ کرے کہ اس کی ٹانگیں کہاں پڑتی ہیں۔

المُنبِکتُس: یہ وہ گھوڑا ہے جو چلتے ہوئے جسم کی کمزوری کی وجہ سے سر کو نیچے کیے رکھے۔

الجَمُوحُ: سخت سر والا گھوڑا جو اپنے سوار کو اپنے سر پر قابو پانے نہیں دیتا حتٰی کہ یہ اس پر غالب آ جاتا ہے۔

المُعۡتَزِم : جو کبھی سرکش ہو جاتا ہے اور کبھی سرکشی چھوڑ دیتا ہے ۔

الغَرۡب : وہ گھوڑا جو اکڑ کی وجہ سے مسلسل چلتا جائے اور روکنے کے باوجود نہ رکے یہاں تک کہ وہ اپنے سوار کو دور تک لے جائے۔

الشَمُوسُ : جو نہ اپنی زین پر کسی کو بیٹھنے دے اور نہ چھونے دے ۔

الحَرُوۡنُ : وہ گھوڑا جو تیز رفتاری کے بعد بغیر تھکاوٹ کے کھڑا ہو جائے ۔

البَالِحُ : جو ضعف کے مارے چلنا بند کر دے ۔

[1] الضَغِینُ : وہ گھوڑا جو تیز دوڑتے ہوئے ٹھہر جائے مگر حرون گھوڑے سے یہ کم درجے کا عیب ہے ۔

الـحَتفَّاش : جو مسلسل دوڑتا رہے مگر پھر پچھلے پاؤں چلا آئے ۔

الرَوَّاغُ : وہ گھوڑا جو کوشش سے دوڑتا ہو مگر سیدھا نہ جاتا ہو کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف ۔

الغَیُوۡشُ : وہ گھوڑا جس کے متعلق خیال ہو کہ وہ خوب چلے گا مگر درحقیقت وہ کچھ نہیں ہوتا ۔

الحَیُوۡصُ : جو دائیں اور بائیں ہٹتا رہے مگر اس کی دوڑ مسلسل ہو ۔

المُشتق : جو راستہ چھوڑ دیتا ہے اور ایک طرف ہٹ جاتا ہے اور پھر راستے سے ہٹ کر چلتا رہتا ہے نہ دھکا دیتا ہے اور نہ پیچھے ہٹتا ہے ۔

الشَبُوب : جو اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھا کر ٹانگوں پر کھڑا ہو جاتا ہے ۔

---

۱ ۔ ایک تشریح یوں : الضَاغِنُ و الضَغِینُ : الـذی لایَجیریۡ جَرۡیَہ اِلاَّ بِالضَرۡبِ ۔

العَاجِبر و المُعَاجِبر : جو اپنی ٹانگوں کو گدھے کی طرح مارتا ہے یعنی اس طرح کہ دونوں ٹانگوں کو اکٹھا اٹھاتا ہے اور اکٹھا رکھتا ہے ۔

النعذُوم و العَضُوضُ : وہ جو اپنے ساتھ چلنے والے کو کاٹے ۔

الشَادِخُ : جو اپنے راستے سے ایک طرف ہٹ جاتا ہے اور اسے اس بات کی پروا نہیں ہوتی کہ وہ کس راستے پر چل رہا ہے ۔

الجَرُوْرُ : وہ گھوڑا جو تھکان اور تنگ قدم اٹھانے کی وجہ سے سُست رفتار ہو اور اسے رسی کے ذریعے سے کھینچا جائے ۔

المُنتَعِثلُ : وہ گھوڑا جو اپنی ٹانگوں کو الگ الگ رکھتا ہے اور جب انہیں اٹھاتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے وہ انہیں دلدل میں سے کھینچ کر نکال رہا ہے وہ سر کو ہلاتا ہے مگر اس کی ٹانگیں اس کی اطاعت نہیں کرتیں ۔

المُجَرْبِذُ : وہ گھوڑا جو چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہو اس کے سموں کے اطراف زمین کے قریب رہتے ہیں اور وہ انہیں زور سے اٹھا نہیں سکتا ۔

شاعر کہتا ہے :

جَرْبَذْتَ دُوْنَهَا يَدَاكَ وَأَزْرَى
بِكَ لُؤْمُ الآبَاءِ وَالأَجْدَادِ

جب تم نے مقابلے میں دوڑ لگائی تو تمھاری رفتار کمزور ہوگئی اور تم نے مجربذ گھوڑے کی طرح چھوٹے چھوٹے قدم اٹھائے اور تمھارے آبا و اجداد کا کمینہ پن تمھارے لیے عیب کا باعث بنا

المُشَاغِبرُ : وہ یہ ہے گھوڑا جو اپنی تمام ٹانگوں کو ایک دوسرے سے الگ الگ رکھ کر اٹھائے اور ٹانگیں دور فاصلہ پر پڑیں مگر گھوڑے میں کودنا نہ پایا جائے ۔

المتراد : ابتدائی دوڑ ہی میں گھوڑے کی تیز رفتاری میں کمی کا پایا جانا ۔

القاتِر : وہ گھوڑا جو اپنے نفس سے عاجز آ چکا ہو اور اس کی رفتار میں سستی پائی جائے اور اس کی ٹانگیں اس کے نفس کے مطالبے پر اس کی مدد نہ کرتی ہو ۔

[۳ : ۳۴۸] المُواکِل : جو صرف اسی وقت چلے جب دوسرے چلیں اور اس میں کمزوری[۱] بھی پائی جاتی ہو ۔
الخَرُوط[۲] : جو اپنے سر سے رسی کو کھینچ لے ۔
الرَمُوح : جو اِک لتی مارے ۔
الضَرُوح : جو دو لتی مارے ۔

یہ آخری چار عیب اس باب سے متعلق نہیں ہیں ان میں سے بعض صرف بری عادت اور تربیت کی خرابی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں ۔

وہ عیوب جو گھوڑوں میں پیدائشی ہوتے ہیں

یہ چھپن عیب ہیں ۔

الاَخذَی[۱] : وہ گھوڑا جس کے دونوں کانوں کی جڑیں ڈھیلی ہو کر رخساروں پر پڑتی ہوں ۔

الاَمشعَر[۲] : وہ گھوڑا جس کے پیشانی کے بال تمام کے تمام جاتے رہے ہوں اور کچھ بھی باقی نہ رہے ہوں ۔

الاَسفَی[۳] : جس کی پیشانی کے بال ہلکے ہوں اور یہ صفت خچروں میں پسند کی جاتی ہے ۔ الاَغَم[۴] : وہ گھوڑا جس کی پیشانی کے بال (اس قدر زیادہ ہوں کہ) اس کی آنکھوں کو ڈھانپ دیں ۔ الاَسعَف[۵] جس کی پیشانی کے بالوں میں سفیدی ہو الاَحوَل[۶] : جس کی آنکھوں

---

۱ - الوِکَال : الضُعف ۔

۲ - وقیل الخروط : الدابۃ الجموح تجذب رَسَنَھَا من مُستمسکھا و تذھب ۔

کا بیرونی کویہ (یا بیرونی گوشۂ چشم یا ماق وحشی) سفید ہو اور اندرونی گوشۂ چشم (اندرونی کویہ) کی سیاہی نیچے کو چلی گئی ہو ۔ الاَزرَق۷ : جس کی ایک یا دونوں آنکھوں میں سفیدی ہو ۔ الاَقنَی۸ جس کی ناک کبڑی ہو ۔ المُغرَب۹ : جس کی دونوں آنکھوں کے پپوٹوں کے کنارے سفید ہوں اور آنکھیں نیلی ہوں ۔ الاَدَنّ۱۰ : جس کی گردن جڑ سے اندر کو دھنسی ہوئی ہو ۔ الاَهنَع۱۱ : جس کی گردن درمیان سے بیٹھی ہوئی ہو ۔ الاَقصَر۱۲ : جس کی گردن کوتاہ اور خشک ہو ۔ الاَكتَف۱۳ : جس کے دونوں کندھے ایک دوسرے سے ہٹے ہوئے اور ڈھلے ہوئے ہوں ۔ الاَزوَر۱۴ : وہ یہ ہے کہ گھوڑے کے سینے کے دو گوشت کے ٹکڑوں میں سے ایک اندر کو گھسا ہوا ہو اور دوسرا باہر کو نکلا ہوا ہو ۔ الاَقعَس۱۵ : وہ گھوڑا جس کی پیٹھ کا وہ حصہ جہاں سوار بیٹھتا ہے نیچے کو بیٹھا ہوا ہو اور پچھلا حصہ اور کندھے کے اوپر کا حصہ اوپر کو اٹھا ہوا ہو ۔ الاَبزَخ۱۶ : جس کی پیٹھ اور پچھلا حصہ بیٹھا ہوا ہو ۔ المُخطَف۱۷[1] : وہ گھوڑا جس کے پیٹ کا وہ حصہ جو تنگ کی پچھلی جانب ہوتا ہے پیٹ کے ساتھ ملا ہوا ہو ۔ الاَهضَم۱۸ : جس کی پسلیاں سیدھی اور اوپر کا حصہ اندر کو گھسا ہوا ہو ۔ الصَقِل۱۹ : لمبی کمر والا ۔ الاَنجَل۲۰ : وہ گھوڑا جس کی کمر باہر کو نکلی ہوئی ہو اور اس کی صِفاق یعنی پیٹ کی کھال پتلی ہو ۔ الاَفرَق۲۱ : وہ گھوڑا جس کا ایک چوتڑ دوسرے سے اونچا ہو ۔ الاَرسَح۲۲ : جس کی " صلا " پر کم گوشت ہو اور " صلا " چوتڑ کی جانب کا وہ حصہ ہے جو نیچے کو جاتا ہے ۔ [۳ : ۳۴۹] الاَعصَل۲۳ : جس کی دم کی ہڈی پیچ کھائے ہوئے ہو یہاں تک کہ دم کا کسی قدر وہ اندرونی حصہ جس پر بال نہیں ہوتے ظاہر ہو جائے ۔ الاَكشَف۲۴ : وہ گھوڑا جس کی دم کی ہڈی

---

۱ ۔ یہ لفظ خُطْف اور خُطُف سے لیا گیا ہے جس کے معنی الضُمر و حشفة لحم الجنب ہیں ۔

پیچ کھائے ہوئے ہو یہاں تک کہ وہ کاذتین میں سے ایک پر چڑھ جائے اور کاذتین چوتڑوں کے اوپر کے حصے کے گوشت کو کہتے ہیں۔ الاَصْبَغُ ۲۵ جس کی دم سفید ہو۔ ۲۶ الاَشْعَلُ ۳ : جس کی دم چوڑائی میں سفید ہو الاَشْرَجُ ۲۷ : جس کا ایک ہی خصیہ ہو۔ الاَفْحَجُ ۲۸ جس کے ٹخنے ایک دوسرے سے دور ہوں۔ الاَبَدُّ ۲۹ : جس کی اگلی ٹانگ ایک دوسرے سے دور ہوں۔ الاَصَکُّ ۳۰ : وہ گھوڑا جس کے دونوں ٹخنے چلتے وقت ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ الاَحَلُّ ۳۱ : جس کے چوتڑ کی رگ کا نشان دکھائی نہ دیتا ہو اور ٹخنے ڈھیلے ہوں۔ الاَقْفَدُ ۳۲ : جس کا پونہچا اٹھا ہؤا اور سم کی طرف مڑا ہؤا ہو۔ یہ خاص طور پر پاؤں میں ہوتا ہے۔ الاَصْدَفُ ۳۳ : پونہچوں کے مڑے ہونے کی وجہ سے جس کے دونوں بازو ایک دوسرے کے قریب ہوں اور سم ایک دوسرے سے دور ہو۔ المُوَجَّدُ ۳۴ : جس میں اس قدر کم صَدَف[3] پایا جائے کہ اس میں شک گزرے۔ الاَقْدَرُ ۳۵ : جس کا بائیں پہلو کا پونچا مڑا ہؤا ہو۔ الاَقْسَطُ ۳۶ : جس کی دونوں ٹانگیں سیدھی کھڑی ہوں اور ٹیڑھی نہ ہوں۔ الاَمْدَشُ ۳۷ ۔ نہایت ٹیڑھا ہونے کی وجہ سے جس گھوڑے کے اندرونی پونچے ایک دوسرے سے ٹکرائیں وہ امدش ہے۔ الاَحْنَفُ ۳۸ : جس گھوڑے کے دونوں سم اس طرح مڑے ہوئے ہوں کہ ان کا منہ ایک دوسرے کی طرف ہو اور پونچے بھی مڑے ہوئے ہوں۔ المُتَلَقِّفُ ۳۹ : وہ گھوڑا جو اپنی اگلی ٹانگوں کو چلتے ہوئے سیدھا اٹھائے اور انھیں پیٹ کی طرف نہ لے جائے۔ الاَرْجَزُ ۴۰ : جس کے چوتڑ اور ٹانگیں

---

۱ - وقیل : الاصبع من الخیل : مُبْيَضُّ الناصية أطراف الأُذُن و من الطیر والشاء : المُبْيَضُّ الذَّنَب ۔

۲ - و هوالشَّاعِلُ و الشَّعِيْلُ ۔

۳ - صَدَف : گھوڑے کی رانوں کا ایک دوسرے کے قریب ہونا اور اور سموں کا دور ہونا اور گھوڑے کو اَصْدَفُ کہتے ہیں ۔

لڑکھڑاتی رہیں اور جب کھڑا ہو تو ران بھی لڑکھڑائے۔ الشَخشَت[۴۱] : جس کے جسم پر کم گوشت ہو اور ہڈیاں بھی پتلی ہوں ۔ الرُطَل[۴۲] : کمزور اور ہلکا گھوڑا ۔ المکبُون[۴۳] : جس کی ٹانگیں چھوٹی ہوں زمین کے قریب ہو اور پیٹ وسیع ہو ۔ العشّ[۴۴] : وہ گھوڑا جس کی ہڈیاں جسم پر کم گوشت ہونے کی وجہ سے ظاہر ہوں ۔ السّغِل[۴۵] : جس کا جسم چھوٹا ہو ۔ سَلاَمَۃ[۱] گھوڑے کی تعریف میں کہتا ہے :

لَیسَ بِاَسفَی وَلَا اَقنٰی وَلَا سَغِلٍ
یُعطٰی دَوَاءَ قَفِیِّ السَّکنِ مَربُوبِ

نہ تو اس گھوڑے کی پیشانی کے بال ہلکے ہیں اور نہ جسم چھوٹا ہے اور نہ اس کی ناک ٹیڑھی ہے ۔ اسے وہ دودھ دیا جاتا ہے جو معزز مہمانوں کو دیا جاتا ہے اور اس کی پرورش اچھے کھانوں سے کی جاتی ہے

الجاَب[۴۶] : کوتاہ قد اور موٹے جسم والا ۔ ابو دُؤَاد کہتا ہے :

اَسِیلٍ سَلجَمِ الْمُقبِلِ لَا شَخْتٍ وَلَا جَابٍ

یہ گھوڑا لمبوترے اور پتلے رخساروں والا ہے اس کا اگلا حصہ موٹا ہے نہ اس کی ہڈیاں پتلی ہیں اور نہ موٹی

---

۱ ۔ سلامۃ سے مراد سَلاَمَۃ بن جَندل ہے ۔ ابن درید (الاشتقاق : ۳۷) کہتا ہے : السَفَا : خِفّۃ ناصیۃ الفرس وھو عیب - - - والقَنَا : احدید اب الانف وھو قبیح و لیس بالعیب المکروہ لاَنہ اذا کان اَقنٰی ضَاقَ مخرج نَفَسِہٖ فملأ البُھر جوفہ ۔ والسفا : ما ذکرتہ آنفاً وھو قبیح و لیس بعیب و السَغَلُ : اضطراب الخَلق ، وھو عیب قبیح ضارّ والدَّواء : اللبن فی ھذا الموضع و القفِیّ : الذی یخص بہ من طعام او شراب ۔ سلامۃ جاہلی شاعر اور فرسان عرب میں سے ۔ اس نے گھوڑے کے اوصاف خوب بیان کیے ہیں ۔

[۳ : ۲۵۰] المِلْوَاح۴۷ : وہ گھوڑا جو چھوٹا ہو اور اسے جلد پیاس لگ جائے ۔ الصَّلُود۴۷ : جسے دیر میں پسینہ آئے ۔ الضَّاوِی۴۹ جسے والدین نے دبلا پتلا کر رکھا ہو ۔ المُقْرِف۵۰ : جس کی ماں اصیل ہو مگر باپ غیر اصیل ہو ۔ الهَجِین۵۱ : جس کا باپ اصیل ہو اور ماں ایسی نہ ہو ۔ المُحْمِق۵۲ : جس کی ساری اولاد احمق پیدا ہوتی ہو ۔ الكُوسِی۵۳ : وہ گھوڑا جو چلتے ہوئے سر نیچے کو کر رکھے اور گدھے کی طرح چھوٹے چھوٹے قدم اٹھائے ۔ الشَّجَاسِی۵۴ : جس کے جوڑ مہرہ ہائے پشت اور گردن مٹی میں لوٹتے وقت سخت ہوں نرم نہ ہوں۲ ۔

وہ عیب جو گھوڑوں میں پیدا ہو جاتے ہیں

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے یہ بیس ہیں ۔ الانتشار۱ : تھکان کے سارے پٹھوں کا اس قدر پھول جانا کہ کانوں کی رگیں پھٹ جائیں ، شظنّی۲ : اس ہڈی کا حرکت کرنا جو گھٹنے کے ساتھ ملی ہوئی ہے ۔ الفَتُوق۳ : اسے عوام بیض کہتے ہیں ۔ پٹھے سے لے کر پنڈلی کے پتلے حصے تک کا پھٹ جانا اور اس کا ایسا باندھنا جیسا کہ اس کے اوپر میخیں لگی ہوئی ہوں ۔ الدَّخَس۴ : یہ ایک ورم ہوتا ہے جو سُم کی ایک جانب ہوتا ہے ۔ الزوائد۵ : ان پٹھوں کے کنارے جو پونچے کے پاس آ کر علٰحدہ ہو جاتے ہیں ۔ العَرَن۶ : پھوٹ جانے یا مشقت کی وجہ سے پاؤں کے پونچے کا سخت یا خشک ہو جانا اور اس میں ورم پڑ جانا ۔ شِقَاق۷ پونچوں سے خون کا ٹپکنا اور بعض اوقات ٹانگ کے باریک حصے تک چڑھ جاتا ہے ۔ اس کو حلاوہ کہا جاتا ہے ۔ جَرَذ۸ : وہ زیادتی یا پٹھوں کا پھولنا جو بیرونی اور اندرونی طور پر ایڑی سے اوپر والے پٹھے میں پیدا ہو جاتا ہے اور یہ جوڑ کے ساتھ لمبائی میں کیلے کی شکل کا ہوتا ہے ۔ المَلَح۹ : ایڑی کے پیچھے والے پٹھے کے نچلے حصے کا کسی مادہ کی وجہ سے جو اس پر گر رہا ہو پھٹ کر بلوط کی طرح ہو جانا ۔ القَمَع۱۰ :

---

۱ - چھپن میں سے صرف چون عیب بیان کیے ہیں ۔

ایڑی کے پٹھے کے ایک سرے کا بڑا ہو جانا ۔ المَشَشُ[۱۱] : ٹانگ کے پتلے حصے کا باہر نکل آنا اور حجم اختیار کر لینا مگر یہ ہڈی کی طرح سخت نہیں ہوتا ۔ اِرْتِہاش[۱۲] : وہ یہ ہے کہ گھوڑا اپنے سم کی چوڑائی کو دوسرے ہاتھ (اگلی ٹانگ) کے پونچے کے پٹھے پر مارے ، بعض اوقات اسے خون آلود بھی کر دیتا ہے ۔ اس کی وجہ ہاتھوں (اگلی ٹانگوں) کا کمزور ہو جانا ہوتا ہے ۔ الرَّهَصَة[۱۳] : سم میں پانی کا چلا جانا ۔ الوَجٰی[۱۴] : پتھروں کے لگنے سے سم میں جو کھردرا پن پیدا ہو جاتا ہے ۔ الرَّقَق[۱۵] : سم کا کمزور اور پتلا ہو جانا ۔ النَّمِلہ[۱۶] : سم کے اوپر سے لے کر سم کے کنارے تک سم میں شق پڑ جانا ۔ السَّرَطَان[۱۷] [۳ : ۳۵۱] ایک بیماری ہے جو پونچے میں لگنے سے رگوں کو خشک کر دیتی ہے جس سے سم اُلٹا ہو جاتا ہے ۔ العَزْل[۱۸] : وہ یہ ہے کہ گھوڑا عادت کے طور پر دم ایک طرف رکھے ۔ الخُبَاق[۱۹] : مادہ کے پرنالے میں سے آنے والی آواز ۔ البَجَر[۲۰] : پیٹ کی ہڈی کا غیر مندمل ہونا اور پھر ناف کی کھال کا جو اس کے آس پاس ہوتی ہے بڑا ہو جانا ۔ اور الرَّهَابَة : وہ ہڈی جو پیٹ سے باہر کو نکلی ہوئی ہوتی ہے ۔

گھوڑے کی خوبیاں اور وہ امور جو اس کے جسم کی ساخت میں پسند کیے جاتے ہیں

گھوڑے میں جو چیزیں پسند کی جاتی ہیں یہ ہیں : کان تیز ہوں ، پیشانی کے بال درمیانے ہوں ، نہ کم ہوں اور نہ بہت زیادہ گھنے اور لمبے ، وسیع پیشانی ، اوپر کو اٹھی ہوئی اور بلند آنکھ ہو ، لمبوترا رخسارہ ہو ، وسیع نتھنے ہوں ، چوڑی باچھیں ہوں ، لمبی اور نرم گردن ہو ، اکڑی

---

۱ ۔ لسان العرب میں ہے : الخَبْثَق صوت الحیاء عند الجماع والظبیَۃُ : الحَیَاءُ من المرأة و کل ذی حافر ۔ ۔ ۔ و الظَبْیَۃُ من الفرس : مشقها وهو مسلک الجُردان فیها ۔ الاصمعی : یقال لکل ذات خُف او ظلف الحیاء و لکل ذات حافر الظبیة و للسباع کلها الثَفْر ۔

ہوئی نہ ہو۔ پتلے ہونٹ ہوں ، کندھے کے اوپر کے حصے اور گردن کی جڑ اوپر کو اٹھی ہوئی ہو ، یہ بات بھی پسند کی جاتی ہے کہ جہاں گردن آ کر جسم کے ساتھ مرکب ہوتی ہے وہ مضبوط ہو کیونکہ جب گھوڑا تیز دوڑتا ہے تو اس کا سہارا لیتا ہے۔ سینے کا چوڑا ہونا ، وہ مقام جہاں سینے کی ہڈیاں آ کر ملتی ہیں اس کا تنگ ہونا ، سینہ اٹھا ہؤا ہونا ، یہ کہ اس کے کولھے مضبوط ہوں کیونکہ یہ اس کی پشت کا وہ مقام ہے جہاں اس کے دونوں چوتڑ[1] اور دونوں ٹانگیں لٹکی ہیں۔ پیٹ اور دونوں پہلوؤں کا بڑا ہونا ، کوکھ کا باریک ہونا ، پچھلے حصے کا اوپر کو نکلا ہؤا ہونا ، دم کی ہڈی کا چھوٹا ہونا ، دم کا لمبا ہونا ، ران کی رگ کا سکڑا ہؤا ہونا (تشنج : کنہال وغیرہ کا سکڑ جانا ، اور چوتڑوں کا ہموار ہونا تا کہ ایک چوتڑ دوسرے کے مقابلے میں اٹھا ہؤا نہ ہو)۔ چوتڑوں کا ہموار اور ملائم ہونا۔ پنڈلیوں کا چھوٹا ہونا ، رانوں کا لمبا ہونا ، ٹانگوں میں کھنچاؤ کا ہونا تا کہ سیدھی کھڑی نہ ہوں۔ گھٹنے کا نوکدار ہونا تا کہ یہ موٹا نہ ہو ، پونچے کا موٹا ہونا پونچے کا چھوٹا ہونا اور یہ کہ سم سخت ، سیاہ یا سبز ہوں۔ عربوں کے اشعار میں سے جو شواہد ان امور پر پیش کیے جاتے ہیں ان کی تفصیل اپنے مقام پر نقل کی گئی ہے۔

انسان کے جسم کی ساخت کے متعلق عربوں کو جو معلومات حاصل تھیں

[۳ : ۳۵۲] عربوں نے ترقی و انحطاط کے کئی احوال مختلف طور اور مختلف دور دیکھے ہیں ، لہذا کسی ایک دور کو لے کر ہم ان کے احوال کا پتا نہیں چلا سکتے۔ بلکہ ان کی زبان ، ان کے اشعار اور ان کی امثال ہمیں ان کے حالات کا پتا بتاتی ہیں۔ چنانچہ جو شخص ان کتابوں کا جو انسانی پیدائش کے بیان میں لکھی گئی ہیں اور جو کچھ عربوں سے

---

۱ - بلوغ الارب میں ورکبہ چھپا ہے اسے وَرِکیشہ پڑھیں۔

ہمارے پاس ان اجزاء کے متعلق آیا ہے جس پر ہر حیوان کا بدن مشتمل ہے ، مطالعہ کرے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ گزشتہ صدیوں میں بھی عربوں کو اجزاء بدن کی ترکیب کیفیت ، ان کی ترتیب ، ہر عضو کے حالات ، مثلاً رگوں ، پٹھوں ، کُرّیوں ، ہڈیوں اور گوشت وغیرہ اور یہ کہ جس چیز سے مرکب ہوتے ہیں اور جو جو فعل اور فائدہ ہر عضو کا ہے سب کے متعلق معلومات و علم حاصل تھا ۔ یہی وہ علم ہے جسے متاخرین کے یہاں علم التشریح کہا جاتا ہے ۔ محض اس لیے کہ اس کا ایک نیا نام پیدا ہو گیا ہے ، ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم عربوں کے یہاں اس علم کے وجود کی نفی کر دیں ۔

خلق انسان کے متعلق جو کتابیں تالیف ہو چکی ہیں بہت ہیں ۔ بہترین کتاب جو میں نے دیکھی ہے وہ امام ، لغوی ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب الاسکافی کی " کتاب ¹خلق الانسان " ہے کیونکہ اس کتاب نے (اپنے اندر) سب کچھ جمع اور محفوظ کر لیا ہے ۔ اس لیے کہ یہ کتاب ان بحثوں پر مشتمل ہے : ولادت سے آخر عمر تک انسان کی عمروں کی ترتیب ، انسان کی تمام ساخت کے اسما ، سر ، جن چیزوں سے یہ مرکب ہے اور سر کی صفات ، بال ، بال کے اقسام اور رنگ ۔ کان ، کان کی ترکیب ، اور اس کی قسمیں ۔ چہرہ اور جن سے یہ مرکب ہے ۔ ابرو ، اس کی قسمیں ، اس کی کونسی قسم قابل تعریف اور کونسی مذموم ہے ۔ آنکھ ، اس کی قسمیں ، اس کے طبقات ، آنسوؤں کے جاری ہونے کے مقام اس کے علاوہ وہ دیگر اشیا جن پر آنکھ مشتمل ہے ۔ ناک ، اس کی ترکیب ، اور اس کی اقسام کا بیان ۔ منہ اور اس کی ترکیب ، دانت ، ان کی تعداد ، ان کی قسموں کے نام ، ان کے اجزا اور ان کے اُگنے کی جگہیں ، زبان اور وہ اجزا جن پر یہ مشتمل ہے اور وہ ہڈیاں جو اس کی نچلی جانب ہیں ۔ حلق اور ان زائد گوشت کے ٹکڑوں کا بیان جو حلق کے اندر

---

۱ ۔ میمن کے نزدیک ثابت بن ابی ثابت کی کتاب خلق الانسان اس سے بہتر ہے اور انھیں اس کے ایک عمدہ نسخہ کا پتا چلا ہے ۔

ہوتے ہیں ۔ نَرۡخَرَہ نرم تالو ، گلے اور حُلقوم کا بیان ؛ دونوں جبڑوں ان کے محل وقوع اور جن چیزوں سے یہ مرکب ہیں ان کے ناموں کا بیان ، داڑھی ، اس کے اجزا کے نام ، اس کے اقسام اور رنگ اور [۴ : ۲۵۳] دیگر اوصاف ۔ گردن اور جن چیزوں سے یہ مرکب ہے ۔ کندھا ، کندھے کی ہڈی اور جن چیزوں پر یہ مشتمل ہیں ۔ ہاتھ اور جن ہڈیوں ، پٹھوں ، عضلوں (یا مچھلیوں) اور رگوں سے یہ مرکب ہے اور جو نام ان کے رکھے گئے ہیں ۔ انگلیاں ، ان کے نام اور اجزا ۔ ناخن ، ناخن کی قسمیں اور ان کے نام ، سینہ اور جن چیزوں سے یہ مرکب ہے ۔ دونوں پستان اور جو کچھ ان میں ہے ۔ دونوں پہلو اور ان کی پسلیوں کی تعداد اور ان کے نام اور جو اس سے پھیپھڑا ، گردے ، آنتیں ، امعا اور کھانے کی آنتیں ، وہ جگہ جہاں پیٹ میں کھانا ہوتا ہے ۔ پیچدار آنتیں ، اوجھ ، جہاں سے مینگنی نکلتی ہے اور ان اعضا میں جو جو اجزا پائے جاتے ہیں اور ان کے نام ، پیٹ کی بیماریاں ، اور جو جو ان کے نام ہیں ۔ پشت اور جن چیزوں سے یہ مرکب ہے مثلاً ہڈیاں ، پٹھے ، رگیں وغیرہ ۔ عورت کے اندام کے گرد کا حصہ اور عناصر ترکیبی ، مرد کا عضو اور اس کے عناصر ترکیبی ۔ عضو کی جڑ اور جو جو نام اس کے لیے مقرر کیے گئے ہیں ۔ بیضے اور ان اجزا کے نام جو ان میں پائے جاتے ہیں اور ان بیماریوں اور علتوں کا بیان جو ان کو لاحق ہوتی ہیں ۔ زنانہ اندام اور اس کے اجزائے ترکیبی ۔ پُٹھا اور اس کے دونوں حصوں کے عناصر ، عقب اور جو کچھ اس میں ہے ۔ رانیں اور وہ اجزا جو ان میں ہیں اور ان کے نام پنڈلی اور جو کچھ اس میں[1] ہے ۔ پاؤں اور جن چیزوں پر یہ مشتمل ہے ، حمل ، ولادت اور جو چیزیں ان سے متعلق ہیں ۔

مؤلف نے ہر چیز کو جس کا ذکر کیا ہے تفصیلاً بیان کیا ہے

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں ومـافیـہ ہے حالانکہ ساق عربی میں مؤنث ہے ”و مافیها“ چاہیے ۔

اور اس کا مقام اور وہ چیزیں جن پر وہ مشتمل ہے ان کا ذکر کر دیا ہے۔
عربی زبان میں جو جو الفاظ ان کے لیے وضع کیے گئے ہیں ان کا بھی
ذکر کر دیا ہے۔ ساتھ ہی اپنے دعویٰ کی دلیل کے طور پر جاہلی اشعار
بھی پیش کیے ہیں۔ جو لوگ اس سے واقف ہیں انھیں اس بات میں قطعاً
شک نہیں ہے کہ عربوں کو اس امر میں ید طولیٰ حاصل تھا کیونکہ
اگر ایسا نہ ہوتا تو ان کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ ان باریکیوں کو
جان سکتے اور ان کے مقررہ ناموں سے آگاہ ہو سکتے۔ بالخصوص دل اور
وہ عجائب جو اس میں ہیں۔ اور (ظاہر ہے کہ) ہر قوم کی زبان ان کے
احوال پر شاہد عادل ہوتی ہے۔

اور ان کے علوم میں سے ایک

تیر اندازی کا علم

[۳ : ۳۵۴] یہ ایسا علم ہے جس کی مشق سے تیراندازی سیکھ
لی جاتی ہے تاکہ اس عمل سے عین نشانے پر تیر لگے۔ عرب اس علم
کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کو بہت اہمیت دیا کرتے تھے کیونکہ
کمان اور تیر ان کے سب سے زیادہ سخت زخم لگانے والے ہتھیاروں میں
سے تھے اور ان ہتھیاروں کی یہی اہمیت چلی آئی تاآنکہ نئے نئے ہتھیار وجود
میں آئے۔ قدیم زمانے میں بھی اور موجودہ دور میں بھی صاحب فضیلت
لوگوں نے کمان سے تیر چھوڑنے کے علم سے متعلق بہت سے رسالے
نظم و نثر میں لکھے ہیں جن میں انھوں نے یہ بیان کیا ہے کہ تیرانداز
کیسے کھڑا ہوگا۔ کیسے کمان کو پکڑے گا اور قُرب اور بُعد ، بلندی
اور پستی کے اعتبار سے تیر مارنے کی کیا حالت ہوگی۔ تیروں کے حالات
کا بیان ، تیروں کو تراشنا وغیرہ امور جو ان رسالوں میں مفصل بیان
کیے گئے ہیں۔ شریعت میں اس علم کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور اس
کے سیکھنے کے بارے میں صریح احکام آئے ہیں۔ اس سے مقصود یہ ہے
کہ ہر اس علم کو سیکھا جائے جو جنگ میں معاون ہو اور وہ جنگ کے

ساز و سامان اور فنون میں شمار ہوتا ہو - عرب بہت سی چیزوں میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانا چاہتے تھے - ان کی کئی مشہور کھیلیں ہیں جن سے لغت کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور شریعت نے شرط کا مال اور سَبَق - [باء کی فتحہ کے ساتھ] - وہ مال ہے جو آگے نکل جانے پر لے لیا جاتا ہے - تمام امور میں حرام قرار دیا ہے سوا ان امور میں جن کو حدیث نے مستثنٰی قرار دیا ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے - لاسَبَقَ إلا فی خُفٍّ اوحَافِرٍ اونَصْلٍ - (شرط لگا کر آگے نکل جانے کی اجازت صرف اونٹوں کی دوڑ ، گھوڑوں کی دوڑ اور تیراندازی میں ہے) - خُفّ سے آپ کی مراد اونٹوں پر چڑھ کر دوڑ لگانا ہے اور حافر سے گھوڑوں کی دوڑ ہے اور نصل سے مراد تیراندازی ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان تمام چیزوں میں اس شرط کو جائز قرار دیا ہے جو وہ جاہلیت میں لگایا کرتے تھے - اس لیے کہ اس میں وہ مصلحتیں اور فوائد ہیں جن سے جنگ میں مدد ملتی ہے اور شاہسواری کے لیے ضروری ہیں - ان سے انسان تیروں کے ساتھ جنگ لڑنے اور مقابلے میں اتر آنے کی جرأت کر لیتا ہے - گھوڑوں کے بیان کے دوران میں ہم پہلی دو چیزوں کے ضمن میں شرط لگانے کا ذکر کر چکے ہیں - رہا السَبَق بالنصل تو اس سے مراد مقابلۂ تیراندازی ہے - یہ خلاصہ ہے اس کلام کا جو کتاب ,, عیون الفنون ،، میں مندرج ہے - اور ہم اللہ (ہی) سے مدد چاہتے ہیں -

مقابلۂ تیر اندازی اور نشانہ اڑانے کے ضمن میں شرط بدنا

یاد رکھیں کہ نشانے پر تیر لگنے کے سات طریقے ہیں - ان میں سے چار کا ذکر امام شافعی رحمتہ اللہ نے کیا ہے - اور تین کا ان کے شاگردوں نے - جن کا امام شافعی نے ذکر کیا ہے وہ یہ [۳ : ۳۵۵] ہیں خَاصِلٌ ، خَازِق ، خَاسِق اور حابِئی - خاصل وہ ہے جو پرانے مشکیزہ سے

ٹکرائے اور اسے خراشے نہیں اور خازق وہ ہے جو اسے خراشے مگر سوراخ نہ کرے ، اور خاسق وہ ہے جو سوراخ کر کے اس میں گڑ جائے اور حابی یہ ہے کہ تیرانداز اپنا ہاتھ زمین کے قریب لے جائے اور پھر تیر مارے اس طرح تیر زمین کی سطح کے اوپر سے گزرے اور نشانے پر لگے ۔ جن کا شاگردوں نے ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں ۔ مارق ، خارم اور مُزْدَلِف ۔ مارق وہ ہے جو مشکیزے سے پار نکل جائے یعنی اس میں سوراخ کر کے پار نکل جائے ۔ خارم وہ ہے جو مشکیزہ کے کنارے کو خرم کرے یعنی کاٹ دے اور مُزْدَلِف وہ ہے جو نشانے کے قریب گرے اور پھر دوڑ کر نشانے کو لگے ۔

مقابلۂ تیر اندازی اور اس کی قسمیں

تیراندازی کے مقابلے کی تین قسمیں ہیں : مُبَادَرہ ، مُحَاطہ اور مناضلہ ، مُبَادرہ یہ ہے کہ فریقین یہ شرط لگائیں کہ بیس میں سے دس نشانے لگائیں گے چنانچہ ان میں سے ایک پہل کرتا ہے اور دس نشانے لگا لیتا ہے اور دوسرے سے بازی جیت لیتا ہے ۔ اور مُحَاطہ یہ ہے کہ دونوں کہیں کہ ہم میں سے ہر ایک بیس تیر چلائے گا اور دوسرے کے مقابلے میں پانچ تیر زیادہ نشانے پر لگائے گا ۔ وہ بازی جیت لے گا ۔ یہ شرط طے پانے کے بعد ہر ایک بیس تیر چلاتا ہے اور اگر ہر ایک کے کچھ تیر نشانے پر لگے ہوں تو دیکھا جائے گا کہ آیا دونوں کے جتنے تیر نشانے پر لگے ہیں آیا وہ برابر ہیں ، اگر ایسا ہوگا تو کوئی بھی بازی نہ جیتے گا اور اگر نشانے پر لگنے والے تیروں میں فرق ہو تو کم کو زیادہ میں سے نفی کیا جائے گا ۔ اگر زیادہ والے کے پاس پانچ باقی رہ جائیں جیسا کہ شرط میں طے پایا تھا تو بازی جیت گیا اور اگر پانچ مشروط نشانوں سے کم باقی رہیں تو بازی نہ ہوئی ۔ مُناضلہ یہ ہے کہ دونوں یہ شرط لگائیں کہ بیس میں سے دس نشانے پورے کے پورے لگائیں گے ، پھر دونوں تمام بیس کے بیس تیر چلائیں گے اب اگر ہر ایک نے دس نشانے

لگائے ہوں یا ہر ایک نے دس سے زیادہ نشانے لگائے ہوں یا دس سے کم تو کوئی بھی بازی نہ جیتے گا اور اگر ایک نے دس سے کم نشانے لگائے ہوں اور دوسرے نے دس یا دس سے اوپر تو وہ ساتھی سے بازی جیت لے گا۔

کمان اور وہ نام جو اس کے اور اس کے اجزا کے لیے وضع کیے گئے ہیں

عرب جھڑبیری ، نَبْع[1] ، شوحط ، شریان ، سراء ، انجیر ، اشکل ، جنگلی انجیر[2] ، ناٹ اور نَشْتَم کے درختوں کی لکڑی سے کمان بنایا کرتے تھے ۔ چونکہ ان کے نزدیک کمان کی وہ عظیم منزلت تھی جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں ۔ لہٰذا انھوں نے کمان اور کمان کے اجزا کے بہت سے نام وضع کر رکھے ہیں ہر اس چیز کا جس کو عرب اہمیت دیتے تھے یہی حال تھا ، نیز اس چیز کا جس کی طرف بہت [۳ : ۲۵۶] متوجہ رہتے ۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں : کمان اس کا درمیانی[3] حصہ وہ ہے جو

---

۱ - نبع : منتہی الارب میں ہے : نبع درختے کہ از آں کمان سازند و آں در بینی کوہ روید و آنچہ ازاں در پائین کوہ روید آنرا شریان خوانند و آنچہ در زمین پست روید آنرا شوحط خوانند ۔

۲ - حماط (حماطہ مفرد) منتہی الارب میں ہے : درختے است ماننده انجیر کہ در آں مار باشد و انجیر کوہی و انجیر سیاہ خرد ۔

۳ - کبد : منتہی الارب میں ہے : کَبِد : مابین دو طرف علاقۂ کمان یا باندازۂ یک ذراع از میان کمان یا قبضۂ آں ۔ لین میں ہے : کبدالقوس کبد of a bow, the handle : or the part a little above the handle against which the arrow goes or the part between the two extremities of the handle and that along which the arrow runs; or the part (midway) between the two extremities of its suspensary string or cord or the like or the space of a cubit from its handle or each part where the thong of its suspensary string or the like is tied.

علاقے[1] کے دونوں کناروں کے درمیان ہو ، اس کے بعد کُلیہ[2] آتا ہے ، کُلیہ کے بعد ابہر[3] اور پھر طائف[4] ۔ طائف دو ہیں بالائی اور زیرین اور کمان کے دونوں مڑے ہوئے کناروں کو[5] سیتہ کہتے ہیں ۔ اس

---

۱ ۔ عِلاقہ : منتہی الارب میں ہے : علاقہ ۔ کتابہ ۔ علاقۂ کمان و تازیانہ و مانند آں بداں جہت کہ بمردم آویختہ باشد و آنچہ بداں آویزند چیزے را ۔ لین کی لغت میں ہے : عِلاقہ : it signifies the suspensary and bandage or the like

۲ ۔ کُلیہ : منتہی الارب میں ہے : کلیہ : تندی نزدیک قبضۂ کمان از دو طرف آں بستگاہِ دوال از کمان باسہ شبراز قبضۂ ۔ آں لین نے لفظ ابہر کے یوں تفصیل نقل کی ہے : ابہر : the back of the curved part of the extremity of a bow ; or the part between the طائف and the کلیہ : in the bow is its کبد which is the part betweenthe two extremities of its string or the like ; next to this, the کلیہ then next to this the ابہر ' then the طائف then سیتہ which is the curvedpart of the extremity
لین نے کبد کے تحت بھی یہی دیا ہے ۔

۳ ۔ ابہر : منتہی الارب میں ہے : ابہر : پشت گوشہائی برگشتہ کمان یا میانۂ کمان ۔

۴ ۔ طائف : منتہی الارب میں ہے : طائف : خانۂ کمان کہ مابین گوشہ وابہراست : لین میں ہے : the طائف of the bow is the part between the سیتہ (or curved portion of the extremity) and the ابہر or near the length of a cubit

۵ ۔ سیتہ : منتہی الارب میں ہے : ساۃالقوس : مثلثہ ، سرہائی برگشتۂ کمان لُغتات فی السیۃ پھر سیۃ القوس کے تحت بھی یہی لکھا ہے ۔ لین میں ہے : سیتہ : the curved part of each of the two extremities of a bow

کا اوپر کا حصہ اس کا ہاتھ ہے اور نچلا حصہ پاؤں مَعْجَس[1] اور مَعْجِس کمان کا قبضہ ہے ' جو حصہ تیر انداز کی طرف ہو وہ اِلْسی کہلاتا ہے اور جو شکار کی جانب ہو وہ وحشی فَرْض[2] اور فَرْضَہ وہ تراشی ہوئی جگہ ہے جس میں گرہ دی ہوئی تندی کا کنارہ ہوتا ہے ۔ فرضہ سے اوپر کی جانب ظُفْر[3] ہے ۔ کُظْرہ[4] اور نَعْل[5] اس تندی[6] کو کہتے ہیں جو کمان کے کنارے پر ہوتی ہے ۔ جلائز[7] وہ تندی جو اس کے دونوں طائفوں اور کناروں کی جڑوں پر ہوتی ہے خِلَل[8] وہ رودے ہیں جو کمان کے مڑے ہوئے کناروں پر ہوتے ہیں ۔ اور مِیذَرَوَان[9]

۱ ۔ عجس : منتہی الارب میں ہے : عجس : بتثلیث عین ۔ و مَعْجِس کمَجْلِس : قبضہ کمان : لین میں ہے : the handle, or part that is grasped by the hand, of a bow ۔

۲ ۔ منتہی الارب میں ہے : فَرْض : بالفتح ، رخنہ کمان کہ سوفاروجای جلہ آنست ۔ لین میں ہے: فرض A mark (made by notching, or otherwise, as is shown in the first explanation) a notch or an incision, in a thing : of a bow, the place of the string ; the notch in curved extremity thereof, into which the string falls as also فرضہ or this is the place of the notch for the string thereof :

۳ ۔ ظُفر : ناخنہ چشم و کمان سوای بستنگاہ زہ کمان یا گوشہ و نوک کمان ۔

۴ ۔ کظرہ (بالتاء مثلثہ) چوبک گوشہ کمان

۵ ۔ نعل : پی کہ در گوشہ کمان زنند یا چرم کہ ہمہ پشت کمان را بدان پیچند ۔

۶ ۔ عَقَبَہ : پی کہ از آں زہ سازند ریسمان تا بند ۔

۷ ۔ جِلاز : بالکسر ۔ پی پیچیدہ در اطراف تازیانہ و بر کمان و جزآں

۸ ۔ خِلَل ۔ خِلّۃ مفرد : رودہ کہ بر پشت سرہائی برگشتہ کمان باشد ۔

۹ ۔ مزروان القوس : سرہای کمان آنجا کہ زہ بروے نشیند ۔

وہ کنارے جو پکڑنے کی جگہ کے دائیں اور بائیں ہوتے ہیں ۔ رصائع[۱] ان
گوندھے ہوئے تسموں کو کہتے ہیں جن کے ساتھ علاقہ کو باندھا جاتا
ہے اور اسی سے کمان کو لٹکایا جاتا ہے اور غِفَارہ[۲] وہ چیتھڑا ہوتا
ہے جو فرضہ اور سیتہ پر ہوتا ہے تاکہ اس کے اوپر کمان کی تندی کا وہ
تسمہ جو قبضۂ کمان پر باندھا جاتا ہے لپیٹ دیا جائے اور إطنابہ ایک تسمہ
ہوتا ہے جسے تندی کے کنارے کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے شاعر کہتا ہے :

لَهَا إِطْنَابَـةٌ وَ لَهَـا فُضُـوْلٌ
ثَلَاثٌ عَلَى الغِفَارَةِ مِنْ مُعَالٍ

اس کمان کا ایک اطنابہ تسمہ ہے اور اس کے لیے چمڑے ہیں جو
غفارہ کے اوپر لپیٹے جاتے ہیں

مِنْ مُعَالٍ سے مراد اس کے اوپر سے ہے ، شِرعہ[۴] : تندی ،
دِرْکہ[۵] تندی کا وہ حلقہ جو فرضہ کے اندر ڈالا جاتا ہے ، عَتَل[۶] :

۱ ۔ رصائع : منتہی الارب میں ہے رصوع بالضم دوالہای بافتہ کہ درمیان
کمان بندند : لین میں ہے or (the pl. signifies) : رصیع
plaited thongs in the lower parts of the suspensory thongs of the sword and a dialectic variance is with س

۲ ۔ غفارہ : پارچہ کہ بداں گوشۂ کمان پیچند تازہ بداں جاری گردد ۔
لین میں ہے غفارہ : a patch (رقعة) that is put upon the notch or a piece of skin which is upon the head upon which runs the the string of the bow.

۳ ۔ اطنابہ : دوال کہ بر قبضۂ کمان بندند ۔

۴ ۔ شرعہ : زہ کمان ۔

۵ ۔ درکہ : بکسر : حلقۂ زہ و دوالی کہ بداں زہ کماں را پیوند کنند
لین میں ہے : درکہ the ring of the bow-string that falls into the notch of the bow-and a thong that is joined to the string of the bow.

۶ ۔ عَتَل : کمان فارسی عتلة مفرد ۔

فارسی کمانیں ، قَوْسٌ فِلْقٌ[۱] و شَرِيْجٌ اس وقت بولتے ہیں جب ٹہنی کو چیر کر دو حصے کئے جائیں اور ہر حصہ سے کمان بنائی جائے پوری ٹہنی سے نہ بنائی جائے قضیب اس کمان کو کہتے ہیں جو ٹہنی سے بنائی قَوْسٌ فَجّاءُ[۲] وفجواء و مُنْفَجَّة و فَارِجٌ و فُرُجٌ وہ کمان جس کی تندی قبضہ سے دور اور جدا ہو ۔ جو کمانیں جنگ کے لیے بنائی جاتی ہیں انہیں ایسا ہی بنایا جاتا ہے شکار والی کمانیں ایسی نہیں ہوتیں ۔ شکار والی کمان کا مالک صرف سوفار[۳] کو کافی[۴] سمجھ لیتا ہے ۔ كَتُومٌ[۵] اس کمان کو کہتے ہیں جو کہیں سے پھٹی ہوئی نہ ہو ۔ عاتکہ[۶] جو اس قدر پرانی ہو کہ سرخ ہو گئی ہو ۔ حبشہ[۷] ہلکی کمان ۔ مِجدلة : جو ایک طرف کو جھکی ہوئی ہو ۔ زاغتِ (القَوسُ) اس وقت بولتے جب کمان اپنے اصلی ٹیڑھے پن سے پلٹ جائے ۔ قوس عاطل و مُعَطَّلَة : جس کی تندی نہ ہو اور (جب تندی چڑھادی جائے تو) وَتَرْتُها (بولتے ہیں) اور (جب تندی اتار دی جائے تو) حَطَطْتُ وترها (بولتے ہیں) اور حَطٌّ قَوْسَكَ (بولتے ہیں) اور انبضتُ[۸] عنها : میں نے اسے ٹھکورا تندی (کو دیکھنے) کے لیے اسی طرح کہتے ہیں

---

۱ - فِلْقٌ : منتہی الارب میں ہے : فلق : چوب و شاخ کہ آنرا دونیم نمائید جہت کمان ہر نیمہ اش فِلق باشد ۔ و کمانی کہ از نیمۂ شاخ و چوب سازند ۔

۲ - فَجّاء : کشَدّاد ، کمان کہ از زہ قبضہ اش دور و جدا باشد ۔

۳ - تفویق : سوفار ساختن ۔

۴ - بلوغ الارب میں یحتبس دیا ہے اسے یحتسب پڑھیں ۔

۵ - کتوم ۔ منتہی الارب میں ہے : قوس کتوم : کمان از چوب ناشکافتہ یا کمان سوفار نا کردہ یا کمانیکہ وقت تیر انداختن آواز نکند ۔

۶ - عاتکہ : کمان دیرینہ سرخ ۔

۷ - حَشْءٌ ۔ بالفتح ۔ کمان سبک و چوب سبک درخت نبع کہ ازاں کمان سازند اجشاء جمع ۔

۸ - إنْبَاض : ببانگ آوردن کمان یا زہ را منہ المثل : إنْبَاضٌ بِغَيْرِ تَوْتِيرٍ ۔

أَطَرْتُ الْقَوْسَ : میں نے اسے ٹیڑھا کیا اور حَنَوْتُھَا بھی کہتے ہیں
کمان کو حَنِیَّۃ بھی کہتے ہیں ۔ اسی طرح کمان بنانے والے کو ماسخی
کہتے ہیں ۔ اصل ماسخ أزْدالسراۃ (قبیلے) کا ایک آدمی تھا جس کی طرف
یہ منسوب ہے ۔ پھر وسعت استعمال سے (ہر کمان کو ماسخی کہا جانے
لگا) جس طرح ہر لوہار کو ہالکی کہا جاتا ہے ۔ جعدی کہتا ہے :

بِعِیْسٍ تَعَطَّفُ أَعْنَاقُھَا
کَمَا عَطَّفَ المَاسِخِیُّ القِیَاسَا

[۳ : ۳۵۷] ایسے سفید اونٹوں کو لے کر جن کی گردنیں اس طرح
خمدار ہو رہی تھیں جس طرح ماسخی کمانوں کو خمدار بناتا ہے ۔

(جب تو کمان کو کھینچ کر تیر چلائے تو) تو کہے گا : نَزَعْتُ
فِي الْقَوْسِ ، و رَمَیْتُ عَنْھَا و عَلَیْھَا وَبِھَا ۔ اور تندی کی
دونوں گرہوں کو عُرْوَتَا الوتر کہتے ہیں ۔

تیر ، جو نام اس کے رکھے گئے ہیں ، اور اس کے متعلقات

سَہْم ، نُشَّاب ، مِنْزَع اور نَبْل (تیر) سب یکساں ہیں ، مگر
نَبْل جمع ہے جس کا اس لفظ سے کوئی مفرد نہیں اور نَبْل کی جمع نِبال
آتی ہے ۔ مِرْمَاۃ : ہدف کا تیر ہے ۔ مِرِّیْخ ایک لمبا تیر ہے جس کے
چار دستے ہوتے جسے نہایت زور[1] سے مارا جاتا ہے ۔ جعدی کہتا ہے :

یَمُرُّ کَمِرِّیْخِ المُغَالِیْ انْتَحَتْ بِہِ
شِمَالُ عِبَادِیٍّ عَلَا الرِّیْحَ أَعْسَرَا

یہ گھوڑا اس تیزی سے چلتا ہے جس طرح وہ مریخ تیر چلتا ہے
جسے نہایت زور کے ساتھ عبادی شخص نے جس کا بایاں ہاتھ چلتا

---

۱ - مغالاۃ : بغایت برداشتن دست را تا در انداختن تیر نا بنہایت قوت
دور اندازند ۔

ہو اپنے بائیں ہاتھ سے چلایا ہو اور وہ تیر ہوا پر سوار ہو گیا ہو

(شاعر کہتا ہے : یہ گھوڑا اس (سریغ) تیر کی طرح گزر جاتا ہے جیسے قبیلہ عبادی کے بائیں ہاتھ سے کام کرنے والے آدمی کے ہاتھ نے چلایا ہو اور اس کا بایاں ہاتھ تیر چلاتا ہو اور ہوا اسے اوپر کو اٹھانے میں مدد دے رہی ہو) ۔ اور مِعْبَلہ اور مِشْقَص چوڑی بھال والے تیر کو کہتے ہیں ۔

تیر کی لکڑی جبکہ اس میں ابھی بھال نہ لگائی گئی ہو نَضِی کہلاتی ہے ۔ اس کی جمع اَنْضَاءٌ آتی ہے ۔ پھر جب بھال کے لیے اس میں سوراخ کر لیا جائے تو قدح کہلاتا ہے ۔ اور مخشوب وہ جو ابھی مکمل نہ ہؤا ہو ۔ فَوَّقَ السَہْمَ : تیر کے کنارے کو ریتی سے رگڑ کر اس میں دندانہ یعنی تندی کے رکھنے کی جگہ بنا دینا ۔ انْفَاقَ السَّهْمُ : تیر کا دندانہ ٹوٹ گیا اور تیر کے دندانے کی دونوں جانبوں کو شرخا الفوق کہتے ہیں ۔ أطرة[1] : وہ تندی جو سوفار پر لپیٹی جاتی ہے اور حَقْو : پر کی جگہ اور تیر کا باریک حصہ ۔ زَافِيرَة : تیر کا موٹا حصہ مَتْن : تیر کا درمیانی حصہ ۔ رُعْظُ : وہ سوراخ جس میں بھال کی جڑ داخل کی جاتی ہے ۔ جو تندی[2] اس سے اوپر ہوتی ہے اسے رِصَاف کہتے ہیں ۔ اس کا مفرد رَصَفَہ[3] ہے ۔ یوں بولتے ہیں : بَرَى الْقَوْسَ وَالسَّهْمَ بَرْياً ۔ اس نے قوس اور تیر کو تراشا ۔ اور طَرِيدَة اس نَے کو کہتے ہیں جس میں چھری کو رکھ کر اس سے تیر اور تکلے تراشے جاتے ہیں ۔ قُذَذ : تیر کا پر اور أَقَذّ[4] : تیر جس پر پَر نہ لگا ہو ۔

---

۱ ۔ أطره : پی کہ بر سوفار پیچند ۔

۲ ۔ عَقَبَہ : وعقب : پی کہ ازاں زہ سازند ۔

۳ ۔ رَصَفَة : پی کہ بر تیر و کمان پیچند ۔ منجد میں ہے : الرِصَاف : العَقَبُ الذی یُلْوٰی فَوْقَ الرُعْظِ ۔

۴ ۔ أَقَذّ : یہ لفظ اضداد میں سے ہے ۔ جس پر پَر لگا ہو اور جس پر پَر نہ لگا ہو ۔ دونوں کے لیے بولتے ہیں ۔

مَریش : پر والا تیر - رَاشَ سَہمَہُ بِظُہَارٍ لُؤَام اس وقت بولتے ہیں جب ایک پر کا پیٹ ، اور یہ لمبا پہلو ہوتا ہے - دوسرے پر کی پیٹھ کے ساتھ - اور یہ چھوٹا پہلو ہوتا ہے - لگا دیا جائے تو دونوں ساتھ جڑ جاتے ہیں - اور اگر دونوں پروں کے پیٹ ایک دوسرے سے ملیں یا دونوں کی پشت ایک دوسرے سے ملے تو یہ ریش لَغْب و لُغَاب ہے - بِشر کہتا ہے :

وَأَنَّ[۱] الوَائِلِيَّ أَصَابَ قَلْبِي
بِسَہْمٍ لَمْ یَکُنْ یُکْسَی لُغَابَا

اور یہ کہ وائلی نے میرے دل پر ایسا تیر مارا ہے جس پر لُغَاب پر نہ چڑھائے گئے تھے

[۳ : ۳۵۸] مِعْرَاض : تیر جس پر پر نہ لگا ہو اور وہ عرض میں چلے (طول میں نہ چلے) - نِکْس : جس کا دندانہ ٹوٹ گیا ہو اور اس کے

---

۱ - بلوغ الارب میں اسی طرح ہے - محمد بہجہ اثری نے ایک روایت یوں بیان کی ہے :

فَإِنَّ الوَائِلِيَّ أَصَابَ قَوْمِي
بِسَہْمٍ رِیشَ لَمْ یُکْسُ اللُّغَابَا

مگر مبرد نے کامل میں یہ اشعار یوں دیے ہیں :

تُسَائِلُ عَنْ أَبِیہَا کُلَّ رَکْبٍ
وَلَمْ تَعْلَمْ بِأَنَّ السَّہْمَ صَابَا

(پہلے مصرع کو یوں بھی روایت کیا گیا ہے : تُؤَمِّلُ أَنْ أَؤُوبَ لَہَا بِغُنْمٍ) -

وَأَنَّ الوَائِلِيَّ أَصَابَ قَلْبِي
بِسَہْمٍ لَمْ یَکُنْ نِکْسًا لُغَابَا

(النِکس : السہم الذی إنکسر فُوقہ)

نُرَجِّی الخَیْرَ و انتَظِرِی إِیَابِی
إِذَا مَا القَارِظُ العَنَزِیُّ آبَا

نچلے حصے کو اوپر کر دیا گیا ہو ۔ ایسا تیر کمزور ہی رہتا ہے اور اس کے ساتھ کمینے لوگوں کو تشبیہ دی جاتی ہے ۔ مَحشُور اور حَشر : جس کے پر باریک ہوں ۔ نَبْل قِرَان و صِیْغَة : یکساں بنے ہوئے تیر ، مَرِیْط : جس کا پر گر گیا ہو اس کی جمع مِرَاط ہے ۔ سَهْم طَائِش : جو نشانے پر نہ لگے اور (سَهْم) مُعَظْعَظ[1] : تیر جو لرزتا ہؤا جائے ۔ زَالِج : جو سطح زمین پر سے گزرے ۔ اور صَارِد : جو پار نکل جائے ۔ اور حَابِض : وہ تیر جس کا سوفار تندی سے نکل جائے اور وہ تیر انداز کے سامنے گرے ۔ دَابِر : وہ تیر جو ہدف کے پیچھے جا کر پڑے ۔ (سَهْم) صَائِف : جو ہدف سے ایک طرف کو ہٹ جائے ۔ طَالِع : جو ہدف سے بہت آگے نکل جائے ۔ قاصر جو ہدف تک پہنچے ہی نہیں ۔ شاعر کہتا ہے :

فَمَا بُقْیاً عَلَیَّ تَرَکْتُمَانِی
وَلٰکِنْ خِفْتُمَا صَرَدَ النِّبَالِ

تم نے مجھ سے (جنگ کرنا) مجھ پر رحم کھانے کی وجہ سے نہیں چھوڑا بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) تم کو میرے ان تیروں کا ڈر تھا جو پار نکل جانے والے تھے

خَاسِق ، خَازِق اور مُقَرْطِس تینوں نام اس تیر کے لیے ہیں جو نشانے پر لگے ۔ نشانے کو قِرطَاس کہتے ہیں ۔ محاورے میں بولتے ہیں : رَمیٰ فَقَرْطَسَ : جب تیر نشانے پر لگے ۔ اَهْزَع[2] : وہ تیر جو ترکش میں رہ جاتا ہے ۔ تیر کے لوہے کے حصے کو نَصْل السهم کہتے ہیں ۔ اور تیر کی بھال کا عَیْر[3] ہوتا ہے ۔ ایک چھوٹی سی دیوار کی

---

۱ - عَظعَظَ السهم : ارتعش فی مضیّہ و اعوجّ ۔
۲ - منجد میں ہے : الاَهزع : آخر سهم فی الکنانة ردئیاً کان او جیّداً ۔
۳ - لین میں ہے : عَیْر : The prominence or ridge in the middle of the iron-head or blade of an arrow.

طرح ۔ جو اس کا درمیانی حصہ ہے ، صحاح میں ہے : عَیۡشُرالنَّصۡل : تیر کے پھال کا عَیۡشُر اس حصے کو کہتے ہیں جو درمیان میں سے ابھرا ہؤا ہوتا ہے ۔

ظُبۡتَتُہٗ ، حَدُّہٗ ، شَفۡرَتَاہُ ، غِیرَارُہٗ ، حَدَّاہُ اور الکُلۡشِیۡتَان : تیر کے دائیں اور بائیں طرف کی دھاریں ۔ قُطۡبَۃ : وہ تیر جو نشانے پر لگے ۔ اسے قِیۡشِرَۃ اور سَرۡوَۃ بھی کہتے ہیں ۔ جس پھال کی چوڑائی نہ ہو اسے نَصۡل مُدَمۡلَکۡ کہتے ہیں ۔ قِطۡع : وہ پھال جو چھوٹی اور چپٹی ہو ۔ اور جس میں تیروں کو محفوظ رکھا جاتا ہے اسے جَعۡبَۃِ وَنَشۡغَۃ اور کِنَانَۃ کہتے ہیں (یعنی ترکش) ۔ قَرَن اور جَفِیر اس ترکش کو کہتے ہیں جو ایک طرف سے شق کیا گیا ہو ۔ یہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ تیروں کو ہوا لگتی رہے اور وہ اس کے پروں کو نہ کھا جائیں ۔ اور اللہ توفیق کا مالک ہے ۔

اور ان کے علوم میں سے ایک

بارش کے اترنے کا علم

ہے ۔ یہ ایسا علم ہے جس کے ذریعے اس بات سے بحث کی جاتی ہے کہ ہواؤں ، بادلوں اور بجلی کے مختلف احوال کی روشنی میں کس طرح بارش کے نازل ہونے پر استدلال کیا جائے ۔ عربوں کو اس علم کے ساتھ بیشتر خصوصیت حاصل تھی ۔ اس لیے کہ انھیں بارش کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی تھی ۔ بارش ہی تو ان کی زیست کا سرچشمہ تھی ۔ مثلاً پانی پلانا اور جانور چرانا ، (اسی کے باعث تھا) ۔ انھیں یہ علم بہت سے تجربوں کے بعد حاصل ہؤا تھا ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ لوگ بادلوں اور بارشوں کے احوال کے ضمن میں گرداں رہتے تھے ۔ ہم نے انواء کے متعلق عربوں کے علامات سے بحث کرتے ہوئے عربوں کا کچھ کلام ذکر کر دیا ہے جس سے ہمارا مقصود واضح اور ثابت ہو جاتا ہے ۔ اس سلسلے [۳ : ۳۵۹] میں ان کا منظوم اور منثور کلام بہت زیادہ ہے جس کا ہم

نے ذکر نہیں کیا ۔

ابو الفرج اصفہانی کی کتاب الاغانی میں اپنی سند سے بیان کیا ہے ، وہ کہتا ہے : ایک نابینا بدوی بکریاں چرانے کو نکلا اس کے ساتھ اس کی ایک چچا زاد بہن بھی تھی ۔ بوڑھے نے کہا : مجھے تو قریب سے باد نسیم کی بُو آ رہی ہے ۔ ذرا سر اٹھا کر تو دیکھنا ۔ بہن نے کہا : میں یوں دیکھ رہی ہوں جیسے یہ کوئی دبلی بکریوں کا ریوڑ ہو ۔ بوڑھے نے کہا : چرائے جا اور محتاط رہ ۔ پھر ایک گھڑی کے بعد نابینا نے بہن سے کہا : میں یوں محسوس کر رہا ہوں کہ باد نسیم قریب آ گئی ہے ۔ ذرا سر اٹھا کر تو دیکھنا ، بہن نے کہا : میں (ان بادلوں کو) دیکھ رہی ہوں جیسے سیاہ خچریں اپنے جھول کھینچ رہی ہوں ۔ بوڑھے نے کہا : چرائے جا اور محتاط رہ ۔ تھوڑی دیر تک وہ چپ رہا اور پھر کہا : میں محسوس کر رہا ہوں کہ باد نسیم قریب آ گئی ہے ، ذرا دیکھنا تو ۔ بہن نے کہا : میں دیکھ رہی ہوں کہ جیسے یہ سرخی مائل مٹیالے رنگ کے گدھے کا پیٹ ہو ۔ بوڑھے نے کہا : چرائے جا اور محتاط رہ ۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد کہا : میں باد نسیم محسوس کر رہا ہوں ، تو کیا دیکھ رہی ہے ؟ اس نے کہا : میں تو انہیں ایسا دیکھ رہی ہوں جیسا کہ شاعر نے کہا ہے :

دَانٍ مُسِفٌّ فُوَيْقَ الْأَرْضِ هَيْدَبُهُ
يَكَادُ يَدْفَعُهُ مَنْ قَامَ بِالرَّاحِ

(یہ بادل) قریب ہے زمین کے قریب ہے اور جو بادل لٹک رہا ہے وہ زمین سے تھوڑا اونچا ہے ۔ چنانچہ ایک کھڑا آدمی اسے ہتھیلی سے دھکیل سکتا ہے ۔

كَأَنَّمَا بَيْنَ أَعْلَاهُ وَأَسْفَلِهِ
رَيْطٌ مُنَشَّرَةٌ أَوْ ضَوْءُ مِصْبَاحِ

یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بالائی اور زیریں حصے کے درمیان ایک چادر پھیلائی ہوئی ہے یا چراغ کی روشنی ہے

فَمَنْ بِمَحْفَلِهِ كَمَنْ بِنَجْوَتِهِ
وَالمُسْتَكِنُّ كَمَنْ يَمْشِي بِقِرْوَاحِ[۱]

چنانچہ جو اس کے پانی کے بیشتر حصے کے بہنے کی جگہ پر ہیں اور وہ جو اس سے بچے ہوئے ہیں سب برابر ہیں اور جو کہیں چھپا ہوا ہے وہ بھی اس شخص کی طرح ہے جو (کھلی) فضا میں ہو (یعنی بارش اس زور کی ہے کہ کہیں پناہ نہیں مل سکتی)

اس پر بوڑھے نے کہا : بھاگو ! تمھارا باپ[۲] نہ رہے - ابھی اس نے بات پوری نہ کہی تھی کہ زور کی بارش آ گئی - اس کے بعد ابو الفرج نے ان الفاظ کی شرح کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے : الأصحر : سفید جس میں سرخی بھی ہو - اور فمن بمحفلہ[۳] کمن بنجوتہ کے معنی ہیں : جو اس بارش کے جمع ہونے کی جگہ پر ہیں یعنی اس مقام پر ہیں جہاں پر زور کا پانی بہہ رہا ہے اس شخص کے برابر ہے جو اس سے ہٹ کر ہو اور اس کا

---

۱ - یہ عبید بن الابرص کے اشعار ہیں - ملاحظہ ہو مختارات ابن الشجری : ۱۰۱ اور دیوان عبید بن الابرص : ۷۶ -

۲ - لا ابالک : نووی (شرح مسلم : ۲ : ۱۰۴) کہتے ہیں : لا ابالک یہ کلمہ عرب کسی بات پر اکسانے کے لیے بولتے ہیں - اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی کا باپ موجود ہو اور کوئی غم اس شخص کو لاحق ہو جائے یا وہ کسی سختی میں مبتلا ہو جائے تو اس کا باپ اس کی مدد کرکے کسی قدر تکلیف کو دور کر دیتا ہے - لہذا اسے اس قدر کوشش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی جس قدر کہ اسے اس وقت کرنی پڑتی ہے جب وہ اکیلا ہو اور مددگار باپ نہ ہو - لہذا جب لا ابالک کہا جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تو اس کام کے لیے اس طرح کوشش اور تیاری کر جس طرح وہ شخص کرتا ہے جس کا کوئی معاون نہ ہو -

۳ - محفل ماخوذ ہے از حَفَلَ الماءُ : اجتمع بکثرۃ - لہذا محفل سے مراد وہ جگہ ہے جہاں بہت سا پانی جمع ہو گیا ہو -

سبب بارش کی کثرت ہے ۔ القرواح : کھلی فضا ۔

جو شخص کتاب الاغانی کا بغور مطالعہ کرے گا اسے اس قسم کی بہت سی مثالیں مل جائیں گی اور چونکہ ہوائیں اور ان کے اوصاف ، بادل اور ان کی قسمیں ، گرج اور بجلی منجملہ ان چیزوں کے ہیں جن سے اس علم پر دلالت کی جاتی ہے اور جن کے ذریعے بارش کے نازل ہونے کی معرفت انہیں حاصل ہوتی ہے لہذا ضروری ہے کہ ہم کسی قدر ان چیزوں کا ذکر کر دیں جو ان امور کے متعلق عربوں کے بارے میں ہمارے پاس معتبر راویوں کے توسط سے آئی ہیں ۔

ہوائیں اور ان کے اوصاف

[۳ : ۳۹۰] ہوائیں دراصل چار ہیں : شَمَال ، جَنُوب ، صَبَا اور دَبُور ۔ عربوں کے اشعار سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے ۔ چنانچہ باد شمال کے چلنے کا راستہ موسم گرما میں بنات نعش کی کرسی سے لے کر سورج کے غروب ہونے کی جگہ تک ہے ۔ عرب اس ہوا کو اس لیے ناپسند کرتے تھے کہ یہ ٹھنڈی ہوتی ہے اور ان کے خیال کے مطابق یہ بادلوں ، بارش اور سرسبزی، کو اڑا لے جاتی ہے ۔ یہی عربوں کے نزدیک شامی ہوا ہے ۔ جب یہ ہوا چلا کرتی تو عرب مال خرچ کرنے اور سخاوت کرنے پر فخر کیا کرتے تھے ۔

جَنُوب : اس کے چلنے کا راستہ موسم سرما میں سہیل کے طلوع ہونے کی جگہ سے لے کر سورج کے طلوع ہونے کی جگہ تک ہے ۔

صبا : اس کے چلنے کا راستہ سورج کے طلوع ہونے کی جگہ سے عَیُّوق کے طلوع ہونے کی جگہ تک ہے ۔ عَیُّوق ایک چمکدار سرخ ستارہ ہے جو ثریا کے مطلع کے شمال میں تین نیزوں کے برابر یا زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ دیکھنے والا دیکھ سکے اسے رقیب الثریا کہتے ہیں ۔ عرب بمقابلہ دیگر ہواؤں کے باد صبا کو اس کے رقیق ہونے کی وجہ سے پسند کیا کرتے تھے ۔ اس لیے بھی کہ یہ بادل اور بارش لاتی ہے ۔ اس میں

سیرابی اور فارغ البالی ہوتی ہے - یہی عربوں کے یہاں یمانی ہوا کہلاتی ہے - کہا جاتا ہے کہ اسے صبا اس لیے کہا گیا کہ اس کی نسیم اور روح کی عمدگی کی وجہ سے اس کی طرف نفس مائل ہوتا ہے اور صبوہ کے معنی میلان کے ہیں - جب کوئی شخص کسی چیز کی طرف مائل ہو تو صَبَا اِلیٰ کَذَا بولتے ہیں - حدیث میں ہے : اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے ساتھ باد صبا بھیجی ہے -

رہی باد دبور تو اس کے چلنے کا راستہ سورج غروب ہونے کی جگہ سے سُہَیل کے طلوع ہونے کی جگہ تک ہے -

ان چاروں ہواؤں میں سے ہر ایک کے درمیان نَکبَاء ہے - اس کا یہ نام اس لیے پڑا کہ یہ ہواؤں کے معروف راستہ سے ہٹ گئی ہوئی ہے -

ان ہواؤں میں سے ہر ایک کی صفات اور خواص ہیں جنہیں عربوں کے تجربہ‌کار افراد جانتے ہیں - ان کی تفصیل انواء کی کتابوں میں موجود ہے - شیخ ابو عبداللہ الاسکافی کتاب المبادی میں ہواؤں سے بحث کرتے ہوئے کہتا ہے : شمال مُصَلّی کی دائیں جانب ہے - جنوب اس کے بالمقابل ہے - صبا مصلّی کے پیچھے کی جانب ہے اور دبور سامنے - شاید یہ (بیان) بعض (مخصوص) علاقوں کے اعتبار سے ہو ورنہ اصل وہی ہے جس کا ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے - اس کے بعد اسکافی کہتا ہے : اور ہر وہ ہوا جو ان چاروں ہواؤں کے چلنے کے راستے سے ہٹ جائے وہ نکباء ہے - نَسَمَتِ الرِیحُ نَنْسِمُ نَسِیْمًا و نَسَمَانًا جب ہوا آہستہ اور ایک طرز پر درختوں کو ہلائے بغیر اور نشانات کو مٹائے بغیر چلتی رہے - بادِ شَمَال کو جِرْبِیَاءُ ، مَحْوَةٌ ، نِسْعٌ ، مِسْعٌ بھی کہا جاتا ہے - اور صِحَاح میں ہے : جِرْبِیَاء - بروزن فِعْلِیَاء - کسرہ اور مد کے ساتھ - وہ نکباء ہوا جو شمال اور دبور کے درمیان چلتی ہے اور یہ ہوا بادل کو اڑا دیتی ہے -

ابن احمر[1] کہتا ہے :

بِهَجْلٍ مِنْ قَسَاً ذَفِرِ الخُزَامى
تَهَادَى الجِرْبِيَاءُ بِهِ الحَنِيْنَا

[۳ : ۳۶۱] قسا کی پست زمین میں خُزامی بوٹی کی خوشبو کو " جربیاء " بڑے شوق سے ادھر ادھر لے جا رہی ہے

اور باد جنوب کو نَعَامِی ، خَزْرَج ، اَزْيَب ، او هَيْف کہتے ہیں ۔ باد صبا کو قَبُول ، اِیْر ، هَيْر ، اَیْر اور هَیْر کہتے ہیں ۔ دبور کو سحْوَة کہتے ہیں ۔ ہواؤں کے اوصاف میں سے یہ ہیں : الدَّيْدَانَة : جو باد نسیم کی طرح نرم ہو ، ذَارِيَات اور مُعْصِرات بارش لاتی ہیں ۔ بعض کہتے ہیں : جو آسمان پر چکر لگاتی ہوئی اٹھ کر جائیں لَوَاقِح ، بَوَارِح ، رُخَاء اور جَفُول : تیز رفتار ۔ الجَافِيَة ، المُجْفِل ، النائجة ، هَوْج ، سَوَافِي ، حَزُوق ، نُؤُوج اور المتذابة جو ادھر ادھر سے آئیں ۔ او مُسَفْسِفَة : جو سطح زمین پر چلے ۔ دَرُوج : وہ ہوا جس کا دامن یوں دکھائی دے جس طرح ریت میں رسی کا دامن دکھائی دیتا ہے ۔ خَجُوج ، سَيْهُوج ، سَهُوج ، سَهُوك ، هَفْهَافَة ، هَبْوَة ، مُذْعِذِعَة ، هَدُوج ، هَجُوم ، عاتِيَة ، عَاصِفَة ، مُعْصِفَة اور قَاصِفَة : جو ہر چیز کو توڑ دیں ۔ زَعَازِع ، إعْصَار ، حَنُون ، زَفْزَافَة ، رَوَامِس اور نَافِجَة : ہر وہ ہوا جو شروع سے ہی تیز چلے ۔ (ٹھنڈی ہوائیں) ۔ الحَرْجَف ، الصرصر ، العَرِيَة ، اور خَازِم ، بَلِيْل : وہ ہوا جو سرد ہو اور اس میں نمی بھی ہو ، اور شَفَّان ، هَلَّاب ، (ٹھنڈی ہوا جس کے ساتھ بارش ہو) ۔

---

۱ ۔ عمرو بن احمر بن العمرّد الباهلی جاہلی اور اسلامی شاعر ہے ۔ یہ اسلام لے آیا تھا ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو البیان و التبیین : ۳ : ۲۲۳ ، اور وہ مواضع جن کا وہاں ذکر کیا گیا ہے ۔ ابن احمر نے حضرت عثمان کے عہد میں وفات پائی ۔

النُّضَیْضَةُ : وہ ہوا جس میں سے پانی ٹپک رہا ہو اور پھر وہ بہے۔ (گرم ہوائیں) ۔ السُّہَام ، الھَیْفُ ، البَارِحُ ، اور سَمُوم دن کے وقت چلتی ہے اور کبھی کبھی رات کے وقت بھی چلتی ہے ۔ حَرُور رات کو چلتی ہے اور کبھی دن کو بھی چلتی ہے اور سَعْسَعَان ۔

بادل اور ان کی قسمیں

ثعالبی نے اپنی کتاب لباب الآداب کی قسم اول میں بادلوں کی کچھ قسمیں اور نام تحریر کیے ہیں ، اسی طرح شیخ ابو اسحق طرابلسی نے الکفایہ میں اور اسکافی نے المبادیٔ میں اور دیگر ائمہ لغت نے بھی (اپنی اپنی تحریروں میں) ذکر کیا ہے ۔

چنانچہ بادلوں میں سے ایک " عَمَاء " ہے اور یہ پتلا بادل ہے ۔ اسی طرح الطخاء اور الطھاء ہیں ۔

الصُّبْر (بکسر الصادو ضمہا) ۔ حَبِیّ : وہ بادل جو آسمان پر پورا چھا جانے سے پہلے یوں ظاہر ہو جیسا ایک پہاڑ ۔

امرؤ القیس کہتا ہے :

أَصَاحِ تَرَی بَرْقًا أُرِیْکَ وَمِیْضَهُ
کَلَمْعِ الْیَدَیْنِ فِیْ حَبِیٍّ مُکَلَّلِ

[۳ : ۲۶۲] اے دوست ! کیا تجھے بجلی دکھائی دیتی ہے ؟ میں تجھے تو بر تو اور آسمان پر چھائے ہوئے بادل میں اس کی چمک ایسے دکھاؤں جس طرح دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا جاتا ہے

حَبَا ۔ مثل عَصَا ۔ کے بھی یہی معنی ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا یہ نام اس کا زمین کے نزدیک[۱] ہونے کی وجہ سے رکھا گیا اور " النِّشَاصُ " وہ بادل جس کے بعض حصے ایک دوسرے سے اونچے

---

۱ ۔ حَبَا یَحْبُو حَبْوًا : دَنَا ۔

ہوں ۔ المُكْفَتَهِرُ : گھنا اور تہ بر تہ بادل ، یہی معنی الكَنَتْهوَر کے ہیں ۔ اور الجَہَام : بادل جو اپنا پانی بہا چکا ہو ۔ اور الهيف : جس میں قطعاً پانی نہ ہو ۔ اسی طرح زِبِرْج ہے ۔ اور الصُّرَّاد : ٹھنڈا اور نمی والا بادل مگر اس میں پانی نہیں ہوتا اور الغَمَام اور المُزْن : سفید بادل ، اور الرَّبَاب : سفید اور سیاہ بادل ۔ اور الكفاية میں ہے رباب : وہ بادل جو دوسرے بادل کے نیچے لٹک رہا ہو اور السَّيِّق : بادل جسے ہوا نے دھکیل دیا ہو ۔ اور الخَلْق : بادل جس سے بارش کی امید ہو اور النَجَاء : بادل جو تیزی سے جا رہا ہو ۔ اور الهَيْدَب : بادل کا وہ حصہ جو اس طرح لٹک رہا ہو جس طرح کمّل کے روئیں ہوتے ہیں اور جُلْب : پتلا بادل جس میں پانی نہ ہو ۔ تأَبَّطَ شرّاً کہتا ہے :

وَلَسْتَ بِجُلْبٍ جُلْبِ رِيحٍ و قِرَّة
وَلَا بِصَفَا صَلْدٍ عَنِ الخَيْرِ مَعْزِلِ

تو اس بادل کی طرح (بے فیض نہیں ہے) جس میں پانی نہ ہو
اور اس میں ہوا اور سردی ہو اور نہ ہی تو ٹھوس پتھر ہے جو ہر
بھلائی سے یکسو رہتا ہو

بعض لوگ کہتے ہیں : جُلب وہ بادل ہے جو پہاڑ کی طرح سامنے آئے مگر اس میں پانی نہ ہو ۔ الدَّجْن : وہ بادل جو زمین کے اوپر گر رہا ہو ۔ ابو زید کہتا ہے : الدُّجُنَّة : وہ بادل جو سارے آسمان پر چھایا ہؤا ہو ۔ الرَّيِّان : وہ تاریک بادل جس میں بارش نہ ہو ۔ يَوْمٌ دَجْن اور يَوْمٌ دُجُنَّة بولتے ہیں ۔ اسی طرح رات کے لیے بھی دونوں طرح بولا جاتا ہے یعنی صفت بنا کر اور اضافت کے ساتھ ۔ وہ کہتا ہے : الداجنة : بارش برسانے والا اور آسمان پر چھایا ہؤا بادل ۔ اسی طرح الديمة ہے ۔ وہ کہتا ہے : دجن : کثیر بارش ۔ اور [۲] سَحَابَة

---

۲ ۔ وَالدَّاجِنَةُ والمُدْجِنَةُ من السحاب : الكثير المطر ۔

دَاجِنَةٌ وَمُدْجِنَةٌ : (بہت بارش برسانے والا بادل) اور اَدْجَنَتِ السَّمَاءُ : دیر تک بارش کا رہنا ۔

لبید کہتا ہے :

مِنْ كُلِّ سَارِيَةٍ وَ غَادٍ مُدْجِنٍ
وَ عَشِيَّةٍ مُتَجَاوِبٍ إِرْزَامُهَا

یہ سب یا شام کے وقت بارش برسانے والے یا صبح کے وقت کثرت سے برسنے والے تھے اور رات تھی جس کی آواز ایک دوسرے کو جواب دے رہی تھی

مُرْزِمٌ : بادل جس کے ساتھ گرج کی آواز ہو ۔ إِرْزَام : گرج کی آواز ۔ اسی طرح هَزِيمٌ ، مُرْتَجِسٌ اور اَجَشُّ ، بعض لوگ کہتے ہیں : هَزِيمُ الرَّعْدِ : گرج کی آواز ، فعل یوں آتا ہے تَهَزَّمَ الرَّعْدُ تَهَزُّمًا اور غَيْثٌ هَزِمٌ : ایسی بارش کہ رکنے میں نہ آئے ۔

یزید بن مفرغ کہتا ہے :

سَقَى هَزِمُ الْاَرْعَادِ مُنْبَجِسُ الْعُرَى
مَنَازِلَهَا مِنْ مَسْرُقَانَ فَسُرَّقَا

[۳ : ۲۶۳] خدا اس محبوبہ کے گھروں کو جو مسرقان سے سُرَّق تک ہیں زور سے گرجنے والے اور زور سے برسنے والے بادلوں سے سیراب کرے

القاصب : وہ بادل جس کی گرج کی آواز سخت ہو ، اور بَارِق : بادل جس کے ساتھ بجلی بھی ہو ۔ اور قَلَعَة : بادل کا عظیم ٹکڑا اس کی جمع قَلَعٌ ہے ۔

ابن احمر کہتا ہے :

تَفَقَّأَ فَوْقَهُ القَلَعُ السَّوَارِي
وَجُنَّ[1] الخَازِبَازُ بِهِ جُنُونَا

اس زمین کے اوپر رات کو برسنے والے بادلوں کے عظیم ٹکڑے پانی برساتے رہے اور مکھی یہاں بڑے سرور کے عالم میں مترنتم رہی

القَزَعُ : بادل کے پتلے ٹکڑے ، قَزَعَة مفرد ۔ ذوالرمّہ ایک ریگستانی چشمے کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے :

تَرَى عُصَبَ القَطَا هَمَلاً عَلَيْهَا
كَأَنَّ رِعَالَهُ قَزَعُ الجَهَامِ

تو دیکھے گا کہ بھٹ تیتروں کے جھنڈ کے جھنڈ وہاں کھلے آزادی سے پھر رہے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی جماعتیں اس بادل کے ٹکڑے ہیں جس نے اپنا پانی بہا دیا ہو

اور حدیث میں ہے كَأَنَّهُمْ قَزَعُ الخَرِيفِ : گویا وہ موسم خریف کے بادل کے ٹکڑے ہیں ۔ ضَبَابَة : بادل جو زمین پر دھوئیں کی طرح چھا جاتا ہے (کُہر) اس کی جمع ضَبَاب ہے ۔

گرج اور بجلی

جن چیزوں سے عرب بارش کے اترنے کا پتہ لگا لیتے ہیں ان میں سے گرج اور بجلی بھی ہے ۔ کیونکہ جب گرج کی آواز زور کی نہ ہو تو اس سے عرب یہ سمجھتے کہ بارش ابھی دور ہے ۔ جب " تَهَزَّمَ " بہت سخت زور سے گرجے تو اس سے سمجھ لیتے کہ بارش قریب ہے ۔ اور

---

۱ ۔ جُنَّ الذُّبَابُ : كَثُرَ صَوْتُهُ ، يقال جُنَّ الذُّبَابُ بالرَّوض : اذا تَرَنَّمَ سروراً به اور خازباز : ایک قسم کی مکھی ۔ ابن احمر باہلی کا ایک شعر صفحہ ۳۶۱ پر ابھی گزرا ہے یہ شعر اسی قصیدہ کا ہے جس کا وہ شعر ہے ۔

تَعَقَّعَۃ : لگاتار سخت زور کی آواز سے گرجنا ۔ بارش کی حالت کے لیے گرج ایک اور بات پر بھی دلالت کرتی ہے ۔ رَجَسَان : اس کی ثقیل واز کو کہتے ہیں لہذا جب بادل (رَجَس) بھاری آواز نکالے تو وہ سمجھ جائے کہ زور کی بارش ہوگی ۔ اور جب أَصْعَقَ یعنی صاعقہ پھینکے اور صاعقہ وہ آگ ہے جو سخت گرج میں گرتی ہے ۔ اور جب أَزَّ و رَزَّ یعنی دور سے گرج کی آواز آئے ۔

راجز کہتا ہے :

جَارَتَنَا مِنْ وَائِلٍ أَلَا اسْلِمِي
أَلَا اسْلِمِي أُسْقِيتِ صَوْبَ الدِّيَمِ[1]

اے ہماری قبیلہ وائل کی پڑوسن سلامت رہو ، سلامت رہو خدا تمھیں مسلسل برسنے والی بارش سے سیراب کرے

صَوْبَ رَبِيعٍ بَا كِرٍ لَمْ يَنْدَمِ[1]
يَرُزُّ رَزًّا مِنْ وَرَاءِ الأَكَمِ

یہ موسم ربیع کی جلدی سے آنے والی بارش ہو جو تھمے نہیں اور ٹیلوں کے پیچھے سے گڑ گڑاہٹ پیدا کر رہی ہو

رَزَّ الرَّوَايَا[2] بِالمَزَادِ المُعْصَمِ

---

[1] از نام الربیع : سکنت ۔

[2] محمد بہجہ اثری نے تینوں شعروں کی یوں تشریح کی ہے : یقول : یا أیتها المرأة المجاورة لنا من هذه القبیلة کونی فی سلامة و سقاك الله تعالی ، حیث حللت الحیا حتی تجنی ابلک و یسمن مالک ، مطراً لاینقطع و لایغفل عن سقی محلک بصوت من و راء الجبال الصغار لشدة و طئه لصوت الروایا المملوءة ماء اذا اضطرب الماء فیها فسمعت له طبطبة کطبطبة السیل ، بہجۃ اثری نے یہاں " روایا " کے معنی پانی کے بھرے ہوئے مشکیزے کیے ہیں حالانکہ یہاں روایا کے معنی ان اونٹوں کے ہیں جن پر پانی لے جاتے ہیں ۔

[۳ : ۳٦۴] جس طرح پانی لے جانے والے اونٹ اس مشکیزے سے گڑ گڑاھٹ پیدا کرتے ہیں جس کے منہ پر تسمہ بندھا ہؤا ہو

اب لیجئے برق کو ، ایک قسم کی بجلی کو مُسْتَطِیر کہتے ہیں یعنی جو ادھر ادھر بکھری ہوئی ہو ۔ ایک سلسلہ ہے : وہ بجلی جو دز کے وقت ہو اور باریک ہو ۔ اسی میں سے وَمِیض ہے : کمزور بجلی اور اس میں سے خَافِق ہے : بیقرار ، اور خَفْو وہ بجلی جو دیکھنے میں بہت ہی مخفی ہو ۔ اس میں سے ایک المُتَکَلِّج ہے جو مسلسل او پے در پے چمکے ، اور اس میں سے رَّامِح اور مَامِع ہے ۔ یہ تیز او خفیف ہوتی ہے ، اس میں سے خُلَّب ہے : جس میں بارش نہ ہ گویا یہ دیکھنے والے کو دھوکا دے رہی ہے اور اس میں سے ایک البَرْقُ المُنْعَقِق ہے ، اور اِنْعِقَاق کے معنی بجلی کے پھٹنے کے ہیں اور یہی معنی تَبَوّج کے ہیں ۔

مخایل العرب فی الانواء کے باب میں ہم حدیث اور عربوں کے بہت سے مشہور کلام کا ذکر کر چکے ہیں کہ عرب اس کو بارش اور بارش کے برسنے پر اس طرح دلیل جانتے تھے ۔ جو کچھ ہم ۔ بیان کیا ہے یہ تھوڑا سا مختصر سا بیان ہے جو ہم نے ائمہ کے کلا سے تلخیص کر کے اپنے مقصد کی وضاحت کے لیے پیش کر دیا ہے جو شخص تفصیل معلوم کرنا چاہے اسے کتب لغت و ادب کی مفص کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے ۔

عربوں کو جہاز رانی کے متعلق کس قدر معلومات حاصل تھیں

یاد رکھیں کہ عربوں میں سے ایسے لوگ بھی تھے جو ان ۔ جزیرۃ العرب میں بحر قلزم کے ساحل پر آباد تھے ، پھر جنوب کی طر سے ساحل بحر ہند پر آباد تھے جس سے بحر قلزم نکلا ہؤا ہے ۔ مشرق جانب خلیج فارس پر بھی آباد تھے جو بحر ہند سے نکل کر شمال کی طر

بحرین کے علاقہ تک چلی گئی ہے ۔ سواحل پر بہت سے ملک آباد ہیں ۔ مثلاً یمن ، حجاز ، عمان ، بحرین وغیرہ جن کی تفصیل لمبی ہے ان اطراف اور ملکوں کے رہنے والے سبھی عرب تھے ۔ ان کی ہند ، حبشہ ، روم اور دیگر ممالک میں تجارتی منڈیاں تھیں ۔ لہٰذا یہ ان لوگوں میں سے تھے جنھیں سمندر کے سفر اور اس کے سفر کی تکالیف برداشت کرنے کی ضرورت رہتی تھی ۔ نیز ان امور کو کام میں لانے کی ضرورت رہتی جو سمندر کے سفر میں مدد دے سکیں اسی کا نام علم جہاز رانی ہے ۔

جس سے مؤلفین نے لمبی بحثیں کی ہیں ، قرآن حکیم کی متعدد آیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ عرب سمندر کا سفر کیا کرتے تھے اور جہاز انھیں لے جایا کرتے تھے ۔ جب سخت تاریکی چھا جاتی تو وہ سفر بحر میں آسمان کے ستاروں میں سے ان [۳ : ۳۶۵] ستاروں کے ذریعے راستہ معلوم کر لیتے تھے جن کا انھیں علم تھا ۔ اسی طرح احادیث کے اندر بھی ایسا ذکر موجود ہے جس سے بھی آگاہی حاصل ہوتی ہے ۔ ان کے اشعار میں بھی ایسا ذکر پایا جاتا ہے جس سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے ۔

عمرو بن کلثوم التغلبی اپنے معلقہ میں کہتا ہے :

مَلَأْنَا البَرَّ حَتّٰى ضَاقَ عَنَّا
وَمَاءُ البَحْرِ نَمْلَأُهُ سَفِينَا

ہم نے خشکی کو بھر دیا ہے یہاں تک کہ یہ ہماری وجہ سے تنگ ہوگئی اب ہم سمندر کو کشتیوں سے بھر رہے ہیں

إِذَا بَلَغَ الفِطَامَ لَنَا صَبِيٌّ
تَخِرُّ لَهُ الجَبَابِرُ سَاجِدِينَا

جب ہمارا کوئی بچہ دودھ چھڑانے کی عمر کو پہنچتا ہے تو بڑے بڑے جابر بھی اس کے سامنے سجدے میں گر جاتے ہیں

وہ کہہ رہا ہے : ہم تمام روئے زمین پر خواہ خشکی ہو خواہ سمندر چھائے ہوئے ہیں چنانچہ خشکی میں ہمارے گھر نہیں سما سکتے اور سمندر

میں ہماری کشتیاں نہیں سما سکتیں ۔ اور جب ہمارا بچہ دودھ چھڑانے کے وقت کو پہنچتا ہے تو ہمارے علاوہ جو دیگر جابر لوگ ہوتے ہیں اس کے سامنے سجدہ کرتے ہیں ۔

طرفہ بن العبد البکری کہتا ہے :

كَأَنَّ حُدُوجَ المَالِكِيَّةِ غُدْوَةً
خَلَايَا سَفِينٍ بِالنَّوَاصِفِ مِنْ دَدِ

صبح کے وقت قبیلہ مالک کے ہودے یوں معلوم ہو رہے تھے جیسے وادیٔ دد کے کھلے میدان میں بڑی بڑی کشتیاں آ گئی ہوں

عَدَوْلِيَّةٌ أَوْ مِنْ سَفِينِ ابْنِ يَامِنٍ
يَجُورُ بِهَا المَلَّاحُ طَوْرًا وَيَهْتَدِي

یہ عدولی کشتیاں ہیں یا ابن یامن کی بنائی ہوئی ہیں جنھیں لے کر ملاح کبھی راستہ سے ہٹ جاتا ہے اور کبھی سیدھے راستہ پر چلتا ہے

يَشُقُّ حَبَابَ المَاءِ حَيْزُومُهَا بِهَا
كَمَا قَسَمَ التُّرْبَ المُفَايِلُ بِاليَدِ

ان کا سینہ پانی کی موجوں کو ان سمندروں میں اس طرح چیرتا ہے جس طرح مٹی کے ڈھیروں کے ساتھ کھیلنے والا پھرتی سے مٹی کو ہاتھ سے تقسیم کرتا ہے ۔

العَدَولیة : وہ کشتیاں جو عَدَوْلی کی طرف منسوب ہیں ، عَدَوْلی بحرین کی ایک بستی ہے ، بعض لوگ کہتے ہیں : عَدَوْلی عرب قبائل میں سے ایک قبیلہ ہے ۔ عَدَوْلی مَلَّاح کو بھی کہتے ہیں ابن یامن اس بستی کا ایک باشندہ ہے ۔ ابو عبیدہ نے (ابن یامن کے بجائے) ابن نبتَل روایت کیا ہے اور ابن نبتل وہاں کے باشندوں میں سے ایک اور شخص کا نام ہے ۔

سلسلے میں بہت سے اشعار منقول ہیں اور عربوں کی زبان میں بھی ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جن سے ہمارے بیان کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے چنانچہ منجملہ ان کے ہر اس چیز کا نام جس پر سمندر یا خشکی میں سواری کی جائے اور سَفِینَہ اور یہی جَارِیَۃ بھی ہے۔ سَفَنَ یَسْفِنُ سے لیا گیا ہے جس کے معنی چھیلنے کے ہیں۔ اس کو یہ نام اس لیے دیا گیا کہ یہ پانی کی سطح کو چیرتی چلی جاتی ہے۔ اس کی جمع سَفَائِن ، سُفُنٌ اور سَفِینٌ ہے۔ کشتی ساز کو سَفَّان کہتے ہیں اور کشتی سازی : سِفَانَۃ — اور دِسَار مفرد ہے دُسُرٌ کا اور یہ رسیاں ہوتی ہیں جن سے کشتی کے تختوں کو باندھا جاتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ [۳ : ۳۶۶] یہ میخیں ہیں۔ قرآن مجید میں ہے : (وَ حَمَلْنَاهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّ دُسُرٍ) ہم نے نوح کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار دیا۔ اور دُسْر بھی آتا ہے جس طرح عُسُر اور عُسْر بشر کہتا ہے :

مُعَبَّدَةُ السَّفَائِنِ ذَاتُ دُسْرٍ
مُضَبَّرَةٌ جَوَانِبُهَا رِدَاحٌ

اس کے تختوں پر تار کول لگا ہؤا ہے۔ یہ میخوں والی ہے اس کے اطراف سب اکٹھے کیے ہوئے ہیں اور یہ وسیع ہے

اور مِجْدَاف (چپو) جس سے کشتی کو چلایا جاتا ہے ابن درید کہتا ہے: مجداف السفینة دال اور ذال دونوں کے ساتھ فصیح لغتیں ہیں، یہ جَدَفَ الطَّائِرُ يَجْدِفُ جُدُوفاً سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں کہ پرندے کے پر کٹے ہوئے ہوں تو پھر جب اڑتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے وہ اپنے پروں کو پیچھے کی جانب کر رہا ہے اور قِلْع ۔ [کسرہ کے ساتھ] ۔ بادبان ، اس کی جمع قِلاع ہے ، عربوں کا ایک شاعر کہتا ہے :

يَكُبُّ الخَلِيَّةَ ذَاتَ القِلَاعِ
وَ قَدْ كَادَ جُؤْجُؤُهَا يَنْحَطِمْ

یہ بادبانوں والی بڑی کشتی کو اوندھا گرا دیتا ہے جب کہ اس کا
سینہ ٹوٹنے کو ہوتا ہے

جب کشتی بادبانوں والی ہو تو انھیں سُفُنٌ مُقْلَعَاتٌ کہتے ہیں ۔ أقْلَعَتِ السَّفِينَة : کشتی نے بادبان اٹھا دیے ۔ شِرَاعة : لکڑی کے اوپر ایک وسیع چادر سی ہوتی ہے جسے ہوائیں حرکت دیتی ہیں تو کشتی چل پڑتی ہے اس کی جمع أشْرِعه اور شُرُع آتی ہے دَقَل : کشتی کا تیر اور اس کی پہلی جڑ ، قَلْس کشتی کا رسا اسے جَمَّل بھی کہتے ہیں اور یہ ریشوں یا کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی موٹی رسی ہوتی ہے ۔ یہ کشتی کے رسّوں میں سے ایک رسہ ہے جؤجؤ : سینہ کشتی ۔ دَوْتَل : کشتی کی دم ۔ اور مُرْدِیٌ اور قَيْقَلان اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کا سرا زمین میں ہوتا ہے اور کشتی کو اس سے دھکیلا جاتا ہے ۔ اُن کا ایک شاعر کہتا ہے :

وَ جَارِيَــةٍ قَعَــدتُ عَلَى صَلَاهَــا
أدَارِيُّ صَدْرَهَــا بِــالقَيْقَــلَانِ

میں کشتی کی پشت کے درمیان بیٹھا میں اس کے سینے کو لکڑی کے
ساتھ دھکیل رہا تھا

مِرْسَاة : وہ آلہ جس کے ذریعے کشتی کو ٹھہرایا جاتا ہے ۔ ایرانی اسے لنگر کہتے ہیں ۔ یہ ایک لوہا ہوتا ہے جسے پانی میں کشتی کے متصل ہی ڈال دیا جاتا ہے اور کشتی ٹھہر جاتی ہے ۔ مَرْسَاةَ ۔ [بفتح میم] ۔ وہ مقام جہاں کشتی ٹھہرتی ہے ۔ رُبّان : [ضمہ کے ساتھ] ۔ ملاحوں کا سردار یہی معنی رُبّانِيُّ کے ہیں اور نُوتِيٌّ : ملاح ، نَوَاتِيٌّ جمع ، اور ملاح کو عُرْكِيٌّ بھی کہتے ہیں ، اور ملاح وہ ہے جس کے اختیار میں بادبان ہوتے ہیں ، مِلَاح ۔ کتاب کی طرح ۔ وہ ہوا جس سے کشتی چلتی ہے اور نَوْل : کشتی کی اُجرت ، وغیرہ وغیرہ الفاظ جو غور سے مطالعہ کرنے والوں کو معلوم ہی ہیں ۔

اور کشتی کے ناموں میں سے الفُلْك ، القَرَاقُورُ ، الجَارِيَة اور

[۳ : ۳٦۷] الخَلِیَّة ہیں اور یہ بڑی کشتی کے نام ہیں ۔ چھوٹی کشتی کے یہ نام ہیں ، الزَوْرَقُ اور البُوصُ جوہری کہتا ہے : بُوصِیٌّ : سمندر کی کشتیوں کی ایک قسم ہے اور یہ معرّب ہے ۔ اعشٰی کہتا ہے :

مِثْلُ الفُرَاتِیِّ إِذَا مَا طَمَا
یَقْذِفُ بِالبُوصِیِّ وَ المَاهِرِ

فرات کے پانی کی طرح کہ جب پانی چڑھ جاتا ہے تو کشتی اور ماہر تیراک کو بھی دے مارتا ہے

قارِب ایک چھوٹی کشتی ہوتی ہے جو سمندری کشتیوں والوں کے پاس ہوتی ہے ، اس کے ہلکا ہونے کی وجہ سے بڑی کشتی والے اپنی ضروریات کے لیے اپنے ساتھ رکھ لیتے ہیں ۔

جہاز رانی کا ایک وسیع علم ہے جو بہت سی باتیں جاننے پر موقوف ہے مثلاً سمندروں کی سمت کا جاننا، ہواؤں اور جھکڑوں اور نرم ہواؤں کے چلنے کے راستوں کا جاننا ، بارش برسانے والی ، نہ برسانے والی اور دیگر انواع کا جاننا ، ان پہاڑوں اور جزیروں کو جاننا جو سمندر میں ہیں ، بڑھئی کا کام جاننا ۔ چنانچہ ابن خلدون کہتا ہے : تختوں اور میخوں والی سمندری کشتیوں کے بنانے میں بڑھئی کے کام کی بھی ضرورت پڑتی ہے اور یہ کشتیاں علم ہندسہ کا ایک ڈھانچہ ہوتی ہیں جنھیں مچھلی کے ڈھانچے کے مطابق بنایا جاتا ہے ۔ پانی میں مچھلی کے تیرنے کا دار و مدار اس کے اگلے پروں اور سینے پر ہوتا ہے تا کہ یہ شکل پانی سے ٹکرانے میں اس کی اچھی طرح معاون ہو سکے اور مچھلی میں جو حرکت حیوانی پائی جاتی ہے اس کے عوض کشتی کو ہوائیں حرکت دیتی ہیں بعض اوقات اس کی مدد چپوؤں کی حرکت سے کی جاتی ہے جس طرح جنگی بحری بیڑے میں کیا جاتا ہے ۔ ابن خلدون کا بیان اسی طرح آخر تک جاتا ہے اور تجھے یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ کشتی سازی کی صنعت قدیم زمانے میں پوری مہارت کے درجے کو نہ پہنچی تھی ، بہر حال یہ پانی

کا چشمہ تو ہے اگرچہ صداء جیسا نہیں ہے اور چراگاہ تو ہے اگرچہ سعدان جیسی نہیں ہے (یعنی ایں ہم غنیمت است) ۔

عہد جاہلیت میں عربوں کی لکھائی

جاہلیت میں عربوں کی لکھائی کا ان کے اشعار اور زبان سے پتا چلتا ہے ، لبید بن ربیعہ کہتا ہے :

وَ جَلَا السُّيُولُ عَنِ الطُّلُولِ كَأَنَّهَا
زُبُرٌ تُجِدُّ مُتُونَهَا أَقْلَامُهَا

طغیانیوں نے کھنڈرات کو ظاہر کر دیا ہے اور اب وہ ان کتابوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں جن کے متون کی قلموں نے تجدید کر دی ہو

لبید کہتا ہے : ان گھروں کے کھنڈرات کو طغیانیوں نے واضح کر دیا ہے اور اب وہ مٹی میں چھپے رہنے کے بعد ظاہر ہو گئے ہیں گویا یہ گھر کتابیں ہیں جن کی کتابت کی تجدید قلموں نے کر دی ہو ۔ شاعر نے ان کھنڈرات کو جنھیں مٹی نے ڈھانپ رکھا تھا اور طغیانیوں نے انھیں ظاہر کر دیا ہے ۔ مٹی ہوئی لکھائی کی از سر نو تجدید کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور کھنڈرات کے مٹ جانے کے بعد ان کے ظاہر ہونے کو سطروں کے مٹ جانے کے بعد ان کے ظاہر ہونے سے اور دُومۃ الجندل کا رہنے والا ایک کندی قریش کو احسان جتلاتا ہوا کہتا ہے :

وَ لَا تَجْحَدُوا نَعْمَاءَ بِشْرٍ عَلَيْكُمْ
فَقَدْ كَانَ مَيْمُونَ النَّقِيبَةِ أَزْهَرَا

تم بشر کے احسان کا انکار نہ کرو کیونکہ وہ مبارک نفس والا اور روشن چہرے والا انسان تھا

أَتَاكُمْ بِخَطِّ الْجَزْمِ حَتَّى حَفِظْتُمْ
مِنَ الْمَالِ مَا قَدْ كَانَ شَتَّى مُبَعْثَرَا

وہ تمھارے پاس خط جزم لے کر آیا یہاں تک کہ تم نے تمام منتشر
مال کو محفوظ کر لیا

وَ اَثْقَنْتُمُ[1] مَا کَانَ بِالْمَالِ مُهْمَلاً
وَ طَامَنْتُمُوا مَا کَانَ مِنْهُ مُنْفَتِرًا[2]

اور تم نے مال کے ذریعے اس کام کو جسے تم نے چھوڑ رکھا تھا
مضبوط کر لیا اور اس میں سے جو کچھ بدکا ہوا تھا تم نے اسے
ساکن کر دیا

وَ اَجْرَیْتُمُ الاَ اَقْلاَمَ عَوْدًا وَ بَدْأَةً
وَ ضَاهَیْتُمُ کُتَّابَ الکِسْرٰی وَ قَیْصَرَا

اور تم نے شروع کرتے ہوئے اور لوٹتے ہوئے قلموں کو چلایا اور
تم کسریٰ اور قیصر کے کاتبوں کی طرح ہو گئے

وَ اَغْنَیْتُمُوا عَنْ مُسْنَدِ الحَیِّ حِمْیَرا
وَ مَا زَبَرَتْ فِی الصُّحْفِ اَقْلاَمُ حِمْیَرَا

اور تم نے حمیر کو پہلے کے خط " مسند " سے مستغنی کر دیا
اور ان چیزوں سے مستغنی کر دیا جو حمیر کے قلموں نے صحیفوں
میں لکھی تھیں

کیونکہ جس نے سب سے پہلے ہمارے اس خط کو لکھا ۔ اور یہ
خط جزم[4] ہے ۔ وہ مرامر بن مرہ[5] ، اسلم بن سدرہ اور عامر بن جدرہ تھے

---

[1] ۔ تصحیح ، المزھر (۲: ۳۴۷) سے کی گئی ہے ۔ بلوغ الارب میں اَلْقیتم ہے ۔
[2] ۔ تصحیح ، المزھر سے کی گئی ہے ۔ بلوغ الارب میں مُبْفَترا ہے ۔
[3] ۔ المزھر میں اقلام کی بجائے اقیال ہے ۔
[4] ۔ لسان العرب میں ہے : الجوھری : العرب تسمی خطنا ھٰذا جزمًا ابن سیدہ : والجزم ھذا الخط المؤلف من حروف المعجم قال ابو حاتم: سمی جزمًا لانہ جُزِمَ عن المُسْنَدِ و ھو خطّ حِمْیَر فی ایام ملکھم ای قُطِعَ ۔
[5] ۔ المزھر (۲ : ۳۴۶ - ۳۴۷) میں مرامر بن مرۃ و اسلم بن حدرۃ الطائیان ہے اور الاشتقاق (صفحہ ۳۷۲) میں مُرامر بن مروۃ و اسلم بن جَزْرَۃ ہے ۔

جیسا کہ قاموس میں ہے اور یہ سب لوگ قبیلۂ طئی میں ہیں انھوں نے یہ خط ہُود علیہ السلام کے کاتب وحی سے سیکھا تھا۔ پھر انھوں نے انبار کے باشندوں کو یہ خط لکھنا سکھا دیا ، اور اہل انبار ہی سے کتابت عراق میں حیرہ اور دیگر شہروں میں پھیلی پھر اسے اکیدر بن عبدالملک حاکم دُومۃ الجندل کے بھائی بشر بن عبدالملک نے سیکھ لیا۔ بشر بن عبدالملک حرب بن امیہ کا دوست تھا کیونکہ حرب ، تجارت کی غرض سے عراق آیا کرتا تھا لہذا حرب نے بشر سے لکھنا سیکھ لیا۔ اس کے بعد بشر ، حرب کے ساتھ مکے آیا اور اس نے حرب کی بیٹی اور ابوسفیان کی بہن صہباء کے ساتھ شادی کر لی۔

اس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ اہل مکہ کے بہت سے لوگوں نے اس سے لکھنا سیکھ لیا۔ یہی وجہ تھی کہ قریش میں بہت سے کاتب اس زمانے میں تھے۔ اسی بات کا احسان اس کندی نے قریش کو جتلایا ہے۔ عربی رسم الخط کو خط جَزْم کہا گیا۔ کیونکہ خط کوفی کو ابتدا میں خط جرم ہی کہا کرتے تھے یہ اس زمانے کی بات ہے جب ابھی کوفہ معرض وجود میں نہ آیا تھا۔ اسے خط جَزْم اس لیے کہا گیا کہ اسے خطِ مسند حمیری سے کاٹ کر بنایا گیا اور اسی سے پیدا ہؤا۔

صُولی نے ادب الکتاب میں اس مسئلے سے بحث کی ہے۔ اس نے ایک مفید باب قائم کیا ہے جس میں اس نے ان اقوال کا خلاصہ نقل کر دیا ہے جو اس کے نزدیک تحقیق شدہ اقوال ہیں۔ اسی طرح سیوطی نے المُزہر میں کیا ہے اور بہت سے اہل ادب نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔

ابن خلدون نے اپنے مقدمے میں ایک مفید فصل لکھی ہے جو ہمارے مقصد سے تعلق رکھتی ہے۔ اس نے بیان کیا ہے کہ عربوں میں کتابت نہایت نایاب چیز تھی اور یہ کہ بیشتر عرب اُمّی تھے۔ بالخصوص بادیہ نشین عرب اور ان میں سے جو لوگ پڑھنا یا لکھنا جانتے تھے ان کا خط ناقص تھا اور پڑھائی میں ان کو مہارت حاصل نہ تھی۔ کیونکہ

فن کتابت ان فنون میں سے ہے جو آبادانی کے تابع [۳ : ۳۶۹] ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خط عربی عہد تبابعہ میں مضبوطی ، پختگی اور عمدگی میں پوری حد تک پہنچ چکا تھا اور اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ تمدن اور فارغ البالی میں بہت کمال کو پہنچ گئے تھے ۔ اسی خط کو خط حیمشیری کہتے ہیں ۔ ان سے منتقل ہو کر فن کتابت حیرہ پہنچا ۔ کیونکہ وہاں خاندانی عصبیت میں تبابعہ کے رشتہ داروں یعنی خاندان منذر کی حکومت تھی اور آل منذر عراق میں عربی حکومت کی تجدید کرنے والے تھے ، مگر ان کا خط اس قدر عمدہ نہ تھا جس قدر کہ تبابعہ کا تھا کیونکہ دونوں حکومتوں میں تفاوت پایا جاتا تھا اور وہاں کا تمدن اور وہ صنائع وغیرہ جو تمدن کے تابع ہوتے ہیں اس حد تک پہنچنے سے قاصر تھے۔ وہ کہتا ہے : اہل طائف اور قریش نے یہ علم حیرہ کے لوگوں ہی سے حاصل کیا تھا ۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس شخص نے اہل حیرہ سے لکھنا سیکھا وہ سفیان بن امیہ یا حرب بن امیہ تھا ۔ اس نے کتابت اسلم بن سدرہ سے سیکھی تھی ۔ یہ ایک ممکن قول ہے اور ان لوگوں کے خیال سے زیادہ قریب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے عراق کے باشندوں میں سے ایاد سے یہ فن سیکھا تھا کیونکہ ان کا ایک شاعر امیہ بن ابی الصلت الثقفی کہتا ہے :

قَوْمِي اِيَادٌ لَو اَنَّهُمْ اَمَمٌ
اَوْ لَوْ اَقَامُوْا فَتَهْزِلُ النَّعَمُ

میری قوم ایاد ہے ۔ کاش وہ مجھ سے قریب ہوتے یا اگر وہ وہاں قیام کرتے تو ان کے جانور لاغر ہو جاتے

قَوْمٌ لَهُمْ سَاحَةُ العِرَاقِ إذَا
سَارُوْا جَمِيْعًا وَ الْخَطُّ وَ الْقَلَمُ

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب وہ اکٹھے ہو کر نکلتے ہیں تو تمام عراق کا میدان اور خط اور قلم انہی کا ہوتا ہے

یہ قول بعید (از قیاس) ہے کیونکہ قوم ایاد اگرچہ وہ عراق کے میدان میں جا کر اترے تھے مگر پھر بھی وہ اپنی بدویت پر قائم رہے تھے ۔ حالانکہ لکھنا شہریوں کی صنعت ہے ۔ شاعر کے کہنے سے مراد یہ ہے کہ شہری علاقوں اور شہری ماحول کے قریب ہونے کی وجہ سے ایاد بمقابلہ دیگر عرب قبائل کے خط و قلم کے زیادہ نزدیک ہیں ۔ لٰہذا یہ کہنا کہ اہل حجاز نے اس فن کو اہل حیرہ سے لیا اور حیرہ کے باشندوں نے تبابعہ اور حمیر سے لیا یہی قول سب اقوال سے زیادہ مناسب قول ہے ۔ حمیر کی لکھائی کو مسند کہا جاتا تھا ، اس کے حروف باہم ملے ہوتے تھے ۔ وہ ان کی اجازت کے بغیر کسی کو سکھانے نہ دیتے تھے ۔ اور مضر نے عربی کا لکھنا حمیر سے سیکھا مگر وہ اچھا لکھنا نہ جانتے تھے کیونکہ جو صنعت بدویوں میں چلی جاتی ہے تو اس کا یہی حال ہوتا ہے اور اس صنعت کے طریقے مضبوط نہیں ہوتے اور نہ ہی اس میں پختگی اور خوب صورتی پائی جاتی ہے ، اس لیے کہ صحرا نشینی اور صنعت میں بہت بُعد پایا جاتا ہے اور بدوی بالعموم اس سے مستغنی ہوتے ہیں ۔ عربوں کی کتابت بھی بدوی طرز کی تھی ، ظاہر ہے کہ مضر بادیہ نشینی میں زیادہ راسخ ہو چکے تھے اور اہل یمن اہل عراق ، اور اہل شام و مصر کے مقابلے میں شہریت سے زیادہ دور تھے چنانچہ ابتدائے اسلام میں عربی خط غایت درجے کی مضبوطی ، پختگی اور عمدگی تک پہنچنا تو در کنار متوسط درجے تک بھی نہ پہنچا تھا اس لیے کہ عرب اس وقت بادیہ نشین تھے اور صنائع سے ان کو بُعد تھا اس کے بعد ابن خلدون [۳ : ۲۰۰] کہتا ہے : یاد رکھیں کہ لکھائی ، جہاں تک عربوں کا سوال ہے ، ان کے حق میں کوئی کمال کی بات نہ تھی کیونکہ لکھائی تو من جملہ شہری اور معاشی صنعتوں میں سے ہے اور صنعت میں کمال ایک اضافی امر ہے ۔ کمال مطلق نہیں ۔ کیونکہ اس کا نقص دین یا اخلاق کے ضمن میں کسی انسان کے لیے نقص کا باعث نہیں ۔ اس کا اثر صرف اسباب معاش پر پڑتا ہے نیز مافی الضمیر پر دلالت کرنے کی وجہ سے اس کا اثر آبادی اور آبادی پر تعاون کے مطابق ہوتا ہے ۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اُمّی تھے ، یہ بات آپ کے حق میں کمال سمجھی جاتی تھی اور آپ کے رتبے کو مد نظر رکھتے ہوئے بھی آپ کی شرافت کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ آپ اُن علمی صنعتوں سے پاک تھے جو معاش اور تمام آبادی کے اسباب ہیں ، یہ آپ کے لیے کمال کی بات تھی ۔ مگر اُمّی ہونا ہمارے لیے کمال کی بات نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تعلقات منقطع کر کے اللہ ہی کے لیے ہو لیے تھے اور ہم تمام صنعتوں کی طرح یہاں تک کہ علوم اصطلاحیہ میں بھی ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کمال اسی میں تھا کہ وہ ان تمام امور سے منزہ ہوں برخلاف ہمارے (کہ ہمارے لیے ان کا حاصل کرنا ضروری ہے) ۔

کتابت اور آلات کتابت کے متعلق لغوی فوائد

عربوں میں کتابت کی موجودگی کے دلائل میں سے ایک دلیل وہ الفاظ ہیں جو انہوں نے اپنی لغت میں آلات کتابت اور کتابت کے لیے وضع کر رکھے ہیں ۔ اگر وہ کتابت نہ جانتے ہوتے تو وہ ان الفاظ کو ان کے معانی کے لیے وضع نہ کرتے ۔ ان الفاظ میں سے ایک لفظ دَوَاۃ ہے اس کی جمع دَوِیٌ ، دَوَیَات اور دُوِیٌ آتی ہے اور لوگوں کا اس جگہ جہاں دوات کا صوف ڈالا گیا ہو مِسْلَقَة کہنا غلط ہے صحیح مَلَاقَة ہے کیونکہ مَسْلِیق کی میم زائد ہے اور یہ لِقْتُ الدَّوَاۃَ أَلِیقُهَا ، اَلَقْتُهَا سے لیا گیا ہے ۔ مَلِیق اس روئی یا صوف کا نام ہے جس سے روشنائی کو چپکایا جاتا ہے اور یہ لَاقَ بِہِ الشَّیْئُ یَلِیقُ سے لیا گیا ہے جس کے معنی چپکنے کے ہیں لہذا میم زائدہ پر ایک اور میم زائدہ نہ آئے گی ۔

مِدَاد (روشنائی) کو مِدَاد اس لیے کہا گیا کہ یہ کاتب کی مدد کرتی ہے اور مَدَدتُ الدَّوَاۃ اس وقت بولتے ہیں جب تو اس میں پانی

ڈالے (اور کہیں گے) مُدْهَنَا (اس میں پانی ڈال) اور تو کہے گا مُدْنِیْ یعنی مجھے دوات میں سے تھوڑی سے روشنائی دے۔ جب دوات کی لِیقَسْ یعنی روشنائی گاڑھی ہو جائے تو خَشَرتِ الدَّوَاةُ خَشُورَةٌ و خَشَارَةٌ کہیں گے ۔ نِقْسُ اور اَنْقَاسُ روشنائی کے ٹکڑوں کو کہیں گے (یعنی وہ ڈوبا جس سے لکھا جاتا ہے) ۔

اور قلم پیشتر اس کے کہ اسے تراشا جائے اُنْبُوبَةٌ کہلائے گا ، تراشے جانے کے بعد قَلَمٌ کہلائے گا ۔ اور جو ٹکڑے تراشنے میں گرتے ہیں انھیں بُرَایَةٌ کہتے ہیں اور بَطَّنْتُ القَلَمَ : میں نے قلم کے پیٹ کو پتلا کر دیا اور اَنْفَثْتُهُ ، میں نے اس کی نوک تیز کر دی اور شَبَاةٌ : قلم کی نوک ہے اور لَیَّطْتُهُ ، میں نے اس کے شیق میں نے کا چھلکا ڈالا تا کہ شَقٌّ کی تنگی کُھل جائے اور لِیطَه : نے کا چھلکا اور قَطَطْتُهُ قَطًّا (میں نے قلم کو قط لگایا) اور مِقَطٌّ وہ آلہ ہے جس پر رکھ کر قلم کو قط لگایا جاتا ہے اور قَطٌّ عرض میں (کسی چیز دو) کاٹنے کو کہتے ہیں اور قَدٌّ یہ ہے کہ کسی چیز کو طول میں کاٹا جائے اور کہتے ہیں قَلَمٌ رَشَّاشٌ اور یہ اس وقت بولتے ہیں جب شق ایک [۳ : ۱۷۲] طرف کو ہٹ کر ہو (عین وسط میں نہ ہو) لہذا ایک طرف پتلی ہو جائے اور کتاب کے ریشے سے اٹک اٹک جائے۔ اسی طرح رَشَّشَ المِدَادُ (بولتے ہیں) تو کہے گا کَتَبْتُ کِتَابًا اور یہ مصدر ہے پھر کثرت استعمال کی وجہ سے لکھی ہوئی چیز کو کتاب کہہ دیتے ہیں ۔ کِتَابَةٌ : کاتب کا پیشہ ہے ۔ طِرْسٌ : وہ لکھی ہوئی چیز جسے مٹا دیا گیا ہو اور اس پر دوبارہ لکھا جا سکتا ہو ۔ تَطْرِیسٌ : لکھی ہوئی عبارت کو مٹا کر دوبارہ اس پر لکھنے کو کہتے ہیں ، اور طَرَّسَ البَابَ : دروازے پر سیاہ رنگ کر دیا ۔ طِلْسٌ ۔ لام کے ساتھ ۔ وہ لکھی ہوئی عبارت جسے اچھی طرح سے مٹایا نہ گیا ہو اور وہ طِرْس بن جائے ۔ مَجْمَجَةٌ : لکھائی کو خلط ملط کر دینا اور قلم سے اسے خراب کر دینا ، جس طرح زبان (سے الفاظ کی خرابی کو)

کے واضح بات نہ کہے ۔ صُحُف وہ ہیں جو چمڑے کے بنے ہوں ، اور قِطٌّ : رجسٹر ، اور مَجَلَّة اس صحیفے کو کہتے ہیں جس میں حکمت کی باتیں لکھی جاتی تھیں ۔

نابغہ کہتا ہے :

مَجَلَّتُهُمْ ذَاتُ الإِلٰهِ وَدِينُهُمْ
قَوِيمٌ بِهِ يَرْجُونَ خَيْرَ العَوَاقِبِ

ان کا وہ صحیفہ جس میں ان کے احکام ہیں سب کے سب اطاعت الٰہی پر مبنی ہیں اور ان کا دین راست ہے جس کی بدولت انہیں بہتر انجام کی امید ہے

عُهْدَة : بیعنامہ ۔ (کہتے ہیں) كَتَبَ لَهُ مَنْشُورًا اس نے اس کے لیے شاہی پروانہ لکھ دیا ۔ منشور وہ ہوتا ہے جسے بند نہیں دیا جاتا اور رُجعة الکتاب و رُجْعَانُه : خط کا جواب ، اور کہتے ہیں أجابَه فی هامِشَةِ كِتَابِهِ : جب وہ دو سطروں کے درمیان لکھے اور یہ تَهَامَشَ القَوْمُ کے محاورے سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں وہ ایک دوسرے کے اندر داخل ہوگئے اور هَمَشَ الجَرَادُ اس وقت بولتے ہیں جب مکڑی حملہ کرنے کے لیے حرکت میں آ جائے ۔ تو کہے گا نَقَطْتُ الكِتَابَ وَاعْجَمْتُهُ و شَكَلْتُهُ و قَيَّدْتُهُ (میں نے کتاب پر نقطے لگا دیے ، میں نے نقطے اور اعراب لگا دیے ، میں نے حرکات لگا دیں ۔ میں نے نقطے وغیرہ لگا دیے) نقطہ تو وہ ہے جو گول ہوتا ہے اور نقطہ اسم ہے ۔ وهذا كتابٌ غُفْلٌ (اس کتاب پر اعراب نہیں لگے ہوئے) جس طرح جس جانور پر کوئی نشان نہ لگا ہو اسے دابّة" غُفْل" کہتے ہیں اور سِجِلٌّ : معاہدہ نامہ اور تو کہے گا أمْلَيْتُ الكِتَابَ أمْلَلْتُهُ (میں نے کتاب یا چھٹی لکھائی) اور إستَمْلَى جب کسی سے لکھانے کی درخواست کرے إستَمَلَّ کے بھی یہی معنی ہیں ۔ زَبُور اور رَقِيم کے معنی کتاب کے ہیں ۔ زَبَرْتُ اور رَقَمْتُ : میں نے لکھا ۔ قَرْمَطْتُ : میں نے حروف کو پاس پاس

کر کے لکھا ۔ طَوَیْتُ الکتاب وَادْرَجْتُہ' : میں نے کتاب کو بند کر دیا اور سَحَیْتُہ' أسْحَاہُ' سَحْیًا جب تو کاغذ کو اوپر سے چھیل ڈالے اور سحاۃ اس چھیل کو کہتے ہیں جسے تو کاغذ پر سے دور کرے اور خَزَمْتُہ' : میں نے اس میں سوراخ کر دیا (نتھی کر دیا) اور حَزَمْتُہ' میں نے اسے (دھاگے سے) باندھ دیا اور کہا جاتا ہے تَرَّبْتُ الکِتَابَ وَاَتْرَبْتُہ' و تَرَّبْتُہ (میں نے کتاب پر مٹی ڈالی) (اسی طرح) طِنْتُہ' أطِینُہ' طِینًا و خَتَمْتُہ' (میں نے چھٹی پر مہر لگا دی) اور اسم خِتَام (مہر) ہے ۔ و عَنْوَنْتُہ' اعَنْوِنُہ' (میں نے سرنامہ لکھا) وَ اَرَّخْتُ الکِتَاب تاریخًا (میں نے خط پر تاریخ ڈال دی) اور ھٰذِہٖ إضْبَارَۃٌ مِنْ کُتُبٍ و إضْمَامَۃٌ'' (یہ کتابوں کا دستہ ہے) اور کُرَّاسَۃ (کاغذوں کا دستہ) جس کے اوراق مضبوطی سے ایک دوسرے کے ساتھ چپکائے ہوئے ہوں اور مُصْحَف کو مُصحف اس لیے کہا گیا کہ اسے ان صحیفوں کا جامع بنا دیا گیا ہے جو دفتین کے درمیان ہوں اور دَفّتَان ان دو تختوں کو کہتے ہیں جو مصحف کو دونوں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں ۔ مصحف کا وِعاء اور غِلاف ہوتا ہے اور اس غلاف میں دو کاج ہوتے ہیں ۔ جس سے اسے لٹکایا جاتا ہے اسے مِعلاق [۳ : ۳۷۲] کہتے ہیں ۔ اس میں فکُوك ہوتے ہیں جس کا مفرد فَکّ' ہے : جو کاغذ کو دونوں طرف سے ڈھانپ دے اور عِلاوَۃ جو اوپر سے (ڈھانپ دے) حَلَق کا مفرد حَلَقَۃ' ہے ۔ حلقوں میں ذَوَائب ہوتے ہیں اور ذوائب ان تسموں کو کہتے ہیں جو کناروں پر ہوتے ہیں ۔ أشراج شَرَج مفرد ، وہ تسمہ جسے حلقوں کی نچلی جانب گوندھ دیا گیا ہو ۔ تَرْسِیْع : ایک خاص طرز میں تسمے کو گوندنا اور مُصْحَف میں مَخَارِز ہوتے ہیں ۔ مخارز ان جگھوں کو کہتے ہیں جہاں سے اسے سیا جاتا ہے اور مُصْحَف کے أذان (کان) ہوتے ہیں اور دونوں جانب کے تختوں (یا گتوں) میں مَسَامِیْر (میخیں) اور کَرَاکِب ہیں ۔ رہی مِحْبَرَۃ اور مِحْبَرِیّۃ : جس میں روشنائی ہوتی ہے اور حِبْر : روشنائی ، اور دوات کا ایک مِعْلاق ہوتا ہے ۔ مِعْلاق ایک

دھاگا یا ایک تسمہ ہوتا ہے جو اس کے کنڈوں کے ساتھ باندھا جاتا ہے۔
رَشق : قلم کی آواز ، نَشْشَفَۃ : نے کے اندر روئی کی طرح کی ایک چیز ہوتی ہے۔ حَصْرَمَ القَلَمَ : قلم کو اس نے تراشا ، مِبرَقَم : قلم۔
اس قسم کی باتیں لغت اور ادب کی کتابوں میں بہت ہیں بالخصوص صُولی کی کتاب ادب الکتاب میں ، کیونکہ اس نے تمام ان چیزوں کا ذکر کر دیا ہے جن کا تعلق اس صنعت کے ساتھ ہے۔

عربوں کی خط و کتابت اور خط و کتابت میں ان کی عادات و رسوم

عربوں کے نزدیک بہترین کلام وہ ہے جو مختصر الفاظ اور مختصر عبارت میں مقصد کو پوری طرح ادا کر دے ، ان کے یہاں بلاغت کا دار و مدار اسی پر ہے۔ باہمی خط و کتابت قوموں کی ناگزیر ضروریات میں سے ہے۔ چونکہ تمام عربوں میں کتابت (مروج) نہ تھی اس لیے کہ وہ اس زمانے میں بدویت سے زیادہ قریب تھے ، اسی لیے ان میں کتابت کے پھیل جانے سے پہلے ان کے درمیان مراسلت تحریری طور پر بہت کم تھی۔ عرب قاصدوں کو بھیج کر خط و کتابت سے مستغنی ہو جاتے تھے۔ یہ قاصد ان کے مقاصد کو ان لوگوں تک پہنچا دیتے تھے جن تک پہچانا ان کا مقصد ہوتا تھا۔ اگر کوئی پیغام ایسا ہوتا جس کا مخفی رکھنا ضروری ہوتا تو وہ پیغام کو معمّے کی صورت میں ارسال کرتے۔

بعض اوقات عرب شعر لکھتے جس سے ان کا مقصد ادا ہو جاتا کیونکہ اس زمانے میں شعر ہی عربوں کا دیوان تھا۔ آپ نے ان اشعار کا اس قدر ذخیرہ ضرور دیکھا ہے کہ اسے تھوڑا خیال نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ کتاب مروج الذھب میں سابور ذوالاکتاف اور عراق پر عربوں کے غلبے کے تذکرے کے ضمن میں مرقوم ہے ”جو لوگ عراق پر غلبہ پا چکے تھے ان میں سے ایاد بن نزار کی اولاد کا قبیلہ متحد اور طاقتور قبیلہ تھا۔ انہیں علاقے پر چھا جانے کی وجہ سے طَبَق کہا جاتا تھا ،

ان دنوں ان کا بادشاہ الحٰرث بن الاغر الایادی تھا ۔ جب شاپور کی عمر سولہ سال کی ہوئی تو اس نے اپنے بہادر شہسواروں کو ان کی طرف روانہ ہونے اور ان پر حملہ کرنے کے لیے تیار کیا ۔ قبیلۂ ایاد موسم گرما جزیرہ (میسوپوٹیمیا) میں اور موسم سرما عراق میں [۳ : ۳۷۳] گزارا کرتا تھا ۔ شاپور کے قید خانے میں ان کا لقیط نامی ایک شخص تھا ۔ اس نے ایاد کی طرف کچھ اشعار لکھ کر بھیجے تا کہ ان کو آگاہ کر دے اور حملہ آوروں کے بارے میں خبر بھیج دے ۔ اشعار یہ ہیں :

سَلَامٌ فِي الصَّحِيفَةِ مِن لَّقِيطٍ
عَلَى مَنْ فِي الجَزِيرَةِ مِن إيَادٍ

لقیط کی طرف سے اس صحیفے میں قبیلۂ ایاد کے ان لوگوں پر سلام ہو جو دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقے (میسوپوٹیمیا) میں آباد ہیں

بِأَنَّ اللَّيْثَ يَأْتِيكُمْ دِلَاقًا
فَلَا يَحْسَبْكُمْ شَوْكُ القَتَادِ

کہ شیر تمہارے پاس بہت تیزی سے پہنچنے والا ہے لہٰذا تمھیں (ان کو روکنے کے لیے) قتاد جھاڑی کے کانٹوں کو کافی نہ سمجھنا چاہیے

أَتَاكُمْ مِنْهُمُ سَبْعُونَ أَلْفًا
يَجُرُّونَ الكَتَائِبَ كَالجَرَادِ

تمہارے پاس ان میں سے ستر ہزار (فوجی) پہنچنے کو ہیں جو مکڑی کی طرح فوجیں گھسیٹتے ہوئے ہوں گے

عَلَى خَيْلٍ سَتَأْتِيكُمْ فَهٰذَا
أَوَانُ هَلَاكِكُمْ كَهَلَاكِ عَادٍ

یہ فوج عنقریب گھوڑوں پر سوار ہو کر تمہارے پاس پہنچے گی اور قوم عاد کی ہلاکت کی طرح یہ تمہارے ہلاک ہونے کا وقت ہوگا

مگر انھوں نے اس چھٹی کی کوئی پروا نہ کی حالانکہ شاپور کے فوجی دستے عراق کی جانب یورش کرنے جا رہے تھے اور سواد عراق پر غارت ڈال رہے تھے - پھر جب ان لوگوں نے ان کی طرف روانہ ہونے کی تیاری کر لی تو اس نے دوبارہ ان کی طرف ایک چھٹی لکھی جس میں اس نے یہ اطلاع دی کہ یہ لوگ جمع ہو چکے ہیں اور یہ کہ وہ تمھاری طرف روانہ ہونے والے ہیں چنانچہ اس نے ان کی طرف اشعار لکھے جن کی ابتدا یوں ہوتی ہے :

یَادَارَ عَبْلَةَ مِنْ تَذْكَارِهَا الجَزَعَا
هَيَّجْتَ لِي الهَمَّ وَالأَحْزَانَ وَالوَجَعَا

وائے محبوبہ عبلہ کا گھر کہ اس نے مجھے غم و بیقراری کی یاد دلا دی ہے - ہائے تو نے تو میرے غم اور درد کو بھڑکا دیا ہے

أَبْلِغْ إِيَادًا وَ خَلِّلْ فِي سَرَاتِهِمْ،
إِنِّي أَرَى الرَّأْيَ إِنْ لَمْ أُعْصَ قَدْ نَصَعَا [1]

قبیلہ ایاد کو میرا پیغام پہنچانا اور ان کے سرداروں میں جا کر اپنی سواری کو اتارنا کہ میرے خیال میں میری رائے بالکل خلوص والی رائے ہے بشرطیکہ یہ لوگ میری نافرمانی نہ کریں

أَنْ لَاتَخَافُونَ قَوْمًا لَا أَبَالَكُمْ،
مَشَوْا إِلَيكُمْ كَأَمْثَالِ الدَّبَى سَرَعَا

تمھارا باپ نہ رہے کیا تم ان لوگوں سے نہیں ڈرتے جو بڑی تیزی سے مکڑی کی طرح تمھاری طرف آ رہے ہیں

لَوْاَنَّ جَمْعَهُمْ، رَامُوْا بِهَدَّتِهِمْ
شُمَّ الشَّمَارِيخِ مِنْ ثَهْلَانَ لَانْصَدَعَا

---

۱ - محمد بہجۃ اثری نے نَصَعَ الأمر : اذا وَضح لکھا ہے مگر میرے نزدیک یہ معنی یہاں چسپاں نہیں ہیں - میرے نزدیک یہاں نَصَعَ الشئُ : کَانَ خالصًا مراد ہے -

ان دنوں ان کا بادشاہ الحٰرث بن الاغر الایادی تھا - جب شاپور کی عمر سولہ سال کی ہوئی تو اس نے اپنے بہادر شہسواروں کو ان کی طرف روانہ ہونے اور ان پر حملہ کرنے کے لیے تیار کیا - قبیلۂ ایاد موسم گرما جزیرہ (میسوپوٹیمیا) میں اور موسم سرما عراق میں [۳ : ۳۷۲] گزارا کرتا تھا - شاپور کے قید خانے میں ان کا لقیط نامی ایک شخص تھا - اس نے ایاد کی طرف کچھ اشعار لکھ کر بھیجے تا کہ ان کو آگاہ کر دے اور حملہ آوروں کے بارے میں خبر بھیج دے - اشعار یہ ہیں :

سَلَامٌ فِي الصَّحِيْفَةِ مِنْ لَقِيْطٍ
عَلَى مَنْ فِي الجَزِيْرَةِ مِنْ إِيَادِ

لقیط کی طرف سے اس صحیفے میں قبیلۂ ایاد کے ان لوگوں پر سلام ہو جو دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقے (میسوپوٹیمیا) میں آباد ہیں

بِأَنَّ اللَّيْثَ يَأْتِيكُمْ دِلَاثًا
فَلَا يَحْسَبْكُمْ شَوْكُ القَتَادِ

کہ شیر تمھارے پاس بہت تیزی سے پہنچنے والا ہے لہٰذا تمھیں (ان کو روکنے کے لیے) قتاد جھاڑی کے کانٹوں کو کافی نہ سمجھنا چاہیے

أَتَاكُمْ مِنْهُمْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا
يَجُرُّوْنَ الكَتَائِبَ كَالجَرَادِ

تمھارے پاس ان میں سے ستر ہزار (فوجی) پہنچنے کو ہیں جو مکڑی کی طرح فوجیں گھسیٹتے ہوئے ہوں گے

عَلَى خَيْلٍ سَتَأْتِيكُمْ فَهٰذَا
أَوَانُ هَلَاكِكُمْ كَهَلَاكِ عَادِ

یہ فوج عنقریب گھوڑوں پر سوار ہو کر تمھارے پاس پہنچے گی اور قوم عاد کی ہلاکت کی طرح یہ تمھارے ہلاک ہونے کا وقت ہوگا

مگر انھوں نے اس چھٹی کی کوئی پروا نہ کی حالانکہ شاپور کے فوجی دستے عراق کی جانب یورش کرنے جا رہے تھے اور سواد عراق پر غارت ڈال رہے تھے ۔ پھر جب ان لوگوں نے ان کی طرف روانہ ہونے کی تیاری کر لی تو اس نے دوبارہ ان کی طرف ایک چھٹی لکھی جس میں اس نے یہ اطلاع دی کہ یہ لوگ جمع ہو چکے ہیں اور یہ کہ وہ تمھاری طرف روانہ ہونے والے ہیں چنانچہ اس نے ان کی طرف اشعار لکھے جن کی ابتدا یوں ہوتی ہے :

یَادَارَ عَبْلَةَ مِنْ تَذَكَّارِهَا الجَزَعَا
هَيَّجْتَ لِي الهَمَّ وَالاَحْزَانَ وَالوَجَعَا

وائے محبوبہ عبلہ کا گھر کہ اس نے مجھے غم و بیقراری کی یاد دلا دی ہے ۔ ہائے تو نے تو میرے غم اور درد کو بھڑکا دیا ہے

اَبْلِغْ اِيَادًا وَ خَلِّلْ فِي سَرَاتِهِم
اِنِّي اَرَى الرَّأْيَ اِنْ لَمْ اُعْصَ قَدْ نَصَعَا [۱]

قبیلہ ایاد کو میرا پیغام پہنچانا اور ان کے سرداروں میں جا کر اپنی سواری کو اتارنا کہ میرے خیال میں میری رائے بالکل خلوص والی رائے ہے بشرطیکہ یہ لوگ میری نافرمانی نہ کریں

اَنْ لَا تَخَافُونَ قَوْمًا لَا اَبَالَكُمْ
مَشَوْا اِلَيْكُمْ كَاَمْثَالِ الدَّبْىِ سَرَعَا

تمھارا باپ نہ رہے کیا تم ان لوگوں سے نہیں ڈرتے جو بڑی تیزی سے مکڑی کی طرح تمھاری طرف آ رہے ہیں

لَوْاَنَّ جَمْعَهُمْ رَامُوْا بِهَدَّتِهِمْ
شُمَّ الشَّمَارِيخِ مِنْ ثَهْلَانَ لَانْصَدَعَا

---

۱ - محمد بہجة اثری نے نَصَعَ الاَمر : اذا وَضح لکھا ہے مگر میرے نزدیک یہ معنی یہاں چسپاں نہیں ہیں ۔ میرے نزدیک یہاں نَصَعَ الشئ : كَانَ خالصًا مراد ہے ۔

اگر ان کی جمعیت اپنے تباہ کن حملے سے ثہلان پہاڑ کی بلند
جوٹیوں کا ارادہ کر لے تو وہ بھی پھٹ جائیں

فَقَلِّدُوا أَمْرَكُمْ لِلّٰهِ دَرُّكُمْ
رَحْبَ الذِّرَاعِ بِأَمْرِ الحَرْبِ مُضْطَلِعَا

خدا تمھارا بھلا کرے تم جنگ کی باگ ڈور ایسے شخص کے
ہاتھ میں دو جو قوی ہو اور جنگ کے معاملات پر پوری قوت اور
اہلیت رکھتا ہو

بہرحال شاپور نے ان پر حملہ کر کے ان کا قتل عام کیا ۔ ان میں سے صرف چند لوگ جان بچا کر بھاگ سکے اور روم کے علاقے میں چلے گئے ۔ اس کے بعد شاپور نے عربوں کے کندھے جوڑوں سے اکھاڑ دیے اسی وجہ سے بعد میں اسے شاپور ذوالاکتاف کہا جانے لگا ۔

صحیفۂ متلمس مشہور ہے اور اس کا ذکر ادب کی کتابوں میں موجود ہے ۔ یہ بھی اسی اسلوب پر لکھا گیا تھا ۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس واقعہ اور عجیب قصے کو یہاں بیان کر دیا جائے ۔

صحیفۂ متلمس

[۳ : ۳۷۴] متلمّس (یہ ایک مشہور شاعر ہے جس کا نام جریر بن عبدالمسیح ہے) ۔ اس کا بھانجا طرفہ بن العبد دونوں مشہور و معروف عمرو کے پاس آئے اور (ہوتے ہوتے وہ) دونوں اس کے خواص میں شمار ہونے لگے ۔ وہ عمرو کے ساتھ شکار کے لیے جایا کرتے تھے ۔ دن بھر گھوڑے دوڑاتے تھک جایا کرتے تھے مگر جب عمرو شراب پینے لگتا تو یہ دونوں دن بھر اس کے دروازے پر کھڑے رہتے اور اس تک نہ پہنچتے تھے ۔ طرفہ نے اس برتاؤ سے تنگ آ کر عمرو کے متعلق یہ اشعار کہے ۔

فَلَيْتَ لَنَا مَكَانَ المَلِكِ عَمْرٍو
رَغُوثاً حَوْلَ قُبَّتِنَا تَخُورُ

کاش بادشاہ عمرو کے بجائے ہمارے پاس بچے کو دودھ پلانے والی ایک گائے ہوتی جو ہمارے خیمے کے گرد آواز نکالتی رہتی

لَعَمْرُكَ اِنَّ قَابُوسَ بنَ هِنْدٍ
لَيَخْلِطُ مُلْكَهُ نُوكٌ كَثِيرٌ

تمہاری جان کی قسم کہ قابوس بن ہند کی حکومت میں بہت سی حماقت ملی ہوئی ہے

اسی نے یہ اشعار بھی کہے :

وَلاَ خَيْرَ فِيهِ غَيْرَ اَنَّ لَهُ غِنىً
وَاَنَّ لَهُ كَشْحاً اِذَا قَامَ اَهْضَمَا

اس میں کوئی اچھی بات نہیں پائی جاتی البتہ یہ مالدار ہے اور یہ کہ جب یہ کھڑا ہوتا ہے تو اس کی کمر پتلی ہوتی ہے

تَظَلُّ نِسَاءُ الحَيِّ يَعْكِفْنَ حَوْلَهُ
يَقُلْنَ عَسِيبٌ مِنْ سَرَارَةِ مَلْهَمَا

قبیلے کی عورتیں دن بھر اس کے گرد بیٹھی رہتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ملہم مقام کی بہترین کھجور کی یہ ٹہنی ہے

ان دیگر ابیات میں جو مشہور ہیں ۔ یہ اشعار عمرو بن ہند تک پہنچے تو اس نے طرفہ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا ۔ مگر ساتھ ہی اس بات سے ڈرا کہ کہیں متلمس اس کی ہجو نہ کہہ ڈالے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے دوست تھے ۔ لہٰذا عمرو نے ان دونوں سے کہا : تم میں گھر جانے کا اشتیاق پیدا ہؤا ہوگا ؟ دونوں نے کہا : ہاں ، اس پر اس نے ان دونوں کے لیے دو صحیفے لکھے اور انھیں سربمہر کرکے ان سے کہا : تم میرے بحرین کے گورنر کے پاس چلے جاؤ ۔ میں نے اسے حکم دیا ہے کہ تمھیں انعام دے ۔ اس کے بعد دونوں روانہ ہو گئے ۔ راستے میں ان کا گزر ایک بوڑھے شخص کے پاس سے ہؤا جو گندگی بھر رہا تھا ، کھجوریں کھا رہا تھا اور ناخن سے جوئیں مار رہا تھا ۔ متلمس

نے کہا : جیسا بوڑھا شخص میں نے آج دیکھا ہے ۔ اس سے زیادہ احمق شخص کبھی نہیں دیکھا ۔ بوڑھے نے جواب میں کہا : تو نے مجھ میں بیوقوفی کی کونسی بات دیکھی ہے ؟ میں ایک پلید چیز کو نکال رہا ہوں اور ایک پاک چیز داخل کر رہا ہوں اور دشمن کو مار رہا ہوں ۔ یقیناً مجھ سے زیادہ بیوقوف تو وہ شخص ہے جو اپنے ہاتھ میں اپنی موت اٹھائے لیے جا رہا ہے اور اسے کچھ بھی معلوم ہی نہیں ۔ اس پر متلمس کو شک گزرا ۔ پھر حیرہ کے باشندوں میں سے ایک نوجوان ان کے پاس آیا ۔ متلمس نے اس سے پوچھا : اے بچے ! کیا تو پڑھنا جانتا ہے ؟ اس نے کہا : ہاں ۔ اس نے صحیفے کی مُہر توڑی اور اسے پڑھا ، دیکھا تو اس میں لکھا تھا : جب متلمس تمھارے پاس آئے تو اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ ڈالو اور اسے زندہ دفن کر دو ۔ پھر متلمس نے طرفہ سے [۳ : ۳۷۵] کہا : تو بھی اپنا صحیفہ اسے دے کیونکہ اس میں بھی اسی قسم کی بات لکھی ہوگی ۔ طرفہ نے کہا : ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ۔ وہ میرے خلاف ایسی جرأت نہیں کر سکتا ۔ متلمس نے اپنا صحیفہ حیرہ کے دریا میں پھینک دیا اور کہا :

قَذَفْتُ بِهَا فِي الْيَمِّ مِنْ جَنْبِ كَافِرٍ
كَذَلِكَ أَقْنُو كُلَّ قِطٍّ مُضَلِّلِ

میں نے اس صحیفے کو سمندر کی ایک طرف موجوں میں پھینک دیا
میں ہر گمراہ کن انعامی دستاویز کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہوں

رَضِيتُ لَهَا بِالْمَاءِ لَمَّا رَأَيْتُهَا
يَجُولُ بِهَا التَّيَّارُ فِي كُلِّ جَدْوَلِ

جب میں نے اسے دیکھا تو میں اسے پانی میں پھینکنے پر راضی ہو گیا ، موجیں اسے لیے ہوئے ہر نہر میں بل کھا رہی تھیں

اس کے بعد متلمس تو ہشام کے پاس چلا گیا ، طرفہ بحرین کے گورنر کے پاس پہنچا اور اسے اپنا صحیفہ دیا ۔ گورنر نے اس کی اکحلان

کی رگیں کھول دیں اور وہ زیادہ خون نکل جانے کی وجہ سے مر گیا ۔ اس کے قتل کے متعلق کچھ اور روایات بھی ہیں ۔ طرفہ کے ان اشعار میں سے جو اس نے قید خانے میں عمرو بن ہند کو مخاطب کرکے کہے یہ دو شعر بھی ہیں :

أَبَا مُنْذِرٍ كَانَتْ غُرُوْراً صَحِيْفَتِيْ
وَلَمْ أُعْطِكُمْ بِالطَّوْعِ مَالِيْ وَلَا عِرْضِيْ

اے ابو منذر میرا صحیفہ ایک دھوکا تھا اور میں نے اپنی مرضی سے تو اپنا مال اور عزت تمھیں نہیں دی

أَبَا مُنْذِرٍ أَفْنَيْتَ فَاسْتَبْقِ بَعْضَنَا
حَنَانَيْكَ بَعْضُ الشَّرِّ أَهْوَنُ مِنْ بَعْضِ

اے ابو منذر تو نے ہمیں فنا کر دیا ہے کچھ لوگوں کو تو زندہ رہنے دو مہربانی پہ مہربانی کیے جاؤ کیونکہ بعض شر بعض دوسرے شر کے مقابلے میں کمتر ہوتے ہیں

عربوں کے اسلوب میں تبدیلی

اس کے بعد خط و کتابت کے سلسلے میں ان کی رسم بدل گئی ۔ چنانچہ وہ اپنی چٹھیوں میں اپنے خداؤں کے نام سے ابتدا کرتے ، مثلاً لات اور عُزّٰی سے ۔ ازاں بعد اپنا مقصد بیان کرتے تھے ۔ صُولی نے ادب الکتاب میں اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ قریش جاہلیت میں باسمِکَ اللّٰھُمّ لکھا کرتے تھے ، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی لکھا کرتے تھے ۔ پھر سورہ ہود نازل ہوئی اور اس میں بِسْمِ اللہ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا (اس کا چلنا اور لنگر انداز ہونا دونوں اللہ کے نام کے ساتھ ہیں) تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ آپ کی چٹھیوں کی ابتدا میں بِسم اللہ لکھا جائے ۔ اس کے بعد سورہ بنی اسرائیل میں یہ آیت نازل ہوئی :

قُلِ ادْعُو اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوْ
فَلَہُ الاَسْمَاءُ الحُسْنٰی

آپ فرما دیجیے اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر جو نام بھی تم
پکارو تو اللہ کے اچھے نام ہیں

لہٰذا آپ نے بسم اللہ الرحمٰن لکھنا شروع کر دیا ۔ اس کے بعد
سورہ نمل میں نازل ہؤا :

اِنَّہُ مِنْ سُلَیْمَانَ وَاِنَّہُ بِسْمِ اللّٰہِ الرحمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ چٹھی سلیمان کی طرف سے ہے اور اللہ رحمٰن اور رحیم کے نام سے
شروع کی گئی ہے

چنانچہ اس وقت تک یہ الفاظ چٹھیوں کے شروع میں لکھے گئے ۔
صولی کے علاوہ اوروں نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے ۔ مسعودی نے
مروج میں ایک جماعت سے نقل کرتے ہوئے جن میں ابن السائب الکلبی
بھی ہے ۔ ذکر دیا ہے کہ قریش میں سے جس شخص نے سب سے پہلے
باسمک اللّٰھم لکھا امیۃ بن ابی الصّلت الثقفی تھا ۔ اس کا سبب بیان
کرتے ہوئے ایک طویل قصہ بیان کیا ہے جس کے نقل کرنے سے ہمیں
کوئی غرض نہیں ۔ ان میں سے بعض لوگ وہ تھے جو بسم اللہ کے بعد
مِنْ فُلَانٍ الی فلان لکھا کرتے تھے ۔ پھر سلام لکھتے پھر اَمَّا بعد
لاتے اور اس کے بعد نہایت مختصر عبارت میں اپنا مقصد بیان کرتے ۔ اس
طرز کی ابتدا کس نے کی ؟ اس میں اختلاف ہے ۔ صُولی نے اس اختلاف
سے متعلق کئی اقوال نقل کیے ہیں اور اس کے لیے اس نے اپنی کتاب میں
ایک باب باندھا ہے ۔ جس میں اس نے طویل بحث کی ہے ۔

کتاب المعمّرین میں قُسّ بن ساعدہ کا ذکر کرتے ہوئے ابو حاتم
نے ذکر کیا ہے کہ یہی قُسّ بن ساعدہ پہلا شخص تھا جو اہل جاہلیت
میں سے قیامت پر ایمان لایا ، اور پہلا شخص تھا جو عصا کے سہارے
کھڑا ہؤا اور پہلا شخص تھا جس نے اَمّا بعد کہا اور یہی پہلا شخص

تھا جس نے الی فلان بن فلان لکھا ۔ صُولی نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ سب سے پہلے أمّا بَعْدُ کہنے والا کعب بن لؤی ہے اور اسی نے سب سے پہلے جمعہ نام رکھا تھا ۔ پہلے اس کا نام عَرُوْبَة تھا ۔ صُولی کہتا ہے : اور أمّا بعد یہی فصل الخطاب ہے ۔ اس صورت میں اس کے معنی یوں ہوئے کہ حمد باری کے بعد یوں ہوگا ، یا دعاء کے بعد ، یا ان کے مِن فلان بن فلان الی فلان کہنے کے بعد ، لہٰذا ان الفاظ سے پہلے گزرے ہوئے خطاب اور بعد میں آنے والے خطاب کے درمیان فاصلہ آ جاتا ہے اور یہ کلمات ان ہی کے کلمات کے بعد آتے ہیں جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں ۔ کیا تو سابق البربری کے اس قول کو نہیں دیکھتا جو اس نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا تھا :

بِاسْمِ الَّذِیْ أنْزِلَتْ مِنْ عِنْدِهِ السُّوَرُ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ أمَّا بَعْدُ یَا عُمَرُ

میں اس خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کی طرف سے سورتیں نازل ہوئیں ۔ سب تعریف اللہ کے لیے ہے ۔ حمد باری کے بعد اے عمر

فَإنْ رَضِیْتَ بِمَا تَأتِیْ وَمَا تَذَرُ
فَکُنْ عَلٰی حَذَرٍ قَدْ یَنْفَعُ الحَذَرُ

اگر تو اپنے ان افعال پر جو تو کرتا ہے اور ان افعال پر جن کو تو ترک کر دیتا ہے خوش ہے تو ہشیار رہ کیونکہ ہشیار رہنے سے فائدہ ہوتا ہے

صُولی کہتا ہے : یہ کہنا کہ یہ الفاظ ابتدا میں واقع نہیں ہوتے اس کے معنی یہ ہیں کہ ان الفاظ سے مراد أمّا بعد ھذا الکلام (اس کلام کے بعد) (یعنی وہ کلام جو پہلے گزر چکا ہے) بات اس طرح ہے ۔ اس کے بعد اس نے لمبی بحث کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ أما بعد کے بعد " فا " کا لانا ضروری ہے اور اس کے معنی بیان کیے ہیں ۔

ایّام جاہلیت میں عربوں کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی چٹھی نثر

میں لکھتے تو اس میں سجع کا التزام نہ کرتے بلکہ کلام کو آزاد چھوڑ دیتے ۔ کاہنوں کے سوا عربوں میں سے کوئی بھی سجع کا التزام نہ کرتا تھا ۔ عام عرب تو خطبوں اور وصیتوں میں بھی بہت کم سجع کو استعمال کرتے تھے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عربوں کی فطرت ہے کہ وہ آسان چیز کی طرف مائل ہوتے ہیں اور ہر وہ فعل یا قول وغیرہ جس میں تکلف پایا جاتا ہو اس سے نفرت کرتے ہیں ۔ چونکہ سجع کے الفاظ میں تکلف پایا جاتا ہے اس لیے طبائع اس سے نفرت کرتی ہیں اور کان اسے ناپسند کرتے ہیں ۔ جس قدر سجع پسند کی جاتی ہے وہ اسی قدر ہے جس قدر کہ کپڑے میں بیل بوٹے اور منقش کپڑے کے نقش و نگار یا چہرے پر خال ، اور [۳ : ۳۷۷] انسان کی آنکھ ، اور آنکھ کے ڈھیلے میں جس قدر سیاہی ہے یا جس قدر حرکت میں اشارہ ہو ۔ اور تجھے معلوم ہے کہ جب چہرے میں خال زیادہ ہو جائیں اور چہرے کو ڈھانپ دیں تو سیاہی کے اجزاء کا باہم مشابہ ہونا ۔ حسن کی تمام رونق کو تباہ کر دے گا ۔

ابن ابی حاتم نے یزید بن رومان سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے اور وہ کہتا ہے : سلیمان علیہ السلام نے یوں لکھا تھا : '' بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ من سلیمان بن داؤد الی بلقیس ابنة ذی شرح و قومھا أَنْ لاَّ تَعْلُوا عَلَيَّ وَ أْتُونِي مُسْلِمِينَ '' (بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ سلیمان بن داؤد کی طرف سے ذی شرح کی بیٹی بلقیس اور اس کی قوم کی طرف یہ پیغام ہے کہ مجھ سے سرکشی نہ کرو اور فرمانبردار ہو کر میرے پاس چلے آؤ) ۔ اس کا ذکر قرآن مجید نے کیا ہے ۔ جب یہ چٹھی بلقیس کے پاس پہنچی اور وہ اس کے مضمون پر مطلع ہوئی تو اس نے اس چٹھی کو '' کریم '' کہا کیونکہ اس پر مہر لگی ہوئی تھی ۔ حدیث میں ہے : '' چٹھی کی بزرگی یہی ہے کہ اس پر مہر لگی ہو '' ۔ ابن المقفع سے مروی ہے کہ اس نے کہا : جس نے اپنے بھائی کی طرف کوئی خط لکھا اور اس پر مہر نہیں لگائی تو سمجھ لو کہ اس نے اس بھائی کو حقیر جانا ہے ۔ خط و کتابت میں عربوں کا یہی طریقہ تھا ۔ بادشاہوں اور دیگر لوگوں کی طرف جو خطوط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھے وہ بھی

اسی طرز پر تھے ۔ صدر اول اور صدر ثانی کے لوگوں کا بھی یہی اسلوب
رہا اور پھر اسی طرح چلتا آیا تاآنکہ یہ طرز بدل گیا اور پر تکلف الفاظ
اور ان طریقوں نے اس کی جگہ لے لی جن سے طبیعت متنفر ہوتی ہے جیسا
کہ انشاء کی کتابوں میں مذکور ہے ۔ عربوں کا طریقہ کس قدر اچھا ،
کس قدر آسان ، کس قدر شیریں اور لطیف تھا ۔ نجدی عرب آج تک اسی
طرز میں اپنے اسلاف کے طریقے پر کاربند ہیں ۔

صُولی نے '' ادب الکتاب '' میں تمام فنون خط و کتابت اور
مراسلت میں متاخرین کی عادات کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے
کہ لوگ اپنے بادشاہوں سے کس طرح خطاب کرتے ہیں اور بادشاہ اپنے
امرا اور رعایا سے کس طرح ۔ اسی طرح یہ کہ لوگ آپس میں ایک
دوسرے سے کس طرح خطاب کرتے ہیں ۔ شاہی منشور اور سندیں وغیرہ
مثلاً عہد نامے ، تقرری نامے ، اور قاضی کا فیصلہ وغیرہ ۔ اور اس نے ایک
الگ باب اپنے زمانے کے لوگوں کی خط و کتابت کے بیان میں بھی لکھا
ہے ۔ عربوں کے کچھ طریقے اور عادات جن کے وہ اپنی خط و کتابت میں
پابند رہے ہیں اب تک باقی ہیں ۔ مثلاً کاغذ کے حاشیے سے بسم اللہ کی
ابتدا کرنا ، پھر اس کے نیچے سلام ۔ وہ اس بات کو برا سمجھتے تھے کہ
عبارت بسم اللہ سے ذرہ بھر آگے نکل جائے ۔ وہ بسم اللہ کو درمیان میں
نہیں لکھتے تھے اور دعا زائد ہوتی تھی ۔ بعض اسلامی کاتبوں کی یہ رائے
تھی کہ دعا کو وسط میں رکھا جائے اور دعائے ثانی کے ختم ہونے کے
بعد اسے چٹھی کے نیچے لکھا جائے۔ تاریخ اس وقت لکھتے جب وہ اس
[۲ : ۳۷۸] بات کی ضرورت محسوس کرتے کہ اسے کسی سابق چٹھی یا
حساب کی تحریر کو واضح کیا جائے تاکہ امتیاز کیا جا سکے کہ چٹھی
کے اول اور آخر کے ساتھ اس کا کیا مقام ہے ۔ بعض لوگوں کی یہی رائے
ہے ، بسملہ اور اس سطر کے درمیان جس میں دعا ہوتی ہے فاصلہ نہیں
رکھا جاتا لیکن جب بسملہ کو مکمل کر لیا جائے تو اس کے اور باقی
ماندہ خطاب کے درمیان فاصلہ رکھا جاتا ہے ۔ اور دعا تین سطروں سے
زیادہ نہیں ہونی چاہیے ۔ تیسری سطر کو مکمل نہیں کرنا چاہیے ۔ بڑے

بڑے اسلامی کاتبوں کا یہی مشہور طریقہ ہے - (ان امور میں سے جو اب تک باقی ہیں) چٹھی پر (خشک کرنے کے لیے) مٹی ڈالنا اور اس پر مٹی کی مہر لگانا ، اور لکھنے کے بعد اس پر نظر ثانی کرنا ، اور مہر لگانا اور مہر لگانے کے آداب ، پتا وغیرہ ایسے امور ہیں جن پر وہ لوگ عمل کیا کرتے تھے - صُولی نے ادب الکتاب میں ان امور سے تفصیلی بحث کی ہے -

عرب کس چیز پر لکھا کرتے تھے ؟

وہ کاغذ جسے ہم آج دیکھتے ہیں یہ اسلام سے پہلے عربوں کے پاس نہ تھا - عربوں کے ہاں یہ ۱۲۰ھ میں نمودار ہؤا اور ایک قول کے مطابق عربوں ہی نے اس کو ایجاد کیا تھا - اُس زمانے میں عربوں کے نزدیک ہر وہ چیز کاغذ تھی جس پر لکھا جا سکتا ہو مثلاً رَق" (راء کی فتحہ کے ساتھ اور رَق اس پتلی جھلی کو کہتے ہیں جس پر اچھی لکھائی آتی ہو) اور یہی بالعموم ان کا کاغذ ہوتا - ابتدائے اسلام میں بھی اسی طرح رہا - اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی اسی کے متعلق ہے -

وَالطُّوْرِ و کِتَابٍ مَسْطُوْرٍ فِي رَقٍ" مَنْشُوْرٍ (قسم ہے طور اور پھیلائی ہوئی جھلی پر لکھی ہوئی کتاب کی) - اور کبھی عرب کھجور کی ان ٹہنیوں پر جن کے پتے اتار دیے گئے ہوں یا اسی قسم کی اور چیزوں پر لکھا کرتے او؛ جس طرح لوہ اس چیز کو جس پر کچھ لکھا جاتا کاغذ کتہ کر پکارتے ، اسی طرح وہ اسے مُہْرَق ، صحیفہ اور سِفْر بھی کہتے - قِرْطَاس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے - اسی طرح صُحُف اور اَسْفَار کا ذکر بھی قرآن میں آیا ہے - اس سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ عرب قرطاس کو جانتے تھے اور اس کا ان کے یہاں استعمال عام تھا - چنانچہ جب کوئی ڈیرا ویران ہو جاتا اس پر تند ہوائیں چلتیں اور وہ زمین بن جاتا تو اسے مُہْرَق سے تشبیہ دیتے - اعشی کہتا ہے :

مَنْ لِدَارٍ لَيْلَى هَلْ تُبِيْنُ فَتَنْطِقُ
وَأَنّى تَرُدُّ الْقَوْلَ بَيْضَاءُ سَمْلَقُ

لیلیٰ کے گھر سے پوچھو ۔ کیا یہ وضاحت کرے گا اور بولے گا ، بھلا سفید چٹیل میدان کیسے جواب دے سکتا ہے ؟

وَأَنّٰی تَرُدُّ الْقَوْلَ دَارٌ کَأَنَّھَا
لِطُوْلِ بِلَاھَا وَ التَّقَادُمِ مُھْرَقُ

وہ گھر بات کا جواب کیسے دے سکتا ہے جو ایک عرصے سے بوسیدہ ہونے اور پرانا ہو جانے کی وجہ سے کاغذ کی طرح معلوم ہو رہا ہو

ابو نواس نے سفید اونٹنی کو قرطاس کے ساتھ تشبیہ دی ہے چنانچہ وہ اپنے اشعار میں کہتا ہے :

یَقَقٌ کَقِرْطَاسِ الْوَلِیْدِ ھِجَانُ

یہ اونٹنی بچے کے کاغذ کی طرح سفید اور اصیل ہے

[۳ : ۹ ۷ ۴] ابو نواس نے خاص طور پر قرطاس الولید اس لیے کہا کہ کاغذ بچے کے پاس مٹے ہوئے کھنڈرات کی طرح ہے کیونکہ اس پر ابھی تک کچھ بھی نہیں لکھا گیا ۔ ھجان : اصیل اونٹ یا اور کوئی جانور ۔ جعفر بن حمدان الکاتب نے اپنے ان اشعار میں کاغذ کے تمام اوصاف جمع کر دیے ہیں :

فِیْ یَدَیْہِ مِنَ الْقَرَاطِیْسِ کَالشُّمْزُ
نَةِ جَادَتْ بِوَاکِفٍ مِدْرَارٍ

اس کے ہاتھ میں کچھ کاغذ ہیں جو اس بادل کی طرح ہیں جو موسلا دھار بارش برسائے

کَالْمُلَاءِ الرَّحِیْضِ کَالشِّیْضِ بِیْضِ
الْھِنْدِ کَالْبَیْضِ کَالْمِیَاہِ الْجَوَارِیْ

(یا) دھلی ہوئی دو تہی چادر کی طرح (سفید) ہے تلواروں یعنی ہندی تلواروں کی طرح ہے (یا) انڈے کی طرح ہے ۔ یا ۔ جاری پانیوں کی طرح ہے

كَالسَّرَابِ الرَّقْرَاقِ فِـي عُنْفُوَانِ
الصَّيْفِ نِصْفَ النَّهَارِ فِي أَيَّارِ

۔ یا ۔ یہ اس سراب کی طرح ہے جو مئی کے مہینے میں ابتداء موسم گرما میں دوپہر کے وقت متحرک ہو

مَا تُبَالِي أَجَلَتْ عَيْنُكَ فِيهِ
حِينَ يُطْوَى أَمْ فِي خُصُورِ العَذَارِي

جب اس کاغذ کو لپٹا جاتا ہے تو تجھے اس کی پروا نہیں ہوتی کہ تو اس کاغذ پر نظر دوڑا رہا ہے یا کنواری لڑکیوں کی کمروں میں

يَتَسَبَّحُ الخَطُّ فِيهِ عَفْوًا فَمَا
يَكْبُو بِوَعْثٍ فِيهِ وَلَا بِخَبَارِ[1]

اس کاغذ پر تحریر خود بخود تیر رہی ہوتی ہے وہ نہ اس کاغذ کی دشوار گزار جگہ پر اور نہ نرم جگہ پر ٹھوکر کھاتی ہے

اس سلسلے کی بحث لمبی ہے ۔ جس قدر ہم نے ذکر کر دیا ہے کافی ہے اور اللہ ہی کی مدد سے توفیق حاصل ہو سکتی ہے ۔

ایام جاھلیت میں عربوں کی گنتی

عربوں کی گنتی وہ نہ تھی جو آج لوگوں میں مشہور ہے کیونکہ اس میں آلے کی ضرورت پڑتی ہے ۔ لہٰذا انھوں نے اس سے اجتناب کیا ۔ انھوں نے خیال کیا کہ جس میں آلہ کی کم ضرورت پڑے اور انسان خود

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں بحبار [حاء مہملہ کے ساتھ] ہے اور محمد بہجۃ اثری نے اس کی تشریح " الاثر " کی ہے ۔ لیکن میرے نزدیک یہ معنی یہاں قطعاً چسپاں نہیں ہوتے ۔ میں اس لفظ کو " خَبَار " ۔ [خاء معجمہ کے ساتھ] پڑھتا ہوں ۔ والخبار : ما لانَ من الارض و استرخى اور یہی معنی یہاں مراد بھی ہیں اور لفظ وعث کے ساتھ مناسبت بھی رکھتے ہیں ۔

اپنے جسم کے آلے تک ہی رہے تو یہ زیادہ آسان ، زیادہ مفید اور ان کی غرض کے زیادہ مناسب ہوگا ۔ یہ انگلیوں کی گرہوں کی گنتی ہے ۔ انھوں نے ہر انگلی کی گرہ کو ایک عدد کے لیے مقرر کر رکھا ہے ، پھر انھوں نے انگلیوں کی وضع کو اکائیوں ، دہائیوں ، سینکڑوں اور ہزاروں میں ترتیب دے رکھا ہے اور انھوں نے ایسے قاعدے بنا رکھے ہیں جن کے ذریعے ہزاروں اور اس سے زائد کا بھی حساب ایک ہی ہاتھ سے معلوم کر لیا جا سکتا ہے ۔ عربوں سے اس علم کے متعلق جو کچھ ہم تک پہنچا ہے اس میں متعدد رسالے تالیف ہو چکے ہیں ۔ ان میں سے ایک رسالہ شرف الدین یزدی کا ہے یہ رسالہ ان بہترین رسالوں میں سے ہے جو اس علم میں تالیف کیے گئے ۔ اس میں بہت سے اُرجوزے نظم کیے گئے۔ ان میں سے ایک لطیف اُرجوزہ ابن حرب کا ہے جس میں اس نے وہ باتیں لکھ دی ہیں جن کی اس علم میں ضرورت پڑتی ہے ۔ ان میں سے ایک اُرجوزہ [۳ : ۳۸۰] ابو الحسن علی کا ہے جو ابن المغربی کے نام سے مشہور ہے ۔ اس کی شرح عبدالقادر بن علی بن شعبان العوفی نے کی ہے ۔ اس نے اپنی شرح میں اس علم کے متعلق بہت سی مفید باتوں کا ذکر کیا ہے ۔ ان اشعار کا ذکر دیا ہے جو عربوں سے مروی ہیں اور ان میں یہ گنتی پائی جاتی ہے ۔ شمس الدین محمد بن احمد الموصلی الخیلی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ایسی مختصر سی نظم پائی جاتی ہے جس میں اس نے اس کی گنتی کے قاعدے بیان کیے ہیں اور جس میں اس گنتی کا لب لباب درج کر دیا ہے ۔ بسم اللہ کے بعد وہ نظم یوں ہے :

بِحَمْدِكَ يَارَبَّاهُ اَبْدَأُ اَوَّلاً

فَمَا زِلْتَ اَهْلاً لِلْمَحَامِدِ مِفْضَلاَ

اے میرے پروردگار میں سب سے پہلے تیری حمد کے ساتھ ابتدا کرتا ہوں کیونکہ تو ہمیشہ سے تمام تعریفوں کا اہل اور بہت مہربانی کرنے والا چلا آ رہا ہے

وَ اَتْبَعُ حَمْدِی بِالصَّلاَةِ عَلَى الرِّضَا

اَبِی الْقَاسِمِ الْمَهْدِیْ خَیْرِ مَنْ اُرْسِلاَ

حمد کے بعد میں ہدایت یافتہ ابو القاسم پر جو پسندیدہ اور بہترین رسول ہیں درود بھیجتا ہوں

وَ مِنْ بَعْدِ ھٰذَا اَیُّھَا السَّائِلُ اسْتَمِعْ
حِسَابَ الْیَدِ اذْعَنْهُ سَلْتَ مُفَصَّلاَ

اس کے بعد سائل صاحب سنیے ! ہاتھ کی گنتی کیونکہ آپ اس کی تفصیل پوچھتے ہیں

فَفِی عَدَدِ الْآحَادِیَا صَاحِ اِنْفَرَدَنْ
لِیُمْنٰی یَدَیْکَ اعْلَمْ وَ اِیَّاكَ تَجْهَلاَ

اے دوست اکائیوں کی گنتی میں اپنا دایاں ہاتھ الگ کر دو ۔ دیکھنا بھول نہ جانا

فَلِلْوَاحِدِ[۱] اقْبِضْ خِنْصِرًا ثم بِنْصِرًا
لِلاِثْنَیْنِ و الوُسْطٰی کَذَاكَ لِتَكْمِلاَ

چنانچہ ایک کے لیے خنصر بند کرو ، دو کے لیے بنصر بھی تین کے لیے وُسطٰی بھی تاکہ تین کی گنتی مکمل ہو جائے

بِعَدٍّ ثَلاَثٍ ثم لِلْخِنْصِرِ ارْفَعَنْ
بِاَرْبَعَةٍ و الْبِنْصِرِ الخمسةَ اكْمِلاَ

پھر چار کے لیے (وُسطٰی اور بنصر بند) اور خنصر (اور سبابہ) کھڑی کرو اور پانچ کے لیے بنصر بھی اٹھاؤ (اور وسطی دباؤ)

وَ فِی السِّتَّةِ اقْبِضْ بِنْصِرًا دُوْنَ کُلِّیْھَا
عَلٰی طَرَفِ لِلرَّاحَةِ اسْمَعْهُ وَانْقُلاَ

---

۱ ۔ غیاث اللغات میں ہے : برای واحد خنصر دست راست فرو باید گرفت و جہت دو بنصر را با خنصر ضم کردن و برای سہ وسطی را نیز... .....ولیکن دریں سہ عقد بـایـد کہ رؤس انـامـل بسیار نزدیک باصول اصابع باشند و برائے چہار خنصر را رفع باید کرد و بنصر و وسطی را معقود گزاشتن ۔

اور چھ کے لیے صرف بنصر دباؤ ۔ سب لٹھیں ۔ ہتھیلی کی طرف ۔ سنو اور لوگوں کو بتاؤ

وَفِي السَّبْعَةِ اقْبِضْ تَحْتَ الإِبْهَامِ خِنْصِرًا
وَفِي طَرَفٍ لِلرَّاحَةِ القَبْضَ فَاجْعَلَا

سات[1] میں اندر کی طرف (ابہام کی طرف) خنصر دباؤ اور (باقی کھڑی رکھو) اور یہ دباؤ ہتھیلی کی جانب ہو

وَ لِلْبِنْصِرِ ارْفَعْ ثُمَّ فِي الثَّامِنِ اضْمُمَنْ
إِلَى خِنْصِرٍ فِي القَبْضِ لِلبِنْصِرِ اعْقِلَا

بنصر کو اٹھائے رکھو ۔ پھر آٹھ کے لیے خنصر سے بنصر تک سب کو دبا کر بند کر دو

وَفِي التِّسْعَةِ[2] الوُسْطَى اضْمُمَنْ مَعَهُمَا وَفِي
جَمِيعِ الآحَادِ انْعَلَنْ ذَا وَ إِنْ عَلَا

نو کے لیے وسطی بھی ان دونوں کے ساتھ ملاؤ (صرف سبابہ کھڑی رہے) اوپر کی اکائیوں میں بھی یوں کرو

---

۱ ۔ غیاث اللغات میں چھ اور سات کے لیے یوں لکھا ہے : و بجہۃ شش وسطی را رفع کردن فقط بنصر را فرو باید گرفت چنانچہ سرانملہ آن بروسط کف باشد و برائے ہفت بنصر را ہم برداشتہ خنصر تنہا را عقد باید گرفت چنانکہ سرانگشت نیک مائل باشد بجانب نرمہ دست ۔ یعنی قریب بمنتہائی کف بسوی ساعد ۔

۲ ۔ غیاث میں ہے : و برای نہ با وسطی نیز ہماں باید کرد کہ دریں عقود ثلاثہ اخیر سر ہائی انگشتان بر طرف کف باشد تا بعقود ثلاثہ نگردد ۔

وَفِي عَشْرَةٍ[1] مَعْ عَقْدِ الْاِبْهَامِ فَاسْتَمِعْ
تُحَلِّقُ رَأْسًا لِلْمُسَبِّحَةِ افْعَلَا

دس میں ابہام کے منہ پر سبابہ کو حلقہ بنا کر سوار کرو (ناخن کے پاس)

وَلِلظُّفْرِ مِنْ اِبْهَامِكَ اجْعَلْهُ بَيْنَ اِصْبَعَيْكَ
هِيَ الْعِشْرُوْنَ[2] فَاعْلَمْهُ وَ اعْمَلَا

بیس کے لیے ابہام کا ناخن سبابہ اور وسطی کی جڑ میں دباؤ اسے جان لو اور عمل کرو

وَ مَا بَيْنَ رَأْسِ لِلْمُسَبِّحَةِ اجْمَعَنْ
و رَأْسٍ لِلْاِبْهَامِ الثَّلَاثُوْنَ[3] حَصِّلَا

تیس کے لیے سبابہ اور ابہام (انگوٹھے) کا سر ملاؤ (اور سبابہ کو ذرا خم کرو)

وَاِنْ تُرْكِبِ الْاِبْهَامَ بِاَصَابِعِ فَاحْتَفِظْ
لِسَبَّابَةٍ لِلْاَرْ بَعِيْنَ مُكَمِّلَا

---

۱ - غیاث میں ہے : بردہ سرناخن سبابہ دست راست را باطن بر مفصل اول انملۂ ابہام یعنی نرانگشت باید نہاد چنانکہ فرجہ میان این دو انگشت بحلقۂ مدور مشابہ باشد ۔

۲ - غیاث اللغات میں ہے : و برائے بست طرف عقد زیرین سبابہ کہ متصل وسطی است برپشت ناخن ابہام باید نہاد چنانچہ پنداری انملۂ ابہام را درمیان اصول سبابہ و وُسطٰی گرفتہ اند لیکن وسطی را در دلالت عدد بست دخلے نباشد چہ اوضاع او برائے عقود آحاد متغیر و مبدل گردد و اتصال ناخن ابہام بطرف عقد زیرین سبابہ بحال خود دلالت بربست کند ۔

۳ - غیاث میں ہے : و برائے سی ابہام را قائم داشتہ سرانملہ سبابہ برطرف ناخن او باید نہاد چنانکہ وضع سبابہ باابہام شبیہ باشد بصورت قوس وزہ آں ۔

چالیس کے لیے ابہام کو سبابہ کی جڑ پر سوار کرو۔ اے دوست !
(اور باقی کھڑی رکھو) یاد رکھو یہ چالیس مکمل ہوگئے

وَ إِبْهَامَكَ اجْعَلْ تَحْتَ سَبَّابَةٍ إِذَا
تَعَمَّدْتَ لِلْخَمْسِينَ[1] فَاحْفَظْهُ تَكْمَلاَ

پچاس کے لیے ابہام کو سبابہ کے پاؤں میں بٹھا (تاکہ وہ اکٹھا ہو جائے) اسے یاد رکھو۔ تو کامل بن جائے گا

وَ إِنْ تَرْكَبِ الاِبْهَامَ الْمُسَبِّحَةَ اسْتَمِعْ
كَقَابِضِ سَهْمٍ وَ هِيَ سِتُّونَ[2] إِحْمَلاَ

سنو ! ساٹھ کے لیے ابہام پر سبابہ سوار کرو (اور وہ اس طرح اکٹھا ہو) جس طرح کوئی تیر پکڑتا ہے

وَ عَدُّكَ لِلسَّبْعِينَ[3] فِي بَطْنِ ثَالِثٍ
لِسَبَّابَةٍ إِبْهَامَكَ اعْقِدْهُ تُجْمِلاَ

اور ستر کے لیے سبابہ کے بطن ثالث میں اپنے ابہام کو ملاؤ۔ بہتر ہوگا

وَ الاِبْهَامَ مِنْ تَحْتِ الْمُسَبِّحَةِ اجْعَلَنْ
بَنَانًا عَلَى ظُفْرٍ ثَمَانِينَ[4] اَكْمِلاَ

---

۱ - غیاث میں ہے : و برائے پنجاہ سبابہ را قائم داشتہ سرا ابہام را تمام خم باید کرد و بر کف باید نہاد ۔

۲ - غیاث میں ہے : و برائے شصت ابہام را خم دادہ باطن عقدہ دوم سبابہ را بر پشت ناخن ابہام باید نہاد چنانچہ پشت ناخن ابہام تمام مکشوف باشد ۔

۳ - غیاث میں ہے : برائے ہفتاد ابہام را قائم داشتہ باطن عقد اول یا دوم سبابہ بر پشت ناخن ابہام باید نہاد چنانکہ پشت ناخن ابہام ۔

۴ - غیاث اللغات میں ہے : و برائے ہشتاد ابہام را منتصب گزاشتہ طرف لطر [ظفر ؟] سبابہ را بر پشت سفشپل انملہ اُولی باید نہاد ۔
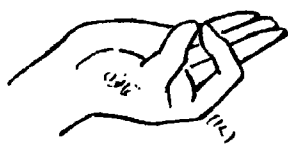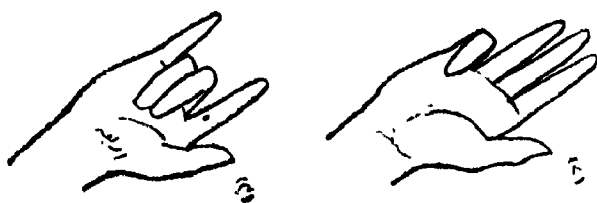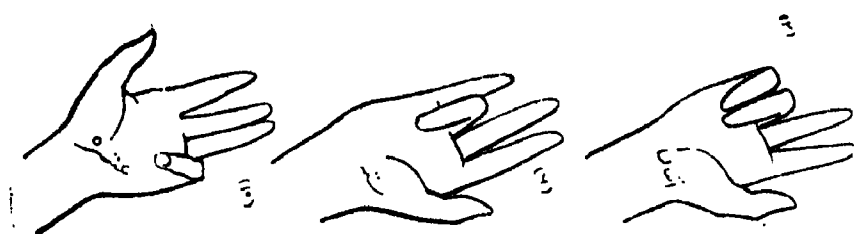
[۳ : ۳۸۱] اسّی کے لیے سبّابہ کے نیچے ابہام دباؤ اس طرح کہ پورا ناخن پر ہو۔ اسی پورے کر لو

وَفِي عَدِّ تِسْعِيْنَ[۱] الْمُسَبِّحَةَ اقْبِضَنْ
لِمَا بَيْنَ إِبْهَامٍ وَ مَا بَيْنَهَا اجْتَلٰى

نوّے کی گنتی کے لیے سبابہ کو اس طرح دباؤ کہ ابہام اور سبابہ کا درمیانی فاصلہ ظاہر ہو

وَ إِبْهَامَكَ اجْعَلْ فَوْقَهَا مِثْلَ حَيَّةٍ
تَرُوْمُ وُثُوْبًا وَ الْمِئِيْنَ[۲] أَلَا اجْعَلَا

ابہام کو سبابہ پر یوں رکھو گویا سانپ اچھلنے لگا ہو اور سینکڑوں کو یوں بناؤ کہ

بِيُسْرَاكَ[۳] كَمَا لِلْآحَادِ يَا ذَا الْعُلُوْمِ مِنْ
يَمِيْنِكَ فَاحْفَظْهُ وَ إِيَّاكَ تُعْوِلَا

اپنے بائیں ہاتھ سے اسی طرح بناؤ جس طرح اپنے دائیں ہاتھ سے اکائیاں بناتے ہو۔ یاد رکھو۔ خبردار! شور نہ مچانا

كَذَا الْعَشَرَاتُ مِنْ يَمِيْنِكَ إِنَّهَا
بِيُسْرَاكَ يَا هٰذَا الْاُلُوْفُ عَلَى الْوِلَا

---

۱ - غیاث اللغات میں ہے : و برائے نود ناخن مشابہ [سبابہ] را باطن بر مفصل عقدہ دوم ابہام باید نہاد ۔

۲ - غیاث اللغات میں یوں دیا ہے : و ہمچنیں آنچہ در دست راست دلالت بر عقدے از عقود نہگانہ عشرات کند از دہ تا نود دست چپ دلالت بہمان عقدے از عقود مآت کند از یکصد تا نہ صد ۔

۳ - غیاث اللغات میں یوں ہے : باید دانست آنچہ در دست راست دلالت بر عقد از عقود آحاد کند از یکی تا نہ دست چپ دلالت بر ہماں عقودے از عقود الوف کند از یک ہزار تانُہ ۔

اسی طرح دائیں ہاتھ سے دھاکے بنیں گے اور بائیں ہاتھ سے بالترتیب ہزار بنیں گے

وَعَشَرَةُ[1] الْأَلْفِ لِإِبْهَامِكَ اجْمَعَنْ
وَ ذَلِكَ مَعْ سَبَّابَةٍ يَا أَخَا الْعُلَا

دس ہزار کے لیے ابہام کو سبابہ کے ساتھ جمع کرو اے مردِ عالیشان !

بِيُسْرَاكَ وَ اشْهَدْهُ كَحَلْقَةِ مُشْتَبِعْ
إِذَا طُوِيَتْ وَ الرَّأْسَ فَاجْعَلْهُ أَسْفَلَا

اپنے بائیں ہاتھ کے ساتھ اور سنو ! اسے چھلے کی طرح بچھا دو - جب اسے لپیٹا جائے اور سر کو نیچے کرو

وَ قَدْ نَجَزَتْ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ
مُيَسَّرَةً تَبْغِي أَخَا مُتَفَضِّلَا

خدائے واحد کا شکر گزار ہوں کہ یہ گنتی آسانی سے پوری ہوگئی یہ گنتی صاحب فضیلت شخص کی طلب گار رہتی ہے

يُسَامِحُهَا فِيمَا يَرَى مِنْ عُيُوبِهَا
فَمَا أَحَدٌ عَنْ ذَاكَ يَا صَاحِ قَدْ خَلَا

جو اس کے عیوب سے چشم پوشی کرے کیونکہ اے دوست ! عیب سے کوئی بھی خالی نہیں ہے

فَخُذْهَا عَرُوسًا قَدْ سَمَتْ شَمْسَ ضَحْوَةٍ
وَ بَدْرَ دِيَاجٍ قَدْ بَدَا مُتَهَلِّلَا

---

۱ - غیاث اللغات میں ہے : و برای عقدہ دہ ہزار طرف انملہ ابہام را متصل باید ساخت بطرف تمام سبابہ چنانکہ سر ناخن ابہام برابر باشد و طرفش بطرف او - اس عبارت سے پہلے یہ عبارت ہے : بدانکہ باصابع ہر دو دست بداں صور بیشردہ گانہ مذکورۃ الصدر از یکے تانہ ہزار و نہصد و نود و نہ ضبط تواں کرد ۔

لو یہ دلہن چاشت کا سورج بن کر اٹھی ہے اور تاریکیوں کا چمکدار چاند بن کر ظاہر ہوئی ہے

فَاِنْ تَمْتَنِعْ كَالبِكْرِ عِنْدَ امْتِنَاعِهَا
عَلَى بَعْلِهَا عِنْدَ الزِّفَافِ تَدَلُّلاً

اگر یہ اس کنواری کی طرح جو شب زفاف میں ناز و ادا کی وجہ سے اپنے خاوند کو اپنے پاس آنے نہیں دیتی یہ بھی نزدیک نہ آنے دے

فَصَفِّ لَهَا ذِهْنًا غَزِيْرًا مُجَوَّدًا
وَغُصْ فِيْ بِحَارِ الفِكْرِ ثُمَّ تَأَمَّلاً

تو اپنے کثیر اور عمدہ ذہن کو پاک و صاف کر لو غور و فکر کے سمندر میں غوطہ لگاؤ پھر سوچو

تَرَىٰ لِمَعَانًا نَيِّرًا بُزُوْغًا كَكَوْكَبٍ
وَيَأْتِيْكَ مِنْهَا العِلْمُ وَالفَضْلُ مُقْبِلاً

تب تجھے اس کے ستاروں کی طرح چمکدار معانی دکھائی دیں گے اور اس سے تمہاری طرف علم و فضل چلا آئے گا

بعض اہل فضل نے عقد انامل میں مراتب اعداد بیان کرتے ہوئے یوں لکھا ہے : دس کے لیے سبابہ کا حلقہ بناؤ ، بیس کے لیے انگوٹھے کو سبابہ اور وُسطٰی کے درمیان رکھو - تیس کے لیے انگشت شہادت کا کنارا انگوٹھے کے کنارے پر رکھو ، چالیس کے لیے انگوٹھے کے سرے کو انگشت شہادت کے پیچھے رکھو ، پچاس کے لیے ابہام کو بٹھا نے رکھو ، ساٹھ کے لیے ابہام کے سرے کی پشت کو سبابہ کے اندونی حصے کے اوپر کے جوڑ پر رکھو - اسی کے لیے انگشت شہادت کے سرے کو نرانگشت کے ناخن پر رکھو - نوے کے لیے سبابہ کا ایسا حلقہ بناؤ کہ درمیان میں جگہ خالی نہ رہے - سو کے لیے بائیں ہاتھ کی انگشت شہادت کے سرے کو اسی طرح بناؤ جس طرح دس بنانے کے لیے دائیں ہاتھ کو بنایا تھا -

دو سو کے لیے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو اسی طرح کرو جس طرح بیس کے لیے دائیں انگوٹھے کو کیا تھا ۔ علی ہٰذا القیاس ہزار تک ہر سینکڑے میں اسی طرح ہوگا جس طرح دھاکوں کو کیا تھا مگر یہ بائیں ہاتھ سے ہوگا ۔ اس کے بعد جس طرح تو اکائیوں کے لیے دس تک دائیں ہاتھ کو [۳ : ۳۸۲] لیتا تھا ہزار کے لیے بائیں ہاتھ سے لے گا ۔ اس کے بعد تو دس ہزار کو لے گا اور اس کا طریقہ ہے کہ تو ابہام کے سرے کے ایک پہلو کو سبابہ کے سرے کے پہلو پر رکھ دے ۔ بیان ختم ہؤا ۔ ابھی بہت سی بحث باقی ہے جسے اپنے مقام پر تلاش کیا جائے متعدد احادیث میں دستی گنتی کا ذکر آیا ہے اور صدر اول اور جلیل القدر سلف کے بہت سے اشعار میں بھی اس کا ذکر آیا ہے ، اسی کے ذریعے بہت سے وہ ابیات المعانی حل ہو جاتے ہیں جنھوں نے لوگوں کی فہموں کو حیران کر رکھا ہے ۔

عربوں میں بعض افراد ایسے بھی تھے جو کنکروں کے ذریعے حساب کیا کرتے تھے اور اسی سے گنتی کا کام لیتے تھے ۔ جیسا کہ ان کے اشعار سے پتا چلتا ہے ۔ اعشٰی میمون ایک قصیدے میں جس میں اس نے عامر بن الطفیل کو علقمہ بن علاثہ پر فضیلت دی ہے کہتا ہے :

إنْ تُرْجِعِ الحَقَّ إلَى أهْلِهِ
فَلَسْتَ بِالمُسْدِي وَلَا النَّائِرِ

اگر تو حق حقدار کی طرف لوٹا دے (تو تیرے لیے بھی بہتر ہے کیونکہ) تیرا شمار نہ تین میں ہے نہ تیرہ میں

وَ لَسْتَ فِي السِّلْمِ بِذِي نَائِلٍ
وَ لَسْتَ فِي الهَيْجَاءِ بِالجَاسِرِ

تو صلح کے زمانے میں نہ تو لوگوں کو عطیے دیتا ہے اور نہ ہی جنگ میں جری ہے

وَ لَسْتَ بِالأكْثَرِ مِنْهُمْ حَصًى
وَ إنَّمَا العِزَّةُ لِلْكَاثِرِ

تو ان سے تعداد میں بھی زیادہ نہیں ہے غلبہ اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جو کثرت تعداد میں دوسرے پر غالب آ جائے

وَلَسْتَ فِي الأَثْرِيْنَ مِنْ مَالِكٍ[1]
وَ لاَ أَبِي بَكْرٍ أُولِي النَّاصِرِ

تو قبیلہ مالک کے مال داروں میں سے نہیں ہے اور نہ ہی مددگار والے ابوبکر کی اولاد میں سے ہے

هُمْ هَامَةُ الْحَيِّ إِذَا مَا دُعُوا
وَ مَالِكٌ فِي السُّؤْدَدِ الْقَاهِرِ

جب انھیں پکارا جائے تو یہ قبیلے کے سردار ہوتے ہیں اور مالک کو غالب آنے والی سرداری میسر ہے

حَصَیٰ سے مراد تعداد ہے ۔ اور یہاں اعوان و انصار کی تعداد مراد ہے ان ابیات کے کسی شارح نے کہا ہے: حصی کا لفظ تعداد کے معنوں میں اس لیے بولا گیا کہ عرب اُمّی قوم ہے جنھیں قلم کے ذریعے حساب کرنا نہیں آتا ۔ وہ صرف کنکروں کے ذریعے گنتی کیا کرتے تھے ۔ اسی سے معدود کا حساب کر لیتے ، اسی سے انھوں نے فعل گھڑ لیا اور کہا : أَحْصَيْتُ ، عربوں کو حساب کرنا ہرگز نہ آتا تھا یہاں تک کہ صولی نے کتاب ادب الکاتب میں نقل کیا ہے کہ کسی عرب نے ایک قیمتی موتی ایک ہزار درہم میں بیچ ڈالا کسی نے

---

۱ - أثرین جمع آثری کی ۔ جمع صحیح سالم ۔ بمعنی صاحب ثروت ۔ مالک ، عامر بن الطفیل کا دادا ہے ۔ نسب یوں ہے : عامر بن الطفیل بن مالک بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ اور ابوبکر عامر کے دادا کا چچا ہے ۔ ابوبکر کا نام عُبَیْد (مُصَغَّرا) ہے ۔ عبید بن کلاب بن ربیعہ یعنی ابوبکر جعفر بن کلاب کا بھائی ہے ۔

اس سے کہا : یہ تو زیادہ قیمت کا تھا تو اس نے کہا : میرا خیال نہ تھا کہ ہزار سے زیادہ بھی گنتی ہوتی ہے یہی وجہ [۳ : ۳۸۳] ہے کہ عرب اچھا شمار و حساب کرنا جاننے والے کی تعریف کیا کرتے اور اسے ماہر کہتے اور اسے صاحب حکمت و عدل قرار دیتے تھے ۔

نابغہ ان اشعار میں جن میں اس نے نعمان کے سامنے اپنا عذر پیش کیا تھا کہتا ہے :

وَاحْكُمْ كَحُكْمِ فَتَاةِ الحَيِّ إِذْ نَظَرَتْ
إِلَى حَمَامٍ شِرَاعٍ وَارِدِ الثَّمَدِ

تو بھی اسی طرح میرے ساتھ انصاف کرنے میں دانا بن جس طرح قبیلے کی لڑکی نے اس وقت صحیح بات کہی تھی جب اس نے کم پانی پر وارد ہونے والے کبوتروں کو دیکھا تھا

قَالَتْ : أَلاَ لَيْتَمَا هٰذَا الحَمَامُ لَنَا
إِلَى حَمَامَتِنَا أَوْ نِصْفُهُ فَقَدِ

کہنے لگی : کاش یہ کبوتر ہمارے کبوتر کے ساتھ ملا کر میرے ہوتے اور صرف اس کا نصف (بھی ساتھ ملا دیا جاتا)

فَحَسَّبُوهُ فَأَلْفَوهُ كَمَا زَعَمَتْ
تِسْعًا وَتِسْعِينَ لَمْ يَنْقُصْ وَلَمْ يَزِدِ

---

۲ ۔ یہ صدیوں پہلے کی بات ہے اب جب کہ زمانہ اس قدر ترقی یافتہ ہو چکا بعض لوگوں کا یہی حال دیکھنے میں آیا ہے چنانچہ میرے بچپن کی بات ہے گاماں پہلوان امرتسری سے ٹھیکیداروں نے کشتی کی بات کی تو اس نے پانچ ہزار روپیہ مانگا ۔ اس کے بعد ٹھیکیدار گاماں کے والد کلّو پہلوان کے پاس گئے تو اس نے کہا : اللہ کی قسم میں بیس بیسوں سے کم نہ لوں گا ۔ یعنی صرف چار سو روپیہ کیونکہ وہ بیس کے آگے گنتی نہ جانتا تھا ۔

پھر جب انھوں نے شمار کیا تو جس طرح اس لڑکی نے کہا تھا
بعینہ اسی طرح ننانویں پایا ۔ نہ کم تھے اور نہ زیادہ

فَکَمَّلَتْ مِیاَئَةً فِیْهَا حَمَامَتُهَا
وَأَسْرَعَتْ حِسْبَةً فِیْ ذٰلِکَ الْعَدَدِ

اس کی کبوتری نے سو مکمل کر دیے اور اس نے اس تعداد کے
شمار کرنے میں جلدی کی

نابغہ کی مراد یہ ہے کہ تو مجھ سے انصاف کرنے میں دانا بن جس طرح اس لڑکی نے دانائی کی بات کی تھی جس کی ایک کبوتری تھی اور اس نے بھٹ تیتروں کا ایک جھنڈ دیکھا اور اس نے ان کا تخمینہ چھیاسٹھ لگایا اور کہا : کاش یہ کبوتر میرے ہوتے اور میری کبوتری کے ساتھ شامل ہو جاتے اور صرف ان کا نصف اور ساتھ مل جاتا ہو ۔ تو کبوتر پورے ایک سو ہوجاتے کہتے ہیں : اس کا ایک بھٹ تیتر تھا اس نے بھٹ تیتر کو کبوتر کہا ہے یہ اصمعی کا قول ہے ۔ بعض کہتے ہیں نابغہ کی مراد یہ ہے کہ تو میرے متعلق عدل و انصاف کا فیصلہ کر جس طرح اس لڑکی نے ان کے شمار کرنے میں کیا اور عین صحیح شمار کیا ۔ پہلی تشریح بہتر ہے ۔ کیا نابغہ کو نہیں دیکھتے کہ اس نے اس قصے کو کس طرح بیان کیا ہے ؟ اور جب اس نے ان کا شمار اس خوبی سے کیا تو اسے حکمت اور عدل کی مالک قرار دیا ۔ ابو عبیدہ کہتا ہے : اس لڑکی کو زرقاء کہا جاتا ہے اور اس کا اصلی نام عَنْنز ہے ۔ یہ جَدِیس میں سے تھی ۔ ایک اور شخص نے کہا ہے : یہ قول خُس کی بیٹی ہند کا ہے ۔ جزو اول میں حکیمات العرب کے بیان میں اس اختلاف کا ذکر کیا جا چکا ہے ۔

سلطنت عباسیہ کے عہد میں ہاتھ کی گنتی کو دیگر گنتیوں پر ترجیح دی جاتی تھی جیسا کہ صُولی نے ذکر کیا ہے چنانچہ صُولی کہتا ہے :
ہر جنس اور ہر ملت کے حساب دانوں کا خواہ وہ کسی رسم الخط اور زبان میں ہو اس بات پر اتفاق ہے کہ حساب کی ترکیبیں چار سے زائد

نہیں ہو سکتیں ۔ یا تو ایک عدد کو دوسرے عدد میں ضرب دی جائے
گی ۔ یا کسی عدد کو کسی عدد پر تقسیم کیا جائے گا یا کوئی عدد
کسی عدد سے نفی کیا جائے گا یا کوئی عدد کسی عدد میں جمع کیا
جائے گا ۔ انھوں نے ابتدائی عدد اور انتہائی عدد سے بہت سی بحث کی ہے
[۳ : ۳۸۳] ان میں بہترین قول اہل ہند کا ہے کہ گنتی ایک سے شروع
ہو کر نو پر ختم ہو جاتی ہے ۔ اس کے بعد دس آتا ہے اور ترتیب وار
ایک کی حالت کی طرف لوٹتا ہے ۔ انھوں نے نو کے نو حروف کو اسی
طرح وضع کیا ہے ۔ کہتے ہیں کہ ہندی حساب سے بہت سے عدد نکل
آتے ہیں مگر کاتبوں نے اس سے اس لیے اجتناب کیا ہے کہ یہ ایک آلہ
ہے اور ان کی رائے یہ ہے کہ جس چیز میں آلات کم استعمال ہوں اور
انسان اس میں محض اپنے جسمانی آلے سے کام لے تو اس کا راز زیادہ رہ
سکتا ہے اور وہ شانِ ریاست کے زیادہ لائق ہوتا ہے وہ آلہ یہی ہے جس
میں وہ انگلیوں کی گرہوں پر اکتفا کرتے ہیں ۔ سطروں کے آخر میں حساب
ابجد کے ابتدائی حروف کا نکالنا اور ان سے ایک تفصیل کو ترک کرنا
اور ایک کو نہ کرنا ، اور فرع کو ترک کرنا اصل کو نہ کرنا ۔ وہ
کہتا ہے بعض منشی اس میں اس قدر منہمک ہوئے کہ ان کے ہاتھوں کی
گرہیں ہلکی پھلکی ہوگئیں اور وہ اپنی انگلیوں سے اسی طرح (آخری گنتی
تک) پہنچ جاتا جس طرح وہ نگاہ سے پہنچتا ہے اور دیکھنے والا (سرعت
کے باعث) انگلیوں کے گرنے کو معلوم ہی نہیں کر سکتا ۔ وہ کہتا ہے :
عبد اللہ بن ایوب ابو محمد التیمی نے بجلی کی چمک کو شمار کرنے والے
کے ہاتھ کی پھرتی سے تشبیہ دی ہے ۔

چنانچہ وہ کہتا ہے :

أعِنِّي عَلَى بَارِقٍ مَاطِرٍ
خَفِيٍّ كَوَحْيِكَ بِالْحَاجِبِ

بجلی چمکانے والے اور بارش برسانے والے بادل پر میری مدد کرو
جو ایسے مخفی ہے جیسے تو ابرو کے ساتھ اشارہ کرے

كَأَنَّ تَأَلُّقَهُ فِي السَّمَاءِ
يَدَا كَاتِبٍ أَوْ يَدَا حَاسِبِ

جب یہ بجلی آسمان پر چمکتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی لکھنے والے یا گنتی کرنے والے کے دو ہاتھ ہیں

کسی کاتب نے کہا ہے :

وَنَاطِقٍ تُخْبِرُ أَلْفَاظُهُ
عَنْ نَغَمَاتِ العُودِ بِالزَّمْزَمِ

ایک بولنے والا ہے جس کے الفاظ ان نغموں کا اظہار کر رہے ہیں جو سارنگی بجانے سے پیدا ہوتے ہیں

بَيْنَا تَرَاهُ عَاقِدًا خَمْسَةً
وَسِتَّةً صَارَ إِلَى عَشْرِ

ابھی تو دیکھے گا کہ وہ عقد انامل سے پانچ اور چھ بنا رہا ہے کہ وہ دس تک جا پہنچتا ہے

وَصَارَ مِنْ بَعْدُ إِلَى وَاحِدٍ
كَحَاسِبٍ أَخْطَأَ فِي كَسْرِ

اس کے بعد وہ ایک کی طرف چلا جاتا ہے اس شمار کرنے والے کی طرح جس نے کسر میں غلطی کھائی ہو

شمار کرنے والے کے ہاتھ کو بجلی کی چمک کے ساتھ تشبیہ دینے میں تیمی کے قول کے بعد عمدہ تشبیہوں میں ایک قصیدے میں عنترہ کے یہ اشعار ہیں :

وَفَرَضْتَ لِلنَّاسِ الكِتَابَةَ فَاحْتَذَوْا
فِيهَا مِثَالَكَ والعُلُومُ فَرَائِضُ

تو نے لوگوں کے لیے کتابت کو فرض قرار دیا لہذا انھوں نے اس میں تمھاری مثال کی پیروی کی اور علوم فرائض ہوتے ہیں

وَإِذَا خَطَطْتَ فَأَنْتَ غَيْثٌ مُعْشِبٌ
وَإِذَا حَسِبْتَ فَأَنْتَ بَرْقٌ وَامِضٌ

جب تو تحریر کرتا ہے تو تو گھاس اگانے والی بارش ہوتا ہے
اور جب تو گنتی کرتا ہے تو تو چمکدار بجلی ہوتا ہے

وَإِذَا نَهَضْتَ فَأَنْتَ نَجْمٌ ثَاقِبٌ
وَإِذَا جَلَسْتَ فَأَنْتَ لَيْثٌ رَابِضٌ

جب تو کھڑا ہوتا ہے تو تو روشن ستارہ ہوتا ہے اور جب بیٹھتا ہے تو بیٹھا ہؤا شیر ہوتا ہے

فَبِكَ التَّمَثُّلُ حَيْثُ يُنْعَتُ فَاضِلٌ
وَإِلَيْكَ يُرْجَعُ حَيْثُ يُشْكِلُ غَامِضٌ

جب کسی صاحب فضیلت کی تعریف کی جاتی ہے تو تمھاری ہی مثال پیش کی جاتی ہے اور جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو تمھاری ہی طرف رجوع کیا جاتا ہے

ایام جاھلیت میں عربوں کا ذریعۂ معاش اور اس کے اسباب

[۳ : ۳۸۵] کوئی بھی قوم ہو اس کے لیے ان چیزوں کا ہونا لابُدی ہے جو اس کی ضروریات کو پورا کریں اور ان کی حاجت روائی کر سکیں ، اور یہ مختلف اسباب اور مختلف اعمال کے ذریعے ہوتا ہے ۔ جن کی طرف اللہ تعالیٰ ان کی رہنمائی کرتا ہے اور جن کو وہ ان کی روزی کا سبب بناتا ہے ۔ عرب ان قدیم اقوام میں سے ہیں جنھوں نے کئی زمانے دیکھے ، ہو سکتا ہے کہ یہی طول زمانہ بعد کے آنے والوں کے لیے ان کے بہت سے حالات کے مخفی رہ جانے کا سبب ہؤا ہو مگر ان کی زبان اور ان کے اشعار نے ہر بدکے ہوئے معاملے کو مقید کر رکھا ہے اور یہ زبان اور اشعار ان تمام امور کی وضاحت کر دیتے ہیں جن پر پردۂ خفا پڑ گیا ہو ۔

اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اسباب معیشت اور کمائی کے ذرائع اور اصول چند چیزوں پر منحصر ہیں۔

ان میں سے ایک

تجارت

ہے۔ یہ تمام اسباب سے اشرف اور بلند قدر سبب ہے ، اسی لیے حدیث میں آیا ہے :

التَّاجِرُ الصَّدُوْقُ مَعَ الکِرَامِ البَرَرَةِ

(سچا تاجر بزرگ اور نیکوکار لوگوں کے ساتھ ہوگا)

تجارت میں ہر قسم کی بیع و شراء آ جاتی ہے ، اور یہ عربوں کے اہم اسباب معیشت میں سے تھی۔ بالخصوص حجاز ، نجد اور ان علاقوں کے باشندوں کی جو حجاز و نجد کی طرح قحط زدہ اور کم زرخیز ہیں۔ عرب بالعموم اور قریش بالخصوص دولت کمانے پر فخر کیا کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تجارت کے ضمن میں خوش نصیب تھے۔ جیسا کہ بعض مفسّرین نے سورۂ قریش کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ قریش سال بھر میں چار سفر اختیار کیا کرتے تھے کیونکہ جن لوگوں نے دوستانہ تعلقات قائم کر رکھے تھے وہ چار بھائی تھے اور وہ عبد مناف کی اولاد تھے۔ ان میں سے ایک ہاشم ہے جس کے بادشاہِ شام کے ساتھ دوستانہ تعلقات تھے کیونکہ اس نے اس سے گھوڑے لیے تھے اور اس وجہ سے شام کی طرف تجارت کے لیے جانے میں اسے امن حاصل ہوگیا تھا۔ دوسرا عبد شمس ہے اس کا حبشیوں سے دوستانہ تھا ، تیسرا عبد المطلب ہے اور وہ یمن کو جایا کرتا تھا۔ چوتھا نوفل ہے اور وہ فارس کی طرف جایا کرتا تھا۔ ان سب کو مُتَشَجِرین کہا جاتا تھا چنانچہ قریش کے تاجر ان چاروں بھائیوں کے گھوڑوں کو لے کر ان ممالک میں آمد و رفت رکھتے اور

کوئی شخص انھیں کسی قسم کی تکلیف نہ دے سکتا تھا انھی بھائیوں کے متعلق شاعر کہتا ہے :

يَا أَيُّهَا الرَّجُلُ الْمُحَوِّلُ رَحْلَهُ
هَلَّا نَزَلْتَ بِآلِ عَبْدِ مَنَافِ

[٣ : ٣٨٦] اے ایک جگہ سے منتقل ہو کر دوسری جگہ جانے والے شخص تو آل عبد مناف کے یہاں کیوں نہ اترا

الْآخِذُونَ الْعَهْدَ مِنْ آفَاقِهَا
وَالرَّاحِلُونَ لِرِحْلَةِ الْإِيلَافِ

یہ وہ لوگ ہیں جو آفاق دنیا سے عہد لینے والے ہیں اور دوستانہ تعلقات کی بنا پر سفر کو نکلنے والے ہیں

وَالرَّائِشُونَ وَلَيْسَ يُوجَدُ رَائِشٌ
وَالْقَائِلُونَ هَلُمَّ لِلْأَضْيَافِ

یہ لوگ اس وقت لوگوں کی مدد کرتے ہیں جب کوئی مدد کرنے والا نہیں ملتا اور مہمانوں کو کہتے ہیں : چلے آؤ

وَالْخَالِطُونَ غَنِيَّهُمْ بِفَقِيرِهِمْ
حَتَّى يَصِيرَ غَنِيُّهُمْ[1] كَالْكَافِي

یہ اپنے مال داروں کو اپنے محتاجوں کے ساتھ ملا دیتے ہیں تاآنکہ ان کا مالدار ایسا ہو جاتا ہے جیسا وہ جس کے پاس بمشکل گزارے کے لائق مال ہو

اور مساور بن ہند بنی اسد کی ہجو میں کہتا ہے ـــــ

زَعَمْتُمْ أَنَّ إِخْوَتَكُمْ قُرَيْشٌ
لَهُمْ إِلْفٌ وَلَيْسَ لَكُمْ إِلَافُ

---

١ ۔ یہ مصرع اس مقام پر اسی طرح ہے مگر اس سے کوئی واضح معنی نہیں بنتے اگلے صفحے پر یہ مصرع درست ہے ۔

تمہارا خیال ہے کہ قریش تمہارے بھائی ہیں (حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ) ان کے لوگوں سے دوستانہ تعلقات ہیں اور تمہارے نہیں ہیں

أُولَئِكَ أُومِنُوا جُوعًا وَخَوْفًا
وَقَدْ جَاعَتْ بَنُو أَسَدٍ وَخَافُوا

یہ لوگ تو بھوک اور خوف سے نڈر ہو چکے ہیں اور بنو اسد کو فاقہ مستی کی حالت بھی آئی اور خوفزدہ بھی ہوئے

بعض مفسرین کہتے ہیں : قریش صرف دو سفر کیا کرتے تھے ۔ ایک سفر موسم سرما میں یمن کی طرف اور دوسرا موسم گرما میں شام کے علاقہ بُصریٰ کی سمت ، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے ۔ انہیں ان سفروں میں امن حاصل تھا اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حرم کے باشندے تھے اور اس کے عزت والے گھر کے والی تھے لہٰذا کوئی شخص ان کے راستے میں حائل نہ ہوتا تھا ۔ حالانکہ دیگر لوگوں کا یہ حال تھا کہ کسی کا مال اچک لیا جاتا اور کسی کو لوٹ لیا جاتا تھا ۔ اسی صورت حال کے متعلق یہ سورت کریمہ نازل ہوئی ۔ عطاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ ان دو سفروں کا سبب یہ تھا کہ جب قریش کے کسی آدمی کو فاقہ مستی کی نوبت آ جاتی تو وہ اپنے اہل و عیال کو لے کر ایک جگہ چلا جاتا تاآنکہ سب مر جاتے ۔ ہوتے ہوتے ہاشم بن عبد مناف کا زمانہ آیا ۔ ہاشم اپنی قوم کا سردار تھا اس کے ایک بیٹے کو [۳ : ۳۸۷] أسد کہا جاتا تھا ۔ بنی مخزوم میں اس کا ایک ہمعمر تھا جس سے اس کو محبت تھی ۔ وہ اسی کے ساتھ کھیلا کرتا تھا ، اس دوست نے تنگدستی اور فاقے کی شکایت کی ، أسد روتا ہوا اپنی والدہ کے پاس آیا تو اس نے ان لوگوں کے پاس آٹا اور چربی بھیجی جس سے ان کے چند دن گزر گئے ۔ اس کے بعد ایک بار پھر أسد کا ہمسِن دوست آیا اور اس نے بھوک کا ذکر کیا ۔ اس پر ہاشم نے اٹھ کر قریش کے سامنے ایک تقریر کی اور کہا :

تم پر اس قدر سخت قحط سالی آ گئی ہے جس سے تمھاری تعداد کم ہو جائے گی اور تم کمزور ہو جاؤ گے اور تم خدا کے حرم کے رہنے والے اور اولاد آدم کے اشراف ہو اور لوگ تمھارے پیچھے چلنے والے ہیں - سب نے کہا : ہم تابع ہیں ہم میں سے کوئی شخص آپ کے خلاف منشا نہ چلے گا - چنانچہ ہاشم نے ہر باپ کی اولاد کو تجارت کے لیے دو سفروں پر اکٹھا کر لیا ایک سفر موسم سرما میں یمن کی طرف اور دوسرا موسم گرما میں شام کی طرف - جو نفع مالدار کو حاصل ہوتا ہے وہ اسے اپنے اور محتاجوں کے درمیان تقسیم کر لیتا تاآنکہ محتاج اور غنی یکساں ہو جاتے - اسلام کے آنے تک ان کا یہی دستور تھا لہٰذا عربوں میں ایک باپ کی کوئی اولاد ایسی نہ تھی جو قریش سے زیادہ مال دار اور زیادہ طاقت والی ہوتی - ان کے متعلق شاعر کے اس شعر سے یہی مراد ہے :

وَ الخالِطُونَ فَقِيرَهُمْ بِغَنِيِّهِمْ
حتى يَكُونَ فَقِيرُهُمْ كَالكَافِي

اور یہ اپنے محتاجوں کو مال داروں کے ساتھ ملا دیتے ہیں تاکہ محتاج بھی مالدار کی طرح ہو جائے

یہ قریش اور حجاز کے دیگر باشندوں کا حال تھا - رہے یمن ، عمان ، بحرین اور ہجر کے باشندے تو ان کی کئی قسم کی تجارت تھی ان کے ذرائع معاش بھی بہت تھے - اس کی وجہ ان کے ملک کی سرسبزی فارغ البالی ، قسم قسم کے ذخائر اور عمدہ قسم کی معدنیات اور دیگر چیزیں تھیں جو ثروت و مال داری کا سبب ہیں - رہے اہل نجد تو وہ اوروں کے مقابلے میں کم مال دار اور کم تجارت والے تھے کیونکہ ان کا بیشتر علاقہ ریگستان ہے - اسی لیے ان کا ملک عرب کے دیگر ممالک کے مقابلے میں کم فارغ البال تھا اور ان کے یہاں تجارت کا بھی کم رواج تھا - وہ میلوں یا منڈیوں میں اکٹھے ہؤا کرتے تھے (ہر منڈی سال کے ایک خاص موسم میں لگا کرتی تھی جیسا کہ ہم نے جزو اول میں بیان

کر دیا ہے) چنانچہ یہ وہاں تجارت اور دیگر امور کے لیے جمع ہوتے تھے ۔
جن میلوں کا ہم نے ذکر کیا ہے ان کے علاوہ ان کے یہاں اور میلے
بھی تھے جو اسی غرض سے لگا کرتے تھے ۔ وہ سُوُق کو قَسِیْمَۃ
بھی کہا کرتے اور کہتے : نَفَقَتِ السُّوْق : بازار گرم ہوگیا ۔ یعنی :
خوب بکری ہو رہی ہے ، اور اِنْحَمَقَتْ : کساد بازاری ہے ۔ سَوْم :
مال بیچنے کے لیے پیش کرنا اور بِعْتُہُ ناجزًا بِناجِزٍ اور یدًا بِیَدٍ :
میں نے نقد بہ نقد سودا بیچا ۔ نَاجِش اس شخص کو کہتے ہیں جو
مال کی قیمت بڑھا کر کہے حالانکہ اس کا اپنا ارادہ خریدنے کا نہیں ہوتا
اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ مالک کی چیز بک جائے ۔ حدیث میں اس فعل
کی ممانعت آئی ہے ۔ جو کپڑا بیچنے کا کام کرتا ہو اسے بَزّاز کہتے ہیں
اور سِلے ہوئے کپڑے بیچنے والے کو سِمْسَار ، اور (مکمل) پوشاک
بیچنے والے کو کَسّاء ، اور پوستین بیچنے والے کو فَرّاء ، اور مشکیزہ
فروش کو زَقّاق ، اور سرکہ فروش کو خَلّال [۳ : ۳۸۸] سبزی فروش
کو بَقّال ۔ تیل فروش کو دَهّان ، سری فروش کو رَآس اسے رَوّاس
نہیں کہیں گے اور پرندوں کے بیچنے والے کو جَدّال اور زَجّال اس
شخص کو کہتے ہیں جو پرندوں کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر بھیجے
اور عطر فروش کو عَطّار اور دوائی فروش کو صَیْدَلانِی اور صَیْدَنان
جوہری کو لَآل اور چکنی فروش کو لَآء ۔

اور ان میں سے

دستکاریاں

ہیں - یہ بھی قابل تعریف اسباب معیشت میں شمار ہوتی ہیں ان کے
متعلق یہ حدیث آئی ہے : الحِرْفَۃُ اَمَانٌ مِنَ الفَقْرِ : دستکاری فقر
سے بچاتی ہے ۔ عربوں میں ایسی دستکاریاں موجود تھیں جو ان کی حاجتیں
پورا کر سکیں ۔ ان کی ضروریات کے تقاضوں کا ساتھ دیں ، جن کا ہونا ان
کے لیے ناگزیر تھا بالخصوص ان شہروں میں جہاں کا تمدن پرانا تھا ۔
ابن خلدون نے اپنے مقدمے میں اس موضوع پر بھی گفتگو کی ہے ۔ اس نے

ذکر کیا ہے کہ عرب دستکاری سے تمام لوگوں کے مقابلے میں دور تر ہیں ۔ اس نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ بدویت ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہے اور وہ شہری آبادی سے اور ان صنائع وغیرہ سے بہت دور ہیں جو شہریت کے لوازمات ہیں ۔ ابن خلدون نے اس سے بڑی لمبی بحث کی ہے بالآخر وہ کہتا ہے : یمن ، بحرین ، عمان اور میسوپوٹیمیا کو لیں تو ان پر عربوں کی حکومت رہی ہے ۔ انھوں نے کئی پشتوں تک ہزارہا سال یہاں حکومت کی ہے ۔ وہاں کے شہروں کی پیمائش کی ہے اور تمدن اور ناز و نعمت کی انتہا کو پہنچے ہیں ۔ مثلاً عاد ، ثمود ، عمالقہ اور ان کے بعد حمیر اور قوم تبّع کے حکمران اور یمن کے حکمران اذ‌ٔواء ، لہٰذا ان میں سلطنت اور تمدن مدت دراز تک رہا اور اس کا رنگ پختہ ہوگیا اور کئی صنعتیں ان کے یہاں پائی گئیں اور ان میں راسخ ہو گئیں ۔ جو سلطنت کے فنا ہو جانے کے ساتھ ساتھ فنا نہیں ہوئیں ، لہٰذا اب تک یہ صنعتیں نَو بہ نَو ان میں باقی رہیں اور وطن کو اس سے خصوصیت حاصل ہوئی ۔ مثلاً منقش کپڑے اور یمنی چادریں ، اور کپڑے اور ریشم کی وہ عمدہ بُنتائی جو وہاں ہوتی تھی اور ابن خلدون رحمۃ اللہ نے اس سلسلے میں بڑی اہم فصلیں تحریر کی ہیں جن میں بہت حد تک حقیقت و اصلیت پائی جاتی ہے ۔ لیکن میں یہاں عربوں کی صرف ان بنیادی صنعتوں کا ذکر کروں گا جو ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ان کے یہاں رائج تھیں ۔ اگرچہ یہ کم تھیں اور ان میں پوری طرح پختگی نہ آئی تھی اور نہ یہ حد کمال تک پہنچی تھیں کیونکہ میں یہاں ان کے اسباب معیشت بیان کر رہا ہوں ۔ باایں ہمہ ان میں سے بہت سے لوگ ان سے یکسُو رہتے ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی سرشت میں بلندیوں ، مفاخرت ، شجاعت اور شہسواری کی طرف میلان پایا جاتا تھا ۔ اس بات کی طرف بھی میلان تھا کہ وہ تَقدّم جرأت ، ایفائے عہد ، مہمانداری کے حقوق کی ادائی ، [۳ : ۳۸۹] معاہدے کی پابندی ، ذمہ داری اور سخاوت میں ایک دوسرے پر فضیلت لے جائیں اور اس کے علاوہ دیگر

خصائل اور عالی ہمتی کی باتیں ۔ ان کے یہاں جو لوگ ان صنعتوں کو اختیار کرتے تھے وہ اور لوگوں کے مقابلے میں کم مرتبہ اور کم شرافت والے سمجھے جاتے۔ اب میں ان کی ان صنائع کا ذکر کرتا ہوں جن کی انھیں ضرورت رہتی تھی اور جن کا پتا ہمیں ان کی زبان سے چلتا ہے چنانچہ ان میں سے ایک صنعت

معماری

تھی ۔ یہ صنعت صرف شہری عربوں میں پائی جاتی تھی کیونکہ انھی کو اس کی ضرورت پڑتی تھی ۔ صنعت معماری سے مراد شہروں میں بدن کے لیے پناہ اور رہنے کے لیے گھروں اور منزلوں کو تعمیر کرنے کے طریقے کا جاننا ہے۔ ابن خلدون نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے : چونکہ یہ انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ اپنے احوال کے انجام پر نگاہ رکھتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ وہ ان امور کے بارے میں غور کرے جو اسے گرمی و سردی کی تکلیف سے بچائیں مثلاً ایسے گھروں کا بنانا جو تمام جہات سے چھت اور دیواروں سے گھرے ہوئے ہوں ، اِس کے بعد ابن خلدون نے اس صناعت کے متعلق مفید بحث کی ہے مگر ہمارا اس سے کوئی سروکار نہیں ۔ عربوں میں سے جو لوگ اس پیشے کو اختیار کرتے تھے وہ مختلف قسم کے ہوتے تھے چنانچہ بعض تو صاحب نظر اور ماہر ہوتے تھے اور بعض خامکار ۔ یمن میں عظیم عمارتیں اور بلند محل تھے اسی طرح اور علاقوں میں بھی تھے جیسا کہ اصبہانی نے کتاب جزیرة العرب میں ذکر کیا ہے۔ ان کے مکانات بھی مختلف قسم کے تھے چنانچہ بعض پتھر کے بنے ہوئے، بعض کچی اینٹوں کے ، بعض پکی اینٹوں کے اور بعض گارے اور مٹی کے ۔ یہ مختلف وضع اور مختلف شکل کے ہوتے جس کی تفصیل پیش کرنا اس مختصر کتاب کے مناسب نہیں ۔ ان کی عمارتوں میں سے دار (گھر) ہے اسے دَارَةٌ ، مَنْزِلٌ ، مَنْزِلَةٌ ، مَبَاءَةٌ ، مَعَانٌ ، وَطَنٌ ، مَغْنٰی ، مَثْوٰی اور مَرْبَعٌ بھی کہا جاتا ہے اور گھر کے صحن کو

صَحْنُ الدَّارِ ، قَاعَۃُ الدَّارِ ، بَاحَۃُ الدَّارِ ، سَاحَۃُ الدَّارِ ، عَرْصَۃُ الدَّارِ اور مُجْتَمَعُ الدَّارِ اور گھر کے اندر بَیْتٌ (کمرہ) ہوتا ہے اس کی جمع اَبْیَاتٌ ہے اور جمع کثرت بُیُوْتٌ اور مُخْدَعٌ : کمرے کے اندر چھوٹا کمرہ (کوٹھری) اور نَفَقٌ اور سَرَبٌ : تہ خانہ اور غُرْفَہ : بالا خانہ اس کو عُلِّیَّۃٌ بھی کہتے ہیں ۔ اس کی جمع عَلَالِیُّ آتی ہے اور خِزَانَۃٌ : جس میں کوئی چیز محفوظ رکھی جائے ۔

امرؤ القیس کہتا ہے :

إِذَا الْمَرْءُ لَمْ يَخْزُنْ عَلَيْهِ لِسَانَهُ
فَلَيْسَ عَلَى شَيْءٍ سِوَاهُ بِخَزَّانِ

جب انسان اپنی زبان کی ان چیزوں میں حفاظت نہ کر سکتا ہو جو اس کے لیے ضرر رساں ہیں تو وہ کسی اور بات پر زبان کو محفوظ نہ رکھ سکے گا

[۳ : ۳۹۰] مَرْقَدٌ : سونے کا کمرہ ، اور حائط اور جِدَار وہ چیز جس کے ذریعے سے عمارت کو گھیر لیا گیا ہو ، اور اُسٌّ : نیو ، اور رَهْصٌ : مٹی کی عمارت جسے خوب کوٹا گیا ہو اور ایک دوسرے کے اوپر تہ بہ کر کے رکھا گیا ہو ، دیوار کے ردے کو دِمْشٌ کہتے ہیں ماسوا نچلے ردے کے کیونکہ اسے رَهْصٌ کہتے ہیں ۔ ایک پوری قطار کو سَافٌ کہا جاتا ہے ۔ اس کی جمع اَسْؤُفٌ اور سُؤُفٌ آتی ہے ۔ کچی اینٹوں کے ایک ردے کو بھی سَافٌ کہتے ہیں اور جب پکی اینٹوں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھا جائے تو یہ سَمِیْطٌ ہے ۔ جب دیوار اتنی اونچی ہو جائے کہ اس کے اوپر لمبی ڈاٹ کو رکھا جا سکے یا چھت ڈالی جا سکے یا اس پر گنبد بنایا جا سکے یا اسے کوہان کی شکل کا بنایا جا سکے تو اِرْتَفَعَ الْحَائِطُ بولتے ہیں ۔ جب لکڑی کی چھت ڈالی گئی ہو تو اسے بَیْتٌ مُغَمًّی کہتے اور غِمَاء وہ چیزیں ہیں جن سے چھت ڈالی جاتی ہے اور بَیْتٌ مُقَبَّبٌ اور مُسَنَّمٌ اس وقت کہتے ہیں جب وہ کوہان کی شکل کا ہو یعنی اوپر کا حصہ تنگ اور

لچلا کھلا ہؤا اور بَرْزَجُ اس کشادہ جگہ کو کہتے ہیں جو کمرے کے اندر کی طرف دو ڈاٹوں کے درمیان ہو اور بَدَف : ڈاٹ کا بالائی حصہ ہے۔
گھر میں صُفّة (چبوترہ) ہوتا ہے اور اس کی جمع صِفَاف ہے۔
گھر میں شرقیۃ ہوتا ہے یعنی وہ حصہ جس کا منہ مشرق کی جانب اور غَرْبِیّة جس کا منہ مغرب کی جانب ہو۔ قُرّالیّة : جس میں قطعاً دھوپ نہ آتی ہو اور مَقْنُوءَة : جہاں ہمیشہ سایہ رہتا ہو مثلاً وہ جگہیں جہاں پانی جم جاتا ہے۔ مَقْنُوءَة کے بالمقابل مَشْرُقَة (جہاں دھوپ رہتی ہو) ہے اور زاویة (کُنج ، گوشہ) جہاں کمرے کی دو دیواریں آ کر ملتی ہیں۔ کُوَّة : کمرے کے اوپر کے حصے میں جو سوراخ دیوار کے پار نکلا ہوتا ہے ، اسے شاروق بھی کہتے ہیں اور جو طاقچہ دیوار میں ہوتا ہے اسے اُوقة کہتے اور کمرے کو بیت مَأوُوق[۱] ۔

امرؤ القیس کہتا ہے :

وَ بَیْتٌ یَفُوحُ المِسْکُ فِیْ حُجُرَاتِہِ
بَعِیْدٍ مِنَ الآفَاتِ غَیْرِ مَأوُوقِ[۱]

اور وہ گھر جس کی کوٹھریوں میں سے کستوری مہک رہی ہو ،
ہر قسم کی آفت سے دور ہو اور اس میں طاقچے نہ بنے ہوئے ہوں

چھت کو إجّار اور صَہْوَة کہتے ہیں۔ اور سَقْفُ البیت : کمرے کے اندر کی طرف سے اوپر کا حصہ (ceiling) اور سَمْکُ البَیْت تہ سے لے کر چھت تک کا حصہ طَایَة : چھت کا اوپر کا حصہ اور وہ مقام جہاں کھجوریں خشک کی جاتی ہیں دَرَج : جس میں چڑھ کر چھت

---

۱ - مگر لسان العرب میں یوں ہے : وقال بعضهم : آق علینا : أتانا بالأوق وهو الشؤم و منه قیل : بیت مؤوّق ، و المؤوّق : المشؤم قال امرؤ القیس :

و بیت یفوح المسک فی حجراته
بعید من الآفات غیر مؤوّق

ای غیر مشؤوم ۔

پر جاتے ہیں (سیڑھی) ۔ اگر لکڑی کی بنی ہو تو اسے سُلَّم کہتے ہیں اور
عَتَب : سیڑھی ، اور سیڑھی کا ہر پایہ عَتَبَة کہلاتا ہے ۔ اس کی جمع
عَتَب اور عَتَبَات آتی ہے ۔ فرغ : دو سیڑھیوں کا درمیانی خلا اور
تَفَارِيج اور طُنُف (چھجا) وہ اینٹیں یا کوئی اور اسی قسم کی چیز
جو دیوار سے آگے بڑھا دی جاتی ہے تاکہ دیوار پر بارش کا پانی نہ بہے ۔
اسے کُنَّة اور إفرِيز بھی کہتے ہیں اس سے فعل یوں آتا ہے أنْشَزَ
حائِطَه اور طَنَّفَه ، اسی قسم کی چیز کے متعلق ہُذَلِی کہتا ہے :

وَمَا[1] ضَرَبٌ بَيْضَاءُ يَأْوِي مَلِيكُهَا
إلَى طُنُفٍ أعْيَا بِرَاقٍ وَنَازِلِ

وہ سفید شہد جس کی ملکہ ایسے (بلند) چھجے میں بسیرا کرتی ہے
جس تک پہنچنے سے چڑھنے والے عاجز آ گئے ہیں اور اترنے والے بھی

[۳ : ۳۹۱] عِلاَوَة دیوار کا اوپر کا حصہ جس پر چھت نہیں ڈالی
جاتی ۔ بعض اوقات چھجے لمبی سلوں سے بنائے جاتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ
قَرَامِيد کا مفرد قَرْمَد ہے اور قرمد پختہ اور لمبی اینٹ کو کہتے ہیں ۔
(شاعر) کہتا ہے :

أوْدُ مُشَيَّدٌ فِي مَرْمَرٍ مَرْفُوعَةٍ
بُنِيَتْ بِآجُرٍّ يُشَادُ بِقَرْمَدِ[2]

---

۱ ۔ آلوسی نے ایک ہی شعر دیا ہے مگر جب تک وہ شعر نہ دیا جائے
جس میں " ما " کی خبر ہے کوئی مفہوم نہیں نکل سکتا ۔
لسان العرب (ض رب) میں ہے : و خبر ما في قوله :

بِأطْيَبَ مِنْ فِيهَا إذَا جِئْتُ طَارِقًا
وَأشْهَى إذَا نَامَتْ كِلاَبُ الأسَافِلِ

۲ ۔ آلوسی نے جو شعر بطور دلیل پیش کیا ہے اس میں قرمد کے معنی
لمبی اور پختہ اینٹ کے نہیں ہیں وہاں قرمد کے معنی " چونے "
کے ہیں ۔ یشاد بقرمد ای یُطْلٰی بالجص طرفہ کہتا ہے :

كَقَنْطَرَةِ الرُّومِيِّ أقْسَمَ رَبُّهَا
لَتُكْتَنَفَنْ حَتَّى تُشَادَ بِقَرْمَدِ

یا یہ بلند سنگ مرمر کی بنی ہوئی مورتی ہے جسے پکی اینٹوں
پر بنایا گیا ہے اور جس پر چونے کا پلستر کیا ہؤا ہے

اور کہا جاتا ہے : هَرّادَۃ : وہ لکڑی جو دیواروں کے اوپر کے حصے کے لیے ہوتی ہے ۔ نَتجِیشرَۃ : لکڑی کا چھپر جس میں لکڑی کے ساتھ کچھ اور نہ ہو ۔ عَرْس : دیوار یا ستون جو کمرے میں کھڑا کیا جاتا ہے اور اس پر شہتیر کا کنارہ رکھا جاتا ہے اور جائیز (شہتیر) کو عارضۃ بھی کہتے ہیں ۔ اور رَوّافِد : شہتیر[1] کے اوپر رکھی ہوئی لکڑی اور لَبِین : اس کا مفرد لَبِینَۃ ہے اور لَبّان : اینٹیں بنانے والا ، اور مِلْبَن : وہ آلہ یا سانچا جس سے اینٹیں بنائی جاتی ہیں ، اور سابل : جس پر رکھ کر اینٹیں لے جاتے ہیں اور سَمِیۃقان[2] اور أسْمِیقَۃ ان لکڑیوں کو کہتے ہیں جنھیں سابل کے اندر داخل کیا جاتا ہے اور طوب : خشت پختہ ، اور طَوّاب : وہ شخص جو اپنا بھٹہ پکاتا ہے ، أطِیشمۃ : وہ بھٹہ جس میں مٹکے پیالے اور اسی قسم کے دیگر برتن پکائے جاتے ہیں ۔ بلاط : وہ پتھر (کی سلیں) جو فرش پر لگائی جاتی ہیں۔ یوں بولتے ہیں : دِهْلِیزٌ مُبَلَّطٌ : (راستہ جس پر پتھروں کا فرش ہو) اور دَارٌ مَفْرُوشَۃٌ بالآجُرِّ والبِلاَطِ (گھر جس کا فرش خشت پختہ اور پتھروں کا بنا ہؤا ہے) اور معمار کو هاجِیری کہتے ہیں ۔

لبید کہتا ہے :

كَمَعْقِلِ الهَاجِيرِيِّ إذَا بَنَاهُ
بِأَشْبَاهٍ حُذِيْنَ عَلَى مِثَالِ

معمار کے محل کی طرح جب وہ اسے ایسی ایک جیسی اینٹوں سے

---

۲ ۔ لسان العرب میں ہے : الرَّوَافِدُ : خَشَبُ السَّقْفِ ۔

۳ ۔ لین میں ہے : certain pieces of wood in the utensil upon which bricks or crude bricks are conveyed.

بنائے جو ایک ہی طرز پر کھڑی کی گئی ہیں

ھاجِری : ایک قبیلے کی طرف نسبت ہے - سب سے پہلے جس نے مکان تعمیر کیا وہ اس قبیلے کا آدمی تھا - جوہری کہتا ہے : اور ھاجری : ھجر کی طرف نسبت ہے - اسی سے معمار کو ھاجری کہا گیا ، اور طیّان : جو دیوار چھت اور اسی طرح کی دیگر چیزوں پر مٹی کا پلستر کرتا ہے اور مِلاط (گارا) وہ مٹی جو پتلی ہو اسے سیاع بھی کہتے ہیں اور اس مالج کو جسے دیوار کے اوپر پھیرا جاتا ہے مِیشَعَة اور مِسْجَّة (کرنی[1]) کہتے ہیں - مِطْمَر : وہ دھاگا جس سے تعمیر کا اندازہ لگایا جاتا ہے - شید اور قیصٌ جصٌ (چونے) کو کہتے ہیں اور جَصّاصَة : چونے کا بھٹہ ، مَلاّحَة : جہاں نمک جمایا جاتا ہے اور ثَلاّجَة : جہاں برف دبائی جاتی ہے - جَیّار اور کِلْس (چونہ قلعی) صاروج[2] کو کہتے ہیں - جوہری کہتا ہے : صاروج : چونا اور جو چیزیں اس کے ساتھ ملائی جاتی ہیں - یہ لفظ فارسی اور مُعَرّب ہے - اسی طرح ہر وہ کلمہ جس میں صاد اور جیم ہو (معرّب ہوگا) کیونکہ یہ دونوں لفظ کسی عربی کلام میں ایک کلمہ میں اکٹھے نہیں ہو سکتے -

گھر میں کنیف (پائخانہ) ہوتا ہے یہ دراصل باڑہ ہوتا ہے اسے حُشٌ ، مُسْتَرَاح اور مَخْرَج بھی کہتے ہیں - رہا کِرْیاس تو یہ اس ٹٹی خانے کو کہتے ہیں جو چھت پر ہو اور اس کی نالی زمین تک چلی گئی ہو - بعض اوقات یہ آگے کو بڑھا ہؤا اور اوپر سے کھلا ہؤا ہوتا ہے - [۳ : ۳۹۲] اور مِرْحاض : غسلخانہ ، اور مِرْزاب اور مِیزاب دونوں طرح آتا ہے مَثْعَب (پرنالے) کو کہتے ہیں خواہ لکڑی کا ہو یا کسی

---

۱ - پنجابی : کانڈی

۲ - صاروج : Quick lime

اور چیز کا اور بَالُوعَة : وہ سوراخ (یا نالی) جو گھر کے درمیان سے جاتی ہو - بَلُّوعَة کے بھی یہی معنی ہیں اور جمع بَلَالِيعُ ہے اور ستون کو آسِية اور سارية بھی کہتے ہیں - جزیر کہتا ہے :

وَجَدْنَـــا بَيْـــتَ ضَبَّةَ فِي مَعَدٍّ
كَبَيْتِ الضَّـــبِّ لَيْسَ لَهُ سَوَارٍ

ہم نے قبیلۂ ضبّہ کے خاندان کو عربوں میں ایسا (کمزور) پایا جس طرح گوہ کا گھر ہوتا ہے کہ اس کا کوئی ستون نہیں ہوتا

اور گھر کے صحن کو طَوَار کہتے ہیں - یہی معنی جَنَاب اور عَذِرَة کے ہیں - عَذِرَة اس (ٹٹی) کو بھی کہتے ہیں جس سے انسان (فراغت کے بعد) اٹھتا ہے - یہ نام پڑنے کی وجہ[1] یہ ہے کہ ٹٹی کو صحن میں پھینک دیا جاتا تھا - اور نؤی : بارش کے لیے زمین کھود کر خیمے کے گرد مینڈھ بنا لی جاتی تھی اسے نؤی کہتے اور دِمَن گھر کے نشانات اور کِبرس : وہ پیشاب اور مینگنیاں جو تہ بہ تہ ہو گئی ہوں ، اور طَلَل : وہ نشانات جو ابھرے ہوئے دکھائی دیتے ہوں اور رَوْسَم اور رسم : مٹے ہوئے نشانات -

اور گھر میں مَطْبَخ (باورچی خانہ) ہے یعنی پکانے کی جگہ اور مَخْبِز : تنّور کی جگہ ، اور مِسْعَر ، وَطِيس ، تَنُّور اور هَيْشَلَم سب کے ایک ہی معنی ہیں اور كَرامة : تنّور کا ڈھکنا اور مَنَاقَة : تنور کا سوراخ اور سَاعُور : چھوٹا تَنُّور جو زمین کے اندر گاڑا ہؤا ہو -

---

[1] - لسان العرب میں ہے : قال ابو عبيدة : انما سميت عَذِرَات النّاس لأنّها كانت تُلْقَى بالأفنية فكنى عنها باسم الفناء كما كنى بالغائط وهي الأرض المُطْمَئِنَّة - قدیم عربوں کے ہاں چونکہ ٹٹی صاف کرنے والے نہ ہوتے تھے اس لیے صحن ہی میں ٹٹی پھینک دیا کرتے - لہٰذا عَذِرَة (صحن) کے معنی ہوتے ہوتے ٹٹی کے ہوگئے -

گھر سے متصل اصطبل ہوتا ہے اس کی جمع إصطَبْلاَت اور أَستَاطِيب' آتی ہے۔ اصطبل میں مَرْبِط ہوتا اور یہ وہ جگہ ہوتی ہے جہاں جانوروں کو باندھا جاتا ہے اور مِرْبَط اس رسی کو کہتے ہیں جس سے جانور کو باندھا جاتا ہے۔ اس میں معلف (تھان یا ناند) ہے اور یہ چارے کی جگہ ہے اور آری" اور آخِيّة وہ جگہ جہاں جانور کو بند کیا جاتا ہے اور اس سے فعل تَأَرّی (اپنے آپ کو بند یا قید کر دینا) آتا ہے۔

اور گھر میں محل ہوتا ہے اسے مِجْدَل ، فَدَن ، عَقْر ، اور صَرْح بھی کہا جاتا ہے یعنی ہر وہ عمارت جو اونچی ہو ، اور أُطُم اور أجُم بمعنی قلعہ ۔ ان کی جمع آطَام اور آجام آتی ہے۔ قیس بن الخطیم کہتا ہے :

فَلَولاَ ذُرَى الآطَامِ قَدْ تَعلَمُونَهُ
وَتَرْكُ الفَلاَ شُورِكْتُمُ فِي الكَوَاعِبِ

اگر قلعوں کی چوٹیاں نہ ہوتیں اور تم صحراء کو چھوڑ کر بھاگ نہ گئے ہوتے تو تمھیں بھی اُبھرے ہوئے پستانوں والی لڑکیوں کے ساتھ شریک کر لیا جاتا اور تمھیں یہ بات بخوبی معلوم ہے

سُور : قلعے کی دیوار (فصیل) اور رَبَض : وہ دیوار جو فصیل کے گرد ہوتی ہے۔ شَرَفُ : جو دیوار کے اوپر آگے کو بڑھا ہؤا ہوتا ہے۔ اس کے پیچھے بیٹھ کر جھانکتے ہیں یعنی سر اونچا کرکے دیکھتے ہیں۔ بَلَد [۳ : ۳۹۳] (شہر) ہوتا ہے۔ پھر مَدِینہ اور مَدِینہ بَلَد سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کے بعد قریہ آتا ہے اور یہ مدینہ سے چھوٹا ہوتا ہے اور ان کی عمارتوں میں سے بُرأة ، قُتْرَة ، نَامُوس ، دُجْيَة اور قرموص ہیں۔ یہ ان جگھوں کو کہتے ہیں جہاں شکار سے چھپ کر بیٹھتے ہیں۔ مَرْقَب : دیدبان وہ جگہ جہاں سے دشمن کے حالات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اور حِوَاء وہ جگہ جہاں کوئی قبیلہ آ کر اترا ہو۔ اور مَوْسِم : جہاں میلہ یا منڈی لگتی ہے۔ مَحْفِل : بزم گاہ۔ مأتم عورتوں کے جمع

ہونے کی جگہ اور ندیٌ : قصہ بیان کرنے اور باتوں کے لیے اکٹھا ہونے کی جگہ اور مصطبۃ : اہم کاموں کے لیے جمع ہونے کی جگہ اور خان : مسافروں کے رات گزارنے کی جگہ (سرائے) اور حانوت (دکان) بیع و شراء کی جگہ ۔ سُدّہ : وہ جگہ جو دکان کے آگے بنائی ہوتی ہے اور عضادہ ، بڑی دکان کے آگے چھوٹی دکان اور حانۃ : شراب کی دکان ، اور ماخور : شراب فروشوں کے گھروں میں شراب پینے کی جگہ ، اور دیماس : حمام ، اور آتون : حمام کی بھٹی ۔

یہ تمام الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عرب ان لوگوں میں سے تھے جنھیں اس صنعت میں مہارت حاصل تھی اور وہ اس ضمن میں راسخ القدم تھے ۔ کیوں نہو جبکہ ان کے ملک کے اندر قدیم عمارتیں اور بلند محل موجود ہیں جن کے کھنڈرات آج تک باقی ہیں اور روئے زمین سے ان کے نشانات اور ان کی مثال مٹی نہیں ہے ۔

عربوں کے بادیہ نشینوں کے گھر

عربوں کے گھر دس قسم کے ہیں : بھیڑ بکری کی پشم کا بنا ہوا (خیمہ) خباء ہے ۔ اونٹ کی پشم کا بنا ہوا بیجاد ہے اور بالوں کا بنا ہوا فُسطاط اور سُرادق : روئی کا بنا ہوا ۔ جوہری کہتا ہے : سُرادِق سُرادِقات کا مفرد ہے ۔ وہ (شامیانہ) جو گھر کے صحن پر پھیلایا جاتا ہے ۔ اور ہر وہ گھر جو روئی کے سوت سے بنا ہو وہ سرادق ہے ۔ رؤبہ کہتا ہے :

يَا حَكَمَ بن المُنذِرِ بن الجَارُوْدْ
سُرَادِقُ المَجْدِ عَلَيْكَ مَمْدُوْدْ

اے حکم بن منذر بن جارود تمھارے اوپر بزرگی کا شامیانہ پھیلایا ہوا ہے

(اور جس مکان پر شامیانہ ہو اسے) بَيْتٌ مُسَرْدَقٌ کہتے ہیں ۔

ایک شاعر پرویز اور اس کا نعمان بن منذر کو ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے کچل کر مروانے کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے :

هُوَ المُدْخِلُ النُّعْمَانَ بَيْتاً سَمَاؤُهُ
صُدُورُ الفُيُولِ بَعْدَ بَيْتٍ مُسَرْدَقِ [۱]

یہ وہ شخص ہے جس نے نعمان کو ایسے گھر میں داخل کیا جس کا آسمان ہاتھیوں کے سینے تھے حالانکہ اس سے پہلے وہ ان گھروں میں داخل ہؤا کرتا تھا جہاں شامیانے لگے ہوتے تھے

اور ان کے گھروں میں سے ایک گھر قشع ہے ۔ اس گھر کو عرب چمڑے کا بناتے تھے اور قشع سوکھے ہوئے چمڑے کو کہتے ہیں ۔ مُتَمم بن نُوَیرہ اپنے بھائی مالک کے مرثیے میں کہتا ہے :

وَلَا بَرِماً تُهْدِي النِّسَاءُ لِعِرْسِهِ
إذَا القَشْعُ مِنْ بَرْدِ الشِّتَاءِ تَقَعْقَعَا

[۳ : ۳۹۳] یہ جوا کھیلنے سے الگ رہنے والا شخص نہ تھا کہ دوسری عورتیں اس کی بیوی کو تحفے بھیجتی ہوں درآنحالیکہ سوکھی کھال موسم سرما کی سردی کی وجہ سے کھڑکھڑا رہی ہو

طِراف : رنگے ہوئے چمڑے کا خیمہ جسے مالدار لوگ استعمال کیا کرتے تھے ۔ انھی میں سے ایک کہنے والا کہتا ہے :

رَأَيْتُ بَنِي الغَبْرَاءِ لَا يُنْكِرُونَنِي
وَلَا أَهْلُ هَذَاكَ الطِّرَافِ المُمَدَّدِ

تو دیکھ رہا ہے کہ محتاج لوگ مجھے بیگانہ نہیں سمجھتے اور نہ (یہ مالدار لوگ) جنھوں نے چمڑے کا خیمہ پھیلا رکھا ہے

بنو الغبراء : محتاج لوگ ، اس کی مراد یہ ہے کہ ممدوح کو فقیر و

---

۱ ۔ لسان العرب میں ہے : بیت مسردق : وھو ان یکون اعلاہ و اسفلہ مشدوداً کلہ ۔ وقد سَرْدَقَ البیت ۔ قال سلامۃ بن جندل یذکر قتل کسریٰ للنعمان ۔ ھو المدخل النعمان ۔ (البیت)

غنی سبھی جانتے ہیں اور حظیرۃ : ایک گھر ہوتا تھا جسے وہ شَذَب سے بناتے تھے اور شَذَب شَذَبَۃ کی جمع ہے۔ [شین اور ذال دونوں پر زبر]۔ درخت کی وہ پھیلی ہوئی ٹہنیاں جنھیں کاٹ لیا جاتا ہے۔ یہ درخت کی اصلی ٹہنیاں نہیں ہوتیں۔ جوھری کہتا ہے : حِضَار وہ باڑا ہے جسے اونٹوں کے لیے درخت کی ٹہنیوں سے بنایا جاتا ہے تاکہ یہ انھیں ہوا اور سردی سے بچائے اور مُحتَضِر : وہ شخص جو باڑا بناتا ہے۔ اور خیمۃ : وہ گھر جسے عرب درخت کی لکڑی سے بناتے، اس کی جمع خیمات اور خِیَم آتی ہے جس طرح بَدْرَۃ اور بِدَر اور خَیْشم کے بھی وہی معنی ہیں جو خیمۃ کے ہیں اس کی جمع خِیَام آتی ہے۔ جس طرح فَرْخ اور فِرَاخ اور تَخَیَّمَ بِمَکَانِ کَذَا : اس نے فلاں مقام پر خیمہ لگایا۔ اور اُقنَۃ پتھر کا بنا ہؤا گھر اُقَن جمع جس طرح رُکْبَۃ اور رُکَب طِرِمّاح کہتا ہے :

فِیْ شَنَاظِیْ[۱] أُقَـنٍ بَیْنَهَـا
عُرَّةُ الطَّیْرِ کَصَوْمِ النَّعَامِ

پتھر کے بنے ہوئے مکانوں کی چوٹیوں میں جن کے درمیان پرندوں کی
بیٹ اس طرح پڑی ہوئی ہے جس طرح شتر مرغ کی بیٹ

کُبَّۃ : خشت خام کا بنا ہؤا گھر۔ ان دس گھروں پر اہل لغت کا

---

۱ ۔ لسان العرب میں ہے : شناظی الجبال : أعالیها و اطرافها و نواحیها واحدتها شُنْظُوَۃ علی فُعلُوۃ قال الطرماح :

فی شناظی اُقَنٍ دونها
عرّۃ الطیر کصوم النعام

الاُقَن : حُفَرٌ تکون بین الجبال ینبت فیها الشجر واحدتها أقنۃ و قیل : الاُقنۃ : بَیْت یُبْنیٰ من حجر ، و عُرّۃ الطیر : ذرقها و الذی فی شعر الطرماح " بینها عرۃ الطیر " صام النعام : اذا رمیٰ بذَرْقِه ۔ المحکم : صام النعام صوما : القی مافی بطنه والصوم : عرّۃ النعام وهو ما یرمي به من دبره

اتفاق نہیں ہے بلکہ بعض میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بادیہ نشینوں کے یہ گھر انھیں بلند محلوں اور مزیّن گھروں کے مقابلے میں زیادہ محبوب ہیں۔ اسی کے متعلق ان کا ایک کہنے والا کہتا ہے :

لَبَيْتٌ تَخْفِقُ الأَرْوَاحُ فِيهِ
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ قَصْرٍ مُنِيفٍ

وہ خیمہ جس میں ہوائیں سائیں سائیں کر رہی ہوں مجھے ایک بلند محل سے زیادہ محبوب ہے

ایک اور شاعر کہتا ہے :

اَلْحُسْنُ يَظْهَرُ فِي شَيْئَيْنِ رَوْنَقُهُ
بَيْتٍ مِنَ الشِّعْرِ أَوْ بَيْتٍ مِنَ الشَّعَرِ

حُسن اپنی آب و تاب دو چیزوں میں ظاہر کرتا ہے یا بیت شعر میں یا بیت شَعر (بالوں کے گھر یعنی خیمے) میں

پاک ہے وہ خدا جس نے اپنے بندوں کے دلوں میں جس طرح چاہا تصرف کیا اور جس طرح چاہا انتخاب کیا۔

اور ان میں سے ایک

بڑھئی کی صنعت

[۳ : ۲۹۵] ہے۔ یہ صنعت ہر قوم کی ضروریات میں سے ہے۔ بالخصوص آبادی میں رہنے والوں کی۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ بعض عرب شہروں کے رہنے والے ہیں اور یہ ایک لازمی امر ہے کہ انھیں اس صنعت کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ ان کے گھروں کے لیے چھت کا ہونا ضروری ہے۔ ان کے لیے اس لکڑی کا ہونا ضروری ہے جس سے دروازہ بند ہو سکے۔ بیٹھنے کے لیے کرسی کا ہونا ضروری ہے۔ بعض عرب بادیہ نشین ہیں جو بدوی ہیں۔ ان کے خیموں کے لیے عمودوں اور میخوں کا ہونا اور ان کی عورتوں کے لیے ہودوں کا ہونا اور ان کے ہتھیاروں کے لیے

نیزوں ، کمانوں اور تیروں وغیرہ کا ہونا ضروری ہے ۔ ان تمام امور میں لکڑی ہی کا مادہ ہوتا ہے اور جب تک صناعت نہ ہوگی یہ چیزیں یہ خاص شکلیں اختیار نہیں کر سکتیں اور وہ صناعت جو اس بات کی ضامن ہے اور جس سے یہ تمام مخصوص شکلیں حاصل ہوتی ہیں وہ باختلاف مراتب بڑھئی کی صنعت ہے ۔

ابن خلدون کہتا ہے : بڑھئی کو پہلے تو لکڑی کے چیرنے کی ضرورت پڑتی ہے یا اس سے چھوٹی لکڑی کے اندازے سے یا تختوں کے اندازے سے ، اس کے بعد ان ٹکڑوں کو مطلوبہ شکل میں ترکیب دی جاتی ہے اور وہ ان تمام اشیا میں اپنے صنعت کے ذریعے ایک نظم کے ساتھ ان ٹکڑوں کو تیار کرنے کا ارادہ کرتا ہے تاآنکہ یہ ٹکڑے اس مخصوص شکل کے اعضا بن جاتے ہیں ۔ جو شخص یہ صنعت اختیار کرتا ہے اسے نجّار کہتے ہیں اور آبادی میں نجّار (بڑھئی) کا ہونا ضروری ہے ۔ پھر جب تمدن بڑھ جاتا ہے اور فارغ البالی آ جاتی ہے اور لوگ ہر قسم کی چیز بنانے میں خواہ وہ چھت ہو یا دروازہ ، یا کرسی یا دیگر گھر کے استعمال کی چیزیں پختہ کار ہوتے جائیں تو ان چیزوں کے بنانے میں بھی پختگی آ جاتی ہے ۔ لوگ صنعت میں اپنے ان کمالی عجائب کے ذریعے جو کسی چیز میں بھی ضروری نہیں ہوتے ان اشیا کو عمدہ بنانے لگتے ہیں مثلاً دروازوں اور کرسیوں میں دھاریاں ڈالنا یا خرّاد کی صنعت کے ذریعے سے ٹکڑوں کو تیار کرنا تاکہ ان کو تراشنے اور ان کو شکل دینے میں پختگی آ جائے ۔ اس کے بعد انھیں ایک مخصوص نسبت سے مرکب کیا جاتا ہے اور انھیں میخوں سے جوڑ دیا جاتا ہے اور یہ بظاہر جڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور ان سے ان کی شکلوں کا اختلاف ایک تناسب سے لیا گیا ہے ۔ یہ طریقہ ہر اس چیز کے ساتھ اختیار کیا جاتا ہے جو لکڑی سے بنتی ہے اور وہ نہایت پختہ اور خوبصورت بن جاتی ہے ۔ اسی طرح لکڑی کے بنے ہوئے ان تمام آلات کے ضمن میں کیا جاتا ہے جن کی ضرورت پڑتی ہے خواہ وہ کسی قسم کے ہوں ۔ اس کے بعد اس نے ان امور

کا ذکر ہے جنھیں اس صنعت کی ضرورت پڑتی ہے ۔ نیز ان معلومات کا ذکر ہے جن پر یہ صنعت موقوف ہے اور اوائل اور قدما میں سے ان لوگوں کا بھی ذکر کیا ہے جنھوں نے اس صنعت کو اختیار کیا ۔ ابن خلدون کا کلام نقل کرنے سے ہمارا مقصد اس صنعت کی حقیقت کا بیان کرنا اور اس کی تعریف کرنا ہے کیونکہ ابن خلدون کے سوا کسی اور نے اس [۳ : ۳۹۶] طرف توجہ نہیں دی ۔ نیز یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ عربوں میں بھی وہ لوگ موجود تھے جنھوں نے اس پیشے کو اختیار کیا ۔ اس کی مشق کی اور اس میں اپنی استعداد اور قابلیت کے مطابق ترقی کی ۔ ان صورتوں اور مخصوص شکلوں کے ناموں کے بارے میں آپ اہل لغت کے اماموں کے بیان میں وہ الفاظ دیکھ چکے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کو اس صنعت سے کمال واقفیت حاصل تھی ۔ اسی طرح وہ الفاظ بھی ہیں جو بڑھئی کے پیشے کے آلات کے ناموں کے متعلق آئے ہیں کیونکہ اگر انھوں نے اس پیشے کو اختیار نہ کیا ہوتا تو انھیں ان آلات کے ناموں کی بھی واقفیت نہ ہوتی ۔ اب ہم یہاں دونوں قسموں میں سے تھوڑی سی باتیں درج کیے دیتے ہیں تاکہ (مطالعہ کرنے والوں کی) بصیرت میں اضافہ ہو ۔

دروازے کے جوڑ اور اس کے اجزا کے نام

دروازہ گھر کی ضروریات میں سے ہے اور ایسی چیز ہے جس کا ہونا گھر کے لیے ناگزیر ہے ۔ یہ بڑھئی کی دستکاری سے ہی بن سکتا ہے عربوں نے جس طرح دروازے کے نام رکھے ہیں اسی طرح ان تمام اجزا کے نام بھی رکھے ہیں جن سے دروازہ مرکب ہوتا ہے ۔ چنانچہ دروازے کے ناموں میں سے باب اور رِتاج ہیں ۔ امرؤ القیس کہتا ہے :

لَہُ کَفَلٌ کَالدِّعْصِ لَبَّدَہُ النَّدٰی
إلَی حَارِکٍ مِثْلُ الرِّتَاجِ المُضَبَّبِ

اس گھوڑے کا پچھلا حصہ اس ریت کے ٹیلے کی طرح ہے جسے نمی نے

تر کر دیا ہو اور وہاں سے لے کر کندھے تک اس دروازے کی طرح
ہے جس میں چٹخنی لگی ہوئی ہو

جب دروازہ ایک ہی تختے سے بنا ہو تو یہ فرد کہلاتا ہے اور اگر دو تختوں کا ہو تو یہ دو مصراع ہیں اور دونوں کی جمع یوں آتی ہے :
أَبْوَابٌ أَفْرَادٌ اور أَبْوَابٌ مَصَارِيعُ ۔

اور جوڑوں کے ناموں میں سے کچھ یہ نام ہیں ۔ چنانچہ دروازے میں اس کے تختے ہوتے ہیں ۔ الواح کا مفرد لَوْح ہے ۔ اس میں اس کے دو مَنْكِب ہیں یعنی دونوں جانب ، اور مِرْدَم اور مِرْدَى (وہ لکڑی) جو دونوں جانب (کی لکڑیوں) کے نچلے حصے کو ملائے اور مِقْعَمُ وہ لکڑی جو اوپر کے حصے کو ملائے اور یہ وہ تختہ ہوتا ہے جو دونوں جانبوں کے درمیان لگا ہؤا ہوتا ہے ۔ اسے مِلْحَام بھی کہتے ہیں اور صفائح وہ چوڑے تختے ہیں جو دونوں کے درمیان ہوتے ہیں ۔ مفرد صَفِيحَة ہے اور زافر وہی ہے جسے الف الباب بھی کہتے ہیں ۔ يَدُ الباب دروازے کا وہ اوپر کا حصہ ہے جو اوپر والے سوراخ میں بھرتا ہے ۔ رِجْل الباب وہ حصہ جو نچلے سوراخ میں بھرتا ہے ۔ اگر یہ لوہے کا ہو تو یہ قطب کہلاتا ہے اور نچلے سوراخ کو جَيْرُور اور نَجْرَان (قندیل) کہتے ہیں ۔ شاعر کہتا ہے :

صَبَبْتُ الْمَاءَ فِي النَّجْرَانِ صَبًّا
تَرَكْتُ الْبَابَ لَيْسَ لَهُ صَرِيرُ

میں نے نجران (قندیل) میں پانی ڈالا اور دروازے کو ایسا کر دیا کہ
اب وہ چرچر نہ کرتا تھا

اور صَرِيرُ (الباب) اور صَرِيف (الباب) اس کی آواز کو کہتے ہیں اور فائز اس لکڑی کو کہتے ہیں جس میں سوراخ کیا ہوتا ہے اور جس میں ید الباب بھرتا ہے ۔ ایک بجھارت میں یوں روایت ہے :

وَمَا عَزِيزٌ سُرَّةٌ يَوْمًا فَتَعْطَبْ
وَفَائِزٌ وَالنَّارُ فِيهِ تَلْتَهِبْ

[۳ : ۳۹۷] وہ کونسا عزیز بچہ ہے جس کی ناف ایک دن کاٹ دی گئی ہو اور وہ مر گیا ہو اور وہ کونسا فائز (دروازے کی لکڑی جس میں ید الباب پھرتا ہے) ہے جس میں آگ شعلہ زن ہو

دروازے کے عِضَادَتَان (دو بازو) ہوتے ہیں ۔ یہ وہ دو لکڑیاں ہوتی ہیں جو اسے گھیرے ہوئے ہوتی ہیں ۔ أُسْكُفَّة : اس لکڑی کو کہتے ہیں جو دونوں بازوؤں کو نیچے کی جانب سے ملائے (چوکھٹ) ۔ عَتَبَة [اسے سَاكِفْ بھی کہتے ہیں] وہ لکڑی جو دونوں کو اوپر کی جانب سے ملائے ۔ ان چاروں لکڑیوں کو جب ایک دوسرے کے اندر داخل کر دیا جائے ۔ یہ مربع شکل کی بن جائیں تو اسے إِطَار البَاب (چوکھاٹ) کہتے ہیں ۔ جس طرح إِطَار المُنخُل (چھلنی کا گھیرہ) کہتے ہیں ۔ سَقِيفَة : اس لکڑی کو کہتے ہیں جو عتبہ سے اوپر ہو اور جس کے ساتھ اسے ملایا جائے ۔ إِيَادُ البَابِ ، و سَنَدُ (البَاب) و مَلَاذَة (البَاب) : وہ لکڑی جو دروازے کی پشت پر لگا دی جاتی ہے اور میخوں کی نوکیں پار ہو کر اس میں چلی جاتی ہیں اور دروازے کے تختوں کو اس سے مضبوط کیا جاتا ہے ۔ اگر میخیں لوہے کی ہوں تو وہ مَسَامِير ہوں گی مفرد اس کا مِسْمَار ہے اور اگر لکڑی کی ہوں تو وَدّ اور وَتِد ۔ اس کی جمع أَوْتَاد ہے ۔ اور بِوَان اور خالِفة الباب (عمود جو خیمے کی پچھلی جانب ہوتا ہے) ایک ہی چیز ہے اور مُجْمَل میں ہے بِوَان : خیمے کا ستون ۔ جوہری کہتا ہے : بِوَان ۔ [باء کی کسرہ اور ضمہ کے ساتھ] ۔ خیمے کے عمودوں میں سے ایک عمود ہے جمع بُوْن ۔ ضمہ کے ساتھ ہے ۔ دروازے کا حَلْقَة (زنجیر ۔ یا ۔ کنڈا) اور مِقْرَعَة ہوتا ہے جس سے دروازہ پر دستک دی جاتی ہے ۔ شاعر کہتا ہے :

مَنْ قَرَعَ البَابَ وَلَمْ[1]
يَعْجِزْ عَنِ القَرْعِ دَخَلْ

---

۱ ۔ انھی معنوں میں یہ ضرب المثل یوں بھی آئی ہے : مَنْ قَرَعَ البَابَ وَلَجَ وَلَجَ ۔

جس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کھٹکھٹاتے کھٹکھٹاتے وہ عاجز نہ آیا
وہ ضرور داخل ہوگا

اگر زنجیر کی بجائے چمڑے کا تسمہ ہو تو یہ وَذَم ہے - رَزَّۃ اس حلقے کو کہتے ہیں جس میں بند کرتے وقت زرفین (کُنڈا) داخل ہوتا ہے کَتَائِفُ البَاب اور ضَبَّاتُ (الباب) وہ لوہے کے پترے جو دروازے پر لگائے جاتے ہیں - کَتِیفَۃ کو ورد بھی کہتے ہیں اور لَوْلَب وہ دو لوہے (کی چوڑیاں) جو ایک دوسرے کے اوپر چڑھی ہوتی ہیں ایک کو ذَکَر (نر) اور دوسرے کو اُنثٰی (مادہ) کہا جاتا ہے اور مِغلَق تالے کی جگہ اور مِغْلاق : جسے چابی کے ذریعے سے کھولا جائے اور مِعْلاَق - [عین مہملہ کے ساتھ] - جس میں چابی کی ضرورت نہ پڑے اور قَعْو : لکڑی کے تالے کا سوراخ ، اور لکڑی کے تالے میں بَلاَطِیط ہوتی ہیں جن کا مفرد بلطَاط ہے اور یہ وہ لکڑیاں ہیں جو اس سوراخ میں ڈالی جاتی ہیں جن سے دروازہ بند ہوتا ہے - محاورے میں بولتے ہیں قَلْقِلِ الغَلَقَ حَتّٰی تَقَعَ البَلاَطِیطُ فِی اَقْمَاعِهَا لکڑی کے تالے کو ہلاؤ تاکہ لکڑیاں اپنے اپنے خانے میں داخل ہو جائیں - مِقْلاَد : چابی ، اس کی جمع مَقَالِیدُ ہے - اور اَسْنَانُ المفتاح (چابی کے دندانے) جو لکڑیوں کو اپنے اپنے خانے سے اوپر کو اٹھا دیتے ہیں تاکہ وہ کھل جائیں - دروازے میں جو درزیں ہوتی ہیں انہیں صِیر بھی کہا جاتا ہے - حدیث میں ہے :

مَنْ نَظَرَ فِیْ صِیْرِ بَابٍ فَفُقِئَتْ عَیْنُهُ فَهُوَ هَدَرٌ

[۳ : ۳۹۸] جس شخص نے دروازے کی درزوں میں سے دیکھا اور کوئی اس کی آنکھ پھوڑ دے تو یہ اسے معاف ہے

اگر دروازے میں بہت سی درزیں ہوں تو اسے مُخَرَّق کہا جاتا ہے - جب تختے ساتھ ساتھ ملے ہوئے نہ ہوں اور ان کے درمیان کشادگی رہ جائے تو ایسے دروازے کو بَابٌ مُضَلَّعٌ اور (بَابٌ) مُخَلَّلٌ کہتے ہیں اور جو دروازہ لکڑی کا بنا ہو تختوں کا نہ ہو اور اس میں

سوراخ ہوں تو اسے مُشَبَّك (جالیدار) کہتے ہیں ۔ جب دروازہ صرف چوڑے تختوں کا بنا ہوا ہو تو اسے بَاب مُصَمَّت کہتے ہیں ۔ جب تو دروازے کو چوکھاٹ کی اوپر والی لکڑی کے ساتھ ملا دے تو بولتے ہیں : أَصْفَقْتُ البَابَ وَصَفَقْتُهُ اور جب ان دونوں کے درمیان جگہ چھوٹ جائے تو أَجَفْتُ البَابَ کہیں گے ۔ رَددتُ الباب جب دروازے کو ساتھ ملانے کے بغیر پھیر دیا جائے اور دروازے کو مَرْدُوْد بولتے ہیں ۔ بَلَقْتُ البَابَ میں نے دروازہ کو (چوپٹ) کھول دیا ۔ إنْبَلَقَ : کھل گیا ، اور کھلے ہوئے دروازے کو بَلَق کہتے ہیں ۔ أغلَقْتُہ : (میں نے اسے بند کر دیا) اور دروازے کو مُغلَق کہیں گے اور مِحْصَن : قفل ، اور کہتے ہیں : أقفَلتُہ اور دروازہ کو مُقفَل کہیں گے ۔ تالے کا عمود ہوتا ہے اور یہ ایک لمبوترا لوہا ہوتا ہے اور لوہے کا وہ پترا جو تالے کے بند ہونے کی جگہ میں غائب ہو جاتا ہے اسے مِنْشَب کہتے ہیں اور نُعَام الفَرَاشَة ان مستطیل لوہے کے پتروں کو کہتے ہیں جو اس کے اوپر جڑے ہوتے ہیں ۔ اعْيَارُ الفَرَاشَة فراشہ کا وہ حصہ جو ابھرا ہوا ہوتا ہے اس کا مفرد عَيْر ہے ۔ تالے کو جیلاَزہ بھی کہتے ہیں اور جب چابی کے بغیر تالے کے اندر کوئی چیز داخل کرکے اسے کھولا جائے تو فَشّ القُفلَ بولتے ہیں ۔

بڑھئیوں کے اوزار و آلات

یہ بات ظاہر ہے کہ اس پیشے سے متعلق بہت سے اوزار ہیں جن کا بالتفصیل بیان کرنا اس مقام پر ممکن نہ ہوگا ہم فقط چند ایک کا ذکر کریں گے تاکہ یہ ہمارے موقف کے لیے دلیل بن سکے ۔ بہر حال ان کے آلات میں سے ایک فأس (کلہاڑی) ہے یہ مؤنث ہے ۔ اس کی جمع أفؤُس اور فُؤُوس آتی ہے ۔ خَصِيْن ۔ [خاء معجمہ اور صاد مہملہ کے ساتھ] ۔ کلہاڑی جس کی ایک دھار ہو ۔ حَدْأة جس کے دو سر ہوں اس کی جمع حَدَأ آتی ہے ۔ شَمَّاخ کہتا ہے :

يُبَاكِرْنَ العِضَاهَ بِمُقْتَنِعَاتٍ[1]
نَوَاجِذُ هُنَّ كَالحَدَأِ الوَقِيعِ،

یہ اونٹ علی الصباح ہی خاردار عِضَاہ درخت کی طرف ایسے دانتوں کے ساتھ جاتے ہیں جو اندر کی طرف مڑے ہوئے ہیں اور جن کی داڑھیں تیز کلہاڑی کی طرح ہیں

یعنی تیز دھار والے ہیں اور ان کو ہتھوڑوں سے کوٹا گیا ہے۔ صَاقُور : بڑا کلہاڑا جس کا ایک ہی باریک سر ہوتا ہے جس سے پتھر کوٹے جاتے ہیں ۔ اسی کو مِعْوَل بھی کہتے ہیں ۔ (محاورے میں بولتے ہیں) : قد صَقَرْتُ الحِجَارَةَ صَقْراً جب تو انھیں صَاقُور کے ساتھ توڑے اور کرزن اور کِرْزِين : بڑا کلہاڑا جس سے درخت کاٹا جاتا ہے کَرْزَم ، کِرْزِیم اور کُرْزُوم کے بھی یہی معنی ہیں ۔ جریر کہتا ہے :

وَأَوْرَثَكَ القَيْنُ العَلَاةَ وَ مِرْجَلًا
وَإِصْلَاحَ أَخْرَاتِ الفُؤُوسِ الكَرَازِمِ[2]

لوہار نے تجھے ایک سندان (آہرن) ایک دیگ اور بڑے کلہاڑوں کے سوراخ کی اصلاح کرنا بھی ورثہ کر دیا

[۳ : ۳۹۹] اور قَدُوم چھوٹی کلہاڑی ، یہ لفظ مخفف ہے ۔ شاعر کہتا ہے :

---

۱ - لسان العرب میں ہے : الاصمعی : المُقْتَنِعُ الفم الذی یکون عطف اسنانہ الی داخل الفم و ذلک القوی الذی یُقَطِّعُ لہ کل شئی فاذا کان انصبابھا الی خارج فھو ارفق و ذلک ضعیف لا خیر فیہ و فم مُقْتَنِعٌ من ذلک قال الشماخ یصف ابلاً اس کے بعد یہی شعر پیش کیا ہے ۔

۲ - تصحیح لسان العرب سے کی گئی ہے بلوغ الارب میں الکرازما ہے و الکرزم : فأس مفلولة الحد ۔

تُنِيفُ بِرَأسٍ فِي الزِمَامِ كَأَنَّهُ
قَدُومُ فُؤُوسٍ مَاجَ فِيهِمَا نِصَابُهَا

یہ اونٹنی مہار کے ساتھ اپنے سر کو اٹھاتی ہے اور یہ سر یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کلہاڑی کا لوہا ہے جس میں دستہ حرکت کر رہا ہے

جوہری کہتا ہے : قَدُوم : وہ آلہ جس سے تراشا جاتا ہے (تیشہ) یہ لفظ مخفف ہے اور جمع قُدُم آتی ہے ۔ اعشٰی کہتا ہے :

أَقَامَ بِهِ شَاهَبُورُ الجُنُو
دَ حَوْلَيْنِ تَضْرِبُ فِيهِ القُدُمْ

شاہ پور نے دو سال تک اپنی فوجیں وہاں مقیم رکھیں اور تیشے اس میں ضرب لگاتے تھے

قُدُم کی جمع قَدَائِم آتی ہے جس طرح قُلُص کی قَلَائِص ۔ خُرْت : کلہاڑی کا سوراخ ، اور نصاب (الفأس) اس کی لکڑی (دستہ) اسے فِعَالٌ بھی کہتے ہیں اس کے لیے ابن الاعرابی نے یہ شعر پیش کیا ہے :

أَتَتْهُ وَهْيَ جَانِحَةٌ يَدَاهَا
جُنُوحَ الهِبْرَقِيِّ عَلَى الفِعَال

یہ اس کے پاس آئی جبکہ اس کی اگلی ٹانگیں اس طرح جھکی ہوئی تھیں جس طرح ایک لوہار تیشے کے دستے پر جھکا ہوتا ہے

غُرَابُ (الفأس) کلہاڑی کی دھار ۔ وَشِيظَةَ اور نِخَاسَةَ : وہ چھوٹی سی لکڑی جو کلہاڑی کے سوراخ میں یا دستے کے شگاف میں اسے تنگ کرنے کے لیے ڈالی جاتی ہے ۔ (فَانَّہ) اور یہ اس وقت کیا جاتا ہے جب دستہ پتلا ہو اور کلہاڑی کو گرفت میں نہ لے سکے (اس لفظ سے فعل یوں) بولتے ہیں : وَشَظْتُهُ اور نَخَسْتُهُ ، اور قَلِقَتِ الفَأس اور مَاجَتِ (الفَأسُ) اس وقت کہتے ہیں جب سوراخ کھلا ہو اور دستے کے اندر ہلتا رہے ۔ اگر دستے میں سے نکل جائے تو پھر نَصَلَتْ (الفَأسُ) تَنْصِيلُ نُصُولاً کہتے ہیں ۔ راعی کہتا ہے :

فِيْ مَتْهَمَةٍ قَلِقَتْ بِہٖ هَامَاتُهَا
قَلَقَ الفُؤُوْسِ إِذَا أَرَدْنَ نُصُولاَ

اس بیابان میں ان کی کھوپریاں یوں حرکت کر رہی تھیں جس طرح کلہاڑیاں (دستے سے) نکلنے کے ارادے سے مضطرب ہوتی ہیں

ان میں سے ایک مِنْشَار (ارّہ) وہ آلہ جس سے لکڑی کو چیرا یعنی کاٹا جاتا ہے ۔ فعل یوں آتا ہے : نَشَرْتُہ، و اَشَرْتُہ، اور وَشَرْتُہ، ۔ اسی لیے اسے مِنْشَارٌ بھی کہتے ہیں اور نُشَارَہ (لکڑی کا برادہ) جو ارّہ چلانے سے گرتا ہے ۔ اور ان میں سے ایک مِحْفَرَۃ ہے یہ ایک آلہ ہوتا ہے جس سے لکڑی کو کھودا جاتا ہے (رُوکھانی) ۔ اسے مِنْقَار بھی کہتے ہیں اور نَقَرْتُ الشئی اس وقت بولتے ہیں جب تو اسی میں مِنْقَار¹ (روکھانی) کے ساتھ سوراخ کرے ۔ بڑھئی کے آلات میں سے ایک مِسْحَل (ریتی) ہے اور مِبْرَد (ریتی) ہے جو لوہے کی ریتی سے زیادہ کھردری ہوتی ہے اور مِسْحَل وہ ہے جس سے لکڑی کو رگڑا جاتا ہے اور جو ریتی چھوٹی ہو اسے مِسْرَد کہتے ہیں ۔ ان میں سے ایک مِثْقَب (برما) ہے یہ ایک آلہ ہوتا ہے جس سے لکڑی میں سوراخ کیا جاتا ہے ۔ ان میں سے ایک کلبتان (زنبور) ہے ۔ یہ ایک آلہ ہے جس سے بڑھئی لکڑی میں سے میخوں کو کھینچ کر نکالتا ہے اور جس سے لوہار تپتے ہوئے لوہے کو پکڑتا ہے اور ان میں سے ایک عَتَلَۃ ہے ۔ اور یہ ایک لوہے کا اوزار ہوتا ہے جو کلہاڑی کی طرز کا ہوتا ہے ۔ اسے بَيْرَم النجار بھی کہتے ہیں ۔ اس کے معنی لوہے کی اس لٹھ کے بھی آتے ہیں جس کا سرا چوڑا ہوتا ہے اور جس سے دیوار کو گرایا جاتا ہے ۔ وغیرہ [۳ : ۴۰۰] وغیرہ اوزار و آلات جن کی تفصیل لغت کی کتابوں میں موجود ہے ۔ اگر عرب اس صنعت کو جانتے نہ ہوتے تو وہ ان ناموں کو ان اوزاروں کے لیے استعمال نہ کرتے ۔

---

۱ - بلوغ الارب میں منشار چھپا ہے اسے مِنْقَار پڑھیں ۔

آہنگری

یہ صنعت بھی قوموں کی ضروریات میں سے ہے اور اس سے وہ کسی صورت میں بھی مستغنی نہیں ہو سکتے ۔ لوگوں کی معیشت اور پیشوں میں جو لوہے کے فوائد ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں ۔ کیونکہ جو صنعت بھی ہو یا کسی قسم کی مصنوعات ہوں ان میں یا تو خود لوہا کارآمد ہوتا ہے یا وہ لوہے کے آلات سے تیار کی جاتی ہے اور قرآن مجید میں ہے :

وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِيَعْلَمَ اللهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَ رُسُلَهُ إِنَّ اللهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ

ہم نے لوہا اتارا اس میں سخت ضرر ہے اور لوگوں کے لیے منافع بھی ہیں (اور ہم نے اسے اس لیے اتارا کہ) اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون اس کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے مدد کرتا ہے ۔ اللہ ہی قوی اور غالب ہے ۔

یہ صنعت دنیا کی قدیم صنعتوں میں سے ہے ۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ سان ، آہرن اور زنبور اترا تھا ۔ یہ بھی روایت ہے کہ آپ کے ساتھ پھاوڑا اور کدال اترے تھے ۔ ایک حدیث میں ہے : جب آپ اترے تو آپ کے ساتھ لوہے کی پانچ چیزیں بھی اتریں ، آہرن ، زنبور ، سوئی ، ہتھوڑا اور سان ۔ میقعۃ کی تشریح میسن (سان) سے کی گئی ہے ۔ میقعۃ بڑے ہتھوڑے کے معنوں میں بھی آتا ہے یا وہ (مینقار) جس سے چکی کو رھایا کیا جاتا ہے (یا ٹُلایا جاتا ہے) ابن عباس کی روایت میں ہے : جب حضرت آدم جنت سے اترے تو ان کے ساتھ کاریگر کے اوزار تھے ۔ باسنة کے معنی کاریگر کے اوزار کے ہیں ، یا ہل کے ہیں اور یہ لفظ خالص عربی لفظ نہیں ہے ۔ عرب اس شخص کو جو یہ پیشہ اختیار کرتا قین کہتے تھے ، جوہری کہتا ہے : قین کے معنی لوہار کے ہیں ، اس کی جمع قیون ہے ۔ ابن السکیت سے مروی ہے کہ لوہار کو خواہ کوئی ہو

قَیْن کہتے ہیں اور فعل قَانَ یَقِیْنُ قَیْنًا آتا ہے کہتے ہیں قِنْ إِنَاءَكَ هٰذَا عِنْدَا لقَیْن : لوہار سے اپنے برتن کی اصلاح کرا لو ۔ قِنْتُ الشیئی أَقِیْنُہُ قَیْنًا میں نے اس کی اصلاح کی اور یہ شعر پیش کیا ہے :

وَلِی کَبِدٌ مَجْرُوْحَةٌ قَدْ بَدَا بِهَا
صُدُوْعُ الهَوٰی لَوْ کَانَ قَیْنٌ یَقِیْنُهَا

میرا جگر مجروح ہے جس میں عشق کے شگاف ظاہر ہوگئے ہیں کاش
کوئی لوہار اس کی اصلاح کر سکتا

اور مثل ہے : إِذَا سَمِعْتَ بِسُرَی القَیْنِ فَإِنَّهُ مُصْبِحٌ ۔ جب تو لوہار کے متعلق سنے کہ وہ رات کو نکلا ہے تو (سمجھ لو) کہ وہ صبح کو نکلے گا اور یہ شخص سعد القین تھا جو جھوٹ اور بے سود باتیں کرنے میں ضرب المثل بن گیا تھا ۔ یوں بولتے ہیں دُهْدُرِیْنِ[1] سعد القَیْنِ (اے سعد لوہار تو بے کار ہوگیا) بنی أسد کے قبیلے میں سے جو بنی القین ہیں انہیں بَلْقَین کہا جاتا ہے جیسے بلحٰرث (بنی الحٰرث سے) اور بَلهجیم (بنی الهجیم) کہا جاتا ہے اور یہ طریقہ شاذ تخفیفوں میں سے ہے ۔ لوہار مختلف قسم کے کام کیا کرتے تھے ۔ چنانچہ بعض اپنے چوپایوں کے لیے لگامیں اور مہارین بنایا کرتے ، اور یہ چیزیں کئی ایک اجزا اور مختلف جوڑوں پر مشتمل ہوتی ہیں ۔ ابو عبد اللہ الاسکافی کتاب المبادیٔ میں کہتا ہے : لگام میں شَکِیْمَة (دهانہ) ہوتا ہے اور [۳ : ۱۰۴] یہ وہ لوہا ہے جو منہ میں ہوتا ہے ۔ فأس : وہ لوہا جو دہانے سے اوپر کو اٹھا ہوتا ہے اور فَرَاشَتَان : دہانے کے دونوں جانب کا لوہا ، اسی کے ساتھ لگام کا وہ حصہ جو گھوڑے کے رخسارے پر ہوتا

۱ ۔ لسان العرب میں ہے : دُهْدُرَّيْن : اسم لبَطَلَ...... و من کلامهم دُهْدُرَّين سعد القین ای بَطَلَ سعد القین بان لایستعمل و ذلک لتشاغل الناس بما هم فیه من الشدة او القحط ۔

ہے باندھا جاتا ہے اور خُطّافان اور شاکِلَتان۔ باگ کے دو ٹیڑھے لوہے اور کَلّوبان : دو سوراخ جن میں باگ کا سرا ڈالا جاتا ہے، اور حَکَمَۃ : وہ لوہا جو ناک اور نچلے تالو کے گرد لگا ہوتا ہے اور اسے حَکمتانِ کہتے ہیں۔ مِسحَلان : دو لوہے جو دونوں باچھوں کو گھیرے ہوتے ہیں۔ جو لوہا کنپٹی پر ہوتا ہے اسے صُدْغ ہی کہتے ہیں۔ طَرْف : جو تسموں کے کناروں میں ہوتا ہے کبھی اسے چاندی کا بھی بنا لیتے ہیں۔ نِکْل : خچروں کی لگامیں ہیں۔ اس نے لگام اور ان حصوں کے ذکر کو جو لگام میں شامل ہوتے ہیں بہت لمبا کر دیا ہے۔ ہمارا مقصد صرف اتنا ہے کہ یہ صنعت عربوں میں خوب راسخ ہو چکی تھی یہاں تک کہ اس کی دقیق چیزیں بھی وہ بنا سکتے تھے۔ بعض لوہار ان کے لیے تلواریں بناتے تھے، اس کام سے ایک شخص مشہور ہوا جس کا نام سریح تھا جو تلواروں کے بنانے میں ماہر اور پختہ کار تھا۔ سَرِیحی تلواریں اسی کی طرف منسوب ہیں۔ جو شخص تلواریں بناتا تھا اسے طَبّاع کہتے اور صَیقَل اس شخص کو کہتے ہیں جو تلواریں صیقل کرتا ہے اور جو حصے تلوار میں شامل ہیں ان کے ناموں سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس صنعت میں کس قدر باریکیاں پیدا ہوگئیں تھیں نیز یہ کہ اس صنعت کی زیادہ معلومات حاصل کرنے کے لیے کن کن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ چنانچہ تلوار کے لوہے کو نَصْل (پھال) کہتے ہیں۔ سِیلان : پھال کا وہ سرا جو دستے کے اندر ہوتا ہے اور پھال کی پشت مَتْنُ السَیف ہے۔ کہتے ہیں : سَخَّنَ مَتْنَہ؛ یعنی اسے خوب تپایا اور تلوار کا اگلا حصہ صَدْرُ السَّیف کہلاتا ہے۔ عَرْضَا (السَّیف)، صَفْحَتا (السَّیف)، صَفْحَتَا (السَّیف) لَبّا (السیف) تلوار کا پیٹ اور پشت ہے۔ رہی اس کی دو دھاریں تو یہ ذَلقتان، ذُبَابَتانِ، غَرَارانِ، اور شَفْرَتان ہیں۔ مَضْرِبُ السَّیف تلوار کا وہ حصہ ہے جس سے مضروب کو مارا جاتا ہے اور ظُبَۃُ (السَّیف) مَضْرِب کے کنارے کو کہتے ہیں اور شَبَاۃُ (السَّیف) : دھار کا کنارا اور صَبِیبَتا السیف شَبَاۃ کی دونوں جانبیں اور عَیْرا

(السَّیْف) تلوار کی پشت کے وسط میں دو ابھرے ہوئے کنارے ہیں ، اور (ایسی تلوار کو سَیْف مُعَیَّرٌ کہتے ہیں - عُرْصَتَان تلوار کا وہ حصہ ہے جو عَیْر اور دونوں دھاروں کے درمیان ہے رَوْنَق (السَّیْف) تلوار کی وہ دھاریں جو پانی دینے سے بنی ہوتی ہیں - اُثْر (السَّیْف) تلوار کی پشت میں چیونٹی کے رینگنے کی طرح کے نشانات - تلوار کو مأثُور بھی کہتے ہیں ، سَیْفٌ مُشَطَّبٌ اور مَشْطُوبٌ : وہ تلوار جس کی پشت پر شُطْبَة ہو اور شُطْبَة : وہ لکیر ہے جو تلوار کی پشت میں ابھری ہوئی ہو - اسے سَفْسَقَةَ السَّیْف کہتے ہیں یا سَفْسَقَة وہ حصہ جو تلوار کی ایک طرف شُطْبَتَیْن کے درمیان لمبائی میں ہو - رہا تلوار کا قَائِم تو یہ اس کا دستہ ہے - دستے میں قَبِیْعَة ہوتا ہے اور قَبِیْعَة وہ چاندی یا لوہا جو دستے کے سرے پر گیند کی طرح کا ہوتا ہے - قَبِیْعَہ کا اوپر کا حصہ قُلَّة کہلاتا ہے - کہتے ہیں سَیْفٌ ، مُقَلَّلٌ -

ہُذَلی کہتا ہے :

وَلَقَدْ شَهِدتُ الخَيْلَ بَعْدَ رُقَادِهِم
تُفْلَى جَمَا جِمُهُمْ بِكُلِّ مُقَلَّلِ

[۳ : ۴۰۲] میں ان کے سو جانے کے بعد ان گھوڑ سواروں کی جماعت کے ساتھ حاضر تھا جن کی کھوپریاں قُلَّہ دار تلواروں سے

کاٹی جاتی تھیں اور وہ میخ جو قَبِیْعَة کی دونوں جانب اور دستے میں ہوتی ہے اسے کَلْب اور حِرْبَاءَ کہتے ہیں - حِرْبَاء کے دونوں کنارے شَعِیْرَتَان ہیں اور ان میں سے ایک کنارے پر ایک حلقہ ہوتا ہے جس میں وہ تسمہ ہوتا ہے جسے قَلْس ، نَعْفَة ، ذُوَابَة اور عِلَاقَة کہا جاتا ہے - جو میخ دستے کے وسط میں ہوتی ہے - اسے بھی حرباء اور کَلْب

کہتے ہیں - ہر دستے میں دو کَلْشَب ہوتے ہیں اور سَفَن[1] : کھردری اور محبوب کھال جسے تلوار کے دستے پر چڑھاتے ہیں - رِئَاس : چاندی یا لوہے کا ہوتا ہے جو سفن کے دونوں کناروں کو جمع کرتا ہے اور کبھی قبضے کو بھی رئاس کہہ لیتے ہیں -

[2]مُعَنقِرؔ بن حمار البارقی کہتا ہے :

هُمَا بَطَلَانِ يَعْثِرَانِ كِلَاهُمَا
يُرِيدُ رِئَاسَ السَّيْفِ وَالسَّيْفُ نَادِرُ

وہ دو بہادر ہیں ان میں سے ہر ایک دوسرے کو گرانا چاہتا ہے
اور تلوار کا دستہ پکڑنا چاہتا ہے حالانکہ تلوار میان سے نکل چکی ہے

دستے کا غاشیہ وہ چاندی یا لوہا ہے جو تلوار کو میان میں ڈالنے کے بعد میان کے سرے کو ڈھانپ دیتا ہے اور غاشیۃ کے دونوں کناروں کو شاربَیْن کہتے ہیں اور میان کا وہ حصہ جو غاشیہ کے نیچے آ جاتا ہے اسے زافِر کہتے ہیں اور أَسَائِن أَسِيْنَہ کی جمع ہے یہ وہ تسمے ہوتے ہیں جنھیں ایک دوسرے کے اندر داخل کیا جاتا ہے اور دستے کے اوپر گوندھ دیے جاتے ہیں میان کو غِمْد اور قِرَاب بھی کہتے ہیں - إزَار (الجفن) اس کھال کو کہتے ہیں جو باہر کی طرف میان پر چڑھائی جاتی ہے اور خِلَّةُ (الجَفِن) وہ کھال جو میان کے اندر ڈالی جاتی ہے - نَعْل وہ لوہا جو میان کی نچلی طرف ہوتا ہے - مِحْمَل ، حِمَالَۃ پٹی کو کہتے ہیں یعنی وہ تسمہ جو کندھے کے اوپر رکھا جاتا ہے اور تلوار کو اس کے ذریعے سے اٹھایا جاتا ہے -

---

۱ - لسان العرب میں سفن کی یوں تشریح کی ہے : السَّفَنُ جلد أخشن غليظ كجلود التماسيح يكون على قوائم السيوف و قيل هو حجر يُنْحَتُ و يليّن به وقد سَفَنَہ سَفْنًا و سَفَّنَہ، و قال ابو حنيفة : السفن قطعة خشناء من جلد ضَبٍّ او جلد سمكة يسحج بها القدح حتى تذهب آثار المبراة -

۲ - مُعَقِّر بن اوس بن حمار - جاہلی شاعر ہے (اشتقاق : ۴۸۱) یہ اس قصیدے کا شعر ہے جو اغانی (۱۱ : ۱۵۰ - ۱۵۱) پر ہے -

شاعر کہتا ہے :

إِلَى مَلِكٍ لَا تَنْصُفُ النَّعْلُ سَاقَهُ
أَجَلْ لَا وَإِنْ كَانَتْ طِوَالاً مَحَامِلُهُ

اس بادشاہ کے پاس جس کی تلوار کا نچلا حصہ اس کی پنڈلی کے نصف تک بھی نہیں پہنچتا ۔ ہاں ۔ نہیں پہنچتا خواہ اس کی پیٹی لمبی ہی کیوں نہ ہو

مراد یہ ہے کہ اس کے قد کے لمبا ہونے کی وجہ سے اس کی تلوار کا نچلا حصہ اس کی پنڈلی کے نصف تک بھی نہیں پہنچتا ۔

شاعر کہتا ہے :

كَأَنَّ عَلَيْهَا خِلَّةً فَارِسِيَّةً
يُقَطِّعُهَا بَيْنَ الْجُفُونِ الصَّيَاقِلُ

(یہ پرانے کھنڈرات) یوں معلوم ہو رہے ہیں جیسے ان پر منقش فارسی کھالیں چڑھی ہوئی ہوں جنھیں صیقل کرنے والے میانوں کے درمیان کاٹ کاٹ (کر لگاتے ہیں)

کیونکہ خِلّة منقش کھالوں کا بنا ہوتا ہے ۔ رَصَائع رَصِيعَة کی جمع ہے ۔ یہ وہ تسمے ہوتے ہیں جنھیں میان اور پیٹی کے درمیان گوندھا جاتا ہے ۔

شنفری کہتا ہے :

هَتُوفٌ مِنَ الْمُلْسِ الْمُتُونِ يَزِينُهَا
رَصَائِعُ قَدْ نِيطَتْ إِلَيْهَا وَ مِحْمَلُ

(یہ کمان) جب اس کی تندی کو کھینچا جائے تو آواز کرتی ہے اس کی چھال نرم ہے اسے وہ تسمے مزیّن کر رہے جو اس کے ساتھ لٹکائے گئے ہیں اور پیٹی بھی

بَکَرَات[1] : وہ حلقے جو تلوار کی پیٹی میں عورتوں کے چھلّوں کی طرح ہوتے ہیں ۔ یہ گول ہوتے ہیں اور پیٹی کے کناروں پر [٣ : ٣٠٣] قُیوُد کو پکڑے ہوئے ہوتے ہیں ۔ قیود ان حلقوں کو کہتے ہیں جو میان کی ایک طرف ہوتے ہیں ۔ قُیُود کے کناروں کو زوائد کہتے ہیں ۔ بعض اوقات ان میں تسمے باندھ دیے جاتے ہیں ۔ جب تلوار میان سے بآسانی نکل سکے تو سَابِسٌ و دَلَقٌ بولتے ہیں اور اگر بدقت نکلے تو لَصِبَ (السیفُ فِی الغِمْدِ) ولَحِجَ بولتے ہیں ۔ اگر مضروب کو لگ کر واپس لوٹے تو نبا بولتے ہیں اور اگر لوٹ جائے تو اِنقصف بولتے ہیں اور کہتے ہیں [2]صَابَیْتُہُ : میں نے اس کے کنارے کو زمین کی طرف جھکا دیا جس طرح نیزے کو جھکاتے ہیں اور هَزَزْتُہُ فَاهْتَزّ ۔ میں نے تلوار کو ہلایا اور وہ ہلی یعنی مضطرب ہوئی ۔

عربوں میں سے بعض لوگ ان کے لیے تیر ، میخیں ، چھریاں ، برتن ، اور دیگر سامان و آلات بناتے تھے ۔ جن کی تفصیل بیان کرنا باعث طوالت ہوگا ۔ ابو عبد اللہ الاسکافی نے کتاب المبادی میں اور اسی طرح دیگر ائمہ لغت نے ان باتوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے ——

لوہاروں کے اوزار و آلات

ان کے اوزاروں اور آلات میں سے قُرزُم اور عَلاۃ ہے اور یہ آہرن ہے ۔ ابن درید سے مروی ہے کہ قُرزُم کی قاف پر ضمہ ہے اور یہ موچی کا

---

١ ۔ مگر لسان العرب میں یوں ہے : البکَرات ایضاً : الحَلَقُ التی فی حلیة السیف شبیهة بفَتَخ النساء ......پھر لکھتے ہیں : البکَرةُ و جمعها بکَرٌ بالتحریک وهو من شواذ الجمع لان فَعلَة لاتجمع علی فَعَل الا احرفًا مثل حَلَقة و حَلَق و حَمَاۃ و حَمًا و بکرة و بکر ۔

٢ ۔ مگر لسان العرب میں یوں ہے : صَابَیَ سَیْفَہ : جَعَلَہ فی غمده مقلوبًا و کذلک صابیته أنا و اذا اغمد الرجل سیفًا مقلوبًا قیل قد صابی سیفه یصابیه ۔

گول تختہ ہوتا ہے ۔ مِطْرَقَۃ (ہتھوڑا) اور یہ ایک آلہ ہوتا ہے جس سے لوہے کو کوٹا جاتا ہے ۔ فِطِّیْس (وہ ہتھوڑا جو) مِطرقۃ سے بھی بڑا ہو اسے مِیْقَعَۃ بھی کہتے ہیں (اس سے فعل یوں آتا ہے) وَقَعْتُ الحَدِیْدَۃَ أَقَعُھَا وَقْعًا اور مِبْرَد (ریتی) جس سے لوہے کو رگڑا جاتا ہے ۔ بُرَادۃ : وہ (ذرات) جو ریتی کے عمل سے گرتے ہیں ۔ قُسَالَۃُ الحَدِیْد لوہے کے ان شراروں کو کہتے ہیں جو لوہے کو ڈھالنے میں کوٹتے ہوئے بکھرتے ہیں ۔ مِشْحَذُ لوہے کو رگڑنے کے لیے سب سے بڑی اور نہایت کھردری ریتی ۔ جوھری کہتا ہے : مِشْحذ کے معنی سان کے ہیں ۔ مِقْراض لوہے کو کاٹنے کی قینچی جس طرح کپڑے کو کاٹنے والی قینچی کو مِقراض کہتے ہیں ۔ جوھری کہتا ہے : مِقْرَض اور مِقْرَاض اس قینچی کو کہتے ہیں جس سے چاندی کاٹی جاتی ہے ۔

اعشٰی کہتا ہے :

[1]وَادْفَعُ عَنْ أَعْرَاضِکُمْ وَاُعِیْرُکُمْ
لِسَانًا کَمِقْرَاضِ الخَفَاجِیِّ مِلْحَبَا

میں تمھاری عزتوں کی حفاظت کروں گا اور تمھیں ایسی زبان عاریتہ دوں گا جو لوہار کی قینچی کی طرح کاٹنے والی ہوگی

اور خَفَاجی خَفَاجہ ۔ [فتحہ کے ساتھ] ۔ کی طرف نسبت ہے اور یہ بنی عامر کا ایک قبیلہ ہے جو آہن گری کے فن میں مشہور ہے اور مِنْفَاخَۃ (پُھکنی) جس سے بھٹی میں پھونکا جاتا ہے ۔ کِیْر وہ (بھٹی) جس میں پھونکا جاتا ہے اور صحاح میں ہے : کِیْرالحَدَّاد اس مشک کو کہتے ہیں یا اس موٹی کھال کو کہتے ہیں جس کے کنارے ہوتے ہیں اور جو مٹی کی بنی ہو وہ کُوْر ہے مُشْتَرْجَع اس ہتھوڑے کو کہتے

---

١ ۔ ملاحظہ ہو الاشتقاق : ٢٧٣ اور البیان و التبیین : ١ : ١٥٩ ، البیان و التبیین میں مِقراض چھپا ہے اسے مفراص پڑھیں ۔

ہیں جس کے اطراف کے کنارے نہ ہوں اور مِطْرَقَۃٌ مُشْتَرْجَعَۃٌ یعنی لمبوترا ہے جس کے اطراف کے کنارے نہیں ہیں۔ اگر کوئی چیز مربع ہو اور تو اس کے کناروں کو چھیلنے کا حکم دے تو تو یوں کہے کا شَرْجِعْہُ اور عَسْقَلَان (ہتھوڑی) سنار کا اوزار ہے اور یہ اس کی سب سے [۳ : ۴۰۴] چھوٹی ہتھوڑی ہوتی ہے۔ غُدّاف اس لوہے کو کہتے ہیں جس کے ایک کنارے میں انگوٹھی ڈالی جاتی ہے اور اسے جَبَاۃ پر گاڑ دیا جاتا ہے۔ جباۃ اس لکڑی کو کہتے ہیں جو اس کے سامنے ہوتی ہے۔

شاعر کہتا ہے :

کَوَقْعِ العَسْقَلَانِ عَلَی الغُدّاف

جس طرح ہتھوڑی غُدّاف پر پڑتی ہے

حِمْلَاج : سُنار کی پُھکنی اور یہ کھوکھلا لوہا ہوتا ہے جب سنار اپنی بھٹی میں پھونک مارنا چاہتا ہے تو اس میں پھونک مارتا ہے اور اس کی ایک سنڈاسی (سنی) ہوتی ہے اور ایک سوراخ کرنے کا آلہ (برما)۔

اور ان میں سے ایک

بافندگی

ہے۔ یہ صنعت عربوں کی ان صنعتوں میں سے تھی جس کے ذریعے ان کو یافت ہوتی تھی۔ یہ صنعت بھی قوموں کی ضروریات میں سے ہے۔ کیونکہ ہر امت اور بالخصوص شہری لوگ اپنے لباس ، اپنے بچھونے اور بوجھ وغیرہ اٹھانے کے لیے اس صنعت کے محتاج ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں : وَمِنَ الاَنْعَامِ حَمُولَۃً وَفَرْشًا (بعض جانور تمھیں بار برداری کا کام دیتے ہیں اور بعض بچھونے کا)۔ تمام آیت۔ اپنا احسان جتلایا ہے اور اسی صنعت کے ذریعے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ پشم ، کتان اور روئی کے سوت سے لمبائی

میں تانا اور چوڑائی میں بانا کس طرح بنا جاتا ہے اور اس تانے اور بانے کی بُنائی سے دونوں مضبوطی سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑ جاتے ہیں اور ان سے ایک اندازے ہر ٹکڑے تیار ہو جاتے ہیں - چنانچہ انھی سے اوڑھنے کے لیے پشم کی چادریں بنتی ہیں اور انھی سے روئی اور کتّان سے پہننے کے لیے کپڑے تیار ہوتے ہیں - عرب کا ملک معتدل آبادی میں سے ہے - لہٰذا ان کے لیے سردی سے بچاؤ ضروری ہے - گرمی اور سردی سے بچنے کے لیے ان کے پاس اوڑھنے کا کپڑا ہونا ضروری ہے - بعض اوقات ان علاقوں کے لوگ جہاں گرمی زیادہ ہوتی ہے اس صنعت سے بے نیاز ہو جاتے ہیں جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ سودان کے بہت سے لوگ بالعموم ننگے رہتے ہیں - ہم انشاء اللہ ابھی عربوں کے پارچات کا ذکر کریں گے - ان کے یہاں یمن کے بنے ہوئے کپڑے عمدہ خیال کیے جاتے تھے -

کپڑا بننے کے اوزار

ہر پیشے اور ہر صنعت کے لیے مخصوص آلات کا ہونا ناگزیر ہے - ان اوزاروں کا ہونا لابدی ہے جن پر اس صنعت کا انحصار ہوتا ہے - عربوں کے یہاں اس صنعت کے آلات میں سے - حَفٌ[1] ہے - یہ وہ آلہ ہوتا ہے جس کے ذریعے بانے کو تانے کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے - اس کی جمع حِفَفَۃ آتی ہے - جوہری اصمعی سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے : حفۃ مِنْوال کو کہتے ہیں اور مِنوال وہ لکڑی ہے جس پر جُلاہا کپڑے کو لپیٹتا ہے - وہ کہتا ہے جسے حفٌ کہا جاتا ہے وہ تو مِنْسَج (کھڈی) ہے [۳ : ۴۰۵] - اس نے ابو سعید سے نقل کیا ہے : حفّۃ مِنوال کو کہتے ہیں - اسے حفٌ نہیں کہا جاتا ، حفٌ تو کھڈی ہے - اس کے اوزاروں میں سے وَشِیعہ ہے اور یہ مِنْسج ہے اور مِنسج (نال) اس

---

۱ - لسان العرب میں ہے : و حفٌ الحائک خشبتہٗ العَرِیضۃ یُنَسَّقُ بھا اللحمۃ بین السدی و الحفٌ بغیرھاء ، المِنسج ، الجوھری : الحفّۃ المنوال وھو الخشبۃ التی یَلُفُّ علیھا الحائکُ الثوب -

لتے کو کہتے ہیں جس کے کنارے پر سینگ سا ہوتا ہے اور سوت اس کے اندر ہوتا ہے - (shuttle) اور اسے سَہْم (تیر) بھی کہتے ہیں - جوہری کہتا ہے وشیعة[1] سوت کا گولا ہوتا ہے اور وہ لتے جس میں بافندہ بننے کے لیے بانا رکھتا ہے اسے وَشِیْعَة کہتے ہیں - ذوالرمہ کہتا ہے :

بِهِ، مَلْعَبٌ مِنْ مُعْصِفَاتٍ نَسَجْنَهُ،
كَنَسْجِ الْيَمَانِي بُرْدَهُ، بِالْوَشَائِعِ،

وہاں تند ہواؤں کے کھیلنے کی جگہ ہے اور یہ ہوائیں اسے اس طرح بُنتی ہیں جس طرح ایک یمنی بھرکی کے ذریعے اپنی چادر بنتا ہے

اور مِشْشِیعَة (اٹیرنی) جس پر سوت لپیٹا جاتا ہے - ثَنَا یہ جس پر کپڑے کو دہرا کیا جاتا ہے - عَدْل : ایک لکڑی ہوتی ہے جس کے آرے کی طرح دندانے ہوتے ہیں - جس کے ذریعے تانے کو تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ یہ یکساں ہو جائے - صِیْصَة : جھاؤ کی لکڑی ہوتی ہے - جب بھرکی کو پھینک کر بانا بنایا جاتا ہے تو نال کو پہلے سامنے کو لا کر پھر واپس کر دیا جاتا ہے - دُرید بن الصمة کہتا ہے :

فَجِئْتُ إِلَيْهِ وَ الرِّمَاحُ تَنُوشُهُ،
كَوَقْعِ الصَّيَاصِي فِي النَّسِيجِ الْمُمَدَّدِ،

لٰہذا جب میں اس کے پاس آیا تو نیزے اسے اس طرح دبوچ رہے تھے جس طرح پھیلائے ہوئے تانے میں بھرکی پڑتی ہے

اسی سے صِیْصَة الدِّیک ہے (مرغ کا وہ کانٹا جو) اس کے پاؤں میں ہوتا ہے اور نِیر : وہ لکڑی جو ایک طرف سے دوسری طرف کو

---

۱ - لسان العرب میں ہے : وَشَعَ القطن وغيره و وَشَّعَه، كلاهما لَفَّه، و الوشيعة ما وُشِع منه او من الغَزْل و الوشيعة : كُبَّة الغَزْل و الوشع : خشبة الحائک التی يُسَمِّيها الناس الحَفّ و الوشيعة : خشبة او قصبة يُلَفُّ عليها الغزل وقيل : قصبة يجعل فيها الحائک لحمة الثوب للنسج و الجمع و شيع وَوَشائع

نکلی ہوتی ہے اور اس میں سوت ہوتا ہے اور ثَوْبٌ مُسْتَبِرٌ جس کے دو بانے ہوں یعنی دہرا بُنا ہؤا ، بعض اہل لغت کہتے ہیں : بانے کو لیر کہتے ہیں جب کپڑا دو بانوں پر بُنا جائے (دو سوتی) تو وہ زیادہ دبیز اور زیادہ پائدار ہوگا ۔ مِدَاد : ایک ڈنڈا ہوتا ہے جس کے دونوں سروں میں تکلے کی سی نوک ہوتی ہے اور اس سے کپڑے کو پھیلایا جاتا ہے ۔ صِنَّارَة : تکلے کا سرا ۔ کُفَّة : وہ لکڑی جو تانے کی نچلی جانب چوڑائی میں رکھی ہوتی ہے ۔ حِمَارَانِ جو کُفَّۃ کے نیچے رکھے ہوتے ہیں تاکہ تانا زمین سے اٹھا رہے ۔ مُهْرَة اور رَفِيدْ کو فارسی میں تلۃ کہتے ہیں ۔

اور مِثْلَث تین نَے ہیں جنھیں فارسی میں سِکانہ کہتے ہیں ۔ مُبْرَم اور بَرِيْم وہ رسی جیسے دو بٹے ہوئے دھاگوں کو جمع کرکے پھر بٹا جائے اور ایک رسی بنائی جائے ۔ مُبرم اس کپڑے کو بھی کہتے ہیں جس میں سوت کے دو تاروں کو ملا کر بٹا گیا ہو ۔ اسی لیے اس کا نام مُبْرَم پڑا اور یہ ایک قسم کا کپڑا ہے ۔ سَدَّى الثَّوْبَ تَسْدِيَةً جب سوت کو خزیرہ پلانے کے لیے (یعنی مایا لگانے کے لیے) پھیلایا جائے ۔ خزیرہ آٹے سے بنی ہوئی مایا کو کہتے ہیں ۔ اور شفشِقَة اور شفاشق ایک نَے ہوتا ہے جسے پھاڑ کر عرض میں تانے میں رکھ دیا جاتا ہے تاکہ اسے اچھی طرح سے مایا لگ جائے ۔ دَعَائِم وہ لکڑیاں ہیں جنھیں گاڑ کر ان کے اوپر تانا پھیلایا جاتا ہے ۔ سدی اور ستّی (تانا) کے ایک ہی معنی ہیں اور سَدّی مُبْرَم (دہرا بٹا ہؤا تانا) اور سُدًى سَحِيْلٌ (ایک تار کا تانا) اور لَحْمَة : [فتحہ کے ساتھ] (بانا) جسے [۳ : ۶۰۶] تانے کے ساتھ ملایا جاتا ہے اور جلاہے کا وہ آلہ جو گڑا ہؤا ہوتا ہے مِنْوال کہلاتا ہے اسے نَوْل بھی کہتے ہیں ۔ کسی عرب کا قول ہے :

حَوْكَتْ عَلَى نَوْلَيْنِ إِذْ تُحَاكْ
وتَخْبِطُ الشَّوْكَ وَلَا تُشَاكْ

جب اس چادر کو بنا گیا تھا تو دو لکڑیوں پر بنا گیا تھا اور کانٹوں کو زور سے مارنے کے باوجود کانٹا اس کے اندر نہیں گھستا

اور ان میں سے ایک

درزی کا پیشہ

ہے ۔ یہ صنعت آبادانی کی ضروریات میں سے ہے ۔ عرب اس پیشے سے بھی روزی کماتے تھے اور یہ بھی ان کی معیشت کا ایک سبب تھا ۔ ابن خلدون نے اس کی تعریف یوں کی ہے : کہ یہ بنے ہوئے کپڑے کا مختلف شکلوں اور مختلف ہیئتوں میں اندازہ لگانا ہے ۔ کپڑے کو ایسے ٹکڑوں میں کاٹا جاتا ہے جو بدن کے اعضا کے مناسب ہوں اس کے بعد ان ٹکڑوں کو مضبوط سلائی کے ذریعے جوڑا جاتا ہے خواہ ان کو ساتھ ملا کر ، خواہ بیل بوٹوں کی مدد سے ، خواہ الگ الگ رکھ کر جس طرز پر بھی بنانا چاہیں ۔ ابن خلدون کہتا ہے : اور یہ صنعت شہری آبادی کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ بدوی لوگ اس سے مستغنی ہوتے ہیں وہ تو کپڑوں کو یونہی لپیٹ لیتے ہیں ۔ کپڑے کا کاٹنا ، اس کا اندازہ لگانا اور لباس کے لیے اسے سلائی سے جوڑنا شہری تہذیب اور شہری فنون میں سے ہے ۔ اس کے بعد ابن خلدون نے حج کے موقع پر سلے ہوئے کپڑوں کے حرام ہونے کا راز بیان کیا ہے کہ یہ قدیم صنعت ہے ۔ اس نے اُس صنعت کا بھی ذکر کیا ہے جو اس سے پہلے تھی ۔ نیز یہ کہ سب سے پہلے کس نے اسے اختیار کیا ۔ جو شخص عربوں کے لباس سے واقفیت رکھتا ہے اور جو کچھ وہ پہنتے یا بچھاتے تھے اور جو جو نام اس سلسلے میں عربوں کی طرف سے مروی ہیں اس کو معلوم ہو جائے گا کہ عربوں کو اس صنعت سے کمال واقفیت حاصل تھی ۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں

عربوں کا لباس

کِسوۃ ان کپڑوں کو کہتے ہیں جو پہنے جاتے ہیں ۔ ہم اس کتاب کے جز اول کی ابتدا میں بیان کر چکے ہیں کہ عربوں کے بادیہ نشین وہ لوگ تھے جو کوچ کرتے رہتے اور ایک مقام پر قیام نہ کرتے تھے ، وہ بالعموم سلا ہؤا کپڑا پہنا کرتے تھے ، سروں پر تاج کے طور پر عمامہ

باندھتے ، بعض اوقات پشت پر چادر ڈال لیتے اور ایک تہمد باندھ لیتے [۴ : ۲۰۷] تھے - رہے شہر اور مکانوں کے رہنے والے تو وہ مختلف قسم کا لباس پہنا کرتے تھے - ان کے یہاں کی چادر بھی مختلف ہوتی - چنانچہ کاہن رنگا ہؤا کپڑا نہ پہنا کرتے تھے ، عرّاف نہ تو قمیص کا دامن چھوڑتا اور نہ چادر کو گھسیٹتا تھا - قاضی اونٹ کی پشم کے بنے ہوئے کپڑے سے علٰحدگی اختیار نہ کرتا تھا - شاعر جب کسی کی ہجو کرنا چاہتا تو آدھے سر پر تیل مل لیتا تھا اور تہمد ڈھیلا چھوڑ دیتا تھا اور صرف ایک پاؤں میں جوتا پہنتا - شریف زادیوں کا الگ لباس تھا - ہر غلام کا ایک (معین) لباس تھا ، اسی طرح پیشے والی عورتوں کا بھی ایک (مخصوص) لباس تھا - جب اہل[1] حرم ، حرم سے باہر جاتے تو ان کی علامت یہ ہوتی کہ وہ گلے میں ہار ڈال لیتے ، کچھ چیزیں لٹکا لیتے - جب کوئی اپنے اوپر حج واجب قرار دیتا تو حج کا لباس پہن لیتا اور اگر کوئی قربانی کا جانور ساتھ لے لیتا تو اس پر علامت[2] لگا دیتا - یہاں تک کہ عرب اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے الگ الگ نشان لگاتے تھے - جو نشان بَحِیرہ پر لگایا جاتا وہ سائبہ پر نہیں لگایا جاتا تھا - اور ''حَامِی'' پر جو نشان لگایا جاتا وہ دیگر نر اونٹوں کے نشان سے جدا ہوتا - اسی طرح فَرَع ، رَجِیبَہ وصیلہ اور عتیرہ جو بھیڑ بکریوں میں سے ہیں ، کے ساتھ کیا جاتا - یہی حال باقی کھلے چرنے والے جانوروں کا تھا - جب اونٹ بادشاہ کے عطیے میں سے ہوتے تو وہ ان کی کوہانوں میں پَر اور چیتھڑے اٹکا دیتے - اسی لیے شاعر کہتا ہے :

يَهَبُ الهِجَانَ بِرِيشِهَا وَرِعَائِهَا
كَاللَّيْلِ[3] قَبْلَ صَبَاحِهِ المُتَبَلِّجِ

---

۱ - یہاں سے البیان و التبیین (۳ : ۹۵) کی عبارت شروع ہوتی ہے -

۲ - یہ علامت اس طرح لگائی جاتی تھی کہ وہ اس کی کھال کو چیرتا یا اس کی کوہان میں نیزہ چبھوتا تاآنکہ خون ظاہر ہو جاتا -

۳ - ان پر جو سیاہ پر اور سیاہ چیتھڑے ہیں وہ رات کی طرح ہیں اور اونٹ اپنے سفید رنگ کی وجہ سے صبح کی طرح ہیں -

وہ سفید اور عمدہ اونٹ مع بروں اور چرواہوں کے عطا کرتا ہے جو
اس رات کی طرح سیاہ ہیں جو روشن صبح سے پہلے دکھائی دیتی ہے

اور جب اونٹوں کی تعداد ایک ہزار کو پہنچ جاتی تو ایک نر اونٹ کی آنکھ پھوڑ دی جاتی اور اگر اس سے بھی تعداد بڑھ جاتی تو اس کی دوسری آنکھ بھی پھوڑ دیتے اور یہ اونٹ مُفَقَّأ اور مُعَمّٰى کہلاتا اور ان کا شاعر کہتا ہے :

فَقَأْتُ لَهَا عَيْنَ الفَحِيلِ تَعَيُّفاً
وَفِيهِنَّ رَعْلَاءُ المَسَامِعِ وَالحَامِي[1]

میں نے ان اونٹنیوں کے لیے نر اونٹ کی آنکھ کو پھوڑ دیا تاکہ میں اس سے نیک فال لوں اور ان اونٹنیوں میں ایک اونٹنی ایسی تھی جس کا کان چیرا ہؤا تھا اور جسے لٹکنے کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا ، انھی میں حامی بھی تھا۔

ایک اور کہتا ہے :

[2]وَهَبْتَهَا وَأَنْتَ ذُو امْتِنَانٍ
تُفْقَأُ فِيهَا أَعْيُنُ البُعْرَانِ

تو نے یہ اونٹ ہمیں عطا کیے اور تو احسان کرنے والا ہے اور ان میں اونٹوں کی آنکھیں پھوڑی جاتی تھیں

ایک اور کہتا ہے :

فَكَانَ شُكْرُ القَوْمِ عِنْدَ المِنَنِ
كَيُّ الصَّحِيحَاتِ وَفَقْءُ الأَعْيُنِ

---

۱ - تصحیح البیان و التبیین (۳ : ۹٦) سے کی گئی ہے بلوغ الارب میں الحام ہے -

۲ - تصحیح البیان و التبیین سے کی گئی ہے - بلوغ الارب میں وھب لنا ہے -

اللہ تعالیٰ کے احسانات پر ان لوگوں کا شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ تندرست اونٹوں کو داغتے اور آنکھوں کو پھوڑتے

[1] ہمارا مقصد یہ ہے کہ عرب لباس اور کپڑوں اور علامات لگانے میں مختلف طریقے اختیار کرتے تھے یہاں تک کہ انھوں نے ان علامات کو [۳ : ۴۰۸] ان دیگر اشیا میں بھی معتبر سمجھا جو ان کے ساتھ مخصوص ہوتیں اور اگر ہم عربوں کے لباس اور جو اشعار اس بارے میں کہے گئے اور جو جو نام عربوں سے منقول ہیں ان سب پر تفصیلاً بحث کریں تو ایک بڑی کتاب بن جائے ۔ یہی حال ان کے بچھونوں اور تختوں اور دیگر اسی قسم کی چیزوں کا ہے کہ ان کا بیان بہت لمبا ہے ۔ ہم یہاں خاص طور پر جو اشعار عربوں سے پگڑی اور جوتے کے متعلق آئے ہیں اور یہ ان کے عام لباس کا حصہ تھے ۔ بیان کرتے ہیں ۔

پگڑیاں اور جو شعر عربوں سے اس سلسلے میں نقل کیے گئے ہیں

پگڑیاں عربوں کے تاج تھے اور انھی سے ان کی عزت تھی ۔ حدیث میں آیا ہے : عربوں کی پگڑیاں محنّکہ ہوتی تھیں یعنی ان کا ایک سرا حلق کے نیچے ہوتا تھا اور پگڑی کے یہ نام ہیں : عِصَابَۃٌ ، مِقْطَعَۃٌ مِعْجَرٌ ، مِشْوَذٌ ، اور کِوَارَۃٌ ۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا ایک دستہ روانہ کیا تو فرمایا کہ تم پگڑیوں اور موزوں پر مسح کر لیا کرو ۔ مشاوذ پگڑیاں ہیں اور تَسَاخِین موزے ۔ (کہتے ہیں) فُلَانٌ حَسَنُ الشِیذَۃِ یعنی فلاں کا عمامہ باندھنے کا طریقہ اچھا ہے اور کتاب لباب الآداب میں ہے : عربوں کے سردار وہ پگڑیاں رکھا کرتے جو مُھَرَّاۃ یعنی زرد ہوتیں ۔ شاعر کہتا ہے :

رَأَیْتُکَ ھَرَّیْتَ العَمَائِمَ بَعْدَ مَا
عُمِّرْتَ زَمَاناً حَاسِراً لَمْ تَعَمَّمِ

---

۱ ۔ یہ عبارت آلوسی کی اپنی عبارت ہے ۔

میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تو نے زرد عمامہ سر پر رکھا ہؤا ہے
بعد ازانکہ تو ایک عمر تک ننگے سر بغیر پگڑی کے ہؤا کرتا تھا

ازہری کا خیال ہے کہ یہ زرد عمامے عربی ممالک میں ہرات سے درآمد کیے جاتے تھے ۔ لہٰذا ہرات کے نام سے اسم مشتق کر لیا گیا لیکن میرے خیال میں اس نے یہ اشتقاق اپنے شہر ہرات کے لیے تعصب کی بنا پر گھڑا ہے جس طرح حمزہ اصفہانی کا خیال ہے کہ لفظ سام جس کے معنی چاندی کے ہیں ۔ سیم کا معرّب ہے اس نے اس لفظ اور اسی قسم کے دیگر الفاظ کے معرّب ہونے کی بابت جو یہ بات گھڑ لی ہے وہ صرف اس لیے گھڑ لی ہے کہ زبان فارسی سے معرّب الفاظ کی تعداد بڑھا دی جائے اور ایرانیوں کی طرفداری کی جائے ۔

[1]زِبرِقان اپنے عمامے کو زرد رنگ میں رنگا کرتا تھا ۔ [2]شاعر اسی کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے :

وَأَشْهَدُ[3] مِنْ عَوْفٍ حُلُولاً كَثِيرَةً
يَحُجُّونَ سِبَّ الزِّبْرِقَانِ الْمُعَصْفَرَا[4]

---

۱ ۔ زِبرِقان سے مراد زبرقان بن بدر سے ہے ۔ زبرقان کا اصلی نام حُصیّن تھا ۔ اس کے چہرے کی خوبصورتی کی وجہ سے اسے زبرقان کہا گیا ، یہ ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو '' مِنْ وَّرَاءِ الحُجُرَات '' پکارا تھا ۔

۲ ۔ یہ شعر المخبّل السعدی کا ہے ۔ ملاحظہ ہو الروض الانف : ۲ : ۳۲۵ : لسان العرب (ح ج ج اور س ب ب) : اصلاح المنطق : ۳۱۱ اور البیان و التبیین : ۳ : ۹۷ ۔ المخبّل کا اصلی نام کعب بن ربیعہ بن قتال تھا ۔

۳ ۔ تصحیح البیان و التبیین سے کی گئی ہے ۔ بلوغ الارب میں و اشہدُ ہے ۔ اس سے پہلے یہ شعر ہے :

أَلَمْ تَعْلَمِي يَا أُمَّ عَمْرَةَ أَنَّنِي
تَخَاطَأَنِي رَيْبُ الزَّمَانِ لِأَكْبَرَا

۴ ۔ البیان و التبیین میں المعصفرا کی بجائے المُزَعفرا ہے ۔

تا کہ میں قبیلہ عوف میں سے بہت سے ایسے قبائل کے ساتھ موجود ہوں جو زیر قان کا زرد عمامہ (پہننے کا) ارادہ رکھتے ہوں

اور ابو اُحَیحَہ سعید بن العاص[1] جب مکے میں عمامہ پہنتا تو کوئی اور شخص عمامہ نہ پہن سکتا تھا ۔ اشعار میں اسی طرح آیا ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بات صرف بنی عبد شمس تک ہی محدود ہو ۔ [2]ابو قیس بن الاسلت کہتا ہے :

وَكَانَ أَبُو أُحَيْحَةَ قَدْ عَلِمْتُمْ
بِمَكَّةَ غَيْرَ مُهْتَضَمٍ ذَمِيمِ

اور تمھیں معلوم ہی ہے کہ مکے میں ابو احیحہ پر نہ تو کوئی شخص ظلم کر سکتا تھا اور نہ اس کی مذمت کی جاتی تھی

إِذَا شَدَّ العِصَابَةَ ذَاتَ يَوْمٍ
وَقَامَ إِلَى المَجَالِسِ وَالخُصُومِ

جب کسی روز وہ پگڑی باندھ لیتا اور مجالس اور مقدمات کے فیصلے کرنے کے لیے اٹھ کر جاتا

---

۱ ۔ تصحیح البیان و التبیین سے کی گئی ہے ۔ بلوغ الارب میں العاصی ہے ۔ یہ سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس ہے جس کی کنیت ابو اُحیحہ تھی اور یہ سعید بن العاص بن سعید بن العاص کا دادا ہے ۔ یہ قریش کے سرداروں میں سے تھا اور اس نے اسلامی زمانہ نہیں پایا ۔

۲ ۔ ابو قیس اس کی کنیت ہے ۔ اس کے نام میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے راجح اور مشہور یہی ہے کہ اس کا نام صیفی بن الاسلت عامر بن جشم بن وائل الانصاری ہے ۔ اوس نے اسے رئیس بنا رکھا تھا اور اپنے تمام معاملات اس کے سپرد کر رکھے تھے ۔ اس کے اسلام لانے کے بارے میں بھی اختلاف ہے ۔ ملاحظہ ہو اصابہ : ۷ : ۱۵۷ ابن الاثیر : ۱ : ۲۸۳ اور اغانی : ۱۵ : ۱۵۳ ۔

فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَى مَنْ كَانَ يَمْشِي
بِمَكَّةَ غَيْرَ مُدْخَلٍ سَقِيْمٍ

تو ان لوگوں کے سوا جو کسی جعلی باپ کی طرف منسوب ہوتے (یعنی حرامی) یا سقیم النسب ہوتے جو بھی مکے میں چلا کرتا ان سب پر عمامہ باندھنا حرام ہوتا

وَكَانَ الْبَخْتَرِيُّ غَدَاةَ جَمْعٍ
يُدَافِعُهُمْ بِلُقْمَانَ الْحَكِيْمِ

اور مزدلفہ کی صبح کو یہی اکڑ کر چلا کرتا تھا اور انہیں لقمان حکیم کی سی دانائی سے وہاں سے گزارتا تھا

بِأَزْهَرَ مِنْ سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ
كَبَدْرِ اللَّيْلِ رَاقَ عَلَى النُّجُوْمِ

لؤی کی اولاد کے سرداروں میں سے ایک ایسے روشن آدمی کے ساتھ جو رات کے چاند کی طرح ہے اور دیگر تمام ستاروں پر فضیلت میں فوقیت لے گیا ہے

هُوَ الْبَيْتُ الَّذِي بُنِيَتْ عَلَيْهِ
قُرَيْشُ السِّرِّ فِي الزَّمَنِ الْقَدِيْمِ

یہ وہ گھرانا ہے جس پر قدیم زمانے میں قریش کے خالص خاندان کی بنیاد رکھی گئی تھی

وَسَطَتْ ذَوَائِبَ الْفَرْعَيْنِ مِنْهُمْ
فَأَنْتَ لُبَابُ سِرِّهِمِ الصَّمِيْمِ

تو قریش کی دونوں شاخوں کے سرداروں میں سے افضل ترین شخص ہے لہذا تو ان کے خالص خاندان کا مغز ہے

اور غیلان[1] بن خرّشہ نے أحنف سے کہا : اے ابو بحر ، جس عزت (کے عالم) میں عرب اب ہیں ۔ اس کی بقاء کس چیز میں ہے ؟ اس نے جواب دیا : جب وہ تلواریں گلے میں لٹکائیں اور پگڑیاں باندھیں ، عمدہ جوتے پہنیں اور کمینوں کی سی حمیّت کا شکار نہ ہوں ۔ کہا : کمینوں کی سی حمیّت کیا ہے ؟ جواب دیا : وہ یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کو تحفہ دینا ذلت خیال کریں ۔

جاحظ کہتا[2] ہے : جب سَیِّد ٌ, مُعَمَّم ٌ (عمامے والا سردار) کہتے ہیں تو اس سے ان کی مراد یہ ہوتی کہ اس قبیلے میں جو شخص بھی جرم کرے گا وہ اس سردار کے سر پر بندھا ہوگا ۔

[3]اور دُرَیْد بن الصِمَّہ کہتا ہے :

أَبْلِغْ[4] نُعَيْمًا وَ أَوْفَى إِنْ لَقِيتَهُمَا
إِنْ لَمْ يَكُنْ كَانَ فِي سَمْعَيْهِمَا صَمَمُ

نعیم اور اوفی سے اگر تیری ملاقات ہو جائے تو انہیں میرا پیغام پہنچا دینا کہ اگر ایسا نہ ہؤا (تو پھر یہ سمجھا جائے گا) کہ ان کے کان بہرے ہیں

---

۱ ۔ غیلان بن خرّشہ : یہ بصرہ میں بنی ضبّہ کا سردار تھا (الاشتقاق : ۱۹۴) ۔ اسی طرح اس کا بیٹا مشجور بنی ضبّہ کے خطبا اور علما میں سے تھا ۔ مشجور کو حجاج نے قتل کیا تھا (البیان و التبیین : ۱ : ۳۴۱) ۔

۲ ۔ ملاحظہ ہو البیان و التبیین : ۳ : ۹۹ ۔

۳ ۔ البیان و التبیین میں وقال ہے ۔

۴ ۔ درید ان اشعار میں اپنے بھائی یغوث بن الصمہ کا مرثیہ کہہ رہا ہے ۔ ملاحظہ ہو البیان و التبیین ; ۱ ; ۲۳۱ - ۲۳۲ اور ۳ ; ۹۹ ۔

فَلاَ يَزَالُ شِهَابًا[۱] يُسْتَضَاءُ بِهِ
يَهْدِي الْمَقَانِبَ مَالَمْ تَهْلِكِ الصِّمَمُ

(میرا بھائی عبد یغوث) اب بھی شہاب ہے جس سے لوگ روشنی حاصل کرتے ہیں ۔ جب تک بہادر ہلاک نہیں ہو جاتے تھے وہ گھوڑ سواروں کی جماعت کے آگے آگے ہوتا تھا

عَارِي الأَشَاجِعِ[۲] مَعْصُوبٌ بِلِمَّتِهِ
أَمْرُ الزَّعَامَةِ فِي عِرْنِينِهِ شَمَمُ

اس کی ہتھیلی کی بیرونی جانب کی رگیں ننگی ہیں ۔ سرداری اس کی لٹوں کے ساتھ بندھی ہوئی ہے اور اس کی ناک بلند ہے

اور کنانی کہتا ہے :

تَنَخَّبْتُهَا لِلنَّسْلِ وَهْيَ غَرِيبَةٌ
فَجَاءَتْ بِهِ كَالْبَدْرِ خِرْقًا[۳] مُعَمَّمَا

[۳ : ۱۰۴] باوجود اس کے کہ یہ ایک اجنبی عورت تھی میں نے اسے نسل کے لیے منتخب کیا تو اس سے (یہ بیٹا پیدا ہوا جو) چاند کی طرح (حسین) بہادر اور سرداری (کی شان والا) تھا

---

۱ ۔ البیان و التبیین میں شہاب ہے ۔ و المقانیب مِقْنَبٌ کی جمع ہے اور مقنب : گھوڑ سواروں کی قلیل جماعت اور صِمَم : صِمَّة کی جمع ہے بمعنی بہادر ۔

۲ ۔ البیان و التبیین میں شرح اس طرح ہے : (۱ : ۲۳۲) و الأشاجع : عروق ظاهر الكف وهي مغرز الاصابع و اللِّمَّة : الشعرة التي أَلَمَّتْ بالمنكب و زعيم القوم : رأسهم و سيدهم الذي يتكلم عنهم و الزعامة : مصدر الزعيم الذي يسود قومه و قوله معصوب بلمته أي يُعصَب برأسه كل امر ، عِرنِينُهُ : أنفه ۔

۳ ۔ الخِرق ۔ بالكسر ۔ الظريف في سماحة و نجدة ۔

فَلَوْ شَاتَمَ الفِتْيَانَ فِي الحَيِّ ظَالِمًا
لَمَا وَجَدُوا غَيْرًا لتكذُبِ مَشْتمًا

اگر یہ قبیلے میں ظالمانہ طور سے نوجوانوں سے گالی گلوچ کرنے لگے تو انھیں جھوٹ کہنے کے سوا کوئی گالی نہ ملے گی

اسی لیے تو سعید بن العاصی کو ذوالعصابہ کہا جاتا تھا۔

کہنے[1] والا کہتا ہے :

كَعَابٌ أَبُوهَا ذُوالعِصَابَةِ وَابْنُهُ
وَ عُثْمَانُ مَا أَكْفَاؤُهَا بِكَثِيرٍ

اس کے پستان ابھرے ہوئے ہیں اس کا باپ اور بیٹا اور عثمان " پگڑی والے" ہیں اس عورت کی ہمسر عورتیں زیادہ نہیں ہیں

ایک بدوی سے کسی نے کہا : تو اکثر پگڑی سر پر رکھتا ہے۔ تو اس نے جواب دیا : وہ چیز جس میں کان اور آنکھیں ہوں اس بات کی مستحق ہے کہ اسے گرمی[2] اور سردی سے بچایا جائے۔

ابو الاسود الدؤلی کے پاس پگڑی کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے کہا : یہ جنگ میں تو ڈھال کا کام دیتی ہے۔ گرمی سے چھپاتی ہے ، سردی سے بچاؤ کا کام دیتی ہے۔ مجلس میں وقار کا سبب ہوتی ہے۔ حادثات سے بچاتی ہے اور قد کو بڑھاتی ہے مزید برآں[3] یہ عربوں کی ایک عادت ہے۔

---

١ - یہ خالد بن یزید بن معاویہ کے اشعار ہیں جو اس نے اپنی بیوی آمنہ سعید بن العاص بن سعید بن العاص بن امیہ کی بیٹی کے بارے میں کہے تھے۔ خالد نے آمنہ کو طلاق دے دی تھی اور ولید بن عبد الملک نے اس سے شادی کر لی تھی۔ بہجة اثری نے سعید بن العاص بن امیہ لکھا ہے غلط ہے کیونکہ وہ تو اسلام سے پہلے مر چکا تھا۔

٢ - یہ لفظ بلوغ الارب میں نہیں ہے۔ البیان و التبیین میں ہے۔

٣ - تصحیح البیان و التبیین سے کی گئی ہے۔ بلوغ الارب میں ؛ تعد ہے اسے بتَعَدُّ پڑھیں۔

عمرو[1] بن امرؤ القیس کہتا ہے :

یَامَالِ وَ السَّیِّدُ الْمُعَمَّمُ قَدْ
یُبْطِرُہُ بَعْدَ رَأْیِہِ السَّرَفُ[2]

اے مالک اور کبھی عمامے والے سردار کو اس کی بے اعتدالی صحیح الرأی ہونے کے بعد مغرور کر دیتی ہے

[3]نَحْنُ بِمَا عِنْدَنَا وَ أَنْتَ بِمَا
عِنْدَكَ رَاضٍ وَ الرَّأْیُ مُخْتَلِفُ

جو ہمارے پاس ہے ہم اس سے خوش ہیں اور جو تمھارے پاس ہے تم اس سے خوش ہو اور ہماری رائے مختلف ہے

عربوں کے شہسواروں کی یہ عادت تھی کہ حج کے موسم ، اجتماع ، اور عربوں کے میلوں مثلاً عکاظ اور ذی المجاز اور اسی قسم کے دیگر ایام میں وہ منہ کو کپڑے سے ڈھانپ لیتے تھے البتہ ابو سلیط طریف[4] بن تمیم جو بنی عمرو بن جُندُب میں سے

---

۱ - عمرو بن امرؤ القیس : یہ بنی الحارث بن الخزرج میں سے تھا ۔ جاہلی شاعر ہے اس نے یہ اشعار مالک بن العجلان نجّاری کے بارے میں کہے تھے ۔ ملاحظہ ہو البیان و التبیین : ۳ : ۱۰۰ مع حاشیہ ۔

۲ - بلوغ الارب میں : الشرف دیا ہے ۔ تصحیح ازروئے البیان و التبیین : ۳ : ۱۰۰ کی گئی ہے ۔

۳ - البیان و التبیین میں عندك کے عِنْ کو پہلے مصرع میں شمار کیا ہے اور دَكَ کو دوسرے مصرع میں ۔ یہ غلط ہے اور عروض سے عدم واقفیت کی دلیل ہے ۔ یہ شعر بحر منسرح میں سے ہے ۔

۴ - طریف : طریف بن تمیم بن نامیہ ۔ اسے مُسْتَقِی القناع کہا جاتا تھا اس نے شراحیل شیبانی کو قتل کیا تھا بالآخر شراحیل کے بھائی حَمَیصَہ شیبانی نے اسے مبایض کی جنگ میں قتل کیا ۔

تھا منہ کو نہ ڈھانپا کرتا تھا اور وہ اس بات کی پروا نہ کرتا تھا کہ عربوں کے تمام شہسوار اس کو اچھی طرح پہچان لیں گے ۔ عرب یہ بات پسند نہ کرتے تھے کہ کوئی انھیں پہچان لے اور ان کے دشمنوں کے شہسواروں کی تمام تر توجہ انھی کی طرف ہو جائے ۔ ان کا یہی حال تھا مگر اس کے باوجود بعض اوقات ان کا کوئی شہسوار اپنے آپ کو کوئی خاص علامت لگا لیتا تھا ۔ حضرت حمزہؓ نے بدر کی جنگ میں شتر مرغ کا سرخ پر بطور علامت لگا رکھا تھا اور زبیر نے زرد پگڑی بطور علامت پہن رکھی تھی - اسی لیے درہم[1] بن زید کہتا ہے :

اِنَّکَ لَاقٍ غَدًا غُوَاۃَ بَنِی
[2] المَلْکَاہِ فَانْظُرْ مَا اَنْتَ مُزْدَھِفُ

[۳ : ۱۱۳] کل تمھاری ملاقات بنی الملکاہ کے گمراہوں سے ہونے والی ہے لٰہذا غور کر لو کہ تم کس چیز میں گھسنے والے ہو

یَمْشُوْنَ فی البَیْضِ وَالدُرُوْعِ کَمَا
تَمْشِی جِمَالٌ مَصَاعِیبٌ قُطُفُ

وہ خودوں اور زرہوں میں اس طرح چل رہے ہوں گے جس طرح نر اونٹ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر چلتے ہیں

---

١ - درہم بن زید : درہم بن زید بن ضبیعۃ - یہ بنی عوف میں سے تھا اور سمیر کا بھائی تھا ۔ سمیر نے مالک بن العجلان کے ایک پناہ گیرندہ کو قتل کیا تھا اور مالک اس بات پر ڈٹا ہؤا تھا کہ وہ اسے اس کے بدلے میں قتل کرے گا اس پر درہم نے اپنے بھائی کی حمایت میں یہ شعر کہے تھے اور مالک بن العجلان کو مخاطب کیا تھا ۔

٢ - بلوغ الارب میں الملکاہ کے اَلْمَلْ کو پہلے مصرع میں لکھا ہے اور کاہ کو دوسرے مصرع میں ۔ یہ غلط ہے ۔ صرف اَلْ پہلے مصرع میں آنے کا او ملکاہ دوسرے مصرع میں ۔ یہ اشعار بحر منسرح میں ہیں ۔

فَأَبْشِرْ سِيمَاكَ يَعْرِفُوكَ كَمَا
يُبْشِرُونَ سِيمَاهُمْ فَتَعْتَرِفُ

لہذا تو اپنی علامت ظاہر کرتا کہ وہ تمہیں پہچان لیں جیسا کہ وہ اپنی علامت ظاہر کرتے ہیں اور تو انہیں پہچان لیتا ہے

ایک اور شاعر کہتا ہے :

إِذَا الْمَرْءُ أَثْرَى ثُمَّ قَالَ لِقَوْمِهِ
أَنَا السَّيِّدُ الْمُفْضَى إِلَيْهِ الْمُعَمَّمُ

جب کوئی شخص مالدار ہو جائے اور پھر اپنی قوم سے کہے کہ میں وہ سردار ہوں جس کے پاس لوگ آتے ہیں اور جس نے عمامہ پہن رکھا ہے

وَلَمْ يُعْطِهِمْ شَيْئًا أَبَوْا أَنْ يَسُودَهُمْ
وَهَانَ عَلَيْهِمْ رَغْمُهُ وَهُوَ أَلْوَمُ

اور وہ انہیں کچھ دے نہیں تو وہ اسے سردار تسلیم کرنے سے انکار کر دیں گے اور ان کے لیے اس کا ذلیل ہو جانا معمولی بات ہوگی اور وہ علامت کا مستحق ہوگا

ایک اور شاعر کہتا ہے :

إِذَا كَشَفَ الْيَوْمُ الْعَمَاسُ عَنِ[1] اسْتِهِ
فَلَا يَرْتَدِي مِثْلِي وَلَا يَتَعَمَّمُ

جب سختی کا دن اپنی دُبر تک کھول دے یعنی پورا ظاہر ہو جائے تو میرے جیسا شخص نہ چادر پہنتا ہے اور نہ عمامہ باندھتا ہے

---

۱ - تصحیح البیان و التبیین (۳ : ۱۰۳) سے کی گئی ہے بلوغ الارب میں من ہے -

کہتے ہیں کہ مُصعَب بن الزبیر قَفَداء[1] کی طرز میں پگڑی باندھا کرتا تھا اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسے گُدّی میں باندھا جائے ۔ اور بعض[2] میلاء کے طرز میں باندھتے تھے (یعنی جو ایک طرف کو جھکی ہوئی ہو) ۔

فرزدق محمد بن[3] سعد بن وقاص کے متعلق کہتا ہے :

وَلَوْ شَهِدَ الْخَيْلَ ابْنُ سَعْدٍ لَقَنَّعُوا
عِمَامَتَهُ الْمَيْلَاءَ عَضْباً مُهَنَّدَا

اگر ابن سعد گھوڑ سواروں میں موجود ہوتا تو وہ ضرور اس کی ٹیڑھی پگڑی پر تیز ہندی تلوار سے حملہ کر دیتے

اور شَمْعَلَہ[4] بن الاخضر الضبّی کہتا ہے :

جَلَبْنَا الْخَيْلَ مِنْ أَطْرَافِ فَلْجٍ
تَرَى فِيهَا مِنَ الْغَزْوِ اقْوِرَارَا

ہم نے فلج کے اطراف سے گھوڑے درآمد کیے ۔ تو دیکھے گا کہ (مسلسل) چڑھائی کرنے کی وجہ سے وہ لاغر ہو رہے ہیں

---

۱ ۔ قفداء : تصحیح البیان و التبیین (۳ : ۱۰۳) اور لسان العرب (ق ف د) سے کی گئی ہے ۔ بلوغ الارب میں عقداء ہے ۔

۲ ۔ البیان و التبیین میں یوں ہے : و کان محمد بن سعد بن ابی وقاص الذی قتله الحجاج یعتم" المیلاء ۔

۳ ۔ محمد بن سعد بن ابی وقاص : قُرشی اور زہری تھا ۔ یہ ابن الاشعث کے ساتھ دیر جما جم کی جنگ میں شریک ہوا اور پھر مسکن کی جنگ میں گرفتار ہو کر حجاج کے پاس آیا اور حجاج نے ۸۳ھ میں اسے قتل کر دیا ۔ سخت متکبر ہونے کی وجہ سے اسے " ظل الشیطان " کہا جاتا تھا ۔

۴ ۔ شمعلہ : شمعلہ بن الاخضر بن ہبیرہ الضبّی ۔ شاعر ، شہسوار اور جاہلی زمانے کا ہے ۔ اس نے یہ اشعار شقیقتہ الحسنین کی جنگ میں بسطام بن قیس شیبانی کی موت کے بارے میں کہے تھے ۔

بِكُلِّ طِمِرَّةٍ وَ بِكُلِّ طِرْفٍ
يَزِينُ سَوَادُ مُقْلَتِهِ الْعِذَارَا

(ان چڑھائیوں میں) ہر گھوڑا اصیل اور اچھلنے والا اور عمدہ گھوڑے اور گھوڑی کی نسل میں سے ہوتا جس کی آنکھ کی سیاہی لگام کے اس حصے کو زینت بخشتی جو اس کے رخسارے پر ہوتا

حَوَالَيَّ عَاصِبٍ بِالتَّاجِ مِنَّا
جَبِينٌ[1] أَغَرُّ يَسْتَلِبُ الدُّوَارَا

ایسے شخص کے گرد جس نے ہم میں سے تاج کے ساتھ اپنی روشن جبین کو باندھا ہوتا اور جو لوگوں کے سر چکرانے کی بیماری کو دور کر دیتا تھا

رَئِيسٌ مَا يُنَازِعُهُ رَئِيسٌ
سِوَى[2] ضَرْبِ الْقِدَاحِ إِذَا اسْتَشَارَا

وہ ایسا سردار ہے جس سے کوئی سردار نہیں جھگڑ سکتا جب وہ مشورہ طلب کرتا ہے تو سوا اس شخص کے جس کے پاس قرعہ اندازی کے تیر ہوتے ہیں (کوئی شخص مشورہ نہیں دے سکتا)

اور یہ شعر پیش کیا جاتا ہے :

---

۱ - جبین اغر : یہاں تجرید کے طور پر بذات خود بسطام بن قیس مراد لے رہا ہے اور یستلب الدوارا سے مراد یہ ہے کہ وہ دشمنوں کے سروں کو تلوار مار کر دوران سر سے شفا بخشتا ہے جس طرح ایک اور کہتا ہے :

وَمَأْثُورٌ مِنَ الْهِنْدِيِّ يَشْفِي
بِهِ رَأْسَ الْكَمِيِّ مِنَ الصُّدَاعِ

ابن سیدہ کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ وہ جہالت سے شفا بخشتا ہے -

۲ - مراد سوی صاحب ضرب القداح ہے -

إذَا لَبِسُوا عَمَائِمَهُمْ طَوَوْهَا[1]
عَلَى كَرَمٍ وَ إِنْ سَفَرُوا أَنَارُوا

جب یہ لوگ پگڑیاں سروں پر رکھتے ہیں تو انھیں صاحب کرم کے سر پر باندھتے ہیں (یعنی وہ خود صاحب کرم ہیں) اور جب چہرہ کھول دیتے ہیں تو روشنی بخشتے ہیں

يَبِيعُ وَ يَشْتَرِي لَهُمْ سِوَاهُمْ
وَ لٰكِنْ بِالطِّعَانِ هُمْ تِجَارُ

[۳ : ۲۱۴] ان کے لیے خرید و فروخت کا کام کوئی اور ہی کرتا ہے ہاں ان کی اپنی تجارت نیزہ زنی سے ہوتی ہے

إذَا مَا كُنْتَ جَارَ بَنِي لُؤَيٍّ
فَأَنْتَ لِأَكْرَمِ الثَّقَلَيْنِ جَارُ

جب تو بنی لؤی کی پناہ میں آ گیا تو (سمجھ لے) کہ تو جن و انس کے سب سے زیادہ ذی عزت لوگوں کی پناہ میں آ گیا ہے

اور بعض اوقات عرب پگڑی کا ہی جھنڈا بنا لیتے تھے ۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ مسعود[2] بن عمرو (کی جنگ) کے دن جب أحنف بن قیس نے عَبْشَس بن طلق کے لیے جھنڈا باندھنا چاہا تو اس نے اپنے سر سے پگڑی اتار کر باندھ دی تھی[3] ۔ اسی کے متعلق

---

۱ - البیان و التبیین (۳ : ۱۰۴) میں لَوَوْھا ہے ۔

۲ - بلوغ الارب میں مسعود بن عمر ہے ۔ اسے مسعود بن عمرو پڑھیں جیسا کہ الاشتقاق : ۵۰۲ اور البیان و التبیین : ۳ : ۱۰۵ اور ۲ : ۶۸ میں ہے اسے قمر العراق کہا جاتا تھا اور قبیلہ ازد کا سردار تھا بنی تمیم نے اسے قتل کیا تھا ۔

۳ - اس واقعہ کا قصہ یہ ہے کہ بنی تمیم اور ازد کے درمیان سرداری کے بارے میں جھگڑا ہوگیا بنی تمیم احنف کو سردار بنانا چاہتے

باقی حاشیہ صفحہ ۶۲۳ پر

[1]زید بن کَشْوہ العنبری کہتا ہے :

مَنَعْتُ مِنَ الْعُهَّارِ أَطْهَارَ أُمِّهِ
وَبَعْضُ الرِّجَالِ الْمُدَّعِينَ زَنَاءُ

میں نے اس کی ماں کے ایّام طہارت کو بدکاروں سے بچائے رکھا ۔ حالانکہ بعض دعوے کرنے والے (اپنے دعوے کو پورا کرنے سے) عاجز آ جاتے ہیں

فَجَاءَتْ بِهِ عَبْلَ الْقَوَامِ كَأَنَّمَا
عِمَامَتُهُ فَوْقَ الرِّجَالِ لِوَاءُ

لہٰذا جب اس نے اسے جنا تو یہ موٹے اور بڑے قد کا تھا اور اس کی پگڑی اس طرح اڑ رہی تھی جیسے لوگوں کے (سروں) پر جھنڈا اڑتا ہے

بعض اوقات جب جانفشانی سے کام کرنے کا موقع ہوتا یا جب

صفحہ ۶۲۲ کا بقیہ حاشیہ

تھے اور ازد مسعود بن عمرو کو ۔ ابتدا میں احنف نے عبّاد بن حصین کے لیے قیادت کا جھنڈا باندھنے کا ارادہ کیا جب وہ نہ ملا تو اس نے عبس بن طلق بن ربیعہ بن عامر کے لیے جھنڈا باندھا ۔ اس نے اپنے سر سے پگڑی اتاری پھر گھٹنے کے بل بیٹھا اور اسے ایک نیزے کے ساتھ باندھ کر اسے دیا اور کہا : جاؤ اور ازد اور ان کے حلیفوں نے ، اور وہ ربیعہ میں سے تھے ، بصرہ کے تمام راستے روک لیے تھے ۔ پھر وہاں سے نکال دیے گئے اور جا کر مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوگئے ۔ تمیمی آ کر مسجد میں داخل ہوگئے اور مسعود نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا انھوں نے اسے وہاں سے اتار کر قتل کر ڈالا ۔ یہ ۶۴ھ کا واقعہ ہے ۔

۱ - زید بن کشوہ : کشوہ اس کی ماں کا نام ہے ۔ ملاحظہ ہو البیان و التبیین : ۱ : ۱۶۳ ۔

منزل[1] لمبی ہو جاتی تو اپنی کمروں پر پکڑیاں باندھ لیا کرتے ۔

اسی لیے ان کا شاعر[2] کہتا ہے :

فَسِيرُوا فَقَدْ جَنَّ الظَّلَامُ عَلَيْكُمْ
فَبَاسْتِ[3] الَّذِي يَرْجُو الْقِرَى عِنْدَ[4] عَاصِمِ

لہذا چلتے جاؤ۔ رات تاریک ہوچکی ہے ۔ اس شخص کی ایسی تیسی جو عاصم کے پاس ضیافت کی امید رکھتا ہو

دَفَعْنَا إِلَيْهِ وَهُوَ كَالذِّيخِ[5] خَاظِيًا[6]
نَشُدُّ عَلَى أَكْبَادِنَا بِالْعَمَائِمِ

جب ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ نر بجّو کی طرح موٹا دکھائی دیا ۔ درآنحالیکہ ہم نے اپنے جگروں پر پکڑیاں باندھ رکھی تھی

اور فرزدق کہتا ہے :

بَنِي[7] عَاصِمٍ إِنْ تَلْحَقُوهَا فَإِنَّكُمْ
مَلَاجِيُّ لِلسَّوْءَاتِ دُسْمُ الْعَمَائِمِ

---

۱ ۔ العُقبة : قدرما يسيره الرجل ۔

۲ ۔ شاعر کا نام مصعب بن عمیر اللیثی ہے ۔

۳ ۔ باست : جب کسی کو ذلیل و حقیر سمجھا جائے تو کہتے ہیں باستِ بنی فلان اور یہ عربوں کی ایک گالی ہے ۔ البیان و التبیین میں الذی کی بجائے امرِیٔ ۔

۴ ۔ تصحیح البیان و التبیین سے کی گئی ہے ۔ بلـوغ الارب میں عندًا ہے ۔

۵ ۔ ذیخ : نر بجّو ۔

۶ ۔ خاظی : موٹا ، پر گوشت ۔

۷ ۔ یہ شعر فرزدق کے دیوان میں نہیں ہے ۔ البیان و التبیین میں یہ شعر یوں ہے :

بَنِي عَاصِمٍ إِنْ تَلْجَئُوهَا فَإِنَّكُمْ
مَلَاجِيُّ لِلسَّوْءَاتِ دُسْمُ الْعَمَائِمِ

اے بنی عاصم اگر تم نے اس (عورت) کے ساتھ منہ کالا کیا (تو یہ کوئی بڑی بات نہ ہوگی) کیونکہ تم قابل شرم باتیں کرنے والے اور میلی پگڑیوں والے ہو

ایک اور کہتا ہے :

خَلِیلَیَّ شُدَّا لِیْ بِفَضْلِ عِمَامَتِیْ
عَلَی کَبِدٍ[1] لَمْ یَبْقَ إلاَّ صَمِیمُهَا

میرے دونوں دوستو میری پگڑی کا فاضل حصہ میرے جگر پر باندھ دو جس کے خالص حصے کے سوا کچھ باقی نہیں رہا ۔

پگڑی[2] کے بارے میں بہت سے اشعار وارد ہوئے ہیں ۔ پگڑی میں کَوْر ہوتا ہے ۔ اس کی جمع أَکْوَار ہے اور یہ وہ لڑ ہیں جن سے سر کو باندھا جاتا ہے ۔ لاَثَهَا : اسے سر کے گرد پھیرا ۔ صَوْقَعَة : پگڑی کی وہ جگہ جہاں سر داخل ہوتا ہے اور ذُؤَابَة : پگڑی کا وہ حصہ جو پیٹھ پر چھوڑ دیا جاتا ہے ۔ (شملہ) اور قَنْفَدَة : پگڑی کا اوپر کا حصہ اور إعْتَمَّ القَنْفَدَاء : اس نے پگڑی سر پر باندھی[3] ، مگر شملہ نہ لٹکایا ۔ اور إعتَمَّ عِمَّة عَجْرَاء : اس نے بہت بڑی پگڑی سر پر رکھی ، اور تَلَحَّاهَا : اس نے ایک لپیٹ تھوڑی کے نیچے دیا ۔ اس کا حکم آیا ہے ۔ اقتعطها : اس نے اسے [۳ : ۳۱۲] سر پر لپیٹا[4] مگر ٹھوڑی کے نیچے نہیں لپیٹا ۔ اس سے منع کیا گیا ہے ۔ پھر جب پگڑی منہ کے کچھ حصے کے گرد لپیٹی گئی ہو تو یہ لِثام ہوگا ۔ جب سارے منہ پر ہوگی تو یہ ایفدام ہوگا ، اگر پگڑی منہ کی جڑ تک پہنچ جائے تو یہ لقاب ہوگا اور جب صرف دونوں آنکھیں ظاہر ہوں تو یہ إحتجار اور تَوصِیْص ہے ۔

---

۱ ۔ کبد کا لفظ مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے ۔
۲ ۔ یہاں سے آلوسی نے اپنا بیان شروع کیا ہے ۔
۳ ۔ بلوغ الارب میں کفها چھپا ہے اسے لَفّها پڑھیں ۔
۴ ۔ بلوغ الارب میں لاثها چھپا ہے اسے لاثَهَا پڑھیں ۔

عربوں کے وہ اشعار جو پاپوش کے بارے میں منقول ہیں

[1]عرب قدیم زمانے سے چپل اور ایرانی جوتے کا ذکر کرنے کے بڑے مشتاق ہیں ۔ ایک حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ، عورتوں کو سرخ اور زرد جوتے پہننے سے منع کرتے تھے اور فرماتے : یہ آل فرعون کی عورتوں کی زینت تھی ۔

اب رہا ان کے شاعر کا یہ کہنا کہ :

إذَا اخْضَرَّتْ نِعَالُ بَنِي غُرَابٍ
بَغَوْا وَ وَجَدَ تَّهُمْ أَشْرَى[2] لِئَامَا

جب بنی غراب فارغ البال ہو جاتے ہیں تو وہ سرکش ہو جاتے ہیں اور تو انھیں اکڑنے والا اور کمینہ پائے گا

تو شاعر کی مراد جوتے کی صفت بیان کرنا نہیں ہے اس کی مراد تو یہ ہے کہ جب زمین[3] سر سبز ہو جائے اور وہ فارغ البال ہو جائیں تو وہ سرکش ہو جاتے ہیں اور حد سے تجاوز کر جاتے ہیں ۔

جیسا کہ ایک[4] اور کہتا ہے :

---

۱ ۔ نعل کا سارا بیان البیان و التبیین سے لیا گیا ہے ملاحظہ ہو ۳ : ۱۰۶ تا ۱۱۲ ۔

۲ ۔ تصحیح البیان و التبیین سے کی گئی ہے ۔ بلوغ الارب میں اسری ہے ۔

۳ ۔ البیان و التبیین کا محشی بہت دور کی کوڑی لایا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے النعال : جمع نعل وھو ماغَلُظَ من الارض اور پھر اس کی تشریح کی ہے حالانکہ مراد صرف یہ ہے کہ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ہے اور اس پر چلنے سے جوتے بھی سبز ہوگئے ہیں ۔ صرف کثرت سبزہ مراد ہے ۔

۴ ۔ یہ خراشہ بن عمرو العبسی ہے ۔

وَ أَطْوَلُ فِي دَارِ الحِفَاظِ إِقَامَةً
وَ أَوْزَنُ أَحْلَامًا إِذَا النَّعْلُ[1] أَخْضَلاَ

یہ لوگ حمیت کے گھر میں زیادہ دیر تک مقیم رہتے ہیں اور جب ان کے ہاں فارغ البالی ہوتی ہے تو ان کی عقلیں زیادہ وزنی ہوتی ہیں

اسی طرح کسی کا قول ہے :

يَا ابْنَ هِشَامٍ أَهْلَكَ النَّاسَ اللَّبَنْ
فَكُلُّهُمْ يَسْعَى بِسَيْفٍ وَ قَرَنْ[2]

اے ابن ہشام لوگوں کو دودھ (کی کثرت) نے (یعنی فارغ البالی نے) تباہ کر دیا ہے کیونکہ ہر شخص تلوار اور ترکش لیے بھاگا جا رہا ہے

اب رہا کسی اور کا یہ کہنا کہ :

وَ كَيْفَ ارَجِّي اَنْ أَسُوْدَ عَشِيْرَتِي
و أُمِّيَ مِنْ سَلْمٰى أَبُوْهَا وَ خَالُهَا

میں اپنے قبیلے کا سردار بننے کی کیسے امید کر سکتا ہو جبکہ میری ماں ، اس کا باپ اور خالو سب سلمٰی میں سے ہیں

رَأَيْتُكُمْ سُوْدًا جِعَادًا وَ مَالِكٌ
مُخَصَّرَةٌ بِيْضٌ سِبَاطٌ نِعَالُهَا

میں نے تمھیں سیاہ اور کوتاہ پایا اور قبیلہ مالک کے جوتے ہلکے پہلوؤں والے اور لمبے ہیں

---

۱ - البیان و التبیین میں ''النعل اخضلا '' کی جگہ اذا البقل أجْهَلاَ ہے - میرے خیال میں اذا النعل أَخْضَلاَ ہی درست ہے کیونکہ بیان نعل کا چل رہا ہے -

۲ - قَرَن : ترکش - مجد بہجۃ اثری نے '' تلوار کی دھار'' لکھا ہے مگر یہ معنی یہاں مراد نہیں ہیں -

تو یہاں شاعر جوتوں کی تعریف نہیں کرنا چاہتا اس کا مقصد تو ان کے قدموں کا لمبا ہونا ہے اور اس نے کوتاہ ہونے کی نفی کی ہے -

نابغہ کہتا ہے :

رِقَاقُ النِّعَالِ طَيِّبٌ حُجُزَاتُهُمْ
يُحَيَّوْنَ بِالرَّيْحَانِ يَوْمَ السَّبَاسِبِ

ان کے جوتے باریک ہیں اور ان کے ازار بند باندھنے کی جگہیں پاک ہیں یعنی یہ پاک دامن ہیں اور یوم السبا سب کے دن انہیں نیاز بو سے سلام کیا جاتا ہے

يَصُونُونَ أَجْسَادًا قَدِيمٌ نَعِيمُهَا
بِخَالِصَةِ الأَرْدَانِ خُضْرِ المَنَاكِبِ

[۳ : ۳۱۴] وہ ان جسموں کی حفاظت جو قدیم زمانے سے ناز و نعمت کے مالک چلے آئے ہیں سفید آستینوں[1] والے اور سبز کندھوں والے لباس سے کرتے ہیں

بنو الحارث بن سدوس نے کبھی گدھے کو باندھ کر نہ رکھا تھا اور جب جوتا پھٹ جاتا تھا تو پھر اسے نہ پہنتے تھے -

ان کے ایک کہنے والے نے کہا ہے :

وَنُلْقِي النِّعَالَ إِذَا نُقِّبَتْ
وَلَا نَسْتَعِينُ بِأَخْلَاقِهَا

جب جوتا پھٹ جاتا ہے تو ہم اسے پھینک دیتے ہیں اور ہم پرانے جوتوں سے مدد نہیں لیتے

---

۱ - اس کے دو معنی بیان کیے جاتے ہیں ایک یہ کہ اہل شام ایک قسم کا لباس پہنا کرتے تھے جو سفید ہوتا اور کندھے سبز ہوتے اور دوسرے یہ کہ سبزی سے مراد سیاہی ہے یعنی مدت تک ہتھیار پہنے رہنے کی وجہ سے ان کے کندھے سیاہ ہوگئے ہیں -

وَ لَتَحْشُ الذُّؤَابَةُ مِنْ وَائِلٍ
إِلَيْنَا تَمُدُّ بِأَعْنَاقِهَا

ہم قبیلۂ وائل کے بلند ترین لوگ ہیں جن کی طرف ان کی گردنیں اٹھی رہتی ہیں

اور یہ خالد بن[1] مُعَمَّر کا قبیلہ ہے جس کے متعلق ان کا شاعر کہتا ہے :

مُعَاوِيَ أَمِّرْ خَالِدَ بْنَ مُعَمَّرٍ
فَإِنَّكَ لَوْ لَا خَالِدٌ لَمْ تُؤَمَّرِ

اے معاویہ خالد بن معمر کو امیر بنا دے کیونکہ اگر خالد نہ ہوتا تو تجھے امیر نہ بنایا جاتا

اور ان کا ایک کہنے والا کہتا ہے :

أَغَاضِبَةٌ عَمْرُو بْنُ شَيْبَانَ أَنْ رَأَتْ
عَدِيدَيْنِ مِنْ جُرْثُومَةٍ وَ دَخِيسِ

کیا عمرو بن شیبان اس لیے ناراض ہے کہ اس نے ایک اصل اور کثیر التعداد لوگوں میں سے صرف دو آدمی دیکھے ہیں

فَلَوْ شَاءَ رَبِّي كَانَ أَيْرُ[2] أَبِيكُمُ
طَوِيلًا كَأَيْرِ الْحٰرِثِ بْنِ سَدُوسِ

---

۱ - خالد بن مُعَمَّر : خالد بن معمر بن سلیمان بن الحارث بن شجاع بن الحارث بن سدوس السدوسی ۔ یہ حضرت عمرؓ کے عہد میں بنی بکر کا سردار تھا ۔ معاویہؓ نے اسے ارمینیہ کا حاکم بنا دیا تھا پھر یہ نصیبین چلا گیا اور وہیں مرا (از حاشیہ البیان و التبیین : ۳ : ۱۰۸) اس نے حضرت حسن بن علی رضوان اللہ علیہما سے دھوکا کر کے امیر معاویہ کی بیعت کر لی تھی (الاشتقاق : ۳۵۳) ۔

۲ - طول أیر سے مراد کثرت اولاد ہے چنانچہ حارث بن سدوس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے اکیس بیٹے تھے ۔

اگر میرا رب چاہتا تو تمہارے باپ کی اولاد بھی اسی قدر زیادہ ہوتی
جس قدر حارث بن سدوس کی تھی

اب رہا ایک[۱] اور کا یہ قول کہ :

يَا لَيْتَ لِي نَعْلَيْنِ مِنْ جِلْدِ الضَّبُعْ
وَشُرُكًا مِنْ إسْتِهَا لَا تَنْقَطِعْ

کاش میرے پاس بجھو کی کھال کے دو جوتے ہوتے اور اس کے
پچھلے حصے کے تسمے ہوتے جو کبھی نہ ٹوٹتے

كُلُّ الْحِذَاءِ يَحْتَذِي الْحَافِي الْوَقِعْ

وہ شخص جو ننگے پاؤں چل رہا ہو اور چلتے چلتے اس کے پاؤں
زخمی ہو گئے ہوں وہ ہر طرح کا جوتا پہن لیتا ہے

تو یہ ایک حاجت مند کا قول ہے اور حاجت مند انسان معمولی چیز
پر قناعت کر لیتا ہے ۔ نجاشی[۲] ہند بن عاصم کو کہتا ہے :

إِذَا اللهُ حَيَّا صَالِحاً مِنْ عِبَادِهِ
كَرِيماً فَحَيَّا اللهُ هِنْدَ بْنَ عَاصِمِ

جب اللہ تعالٰی اپنے بندوں میں سے کسی صالح اور کریم انسان کو
زندہ رکھے تو خدا ہند بن عاصم کو زندہ رکھے (کیونکہ وہ صالح
اور کریم ہے)

---

۱ ۔ شاعر کا نام ابو المقدام جسّاس بن قطب ہے ۔

۲ ۔ نجاشی : اس کا نام قیس بن عمرو ہے ۔ اس کا بھائی خدیج بھی شاعر
تھا ۔ (الاشتقاق : ۴۰۰) ۔ باوجود اس کے کہ یہ تمیم بن أبی بن
مقبل سے کم درجے کا شاعر تھا پھر بھی اس پر غالب آ گیا تھا ۔
لہٰذا تمیم بن ابی بن مقبل کو شاعِرٌ مُغَلَّبٌ کہا جاتا تھا ۔ یہی
حال لیلٰی اخیلیة کا تھا کہ باوجود اس کے کہ یہ نابغہ جعدی سے کم
پایا شاعرہ تھی پھر بھی اس پر غالب آ گئی تھی ۔ (الاشتقاق : ۲۵۵) ۔

وَكُلُّ سَلُولِيٍّ إِذَا مَا لَقِيتَهُ
سَرِيعٌ إِلَى دَارِ النَّدَى وَالْمَكَارِمِ

اور ہر وہ انسان جو قبیلہ سلول میں سے ہے جب تو اس سے ملے گا تو وہ سخاوت اور بزرگیوں کے گھر کی طرف بڑی تیزی سے جا رہا ہوگا

وَلَا بِأَكْلِ الْكَلْبُ السَّرُوقُ نِعَالَهُمْ
وَلَا يُنْتَقَى الْمُخُّ الَّذِي فِي الْجَمَاجِمِ

چرا کر لے جانے والا کتا ان کے جوتوں کو نہیں کھاتا اور (ان کے ہاں) کھوپروں کے اندر کے گودے اور مغز کو نکالا نہیں جاتا

[۳ : ۱۵م] یونس کہتا ہے : وہ نہ تو دماغ کھاتے ہیں اور نہ رنگی ہوئی کھال کے سوا کسی اور چمڑے کے جوتے پہنتے ہیں

کثیّر کہتا ہے :

إِذَا نُبِذَتْ لَمْ تَطَّبِ[۱] الْكَلْبَ رِيحُهَا
وَإِنْ وُضِعَتْ فِي مَجْلِسِ الْقَوْمِ شُمَّتِ

جب (اس جوتے کو) پھینک دیا جاتا ہے تو اس کی بو کتے کو اپنی طرف مائل نہیں کرتی اور اگر اسے قوم کی مجلس میں رکھ دیا جائے تو لوگ اس کو سونگھتے ہیں (ان کی عزت کی وجہ سے)

اور [۲]عُتَیبہ بن مرداس کہتا ہے :

---

۱ - تصحیح البیان و التبیین سے کی گئی ہے (۳ : ۱۰۹) بلوغ الارب میں لم تُطِبِ ہے - لسان العرب (ط ب ی) میں یہ شعر یوں ہے :

لَهُ نَعْلٌ لَا يَطَّبِي الْكَلْبَ رِيحُهَا
وَإِنْ وُضِعَتْ وَسْطَ الْمَجَالِسِ شُمَّتِ

۲ - تصحیح البیان و التبیین (۳ : ۱۰۹) سے کی گئی ہے - بلوغ الارب میں قتیبہ بن الحارث ہے - عُتَیبہ بنی عمرو ابن کعب بن عمرو بن

باقی حاشیہ صفحہ ۶۳۲ پر

إِلَى مَعْشَرٍ لَا يَخْصِفُونَ نِعَالَهُمْ
وَلَا يَلْبَسُونَ السِّبْتَ مَا لَمْ يُخَصَّرِ

ایسے لوگوں کی طرف جو اپنے جوتوں کو پیوند نہیں لگاتے اور جب تک جوتے کے دونوں پہلو پتلے نہ ہوں یہ اسے پہنتے ہی نہیں ہیں

احنف کہتا ہے : اچھے جوتے پہنا کرو کیونکہ یہ مردوں کی خصلت ہے ۔ لہٰذا جب کوئی شاعر جوتے کے عمدہ ہونے کی تعریف کر رہا ہو تو سمجھ لو کہ اس نے جوتے کی تعریف کرنے سے پہلے پہننے والے کی تعریف کی ہے ۔

اور یہ شعر :

وَقَامَ بَنَاتِي بِالنِّعَالِ حَوَاسِراً
وَأَلْصَقْنَ وَقْعَ السِّبْتِ تَحْتَ الْقَلَائِدِ

صفحہ ۶۳۱ کا بقیہ حاشیہ

تمیم میں سے تھا ۔ کم گو اور مخضرم شاعر ہے ۔ اسلام اور جاہلیت کے دونوں زمانے پائے ۔ یہ سخت ہجو گو اور بد زبان تھا ۔ بصرے میں ابن عباس کے پاس آیا مگر آپ نے اسے کچھ نہ دیا اور بصرے سے نکال دیا ۔ یہ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد مدینے چلا آیا اور وہاں حسن اور عبداللہ بن جعفر سے ملا ۔ انھوں نے اس سے ابن عباس کا قصہ دریافت کیا اور اس نے بتلا دیا ۔ اس پر انھوں نے اسے بہت سا انعام دیا ۔ عتیبہ نے ایک قصیدہ لکھا جس میں اس نے ان دونوں کی مدح کی اور ابن عباس کو ملامت ۔ اسے ابن قَسْوَہ کہا جاتا ہے ۔ اس شعر سے پہلے یہ اشعار ہیں :

فَلَيْتَ قَلُوصِي عُرِّيَتْ أَوْ رَحَلْتُهَا
إِلَى حَسَنٍ فِي دَارِهِ وَابْنِ جَعْفَرِ
إِلَى ابْنِ رَسُولِ اللهِ يَأْمُرُ بِالتُّقَى
وَلِلدِّينِ يَدْعُو وَالْكِتَابِ الْمُطَهَّرِ

اور میری بیٹیاں ننگے سر ہو کر جوتے لے کر اٹھ کھڑی ہوں اور ہار (پہننے کی جگہ) کے نیچے (جوتوں کے) چمڑے کو ماریں

کہنے والے[1] کا مطلب یہ ہے کہ مصیبت زدہ عورتیں جب نوحہ کرنے کے لیے کھڑی ہوتیں تو اپنے جوتوں سے سینہ پیٹا کرتی تھیں ۔

اور خلف الاحمر کہتا ہے :

سَقَىٰ حُجَّاجَنَا نَوْءُ الثُّرَيَّا
عَلَىٰ مَا كَانَ مِنْ مَطْلٍ وَبُخْلِ

خدا کرے ہمارے حاجیوں کو ثریا کی بارش سیراب کرے باوجود اس کے کہ ان میں بخل اور دیر کرنا پایا جاتا ہے

هُمُ جَمَعُوا النِّعَالَ فَأَحْرَزُوهَا
وَسَدُّوا دُونَهَا بَابًا بِقُفْلِ

انھوں نے جوتوں کو جمع کرکے اپنے قبضے میں کر لیا اور پھر ان پر دروازہ بند کرکے تالا لگا دیا

إِذَا أَهْدَيْتُ فَاكِهَةً وَشَاةً
وَعَشْرَ دَجَائِجٍ بَعَثُوا بِنَعْلِ

جب میں انہیں پھل یا بکری اور دس مرغیاں بطور تحفے کے بھیجتا ہوں تو وہ جوتا بھیج دیتے ہیں

وَمِسْوَاكَيْنِ طُولُهُمَا ذِرَاعٌ
وَعَشْرٍ مِنْ رَدِيِّ الْمُقْلِ خَشْلِ

اور دو مسواکیں بھیجتے ہیں جن کی لمبائی ایک ہاتھ ہوتی ہے اور دس ردی اور خشک گوگل بھیجتے ہیں

فَإِنْ أَهْدَيْتُ ذَاكَ لِيَحْمِلُونِي
عَلَىٰ نَعْلٍ فَدَقَّ اللهُ رِجْلِي

---

[1] - یہ شعر ابو ذؤیب الهذلی کا ہے ۔

اگر میں یہ تحفے اس لیے بھیجتا ہوں کہ وہ مجھے جوتے پر سوار
کریں تو خدا کرے میرا پاؤں ٹوٹ جائے

کُثَیِّر کہتا ہے :

كَأَنَّ ابْنَ لَيْلَى حِينَ يَبْدُو فَيَنْجَلِي
سُجُوفُ الْخِبَاءِ عَنْ مَهِيبٍ مُشَمَّتِ

جب ابن لیلٰی ظاہر ہوتا ہے اور خیمے کے پردے ایک طرف ہٹ کر
ایک بارعب اور ایسے آدمی کو ظاہر کرتے ہیں جس کے لیے دعاء خیر
کی جاتی ہے

مُقَارِبُ خَطْوٍ لاَ يُغَيِّرُ نَعْلَهُ
رَهِيفُ الشِّرَاكِ سَهْلَةُ الْمُتَيَمَّمِ

تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے قدم قریب قریب کرکے اٹھاتا ہے
اور اپنے جوتے کو (پیوند لگا کر یا رنگ کر) بدلتا نہیں ہے اس کا
تسمہ پتلا ہوتا ہے اور اس کا ارادہ آسان ہوتا ہے

إِذَا طُرِحَتْ لَمْ تَطَّبِ الْكَلْبَ رِيحُهَا
وَإِنْ وُضِعَتْ فِي مَجْلِسِ الْقَوْمِ شُمَّتِ

جب اسے پھینک دیا جائے تو اس کی بو کتے کو بھی اپنی طرف
مائل نہیں کر سکتی اور اگر مجلس میں رکھ دی جائے تو لوگ اسے
سونگھیں

[۳ : ۶۱۶] اور بشّار کہتا ہے :

إِذَا وُضِعَتْ فِي مَجْلِسِ الْقَوْمِ نَعْلُهَا
تَضَوَّعَ مِسْكاً مَا أَصَابَتْ وَعَنْبَرَا

---

۱ - ابن لیلٰی سے مراد عبدالعزیز بن مروان سے ہے - لیلٰی کلبیہ
عبدالعزیز کی والدہ کا نام ہے - کہتے ہیں کہ لیلٰی ایک شریف خاندان
میں سے تھی اور عبدالعزیز نے کہہ رکھا تھا کہ جب تک اس کی مدح
میں اس کی والدہ لیلٰی کا ذکر نہ ہوگا وہ کسی کو کچھ نہ دے گا -

جب اس کے جوتے کو قوم کی مجلس میں رکھ دیا جائے تو جس چیز
کے ساتھ یہ جوتا لگ جائے گا اس سے مشک و عنبر کی خوشبو آنے
لگ جائے گی

اور جب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے صعصعہ[1] بن صُوحان کو [2]المنذر بن الجارود کے بارے میں جو کچھ کہنا تھا کہا تو صعصعہ نے کہا : اے امیرالمؤمنین ! اگر آپ نے یہ فرمایا ہے تو یہ تو اپنے دونوں پہلوؤں کو بہت دیکھنے والا اور اپنے تسموں میں بہت تھوکنے والا ہے اسے تو اپنی دونوں چادروں کی سرخی بہت پسند ہے ۔

ایک شخص نے [3]ابن التوأم کی مذمت کی تو کہا : میں نے اسے دیکھا کہ اس کے جوتے پر چربی لگی ہوئی ہے ۔ اس کی جرابیں میلی ہیں ، اس کے جوتے پر شکن پڑے ہوئے ہیں اور پتلا سا گریبان ہے ۔

[4]ھیثم کہتا ہے : ایک ایسی قسم ہے جو بدوی کے سوا کوئی

---

۱ ۔ صعصعہ بن صُوحان العبدی ۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسلام لا چکا تھا مگر شرف صحابیت سے محروم رہا ۔ صفین میں حضرت علی کی طرف سے لڑا ۔ خطیب اور نصیح تھا ۔ معاویہ کے عہد میں کوفے میں مرا ۔

۲ ۔ المنذر بن الجارود العبدی ۔ عہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیدا ہؤا ۔ اس کا باپ جارود صحابی ہے ۔ جنگ جمل میں حضرت علی کے ساتھ تھا ۔ یزید بن معاویہ کے عہد میں عبیداللہ بن زیاد نے اسے ہند کا حاکم بنایا تھا وہیں ۶۱ھ میں وفات پائی ۔

۳ ۔ ابن التوأم : ابن التوأم الرقاشی ۔ یہ بُخلاء میں سے ہے ۔ ملاحظہ ہو عیون الاخبار : ۱ : ۲۹۹ ۔

۴ ۔ ھیثم : مراد ھیثم بن عدی سے ہے یہ صاحب الاخبار والسیَر تھا ۔ ابو عبدالرحمٰن کنیت ہے ۔ منصور ، مہدی اور ہادی کا ہمنشین تھا ۔ ۱۳۰ھ سے پہلے پیدا ہؤا اور ۲۰۷ھ میں مرا ۔

اور کبھی نہیں کہاتا : خدا کرے تمہارے پاس سے چلے جانے والا تمہارے پاس نہ آئے اور جو آئے وہ واپس نہ جائے اور خدا کرے تو اپنے پالان کو نہ اتارے اور نہ جوتا اُتارے ۔

ایک اور کہتا ہے :

عَلِقَ الفُؤَادُ بِرَيِّقِ الجَهْلِ
وَأَبَرَّ وَاسْتَعْصَى عَلَى الأَهْلِ

دل ایسے محبوب پر فریفتہ ہو گیا جو ابتدا جہل (جوانی) میں تھا ۔ دل نے اپنی قسم پوری کی اور گھر والوں کی نافرمانی کی

وَصَبَا وَقَدْ شَابَتْ مَفَارِقُهُ
سَفَهاً وَكَيْفَ إِصَابَةُ الكَهْلِ

اور حماقت کی وجہ سے بچپن کی سی باتیں کرنے لگا حالانکہ اس کے سر کے بال بھی سفید ہو گئے تھے بھلا ادھیڑ عمر کا آدمی کبھی درست بات کر سکتا ہے

أَدْرَكْتُ مُعْتَصَرِي وَأَدْرَكَنِي
حِلْمِي وَيَسَّرَ قَائِدِي نَعْلِي

میں نے لمبی عمر اور بڑھاپے کو پا لیا اور مجھے میرے حلم نے پا لیا اور میرے جوتے نے میرے قائد کے لیے میرا لے جانا آسان کر دیا

ایک [1] اور کہتا ہے :

كَمْ أَرَى مِنْ مُسْتَعْجِبٍ مِنْ نِعَالِي [2]
وَرِضَائِي مِنْهَا بِلُبْسِ البَوَالِي

میں اپنے جوتوں میں سے کئی ایک کو دیکھتا ہوں کہ وہ مجھے

---

۱ ۔ شاعر کا نام محمد بن یسیر ہے جیسا کہ البیان و التبیین (۳ : ۱۱۱) میں ہے ۔

۲ ۔ تصحیح از البیان و التبیین ۔ بلوغ الارب میں نعال ہے ۔

پسند آتے ہیں مگر میری رضا اسی میں ہوتی ہے کہ میں بوسیدہ ہی
کو پہنوں

كُلُّ جَرْدَاءَ قَدْ تَحَيَّفَهَا الْخَصْفُ
بِأَقْطَارِهَا بِسَرْدِ النِّقَالِ[1]

یعنی ہر (اس جوتے کو پہننا پسند کرتا ہوں جو) بالوں سے خالی ہو
چکا ہو اور پرانے جوتے کو اس پر سینے کی وجہ سے اس کے اطراف
کم ہو گئے ہوں

لَا قُدَانِي وَلَيْسَ تُشْبِهُ فِي
الْخِلْقَةِ ان اُبْرِزَتْ نِعَالَ الْمَوَالِي

جب اسے نکالا جائے تو یہ نہ تو آزاد کردہ غلاموں کے جوتوں سے
مشابہت رکھتا ہے اور نہ ہی ان کے قریب قریب ہوتا ہے

لَا وَلَا عَنْ تَقَادُمِ الْعَهْدِ مِنْهَا
بَلِيَتْ لَا وَلَا لِكَرِّ اللَّيَالِي

یعنی کوئی بات نہیں اور نہ ہی یہ اس لیے بوسیدہ ہو گیا ہے کہ
اس پر قدیم زمانہ گزر چکا ہے اور نہ راتوں کے بار بار آنے کی وجہ
سے

وَلَقَدْ قُلْتُ حِينَ اُوثِرُ ذَا الْوُدِّ
عَلَيْهَا بِثَرْوَتِي وَبِمَالِي

میں نے یہ بات اس وقت کہی ہے جب میں نے اپنے دوست کو اپنی
دولت اور مال کے ساتھ ان جوتوں پر ترجیح دی ہے

مَنْ يُغَالِي مِنَ الرِّجَالِ بِنَعْلٍ
فَسِوَائِي إِذَنْ بِهِنَّ يُغَالِي

---

۱ - تصحیح البیان و التبیین سے کی گئی ہے بلوغ الارب میں : سر و
النعال ہے -

جو شخص گراں قیمت کا جوتا خریدتا ہو تو وہ پھر میرے سوا کوئی اور ہی ہوگا جو قیمتی جوتا خریدتا ہوگا

أَوْ بَغَاهُنَّ لِلْجَمَالِ فَإِنِّي
فِيْ سِوَا هُنَّ زِينَتِي وَجَمَالِي

یا کوئی انھیں خوبصورتی کے لیے چاہتا ہو (تو چاہتا رہے کیونکہ) میری زینت اور جمال کسی اور چیز میں ہے

فِيْ إِخَائِيْ وَفِيْ وَفَائِي وَرَأْيِي
وَعَفَافِيْ وَمَنْطِقِيْ وَفَعَالِيْ

[۳ : ۲۱۷] (میری زینت) میری دوستی ، میری وفا ، میری رائے ، میری پارسائی ، میری گفتار اور میری سخاوت میں ہے

مَا وَقَانِي الْحَفَا وَبَلَّغَنِي الْحَا
جَةَ مِنْهَا فَإِنَّنِي لَا أُبَالِي[۱]

جب تک جوتا مجھے پاؤں کے زخمی ہونے سے بچاتا رہے اور میری حاجت تک مجھے پہنچا دے اس وقت تک مجھے کوئی پروا نہیں ہے

عربوں کے وہ اشعار جن سے یہ پتا چلتا ہے کہ وہ چپل پہنا کرتے تھے اور اسے ان دیگر جوتوں پر ترجیح دیتے تھے جو پاؤں میں پہنے جاتے ہیں ۔ (اس قدر ہیں کہ) اس جگہ ان کا بالتفصیل ذکر کرنا ممکن نہیں ہے ۔ جس قدر ہم نے ذکر کر دیا ہے ہمارے مقصد کو پورا کر دیتا ہے ۔

---

۱ ۔ ابن جنی شرح اسماء شعرا حماسہ میں کہتا ہے : قال ابن فارس اشتبہ عَلَيَّ اشتقاق " لا ابالی " حتی رأیت قول لیلیٰ الاخیلیة :

تُبَالِيْ رَوَايَا هُمْ هَبَالَةَ بَعْدَمَا
وَرَدْنَ وَحَوْلَ الْمَاءِ بِالْجَمِّ تَرْتَمِي

وقد قالوافیہ : التبالی المبادرة للاستقاء عند قلة الماء فیستقی احدھم و ینتظرہ غیرہ فمعنی ذلک لا أبادر لہ ولا انتظرہ لِعَدَمِ إعتدادی بہ ۔

اور ان میں سے ایک

کھیتی باڑی

ہے - یہ عام عربوں کے اسباب معاش میں سے ہے بالخصوص یمن ، بحرین ، عمان ، ہجر اور نجد کے بیشتر علاقوں کے لوگوں کے - چنانچہ ان علاقوں کے تمام باشندوں کا بالعموم ذریعہ معاش زراعت اور درخت لگانا ہے - یہ لوگ کھجور کے درخت لگانے کے معاملے میں بڑا اہتمام کرتے ہیں - جو اشعار اس سلسلے میں عربوں کی جانب سے وارد ہوئے ہیں بہت زیادہ ہیں - عربوں کو کھجور کے مختلف حالات کا اسی طرح علم ہے جس طرح انھیں گھوڑوں کا علم ہے - چونکہ ان کا ملک دنیا کی بیشتر نباتات اور بیشتر درختوں کے اگانے کی صلاحیت رکھتا ہے - لٰہذا اس صنعت کو جاننے کا دائرہ بھی وسیع تھا اور جو شخص ان کتابوں کا مطالعہ کرے گا جو نباتات اور درختوں کے متعلق لکھی گئی ہیں - بالخصوص ابو حنیفۃ الدینوری کی کتاب النبات ، وہ ہماری بات کا اقرار کرے گا - مزید برآں عربوں کی زبان میں اس کی سچی گواہی پائی جاتی ہے - جن لوگوں نے اس پیشے کو اختیار کیا ہے وہ بالعموم بادیہ کے رہنے والے ہیں - ابن خلدون نے اس کا سبب بیان کیا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے : یاد رکھیں کہ قوموں کے حالات کا اختلاف ان کی معاش کے طریقوں کے اختلاف کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ قوموں کا اجتماع صرف اس لیے ہوتا ہے کہ وہ روزی کمانے میں ایک دوسرے سے تعاون کریں اور ایسی چیز سے ابتدا کریں جو ضروری ہو اور حاجت کی چیزوں اور کمائی کی چیزوں کے مقابلے میں پوری ہو سکتی ہوں - چنانچہ ان میں سے بعض کھیتی باڑی کا کام اپنا لیتے ہیں - مثلاً پودے لگانا اور زراعت کرنا - بعض جانور پالنے کا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں - مثلاً بکری ، گائے ، بھیڑ ، شہد کی مکھی اور ریشم کا کیڑا - تاکہ ان سے نسل حاصل کی جائے اور ان سے ان کے فضلے لیے جائیں - یہ لوگ جو زراعت یا حیوانوں کو پالنے کا پیشہ اختیار کرتے ہیں تو ان کو ضرورت اس بات کی ہوتی ہے بلکہ ان کے لیے ناگزیر ہوتا ہے

کہ وہ جنگل کو جائیں کیونکہ وہاں اس قدر وسیع زمین مل جاتی ہے جو شہروں میں نہیں مل سکتی مثلاً کھیت ، چراگاہیں اور جانوروں کی گھاس کی جگہیں وغیرہ ۔ لٰہذا ان کے لیے ضروری تھا کہ وہ خاص طور پر اپنا تعلق جنگل سے استوار رکھیں ۔ لٰہذا اس وقت ان کا اجتماع ، اپنی حاجتوں معاش اور آبادی میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا مثلاً خوراک ، مکان اور سردی سے بچاؤ صرف اسی قدر تھا کہ اس سے زندگی محفوظ رہ سکے اور انھیں اس قدر روزی حاصل ہو [۳ : ۱۸م] جائے جو زندہ رہنے کے لیے ضروری ہے ۔ اس سے زائد نہ ہو ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انھیں اس سے آگے بڑھنے کی قدرت نہ تھی اس کے بعد ابن خلدون نے شہری زندگی کے اسباب اور ان چیزوں کا ذکر کیا ہے جو شہری زندگی اختیار کرنے کی موجب بنتی ہیں ۔ مختصر یہ کہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے یہی عام طور سے عربوں کی معیشت کا ذریعہ تھی ۔ جس سے وہ اپنی ضروریات کو پورا کر سکتے تھے اور جس کی انھیں ضرورت پڑتی تھی ——

عربوں کی معیشت کے اور اسباب بھی تھے مثلاً موتی نکالنے کے لیے سمندر میں غوطہ لگانا ، بحرین ، ہجر اور دیگر علاقوں کے لوگ جو ساحل سمندر پر رہتے ہیں ان کا ذریعہ معاش ہی یہی ہے ۔ موتی اور سیپ کی بحث کرنا اور سمندر سے ان کے نکالنے کی کیفیت بیان کرنا اور جو اشعار عربوں سے اس بارے میں منقول ہیں ان کا ذکر کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے ۔

بعض عرب خشکی اور سمندر کے شکار پر زندگی گزارتے تھے ۔ اس ضمن میں ان کے کئی ایک طریقے اور عادات تھیں جن کی تفصیل کتب حدیث میں بیان کی گئی ہے ۔ بعض کی گزران مویشیوں اور چوپایوں پر تھی مثلاً بھیڑ بکریاں ، گائے اور اونٹ ، اور انھیں ان کی دیکھ بھال کرنے اور ان کو پالنے کی خاصی مہارت اور وسیع علم حاصل تھا ۔

جن امور سے عربوں کی فضیلت کا ثبوت ملتا ہے

جو شخص عربوں کے حالات سے واقف ہو جائے گا اور ان کتابوں کا مطالعہ کرے گا جو ان کے حالات کے بارے میں لکھی گئیں اور مختلف طبقات اور مختلف زمانوں کے اعتبار سے ان کے حالات کو پہچان لے گا۔ اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ عرب ایک قدیم قوم ہیں۔ جنھوں نے طویل زمانے دیکھے ہیں اور انھیں اس دنیا میں رہتے کس قدر دراز عرصہ ہو رہا ہے اور ان کی ابتدا کب ہوئی اس امر کی صحیح تاریخ معلوم نہیں۔ اس تمام عرصے میں یہ کبھی بلند ہوئے کبھی پستی میں چلے گئے۔ کبھی اوپر چڑھے اور کبھی نیچے اترے، کبھی ان میں باہمی اتفاق ہؤا اور کبھی اختلاف، کبھی خوش بختی آئی اور کبھی بد بختی، کبھی قوی ہوئے اور کبھی کمزور، کبھی تنگی آئی اور کبھی فراخی۔ جو شخص ان کے حالات کی جستجو کرے گا اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ان کی ترقی اور سرداری کے تخت اور عزت کی چوٹی پر چڑھنے کا دار و مدار جن امور پر تھا ان میں سے ایک علم ہے۔ کیونکہ علم باوجود اس کے کہ اس کی مختلف شاخیں اور بکھری ہوئی ٹہنیاں ہیں انسان کی سعادت کا سب سے بڑا سبب ہے۔ یہ خالص نور ہے جس سے صاحب بصیرت اور صاحب عرفان لوگ رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ ہماری مراد صرف اس علم سے ہے جو مفید ہو اور نوع انسانی کی حاجتوں اور ضرورتوں کو پورا کرتا ہو۔ لہٰذا اس میں تمام عقلی اور نقلی علوم خواہ فرعی ہوں خواہ اصلی شامل ہو جاتے ہیں۔ رہا جہل تو یہ ہر مصیبت کی بنیاد ہے اور ہر تکلیف اور دکھ کی اصل ہے۔ لہٰذا تو دیکھے گا کہ ہر وہ قوم جن کی عقلیں علم سے روشنی حاصل کرتی ہیں اور فضیلت کے زیور سے آراستہ ہوتی ہیں وہ ہمیشہ ترقی کے زینوں پر بلند ہوتی رہی ہیں اور سیدھے راستے پر چلنے کے لیے ان کا نور ہدایت چمکتا رہا ہے۔ ہر وہ قوم جن پر جہل کی تاریکی کا سائبان پھیلا ہؤا ہو اور کم فہمی کی بیماری [۳ : ۳۱۹]

ان کے اندر مستحکم ہوگئی ہو ان کی بصیرت کی نگاہیں بند ہو جاتی ہیں اور ان کے افکار کے نتائج فاسد ہو جاتے ہیں ۔ لہٰذا وہ شاہراہ پر چلنے سے بھٹک جاتے ہیں اور سعادت مندی کا پھل چننے سے محروم کر دیے جاتے ہیں ۔ ان میں مذموم صفات آ جاتی ہیں ۔ وہ کج اخلاق اختیار کر لیتے ہیں ، اور محرومیت کے بیابان میں پریشانی کے عالم میں پھرتے رہتے ہیں ہر طرف سے ان پر مصیبت کی موج آن ٹوٹتی ہے ۔ لہٰذا مفید علم ہی کی بدولت دولت ہوتی ہے ، علم ہی سے اخلاق مہذب بنتے ہیں ۔ علم ہی کی بدولت ایک ذلیل انسان سردار بن جاتا ہے ۔ علم ہی کی بدولت دشمن پر فتح حاصل کی جاتی ہے اور علم ہی کے ذریعے جھگڑالو مدمقابل کو مغلوب کیا جاتا ہے علم ہی کے ذریعے تقلید کی قید سے گردنوں کے طوقوں کو کھولا جاتا ہے ۔ علم ہی کے ذریعے مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں اور غایت بعید کو پا لیا جاتا ہے ۔ عربوں میں سے جو لوگ برباد و ہلاک ہوئے وہ صرف اسی لیے ہوئے کہ ان میں علم کے بعد جہالت آ گئی تھی اور ہدایت کے بعد گمراہی ۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ تیرے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا ۔ یعنی عاد ارم تھے اور ستونوں والے تھے جن جیسا دنیا میں کوئی پیدا نہ کیا گیا تھا ۔ کیا تو قوم ثمود کی طرف نہیں دیکھتا جو وادیوں میں پتھر کاٹ (کر مکان بنایا [۳ : ۰ ۲ ۳] کرتے تھے) اور کھونٹوں والے فرعون کی طرف ۔ (یہ سب کے سب) وہ لوگ ہیں جنھوں نے ملک کے اندر سرکشی اختیار کی اور خوب فساد برپا کیا ۔ چنانچہ تیرے رب نے ان پر خوب عذاب نازل کیا ۔ بیشک تیرا رب گھات میں رہتا ہے ۔ یہی حال ان لوگوں کا تھا جو ان میں سے بچ گئے تھے ۔ ان کی جمعیت منتشر ہوگئی اور ان کا اتحاد پارہ پارہ ہوگیا ۔ اور انھیں ذلت و رسوائی اور فقر اور نقصان نے آ دبایا ۔ حالانکہ اس سے پہلے پتھریلی زمینیں اور میدان ان کے لیے اس قدر تنگ تھے کہ یہ ان میں سما نہیں سکتے تھے اور انھوں نے ملکوں اور اطرافِ دنیا کو مطیع کر رکھا تھا ۔ ایسی تلواروں کے ساتھ جن میں ابھی دندانے بھی نہ پڑے تھے ۔ ذلت و رسوائی اس لیے ہوئی کہ جہالت کے بادل نے ان پر

اپنا خیمہ گاڑ لیا تھا اور گمراہی اور خواہشات کی تابعداری کے جھکڑ ان پر چل رہے تھے جیسا کہ تفسیر اور حدیث کی کتابوں میں مفصل بیان کیا جا چکا ہے -

یہ اسماعیل علیہ السلامؑ کی اولاد تھے بالخصوص ان میں سے قریش - یہ لوگ عزت کے باوقار مقام اور سرداری کے مضبوط قلعے میں اس لیے تھے کہ ان کے پاس علم کا وافر حصہ حاصل تھا بلکہ یہ علم کے بلند ترین[۱] مقامَ پر فائز تھے - لہٰذا اس زمانے کے قبائل ان کے سامنے کمزور ہوگئے - ملک ان کے مطیع ہوگئے - کوئی بھی چیز ان کی راہ میں حائل نہ تھی - یہی وجہ تھی کہ انہیں قریش کہا گیا -

جیسا کہ شاعر کہتا ہے :

وَ قُرَیْشٌ هِیَ الَّتِی تسکُنُ البَحْرَ
بِهَا سُمِّیَتْ قُرَیْشٌ قُرَیْشًا

اور قریش وہ مچھلی ہے جو سمندر میں رہتی ہے اسی کے نام پر قریش کا نام قریش رکھا گیا

تَاکُلُ الغَثَّ والسَّمِینَ وَ لَا تَتْرُكُ
فِیهِ لِذِی الجَنَاحَینِ رِیشًا

یہ دُبلے اور موٹے سب جانوروں کو کھا جاتی ہے اور کسی پَر والے کے پَروں کو نہیں چھوڑتی

هٰکذا فِی البِلَادِ حَیُّ قُرَیْشٍ
یَاکُلُونَ البِلَادَ اَکْلًا کَمِیشًا

شہروں میں قوم قریش کا یہی حال ہے یہ ملکوں کو بڑی سرعت سے کھا جاتی ہے

---

۱ - پہلے قمار کے تیروں میں بیان کیا جا چکا ہے کہ قدح معلّی کا سب سے زیادہ حصہ ہوتا تھا اور رقیب کا پانچواں نمبر آتا لہٰذا رقیب کا لفظ یہاں پر برمحل استعمال نہیں ہؤا -

قریش اپنی عزت ، بزرگی ، اقبال اور شرف کے بدستور مالک چلتے آئے تاآنکہ ان کا علم ناقص ہوگیا اور معارف اور فضائل کا سایہ ان سے سکڑ کر (ہٹ گیا) ۔ یہ تقریباً تین سو سال قبل از اسلام کی بات ہے اور منصور کے قول کے مطابق زمانۂ جاہلیت سے یہی زمانہ مراد ہے ۔ اس وقت ان میں جہالت عام پھیل گئی ان کے حالات متغیر ہوگئے اور ان کے بیشتر اخلاق محمودہ فاسد ہو گئے ۔ ان سے برکتیں اٹھ گئیں ، نازیبا باتیں عام ہو گئیں ، ان کی ہمتیں پست ہوگئیں ، ان کے ارادے سست پڑ گئے ۔ ان کی جمعیت پراگندہ ہوگئی اور ان میں خود ساختہ باتیں اور خواہشات کی زیادتی ہوگئی تاآنکہ اسلام کے چاند کے انوار ان پر چمکے اور اللہ تعالٰی نے انھی میں سے ایک [۳ : ۳۲۱] رسول بھیجا اور اس کی واضح آیات اور ہویدا معجزات کے ساتھ تائید کی ۔ (وہ نبی) جس کے پاک خاندان کی وجہ سے عزت کی جاتی تھی اور اسے ان مکارم اخلاق کی وجہ بزرگ سمجھا جاتا تھا ، جو ان کی فطرت میں تھے۔ ایسے اخلاق جن کے ذریعے آپ نے لوگوں کے عام طبعی رجحانات کو بدل ڈالا ۔ ان اخلاق کی وجہ سے وہ تمام انسانوں سے الگ تھے ۔ مثلاً شاہسواری ، شجاعت ، دلیری ، بہادری ، عزم ، ہمت ، علم ، حلم ، زہد ، عبادت ، رضا ، صبر ، حمد ، شکر ، ذکر و فکر ، غور و خوض ، خوف ، خشوع ، تواضع ، خضوع ، آبا و اجداد کی شرافت ، جود و سخا ، فصاحت اور حق گوئی ، پابندی عہد ، وعدے کا ایفاء ، امانت ، شفقت ، حسن خَلق اور حسن خُلق ، حیاء ، نرمی ، خود اعتمادی ، یقین ، عفو ، رحمت ، در گزر کرنا اور مہربانی وغیرہ وغیرہ ۔ ایسی صفات حمیدہ اور درست خصال ۔ آپ نے ان عربوں میں سے بعض کو بت پرست پایا اور بعض کو (فساد کی) آگ جلانے میں مُصِر پایا ۔ بعض کو ملک کے ویران کرنے اور بندگان خدا کو عذاب دینے والا پایا ۔ بعض کو دیکھا کہ وہ درخت کے سامنے سجدہ کرنے کے لیے چھاتی کے بل جھکا بیٹھا ہے بعض پتھر کے سامنے عاجزی کر رہے ہیں وغیرہ وغیرہ ۔ ایسی گمراہ کن

اور ناپسندیدہ باتیں عام تھیں ۔ بایں ہمہ ان میں نیکی کے قبول کرنے کی استعداد اور قابلیت موجود تھی ۔ ان کی عقلیں وزنی اور تندرست تھیں ۔ چنانچہ آپ نے انھیں اس بات کی طرف دعوت دینے میں کوشش کی جس میں ان کی خوش بختی پائی جاتی تھی ۔ آپ نے ان کی عادات کے بدلنے میں وہ تکالیف جھیلیں کہ بیان نہیں ہو سکتیں ۔ بالخصوص اپنی قوم اور اپنے قبیلے (کی عادات بدلنے کے معاملے میں) کیونکہ آپ نے ان کے ہاتھوں وہ تکالیف برداشت کیں جن سے پیشانی کے بال سفید ہو جاتے ہیں اور جن سے قلعے بھی منہدم ہو جاتے ہیں ۔ کیونکہ عرب اور بالخصوص قریش ۔ جیسا کہ قرآن مجید نے ان کی صفت بیان کی ہے ۔ چال بازی ، جھگڑے کے وقت ضد کرنے ، باتوں باتوں میں موہ لینے ، بلیغ گفتاری ، اور جن عادات کے وہ عادی ہو چکے تھے ان پر ڈٹے رہنے میں بڑے پکّے تھے ۔ تاآنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کلمۂ ایمان پر جمع کیا اور آپ نے انھیں وہ معارف و کمالات سکھائے جن میں ان کے لیے دنیا اور آخرت کی خوش بختی پائی جاتی تھی ۔ آپ نے انھیں مکارم اخلاق کی مشق کرائی ، انھیں کوشش کرنے اور کمانے کی ترغیب دی اور جن امور کو وہ خراب کر چکے تھے ان کی اصلاح کی اور جن امور کو وہ بدل اور متغیر کر چکے تھے ان کی تجدید کی ۔ یہاں تک کہ ان کے دلوں سے کثیر التعداد حکمتوں اور نورانی معرفت کے چشمے پھوٹے اور ان کے سینوں اور زبانوں پر بہہ نکلے ، چنانچہ انھوں نے کتابیں اور کاپیاں بھر دیں اور وہ دنیا بھر کے عالم ترین لوگ بن گئے ۔ ان کو دنیا کے ہر جانور اور ہر اس پرندے کا علم اور شناخت تھی جو اپنے دونوں پروں سے اڑتا ہے یہی وجہ تھی کہ انھوں نے اس زمانے میں [۳ : ۴۲۳] وہ ترقی کی کہ عقلیں دنگ رہ گئیں ۔ وہ آباد دنیا کے بیشتر علاقے پر قابض ہو گئے ۔ انھوں نے لوگوں کے دلوں سے ظلمت کو دور کیا ۔ دینِ حق کو نہایت مضبوط بنیاد پر استوار کیا اور دنیا کو فساد کی موجوں سے نجات دلائی ۔

ان کی ترقی کے اسباب میں سے ایک سبب ان کا باہمی اتحاد ہے

یہ بات سب کو معلوم ہے اور ایسی ہے کہ اس میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا کہ جب کسی قوم کے افراد کی رائے میں اتفاق پایا جائے اور وہ یک زبان ہو جائیں تو وہ اوروں کے خلاف ایک مٹھی کی طرح ہو جاتے ہیں لہذا دشمن پر غالب آ جاتے ہیں ۔ پھر ان کی بزرگی کی عمارت بلند ہو جاتی ہے اور دیگر اقوام ان سے خائف رہنے لگ جاتی ہیں ۔ مگر زمانۂ جاہلیت میں عربوں کی یہ کیفیت تھی کہ نہ ان میں اتحاد تھا اور نہ وہ کسی نظام کی لڑی میں پروئے ہوئے تھے ۔ انہیں ایک دوسرے سے دشمنی تھی ۔ جنگیں اور تنازعات ان میں پھیلے ہوئے تھے جیسا کہ ان کی جنگوں کی کتابوں سے پتا چلتا ہے یہی وجہ تھی کہ اس زمانے میں ان کے اندر ذلت عام پائی جاتی تھی اور حقارت سب پر چھائی ہوئی تھی ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے اس مصیبت میں ان کی دستگیری کی اور کلمۂ حق کے ذریعے ان کی پراگندہ جمعیت کو اکٹھا کیا اور دین مبین نے ان پر یہ واجب قرار دیا کہ وہ اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رہیں گے اور آپس میں افتراق نہ پڑنے دیں ۔ انہیں حکم دیا کہ وہ اس عمارت کی طرح ہو جائیں جس کی اینٹیں ساتھ ساتھ ملا کر رکھی گئی ہوں اور ایک دوسری کو مضبوط کر رہی ہوں اور اس ایک جسم کی مانند ہو جائیں کہ جب ایک عضو کو کوئی تکلیف ہو تو تمام جسم کو تکلیف ہو ۔ زمانۂ جاہلیت میں اوس اور خزرج کے درمیان جنگیں ہوئیں جو ایک سو بیس سال تک جاری رہیں ۔ یہاں تک کہ دونوں قبیلے تقریباً فنا ہونے کو تھے ۔ پھر جب اسلام آیا اور وہ اسلام سے مشرف ہوئے ۔ تو یہ دشمنی ان سے جاتی رہی اور وہ دیگر اقوام کے خلاف متحد ہوگئے اللہ تعالٰی نے اس آیت میں اسی طرف اشارہ کیا ہے ۔

مسلمانو ! اللہ تعالٰی سے اس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے ۔ تمھیں موت آئے تو مسلم ہونے کی حالت میں آئے ۔ سب مل کر اللہ کی رسی کو

مضبوط پکڑ لو ، اور تفرقہ نہ ڈالا ۔ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمھارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اللہ کی عنایت سے بھائی بھائی بن گئے حالانکہ اس سے پہلے تم دوزخ کے گڑھے کے عین کنارے پر تھے پھر اللہ نے تمھیں اس سے نجات دلائی ۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے اسی انداز میں اپنی آیات بیان کرتے ہیں تاکہ وہ متقی بن جائیں ۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے اسلام پر عربوں کو متحد کر دیا اور انھوں نے اپنی توجہ ان ملکوں کو حاصل کرنے کی طرف کر دی جو اور قوموں کے قبضے میں تھے تو ان ملکوں کے لیے نہ کسی کی حمایت کام آ سکی اور نہ کوئی جائے پناہ ۔ چنانچہ ان کے ہاتھ وسیع ملک آ گیا جس سے تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے آگاہ ہیں ۔ اسی لیے تو ان کے خطیب اور دانا لوگ باہمی الفت [۳ : ۲۲۴م] کی طرف انھیں دعوت دیتے رہتے تھے اور انھیں تفرقہ بازی اور اختلاف سے متنبّہ کرتے رہتے تھے اور انھیں ان برے انجاموں اور فاسد نتائج سے آگاہ کرتے رہتے تھے جو تفرقہ بازی اور اختلاف سے پیدا ہوتے ہیں ہم اس سے پہلے اس کتاب میں ان کے اشعار ، ان کے خطبوں اور وصیتوں کا ذکر کر چکے ہیں جن سے ہمارے اس بیان کی طرف کافی راہ نمائی ہوتی ہے ـــــ

اور ان میں سے ایک

عدل

ہے ۔ عدل جب سب پر سایہ افگن ہو تو یہ دنیا کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اصول ہے جس کے بغیر نظم و نسق نہیں چل سکتا اور جس کے بغیر دنیا کی کوئی بہبودی ممکن نہیں ۔ عدل ہی باہمی الفت کا باعث بنتا ہے اور یہی اطاعت پر اکساتا ہے ۔ اسی سے ملک میں آبادانی ہوتی ہے اسی سے مال و دولت نشو و نما پاتے ہیں ، اسی کی موجودگی کے باعث نسل پھیلتی ہے ۔ اسی کی بدولت فرد بادشاہ بے خوف ہو کر رہتا ہے ۔ اسی طرح کوئی چیز زمین کو اس سرعت سے ویران نہیں کر سکتی جس

قدر جلدی ظلم کر سکتا ہے اور نہ ظلم سے بڑھ کر کوئی اور چیز مخلوق کے دلوں کو فاسد کر سکتی ہے - کیونکہ ظلم کسی حد پر بھی جا کر ٹھہر نہیں جاتا اور نہ کسی انتہا پر جا کر ختم ہو جاتا ہے - اس کا ہر جز دنیا کے فساد میں حصہ دار ہوتا ہے تاآنکہ یہ تباہی مکمل طور پر واقع ہو جاتی ہے - جب عرب نے دین مبین کے نور سے روشنی حاصل کر لی اور کلمۂ حق نے ان کی پراگندہ جمعیت کو اکٹھا کر دیا اور جو اقوام ان کی مطیع ہوئی تھیں ہو گئیں تو انھوں نے تمام لوگوں کو عدل کے ساتھ اپنے احکام میں شامل کیا کیونکہ ان کے سامنے صرف روشن شریعت ہی اہم ترین مقصد تھا اور یہی ان کا سب سے بڑا مطلوب اور بزرگترین معاملہ تھا اور قرآن مجید کی آیات سے بھی اسی بات کا پتا چلتا ہے ان میں سے ایک آیت یہ ہے :

بیشک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کو ان کی امانتیں ادا کر دو اور یہ کہ جب تم لوگوں کے درمیان کوئی فیصلہ دو تو عدل سے دو - یہ کیا ہی اچھی بات ہے جس کی اللہ تعالیٰ تمھیں نصیحت کرتا ہے - خدا سمیع و بصیر ہے اور حدیث میں ہے : بندگان خدا پر زیادتی کرنا آخرت کی طرف جانے کا نہایت برا زاد راہ ہے - وغیرہ وغیرہ ایسے صریح احکام ہیں جن کے بیان کرنے کی اس جگہ گنجائش نہیں - جو شخص خلفائے راشدین اور عربوں کے دیگر منصف مزاج حُکّام کے حالات سے واقف ہے اس پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عربوں کی حکومت کی پائداری اور وسعت جس قدر بھی ہُوئی اس کا واحد سبب عدلِ عام اور ہر معاملے کو اس کے صحیح محل پر رکھنا تھا - عدل ایک وسیع باب ہے جو بہت سے امور میں جاری ہوتا ہے - ان تمام امور کا مرجع یہ ہے کہ انسان (پہلے) اپنی ذات سے عدل کرے ، پھر اوروں کے ساتھ - رہا اپنی ذات کے ساتھ عدل تو یہ اس طرح ہے کہ انسان اپنے نفس کو ان امور کے کرنے پر مجبور کرے جن میں اس کی مصلحت پائی جاتی ہے - امور قبیحہ سے اسے روکے - اس کے بعد انسان اپنے آپ کو ان احوال میں رکھے جو افراط و تفریط کے درمیان نہایت ہی منصفانہ حال ہو - کیونکہ ان

میں حد سے تجاوز کرنا بھی ظلم ہے اور کوتاہی بھی ظلم ہے اور جو اپنی ذات کے ساتھ ظلم کرے گا وہ اوروں کے ساتھ تو اور بھی زیادہ ظلم کرے گا اور جو اپنے اوپر جور کرتا ہے وہ اوروں پر اور بھی زیادہ جور کرے گا ۔

اب رہا انسان کا اوروں سے عدل کرنا تو اس کی کئی قسمیں ہیں : ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اپنے سے کم درجے کے لوگوں سے عدل [٣ : ٢٢٤] کرے ۔ مثلاً بادشاہ کا اپنی رعیت میں عدل قائم رکھنا اور سردار کا اپنے ساتھیوں سے عدل کرنا ۔ اسی میں انسان کا اپنے گھر والوں کے ساتھ اور استاد کا اپنے شاگردوں کے ساتھ اور آقا کا اپنے خادموں اور غلاموں کے ساتھ عدل کرنا بھی آ جاتا ہے ۔ چنانچہ حدیث میں ہے : تم میں سے ہر شخص حاکم ہے (اسی لیے) تم میں سے ہر شخص اپنی رعایا کے متعلق جوابدہ ہے ۔ یہاں عدل سے مراد یہ ہے کہ آسان چیز کی پیروی کی جائے اور مشکل کو حذف کر دیا جائے ۔ طاقت کے ساتھ ان پر غلبہ پانے کا طریقہ نہ اختیار کیا جائے ۔ آسان باتوں کے ذریعے حق تلاش کیا جائے ۔ کیونکہ آسان بات کے پیچھے چلنے میں زیادہ بقا ہے ۔ مشکل بات کو حذف کر دینے میں سلامتی ہے ۔ غلبے کو ترک کر دینے سے دل محبت کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں ۔ حق بات کی خواہش کرنا ۔ فتح و نصرت پر زیادہ اُکسانا ہے ۔ اگر ایک مُدبّر سردار کے پاس یہ باتیں نہ ہوں تو اس کی فکر سے بہت زیادہ فساد برپا ہوگا ۔ اس کی تدبیر سے اختلاف اور زیادہ واضح ہوگا ۔ حدیث میں ہے : قیامت کے روز سخت ترین عذاب اس شخص کو ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکومت میں شریک کیا ہو اور پھر وہ اپنے حکم میں ناانصافی کرے ۔ کسی بزرگ سے مروی ہے : ظالم کا نہ کوئی پڑوسی ہوتا ہے اور نہ اس کا گھر آباد ہوتا ہے ۔ ایک اور شخص سے منقول ہے : جو چیز سب سے پہلے پچھاڑ دی جاتی وہ ظالم شخص ہے اور مظلوم کی دعا سب سے زیادہ پار نکل جانے والا تیر ہے ۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اپنے سے اوپر والے کے ساتھ عدل کرے مثلاً رعایا کا اپنے بادشاہ سے عدل کرنا اور ساتھیوں کا اپنے سردار

سے عدل کرنا اور انسان کے گھر والوں کا اس کے ساتھ عدل کرنا وغیرہ وغیرہ ۔ یہ اس طرح ہوگا کہ یہ اطاعت گزاری میں خلوص سے کام لیں ۔ اس کی مدد کریں اور اس سے سچی دوستی رکھیں ، کیونکہ اطاعت گزاری میں خلوص کی وجہ سے پراگندہ جماعت اکٹھی ہو جاتی ہے اور مدد کرنے سے کمزوری دور ہو جاتی ہے ۔ سچی دوستی سے بدگمانی بخوبی دور ہو جاتی ہے ۔ یہ ایسے امور ہیں جس انسان میں نہ پائے جاتے ہوں اس پر وہی لوگ غالب آ جاتے ہیں جو اسے اوروں سے بچایا کرتے تھے اور اسے مجبور ہو کر انھی لوگوں سے بچاؤ کرنا پڑتا ہے جن کے ذریعے وہ اوروں سے بچا کرتا تھا ۔ بحتری کہتا ہے :

مَتَــى أَحْوَجْــتَ ذَا كَرَمٍ تَخَطَّــى
إِلَيْكَ بِبَعْضِ أَخْلاَقِ اللِّئَــامِ

جب تو کسی شریف انسان کو مجبور کر دے گا تو وہ (مجبور ہوکر)
تم سے ایسا برتاؤ کرے گا جیسا کمینے لوگ کیا کرتے ہیں

اور اس ظلم کے جاری رہنے میں ایک منظم نظام کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اور عوام کی بہبود میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے ۔ بعض اکابر کا قول ہے : تم اپنے سے اوپر والے کی اطاعت کرو جو تم سے نیچے ہیں وہ تمھاری اطاعت کریں گے ۔

اسی طرح عدل کی قسموں میں سے ایک انسان کا اپنے ہم پلہ لوگوں سے عدل کرنا ہے ۔ یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ نہ اپنے آپ کو ان سے افضل سمجھے نہ ان سے گستاخی کرے ۔ نہ دکھ دے کیونکہ اپنے آپ کو افضل نہ سمجھنے سے الفت بڑھتی ہے ۔ گستاخی کرنے سے پرہیز کرنا باہمی مہربانی کی خو میں اضافہ کرتا ہے ۔ کسی کو دکھ نہ دینا انصاف کی بات ہے اور یہ ایسے امور ہیں کہ اگر یہ ہم پلہ لوگوں میں خلوص دل سے نہ پائے جاتے ہوں تو بہت سرعت کے ساتھ ان کے باہمی تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں ۔ پھر ان کے روابط دشمنوں کے سے ہو جاتے ہیں ۔ لہٰذا خود ان میں بھی خرابی پیدا ہو جائے گی اور وہ خرابی پیدا کرنے کا باعث بھی بنیں گے ۔

یہ عدل اور اس کے اقسام کی اجمالی بحث ہے ۔ اس کی تفصیل بیان کرنے اور اس کی تمام جزئیات کا ذکر کرنے کی ضامن شریعت کی کتابیں ہیں ۔ یہاں ہمارا مقصد صرف یہ بیان کرنا ہے کہ عربوں کے زوال کے بعد [۳ : ۳۲۵] جو امور ان کی ترقی کا موجب بنے ان میں سے ایک شاہراہ عدل پر قائم رہنا اور ظلم ، زیادتی اور سرکشی کے راستے سے الگ رہنا تھا ۔ ایام جاہلیت میں بھی عربوں کے بعض اکابر ان مصلحتوں سے آگاہ تھے جو عدل و انصاف سے مترتب ہوتی ہیں ۔ لہٰذا انھوں نے باہم پیمان کیا کہ وہ ظلم سے یکسُو رہیں گے ، جَور سے دور رہیں گے اور لوگوں پر زیادتی نہ کریں گے ۔ چنانچہ حِلفُ الفضول اور دیگر معاہدے مکے میں ہوئے جیسا کہ اوائل کتاب میں بیان ہو چکا ہے ۔ میں نے ان دیگر امور کے ذکر سے اجتناب کیا ہے جو ان کی ترقی کے موجب بنے کیونکہ یہ امور انھی تین مذکورہ بالا اصول سے مُستنج ہوتے ہیں اور یہی ہر بھلائی کے پیدا ہونے کی جگہ ہیں ۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے ۔

عربوں کے بادیہ نشین لوگ اور وہ امور جن میں وہ شہری لوگوں سے ممتاز تھے

بادیہ اس زمین کو کہتے ہیں جہاں کوئی عمارت نہ ہو ۔ مثلاً گھر ، محل وغیرہ ، اسی کو بَدْو بھی کہا جاتا ہے اور اسم نسبت بَدَوِی ہے ۔ حدیث میں ہے : جو بادیہ نشین بن گیا اس کی طبیعت میں درشتی آ گئی ۔ یعنی جو بادیہ میں جا کر اترا اس میں بدوی کا سا اکھڑ پن آ جاتا ہے ۔ بداوہ کے معنی بادیہ میں اقامت اختیار کرنا ہے ۔ یہ حضارۃ (شہری ہونے) کی ضد ہے ۔ مُبدِی ضد ہے مُحضِیر کی ۔ چونکہ بادیہ نشینی اس بات کی مقتضی تھی کہ اپنی عزت اور شرف کو بچایا جائے ۔ لہٰذا بیشتر عربوں نے اسے شہری زندگی پر ترجیح دی اور وہ اکثر بادیہ کے ساتھ اپنی شیفتگی کا اظہار کرتے رہے اور وہاں کے وحشی جانوروں ، پرندوں ، کیاریوں ، نباتات ، درختوں ، پست زمینوں ، اونچی زمینوں ، ہواؤں ، اور

پانیوں کے گیت گاتے رہے ۔ وہ اپنے اشعار میں ہمیشہ بادیہ نشینی پر فخر کرتے رہے ۔ قطامی کہتا ہے :

وَمَنْ تَكُنِ الحَضَارَةُ أَعْجَبَتْهُ
فَأَيَّ رِجَالِ بَادِيَةٍ تَرَانَا

اگر کسی کو شہری زندگی پسند آتی ہو (تو آتی رہے) تو یہ بتا کہ تو نے ہمیں بادیہ نشیں انسان کی حیثیت سے کیسا پایا

وَمَنْ رَبَطَ الجِحَاشَ فَإِنَّ فِينَا
قَنًا سُلُبًا وَ أَفْرَاسًا حِسَانَا

[۳ : ۴۲۶] اگر کوئی (اپنے گھروں میں) گدھے باندھتا ہو (تو باندھتا رہے) ہمارے پاس تو جان لیوا نیزے اور خوبصورت گھوڑے ہیں

وَكُنَّ إِذَا أَغَرْنَ عَلَى جَنَابٍ
وَأَعْوَزَهُنَّ نَهْبٌ حَيْثُ كَانَا

یہ گھوڑے تو ایسے ہیں کہ جب کسی طرف غارت ڈالنے کے لیے جاتے اور لوٹ مار کا مال دستیاب نہ ہوتا

أَغَرْنَ مِنَ الضِّبَابِ عَلَى حُلُولٍ
وَضَبَّةَ إِنَّهُ مَنْ حَانَ حَانَا

تو یہ بنی ضباب میں سے ان لوگوں پر حملہ کر دیتے ہیں جو ایک جگہ اترے ہوئے ہوں اور ضبۃ پر بھی ۔ (پھر کیا ہے) جس کی موت آ گئی آ گئی

وَ أَحْيَانًا عَلَى بَكْرٍ أَخِينَا
إِذَا مَا لَمْ نَجِدْ إِلَّا أَخَانَا

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ جب ہمیں اپنے بھائیوں کے سوا کوئی اور نہ ملتا تو اپنے بھائیوں بکر ہی پر حملہ کر دیتے

ایک اور شاعر اپنے ایک قصیدے میں جس میں اس نے کچھ بادیہ نشین لوگوں کی تعریف کی ہے کہتا ہے :

الْمُوقِدُونَ بِنَجْدٍ نَارَ بَادِيَةٍ
لاَ يَحْضُرُونَ وَفَقْدُ العِزِّ فِي الحَضَرِ

یہ لوگ نجد میں بادیہ کی آگ جلانے والے ہیں - یہ شہر میں مقیم نہیں ہوتے، شہری زندگی میں عزت چلی جاتی ہے

ایک اور کہتا ہے :

هٰذا أَبُو الصَّقْرِ فَرْداً فِي مَحَاسِنِهِ
مِنْ نَسْلِ شَيْبَانَ بَيْنَ الضَّالِ وَ السَّلَمِ

یہ ابو الصقر ہے جو اپنے محاسن میں یکتا ہے اور یہ بنی شیبان کی نسل میں سے ہے جو ضال (بیری) اور سلم (بیری کی قسم) کے درمیان رہتے ہیں

روایت ہے کہ جب بَحْدَل کی بیٹی (اور معاویہ کی بیوی) کی نسبت امیر معاویہ سے ہو گئی اور امیر معاویہ اسے بادیہ سے شام لے گئے تو یہ اکثر اپنے بادیہ کے لوگوں کے لیے اشتیاق ظاہر کیا کرتی تھی اور اپنی جائے پیدائش کو یاد کرتی رہتی تھی - ایک روز معاویہ نے اسے یہ اشعار کہتے ہوئے سن لیا :

لَبَيْتٌ تَخْفِقُ الأَرْوَاحُ فِيهِ
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ قَصْرٍ مُنِيفٍ

یقیناً وہ خیمہ جس میں ہوائیں سائیں سائیں کرتی ہوں مجھے ایک بلند محل سے زیادہ پیارا ہے

وَ لُبْسُ عَبَاءَةٍ وَ تَقَرُّ عَيْنِي
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ لُبْسِ الشُّفُوفِ

میں ایک چوغہ پہنے ہوں اور میری آنکھوں کو قرار ہو میرے لیے باریک کپڑے پہننے سے زیادہ محبوب ہے

وَ أَكْلُ كُسَيْرَةٍ فِي كِسْرِ بَيْتِي
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَكْلِ الرَّغِيفِ

[۳ : ۴۲۴] اور خیمے کے ایک گوشے میں بیٹھ کر روٹی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا کھانا میرے لیے چپاتی کھانے سے زیادہ محبوب ہے

وَ اَصْوَاتُ الرِّیَاحِ بِکُلِّ فَجٍّ
اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَقْرِ الدُّفُوْفِ

اور ہر پہاڑی راستے میں ہواؤں کی آوازوں کا سننا میرے لیے دفوں کے بجنے سے زیادہ محبوب ہے

وَ کَلْبٌ یَنْبَحُ الطُّرَّاقَ دُوْنِیْ
اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ قِطٍّ اَلُوْفٍ

اور وہ کتا جو رات کے آنے والوں کو میرے آگے ہو کر بھونکے میرے لیے پالتو بلی سے زیادہ محبوب ہے

وَ بَکْرٌ یَتْبَعُ الْاَظْعَانَ صَعْبٌ
اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ بَغْلٍ زَفُوْفٍ

اور ایک اکھڑ اونٹ جو ہودوں کے پیچھے پیچھے جاتا ہو میرے لیے تیز رفتار خچر سے زیادہ محبوب ہے

وَ خِرْقٌ مِنْ بَنِیْ عَمِّیْ نَحِیْفٌ
اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ عِلْجٍ عَلِیْفٍ

اور میرے چچا کے بیٹوں میں سے ایک دبلا پتلا خوبصورت اور اچھی خصلت والا نوجوان مجھے ایک موٹے اور پیٹو آدمی سے زیادہ پیارا ہے

جب معاویہ نے یہ اشعار سنے تو اس سے کہا : بحدل کی بیٹی نے جب تک مجھے علج علیف نہیں بنا دیا ۔ خوش نہیں ہوئی ؟

یہ ہے وہ اشتیاق جو صحراء نشینوں کے دل میں صحرا کے لیے تھا ۔ اور یہ ہے شہری زندگی سے بیزاری ۔

راغب نے ذکر کیا ہے کہ ایک ضبّیہ عورت جس کا نام حسّانہ تھا ۔ نہایت ہی لطیف اور بارونق موسم میں پھولوں اور ریاحین کے درمیان ایک باغ میں حوض پر بیٹھی تھی ۔ وہ بادیہ سے شہر کی طرف لائی گئی

تھی ۔ کسی نے اس سے کہا : یہاں تمھارا کیا حال ہے ؟ کیا یہ سماں اس کے مقابلے میں جو بادیہ میں تھا زیادہ عمدہ نہیں ہے ؟ اس نے کچھ دیر تک سر جھکائے رکھا پھر آہ بھر کر کہا :

أَقُولُ لِأَدْنَى صَاحِبَيَّ أُسِرُّهُ
وَلِلْعَيْنِ دَمْعٌ يُحْدِرُ الْكُحْلَ سَاكِبُهْ

میں اپنے قریب ترین ساتھی کو راز کی بات بتاتی ہوں ، (اور میری اس وقت حالت یہ ہوتی ہے کہ) میری آنکھ سے بہنے والے آنسو سرمے کو نیچے گرا رہے ہوتے ہیں

لَعَمْرِي لَنَهْرٌ بِاللِّوَى نَازِحُ الْقَذَى
بَعِيدُ النَّوَاحِي غَيْرُ طَرْقٍ مَشَارِبُهْ

اپنی جان کی قسم یقیناً وہ نہر جو لوی کے مقام پر ہے اور جس سے تنکے دور رہتے ہیں اور بعید از اطراف ہے اور اس کے گھاٹوں میں اونٹ نہیں گھسے ہوتے

أَحَبُّ إِلَيْنَا مِنْ صَهَارِيجَ مُلِّئَتْ
لِلَعْبٍ وَلَمْ تَمْلُحْ لِسُدًى مَلَاعِبُهْ

ان حوضوں کے مقابلے میں میرے لیے زیادہ محبوب ہے جنھیں کھیل کود کے لیے بھرا گیا ہو اور مجھے اس کی کھیلیں بھی اچھی نہ لگتی ہوں

فَيَا حَبَّذَا نَجْدٌ وَطِيبُ تُرَابِهِ
إِذَا هَضَبَتْهُ بِالْعَشِيِّ هَوَاضِبُهْ

نجد اور اس کی مٹی کی پاکیزگی کے کیا کہنے جبکہ رات کے وقت اس پر بادل برسیں

وَرِيحُ صَبَا نَجْدٍ إِذَا مَا تَنَسَّمَتْ
ضُحًى أَوْ سَرَتْ جُنْحَ الظَّلَامِ جَنَائِبُهْ

[۲ : ۳۲۸] اور نجد کی باد صبا کے کیا کہنے ، جب یہ چاشت کے وقت چلتی ہے یا اس کی جنائب نامی ہوا رات کی تاریکی میں چلے

وَ اُقْسِمُ لَا اَنْسَاهُ مَادُمْتُ حَيَّةً
وَ مَادَامَ لَيْلٌ مِنْ نَهَارٍ يُعَاقِبُهُ

میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں اور جب تک رات اور دن باری باری آتے رہیں میں اس نہر کو نہ بھولوں گی

وَلَا زَالَ هٰذَا الْقَطْرُ يُسْفِرُ لَوْعَةً
بِذِكْرَاهُ حَتّٰى يَتْرُكَ الْمَاءَ شَارِبُهُ

اور خدا کرے یہ بارش اس کی یاد میں دل کی جلن کا اظہار کرتی رہے تاآنکہ پانی پینے والا (پانی پینا) چھوڑ دے (اور ایسا کبھی بھی نہ ہوگا)

ایک اور کہتا[1] ہے اور اسے بادیہ کی بعض وادیوں کی یاد آ گئی تھی اور وہ اس کے اشتیاق میں بے چین تھا :

وَ حَبَّذَا حِيْنَ تُمْسِي الرِّيْحُ بَارِدَةً
وَادِي اُشَيٍّ وَ فِتْيَانٌ بِهٖ هُضُمُ

جب رات کے وقت ٹھنڈی ہوا چلتی ہے تو اس وقت اُشیّ کی وادی اور وہاں کے سخی نوجوان کیا ہی بھلے معلوم ہوتے ہیں

يَا لَيْتَ شِعْرِيَ عَنْ جَنْبَيْ مُكَشَّحَةٍ
وَ حَيْثُ تُبْنٰى مِنَ الْحِنَّاءَةِ الْاُطُمُ

کاش مجھے مُکَشَّحَہ کے نخلستان کے دونوں پہلوؤں کے متعلق

---

۱ - شاعر کا نام زیاد بن حمل بن سعد بن عمیرۃ بن حریث ہے ۔ بعض زیاد بن مُنقِذ بتاتے ہیں ۔ یہ صنعاء میں جا کر مقیم ہوا تھا مگر اس کو وہاں کی آب و ہوا موافق نہ آئی اور یہ نجد میں وادی اُشیّ کا رہنے والا تھا ۔ اس پر اس نے یہ اشعار کہے تھے ۔

معلوم ہوتا اور اس مقام کے متعلق معلوم ہوتا جہاں حنّاءہ نامی ریت کے قریب قلعہ بنایا جاتا ہے

عَنِ الأَشاءَةِ هَلْ زَالَتْ مَخَارِمُهَا
وَهَلْ تَغَيَّرَ مِنْ آرَامِهَا إِرَمُ

یعنی اشاءہ کے متعلق (مجھے معلوم ہوتا) کیا اس کی پہاڑیوں کی چوٹیاں اپنے مقام سے ہٹ گئی ہیں اور کیا اس کے ان پتھروں میں سے جو لوگوں کی راہنمائی کے لیے نصب کیے جاتے ہیں کوئی ایک پتھر بھی متغیر ہؤا ہے

وَجَنَّةٍ مَا يَذُمُّ الدَّهْرَ حَاضِرُهَا
جَبَّارُ هَا بِالنَّدَى وَالْحَمْلِ مُحْتَزِمُ

اور اس جنت کے متعلق مجھے معلوم ہو جہاں کے رہنے والا کبھی بھی اس کی مذمت نہیں کرتا اور جس کے کھجور کے لمبے لمبے درخت رطوبت اور شگوفوں سے لدے ہوئے ہیں

اسی طرح ایک بدوی کہتا ہے ۔ وہ بادیہ سے منتقل ہو کر شہر میں چلا گیا تھا ۔ اس نے وہاں مُکّاء پرندہ دیکھا (اور مکّاء ایک جنگلی پرندہ ہے) ۔ اس بدوی نے مکّاء کو جھاؤ اور پیلو کے درخت پر بجے دیتے دیکھا تھا ۔ اس پر اس بدوی نے اس پرندے سے کہا : اس جگہ کو چھوڑ کر چلا جا کیونکہ یہاں وہ درخت نہ ملے گا جس میں تو اپنا گھونسلا بنا سکے اور ڈر کہ کہیں تو بھی میری طرح یہاں بیمار نہ ہو جائے اس کے ان اشعار سے یہی مراد ہے :

أَلَا أَيُّهَا الْمُكَّاءُ مَالَكَ هٰهُنَا
أَلَاءٌ وَلَا أَرْطَى فَأَيْنَ تَبِيضُ

اے مُکّاء یہاں تمھارا نہ جھاؤ کا درخت ہے نہ پیلو کا لہذا تو کہاں انڈے دے گا

فَأَصْعِدْ إِلَى أَرْضِ المَكَاكِي وَ اجْتَنِبْ
قُرَى المِصْرِ لَا تُصْبِحْ وَ أَنْتَ مَرِيضُ

[۳ : ۲۲۹] لہذا تو مکا کی (مکاء پرندوں کی) زمین میں چلا جا اور مصر کی بستیوں سے اجتناب کر کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک دن صبح ہو اور تو مریض ہو

اور بنی قریط کا ایک غلام جسے مُطَہِّر کہتے تھے اپنے علاقے کے اشتیاق میں کہتا ہے :

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً
وَ صَدَّاءُ مِنِّي وَ البَيَاضُ بَعِيدُ

کاش مجھے معلوم ہو کہ کیا میں ایک رات بھی اس طرح گزار دوں گا ۔ جبکہ صدّاء چشمہ اور بیاض شہر مجھ سے دور ہوں گے

بِوَادِ مِنَ اللَّعْبَاءِ أَعْلَاهُ عَوْسَجٌ
وَ أَسْفَلُهُ رِمْثٌ عَلَيْهِ جَهِيدُ

لعباء کی وادی میں جہاں اوپر کے حصے میں جھاڑیاں ہیں اور نچلے حصے میں اونٹوں کے کھانے کی رِمث نامی کھٹی بوٹی ہے جسے اونٹ بہت پسند کرتے ہیں

وَ هَلْ أَسْمَعَنَّ الدَّهْرَ أَصْوَاتَ فِتْيَةٍ
بِذِي الهَوْزَوَى مِنْ نَاشِئٍ وَ وَلِيدِ

اور کیا میں ذی الهَوزَوَی کے مقام پر ان لوگوں کی آوازیں سن سکوں گا جن میں کچھ جوان اور کچھ بچے ہوں

ایک اور شخص کہتا ہے :

أَيَا جَبَلَيْ غَوْرَيْ تِهَامَةَ كُلَّمَا
تَطَالَلْتَ نَجْداً أَشْرَقَتْ لِي ذُرَاكُمَا

اے تہامہ کی دونوں پست زمینوں کے دو پہاڑو جب بھی گردن

لمبی کرکے نجد کو دیکھتا ہوں تو تمہاری چوٹیاں میرے لیے چمک اٹھتی ہیں

عَدِمْتُكُمَا لَا يُؤْنِسُ النَّاظِرُ الَّذِي
بِهِ الشَّوْقُ شَيْئاً دُونَهُ قُلَّتَا كُمَا

خدا کرے میں تمہیں معدوم پاؤں ، میری نگاہِ اشتیاق کسی ایسی چیز کو نہیں دیکھ سکتی جس کے سامنے تمہاری دونوں چوٹیاں ہوں

أَصَابَكُمَا مِنْ حُبِّ نَجْدٍ حَرَارَةٌ
وَ غُلٌّ فَلَا يَرْوِي بِمَاءِ صَدَاكُمَا

خدا کرے تمہیں نجد کی محبت میں حرارت اور ایسی پیاس لگے کہ تمہاری پیاس پانی سے بھی نہ بجھے

اور قائد بن حکیم اپنی زمین کے اشتیاق میں کہتا ہے :

مَتَى الْعِيشُ مِنْ مِصْرٍ بِنَا رَافِعَاتُنَا
إِلَى نَجْدَ أَوْ بَادٍ لِعَيْنِي قِلَالُهَا

سفید اونٹ ہمیں کب مصر سے نجد تک جلدی سے پہنچا دیں گے یا کب اس کی چوٹیاں میری آنکھ کے سامنے ظاہر ہوں گی

وَ مُزْجٍ إِلَيْهَا الطَّرْفَ حَتَّى يَرُدُّهُ
قَمُوسُ الْقُرَى فِي الْبُعْدِ يَخْفِقُ آلُهَا

اور بلند دکھائی دینے والی بستیاں کب ہماری نگاہ اس طرف دھکیل دیں گی اور دور سے ان کے سراب حرکت کرتے دکھائی دیتے ہوں گے

عَلَى مَتْنِ عَادِيٍّ كَأَنَّ أَمَارَهُ[۱]
رِجَالٌ تُنَادِي أَقْلَتَتْهَا جِمَالُهَا

ایک پرانے اونٹ کی پشت پر بیٹھ کر (جو اس قدر تیزی سے چل رہا ہو)

---

۱ ۔ الأَمَارُ : الموعد و الوقت المحدُودُ

کہ یوں معلوم ہو رہا ہو کہ اس نے ان آدمیوں سے وعدہ کر رکھا ہے جن کے اونٹ چھوٹ گئے ہوں اور وہ لوگوں کو پکار رہے ہوں اور کہا :

خَلِيلَيَّ إِنْ حَانَتْ بِمِصْرٍ مَنِيَّتِي
وَ أَزْمَعْتُمَا أَنْ تَحْفِرَالِي بِهَا قَبْرَا

میرے دو دوستو ! اگر مصر میں میری موت کا وقت آ جائے اور تم میرے لیے قبر کھودنے کا ارادہ کرو

فَلَا تَنْسَيَا أَنْ تَقْرَآلِي عَلَى الْغَضَى
وَ نَجْدٍ سَلَامًا لَا قَلِيلًا وَ لَا نَزْرَا

تو تم میری طرف سے غَضٰی (جھاؤ کی قسم کا ایک درخت) اور نجد کو سلام کہنا نہ بھول جانا (اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ سلام) کم اور تھوڑا نہ ہو

وَإِنْ سِرْتُمَا[1] سُبْحَانَ رَبِّيَ بِالْغَضَى
أَوِ الشَّمَرْتِ مِنْ نَجْدٍ مُخَيَّسَةً صُعْرَا

سبحان اللہ ! اگر تم غضٰی میں یا نجد کے بے آب و گیاہ جنگل میں چلو جب کہ اونٹ نڈھال ہو چکے ہوں اور ان کے چہرے مڑ چکے ہوں

ایک اور شاعر کہتا ہے :

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً
بِصَحْرَاءَ مَابَيْنَ الْجُشُومِ إِلَى شِعْرٍ

کاش مجھے معلوم ہو کہ کیا میں جثوم اور شعر کے درمیان صحرا میں ایک رات بھی گزاروں گا

---

۱ - بلوغ الارب میں : وان سرت یا سبحان ربی ہے -

وَ هَلْ أَرِدَنْ الْعَيْنَ وَ الشَّمْلُ جَامِعٌ
مُقِيمٌ النَّوَى فَدَحَانَ ذَاكَ عَنَّى قَدْرِيْ

[٢ : ٣٣٠] اور کیا میں چشمے پر ایسی حالت میں وارد ہوں گا جب کہ میری پراگندہ جماعت ایک جگہ اکٹھی ہوگئی ہوگی اور سفر کے بعد مقیم ہوگئی ہوگی اور میری تقدیر میں ایسا وقت آ گیا ہوگا ؟

وَ هَلْ أَرَيَنْ الرَّمْلَ يَاأُمُّ خَالِدٍ
رَمِيثَ الِلَّوى مِنْ قَصْدِ مُطَّلَعِ الْفَجْرِ

اے اُم خالد ! کیا میں رمل کے مقام پر موڑ پر اگنے والی رمِث (ایک قسم کی بوٹی جسے اونٹ بہت پسند کرتے ہیں) بوٹی صبح کے طلوع ہونے کے وقت دیکھ سکوں گا

فَكَيْفَ وَلَمْ أُصْبِحْ احَدِّثُ فِتْيَةً
كِرَامَ الْمَسَاعِيْ مِنْ رَبِيْعَةَ أَوْوَبْرٍ

اور یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے جب کہ میں نے ان نوجوانوں سے بات ہی نہیں کی جو قبیلہ ربیعہ اور وبر میں اچھے کاموں کے کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں

حَمٰى سَرْبَهُمْ[١] فِي كُلِّ يَوْمٍ كَرِيْهَةٍ
مَصَاعِيْبُ أَمْثَالَ الْمُعَبَّدَةِ الزُّهْرِ

---

١ - سہیلی (الروض الانف : ٢ : ٢١٢) کہتا ہے : السَرْب : المال الراعی کأنه جمع سارب و یقال هو آمن فی سربه اذا لم یذعرولاخاف علی ماله من الغارة و من قال : فی سِرْبه ـ بکسر السین ـ فهو مَثَلٌ لأن السرب هو القطیع من الوحش و الطیر فمن أمن فی سِربه ای لم یذعر هو نفسه و لاذعر اهله و لهذا المعنی اشار من قال من اهل اللغة معنی فی سربه ای فی نفسه ، لم یُرِدْأن النفس لایقال لها سِرب و انما اراداته لم یُذعر هو و لاسِّن معه ـ

ان کے مال اور مویشیوں کو ہر جنگ کے دن وہ نر مرد بچاتے ہیں
جو مطیع اور روشن لوگوں کی طرح ہوتے ہیں

ایک اور شاعر کہتا ہے :

أَلَا يَا دِيَارَ الْحَيِّ وَالْحَيُّ جِيرَةٌ
بِحَيْثُ تَنَاهَتْ فِي الْعُرُوقِ جُنُوبُهَا

اے (محبوبہ کے) قبیلے کے گھرو جب کہ ان کا قبیلہ ہمارے پڑوس میں آ کر ٹھہرا تھا اس مقام پر جہاں گڑھوں کا پانی جڑوں تک پہنچ جاتا تھا

سَقَتْكَ نِجَاءٌ مِنْ رَبِيعٍ تَتَابَعَتْ
عَلَيْكَ وَهَبَّتْ غَيْرَ نَحْسٍ جُنُوبُهَا

خدا کرے تجھے موسم ربیع کے وہ بادل سیراب کریں جو یکے بعد دیگرے آتے ہیں اور (خدا کرے) باد جنوب خوش بختی لے کر چلتی رہے

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ يَعُودَنْ مَا مَضَى
لَنَا فِيكِ أَمْ هَلْ تُغْفَرَنْ ذُنُوبُهَا

کاش مجھے معلوم ہو آیا وہ زمانہ جو ہم تمھارے اندر گزار چکے ہیں پھر لوٹ کر آئے گا یا کیا اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے ؟

ایک اور شاعر کہتا ہے :

لَقَدْ كَانَ بِالدَّهْنَا حَيَاةٌ لَذِيذَةٌ
وَمُحْتَطَبٌ لَا يُشْتَرَى بِالدَّرَاهِمِ

دھنا میں مزے کی زندگی ہوا کرتی تھی اور (وہاں) ایندھن کاٹنے کی جگہ تھی جسے پیسوں سے نہیں خریدا جا سکتا

اور صدقہ بن نافع عقیلی اپنے گھروں کے اشتیاق میں کہتا ہے :
وہ اس وقت جزیرہ میں تھا ؛

أَرِقْتُ بِحَرَّانَ الجَزِيرَةِ مَوْهِنًا
لِبَرْقٍ بَدَالِي نَاضِبٍ مُتَعَالِي

میں رات کا کچھ حصہ گزر جانے کے بعد جزیرہ کے حرّان شہر میں جاگتا رہا اس بجلی کی وجہ سے جو مجھے دور اور اونچی دکھائی دی تھی

بَدَا مِثْلَ تَلْمَاعِ الفَتَاةِ بِكَفِّهَا
وَمِنْ دُونِهِ نَاءٍ وَعَبْر[1] قِلَالِ

یہ بجلی اس طرح ظاہر ہوئی جس طرح ایک لڑکی اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتی ہے اور اس کے اور ہمارے درمیان بعید مسافت اور چوٹیوں کا عبور کرنا تھا

فَبِتُّ كَأَنَّ العَيْشَ تَكْحَلُ فِيلَفَالَا
وَبِي مَس[2] حُمّى بَيِّنٌ وَمُلَالِ

رات بھر میری یہ حالت رہی جیسے میری آنکھوں میں سیاہ مرچ کا سرما لگا دیا ہو یا مجھے واضح طور پر بخار ہو اور بیماری کی وجہ سے بے چینی ہو

فَهَلْ يَرْجِعَنْ عَيْشٌ مَضَى لِسَبِيلِهِ
وَأَطْلَالُ سِدْرٍ يَانِعٍ وَسَيَالِ

کیا وہ زندگی جو گزر چکی ہے پھر لوٹ کر آئے گی اور کیا پکی ہوئی بیریوں اور سیال جھاڑی کے سائے بھی پھر لوٹ آئیں گے

وَهَلْ تَرْجِعَنْ أَيَّامُنَا بِمَتَالِعٍ
وَشُرْبٌ بِأَوْشَالٍ لَهُنَّ ظِلَالِ

---

۱ - بلوغ الارب میں غبر - [غین کے ساتھ] ہے اسے عبر - [عین کے ساتھ] پڑھیں -
۲ - بلوغ الارب میں عس ہے -

اور کیا وہ دن جو میں نے متالع کے مقام پر گزارے ہیں پھر آ جائیں گے اور کیا محبوبہ کے سایہ دار کم گھرے پالیوں پر پھر ہم پانی پیئں گے

وَ بِیضٍ كَأَمْثَالِ المَهَا یَسْتَبِینَنَا[1]
بِقِیلٍ وَ مَسَامِعٌ قِیلِهِنّ نَعَالٍ

اور بہت سی سفید چہروں والی عورتیں ہیں جو جنگلی گایوں کی طرح ہیں اور ہمیں اپنی باتوں سے موہ لیتی ہیں حالانکہ ان کی باتوں کے ساتھ کوئی عمل نہیں ہوتا

وغیرہ وغیرہ اشعار جن میں بادیہ اور بادیہ کی چیزوں کے لیے اشتیاق ظاہر کیا ہے ۔ اسلامی شاعر تو جب جاہلی شاعروں کے طریقے اور طرز پر چلتے ہیں تو ان سے بھی آگے نکل جاتے ہیں ۔ اُمَوی عہد کا شاعر اپنے نجدی اور عراقی اشعار میں ایسے ایسے نکات پیدا کرتا ہے کہ پہلے کسی نے نہ کہے ہوں گے ۔

ان میں سے ایک کا یہ قول ہے :

وَأَسْرِی بِعِیسٍ كَالأَهِلَّةِ فَوْقَهَا
وُجُوهٌ مِنَ الأَقْمَارَ أَبْهَى وَأَنْوَرُ

میں ایسے سفید اونٹوں کو لے کر رات کے وقت نکلتا ہوں جو چلتے چلتے چاند کی طرح (کبڑے ہوگئے ہیں) اور ان کے اوپر جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ان کے چہرے چاند سے زیادہ بارونق اور زیادہ چمک دار ہیں

وَ یُعْجِبُنِی نَفْحُ العَرَارِ[2] وَرُبَّمَا
شَمَمْتُ بِعِیرِنِیشِنِی وَقَدْ فَاحَ عَنْبَرُ

---

۱ - یستبیننا : از سبی - استبی قلب فُلانٍ : أَسَرَهُ بِحُبِّه ۔

۲ - عَرَار : ایک خوشبو دار بوٹی ہے ۔ بعض اسے بہار اور بعض جنگلی نرگس بتاتے ہیں ۔

[۳ : ۴۲۱] مجھے عرار کی مہک پسند آتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب عنبر کی خوشبو آنے لگتی ہے تو اپنی ناک کو اوپر اٹھاتا ہوں

وَ یَخْدِشُ غُمْدِی بِالحِمٰی صَفْحَةَ الثَّرٰی
إذَا جَرَّ مِنْ أذْیَالِهِ المُتَحَضِّرُ

میری میان حِمٰی کے مقام پر زمین کی سطح کو چھیلتی چلی جاتی ہے جب کوئی شہری اپنا دامن گھسیٹتا ہؤا گزرتا ہے

فَمَا العَیْشُ إلَّا[1] الضَّبُّ یَحْرِشُهُ الفَتٰی
وَ وِرْدٌ بِمُسْتَنِّ الیَرَابِیعِ[2] أکْدَرُ

زندگی کا مزہ تو اسی میں ہے کہ انسان گوہ کا شکار کرتا رہے اور اس گدلے گھاٹ پر آ کر پانی پیئے جہاں یربوع دوڑتے پھرتے ہوں

بِحَیْثُ یَلُفُّ المَرْءُ أطْنَابَ بَیْتِهِ
عَلَی العِزِّ وَ الکُومُ[3] المَرَاسِیلُ تُنْحَرُ

جہاں انسان اپنے خیمے کی طنابیں عزت کے عالم لپیٹتا ہو اور بڑی کوہان والی آرام آرام سے چلنے والی اونٹنیاں ذبح کی جاتی ہوں

وَ یُغْشٰی ثَرَاهُ حِیْنَ یُسْتَعْتَمُ[4] القِرٰی
وَ یَعْشُو إلَیْهِ الطَّارِقُ المُتَنَوِّرُ

---

۱ - بلوغ الارب میں : الی ہے اسے إلَّا پڑھیں -
۲ - یرابیع : یربوع کی جمع ہے یربوع : چوہے کی شکل کا ایک جانور ہے جس کی پچھلی ٹانگیں اور دم لمبی ہوتی ہے -
۳ - کُوم جمع کوماء کی بڑی کوہان والی اونٹنی اور مَرَاسِیل کا مفرد مِرْسَال ہے : آہستہ آہستہ چلنے والی اونٹنی -
۴ - استعتم : إسْتَبْطَأَ -

اور جب دوسرے افراد ضیافت کرنے میں دیر لگاتے ہوں تو لوگ اس شخص کے پاس آتے ہوں اور رات کا آنے والا اور آگ کو دیکھنے والا اسی طرف نگاہوں کو لگائے رکھتا ہو

اور اس کا قول :

خَلِيلَيَّ هٰذَا رَبْعُ لَيْلٰى بِذِي الغَضٰى
سَقَى اللهُ لَيْلٰى وَالغَضٰى وَسَقَاكُمَا

میرے دونوں دوستو ! ذوالغضٰی کے مقام پر یہ لیلٰی کا مکان ہے خدا لیلٰی ، غضٰی اور تم دونوں کو سیراب کرے

وَقَدْ كُنْتُمَا لِي مُسْعِدَيْنِ عَلَى البُكَا
فَمَا لَكُمَا لَا تُسْعِدَانِ أَخَاكُمَا

میں روتا تھا ، تو تم میری مدد کیا کرتے تھے تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اپنے بھائی کی مدد نہیں کرتے

أَظَلُّ وَحِيدًا لَا أَرَى مَنْ أُحِبُّهُ
فَهَلْ بِالحِمٰى لِي مِنْ خَلِيلٍ سِوَاكُمَا

میں دن بھر اکیلا رہتا ہوں اور کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھتا جس سے مجھے محبت ہے کیا حِمٰی میں تمہارے سوا میرا کوئی اور دوست بھی ہے

وَلَوْ غَابَ عَنِّي وَاحِدٌ مِنْكُمَا وَهَتْ
قُوَى الصَّبْرِ لَا أَوْهَى الزَّمَانُ قُوَاكُمَا

اگر تم میں سے ایک بھی غالب ہو جاتا ہے تو میرے صبر کی طاقت کمزور ہو جاتی ہے خدا کرے کہ زمانہ تمہارے قُوٰی کو کمزور نہ کرے

فَكَيْفَ أَذُودُ الهَمَّ عَنِّي تَجَلُّدًا
وَقَدْ غِبْتُمَا عَنْ أَرْضِ نَجْدٍ كِلَاكُمَا

میں صبر و قوت کے ساتھ غم کو اپنے سے کیسے دور کر سکتا ہوں
جب کہ تم دولوں نجد کی زمین سے غائب ہوگئے ہو

اور اس کا قول :

بِمُنْشَطِ الشِّيحِ مِنْ نَجْدٍ لَنَا وَطَنٌ
لَمْ تَجْرِ ذِكْرَاهُ إِلاَّ حَنَّ مُغْتَرِبُ

ہمارا وطن نجد کی زمین میں اس جگہ پر ہے جہاں خوشبو دار شیح گھاس نکلتی ہے جب بھی اس کا ذکر آتا ہے تو مسافر شخص کو (وہاں واپس جانے کا) اشتیاق پیدا ہو جاتا ہے

إِذَا رَأَى الأُفُقَ بِالظَّلْمَاءِ مُعْتَجِرًا
أَمْسَى وَنَاظِرُهُ بِالدَّمْعِ مُنْتَقِبُ

جب وہ افق کو تاریکی میں چھپا ہوا دیکھتا ہے تو اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ اس کی آنکھیں آنسوؤں کا نقاب اوڑھ لیتی ہیں

وَنَشْقَةٌ مِنْ عَرَارٍ هَزَّلِمَّتَهُ
وَرِيحَةٌ فِي سُرَاهَا مَسَّهَا لَغَبُ

اس عرار بوٹی کا سونگھنا جو اپنے گیسوؤں کو حرکت دے
اس شام سے ذرا پہلے جس کی رات کے سفر میں اسے تھکان ہوا ہو

تَشْفِي غَلِيلاً بِصَدْرِي لاَ يُزَحْزِحُهُ
دَمْعٌ تُهَيِّبُهُ الأَشْوَاقُ مُنْسَكِبُ

میرے سینے کی پیاس کو تسکین دیتا ہے (ایسی پیاس کہ) اسے وہ آنسو دور نہیں کر سکتے جو بہ رہے ہوں اور شوق انھیں دعوت دے رہا ہو

اور اس کا قول :

وَنَفْحَةٌ مِنْ رُبَى ذِي الأَثْلِ قَابَلَنِي
بِهَا نَسِيمٌ يَزِيدُ القَلْبَ أَحْزَانَا

ان ٹیلوں کی مہک جہاں جھاؤ کے درخت ہیں مجھے سامنے سے آئی ، وہاں ایسی نسیم پائی جاتی ہے جو دل کے غموں میں اضافہ کرتی ہے

وَ لَمْ یَطِبْ تُرْبُهَا مِنْ رَوْضَةٍ أُنُفٍ
فَهَاجَ رَیَّاهُ أَطْرَابًا وَ أَشْجَانًا

ان ٹیلوں کی مٹی اس باغ کی وجہ سے عمدہ نہیں ہے جہاں ابھی تک کوئی داخل نہیں ہؤا لہٰذا اس کی مہک سے طرب اور غم بھڑک اٹھے ہوں

لٰکِنْ ذَا الأَثْلَ طَابَ الْوَادِیَانِ بِهِ
حَیْثُ الرَّبَابُ تَجُرُّ الذَّیْلَ أَحْیَانًا

لیکن یہ جھاؤ کا جو درخت ہے اس سے تو دونوں وادیاں بھلی لگنے لگی ہیں اور (یہ وہ مقام ہے) جہاں (محبوبہ) رباب کبھی کبھی دامن گھسیٹ کر چلتی ہے

وَ لَمْ یَکُنْ لِیَ أَکْنَافُ الحِمٰی وَ طَنًا
وَلَا الفَوَارِسُ مِنْ نَبْهَانَ جِیْرَانَا

[۳ : ۲۳۲م] حمٰی کے اطراف کا علاقہ تو میرا وطن تو نہ تھا اور نہ ہی قبیلہ نبہان کے شہسوار میرے پڑوسی تھے

وغیرہ وغیرہ اشعار ہیں جن کے بیان کرنے سے بات لمبی ہو جاتی ہے ۔ مسعودی نے اس بات کو تفصیل سے بیان کیا ہے کہ عربوں نے صحراء میں سکونت اختیار کرنے کو پسند کیا تو اس کا کیا سبب تھا ۔ اس کے بیان کا ملخّص یہ ہے : وہ کہتا ہے : اور عربوں نے دیکھا ہے کہ زمین میں اِدھر اُدھر دوڑتے رہنا اور مختلف اوقات میں زمین کے ٹکڑوں کو منتخب کرتے رہنا عزت کے لیے زیادہ مناسب ہے اور خود دار شخص کے زیادہ لائق ہے اور عرب کہتے ہیں کہ ہم زمین پر حاکم بن کر رہیں ۔ چنانچہ جہاں چاہیں سکونت اختیار کر لیں ۔ ہمارے لیے دوسرے حالات

کے مقابلے میں زیادہ مناسب ہے وہ کہتا ہے : دیگر لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ قدیم عربوں کی سرشت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈال رکھی تھی کہ وہ بلند مرتبہ ہوں ۔ ہمت اور قدر حاصل کریں اور ان میں شدید قسم کی خود داری تھی ۔ عیب لگنے سے غیرت آتی تھی ، اور عار سے بھاگتے تھے ۔ لہٰذا انھوں نے اپنی فرودگاہوں کے متعلق سوچنا شروع کر دیا اور وطن کی جگھوں کا اندازہ لگایا ۔ اسی طرح انھوں نے شہروں اور عمارتوں کی حالت کے بارے میں غور کیا تو ان میں عیب اور نقص پایا ۔ بعض لوگ کہتے ہیں : زمینیں جسموں کی طرح بیمار پڑتی ہیں اور ان پر آفتیں آتی رہتی ہیں ۔ ضروری بات یہ ہے کہ جگھوں کو ان کی صلاحیت کے مطابق چنا جائے ۔ کیونکہ جب ہوا قوی ہو جاتی ہے تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ یہ وہاں کے باشندوں کو نقصان پہنچاتی ہے اور وہاں کے باسیوں کی مزاجوں کو بدل دیتی ہے اور ان میں سے بعض لوگ کہتے ہیں : عمارتیں اور دیواریں بنانے سے انسان زمین میں تصرف کرنے کے قابل نہیں رہتا ۔ اِدھر اُدھر دوڑنے پھرنے سے رہ جاتا ہے ہمتیں مقید ہو جاتی ہیں اور طبیعتوں کے اندر جو یہ بات پائی جاتی ہے کہ وہ شرف کے معاملے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا چاہتی ہیں وہ قید ہو کر رہ جاتی ہے ۔ ایسی حالت پر قائم رہنے میں کوئی بہتری نہیں ہے ۔ اور وہ کہتے ہیں کہ عمارتیں اور بلند جگھیں غذا کو روک دیتی ہیں اور ہوا کی وسعت سے مانع آتی ہیں اور اس کی آزاد راہ روی میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں اور راستہ چلنے والوں کے لیے راستے کو تنکوں سے پُر کر دیتی ہیں ۔ لہٰذا وہ اس وسیع جنگل میں سکونت اختیار کر لیتے ہیں جہاں انھیں کسی قسم کی رکاوٹ کا خوف نہیں ہوتا اور نہ ہی تکلیف سے جنگ کرنے کا ڈر ہوتا ہے ۔ مزید برآں وہاں زندگی کی بدمزگی نہیں ہوتی ، تیز ہوا ہوتی ہے ، وباء نہیں ہوتی ، اور ان جگھوں میں عقلیں سلجھی ہوتی ہیں اور مختلف مسکنوں میں منتقل ہونے رہنے کی وجہ سے طبیعت میں پاکیزگی ہوتی ہے ۔ مزاج صحیح رہتا ہے سمجھ قوی ہوتی ہے ، رنگ صاف ہوتا ہے اور جسم محفوظ رہتے ہیں ۔ کیونکہ عقلیں اور رائیں

وہیں سے پیدا ہوتی ہیں جہاں سے ہوا ۔ ظاہر ہے کہ فضا ہی ہوا کی طبیعت ہوتی ہے ، اور فضا میں آفات ، بیماریوں اور آلام سے انسان بچ سکتا ہے ۔ اسی لیے عربوں نے بادیہ میں سکونت اختیار کرنے اور بیابانوں میں اترنے کو پسند کیا ۔ اسی وجہ سے وہ سب لوگوں سے زیادہ قوی ہمت ، زیادہ مضبوط عقلوں والے ، زیادہ تندرست جسموں والے ، زیادہ قوی پڑوسیوں والے ، عہد و پیمان کی زیادہ حمایت کرنے والے ، بہتر پڑوس والے ، اور بہتر عقلوں والے ہیں ، اس لیے کہ ان کو یہ سب کچھ فضا کی صفائی اور پاکیزگی نے دیا ہے ۔ کیونکہ بدن کے اجزاء اس گرد و غبار کی وجہ سے جو (زمین سے) اٹھ کر اس کی طرف آتا ہے اور ان ذرات کی وجہ سے [۳ : ۴۳۳] جو اس کے صحنوں میں موجزن رہتے ہیں کثیف کدورتوں والے اور گندگی کی تکالیف سے بھرے ہوتے ہیں ۔ اور یہ ان پانیوں سے اٹھتے ہیں (جن کا ذائقہ اور رنگ) بدلا ہؤا ہوتا ہے اور ایک جگہ جمع رہتے ہیں ۔ اس کے اطراف سے یہ تمام بخارات اٹھتے ہیں ۔ یہی حال ہوتا ہے اس گرد و غبار ، بیماریوں اور آفتوں کا جو شہری لوگوں میں پائی جاتی ہیں اور ان کے جسموں میں داخل ہو جاتی ہیں اور پھر ان کے بالوں اور گرنے والے ذرات میں کئی گنا ہو جاتی ہیں ۔ لہذا عربوں کو دیگر بادیہ نشین اقوام پر اس لیے فضیلت حاصل ہوئی کہ انھوں نے (رنگ رنگ کی) جگہوں کو منتخب کیا اور مختلف مقامات میں گھاس اور پانی کی تلاش میں گئے ۔ مسعودی کہتا ہے :

اسی طرح عرب کردوں اور ان درُشت خُو اقوام کی بدخوئی سے کنارہ کش رہے جو پہاڑوں میں رہتے ہیں نیز ان دیگر لوگوں کی بدخوئی سے بھی جو زمین کے گڑھوں اور ہموار میدانوں میں رہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان قوموں کے اخلاق جو ان پہاڑوں اور وادیوں میں رہتے ہیں ان کے مسکن کی پستی اور بلندی کے اعتبار سے ان کے مسکنوں کے عین مناسب ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں کی زمین اعتدال پر قائم نہیں رہتی ۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں کے رہنے والوں کے اخلاق میں درُشتی پائی جاتی ہے ۔

کسریٰ انوشروان کے پاس عربوں کا ایک خطیب آیا تو کسریٰ نے اس سے عربوں کی حالت اور ان کے مسکنوں کے متعلق پوچھا ۔ نیز یہ کہ عربوں نے بادیہ نشینی کو کیوں اختیار کیا ؟ اس نے جواب دیا : اے بادشاہ ! وہ زمین کے مالک بنے اور تو ان کا مالک نہیں بنا ۔ وہ دیواروں کے اندر اپنے آپ کو محفوظ کر کے رہنے سے بچے رہے ، انھوں نے اپنی تیز اور قاطع تلواروں اور بھورے رنگ کے نیزوں پر اعتماد کیا ۔ لٰہذا جو کوئی کسی قطعۂ زمین پر قابض ہوتا ہے تو گویا ساری زمین اسی کی ہو جاتی ہے وہ اس کے اچھے حصوں پر وارد ہوتے ہیں اور وہاں کے لطیف حصوں کا قصد کرتے ہیں ۔

کسریٰ نے پوچھا : آسمان میں سے ان کو کیا حصہ ملا ہے ؟ اس نے کہا : فرقدان اور کہکشاں کی چوٹی کے نیچے سے اور سُعد الجدی سے لے کر زمین پر جھانکتا ہؤا اسی کے مطابق حصہ ان کے پاس ہے ۔ کسریٰ نے کہا : ان کی ہوائیں کیا ہیں ؟ اس نے کہا : ان کی بالعموم ہوا رات کے وقت نکباء ہوتی ہے اور سورج کے انقلاب کے وقت صبا ہوتی ہے ۔ کسریٰ نے پوچھا : ہوائیں کتنی ہیں ؟ کہا : چار اگر ایک بھی اپنی جہت سے منحرف ہو جائے تو وہ نکباء کہلاتی ہے اور سہیل سے فجر کی سفیدی کے کنارے تک جنوب ہے اور جو ان دونوں کے بالمقابل ہو یعنی مغرب کی جانب سے ان کو سامنے سے ملتی ہو وہ شمال ہے اور جو کعبہ کی پشت کی جانب سے آئے وہ دبور ہے اور جو کعبہ کے سامنے سے آئے وہ صبا ہے ۔ کسریٰ نے پوچھا : وہ بالعموم کیا غذا کھاتے ہیں ؟ اس نے جواب دیا : گوشت ، دودھ ، نبیذ اور کھجور ، کہا : ان کی عادات و خصال کیا ہیں ؟ کہا : عزت ، شرف ، بزرگی کے کام ، مہمان نوازی ، پناہ گزیں کی حفاظت کرنا ، خوف زدہ کو پناہ دینا ، اور دیتوں اور تاوان کا ادا کرنا [۳ : ۴۳۴] اور اعلیٰ مقاصد کی خاطر جانیں لڑا دینا ، یہ رات کے وقت مسافر ہیں اور دوپہر کے وقت شیر ۔ خشکی کو آباد کرنے والے اور چٹیل میدانوں سے انس رکھنے والے ہیں ۔ انھیں قناعت سے الفت ہے اور ذلت کو چھوڑ کر یہ آگے نکل جاتے ہیں ،

یہ خون کا بدلہ لینے والے اور عار سے ناک چڑھانے اور عہد کی حمایت کرنے والے ہیں ۔ کسریٰ نے کہا : تو نے اس قوم کی شرافت اور بزرگی کے اعتبار سے تعریف کر دی ہے اور ہم انھیں ان میں کامیاب بنانے کے زیادہ حقدار ہیں ۔

بہرحال عربوں نے جنگلوں ، بیابانوں اور جنگوں کو منتخب کیا ۔ چنانچہ ان میں سے بعض نجد کے علاقہ میں چلے گئے بعض تہامہ میں یعنی وہ لوگ جنھوں نے پست زمینوں میں سکونت اختیار کر لی مثلاً غور بیسان ، اور شام کے علاقہ میں فلسطین اور اردن کی سرزمین میں غور غزہ جہاں لخم اور جذام کے کچھ لوگ آباد ہوگئے تھے ۔

تمام عربوں کے اپنے پانی ہیں جن پر وہ اکٹھے ہوتے ہیں اور زمین کے ٹکڑے ہیں جہاں وہ قیام کرتے ہیں مثلاً رُہا ، سماوہ ، تہامہ کے علاقے ، بلند پہاڑی علاقے ، پست زمینیں ، ہموار زمینیں ہیں ۔ اور تو عربوں کی کسی جماعت کو نہ دیکھے گا کہ وہ اپنی مشہور جگہوں کو چھوڑ کر دور چلے گئے ہوں یا اپنے مشہور پانیوں کو چھوڑ گئے ہوں ، مثلاً ماء ضارج ، ماء العقیق ، اور سباط اور اسی قسم کے اور پانی ، زمخشری ، ابو لغدہ[۱] اصفہانی اور دیگر ائمہ نے اپنی مشہور کتابوں میں ان کا بالتفصیل ذکر کیا ہے ۔

بادیہ نشین عرب شہری عربوں سے کن باتوں میں ممتاز ہیں

بادیہ کے رہنے والوں اور شہروں اور بستیوں کے رہنے والوں میں جو فرق ہے وہ ہر ایک پر ظاہر ہے ۔ یہ فرق جسم میں ، حواس ظاہرہ اور حواس باطنہ میں ، صورتوں میں ، اخلاق میں ، قوت اور ضعف میں ، لب

---

۱ ۔ حسن بن عبد اللہ الاصفہانی ، المعروف بہ لغدہ و لکذہ ، ابو علی کنیت ، لغوی ، نحوی اور ادیب تھا ۔ اس نے بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی ۔ ۳۱۰ھ میں وفات پائی ۔

و لہجہ میں ، ہاتھ کی سخاوت میں ، جرأت اور شجاعت اور دیگر امور میں پایا جاتا ہے ۔ جن کی تفصیل بیان کرنے سے بات لمبی ہو جاتی ہے ۔ یہاں تک کہ جو شخص بادیہ کی نباتات اور شہری نباتات کے درمیان موازنہ کرے گا وہ ان کے درمیان کئی وجوہ سے فرق پائے گا ۔ یہی حال وہاں کے وحشی جانوروں اور پالتو[۱] جانوروں ، پرندوں اور دیگر جنگلی جانوروں کا ہے کیونکہ یہ اپنے خواص اور اوصاف کے اعتبار سے شہری جانوروں سے ممتاز ہوتے ہیں ۔ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں چند فصلوں میں ان دونوں فریقوں کے درمیان فرق بیان کیا ہے ۔

ان میں سے ایک یہ ہے : کہ بادیہ نشین شہریوں کے مقابلے میں زیادہ قدیم اور ان سے پہلے کے ہیں ۔ اور یہ کہ بادیہ آبادی کی اصل ہے اور شہر بادیہ کے مددگار ہیں ۔ اس لیے کہ بدوی لوگ اپنے حالات میں صرف ان چیزوں پر اکتفا کرتے ہیں جو ان کے لیے ضروری ہوں اور جو اس سے زائد ہو اس سے دستکش رہتے ہیں ۔ اور شہری اپنی حاجات کے معاملے میں ناز و نعمت پر زور دیتے ہیں اور اپنے حالات اور عادات میں کمال تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ اس بات میں شک نہیں کہ ضروری امور حاجت اور کمال کے امور کے مقابلہ میں زیادہ قدیم اور ان سے پہلے آتے ہیں ۔ نیز اس لیے بھی کہ ضروری اصل ہے اور کمالی اس کی فرع جو اسی سے پیدا ہوئی ہے ۔ لہذا صحرا شہر اور شہری زندگی کی اصل [۳ : ۳۳۵] اور ان دونوں سے پہلے قرار پائی اس لیے کہ انسان کا سب سے پہلا مقصد وہ چیز ہوتی ہے جو ضروری ہو اور وہ ناز و نعمت اور کمال تک اسی صورت میں پہنچ سکتا ہے جب ضروری چیزیں اسے پہلے ہی سے حاصل ہوں ۔ لہذا بدویت کی تکلیف دہ زندگی شہر کی آرام دہ زندگی سے پہلے ہوگی ۔ اس کے بعد اس نے اس کا طویل تذکرہ کیا ہے ۔

اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ بادیہ کے لوگ شہری لوگوں کے مقابلے میں نیکی کے زیادہ قریب ہوتے ہیں ۔ اس لیے کہ جب نفس ابھی اپنو

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں دوارج ہے ۔ اسے دواجن پڑھیں ۔

پہلی فطرت پر قائم ہوگا تو وہ ان امور کے قبول کرنے کے لیے جو اس پر وارد ہوتے ہیں اور ان کا نقش نفس پر ہوتا ہے ۔ مثلاً خیر اور شر پہلے ہی سے تیار ہوگا اور اس نیکی اور بدی میں سے جو چیز بھی اور جس قدر بھی اس کے پاس پہلے ہی سے آئی ہوتی ہے ۔ اسی قدر دوسری اس سے دور رہتی ہے ۔ اور اس کا اکتساب کرنا اس کے لیے دشوار ہوتا ہے ۔ چنانچہ جب نیک کام کرنے والے کے پاس نیک عادات پہلے ہی سے آ گئی ہوں اور اسے ان کا ملکہ حاصل ہو گیا ہو تو وہ شر سے دور رہے گا اور وہ شر کا طریقہ مشکل سے سیکھ سکے گا ۔ یہی حال برے کام کرنے والے کا ہے ۔ جب اس کے پاس بری عادات پہلے ہی سے آ چکی ہوں ۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ صحراء نشین لوگ شہری لوگوں کے مقابلے میں شجاعت کے زیادہ قریب ہوتے ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شہری لوگوں نے اپنے پہلوؤں کو آرام و راحت کی عادت ڈال رکھی ہوتی ہے اور وہ ناز و نعمت میں ڈوبے ہوتے ہیں ۔ انھوں نے اپنے مال اور جان کی حفاظت کا کام اپنے حاکموں کے سپرد کر رکھا ہوتا ہے ۔ اس حاکم کے سپرد کر رکھا ہوتا جو ان پر حکمرانی کرتا ہے ۔ اس حفاظتی جماعت کے سپرد کر رکھا ہوتا ہے جو ان کی پاسبانی کرتی ہے ۔ ان کا اعتماد ان فصیلوں پر ہوتا ہے جو ان کی حفاظت کرتی ہیں اور ان قلعوں پر ہوتا ہے جو ان کے درمیان حائل ہوتے ہیں ۔ لہذا انہیں نہ تو دشمن کی للکار جوش میں لاتی ہے اور نہ ان کا شکار بھاگ جاتا ہے اور وہ غافل اور بے خوف ہو کر ہتھیار پھینک دیتے ہیں ۔ اسی حال میں ان کی کئی نسلیں یکے بعد دیگرے گزر جائیں اور وہ بمنزلہ ان عورتوں اور بچوں کے ہو جاتے ہیں جو گھر کے مالک کے دست نگر ہوں ۔ بالآخر یہ ایک پختہ خصلت بن جاتی ہے جو فطرت کے قائم مقام ہوتی ہے ۔ برعکس اس کے بدوی عام معاشرے سے الگ تھلگ رہتے اور اطراف شہر میں تنہا ہونے اور حفاظتی فوج سے دور ہونے اور دیواروں اور دروازوں سے علیحدہ ہونے کی وجہ سے اپنی حفاظت آپ کرتے ہیں ۔ یہ کام نہ کسی اور کے سپرد کرتے ہیں اور نہ کسی اور پر اعتماد کرتے ہیں ۔ چنانچہ وہ ہر وقت ہتھیار اٹھائے رہتے ہیں اور راہ

چلتے وقت ہر طرف دیکھتے رہتے ہیں ۔ اور صرف تھوڑی دیر کے لیے وہیں آنکھ لگا لیتے جہاں بیٹھے ہوں یا پالان کے اوپر ۔ اور دھیمی آواز اور دشمن کی للکار پر کان لگائے رکھتے ہیں ۔ اور وہ چٹیل میدان اور بیابان میں اکیلے چلے جاتے ہیں ۔ انھیں اپنی بہادری پر بھروسا اور اپنی ذات پر [۳ : ۴۳۶] اعتماد ہوتا ہے ۔ جرأت ان کا خُلق اور بہادری ان کی خصلت بن چکی ہوتی ہے ۔ جب کوئی پکارنے والا انہیں پکارے یا فریادی انھیں مدد کو آنے کو کہے تو یہ الهی اوصاف کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔ جب کوئی شہری بادیہ میں آ کر ان کے ساتھ مل کر رہنا چاہتا ہے اور سفر میں ان کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کا اعتماد انہی پر ہوتا ہے اور وہ کوئی بات بھی بذات خود نہیں کر سکتا ۔ یہ آنکھوں دیکھی ہوئی بات ہے ۔ یہاں تک کہ وہ اطراف اور جہات کی معرفت اور پانی پر وارد ہونے کی جگھوں اور راستوں پر چلنے کی جگھوں سے بھی واقف نہیں ہوتا ۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ شہری لوگوں کا حکام کے احکام کی تکلیف برداشت کرتے رہنے سے ان کی جرأت تباہ ہو جاتی ہے اور ان کی قوت مدافعت جاتی رہتی ہے ۔ شہری کے لیے بادیہ میں سکونت اختیار کرنا ممکن نہیں ہو سکتا اس لیے کہ وہاں قبائل کے سوا کوئی اور نہیں رہ سکتا ۔ نیز یہ کہ خالص نسب والے لوگ صرف بادیہ کے عربوں کے یہاں پائے جاتے ہیں شہریوں کے ہاں نہیں پائے جاتے ۔ اور یہ کہ بادیہ کے لوگ اوروں کے مقابلے میں غلبہ پانے کی بہتر قدرت رکھتے ہیں ۔ اور یہ کہ جب کوئی قوم بدوی اور غیر مہذب ہو تو اس کی حکومت زیادہ وسیع ہوتی ہے ۔ اور یہ کہ بادیہ کے رہنے والے عرب صرف ہموار زمین پر ہی غلبہ پا سکتے ہیں ۔ اور یہ کہ جب بدوی ممالک پر قابض ہو جاتے ہیں تو وہ بہت جلد ویران ہو جاتے ہیں برخلاف شہریوں کے (کہ اگر وہ غلبہ پا لیں تو ایسا نہیں ہوتا) ۔ نیز یہ کہ بادیہ نشین عرب تمام قوموں سے زیادہ ملکی سیاست سے دور ہوتے ہیں ۔ اور یہ کہ بادیہ نشینوں کے قبائل اور گروہ شہری لوگوں کے زیر اثر ہوتے ہیں ۔ اور یہ کہ بادیہ کے لوگ ان شہروں میں نہیں رہ سکتے جہاں کی آبادی زیادہ ہو ۔

ابن خلدون نے ان فرقوں کے اسباب بیان کرنے کے لیے طویل بحث کی ہے ۔ جس کے نقل کرنے کی یہاں ضرورت نہیں ہے ۔ جو شخص دونوں فریقوں کے حالات کا غور سے مطالعہ کرے گا یا باریک بینی سے کام لے گا اس پر مزید فرق بھی ظاہر ہو جائیں گے ۔ پاک ہے وہ خدا جس نے ہر قوم کو ان خصوصیات کے باعث ممتاز کر رکھا ہے جو اوروں میں نہیں پائی جاتیں ۔ اور ان کو وہ صفات عطا کر رکھی ہیں جو اوروں کے پاس چلی نہیں جاتیں ۔ اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے ۔ نیز یہ کہ تمھاری زبانیں اور رنگ مختلف ہیں ۔ اس میں جہاں والوں کے لیے نشانیاں ہیں ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ مقدمہ ابن خلدون باب ثانی فصل اول سے فصل انتیس تک ۔

خاتمہ

یہ خاتمہ ہے اس بیان کا جسے اللہ تعالیٰ نے جو کہ توفیق اور انعام کا مالک ہے ۔ میرے لیے آسان کر دیا تھا یعنی ان حالات کا بیان جو اسلام سے پہلے عربوں کے تھے ۔ بحمد اللہ یہ بیان ناظرین کے لیے خوشی اور قارئین کے لیے مسرت بن کر آیا ہے ۔ مگر جو کچھ میں نے ہر باب میں رقم کیا ہے وہ صرف سینے کے ہار کا ایک موتی ہے اور موجزن سمندر کا ایک قطرہ ہے ۔ کیونکہ ان نیک لوگوں کے طبقات میں سے صرف ایک طبقہ کے بھی مفصل حالات کے بیان کی کئی کتابیں بھی متحمل نہیں ہو سکتیں خواہ قلم کس قدر اختصار سے ہی کیوں نہ کام لے ۔ [۳ : ۴۳۷] ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے مشہور ادیبوں میں سے کسی بلند ہمت ادیب کو اس کام پر مقرر کر دے کیونکہ جس کا ساتھ توفیق ایزدی دے اس کے لیے کام آسان ہو جاتا ہے ۔ عرب ایک ایسی قوم ہیں جن کے ذکر پر زور دینا اور جن کے اچھے حالات کی جستجو کرنا ضروری ہے ۔ یہ لوگ کارہائے نمایاں انجام دینے والے اور فضیلتوں اور قابل فخر کاموں کے کرنے والے ہیں ۔ انھی کے فضائل سے کاغذوں کے صفحات مزین ہیں اور ترش رو زمانے کا چہرہ انھی کی قابل تعریف طبیعتوں کی وجہ سے مسکرا اٹھتا ہے ۔ ہم عنقریب ۔ اگر اللہ نے چاہا تو ایک الگ اور عمدہ کتاب لکھیں گے جس میں اس نجیب قوم کے ان افراد کے حالات بالاستیعاب بیان کیے جائیں گے جو آج تک باقی ہیں اور مختلف ملکوں میں پھیل چکے ہیں ۔ انھوں نے پست زمینوں اور بلند زمینوں کو پُر کر دیا ہے ۔ اور ان میں اب بھی اپنے اسلاف کے اوصاف پائے جاتے ہیں اور ان میں یہ بزرگیاں اور یہ طبائع اب بھی موجود ہیں ۔ میری ان سے مراد وہ تمام لوگ نہیں جو ان کی زبان بولتے ، ان کے خطے میں رہتے اور ان کی علامت سے موسوم ہے ۔

فَمَا كُلُّ مَخْضُوبِ الْبَنَانِ بُثَيْنَةٌ
وَلَا كُلُّ مَصْقُولِ الْحَدِيْدِ يَمَانِي

کیونکہ ہر وہ عورت جس نے انگلیوں کو مہندی لگا رکھی ہو ہُشَیشَہ
نہیں ہو سکتی اور نہ ہی ہر صیقل شدہ لوہا یمنی تلوار ہو سکتا ہے

میں اللہ تعالیٰ کے حضور ملتجی ہوں کہ وہ مجھے اس وقت جبکہ میرا جسم فنا ہو چکا ہو اور (لوگوں کو) میرا نام بھی بھول چکا ہو مجھے اس کام کا بہتر اجر دے اور میری اچھی یاد باقی رکھے ۔ ابتدا میں بھی اور خاتمے پر بھی انعام عطا کرنے والے خدا کا شکر ہے ۔ وہی اول ہے بغیر عدد کے ، وہی آخر ہے بغیر انتہا کے ، وہ دانا ہے بدون اس کے کہ کوئی اسے آگاہ کرے ۔ وہ خدا کہ جس کو بھی وہ ادب سکھاتا ہے اچھا ادب سکھاتا ہے اور دیتا ہے تو بہت دیتا ہے ۔ ایسی تعریف جسے مسلسل مدد ملتی رہے اور جو ابد تک جاری رہے ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی اُمّی پر جو پاک اصل والے ، روشن دل والے ، سخی ہاتھ والے ، آگ نکالنے والے ، چقماق والے ، ایسے صاحب رسالت جو حق کا اعلان کرنے والے تھے ۔ خالص باتیں کہنے والے ، جو صالح گھرانے والے اور نصیحت کرنے والے خاندان سے ہیں رحمت بھیجے ، ایسی رحمت جو آپ اور آپ کی پاک ، نیکو کار ، طیب اور نیک آل پر بھی شامل ہو ۔

اس کتاب کے لکھنے سے یکم جُمادیٰ الآخرہ ۱۳۰۴ھ کو فراغت ہوئی ۔ ہماری آخری دعوت یہ ہے کہ سب تعریف جہانوں کے پالنے والے رب کے لیے ہو ۔

اشاریہ

الرجال

شہروں ، قبیلوں اور کتابوں کے نام

رجال

ا

ب

پ

ت

خ

ز

س

ض

ط

ظ

ع

ک

گ

ل

م

شہروں، قبیلوں اور کتابوں کے نام

بنو

الف

ب

ت

ث

ج

ح

خ

د

ذ

ل

ہ

و

ی